سہ ماہی،

کتب خانہ نمبر

۱۱

اردو اکادمی بہاولپور

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

قومی [illegible]

شکستہ [illegible]

جنگ نامہ

ندائے حق (ناصحانہ) [illegible]

شہنامہ ,,

کشمیر ہمارا ہے [illegible]

متاع زندگی ,,

کشمیر کی جنگ آزادی

تحریک ریشمی رومال مولانا [illegible]

پیشین گوئیاں ترجمہ [illegible]

موج رفتہ (تقاریر)

چند دلچسپ اور معیاری ناول

انتظار موسم گل رضیہ [illegible]

نیا لہو حفیظ [illegible]

دود چراغ محفل ذکاء الرحمان

ساونی ابو سعید قریشی

چند معلوماتی کتابیں

مستقبل کا انسان ڈاکٹر [illegible]

وقت کا آسمان [illegible]

یہ ہے شمالی افریقہ

تعلیم کا عمل

ستاروں کی دنیا [illegible]

زمین کی سرگزشت ,,

سورج کی پیدائش اور موت فاروق [illegible]

غبار شوق (خیالات) افضال محمود

مشکل کشا (قرآنی دعاؤں کا [illegible]

کلاسیک [illegible]

Marfat.com

خطی تصانیف حضرت مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹوی ۳۵۱

خلاصۃ المعارف ص ۱۸۹

سہ ماہی

الزبیر

کتب خانہ نمبر

(۱۱)

۱۹۶۷ء

ذخیرہ محمد

سرپرست :-

جناب میر عجم خانصاحب (ستارۂ قائداعظم)

کمشنر بہاولپور ڈویژن و صدر اردو اکیڈمی بہاولپور

قیمت :-

۶ روپے پچاس پیسے

مدیر :-

مسعود حسن شہاب

اردو اکیڈمی بہاولپور

Marfat.com

137525

اُردو اکیڈمی کے مستقل سرپرست

جناب مسرت حسین زبیری سی۔ ایس۔ پی سیکریٹری وزارت مواصلات حکومت پاکستان

جناب بشیر احمد قریشی سی۔ ایس۔ پی۔ ایڈیشنل چیف سیکریٹری حکومت مغربی پاکستان

جناب شیخ منظور الٰہی سی۔ ایس۔ پی ممبر بورڈ آف ریونیو حکومت مغربی پاکستان

جناب مختار مسعود۔ ٹی۔ کیو۔ اے۔ سی۔ ایس۔ پی۔ کمشنر لاہور ڈویژن

جناب سید دربار علی شاہ۔ سی۔ ایس۔ پی۔ کمشنر کراچی

مجلسِ منتظمہ

جناب میر عجم خان صاحب کمشنر بہاول پور ڈویژن ــــ صدر

جناب ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی رئیس الجامعہ جامعہ اسلامیہ بہاول پور

جناب خان انور سکندر خان صاحب پرنسپل صادق پبلک سکول بہاول پور

جناب بریگیڈیئر سیّد نذیر علی شاہ

جناب پروفیسر محمد اعظم سابق صدر شعبہ اردو۔ ایس۔ ای کالج بہاول پور

جناب ملک حبیب الرحمٰن اسسٹنٹ ڈائریکٹر اطلاعات بہاول پور

سیّد مسعود حسن شہاب سیکرٹری اردو اکیڈمی بہاول پور

سیّد مسعود حسن شہاب پبلشر نے دینِ محمدی پریس لاہور سے طبع کرا کر دفتر اردو اکیڈمی بہاولپور سے شائع کیا

Marfat.com

ترتیب

رف آغاز	ادارہ	۷
کتب خانے ، افادیت ، اہمیت اور تاریخ		۹
ی تعمیر و ترقی میں لائبریری کی اہمیت	انیس خورشید	۱۱
ا قدیم میں کتب خانوں کی تاریخ		۱۶
سلامی عہد کے کتب خانے	محمد حفیظ اللہ پھلواری	۲۷
صغیر کے شاہی کتب خانے	حنیف شاہد	۴۱
صغیر کے معدوم کتب خانے	اشرف علی	۴۵
شاہان مغلیہ کا کتب خانہ	پروفیسر سید احمد رفیق	۵۴
تب خانہ ٹیپو سلطان	حکیم محمود احمد برکاتی	۶۲
ودھ کا شاہی کتب خانہ	سبط الحسن	۶۸
کتب خانے ، جو ہندوستان میں رہ گئے		۸۵
تب خانہ رضائیہ رام پور	عابد رضا بیدار ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی	۸۷
تب خانہ وزیر الدولہ (ٹونک) کے چند نوادر	حکیم محمود احمد برکاتی	۹۶
تب خانہ معین الدولہ کے مخطوطات	محمد انصار اللہ نظر	۱۰۷
تب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن	سید محمد بیدری	۱۱۴
لار جنگ میوزیم	ڈاکٹر محمد حسن	۱۱۹
لع پٹنہ صوبہ بہار کے بعض قدیم کتب خانے	محمد حفیظ اللہ پھلواری	۱۲۴
ا بخش لائبریری		۱۳۰
کلکتہ کی قومی لائبریری		۱۳۴
لی گڑھ کے مخطوطات کی سیر	پروفیسر رشید احمد صدیقی	۱۳۶
مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ	الحاج محمد زبیر	۱۳۹

Marfat.com

دہلی کے کتب خانے	سید رشید احمد ارشد ایم اے	۱۵۹
کتب خانہ نذیریہ دہلی	نصیب اختر ایم ۔ اے	۱۶۸
یحییٰ لائبریری کی کچھ نایاب مطبوعہ کتابیں	سید یحییٰ امام	۱۷۰
کتب خانہ عمر یافعی میں کچھ دیر	سخاوت مرزا	۱۷۴
دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کا کتب خانہ	مولوی عبدالرحمان سلفی	۱۷۸
ولیسنہ لائبریری مرحوم	سید شہاب الدین دسنوی ایم ۔ اے	۱۸۳
کتب خانہ عبدالرشید خاں کانپور میں اردو کی کمیاب مطبوعات	محمد انصار اللہ نظر	۱۸۸

کتب خانے — مملکت اسلامیہ پاکستان میں ۱۹۴

پاکستان کا قومی کتب خانہ	اشرف علی	۱۹۵
سندھ کے دینی کتب خانے	رحمت فرخ آبادی ایم ۔ اے	۲۰۱
سکھر کے کتب خانے	"	۲۰۴
اچ شریف کے علمی نوادر	مسعود حسن شہاب	۲۰۸
کتب خانہ آزاد	آغا محمد باقر	۲۳۲
پنجاب پبلک لائبریری	سید اسرار زیدی	۲۴۱
دیال سنگھ لائبریری لاہور	قادر حسن	۲۴۸
کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور	ڈاکٹر کے ۔ بی نسیم	۲۵۳
سنٹرل لائبریری بہاول پور	علی احمد رفعت	۲۵۹
کراچی یونیورسٹی لائبریری	محمد عثمان بی ۔ اے	۲۶۴
کراچی یونیورسٹی لائبریری میں چند قدیم اردو مطبوعات	فضل اللہ فاروقی	۲۶۸
ہسٹاریکل سوسائٹی لائبریری کراچی میں چند کمیاب مطبوعات	"	۲۷۹

مخطوطات کے ذخائر ۲۸۵

خزائن مخطوطات کتب خانہ داں میانہ شریف	محمد شفیع ایم ۔ اے	۲۸۷

Marfat.com

کراچی کے دو نجی کتب خانے	ثناء الحق ایم۔اے	۳۰۳
کتب خانہ مظہر العلوم کراچی کے مخطوطات	مولانا عبدالرشید نعمانی	۳۵۲
مخطوطات کا ایک نادر ذخیرہ	مولانا عبدالعلیم چشتی ایم اے	۳۹۰
فن خطاطی کا ایک نادر ذخیرہ	محمد ایوب قادری	۴۲۹
ذخیرہ خان بہادر مولوی ظفر حسن مرحوم	"	۴۴۵
ذوق کتب اندوزی		۴۸۵
میں اور میرا کتب خانہ	عبدالمجید قریشی	۴۸۷
میرا ذوق کتب اندوزی	سیدہ زاہدہ حسین	۵۰۲
مبارک اردو لائبریری محمد آباد	"	۵۱۱
حضرت شیخ الجامع لائبریری	حافظ غلام نصیر الدین شبلی مہری	۵۱۹
میرا کتب خانہ	بذل حق محمود ایم۔اے	۵۲۳
غیر ممالک کے چند کتب خانے		۵۳۴
انڈیا آفس لائبریری لندن	ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی	۵۳۵
کتب خانہ مانچسٹر کے بعض مخطوطات	مختار الدین راشدی	۵۴۹
قاہرہ میوزیم میں چند گھنٹے	سید حسام الدین راشدی	۵۵۲
متفرقات		۵۶۱
کتاب زندگی کا مخلص اور بے لوث ساتھی		۵۶۳
میرا مطالعہ	مولانا محمد ناظم ندوی	۵۷۰
کتابیں ہیں چمن اپنا	عبدالمجید قریشی	۵۷۶
اسلامی عہد کے مصنف اور تاجران کتب		۵۸۸
بچوں کی لائبریری	مس خالدہ شیخ	۵۹۳
قرآن پاک کے انگریزی اور لاطینی تراجم	مولانا عبدالماجد دریابادی	۶۰۲
کتابوں کے کیڑے (ایک جائزہ)	وقار بن الہی	۶۱۰
حرمین کے کتب خانے	مولانا نور احمد فریدی	۶۱۷
پنجاب پبلک لائبریری	عرفان چغتائی	۶۲۰
مشرقی پاکستان کی لائبریریاں ۶۲۷	اور تبصرے	۶۲۹

Marfat.com

حرفِ آغاز

قومی تعمیر و ترقی میں لائبریریوں اور کتب خانوں کی اہمیت ہر دور میں تسلیم کی گئی ہے اور جب قوم نے اس طرف جتنی توجہ دی ہے اتنی ہی کامیابی اس کے حصہ میں آئی ہے۔ قطع نظر اور قوموں کے مسلمانوں کا عہدِ عروج و شادمانی اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ سلاطین وقت نے ملک کے دیگر اہم مسائل کے دوش بدوش کتب خانوں کے قیام اور ان کے انتظام و انصرام کا بھی خصوصی خیال رکھا ہے وہ خود بھی اپنے قائم کردہ بیش بہا کتب خانوں سے مستفیض ہوتے تھے اور اپنے امراء و وزراء اور دیگر اہلِ علم کو بھی ان سے استفادے کی دعوت دیتے تھے۔

مسلمانوں کا یہ بھی طرۂ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے غیر مسلم اقوام کے برعکس تعلیم کو عام کیا۔ ہر کہ و مہ کیلئے حصولِ علم کی سہولتیں فراہم کیں۔ جس وقت یورپ میں تعلیم گرجا گھروں کے حصار سے آگے نہیں بڑھ سکی تھی اور برصغیر ہند میں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے تحصیل علم، فن شجرِ ممنوعہ سے کم نہیں سمجھی جاتی تھی۔ مسلمانوں نے اپنی جہانبانی کے پھریرے اڑانے کے ساتھ ساتھ علم و ہنر کی توسیع و اشاعت کا بھی علم بلند کیا اور بلاتخصیص ہر شخص کیلئے علم کے دروازے کھول دیئے انہوں نے اس سلسلہ میں جہاں جگہ جگہ درسگاہوں اور دیگر تعلیمی اداروں کا جال بچھا دیا وہاں کتب خانوں کے قیام کی طرف بھی خصوصی توجہ دی۔ اس زمانہ میں جبکہ نشر و اشاعت کی سہولتیں آج جیسی نہیں تھیں اور اس وجہ سے مختلف علوم و فنون کی مطلوبہ کتابوں کا حصول کافی وقت طلب تھا۔ مسلمان حکمرانوں نے اہلِ علم کی خدمات حاصل کر کے بطورِ خاص علمی موضوعات پر کتابیں لکھوائیں اور انکی نقلیں کرا کے کتب خانوں میں رکھیں تاکہ علم کے جویا ان سے استفادہ کر سکیں اس غرض کیلئے وہ لاکھوں روپے خرچ کرنے کے بعد بھی مزید اخراجات کیلئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے اور کتابوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچنے کے باوجود ان کا ذوقِ کتاب اندوزی کم ہونے میں نہ آتا تھا

مسلمان حکمرانوں کی یہ یادگاریں اگرچہ مرورِ ایام کے ہاتھوں تہ و بالا ہو چکی ہیں اور ان کا وجود تاریخ کے صفحات کے علاوہ اب کہیں نہیں ملتا لیکن یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ ان علم دوست ہنر پرور اور نیک دل سلاطین نے لوگوں میں علم کی لگن پیدا کرنے کے لئے جو شمع جلائی تھی اس کی ضیا باری سے برصغیر ہند و پاک کا ذرہ ذرہ آج بھی منور و درخشاں نظر آتا ہے۔ سلاطین ہند کے بعد علمی خزائن کی فراہمی کا کام امراء اور اہلِ علم حضرات کے حصہ میں آیا۔ انہوں نے بھی بڑے ذوق و شوق اور عزم و حوصلہ کیساتھ کتب خانوں کے قیام و انصرام کیطرف توجہ دی اور اپنی دولت کا بیشتر حصہ اس کارِ خیر پر صرف کیا۔

Marfat.com

شخصی حکومتوں کے زوال میں اگر تاسف و ملال کا کوئی پہلو نکلتا ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ ان کے ساتھ علم دوستی اور ہنر پروری کی روایات ختم ہو گئیں۔ انگریز نے اپنے دو صد سالہ دور حکومت میں یہاں کے باشندوں کو اقتصادی معاشی اور سیاسی بدحالی کے جس شکنجے میں کسا اس نے اہل ثروت اور ذی حیثیت لوگوں کی کمر بھی توڑ دی، اور وہ حسب سابق کتب خانوں کی ترقی کی طرف توجہ نہ دے سکے ادھر جو علمی نوادر ہندوستان کے مختلف گوشوں میں اہل ہند کی معاشی ابتری کی وجہ سے کسمپرسی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے انہیں کوڑیوں کے مول بلکہ بعض صورتوں میں مال غنیمت تصور کرتے ہوئے انگریز حکمران اپنے دیس میں لے گئے تاکہ ان سے اہل ہند کی بجائے اہل یورپ استفادہ کریں۔ چنانچہ کروڑوں روپے کے علمی نوادر اور قلمی کتب اس وقت یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں اور ان کے اصل ورثاء اپنے بزرگوں کے ان اثاثوں سے محروم ہیں۔

ہندوستان میں شخصی حکومتوں کے ساتھ کتب خانوں کے زوال کے اس پس منظر کے باوجود علمی گھرانوں میں فراہمی کتب اور کتب خانوں کے قیام کا شوق باقی رہا اور وہ حسب استطاعت کسی نہ کسی طرح اس شوق کو پورا کرتے رہے آج ہند و پاکستان کے جن گھرانوں میں نجی نوعیت کے کتب خانے موجود ہیں وہ روایاتِ سلف کی یاد کو تازہ رکھنے کیلئے اگرچہ کافی نہیں تاہم وہ حضرات قابل داد ہیں جنہوں نے باقیاتِ صالحات کے طور پر نہ صرف اپنے بزرگوں کے علمی نوادر کو محفوظ رکھا بلکہ اپنے ذرائع و وسائل کے مطابق ان خزانوں میں اضافے بھی کرتے رہے۔

آزادی ہند کے بعد پاکستان میں کتب خانوں اور پبلک لائبریریوں کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جاتی رہی ہے اور یہ بات خوش آئند ہے کہ حکومت اس اہم قومی ضرورت کی طرف سے غافل نہیں ہے۔ پچھلے دنوں صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے بھی لائبریریوں کی افادیت پر کافی زور دیا ہے اور یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ ملک کے کونے کونے میں لائبریریوں کا جال بچھا دیا جائے تاکہ لوگوں میں علم کا ذوق عام ہو اور جو لوگ کتابیں خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ ان لائبریریوں سے اپنے علم کی پیاس بجھا سکیں۔

لائبریریوں کی اس قومی افادیت کے پیش نظر رسالہ الزبیر کا کتب خانہ نمبر پیش کیا جا رہا ہے اسمیں کتب خانوں کی انکی افادیت و اہمیت اور قدیم کتب خانوں کی تاریخی عظمت کیساتھ ساتھ برصغیر ہند و پاک کے مشہور کتب خانوں بالخصوص مغربی پاکستان کے نجی و پبلک کتبخانوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہماری سعی بلیغ کے باوجود [illegible] کتبخانوں کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ مشرقی پاکستان کے متعلق خاص طور پر یہ نمبر تشنۂ معلومات ہے ہم کوشش کریں گے کہ آئندہ کسی نمبر میں اس کی تلافی کر دیں۔

زیر نظر نمبر کو سات حصوں میں منقسم کیا گیا ہے پہلا حصہ ایسے مضامین پر مشتمل ہے جن میں کتب خانوں کی افادیت، اہمیت اور تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے اسی حصہ میں برصغیر کے بعض قدیم اور شاہانِ وقت کے

Marfat.com

عظیم الشان کتب خانوں کے متعلق بھی مضامین درج کیے گئے ہیں۔ ان مضامین کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سلاطین وقت کتب خانوں کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔

دوسرے حصہ میں ان کتب خانوں کا ذکر ہے جو آزادیٔ ہند کے بعد ہندوستان میں رہ گئے۔ یہ کتب خانے مسلمان امراء اور اہل علم نے بیس ہا برس کی کوششوں سے زر کثیر صرف کر کے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں قائم کئے تھے۔ تقسیم ملک کے ساتھ اگر مسلمانوں کا یہ علمی اثاثہ بھی پاکستان کے حصہ میں آجاتا تو آج ہمارا ملک بیش بہا علمی ذخائر سے مالا مال ہوتا

تیسرا حصہ پاکستانی کتب خانوں اور لائبریریوں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ اسمیں ان پبلک لائبریریوں کا بھی ذکر ہے جو حکومت کی سرپرستی اور تعلیمی اداروں کی نگرانی میں چل رہی ہیں اور ان کتب خانوں کا حال بھی درج ہے جو بعض اہلِ ذوق حضرات نے اپنے نجی سرمایہ سے قائم کئے ہیں اور اپنی وسعت و ہمت کے مطابق برابر ان میں علمی نوادر کا اضافہ کر رہے ہیں۔

چوتھا حصہ ایسے کتب خانوں سے متعلق ہے جنمیں قدیم مخطوطات اور نادر قلمی نسخے جمع کئے گئے ہیں۔ ان میں نجی کتبخانوں کے علاوہ نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی خاص طور پر قابل ذکر ہے جہاں مخطوطات و نوادر کا بیش بہا ذخیرہ محفوظ ہے

پانچویں حصہ کو "ذوق کتب اندوزی" کا عنوان دیا گیا ہے اسمیں صرف ان لوگوں کے مضامین شامل کئے گئے ہیں جنھوں نے اپنے کتب خانوں کا خود تعارف کرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ انہوں نے کس طرح کتب خانہ قائم کیا۔

چھٹے حصہ میں غیر ممالک کے چند کتبخانوں کا حال درج ہے یہ حصہ اگرچہ سیر حاصل نہیں ہے تاہم اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے ممالک میں کتبخانوں کے قیام و انصرام کی کیا صورت ہے اور وہاں کس قسم کی کتب کا زیادہ ذوق ہے۔

آخری حصہ میں جسے متفرقات کا نام دیا گیا ہے ایسے مضامین درج کئے گئے ہیں جو عمومی نوعیت یعنی کتاب۔ کتاب بینی اور کتاب فروشی وغیرہ سے متعلق ہیں اس حصہ میں بعض ایسے مضامین بھی شامل ہیں جو بروقت موصول نہ ہونے کی وجہ سے مندرجہ بالا حصوں میں درج ہونے سے رہ گئے تھے

ہمیں امید ہے کہ یہ نمبر اہل علم بالخصوص ریسرچ سکالروں کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا اور ہمارے ملک کی لائبریریاں اس سے بیش از بیش استفادہ کر سکیں گی

اس نمبر کی تیاری کے سلسلہ میں ہم محترم ایوب قادری۔ عبدالمجید قریشی اور مشفق خواجہ صاحب کے شکر گذار ہیں جنہوں نے کتب خانوں سے متعلق مضامین کی فراہمی میں ہماری اعانت و رہنمائی فرمائی۔

Marfat.com

کتب خانے

افادیت

اہمیت

اور

تاریخ

Marfat.com

Marfat.com

انیس خورشید

قومی تعمیر و ترقی میں لائبریری کی اہمیت

زمانۂ قدیم سے لائبریری کی ضرورت اور اہمیت اپنی جگہ مسلم رہی ہے اس وقت جبکہ کاغذ اور کتابت کا تصور ذہن میں ابھرا نہ تھا اس وقت جبکہ رسل و رسائل کی سہولتیں بہم نہ تھیں اس وقت بھی لائبریری قائم تھی جہاں کتابوں کے بجائے مخطوطات پیرس (PAPYTUS) مٹی کی تختیوں کے کتبے اور اسی طرح کی دوسری تحریریں جمع کی جاتی تھیں۔ یہ ذخیرے حکومت کی دستاویزوں پر مشتمل ہوتے جنہیں اس ضرورت کے پیش نظر محفوظ رکھا جاتا تھا کہ بوقت اختلاف رائے ان کے صحیح متن کو پیش کیا جا سکے کیونکہ ماہ وسال کے تغیر کے ساتھ ساتھ انسانی یادداشت بے کم و کاست ان تحریروں کو اپنے ذہن میں محفوظ نہیں رکھ سکتی تھی۔ آج بھی سالہا سال کے تجربات کی روح اسی افادی پہلو کے پیش نظر کتابوں میں محفوظ ملتی ہے تاکہ آنے والی نسلیں نئے خیالات کو ترتیب دیتے وقت اپنے آباؤ اجداد کے تجربات سے استفادہ کر سکیں۔

لائبریری کا نظام

لائبریری اپنے ابتدائی دور میں آج سے بہت مختلف تھی۔ ۱۸۵۰ء تک عوام سے الگ تھلگ اس کا دائرہ عمل صرف دانشوروں کے لئے مخصوص تھا اور ان ہی کی ضروریات کے مدنظر رکھتے ہوئے اس کی نوک پلک درست کی جاتی تھی۔ لیکن ۱۸۷۰ء کے لگ بھگ اس خیال نے جلا پائی کہ کتابوں کا نادر سے نادر اور بڑے سے بڑا مجموعہ بھی اس وقت تک لائبریری کہلانے کا مستحق نہیں جب تک کہ کسی نظام یا اصول کے تحت تمام کتابوں کو اس طرح ترتیب نہ دیا جائے کہ علم و فن کے رسیا اور ان کتابوں میں جن کی انہیں تلاش ہے کوئی دیوار حائل رہے۔ اب لائبریری کا مطمح نظر نہ صرف علمی و ثقافتی رہا بلکہ اس کی بیشتر توجہ اس طرف ہونے لگی کہ کتابیں بہ آسانی ان ہاتھوں میں پہنچ سکیں جو ان کے

Marfat.com

متلاشی ہوں۔ اسی بنیادی ضرورت نے مختلف اصول اور فن کو رواج دیا جن کے استعمال سے لائبریری کے پورے نظام میں انقلاب پیدا ہو گیا۔ اس ایٹمی دور میں تو لائبریری کا تصور ہی بدل چکا ہے۔ آج اس "عوامی درسگاہ" کے دروازے بلا روک ٹوک ہر شخص کے لئے بغیر کسی معاوضہ کے کھلے ہوئے ہیں۔ جب تک یہ سہولت میسر نہ ہو لائبریری، لائبریری نہیں سمجھی جا سکتی۔

پبلک لائبریری۔

ولیم ایورٹ۔ جنہوں نے برطانیہ میں موجودہ پبلک لائبریری کے نظام کی بنیاد رکھی تھی اور جو بہت حد تک اس ملک میں پبلک لائبریری کے موجودہ تصور کے بانی سمجھے جاتے ہیں اس کو ایک ایسا ادارہ قرار دیتے ہیں جس کی بنیاد عوام کی رہین منت، جس کی ضرورتیں عوام کے ذمہ اور جس کی بہبودیئں عوام کے لئے ہوتی ہیں۔ اسی عوامی مرکز خیال نے پبلک لائبریری کے پورے نظام میں آج اس حد تک لچک پیدا کر دی ہے کہ نہ صرف عوام اپنی کتابی ضرورتیں وہاں سے بغیر کسی رکاوٹ کے پورا کر سکتے ہیں بلکہ اپنے ہر استفسار کا تسلی بخش جواب بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ان کا پیدائشی حق ہے

لائبریری کا پھیلاؤ :۔

لائبریری کا دائرہ عمل، علم اور سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ بڑھتا جا رہا ہے کبھی اس میں صرف کتابیں یکجا ہوتی ہیں اور اب نہ صرف کتابیں، رسائل، نقشہ جات، تصاویر، خاکے، مخطوطات بلکہ گراموفون ریکارڈ۔ مائیکرو فلم، مائیکرو کارڈ اور اسی نوع کے دوسرے مواد جس سے علم تک پہنچ آسان ہو۔ ایک خاص ترتیب کے ساتھ عوام کی خدمت کے لئے لائبریری میں موجود ہوتے ہیں کتابیں جن کی افادی اہمیت کے بارے میں دنیا کے مشاہیر ہر دور میں رطب اللسان رہے ہیں۔ یہی کتابیں جن کے بارے میں حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

دو یار زیرک و از بادۂ کہن دو منے
فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے
من ایں مقام بدنیا و آخرت ندہم
اگرچہ در پیم افتند ہر دم انجمنے

یہی وہ کتابیں ہیں جنہیں انقلاب روس کا مشہور ادیب میکسم گورکی چہچہاتے ہوئے خوبصورت پرندوں سے تعبیر کرتا ہے۔ جن کے ترنم غیبنہ

Marfat.com

تھے۔ اس قیدِ حیات میں موٹی موٹی سلاخوں کے پیچھے انسانیت کو درخشاں مستقبل کا پیغام دیتے رہے ہیں۔ زندہ قوموں کی تمام عظمتیں۔ ابھرتی ہوئی تہذیبی زندگی کو خوبصورت اور خوش گوار بنانے کے لئے عوام غرض علم کا ایک اتھاہ ساگر ہے جو ان کتابوں میں سمٹ کر دعوتِ عمل دیتا ہے۔ ادب زندگی میں آرائشی اضافے کی حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ زندگی کی تکمیل اور فراوانی کے لئے ایک شرط لازم ہے۔ اسی طرح لائبریری میں ان عظیم کتابوں کو محض نمائش اور سج دھج کے لئے نہیں رکھا جاتا بلکہ ان کے یکجا کرنے کا یہ مقصد ہے کہ لوگ آکر علم کے اس بڑے خزانہ سے استفادہ کریں اور انسانیت کو ترقی کی راہ پر ڈالیں۔

تعلیم کا ایک ذریعہ

کسی ملک کی لائبریری سے اس ملک کی ثقافت اور تعلیم کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ ثقافتی ادارہ جس کے ساتھ ہی نہایت اہم فریضہ بھی انجام دیتا ہے کہ علم کی اشاعت اور ترویج کرے۔ آج سے سالہاسال پہلے اہلِ عرب نے پبلک لائبریری کو عوامی تعلیم کا ذریعہ قرار دیا اور یہیں سے لائبریری کی تعلیمی اہمیت مانی جانے لگی۔ اس سے پہلے کسی نے اس افادی پہلو پر غور بھی نہیں کیا تھا۔

تعلیم کا ایک حصہ تو کالج اور اسکول کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ اسکول کی یہ تعلیم ذہن کی بیداری میں بہت معاون ثابت ہوتی ہے لیکن سیرت کی تعمیر صالح طور پر اس وقت ہی ممکن ہے جبکہ اسکول کی تعلیم کے بعد عملی زندگی میں حاصل کئے ہوئے تجربات کا اطلاق کتابوں یا فراہم شدہ خیالات سے کیا جائے کردار کی اس بناوٹ میں لائبریری بہت اہم رول ادا کرتی ہے۔ بڑے بڑے مفکر، سائنسدان، فنکار اور دانشور اسی لائبریری کے خوشہ چیں رہے ہیں۔

لائبریری کی اہمیت دوہری ہے یہ اس وقت بھی اتنی ہی معاون ثابت ہوتی ہے جب اسکول اور کالج کی تعلیم کا دور ہوتا ہے اور اس وقت بھی جبکہ ذاتی تعلیم کی ابتدا ہوتی ہے۔ ذاتی صرف ڈگری کا ہوتا ہے۔ ابتدائی تعلیم میں چونکہ ذہنی صلاحیتیں بھرپور طریقہ سے اجاگر نہیں ہو پاتیں اور کردار کی پرداخت ہنوز نامکمل ہوتی ہے۔ اس لئے اس دور میں کتابوں کی ضرورت بہ نسبت اس دور کے جبکہ ذاتی تعلیم کے کس بل سے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں پورے طور پر بروئے کار آجاتی ہیں مختلف ہوتا ہے لیکن ہر دور میں لائبریری سے استفادہ کرنا اپنی جگہ ضروری اور لازمی ہے۔

Marfat.com

روزانہ ہزاروں کتابیں

علم ایک ایسا خزانہ ہے کہ اسے جس قدر حاصل کیجئے کم ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں "علم تمہارے لئے بمنزلہ کھوئی ہوئی بھیڑوں کے ہے جہاں سے ملیں انہیں لاؤ" علم کی تحصیل اسلام میں ایک مقدس فریضہ ہے اور یہ سلسلہ زندگی بھر جاری وساری رہتا ہے اس سے انکار تو کسی کو بھی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہم اپنی زندگی سے لائبریری کو بھی خارج نہیں کرسکتے آج ہزارہا کتابیں روز نئے نئے مضامین پر نئی آب وتاب کے ساتھ شائع ہوتی ہیں اس بڑھتی ہوئی تعداد پر تبصرہ کرتے ہوئے مونٹفر ایونس نے کہا ہے "موجودہ تہذیب کو یہ نمایاں خطرہ لاحق ہے کہ وہ اپنی ہی مطبوعات کی بیجا فراوانی سے گھٹ کر ہلاک ہو جائے۔ ہر فرد کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ہر کتاب کو ذاتی طور پر خرید سکے یا اس کا مطالعہ کرسکے اس کی اس بیچارگی کو دور کرنے کے لئے لائبریری ان کتابوں کو جمع کرتی ہے اور ان کے متعلق بہت سے ایسی ضروری اطلاعات بھی مہیا کرتی ہے جس سے پڑھنے والوں کو آسانی ہو اور ان کا قیمتی وقت ایسے مضامین کے مطالعہ میں صرف نہ ہو جو ان کے اپنے کام کے نہ ہوں۔ اس کے ماسوا اس کے اپنے مضمون کی بے شمار کتابیں جو اس کے ذہن سے اس وقت خارج ہوں یکجا ملتی ہیں۔ اس سے اس کا کام نہ صرف آسان ہو جاتا ہے بلکہ نتائج کے اخذ کرنے میں بھی سہولیت ہوتی ہے۔

یہ لائبریری کی مختلف النوع کارگزاریوں میں سے ایک کا ہلکا سا خاکہ تھا۔ اس کوشش کے ساتھ کہ اس کی تعلیمی اہمیت کا اندازہ ہو سکے صحیح تعلیم بغیر لائبریری کی مدد کے ممکن نہیں آج دنیا کے کسی نظام تعلیم کو لے لیجئے۔ لائبریری کی اہمیت ہر جگہ یکساں ہے خواہ وہ مشرق میں ہو، خواہ مغرب میں۔ جلی حرفوں میں لکھے جاتے رہے ہیں۔ کتابوں اور لائبریریوں سے متعلق بھی اُن کی دلچسپی نمایاں تھی۔ برصغیر میں مسلمان حکمرانوں کا دور لائبریریوں کے قیام اور ان کو وسعت دینے کے سلسلے میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔

° خلجی خاندان کے عہد میں ہندوستان میں پہلے شاہی کتب خانے کی بنیاد دارالحکومت دہلی میں رکھی گئی جس کے لائبریرین حضرت امیر خسروؒ تھے تغلق۔ مغل اور دوسرے مسلمان بادشاہوں اور ان کے امراء نے نہ صرف اس سلسلے کو قائم رکھا بلکہ شمالی اور جنوبی ہندوستان میں لائبریریوں کا

Marfat.com

جال بچھانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہے ہیں"

نہ صرف پاکستان ثقافتی اعتبار سے امتیازی حیثیت کا مالک ہے بلکہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی تہذیب اور تمدن سے روحانی طور پر منسلک بھی ہے وہاں کے عظیم مسلمان حکمرانوں کی علم و ادب سے گہری دلچسپی اور ان کے دور کی لائبریریوں کے احیاء پر عظیم تر کوششیں بھی اس کو ورثے میں ملی ہیں مگر جب ملک کی لائبریریوں کی ابتری پر نظر پڑتی ہے تو تعجب ہوتا ہے کہ اس قوم کا ان عظیم معماران فن وادب سے کوئی رشتہ بھی ہو سکتا ہے جن کے وارث ہونے کا ہمیں فخر ہے۔ کتب خانے دل تو ہمارے یہاں اس قدر کم ہیں کہ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ انکی جو گت بن رہی ہے سو الگ۔ یہ زبوں حالی نتیجہ ہے اس لاپرواہی کا جو ہمارے ارباب حل وعقد لائبریری کے سلسلے میں اختیار کئے ہوئے ہیں۔ دوسرے ملکوں میں اس کی اہمیت نے ہمارے یہاں چند لائبریریوں کے نام ہی کو ابھی تک قائم رکھا ہے ورنہ آج اس کا نام لیوا بھی کوئی نہ ہوتا۔

جس ملک میں صرف ۱۰ فیصد آبادی حرف شناس ہو اس میں تعلیم کو عام کرنے کی ضرورت خصوصی توجہ چاہتی ہے اور بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ ناخواندہ طبقہ زیادہ تر نوجوان اور معمر افراد پر مشتمل ہو۔ تعلیم بالغان کے سلسلے میں لائبریری بہت اہم رول ادا کر سکتی ہے لیکن جس ملک میں بیشتر کالج بھی اچھی لائبریریوں سے محروم ہوں وہاں کے متعلق اس باب میں کچھ کہنا دور از کار ہو گا۔

"حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں" کا سا مضمون ہے۔ ہمارا تمدنی پنجسالہ منصوبہ بھی لائبریری کے سلسلے میں خاموشی اختیار کئے ہوئے ہے۔

تعلیم کے اس فقدان میں لائبریری سے چشم پوشی ہمارے ملک کے لئے نہ صرف نقصان دہ بلکہ ہلاکت آمیز ثابت ہو سکتی ہے۔ جہاں ایک نئی جمہوریہ عین اسلامی طرز پر۔ اس اسلام کے اصول پر جس کا ماضی علم وادب کا گہوارہ تھا ایک نئی تہذیب اور ایک صالح سوسائٹی کی بنیادیں سرگرم عمل ہیں جہاں ہنوز صنعتیں قائم ہونی باقی ہیں جہاں سائنس اور تحقیق کی تجربہ گاہیں اب تک برائے نام ہیں اور جہاں خودی کو ہنوز بیدار ہونا ہے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان حالات میں ملک اور قوم کی تعمیر بغیر لائبریری کے کس ڈھنگ کی ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

عہد قدیم میں کتب خانوں کی تاریخ

کتب خانوں کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود تہذیب انسانی۔ مگر ذیل کے مضمون میں ہم جب دور کے کتب خانوں کا ذکر کر رہے ہیں اس کا احاطہ تقریباً ایک ہزار سال ق م سے لے کر حضرت عیسیٰ کی ولادت تک کیا گیا ہے۔

انسان جس زمانے میں بربریت کی حالت سے مہذب حالت میں قدم رکھ رہا تھا۔ تو اس وقت پتھر کے زمانے سے دھاتوں کے زمانے تک وہ حالات پیدا ہو گئے تھے جو تہذیب کی نشوونما کے لئے ضروری تھے۔ انسانی قبیلے خانہ بدوشی کی زندگی کو خیرباد کہہ کر زرخیز علاقوں میں آباد ہونے لگے تھے۔ وادیٔ نیل دجلہ فرات اور سندھ کی وادیاں ایسی تھیں جہاں سب سے پہلے تہذیب و تمدن کی ابتدا ہو چکی تھی زمانہ اہرام میں مصری ڈرامہ اور شاعری کو عروج ہو چکا تھا۔ سب سے پہلا ڈرامہ "عوسیرس"[1] دیوتا کے متعلق تھا۔ مصری ادب میں کتاب موت کو عقیدت سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ پہلی کتاب تھی جس میں موت و حیات کے فلسفہ کو بیان کیا گیا۔ اس کی لمبائی ۷۸ فٹ اور چوڑائی ۱۵" بیان کی گئی ہے۔[2]

اگرچہ اس زمانہ تک کتب خانوں کے باقاعدہ قیام کا ذکر نہیں ملتا تاہم وادیٔ نیل میں شاہان مصر کے مقبروں سے مٹی کے مرتبانوں میں رکھے ہوئے پیپرس کے ایسے رول ملے ہیں جن پر خاندانی حالات دلچسپ سفرنامے۔ رزمیہ اور جادوی قصے کہانیاں درج ہیں۔ یہ دستاویزات آج بھی برٹش میوزیم میں محفوظ ہیں۔

نیل کی وادی سے برآمد ہونے والی ان تحریروں کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت انسان نے اپنے تہذیبی سرمائے کو محفوظ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مگر[3] باقاعدہ کتب خانوں کی ابتدا کس زمانے میں ہوئی اس کا علم بھی اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ ۱۸۵۰ء میں ماہر اراضیات نے نینوا کے مقام سے ۷۲۶ سال ق م۔ پرانی مٹی کی ایسی دس ہزار الواح کا

---

[1] قدیم تہذیبیں [2] کمپوزیشن از جانسن صفحہ ۲۱ [3] کمپوزیشن از جانسن صفحہ ۲۱

Marfat.com

پتہ لگایا جس پر خط میخی سے کوئی عبارت تحریر تھی یہ تختیاں نینوا کے بادشاہ "آشور بانی پال" کے محل سے کھود کر نکالی گئی تھیں۔ ان کی صداقت کا اندازہ ان پر ثبت ہونے والی شاہی مہروں سے ہوتا ہے تختیوں کی لمبائی ۱۱ انچ سے لے کر ۱۲ انچ اسکوئر تک بتائی جاتی ہے۔ مٹی کی ان تختیوں کے ذخیرہ کا انچارج "تحریری الواح کا انسان"[1] میں آف دی ٹن ٹیبلیٹس" کہلاتا تھا۔ مصری، آشوری اور بابلونی کھنڈرات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شاہی عبادت خانوں میں کتب خانہ اور ایک درسگاہ کا قیام لازمی خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ "الکرناک" دیر اہ ۲ اور "ایڈفو" کے مندروں سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ ان علمی مرکزوں میں تصنیف و تالیف کا بہتر انتظام تھا۔ شاہی مہتمم کی نگرانی میں بہت سے نقل نویس اور منشی۔ الواح کی ترتیب و نگرانی کرتے کچھ کے ذمہ تاریخی حالات و واقعات قلم بند کرنا تھا۔ جبکہ کچھ سرکاری حساب کتاب درج کرنے پر مامور تھے۔ شاعری، تاریخ، سائنس اور مذہبیات پر تصنیف و تالیف کا کام رات دن ہوتا تھا۔ حوالہ جات کے لئے قدیم زبانوں کی لغات۔ سینکڑوں برس پرانی تختیوں کی نقلیں اور ترجمے کرنے کے لئے وہاں موجود تھیں۔[2] ان تمام کتابوں کو ترتیب سے رکھا جاتا تھا۔ "ایڈفو" کے مندر کی اندرونی دیواروں پر ان کا ایک مکمل کیٹا لاگ پایا گیا ہے ماہرین اثریات و مورخین کا قیاس ہے کہ یہ علمی ادارے قرن قدیم کے حکمرانوں کے کتب خانے تھے جو صرف مذہبی پیشواؤں، امرا اور شاہی خاندان کے افراد کے لئے مخصوص تھے۔ عوام جاہل ظالم تھے۔ لہٰذا ان اداروں سے ان کو استفادہ کرنے کا حق نہ تھا البتہ ان ظالموں سے کتب خانوں میں خوب کام لیا جاتا تھا۔

جس دور میں، دجلہ فرات اور وادی نیل کی یہ مہذب قومیں ایک دوسرے کو مٹانے میں برسر پیکار تھیں۔ ٹھیک اسی وقت یونانی دنیا کی عظیم قوم بننے کی جدوجہد میں مصروف تھے

یونان میں کتب خانوں کی تحریک:۔ شہری ریاستوں کے قیام سے سکندر اعظم کی عظیم الشان سلطنت کے قیام تک، یونانیوں نے دنیا میں صرف سیاسی برتری حاصل نہیں کی تھی۔ موجودہ دور میں سائنس، فلسفہ اور فنون لطیفہ نے جو ترقی کی ہے اس کی بنیادیں اصل میں صدیوں قبل یونان میں رکھی جا چکی تھیں۔ ایتھنز اور اسپارٹا اپنی علمی وادبی [illegible] رکھتے تھے۔ یونانی قوم تباہ اور برباد ہو گئی مگر ان سے اپنی تہذیبی تعمیر کی۔ اگر یہ کہا جائے کہ آج کی متمدن دنیا کا یہ شاندار محل یونانی علوم و فنون پر قائم ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

امرا کے دور میں (۷۵۰۔۶۵۰ ق۔م) زبان کے ساتھ فن تحریر بھی عام ہو گیا تھا۔ دیوتاؤں، یونان

---

[1] کمپیئنکش ازجہان سن ص ۲۲، ۲۳۔ [2] ہسٹری آف دی ورلڈ سرایات مشن حصہ اول ص ۱۵۷

Marfat.com

کی شان میں نظمیں گیت لکھے جانے لگے تھے ہومر کی مشہور کتاب ایلیڈ اور اوڈیسی اسی دور کی تصانیف ہیں۔ رقص اور سرود کی محفلوں کے ذریعہ طربیہ ڈراموں کا آغاز ہوگیا تھا۔ ڈراموں میں زیادہ تر جنگوں کے حالات بیان کئے جاتے تھے۔ اسی دور میں نثر کا رواج ہو چلا تھا اور واقعات دلچسپ ادبی انداز میں پیش کئے جانے لگے تھے۔ چنانچہ "ہیروڈوٹس" "تھیوسی ڈائیڈس" اور زینوفون جیسے بلند پایہ مورخین نے اپنی تصانیف سے تاریخ نویسی میں انقلاب برپا کیا تھا۔ افلاطون، سقراط، ارسطو کے فلسفوں نے یونان کو اوج ثریا پر لا بٹھایا تھا۔ فنون لطیفہ ادب و سائنس کی ترقی عروج پر تھی۔ عوام ان کے فلسفوں اور نظریات کو زیادہ دیر تک اپنے سینوں میں محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے وہ کوئی ایسا ذریعہ تلاش کر رہے تھے جس میں اس بیش قیمت خزانے کو منتقل کر کے حفاظت سے رکھ سکیں اور وہ ذریعہ کتابیں اور کتبخانے ہی ہو سکتے تھے اس کے علاوہ یونان میں کتب خانوں کے قیام کی وجہ وہ لٹریچر بھی تھا جو کہ پرانے زمانے میں بھاٹ یا گویئے قصبوں اور گاؤں گاؤں جا کر شاہی خاندان کے افراد کے سامنے گاتے پھرتے تھے۔ اس وقت تحریری ادب منظر عام پر نہیں آیا تھا اور یہ حالت ایرانی جنگوں تک رہی کہ صرف وہاں پر چند لائبریریاں قائم ہو سکیں۔

گیلنس دوسری صدی عیسوی میں تحریر کرتا ہے کہ یونان میں پہلا کتب خانہ چھٹی صدی ق م میں پسی ٹریس میں ایتھنز میں قائم کیا اس کے بعد بھی "پولی کریٹس" "ایتھی ڈیمس" اور "ایری پیڈلس" نے ایتھنز میں ۴۰۳ ق م تک چند کتب خانے قائم کیئے جن کی تعداد کسی طرح بھی تسلی بخش نہ تھی تاہم علم دان طبقہ میں تصنیف و تالیف کا شوق دن بدن بڑھتا گیا۔ عورتیں آزادانہ طور پر ادب میں دلچسپی لینے لگی تھیں[۱] کتابوں کی اتنی تعداد تیار ہوگئی کہ کتب خانوں کا قیام علمی پیمانے پر ناگزیر ہوگیا۔ ورنہ اس سے قبل کتب خانے مصری اور میسوپوٹامی محلات کی زینت ہوتے تھے۔ لیکن صحیح طور پر جس شخص نے یونان میں باقاعدہ کتب خانے کی بنیاد ڈالی وہ ارسطو تھا۔ (۳۲۲-۳۸۴ ق-م) اس کے کتبخانہ میں وسیع ذخیرہ تھا۔ اس کو پہلی یونیورسٹی لائبریری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس میں بڑے قیمتی نوادرات تھے۔ یہ کتب خانہ ارسطو کا ذاتی کتبخانہ تھا جس کو اس نے ۱۸۰۰۰ ڈالر کی قیمت سے افلاطون کے ایک شاگرد سے خریدا تھا اس کتبخانہ سے چند اہم چیزوں کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ ارسطو پہلا شخص تھا جس نے نجی کتب خانوں کی بنیاد ڈالی اس سے قبل کتب خانے شاہی محلات یا مندروں کی ملکیت ہوتے تھے جس میں عوام کا گذر مشکل تھا۔ یہی وہ تحریک تھی جس نے عام لوگوں میں کتابوں کو جمع کرنے کا شوق پیدا کیا اور آخر کار عوامی کتب خانوں کی ابتدا ہوئی۔ چنانچہ جلد ہی

---

[۱] ہسٹری آف ورلڈ سولائیزیشن حصہ اول ص ۱۵۰ [۲] انسائیکلوپیڈیا آف امریکانہ جلد ۱۷ صفحہ ۳۲

Marfat.com

یونان کے دوسرے شہروں کورنتھ اور ڈلفی میں کتب خانوں کی تحریک شروع ہوئی۔ جو ایشیا کوچک تک جا پہنچی۔ ارسطو کو یہ کتب خانہ تھیوفریٹس سے ملا تھا اور اس نے "نیولس" کو بخش دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ نیولس نے اس قیمتی ذخیرے کو "پرگامم" کے بادشاہ کے خوف سے ڈر کر زمین میں دفن کر دیا تھا۔ تقریباً ایک صدی بعد اس دیمک خوردہ ذخیرہ کو نکال کر ایتھنز کے ایک فلاسفر ایپلیکون کو فروخت کیا تھا جس نے ان تمام نسخوں کو بڑی حد تک درست کر لیا تھا لیکن جب سیلا نے ۸۶ ق م میں ایتھنز پر قبضہ کیا تو اس نے اس عظیم کتب خانے کو . . . روم منتقل کرا دیا تھا۔

اسکندریہ میں کتب خانہ کا قیام سکندر اعظم کی موت سے یونانی بادشاہت کمزور ہو چلی تھی اور مصر یونانی علوم وفنون کے اعتبار سے دوسرا یونان بنتا جا رہا تھا۔ اس کی ترقی میں سب سے بڑا ہاتھ بطلیموسی فرمانروا سوتر کا تھا اس نے اسکندریہ میں ایک عظیم کتب خانے کی بنیاد رکھی تھی۔ (۲۸۵ - ۲۴۶) لیکن اس کے لڑکے فیلاڈلفس (۳۰۹ - ۲۴۷ ق م) کی علم دوستی نے کتب خانہ اسکندریہ کو جلد ہی اس قابل بنا دیا تھا کہ ایتھنز کی علمی مرکزیت وہاں سمٹ گئی۔ تمام عالم میں اس کی علم پروری کے چرچے ہونے لگے۔ دور دراز کے اہل علم وہنر اس مرکز کی طرف جوق در جوق چلے آتے تھے۔ اس طرح کتب خانہ اسکندریہ بھی نینوا کے کتب خانہ کی طرح شاہی سرپرستی میں قائم ہوا۔ نینوا کے کتب خانہ میں کتابیں تختیوں پر تحریر تھیں تو یہاں پیپرس کے رولوں پر لکھی ہوئی تھیں۔ مگر دونوں علمی اداروں کا مقصد اخلاق وکردار کی تعمیر کرنا تھا۔ دونوں کتب خانوں کے قیام کا درمیانی وقفہ چار صدیاں بتایا جاتا ہے[1]

اسکندریہ کے کتب خانے کے ساتھ بطلیموسی تاجدار سوتر نے علوم وفنون کا ایک نہایت وسیع معیاری میوزیم بھی قائم کیا تھا۔ مورخین نے اس علمی ادارے کو دنیا کی سب سے پہلی ہمہ گیر جامعہ کا درجہ دیا ہے۔ کہتے ہیں اس میوزیم میں ایک حصہ شعبہ نشر واشاعت کا بھی تھا جہاں سے آس پاس کے ملکوں میں کتابوں کو برائے فروخت بھیجا جاتا تھا اس میوزیم اور کتب خانے کو یونانیوں نے ایتھنز کے مندروں کی طرز پر تعمیر کرایا تھا یہاں بھی نسخہ اور ریاضی کی درسگاہیں موجود تھیں۔ ایسے علمی مرکز کے بعد اسکندریہ میں یونانی کتب فروشی چمک اٹھی اور یونانی طلباء کے حصول کی خاطر اسکندریہ کی طرف دوڑ پڑے۔ مصری لوگ بہت پہلے پیپرس کی دریافت کر چکے تھے اور واقعہ یہ ہے کہ پیپرس کی دریافت مصریوں کا نوع انسانی پر بھاری احسان ہے۔ ورنہ نہیں معلوم ہمارے علمی ورثے کا کیا حشر ہوتا۔

مصر میں سامان تحریر ارزاں ہونے کی وجہ سے اسکندریہ میں تصنیف وتالیف کا کام عام ہو چکا تھا۔ اس علمی

---

[1] اے ہسٹری آف لائبریریز ہیسل ص ۲

شغف کے سبب یہاں کتب خانوں کا قیام ضروری ہوا یہی وجہ تھی جب علم و ادب کو شاہی سرپرستی حاصل ہوئی تو اسکندریہ جیسا لاثانی کتب خانہ عالم وجود میں آیا۔

کتب خانہ اسکندریہ میں کتب کی فراہمی :۔ کتب خانہ کے لئے کتابوں کی فراہمی کیسے ہوتی تھی اس کی بڑی دلچسپ داستانیں اوراق تاریخ میں آج بھی نظر آتی ہیں۔ یونانی مورخ گیلن رقمطراز ہے۔ کہ بادشاہ ٹولیمی سوئم کا یہ حکم تھا کہ جونہی کوئی جہاز بندرگاہ میں داخل ہوتا سیاحوں کی تلاشی لی جاتی اگر ان کے پاس کتابوں کا کوئی ذخیرہ ہوتا تو اسے بحق سرکار ضبط کرکے کتب خانہ میں بھیج دیا جاتا اور ان کی نقلیں مالکوں کو واپس کر دی جاتیں[1] مشہور زمانہ مورخ میور بھی اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایسی تمام کتابیں جو جہازوں پر سے لائی جاتیں ان کو الگ خانے میں رکھا جاتا تاکہ متہمین کتب خانہ ان کو آسانی سے قارئین کو دکھلا سکیں۔

یہ بھی مشہور ہے کہ ایتھنز میں قحط سالی کے دوران یونان غلہ اس شرط پر بھیجا جاتا تھا کہ وہاں سے ایسکلیس سوفوکلیس اور یوروپیڈیس کی تصانیف اسکندریہ کے کتب خانے کو منتقل کر دی جائیں گی[2]

ڈیورنٹ اپنی کتاب "دی لائف آف گریس"[3] میں بیان کرتا ہے کہ لوگ دور دور سے پرانے نسخے اسکندریہ کی لائبریری میں منہ مانگے داموں فروخت کرتے تھے۔

دیمی تریس جو شاہی کتب خانہ کا مہتمم تھا اس کی کوشش تھی کہ تمام دنیا کے علمی خزانے اسکندریہ کے کتب خانے میں فراہم کر لئے جائیں ایک بار جب بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ کتب خانے میں کتابوں کی کتنی تعداد ہے تو اس نے جواب دیا کہ فی الحال دو لاکھ نسخے جمع ہو سکے ہیں جلد ہی ان کی تعداد پانچ لاکھ ہو جائے گی۔

کتابوں کی تعداد :۔ کتب خانہ میں نسخوں کی تعداد کے بارے میں کافی اختلاف ہے۔ لیکن مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ اس زمانے میں اس کتاب خانہ سے بڑھکر علمی خزانہ دنیا میں کہیں اور موجود نہ تھا۔ بعض مورخین نے یہاں پر کتابوں کی تعداد دو لاکھ اور بعض نے ۵ لاکھ تک بیان کی ہے کچھ نے سات لاکھ۔ رشنل انسائکلوپیڈیا میں بھی کتابوں کی تعداد ۵ لاکھ درج کی گئی۔ کیلی ماکس کا بیان ہے کہ اس کتب خانے کے دو حصے تھے بیرونی حصے میں ۴۲ ہزار اور اندرونی حصے میں چار لاکھ نوے ہزار کتابیں موجود تھیں[5]

---

[1] دی لائف گریس باب ۲۱ [2] اسکندریہ کتب خانہ آجکل مئی سنہ ۱۹۵۳ء ص ۲۶

[3] دی لائف گریس باب ۲۱ ص ۶۲۲ [4] رشنل انسائکلوپیڈیا ص ۳۶ [5]، اسکندریہ کا کتب خانہ آج کل مئی ۱۹۵۳ء ص ۲۶

Marfat.com

کیلی ماکس جو کہ اس کتاب خانہ کے مہتمم کا دست راست تھا اس کے ذمہ کتابوں کی مضمون وار تقسیم اور کیٹلاگ کی تیاری کا کام تھا یہ شخص خود بہت بڑا شاعر اور مفکر تھا۔ فہرست اور درجہ بندی کے ماہر آج بھی اس کو استاد فن تسلیم کرتے ہیں اگرچہ علوم کی تقسیم کا باوا آدم ارسطو کو سمجھا جاتا ہے مگر اس نے ارسطو کی تقسیم کو جس طرح عملی شکل میں پیش کیا یہ اسی کا حصہ تھا۔

کتابیں ایک طویل پیپرس کی لپٹی ہوئی شکل میں ہوتی تھیں جسے حوالے جات کے لئے بار بار کھولنے اور لپیٹنے میں بڑی پریشانی ہوتی تھی بقول کیلی ماکس "ایک بڑی کتاب ایک بڑی مصیبت ہوتی ہے۔ اس شخص نے اس مشکل کو دور کرنے کے لئے کتابوں کو حصوں میں تقسیم کرنے کی روش ڈالی جس سے کتابوں کے مطالعے میں کافی سہولت میسر آئی۔

روم میں کتب خانوں کی ابتداء: یونان کی عظمت جس وقت ایتھنز سے اسکندریہ میں سمٹ آئی تھی تو اس وقت روم بھی اپنی تہذیب و تمدن کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کوشاں تھا۔ چنانچہ اٹیالیڈس نے تقریباً اسکندریہ کے مقابل روم میں پرگامم جیسے عظیم کتب خانے کی بنیاد رکھی۔ جلد ہی اس نے بڑے بڑے عالموں کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا۔ اسی کتب خانے نے ارسطو کے دفن شدہ سرمایہ ادب کو اپنے سینے میں چھپا لیا تھا۔ تصنیف و تالیف کا کام یہاں اس وقت بھی سرگرمی سے جاری رہا جبکہ بطلیموسی حکمران نے پیپرس کی برآمد روم کے لئے بند کر دی تھی۔ چنانچہ پرگامم میں پارچمنٹ کاغذ کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ اسکندریہ کے پیپرس کے کیٹلاگ کی طرح یہاں پارچمنٹ پر فہرست کتب تیار کی گئی تھی۔ یہ کتب خانہ بھی بقول بلونیا اور اسکندریہ کے کتب خانوں سے کسی طرح کم نہ تھا یہاں بھی کتابوں کا وسیع کیٹلاگ موجود تھا۔ اور کتابوں کی علم وار تقسیم کی گئی تھی۔ مشہور زمانہ رومی مورخ پلوٹارک قیصر روم کے ایک دوست کے حوالہ سے بیان کرتا ہے کہ جب انطونیو نے قلوپطرا کو پرگامم کے کتب خانے کے ذخیرہ سے نوازا تو اس کی تعداد ۲ لاکھ جلدوں پر مشتمل تھی۔[1]

روم میں ذاتی کتب خانوں کا شوق: روم میں ابتدائی حالت میں تمام کتب خانے نجی یا ذاتی کتب خانے تھے اس کی وجہ کتابوں کے وہ ذخائر تھے جو رومی افواج بیرونی ممالک سے جنگ کے بعد مال غنیمت کے طور پر اپنے ساتھ لائے تھے ان کتب خانوں کا قیام اس وقت نہیں ہوا تھا جب تک کہ روم اٹلی سے باہر نہیں پھیلا تھا۔ قدیم رومن گھر کے خاص کمروں میں جو کہ "ٹیب لینیم" کہلاتے تھے حفاظت سے رکھ دیئے جاتے تھے۔ جن کی حیثیت مخطوطات اور دستاویزات

---

[1] انسائیکلوپیڈیا امریکانہ جلد ۱۷ صفحہ ۳۱۹ اور کیوی کیشن صفحہ ۲۴

کی سی ہوتی تھی۔ ٹیوسیس کا بیان ہے کہ ایسا ہی کتب خانہ ۱۶۸ ق م میں پیڈیا کی جنگ کے بعد میکڈونیا میں قائم ہوا تھا جس میں یونانی کتابوں کا لاطینی ترجمہ کرایا گیا۔ ۶۷-۷۴ ق م تک بہت سے کتب خانے روم میں قائم ہو چکے تھے سسرو کے وقت تک کتابوں کی لکھائی کا کام انہیں پرانے طریقوں پر ہوتا رہا۔ کتابیں نقل کے ذریعے پڑھنے والوں کو میسر آسکتی تھی لیکن جلد ہی سسرو اور اس کے ایک ساتھی نے جو کہ کتابوں کا ناشر تھا۔ کتابوں کی تیاری میں بڑی سرگرمی سے کام کیا اس نے کتابوں کے شائع اور فروخت کرنے میں اسکندریہ کے کتب خانہ کا مقابلہ کیا تھا[1] انکی جدوجہد سے اتنی کتابیں تیار ہوگئیں کہ وہ خود لکھتا ہے کہ "جب ٹے رینیو نے اپنی کتابیں آراستہ کیں تو صحیح معنوں میں اس کے گھر میں ایک نئی زندگی پیدا ہوگئی اس طرح ۲۷ ق م کے آخر تک روم میں ذاتی کتب خانے بہت عام ہو چکے تھے۔

روم میں عوامی کتب خانوں کی ابتداء:- ذاتی کتب خانے آہستہ آہستہ عوامی استعمال کے لئے عام ہونے لگے تھے کہ ورجل کی لائبریری اس کے دوستوں کے لئے عام کر دی گئی۔ چنانچہ پولیو نے بھی اپنی تعمیری اسکیم میں ایک عام کتب خانہ روم کے گھر میں کھول دیا تھا۔ کہتے ہیں قیصر نے پہلے روم میں پبلک لائبریری کے قیام کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ ویرو نے اس سلسلے میں تین کتابیں تحریر کیں مگر جنگی حالات میں اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی سہولیت نہ دی انہیں عوامی کتب خانوں کے قیام کا سہرا "پولیو" کے سر ہے جس نے پہلا عوامی کتب خانہ ۲۷ اور ۲۹ ق م کے دوران روم میں ایون ٹائین کے مقام پر قائم کیا۔ اس میں سولا اور ویرو کے ذخیرہ کتب کو بھی مدغم کر دیا گیا تھا۔ اور عوامی کتب خانوں کی یہ روایات "اینٹونیو" اور اس کے بعد آنے والے شاہوں تک جاری رہیں۔ چنانچہ ۲۳ ق م اگسٹس نے دو کتب خانے "اوکتاویں" اور "بالاٹین" اپنی بہن کی یاد میں قائم کئے تھے[3] ان میں یونانی اور لاطینی زبان کی کتابیں تھیں۔ جو چند صدیاں بعد نذر آتش ہوگئیں۔ اس طرح روم میں عوامی کتب خانوں کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی گئی ان میں بیشتر عوامی اور باقی دوسرے تعلیمی اداروں سے وابستہ تھے یہ بالکل آزاد اور ملائی ریشہ دوانیوں سے محفوظ تھے۔ اٹلی کے دوسرے شہروں اور قصبوں میں عوامی کتبخانوں کا قیام ایک معمول بن گیا تھا۔ ان کو شاہی سرپرستی بھی حاصل تھی۔ چنانچہ پلینی صغیر نے بمقام قومو میں ایک کتبخانہ عطیہ کے طور پر قائم کیا تھا اس کے بعد سوئس اور اسکارڈینکا کے کتب خانے بھی اسی طرح وجود میں آئے۔ دوسرے عوامی کتب خانوں کے قیام کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ مصنف اپنی کتاب کا ایک نسخہ ان لائبریریوں میں لازمی طور پر جمع کراتے تھے[5]

---

[1] ہسٹری آف لائبریریز از ہیس ص۱ [2] ہسٹری آف لائبریریز ص۱ [3] انسائیکلوپیڈیا برٹینکا جلد ۱۴ ص۲

[4] انسائیکلوپیڈیا امریکانہ جلد ۱۷ ص۳۲

137525

Marfat.com

چنانچہ ان کتابوں کے مطالعہ کی ہر ایک کو اجازت تھی۔ حتیٰ کہ ایک غلام بھی وہاں جا کر مستفیض ہو سکتا تھا۔

اس طرح عہد قدیم کے کتب خانوں کی تاریخ کے مطالعہ سے جن اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے وہ یہ ہیں کہ :۔

ا۔ زمانہ قدیم کے کتب خانوں کی تاریخ باقاعدہ طور پر ۶۲۶ ق۔م سے شروع ہوتی ہے جبکہ بادشاہ آشور بنی پال نے نینوا کے قریب ایک عظیم کتب خانہ کی بنیاد رکھی یہ کتب خانہ بادشاہ کے محل سے وابستہ تھا اس میں دس ہزار ایسی تختیاں تھیں جن پر شاہی احکام اور خاندانی حالات درج تھے ان کی حیثیت کسی طرح بھی دستاویزات سے کم نہ تھی۔ نینوا کے کتب خانہ کے چار سو سال بعد تک اس سرزمین پر کتب خانوں کا ذکر نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ اس عرصہ میں یونان علوم و فنون کا مرکز بن گیا اور وہاں چار سو سال ق۔م تک بہت سے کتب خانے قائم ہوئے۔ مگر گردش روزگار نے ایک بار پھر سرزمین مصر کو علم کا گہوارہ بنایا کہ دنیا اس کی نظیر پیدا نہ کر سکی یہ بے مثال علمی مرکز اسکندریہ کا کتب خانہ تھا جو بلاشک بطلیموسی دور کا عظیم کارنامہ کہا جا سکتا ہے یہی وہ مرکز تھا جس نے سینکڑوں سال علم و ہنر کے میدان میں دنیا کی قیادت کی۔

اسکندریہ کے کتب خانہ کے علاوہ روم میں پرگامم کے مقام پر جو ایک اور کتب خانہ تھا۔ وہاں پر کتابیں پارچمنٹ پر لکھی جاتی تھیں جبکہ اسکندریہ میں پیپرس پر۔ دوسری صدی عیسوی میں یہ دونوں کتب خانے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہے۔

کتابت :۔ کتابیں پتھر اور مٹی کی الواح پر لکھی جاتی تھیں یا پھر درختوں کی چھالوں اور پتوں کے اوپر لکھی جاتی تھیں عام طور پر یہ کتابیں رولوں پر لپیٹی ہوتی تھیں ان پر شاہی فرمان، خاندانی حالات اور جنگی حالات درج ہوتے تھے۔

کتابوں کی درجہ بندی :۔ قدیم مصری مندروں کی دیواروں پر کتبے لگے ہوئے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت کتابوں کو فن کے لحاظ سے رکھا جاتا تھا۔ ادب میں نثر و نظم کو الگ جگہ دی جاتی تھی۔ ایک مضمون کی کتابیں ایک جگہ رکھے جاتے تھے بقول میل کتابوں کی درجہ بندی مضمون وار کی جاتی تھی۔ کتابیں ... سے آراستہ ہوتیں۔ یونانی علوم کا مرکز اسکندریہ چلا آیا تو وہاں پر کتابوں کے وسیع ذخیرے کو ... میں تقسیم کیا گیا۔ چنانچہ ارسطو پہلا شخص تھا جس نے علم کو باقاعدہ تقسیم کیا۔ اس کی تقسیم کو کالی ماکس نے مزید اس طرح تقسیم کیا۔

Marfat.com

۱۔ فلسفہ ۲۔ اقلیدس ۳۔ طب ۴۔ مغنی ۵ تواد ۶ مورخین ۷۔ مقررین ۸۔ شعراء
۹۔ مختلف قسم کے اہل قلم ۱۰۔ طبور ۱۱۔ مچھلیاں ۱۲۔ پنیر کی ٹکیاں[1]

کتابوں کے سروں پر یا پشت پر مہر لگادی جاتی تھی۔ جو لاکھوں کتابوں میں شناخت کا کام دیتی[2]

کیٹالاگ:۔ ایڈف کے مندر کی دیواروں پر کتابوں کا ایک مکمل کیٹالاگ پایا گیا ہے جس میں کتاب کا مختصر اندراج موجود ہے یہ قاری کو کتابوں تک لے جانے میں مددگار تھا[3] بعد میں کیلی ماکس نے جو اسکندریہ کے کتب خانے میں کام کرتا تھا اس نے کیٹالاگ کو چھ حصوں میں تقسیم کیا تھا یعنی کتاب کا اندراج۔ تصنیف۔ مصنف کا علمی منصب۔ اس کی تعلیم مصنف کے متعلق ضروری معلومات وغیرہ وغیرہ[4]

کیلی ماکس نے ایک کتابیات (ببلوگرافی) تیار کی تھی جو پینکس کے نام سے مشہور ہے' فہرست ۱۲۰ جلدوں پر تھی اس میں نامور شعراء و مورخین کے حالات درج تھے[5]

کتابوں کی فراہمی:۔ کتابوں کی فراہمی کے مختلف ذرائع تھے۔ عام طور پر کتب خانے میں شعبہ تصنیف و تالیف اور دارالترجمہ بھی کتب خانے کے لئے کتابیں فراہم کرتا تھا لوگ دور دراز سے کتابیں فروخت کرجاتے تھے سرکاری حکم کے مطابق سیاحوں سے کتابیں وصول کی جاتیں۔ ہر مصنف اپنی کتاب کی ایک جلد سرکاری کتب خانے میں جمع کراتا تھا امراء عطیہ کے طور پر بھی کتابیں کتاب خانوں میں جمع کراتے اور اس طرح عوامی کتب خانوں کی ہمت افزائی کرتے[6]

قومی کتب خانے:۔ بادشاہت کے دور میں قومی کتب خانہ بادشاہ کی سرپرستی میں قائم کیا جاتا تھا۔ اس وقت کے قومی کتب خانے کی حیثیت آج کے نیشنل لائبریری کی طرح نہ تھی بلکہ اس وقت قومی کتب خانہ خالص شاہ کی ملکیت ہوتا تھا۔ مگر پڑھے لکھے حضرات کو داخلہ کی اجازت تھی۔ قومی کتب خانہ کی ابتدا اسکندریہ کے کتب خانہ سے ہوتی ہے جہاں پر اہل علم و ہنر اپنی زندگی کو اس کتب خانہ سے وقف کرچکے تھے۔ بادشاہ ان کی تمام ضروریات پوری کرتے تھے۔

عوامی کتب خانے: عوامی کتب خانوں کی ابتدا اسکندریہ کے کتب خانے سے ہوچکی تھی یہاں پر تعلیم یافتہ شخص کو علم کی دولت سے فیضیاب ہونے کا پورا حق حاصل تھا اس کے بعد یونان و روم میں ذاتی کتب خانوں کے بعد بادشاہ سے لے کر عوام تک نے عوامی کتب خانوں کے قیام کو ضروری سمجھا۔ لہٰذا بادشاہوں کی جانب سے متعدد عوامی کتب خانوں کا قیام عمل میں

---

[1] اسکندریہ کا کتب خانہ آج کل مئی ۱۹۵۳ء صہ ۲۲ [2] ہیسل ص۱ [3] ہسٹری آف لائبریز از ہیسل ص۲ [4] اسکندریہ کا کتب خانہ آج کل مئی ۱۹۵۳ء [5] کیمونیکیشن از جان بن ص۲۵ [6] ہسٹری آف ورلڈ سولائزیشن حصہ اول ص۱۵۷

...ا۔ ارسطو کا ذخیرہ کتب اور اس کے نام سے قائم ہونے والی اکیڈمی عوام الناس کے لئے کھول دی گئی تھی روم اور اٹلی میں آگسٹس ...یسے شہنشاہ نے عوامی کتب خانوں کا ہمہ گیر منصوبہ تیار کیا تھا۔ عطیات سے بھی کتب خانے قائم ہوئے ان میں امیر و غلام ...ایک ساتھ آزادی سے فائدہ اٹھاتے اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ ان کتب خانوں سے کتابیں گھر پر پڑھنے کے لئے نہیں دی جاتیں ...یں مگر ایسی شہادتیں مل گئی ہیں جن سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہاں سے کتابیں مستعار دی جاتی تھیں۔

یونیورسٹی لائبریری:۔ یونان میں افلاطون سقراط اور ارسطو کے فلسفوں نے دنیا کے ذہنوں کو متاثر کیا تھا ان کے خیالات کو ان کے شاگرد درس گاہیں قائم کر کے عوام کو سکھا رہے تھے ارسطو کا خود اپنی کتابوں کا اتنا ذخیرہ تھا کہ اس کو پہلی یونیورسٹی لائبریری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ارسطو کے بعد اس کے نام پر قائم ہونے والی اکیڈمی جہاں ... فلسفہ۔ سائنس۔ طب وغیرہ جیسے علوم پر ہزاروں کتابیں تھیں جو ان علوم کے طلباء کے لئے رات دن کام آتی تھیں

عملہ:۔ ان کتب خانوں میں تجربہ کار عملہ ہوتا تھا۔ لائبریرین اور اس کے ساتھ کام کرنے والے مصنف نقل نویس اور منشی ہوتے تھے۔ لائبریرین بادشاہ کا کوئی وزیر یا حکومت کا خاص نمائندہ ہوتا تھا یہ شخص علم و فضل میں یکتا روزگار ہوتا۔ اسکندریہ کے کتب خانہ میں زینو ڈوٹس اور کالی ماکس جیسے بلند پایہ مفکرین کے نام بہت مشہور ہیں۔

نشر و اشاعت کا ایک الگ شعبہ ہوتا تھا جس میں کتابوں کی تصنیف و تالیف کے علاوہ ترجمہ و نقل کا کام کیا جاتا تھا۔ کتابوں کی درستگی اور لانے لے جانے کے لئے غلاموں کو رکھا جاتا تھا۔ یہاں ہر آدمی اپنے کام میں ماہر اور ہوشیار ہوتا تھا۔

کتب خانوں کی عمارات:۔ عام طور پر ان کتب خانوں کی عمارت کا رُخ مشرق کی جانب ہوتا تھا تاکہ صبح کی روشنی کو مطالعہ کے لئے مفید بنایا جا سکے۔ اس کے علاوہ سورج کی گرمی کو کتابوں سے رات بھر کی گندی و نم ہوا کو خشک کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور اس طرح پیپرس اور پارچ منٹ کو خراب ہونے سے بھی بچا لیا جاتا تھا۔

یہ کتب خانے عام طور پر مندروں کے قریب بنائے جاتے ہیں جن کو بھاری پتھروں کے ستونوں کے ذریعہ مندر سے ملا دیا جاتا تھا یہ حصہ سایہ دار ہوتا تھا اور برسات میں ہوا گرد سے محفوظ بھی فرصت پڑنے پر ان کو مطالعہ کے کمروں کی حیثیت سے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

ایک مرکزی ہال ہوتا تھا یہ وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ ارد گرد کمروں سے گھرا ہوتا جس میں لوگ بیٹھ کر مطالعہ کرتے

ھ ہسٹری آف ورلڈ سولائی زیشن حصہ اول صفحہ ۱۵

Marfat.com

تھے۔ بیٹھنے کے لئے پتھر اور لکڑی کی دراز میزیں اور کرسیاں رکھی ہوتی تھیں۔ مرکزی ہال کے دیواروں میں چاروں طرف طاق بنے تھے۔ جس میں نیم برہنہ مجسمے رکھے رہتے تھے۔ اکثر ہال کی دیواروں پر الماریاں نکالی تھیں۔

کتابوں کے کمرہ اور مطالعہ کے کمرے الگ الگ ہوتے تھے یہ کمرے ہوادار ہونے کے علاوہ روشن اور آرام دہ بھی تھے مرکزی ہال کے ساتھ ایک گیلری ہوتی جو پتھروں کے ستونوں پر ٹھہری ہوتی تھی۔ اس طرح ہال دو منزلوں کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔

زیادہ بڑے کتب خانوں میں قیمتی لکڑی اور اعلیٰ نمونہ کے سنگ مرمر استعمال کیا جاتا تھا جس پر کوئی خوبصورت تصویر تمغے کے طور پر منقش ہاتھی دانت کے جڑاؤ کام سے آراستہ ہوتی تھی۔ کبھی کبھی دیواروں پر شیشے اور اعلیٰ درجہ کی پچکاری کا کام کیا ہوتا تھا۔

رول جوریاں کی اصل کتابیں تھیں۔ لکڑی اور پتھر کی الماریوں میں کھڑی کر دی جاتی تھیں۔ زیادہ قیمتی کتابوں کو سیدھے لکڑی کے بنے ہوئے صندوقوں میں لٹا کر رکھا جاتا تھا۔ ان دونوں حالتوں میں ہر ایک کتاب کا شناختی فیتہ یا کال نمبر باہر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ جو منتظمین کتب خانہ اور قارئین دونوں کے لئے آسانی کا باعث ہوتا تھا۔[1]

مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے حوالہ جات لئے گئے

۱۔ قدیم تہذیبیں — از ظفر عمر زبیری
۲۔ کمیونیکیشن — از جو ہن سن
۳۔ ہسٹری آف لائبریری — از ہیسل
۴۔ انسائیکلو پیڈیا امریکانہ — جلد ۱۴
۵۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا — جلد ۱۷
۶۔ دی لائف آف گریس — از ڈیورنٹ باب ۲۶
۷۔ ریشنل انسائکلو پیڈیا
۸۔ دی گریس از لائنز ڈی۔ اے ۔۔۔۔۔۔ حصہ اول
۹۔ ہسٹری آف ورلڈ سولائزیشن حصہ اول نیویارک ہنری ہولٹ ۱۹۵۷ء
۱۰۔ آج کل دہلی مئی ۱۹۵۳ء

---

[1] انسائیکلو پیڈیا امریکانا جلد ۱۷، ص ۲۱۸-۲۲۰

Marfat.com

محمد حفیظ اللہ پھلواروی

اسلامی عہد کے کتب خانے

علوم و فنون کی بقا و تحفظ کے لیئے کتب خانوں کا وجود و قیام لازمی ہے۔ خدا نے مسلمانوں کو حکومت و فرمانروائی سے سرفراز فرمایا اور اقوام و ملل کے علوم و فنون کا وارث و امین بنایا تو انہوں نے بڑے خلوص اور حوصلے سے اس فرض منصبی کو ادا کیا

مسلمانوں نے اپنے عہد عروج و اقبال میں ایک طرف درسگاہیں اور یونیورسٹیاں قائم کر کے ہر طرف علوم و فنون کے چشمے جاری کر دیئے تاکہ تشنگان علوم و فنون ان سے سیراب ہوں اور دوسری جانب انہوں نے کتب خانوں کی تشکیل و تنظیم کی تاکہ علوم و فنون کے قدیم و جدید سرمائے محفوظ و برقرار رہیں بقول ایک مؤرخ عربوں کے علمی کارناموں میں سب سے زیادہ بڑا کام یہ ہے کہ انہوں نے حکمائے یونان کی کتابوں کو محفوظ رکھا۔ اگر مسلمان رومی اور یونانی سرمایہ حکمت کی حفاظت نہ کرتے تو دنیا ان سے یکسر محروم ہو جاتی یہ یورپین علوم و فنون کی موجودہ سربفلک عمارت ان کتب خانوں ہی کی بنیادوں پر استوار ہے جو مسلمانوں نے اپنے عہد عروج میں قائم کیے تھے۔ یونانی علوم کے جو عربی تراجم ان کتب خانوں میں موجود تھے انہیں سے اہل یورپ یونانی علوم اور ارباب علوم سے روشناس ہوئے۔

مسٹر ای پی اسکاٹ کے بیان کے مطابق کوئی بڑا شہر ایسا نہ تھا جہاں تشنگان علوم کو سیراب کرنے کے لئے کم از کم ایک چشمہ نہ ہو۔ ان کتب خانوں کی الماریاں ہر شخص کے لئے جو ان سے مستفید ہونا چاہتا تھا کھلی رہتی تھیں فن وار فہرستیں کتب خانوں میں مہیا رہتی تھیں تاکہ ہر شخص کو تمام کتابوں کے نام اور ان کے مقامات بآسانی معلوم ہو سکیں۔ بہت سی کتابیں نہایت صنعت سے مصور و مذہب ہوتی تھیں جو زیادہ قیمتی ہوتی تھیں۔ ان کی [illegible]

Marfat.com

خوشبودار لکڑی اور گل دار چمڑے سے بندھی ہوئی ہوتی تھیں۔ اور بعض پر سونا اور چاندی جڑا ہوتا تھا۔"

جرزیف میکاب' اینسلنٹ انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے کہ" تمام (اسلامی) ممالک میں مطالعہ کی سینکڑوں لائبریریاں تھیں۔ جن میں کتابوں کی لاکھوں جلدیں ہر وقت موجود رہتی تھیں"۔

اطالوی خاتون ڈاکٹر اولگا پنٹو لکھتی ہے کہ" ان کے ہاں کتابوں سے متعلق ہر چیز کو حیرت انگیز ترقی ہو رہی۔ چنانچہ کتابوں کی نقلیں کی جاتی تھیں اور ان کی اعلیٰ درجہ کی جلد بندی کی جاتی تھی۔ ساتھ ہی نہایت احتیاط کے ساتھ ان کی حفاظت کی جاتی تھی اور یہ کتابیں دوسروں کو بھی دی جاتی تھیں۔ اسلامی تہذیب کا گویا یہ ایک خاص مقصد اور اہم مشغلہ تھا۔ سلاطین اسلام ان مکانات کی بڑی حفاظت کرتے تھے جو عام کتب خانوں کے لئے مخصوص ہوتے تھے۔ ان میں بعض مثلاً شیراز' قرطبہ اور قاہرہ' ان کتب خانوں کے لئے علیحدہ علیحدہ عمارتیں بنا کرائی گئی تھیں جن میں مختلف کاموں کے لئے متعدد کمرے ہوتے تھے مثلاً گیلریاں جن میں کتابوں کی الماریاں رکھی جاتی تھی اور وہ کمرے جہاں شائقین کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ بعض کمرے ان کاتبوں کے لئے مخصوص تھے جو کتابیں نقلیں کیا کرتے تھے اور وہ کمرے جو مجالس علمیہ کے کام آتے تھے۔ کہیں کہیں موسیقی اور غنا وغیرہ کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ کمرے ہوا کرتے تھے۔ یہ تمام کمرے نہایت آراستہ اور پیراستہ ہوتے تھے جن میں قالین' چٹائیاں وغیرہ بچھی ہوئی رہتی تھیں اور جن میں شائقین مشرقی طرز سے دو زانو بیٹھ کر کاغذ یا ورق (پارچمنٹ) اپنے بائیں ہاتھ میں لئے ہوئے لکھنے میں مشغول رہتے تھے کھڑکیوں پہ چلمنیں اور پردے پڑے ہوتے تھے اور صدر دروازہ میں خاص طور پر ایک بھاری پردہ لگا رہتا تھا کہ سرد ہوا اندر نہ داخل ہو سکے"

عیسائی مورخ جرجی زیدان کے قول کے مطابق مسلمانوں نے اس وقت کے تمام علوم وفنون فلسفہ' طب' نجوم' ریاضی ادب' تاریخ وغیرہ وغیرہ کو جو تمام اقوام عالم میں رائج تھے' اپنی زبان میں لے لیا اور امم متمدنہ میں کسی کو نہ چھوڑا جس کی زبان سے عربی میں کتابیں نہ جمع کی ہوں۔ یہ تمام علمی ذخیرہ صرف صدی ڈیڑھ صدی میں جمع کر لیا تھا۔ اور اہل روما پوری چار صدی تک بھی یونانی علوم کو نقل نہ کر سکے تھے یہ مسلمانوں کی عجیب وغریب خصوصیت ہے جو دنیا کی کسی اور قوم میں نہیں ہے۔ کہ انہوں نے اپنے تمدن کے تمام اسباب حیرت انگیز عجلت کے ساتھ مہیا کر لئے"

مسٹر اسکاٹ لکھتا ہے کہ" میری آنکھیں ان کتب خانوں کو دیکھ رہی تھیں جن میں ہزاروں کتابیں تھیں

Marfat.com

ان کتب خانوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک فوج کی فوج مترجموں کی تھی جو زمانہ قدیم کے بڑے بڑے علماء کی بہترین تصانیف کو عربی میں ترجمے کر رہے تھے۔ یہ مترجم ہر ایک طالب علم کی بالحاظ اس کی قومیت یا مذہب کے مفت خدمت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے ہر ایک شہر کی یہی ممتاز کیفیت ہے۔ دنیا بھر میں کسی جگہ قلب انسانی کے نشوونما کے لئے ایسے مواقع نہ تھے۔ دنیا بھر میں کسی جگہ نہ علم وادب کی نہ ایسی خدمت ہوتی تھی اور نہ اتنی قدر"

تعلیمی نظام میں کتبخانوں کی ہمیشہ بنیادی حیثیت رہی ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ قرون وسطیٰ کی اسلامی' سلطنتوں میں ہر مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ اور ہر مسجد کے ساتھ کتبخانہ ہوتا تھا۔ مسجدوں کے علاوہ مشائخ کی خانقاہوں' علماء کے گھروں اور امراء کی ڈیوڑھیوں میں بھی مدرسے اور کتابوں کے ذخیرے ہوتے تھے

اسلامی کتب خانوں کا نظام دیکھ کر واقعی حیرت ہوتی ہے۔ آج سے ایک ہزار برس پہلے مسلمانوں نے اپنے کتب خانوں کے لئے جو نظام قائم کیا تھا موجودہ عہد کم وبیش اسی نظام پر گامزن ہے۔ کتب خانوں کے نظم ونسق کے لئے مخصوص محکمے قائم تھے جن کے اخراجات کے واسطے باقاعدہ بجٹ بنایا جاتا تھا۔ اسی کی تنظیم کے ہر شعبہ مثلاً کتابوں کی فراہمی' کتابوں کی فہرست سازی' کتابوں کا اجراء' کتابوں کی ترتیب و نگہداشت' کتابوں کی جلد بندی' کتب خانہ کی عمارت کی حفاظت و آراستگی وغیرہ پر خاص توجہ دی جاتی تھی

(اسلامی کتب خانے)

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے خالد بن یزید بن امیر معاویہ (متوفی ۸۵ھ) کو کتابوں کے جمع کرنے کا خیال ہوا اسی کے حکم سے یونانی اور قبطی زبانوں کی کتابوں کو عربی جامہ پہنایا گیا۔

عبدالملک بن مروان (۶۵ - ۸۵ھ) کے عہد میں شاہی کتب خانہ نے اتنی اہمیت اختیار کر لی تھی کہ جب سعید بن جبیر نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی تو اسے شاہی کتبخانے میں رکھا گیا عبدالملک نے ہر فن پر کتابیں لکھوائیں جس نے کتب خانوں کی ترقی کے لئے زمین ہموار کر دی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز (۹۹ - ۱۰۱ھ) کے عہد خلافت میں تصنیف و تالیف کا کام ہونے سے کتب خانوں کو بھی ترقی ہوئی اس نیک بخت خلیفہ نے احادیث اور مغازی کی طرف خاص توجہ دی۔ احادیث کے مجموعے تیار کرا کر تمام مملکت میں بھیجے۔ اس خلیفہ نے کتب خانہ (خزانۃ الکتب) کی ایک کتاب جو حکیم ماسرجویہ کی تھی سریانی زبان میں ترجمہ کرائی اور اس کو شائع کیا۔

بنو العباس سے پہلے ولید بن یزید کے کتب خانہ میں کتابوں کی جو کثرت بیان کی گئی ہے اس سے

Marfat.com

کتب خانوں کی رفتار ترقی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ ولید بن یزید کے قتل کے بعد جب احادیث و روایت کا دفتر ولید کے کتب خانہ سے منتقل ہوا تو صرف امام زہری کی مرویات اور تالیفات گھوڑوں اور گدھوں پر لاد کر لائی گئیں (سیرۃ النبی ج ۱)

ابو جعفر منصور (۱۳۶-۱۵۱ھ) نے بغداد کی بنا ڈالی اور اسے دار الحکومت قرار دیا تو علوم و فنون کا مرکز بغداد منتقل ہو گیا۔ منصور پہلا خلیفہ تھا جس نے عربی کے علاوہ سریانی اور زبانوں کی کتابیں جمع کیں اور سریانی، سنسکرت وغیرہ کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ شروع ہوا۔

ہارون الرشید (۱۷۰-۱۹۳ھ) نے بغداد میں "دار المعلم" یا "بیت الحکمت" کے نام سے ایک کتبخانہ قائم کیا۔ یہ ادارہ دو حصوں پر مشتمل تھا۔ ایک حصہ میں ہر علم و فن کی بڑی تعداد میں عربی کتابیں تھیں اور دوسرا حصہ تراجم سے متعلق تھا۔ شعبہ تراجم میں سنسکرت، فارسی، یونانی، قبطی وغیرہ زبانوں کی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا کتابیں جمع کرنے کے لئے ہارون نے مختلف ممالک میں اپنے قاصد بھیجے۔ ہند و پاکستان سے بھی طب اور ہیئت کی کتابیں منگوائیں۔ جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ "جو ملک فتح ہوتا تھا وہاں کا کتب خانہ جلایا نہیں جاتا تھا بلکہ وہ پایۂ تخت میں منگوالیا جاتا تھا اور ان کتابوں کا عربی ترجمہ کرایا جاتا تھا" چنانچہ بلادِ روم کے عنقرہ اور عموریہ کی فتح کے موقع پر جب کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ مالِ غنیمت میں ہارون کو دستیاب ہوا تو اس نے کتابوں کو حفاظت کے ساتھ بغداد بھیج دیا اور اپنے عیسائی معالج یوحنا کو ان کا ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔

(اسلامی کتب خانے)

مامون الرشید (۱۹۸- ۲۱۸ھ) نے "بیت الحکمت" کو غیر معمولی ترقی دی۔ مامون کو غیر زبانوں کی کتابوں کی فراہمی کا بہت شوق تھا۔ اس نے لاکھوں روپے صرف کر کے کتابیں فراہم کیں۔ مصر، شام، ایران، ہندوستان و پاکستان وغیرہ سے کتابیں منگوانے کا خاص بندوبست کیا۔ غرض مختلف علوم و فنون کی بے شمار کتابیں ترجمہ کے لئے مہیا کرائیں اور ان سبھوں کو مع عربی ترجمہ کتب خانے میں جمع کیا۔ مامون کی درخواست پر صقلیہ کے حکمران نے یونانی کتابوں کا وہ ذخیرہ جو ایک مکان میں بند تھا۔ بغداد بھیج دیا تھا۔

بیت الحکمت سب سے پہلا عظیم الشان پبلک کتب خانہ تھا (الفہرست) جہاں مختلف علوم و فنون پر مختلف زبانوں میں نہایت بیش قیمت کتابیں جمع تھیں۔ قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی ترقی کے لئے وہ بہت بڑا مرکز تھا۔

Marfat.com

بیت الحکمت میں دس لاکھ کتابیں تھیں۔

سہل بن ہارون، سعید بن ہارون اور سلام مہتمم تھے۔ ابن الندیم کے بیان کے مطابق یہ حضرات نہایت اعلیٰ پایہ کے مصنف تھے۔

سلطان الپ ارسلان کے علم دوست نذیر نظام الملک طوسی نے اپنے ہر مدرسہ میں ایک کتب خانہ بھی قائم کر دیا تھا۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کا کتب خانہ سب سے بڑا تھا۔ یہ کتب خانہ ۴۵۷ھ میں قائم ہوا۔

۵۸۹ھ میں خلیفہ الناصر الدین اللہ نے اپنے ذاتی کتب خانے سے ہزاروں کتابیں یہاں منتقل کر دیں ساتویں صدی کے نصف اول میں اس کتب خانہ کو ایک ہزار دینار کی قیمتی کتابوں کا ذخیرہ ملا۔ اس کتب خانہ کی ایک نہایت عمدہ فہرست مرتب کی گئی تھی جسے ابن الجوزی نے دیکھا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس فہرست میں چھ ہزار کتابیں درج تھیں (تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ

المستنصر باللہ (۶۲۳-۶۴۰ھ) نے مدرسہ مستنصر قائم کیا۔ اس مدرسہ میں ابن الفرات کے بیان کے مطابق ایک بڑا کتب خانہ تھا جس میں مختلف علوم کی نادر و نایاب کتابیں ایسی ترتیب سے محفوظ تھیں کہ ہر طالب علم بآسانی ان سے استفادہ کر سکتا تھا اور جو لوگ ان مخطوطات کی نقل کرنا چاہتے تھے ان کے لئے مدرسہ کی طرف سے قلم دوات اور کاغذ مہیا کیا جاتا تھا۔ طالب علموں کے لئے چراغ بھی موجود تھے۔ پینے کا پانی ٹھنڈا رکھنے کے لئے تہہ خانوں کا بھی انتظام تھا۔ ہال میں ایک ٹاور لگا ہوا تھا (الفرد گرام میراث اسلام صفحہ ۳۲۳)

شاہی محل سے مدرسہ مستنصریہ کے کتب خانے کے لئے ایک سو ساٹھ اونٹوں پر لاد کر نہایت نفیس و نایاب کتابیں لائی گئیں (تاریخ الخلفاء) ابن عنبہ العلوی کی روایت کے مطابق ان کتابوں کی تعداد اسی ہزار تھی۔

یہ کتب خانہ الشمس علی الکتبی، مورخ ابن الساعی (متوفی ۶۷۴ھ) مشہور مصنف ابن العلقمی متوفی ۶۵۶ھ کے زیر اہتمام تھا۔

شاہان عباسیہ کی طرح ان کے وزراء اور امراء بھی کتابوں کے بڑے شائق اور دلدادہ تھے۔ کوئی وزیر، کوئی امیر اور کوئی عالم ایسا نہ تھا جس کے گھر میں کتب خانہ نہ ہو۔ بقول عمر ابو نصر مصنف الہارون بغداد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں ایک کتب خانہ نہ ہو اور کوئی شخص ایسا نہ تھا جسے کتابوں کے جمع کرنے کا شوق نہ ہو۔

یحییٰ برمکی کے پاس ایک عظیم الشان کتب خانہ تھا۔ بقول ابو عثمان بن عمر الجاحظ اس کتب خانہ میں تین

Marfat.com

کتابیں تھیں کہ کسی بادشاہ کے پاس اس قدر نہ ہوں گی۔

فتح بن خاقان متوفی ۲۴۷ھ خلیفہ متوکل باللہ کا وزیر تھا۔ اس کے پاس ایک بے نظیر کتب خانہ تھا۔ اسی کتب خانہ کو علی بن یحییٰ المنجم نے ترتیب دیا تھا

علی بن یحییٰ المنجم (۲۷۵ھ) کے عالی شان محل میں ایک بہت بڑا کتبخانہ تھا جسے "خزانۃ الحکمت" کہتے تھے کتب خانہ کے ایک حصہ میں طلباء کے قیام کا بھی انتظام تھا۔ انہیں کھانا بھی دیا جاتا تھا۔

بہاء الدین دیلمی کے وزیر ابونصر شاپور ابن اردشیر متوفی ۴۱۶ھ نے بغداد کے محلہ کرخ میں ایک عظیم الشان کتبخانہ قائم کیا تھا جو اسلامی دنیا کے بہترین کتب خانوں میں شمار کیا جاتا تھا اولگا پنٹو کے بیان کے مطابق اس میں ایک لاکھ کتابیں تھیں خوبصورتی اور وسعت کے لحاظ سے کئی مصنفین نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔ یہ کتب خانہ "خزانہ ساپور کے نام سے مشہور ہے۔

الشریف الرضی متوفی ۴۰۶ھ ایک علمی مرکز "دارالعلم الشریف الرضی" کے نام سے بغداد میں قائم کیا تھا۔ یہاں ایک نہایت عمدہ کتب خانہ تھا۔ یہاں طلباء جو آتے ان کے تمام اخراجات الشریف الرضی خود برداشت کرتے تھے۔ (تاریخ تعلیم و تربیت اسلام)

کتب خانہ محمد بن الحسین بغدادی ایک علمی عجائب خانہ تھا جس میں نایاب کتابیں، نادر مخطوطات، پرانی دستاویزات اور تحریریں جمع تھیں۔ اس علمی خزانہ میں کسی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ تھی (اسلامی کتب خانے)

اسحاق موصلی کا کتب خانہ موسیقی اور لغت کی اعلیٰ کتابوں سے معمور تھا (علمائے سلف) ایک ہزار رسالے فن لغت میں تھے۔ جعفر بن محمد بن حمدان موصلی متوفی ۳۲۳ھ نے اپنے تعلیمی ادارے کے ساتھ ایک نہایت عمدہ کتب خانہ قائم کیا تھا جہاں غریب طلباء کو مالی امداد بھی دی جاتی تھی

ابوعلی بن سوار نے دو کتب خانے قائم کئے تھے۔ یہاں طلباء کے کھانے کا بھی انتظام تھا۔ بصرہ کا کتب خانہ بہتر تھا۔ اور اس کی عمارت بھی۔ دوسرا کتبخانہ رام ہرمزہ میں تھا۔

خلیفہ واثق باللہ کے وزیر محمد بن عبدالملک کو کتابوں سے عمیق دلچسپی تھی اور وہ صرف کتابوں کی نقل پر ۲۰ ہزار روپے صرف کرتا تھا۔

بنو عباس کے آخری خلیفہ مستعصم باللہ کے وزیر موید الدین محمد بن العلقمی نے ایک کتبخانہ قائم کیا جس میں

Marfat.com

ڈاکٹر ڈریپر کے بیان کے مطابق عہدِ عباسیہ میں صرف بغداد میں بہتر کتب خانے تھے جن میں کتابوں کی مجموعی تعداد چار کروڑ سے کم نہیں تھی۔ کتابوں کی کثرت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہلاکو خان نے کتابوں کو دریائے دجلہ میں پھینکوا دیا تو دجلہ میں ایک بندھ سا بن گیا ہے اور دجلہ کا پانی کتابوں کی سیاہی سے سیاہ ہو گیا اور عرصہ تک سیاہ رہا۔

خلفائے بغداد کی طرح خلفائے اندلس (اسپین) نے بھی بقول ایس پی اسکاٹ بڑے بڑے کتبخانے قائم کیے جن کی مثال نہیں ملتی۔ اندلس کے دارالسلطنت قرطبہ میں عظیم الشان کتبخانہ تھا۔ خلیفہ عبدالرحمن الناصر نے کتابوں کے جمع کرنے میں بڑی دلچسپی لی۔ خلیفہ الحکم ثانی کو کتابوں کی فراہمی کا جنون سا تھا۔ مصر، شام، بغداد، فارس، خراسان وغیرہ میں ایسے آدمی متعین تھے جن کو حکم تھا کہ جہاں کہیں کوئی کتاب لکھی جائے شاہی کتبخانہ کے لیے خرید لی جائے خواہ اس کی قیمت کتنی ہی ادا کرنی پڑے۔ چنانچہ ابو الفرج اصفہانی نے "کتاب الاغانی" تصنیف کی تو الحکم نے چار ہزار روپے سے خرید کر اپنے کتب خانہ میں داخل کی۔ شاہی کتب خانہ میں چار لاکھ جلدیں تھیں۔ ان میں سے ایک لاکھ کتابیں اس طرح الحکم کی نظروں سے گذر چکی تھیں کہ ان پر اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حاشیے تھے۔ چوالیس جلدوں میں کتابوں کی فہرست تھی اس میں ہر قوم و ملت مثلاً یونان، روم، بربر، نبطی، مصری، فارسی، عبرانی، عربی کی تصانیف جمع تھیں۔ یہ وہ خزانہ تھا جو علماء کو محظوظ کرتا تھا۔ جاہل وہمیوں کو متحیر۔ اسکاٹ کتب خانہ کی عمارت کے سلسلے میں لکھتا ہے کہ "بہت بڑی عمارت بنائی گئی مگر کتب خانہ کے لیے مکتفی نہیں ہوئی یہ عمارت شان و شوکت میں قصرِ شاہی سے کم نہ تھی۔ اس کا فرش نہایت قیمتی سنگِ مرمر کا تھا دیواریں اور چھتیں بہترین سنگِ خام کی جن پر سنگِ سبز اور سرخ کی پچی کاری تھی۔ الماریاں نہایت قیمتی صاف شفاف لکڑیوں کی تھیں ان میں بعض لکڑیوں کو اس لیے انتخاب کیا گیا تھا کہ وہ مشکل الحصول تھیں اور بعض کو اس لیے کہ ان سے نہایت لطیف خوشبو نکلتی تھی۔ ہر ایک الماری پر سونے کے پانی سے لکھا ہوا تھا کہ اس میں [illegible] کی کتابیں ہیں۔ جگہ جگہ دیواروں پر مختلف لوگوں کے اقوال سنہرے حرفوں میں لکھے ہوئے تھے [illegible] لوگوں میں علم کا شوق اور بڑے بڑے علماء اور شعراء کے قدم بقدم چلنے کا خیال پیدا ہو۔ دارالکتابت میں ایک فوج کی فوج کاتبوں اور جلد بندوں کی مقرر تھی۔ بہترین کتابوں پر سونا چڑھایا جاتا تھا اور ان کو نقش و نگار سے مزین کیا جاتا تھا۔ اس صنعت میں وہ لوگ ایسی کاریگری دکھاتے تھے کہ اب تک ان کی نقل نہ ہو سکی۔ اور نہ ہو سکے گی"۔

([illegible] الاندلس)

Marfat.com

اندلس کے وزراء اور امراء کو بھی کتابوں کی فراہمی اور کتب خانوں کے قیام سے بڑی دلچسپی تھی قرطبہ کے ہر امیر کے یہاں کتب خانہ ہوتا اور نادر نسخوں کو حاصل کرنے میں امراء ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ ڈاکٹر جوزف ہیل کے بیان کے مطابق یہاں ہر شخص کو کتابوں کی فراہمی اور کتب خانے قائم کرنے کا بے حد شوق تھا رؤسا میں باہم کتابیں جمع کرنے کے متعلق ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا اور ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش میں رہتا" مورخ سبدیو لکھتا ہے کہ ممالک ہسپین اور مغربی افریقہ کے بڑے بڑے شہروں اشبیلیہ، قرطبہ، غرناطہ اور طلیطلہ میں بہت بڑے بڑے کتبخانے اور مدرسے موجود تھے" ڈاکٹر اوگانیٹو کا کہنا ہے کہ" اندلس میں ذاتی کتب خانے بے شمار تھے جن کو نہ صرف امراء اور اہلِ دول نے بصرف زر کثیر جمع کیا تھا بلکہ ان میں وہ غریب شائقین علم و فن بھی تھے" جنہوں نے اپنی قلیل آمدنیوں کو کتاب کی نذر کر دیا تھا اس قسم کے کتبخانے بتدریج جمع ہوتے تھے جیسا کہ وہاں کے ایک مدرس محمد بن حزم نے قرطبہ میں رفتہ رفتہ ایک ایسا نفیس کتبخانہ قائم کر لیا کہ کئی اہل علم اس پر رشک کرتے تھے اور اس کی قلمی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے جن کو اس نے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کر کے بڑی حفاظت اور اہتمام سے رکھا تھا۔ اندلس میں" محبوبان کتب" کے سب سے بڑے شیدائی قرطبہ کے قاضی قطیس بن سلیمان المعروف بہ ابو مطرف تھے ان کے پاس ایک بیش قیمت کتب خانہ تھا جس میں چھ کاتب ہمیشہ کام کرتے تھے۔

کتابوں کا سب سے بڑا ذخیرہ وزیر ابو جعفر احمد بن عباس کے پاس تھا۔ علامہ مقری کے بیان کے مطابق چار لاکھ مجلد کتابیں تھیں۔

مسٹر ایس پی اسکاٹ کے بیان کے مطابق ابن عباس کے محل کا کوئی حصہ اتنا پر تکلف اور شاندار نہ تھا جتنا کہ کتب خانہ۔ الماریاں۔ خوشبودار لکڑی کی تھیں اور ان میں ہاتھی دانت سیپ اور کچھوے کی کھوپڑی سے منبت کاری کی ہوئی تھی۔ تمام کمرے میں سونے کا کام تھا۔ دیواروں پر سفالی کی اینٹیں تھیں جن سے تمام کمرہ جگمگاتا تھا۔ اور فرش سنگ مرمر کا تھا" شہزادہ احمد کی بیٹی عائشہ کا کتب خانہ بھی اندلس کے نفیس و مکمل کتب خانوں میں ایک تھا۔

قرطبہ میں ستر عام کتب خانے تھے۔

مصر کے فاطمی سلاطین نے بھی بڑے بڑے کتب خانے قائم کئے عزیز باللہ ثانی (زمانہ حکومت ۳۶۵ھ) نے ایک کتب خانہ بنام" خزائن المنصور" قاہرہ میں قائم کیا اور اس کے وزیر یعقوب بن کلس نے

Marfat.com

اس کے حکم سے شاہی خزانہ کو بے دریغ صرف کیا۔ اس میں ترجمہ و تالیف کے لئے اس نے بڑی تعداد میں علماء بلوائے مختلف علوم و فنون کی سولہ لاکھ کتابیں چالیس کمروں میں رکھی ہوئی تھیں کتب خانہ کا مہتمم علی بن محمد الشبشتی متوفی ۳۹۰ھ تھا جو مشہور مصنف گذرا ہے۔

حاکم بامر اللہ بن عبد العزیز نے ۳۹۵ھ میں قاہرہ میں قصر عربی کے قریب ایک کتب خانہ قائم کیا جس کا نام "دار العلم" رکھا اور اس کے اخراجات کے لئے ایک رقم خطیر مقرر کی۔ اس کتب خانہ کا جو فرش بنایا گیا تھا۔ وہ نہایت خوبصورت تھا اس کو جواہرات سے مزین کیا گیا تھا اور اس کے دروازے بلا تخصیص ہر ایک کے لئے کھلے تھے۔ اور اس کے قیام سے بھی غرض وہی تھی جو بیت الحکمۃ کے قیام سے تھی یعنی لوگ آئیں اور درس مطالعہ و تالیف کی برکات سے متمتع ہوں۔ (تاریخ التمدن جلد ۳)

قاہرہ میں مختلف زمانوں میں جو کتبخانے قائم ہوتے ان میں کتب خانہ محمودیہ نہایت قیمتی تھا۔ اس میں بہت سی کتابیں نامور علماء اور مصنفین کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں

القاضی الفاضل نے اپنا مدرسہ ۵۸۰ھ میں قائم کیا جس میں مختلف مضامین کی ایک لاکھ بیس تھیں۔ طلباء آزادی سے ان کتابوں سے استفادہ کرتے تھے۔

عہد دولت فاطمی میں طرابلس الشام میں ایک بہت بڑا کتبخانہ تھا جس میں تین لاکھ کتابیں تھیں۔ یہ کتب خانہ دنیا کے عجائبات میں سے تھا اور بنو عمار نے اس پر پوری توجہ مبذول کی تھی ایک سو اسی ملازم تھے جن میں سے تیس کاتب شب و روز کتابت کے لئے حاضر رہا کرتے تھے جدید جدید کتابوں کی بہم رسانی کے لئے تمام شہروں میں بنی عمار کی طرف سے ایجنٹ مقرر تھے جو کتابیں خریدتے تھے۔ بنی عمار کے عہد میں طرابلس تمام تر "دار العلم" علم کا گھر بن گیا تھا۔ جہاں اطراف و اکناف سے بڑے بڑے فضلا آتے تھے۔

(مورخ ابن الفرات بحوالہ اسلامی کتب خانے)

کتب خانہ کی ساری کتابوں کو انگریزوں نے جلا دیا (رومن امپائر جلد ۲) لیکن اس کے بعد نور الدین شام کا والی مقرر ہوا تو اس نے وہاں ایک کتب خانہ "خزانۃ النوریہ" کے نام سے قائم کیا (تاریخ التمدن)

سلطان نور الدین اور سلطان صلاح الدین نے بھی متعدد کتب خانے قائم کئے۔

سلطان صلاح الدین کے وزیر قاضی عبد الرحیم نے کتابیں جمع کر کے اپنے قائم کردہ مدرسہ ناصریہ میں وقف کر دیں۔

Marfat.com

بخارا کے بادشاہ نوح بن منصور (۳۶۶-۳۸۷ھ) نے ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا تھا جس میں نایاب کتابیں جمع کی گئی تھیں۔ علامہ ابن خلکان کے بیان کے مطابق یہ کتب خانہ بے نظیر تھا اور اس میں ایسی کتابیں بھی تھیں جو یہاں کے علاوہ کہیں نصیب نہیں ہو سکتی تھیں اور جن کو جاننا تو درکنار کسی نے ان کا نام بھی نہ سنا تھا۔ کتب خانہ کا مہتمم بو علی ابن سینا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ فلسفہ کی جو کتابیں میں نے یہاں دیکھیں بالکل نہیں دیکھی۔ عمارت بہت سے کمروں پر مشتمل تھی۔ ہر فن کے لئے علیحدہ کمرہ تھا۔

الصاحب بن عباد نے نوح بن منصور کی وزارت محض اس لئے نہیں قبول کی کہ اس کی کتابوں کو لادنے کے لئے تین سو اونٹوں کی ضرورت ہوتی۔ البیہقی کے بیان کے مطابق کتابوں کی فہرست دس جلدوں میں تھی۔

مشہور دیلمی بادشاہ عضد الدولہ (۳۳۸-۳۷۲ھ) کے شاہی محلات شیراز میں ایک محل کتابوں کے لئے مخصوص تھا جس میں بڑے بڑے کمرے تھے اس نے وہ ساری کتابیں فراہم کیں جو ابتدائے اسلام سے اس کے عہد تک تصنیف ہوئی تھیں۔ علامہ البشاری کا بیان ہے کہ "میں نے تمام ممالک اسلامیہ میں ایسی عمارت نہیں دیکھی اور میں قیاس کرتا ہوں کہ وہ بہشت کے نمونہ کے موافق بنائی گئی ہے۔ ہر فن کے لئے جدا کمرہ ہے اور اس کی جداگانہ فہرست ہے"۔

عضد الدولہ نے نیشاپور میں بھی ایک کتب خانہ قائم کیا تھا۔

شیراز میں ابو نصر سہل بن مرزبان کا کتب خانہ نہایت مشہور تھا۔ ابو نصر نے اپنی تمام دولت کتابیں جمع کرنے میں جمع کرنے میں صرف کر دی۔ (شبلی)

وزیر ابن العمید کے پاس ایک کتب خانہ تھا جس میں بیش قیمت کتابیں تھیں۔

حسین بن اسحاق متوفی ۲۶۴ھ کے کتب خانے میں علم طب کی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ یہ کتب خانہ اس زمانہ کے بہترین کتب خانوں میں شمار ہوتا تھا۔

جلیب المبشرین فاتک کے پاس نایاب کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔

افرائیم بن ازفان متوفی ۵۰۰ھ کے پاس ایک عظیم الشان کتب خانہ تھا۔ کسی مجبوری کے باعث اپنے کتب خانہ کو دس ہزار کتابوں کے فروخت کرنے کا فیصلہ کیا۔

الموفق بن مطران متوفی ۵۸۷ھ کے کتبخانے میں تقریباً دس ہزار کتابیں تھیں۔

ہرات کے حاکم سلطان حسین کا وزیر اپنے زمانے کا مشہور عالم تھا اس کے کتبخانے میں بہت بیش قیمت کتابیں تھیں۔ کتب خانہ کا منتظم خوند میر تھا طوس میں عہد بہ عہد جو کتب خانے قائم ہوئے ان سب کا سرتاج

Marfat.com

کتب خانہ مشہد مقدس ہے۔ یہ کتب خانہ صرف ایران ہی نہیں بلکہ تمام علمی دنیا میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ابتک دستِ فنا کی زد سے محفوظ رہا۔ اور تقریباً ایک ہزار برس سے اس کا علمی فیض جاری ہے۔ اس میں نفیس مخطوطات کا ایسا ذخیرہ موجود ہے۔ جو دنیا کے کسی دوسرے کتب خانہ میں نہیں (اسلامی کتب خانے)

شمالی افریقہ میں بھی بہت سے کتب خانے تھے بعض اب بھی موجود ہیں۔ مثلاً کتب خانہ جامع زیتون تونس کتب خانہ رباط مراکش۔ کتب خانہ مدرسہ تلمسان۔

تونس میں ابوزکریا کا کتب خانہ سو برس تک ارباب ذوق کو فیض پہنچاتا رہا۔

ڈاکٹر لیبان کے بیان کے مطابق فاس کا ایک کتب خانہ بیش بہا یونانی اور لاطینی قلمی کتابوں سے معمور تھا۔

مرابطین خاندان کے حکمراں یوسف بن تاشفین متوفی ۵۰۰ھ کے عہد میں مراکش کے کتب خانے کافی ترقی کر گئے تھے۔

موحدین کے عہد میں بھی کتب خانے قائم ہوئے ان میں ابویعقوب کا کتب خانہ نہایت عظیم الشان تھا۔ اس خاندان کے فرمانرواؤں میں عبدالمومن کے عہد میں بہت سی کتابیں آئیں۔

مرینی خاندان کے حکمراں (۶۸۴ھ) کے عہد میں مدرسہ الصفارین کا کتب خانہ ان کتابوں سے بھرا ہوا تھا جو سلطان موصوف نے اسپین کے مغلوب بادشاہ سانچو کے پاس سے طلب کی تھیں (ادکانیٹو)

فخرالدین ماردینی طبیب کا کتب خانہ بہت بڑا تھا جسے اس نے اپنی وفات سے قبل حسام الدین بن ارتق کے کتب خانے میں شامل کر کے وقف کر دیا تھا

امین الدولہ بن التمیذ طبیب کے پاس اس سے بھی زیادہ شاندار کتب خانہ تھا۔

ابن القفطی متوفی ۶۴۶ھ جو ایوبی سلاطین حلب کا کئی مرتبہ وزیر ہوا تھا۔ تمام مسلمان شیدایان کتب میں (جن کی تعداد کثیر ہے) سب پر سبقت لے گیا وفات کے بعد اس کے کتب خانہ کی قیمت ساٹھ ہزار دینار قرار پائی۔ قفطی کی وصیت کے بعد تمام کتابیں حلب کے حکمران الناصر کو دیدی گئیں۔

بنوموسیٰ بن شاکر کے کتب خانے میں غیرزبانوں کی بےشمار کتابیں تھیں جن کے ترجمے کے لئے حسنین بن اسحاق حبش بن الحسن اور ثابت بن قرۃ کو ملازم رکھا گیا (تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ)

Marfat.com

دولت عثمانیہ کے سلیمان اعظم کے ذاتی کتب خانے میں ہزاروں کتابیں تھیں۔ سلطان محمود اول نے کتابوں کی فراہمی اور کتب خانوں کے قیام کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ اس نے پایۂ تخت قسطنطنیہ میں چار عظیم الشان کتب خانے قائم کیے۔

سلطان سلیم ثالث (۱۷۷۹ - ۱۸۰۷ء) کے عہد میں ایک فوجی کتب خانہ قائم ہوا۔ اس میں فنون جنگ اور ریاضیات کی کتابیں جمع کی گئیں (تاریخ اسلام جعفری)

علامہ شبلیؒ نے بہت سے کتب خانوں کے نام دیئے ہیں مثلاً کتب خانہ جامع ابا صوفیہ۔ کتب خانہ جامع بایزید۔ کتب خانہ حمیدیہ۔ کتب خانہ جامع محمد فاتح وغیرہ

راغب پاشا نے اپنی جیب خاص سے ایک کتب خانہ قائم کیا جو کتب خانہ راغب پاشا کے نام سے مشہور ہے۔

محمود غزنوی متوفی ۴۲۳ھ نے غزنی میں جو یونیورسٹی قائم کی تھی اس کے ساتھ ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا جس میں مختلف علوم و فنون کی بڑی تعداد میں کتابیں تھیں فرشتہ کے بیان کے مطابق انواع و اقسام کی کتابیں مختلف زبانوں کی تھیں۔ اسی میں ایک عجائب گھر بھی تھا جس میں مختلف ممالک کی بہت سی نادر چیزیں اکٹھی کی گئی تھیں۔

مسلم شاہان ہند نے ہندوستان میں ایک طرف عالی شان عمارتیں بنوائیں اور دوسری طرف علوم و فنون کی زبردست خدمت کی اور یہاں کی قدیم اور مردہ علوم و فنون کی نہ صرف پوری طرح حفاظت کی۔ بلکہ انہیں دوبارہ زندہ کیا اور علمی مرکزوں میں پہنچا کر ترقی دی مسلمانوں کا یہ احسان ناقابل فراموش ہے کہ انہوں نے اپنی وسیع النظری سے وید، رامائن اور دوسری مذہبی کتابوں کی فراہمی اور حفاظت میں بڑی کوششیں کیں اور ان پر بڑی بڑی رقمیں خرچ کیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ہندوؤں کی بے شمار مذہبی اور علمی کتابوں کا ترجمہ عربی اور فارسی میں کرایا اور اس طرح ہندو علوم کو ساری دنیا میں روشناس کرایا۔ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان میں مسجدوں، مدرسوں اور کتب خانوں کا جال بچھایا۔ محمود غزنوی سے لے کر اورنگ زیب تک بیرون ہند و پاکستان سے بڑے بڑے علماء و فضلاء بڑی تعداد میں ہند و پاکستان آئے۔ یہ علماء خالی ہاتھ نہیں آتے بلکہ اپنے ساتھ علوم و معارف کے خزانے لے کر آتے بعض علماء اپنے ساتھ قیمتی کتابیں لاتے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ محدث ہندوستان آئے تو اپنے ساتھ چار سو حدیث کی کتابیں لائے۔ بعض علماء اپنے ساتھ چالیس چالیس۔ پچاس پچاس اونٹوں پر کتابیں لاد کر چلتے

Marfat.com

لغات قاموس کے مصنف مجدالدین ہندوستان اسی طرح آئے ان کے ساتھ علم و فن کا بہت بڑا ذخیرہ تھا مسلم شاہان ہند و پاکستان کو بھی کتابوں کے جمع کرنے کا شوق تھا۔ چنانچہ شاہی کتب خانوں میں کثیر تعداد میں کتابیں جمع کی گئیں اور ان کی فراہمی پر بے دریغ روپے صرف کیے جاتے۔ اسی طرح امراء، علماء، شہزادے اور شہزادیوں کو بھی کتابوں کے جمع کرنے کا بے حد شوق تھا ان کے کتب خانوں میں مختلف علوم و فنون کی کتابوں کے نادر نسخے جمع تھے۔

خاندان غلامان، خاندان خلجی، خاندان تغلق، خاندان لودھی کا تقریباً ہر فرد اعلیٰ درجہ کا علمی ذوق رکھتا تھا۔

ڈاکٹر ادرگا منتو کے بیان کے مطابق جبکہ اندلس کے عیسائی ایک طرف مسلمانوں کو نکال کر "عربی تمدن" کے بجائے اپنا تمدن قائم کرنا چاہتے تھے (گو وہ خود بڑی حد تک عربی تمدن سے متاثر تھے) تو دوسری طرف مغلوں نے جو بہت کم مہذب تھے مذہب اسلام قبول کر لیا اور رفتہ رفتہ ان نومسلموں میں بھی کتابوں کا شوق پیدا کر دیا۔ خاندان مغلیہ ہندوستان میں قائم ہوا تو سب سے پہلے "غذائے دماغی" کی ضرورت محسوس کی۔ تمام علوم و فنون کو ترقی دی اور ان کی حفاظت کی۔ چنانچہ ان کے عہد میں کتب خانے قائم ہوئے جن میں عربوں کے عظیم الشان تمدن و ثقافت کے "باقیات الصالحات" جمع کیے گئے۔

مغل سلاطین نے خاص طور سے کتب خانہ کی طرف توجہ کی۔ ظہیر الدین بابر جب پاک و ہند و ستان آیا تو ... اسلاف کے کتب خانوں سے بہترین نوادر کو منتخب کر کے ساتھ لایا۔ ان بیش قیمتی ذخائر سے شاہان مغلیہ ... کے پہلے کتب خانے کی بنیاد رکھی گئی۔ ... بعہد اضافے ہوتے رہے۔ (اسلامی کتب ...)

ہند و پاکستان پہنچ کر بھی بابر کتابیں جمع کرتا رہا۔ لاہور کا غازی خان بڑا علم دوست تھا۔ اس ... خوش خط لکھی ہوئی کتابیں تھیں۔ لاہور آنے پر بابر نے اس کتب خانہ پر قبضہ کیا۔ کچھ کتابیں ... کچھ کتابیں ہمایوں کو دیں اور کچھ کامران کے لئے کابل روانہ کیں۔

ہمایوں کو کتابوں کے جمع کرنے کا بڑا شوق تھا چنانچہ اسی کے عہد میں شاہی کتب خانے میں ... کتابوں کا اضافہ ہوا شیر شاہ کی عمارت جو "شیر منڈل" کے نام سے مشہور تھی ہمایوں کے حکم سے تیسری منزل پر کتب خانہ قائم کیا گیا۔ کتب خانہ کا مہتمم نظام المعروف بہ بانہ بہادر تھا۔

ہمایوں کا کتب خانہ اس لیے نادر کہا جاتا ہے کہ اس میں ریاضی اور نجوم کی نایاب اور منتخب کتابیں جمع تھیں

(اکبر نامہ بحوالہ بزم تیموریہ)

Marfat.com

عبدالرحیم خان خاناں کے پاس بھی ایک اچھا کتب خانہ تھا۔ اس نے کتابوں کی فراہمی میں غیر معمولی اولوالعزمی اور حوصلہ مندی سے کام لیا تھا۔

جہانگیر نے بھی شاہی کتب خانہ میں اضافہ کیا۔ کتابوں اور تصویروں کی تعداد تقریباً ساٹھ ہزار تھی۔ کتب خانہ آرٹ کی کتابوں کا بے بہا خزانہ تھا۔

شاہ جہاں کے عہد میں تاریخی کتابوں کا اضافہ ہوا۔

عالمگیر اورنگ زیب کے عہد میں شاہی کتب خانہ اسلامی علوم و ادب کا ایک مخزن بن گیا تھا جس کے لیے اطراف عالم سے کتابیں حاصل کرنے کا انتظام کیا گیا تھا (اسلامی کتب خانے)

جونپور علمی و تعلیمی گرم بازاری کے باعث "شیراز ہند" کے لقب سے مشہور تھا۔ یہاں بڑے بڑے مدارس اور کتب خانے تھے۔

کشمیر میں سلطان بڈشاہ کا کتب خانہ نہایت نفیس اور وسیع تھا۔ مؤرخین اس کتب خانے کو دنیا کے بہترین کتب خانوں میں شمار کرتے ہیں۔

برہان پور (خاندیس) میں ایک کتب خانہ تھا جس میں نایاب کتابیں تھیں فرشتہ کا بیان ہے کہ یہ شاہی کتب خانہ کتنا بڑا تھا اور اس میں کیسی کیسی کتابیں تھیں اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ دربار اکبری کا شہرۂ آفاق عالم فیضی بھی اس کتب خانہ کا محتاج تھا۔

بہمنی خاندان (دکن) کے حکمران محمد شاہ ثانی کا وزیر خواجہ جہاں گیلانی (محمد گاواں) بڑا علم دوست تھا۔ اس کے کتب خانہ میں ۳۵ ہزار کتابیں مختلف علوم و فنون کی تھیں۔

علی عادل شاہ اول بیجاپور کے کتب خانے میں نایاب کتابیں تھیں۔ اس کا کچھ حصہ بیجاپور کے آثار مبارک میں ابتک موجود ہے بے شمار کتابیں اورنگزیب عالمگیر گاڑیوں میں بھر کر دہلی لے گئے۔

آصفیہ خاندان (نظام حیدرآباد) نے بے شمار مدارس اور کتبخانے قائم کیے۔

ٹیپو سلطان میسور کے کتب خانے میں عربی۔ فارسی۔ تلنگی۔ کنڑی۔ اور اردو کی کتابیں تھیں میجر سٹوآرٹ نے کتبخانہ کے مخطوطات کی ایک فہرست مرتب کی تھی جو ۱۸۰۸ء میں کیمبرج میں چھپ کر شائع ہوئی۔

نوابین اودھ کے کتب خانوں میں تقریباً تین لاکھ کتابیں تھیں۔ نواب آصف الدولہ سے لے کر نواب واجد علی شاہ کتب خانے ترقی کرتے رہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر کے بیان کے مطابق ان کتبخانوں میں تین سو ملازم تھے

(باقی صفحہ ۲۵۸ پر)

Marfat.com

حنیف شاہد

برِصغیر کے شاہی کتب خانے

مغرب کے نقاد مشرق پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ یہاں علم و ادب کی روایات سوائے قرآن کریم کے کچھ نہیں اس کے ثبوت میں وہ اسکندریہ کے کتب خانے کے جلانے اور علم و ادب کی ترویج و ترقی میں حصہ نہ لینے کو پیش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے جنگ و جدل کو اپنایا۔ اور علم و ادب سے ہاتھ کھینچے رکھا۔ لیکن اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں۔ تو دیکھتے ہیں۔ کہ علم و ادب کی روایات جتنی مشرق میں مضبوط و مستحکم ہیں۔ کہیں نہیں۔ مشرق کی روایات کیا ہیں؟ ملاحظہ فرمائیے:۔

بابر سفر اور حضر دونوں میں کتب خانہ ساتھ رکھتا تھا۔ (تزک بابری اردو۔ ص ۳۳۶)

۹۳۰ھ میں بابر ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ تو لاہور کے پاس غازی خاں سے متصادم ہوا۔ غازی خاں کو شکست ہوئی۔ تو بابر اس کے قلعہ میں داخل ہوا۔ جہاں اس کو بیشمار دولت ملی لیکن بابر کے لئے سب سے قیمتی سرمایہ غازی خاں کا کتب خانہ تھا۔

غازی خاں بڑا علم دوست تھا۔ جید عالم ہونے کے علاوہ شاعری کا بھی اعلیٰ مذاق رکھتا تھا اس نے ہر قسم کی عمدہ اور خوشخط لکھی ہوئی کتابیں اپنے کتب خانے میں جمع کر رکھی تھیں۔ بابر نے ان کتابوں میں سے کچھ اپنے لئے مخصوص کریں۔ کچھ شہزادہ ہمایوں کو دیں۔ اور کچھ شہزادہ کامران کے لئے کابل روانہ کیں (تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۰۴)

ظاہر ہے کہ ہمایوں نے اپنے علمی ذوق کے سبب کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا ہوگا۔ چنانچہ جب وہ ہندوستان کے تخت و تاج کا از سرِ نو مالک ہوا۔ اور اس کو کچھ اطمینان نصیب ہوا۔ تو دہلی کے شیر شاہی قلعہ میں شیر منڈل کے نام سے جو سہ منزلہ عمارت بنی ہوئی ہے۔ اس کی تیسری منزل پر اس نے اپنا کتب خانہ قائم کیا۔ یہ اپنی بلندی کے سبب کسی قدر رصد گاہ کا بھی کام دیتی تھی۔ یہاں بیٹھ کر اہلِ علم سے ہمایوں اکثر علمی مباحثے کرتا تھا۔ شاہی کتب خانے کا مہتمم نظام المعروف

Marfat.com

یہ باز بہادر تھا۔ (تزک جہانگیری)

کتابوں سے ہمایوں کا شوق اسقدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ میدان جنگ میں بھی ایک چھوٹا سا کتب خا
اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ چنانچہ جب وہ کھمبائت کا محاصرہ کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ منجملہ اور کتابوں کے
"تاریخ تیمور" کا وہ نسخہ بھی تھا۔ جس کو بہزاد نے کمال فن سے مصوّر کیا تھا۔ اس محاصرہ میں ایک
جنگلی قبیلہ نے شاہی خیمہ پر شب خون مارا۔ تو لوٹ مار کے مال میں یہ نادر نسخہ بھی جاتا رہا لیکن
فوراً ہی واپس مل گیا۔ (اکبر نامہ، ج ۱، ص ۱۳۶)

جب ہمایوں بے تخت وتاج عراق و ایران، اور افغانستان میں پھر رہا تھا۔ تو اس وقت
بھی چیدہ چیدہ کتابیں اس کے ساتھ تھیں۔ اور اس کے کتب خانے کا مہتمم اس کے ساتھ تھا۔
(اکبر نامہ دفتر اوّل)

اکبر کے علمی ذوق کی وجہ سے جو کتب خانہ قائم ہوا وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے بے مثل تھا
قلعہ آگرہ میں ثمن برج کے بغل میں جو کمرہ ہے۔ وہیں شاہی کتب خانہ تھا۔ ہمایوں کے کتب خانہ
کی جتنی کتابیں تھیں۔ وہ اکبر کو وراثت میں ملیں۔ اس کے علاوہ مختلف مقامات اور اشخاص سے وقتاً
فوقتاً دستیاب ہوتی رہیں۔ اہل قلم جو کتابیں لکھتے ان کا ایک نسخہ خزانہ عامرہ میں ضرور بھیجتے۔
اکبر کے درباری مصنفوں کی تصنیفات و تالیفات و تراجم خود اس کثرت سے تھے۔ کہ ان کے کئی
نسخے شاہی کتب خانہ میں رہتے۔ پھر اکبر کو فتوحات کے سلسلے میں جتنی کتابیں دستیاب ہوتیں ان
کو خزانہ عامرہ میں داخل کر لیا جاتا۔ فتح گجرات کے زمانے میں اعتماد خاں گجراتی سے بہت سی
نفیس اور نادر کتابیں حاصل ہوئیں۔ ان میں سے بعض تو شاہی کتب خانے میں داخل کر لی گئیں۔ اور
بعض اہل ذوق کو دے دی گئیں۔

مُلا عبدالقادر بدایونی کو اس تقسیم میں انوار المشکوٰۃ کا نسخہ ملا۔ (بدایونی جلد دوم ص ۲۰۲) فیضی
کے انتقال کے بعد ان کی تمام کتابیں شاہی کتب خانہ میں منتقل کر دی گئیں۔ ان کتابوں کی کل تعداد ۴۳۰۰
تھی۔ جو اکثر مصنفوں کے ہاتھ کی یا ان کے عہد کی لکھی ہوئی تھیں۔ ان کتابوں کا مجموعہ تین حصوں پر
منقسم تھا۔ پہلے حصہ میں نظم، طب، نجوم اور موسیقی کی کتابیں اور دوسرے حصے میں حکمت اور
تصوف، ہیئت، ہندسہ کی کتابیں اور تیسرے حصہ میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتب تھیں۔

Marfat.com

بدایونی ج ۲ ص ۳۰۵)

خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اکبر کے کتب خانہ میں ۴ ہزار کتابیں تھیں۔ جو زیادہ تر شاہی کاتبوں کی لکھی ہوئی تھیں۔ ماثر الامراء جلد دوم ص ۶۱۰) میں ہے۔ کہ ایک روز شہزادہ ابوالفضل کے گھر گیا۔ تو پاس کاتبوں کو کلام پاک اور تفسیر نقل کرتے ہوئے دیکھا۔ ظاہر ہے۔ کہ شاہی کتب خانہ کے لئے اور بھی زیادہ کاتب اور خوشنویس مقرر ہوں گے۔ خوشنویسوں کے علاوہ مقابلہ نویس مصحح نقاش جدول ساز اور جلد ساز اور مصوّر بھی تھے۔

اکبر خاص طور سے بعض کتابوں کو مصوّر کراتا تھا۔ ان میں تصویریں اور تشبیہیں بنواتا۔ مرقع تیار کرواتا۔ اور کتابوں کی لوح اور جدول مطلّا کرواتا تھا۔ امیر حمزہ کی بارہ جلدیں اس کی فرمائش سے مصوّر کی گئیں۔ اور اس میں استادانِ سحر پرداز نے ۰۰ ۱۴ تصویریں بنائیں۔

اسی طرح چنگیز نامہ، اقبال نامہ، رزم نامہ (مہابھارت) رامائن نل دمن کلیلہ دمنہ اور بہار دانش نقش و نگار سے آراستہ ہوئیں۔ (آئین اکبری)

جہانگیر ایک شاندار کتب خانہ کا مالک تھا۔ مکتوب خاں اس کا مہتمم تھا جب وہ سفر میں جاتا تو بھی ایک چھوٹا سا کتب خانہ ساتھ لے جاتا۔

چنانچہ تزک میں ہے۔ کہ جب وہ گجرات پہنچا۔ تو وہاں کے مشائخ کو اپنے کتب خانہ سے تفسیر حسینی، تفسیر کاشفی اور روضۃ الاحباب نذر کیں۔

علم دوستی کو فروغ دینے کے لئے شاہجہاں نے ایک اعلیٰ قسم کا کتب خانہ قائم کر رکھا تھا۔ جس میں نادر و نایاب کتابیں موجود تھیں۔ کتب خانہ کا داروغہ بعض اوقات خوشنویسوں ہی میں سے مقرر ہوتا تھا۔ چنانچہ ۱۰۵۶ھ تک اس خدمت کو عبدالرحمٰن شیدائی نے انجام دیا۔ اس کے بعد میر صالح ولد عبداللہ مشکیں رقم اس عہدہ پر متعین رہا۔

(شاہجہاں نامہ ج ۱ ص ۵۰۵)

علم و ادب کی ترویج و ترقی کے لئے ویسے تو تقریباً تمام مسلمان بادشاہوں نے اپنے اپنے زمانے میں کتب خانے قائم کئے۔ اور جو خدمت ان کتب خانوں نے انجام دی وہ کسی سے بھی مخفی

Marfat.com

پوشیدہ نہیں لیکن مغل سلاطین کی علم دوستی کے شدید جذبے کے تحت جو کتب خانے قائم ہوئے انہوں نے ہماری ادبی روایات کو مزید اہم بنا دیا۔

مغلیہ دور کے سلاطین رزم و بزم دونوں میدانوں کے مرد تھے۔ وہ جس درجہ کے فاتح و کشورکشا تھے۔ اسی درجہ کے علم پرور اور ادب نواز بھی تھے وہ ترکی اور فارسی دونوں زبانوں میں اور آخری دور کے بادشاہ اردو میں بھی باکمال اور شعر و ادب کا نہایت بلند اور ستھرا مذاق رکھتے تھے۔ اور ان کے نکتہ سنج نقاد تھے۔ جیسا کہ ان کی نظم و نثر اور تذکروں کے بیانات سے ظاہر ہے۔ ان کے دور میں ہنگامہ کارزار کے ساتھ علم و ادب کی محفل بھی گرم تھی۔ ان کا دربار ہر فن کے اصحاب کمال اور علماء و شعراء کا مخزن تھا۔ اور ان کی سرپرستی میں بہت سے علمی اور ادبی کارنامے تخلیق ہوئے

ہمارے اس دور میں بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کی علم دوستی اور کتب خانے سے محبت کا فرداً فرداً ذکر پڑھنے کے بعد بھی کیا۔ مغرب کے نقاد مشرقی روایات سے منہ موڑنے اور ان کو علم دوست نہ قرار دینے میں حق بجانب ہیں۔

میرے ایک دوست نے ایک روز مجھ سے ایک عجیب سا سوال کیا۔ فرمانے لگے۔ کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ان کتابوں کا کیا ہو گا۔ جن سے آپ جنون کی حد تک محبت کرتے ہیں۔ میں کوئی مناسب جواب سوچنے ہی لگا تھا۔ کہ وہ خود ہی کہنے لگے۔ ایک لطیفہ سنیئے۔ انھوں نے کہا کہ ایک انگریز عالم کو اپنا کتب خانہ اسقدر عزیز تھا کہ اُن کے علاوہ کوئی بھی اُن کی کتابوں سے استفادہ نہ کر سکتا تھا۔ اُن کے اس کلیہ سے اُن کی اولاد بھی مستثنےٰ نہ تھی۔ مرنے کا وقت قریب آیا تو کہنے لگے کہ مجھے میرے کتب خانے میں لے چلو۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے اپنے بچوں کو وصیت کی کہ میرے بعد میری ہر چیز کے تم مالک ہو لیکن میری ان محبوب کتابوں کو یوں ہی مقفل رہنے دینا۔ کسی نے انھیں چھیڑا تو میری رُوح کو سخت اذیت ہو گی۔

(عبد المجید قریشی)

Marfat.com

اشرف علی
لیاقت نیشنل لائبریری کراچی

برّصغیر کے معدوم کتب خانے

تاریخ بتاتی ہے کہ دورِ قدیم میں برصغیر تہذیب و تمدن اور علم و فن کا ایک عظیم گہوارہ تھا۔ دنیا کی قدیم تہذیبوں نے یہیں جنم لیا۔ سندھ میں "موہن جو ڈارو" پنجاب میں ہڑپہ اور دکن میں ایلورا کے عجیب و غریب آثار دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہزاروں سال قبل علم ہیئت طب اور سنگ تراشی میں یہ برصغیر دنیا کی قیادت کر رہا تھا۔ ٹیکسلا اور نالندہ جیسی مایۂ ناز یونیورسٹیاں ہزاروں طلبہ کو نئے نئے علوم سے مالامال کر رہی تھیں۔ انہیں عظیم درسگاہوں میں وہ معیاری کتبخانے تھے جہاں اپنے وقت کے جید عالم، راجے، مہاراجے اور شہزادے مختلف علوم و فنون سے متعلق کتابوں کی ورق گردانی میں مصروف نظر آتے تھے۔

مگر اس دور میں برہمنوں کی تقسیم ذات پات نے مذہب و علم کو اپنی اجارہ داری بنا کر نیچی ذات کے لوگوں پر اس کے راستے بند کر دیئے اگر کوئی شودر مذہبی ویدوں کے اشلوک سن لیتا تو اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال کر سزا دی جاتی تھی۔ برہمن کی اس نسلی بالادستی کی وجہ سے علم اور ذوق مطالعہ عام نہ ہو سکا۔ کتابوں اور کتبخانوں پر مخصوص طبقہ کی ٹھیکہ داری تھی۔ مسلمان جب برصغیر میں آئے تو انہوں نے اخوت و مساوات کی اسلامی تعلیمات کے ذریعہ یہاں کے لوگوں کو چھوت چھات اور ذات پات کے فرسودہ بندھنوں سے نجات دلائی اور حصول علم کے راستے ان پر کھول دیئے۔

برصغیر پاک و ہند میں یہ شرف سندھ کو حاصل ہے کہ اسلامی کتب خانوں کے لیے ابتدائی خاکہ اسی جگہ تیار ہوا۔ مسلمان اس سرزمین پر نہ صرف بحیثیت فاتح داخل ہوئے انہوں نے علوم و فنون کی سرپرستی اور ان کی نشر و اشاعت کی طرف خاص توجہ دی۔ ان کی ادب نوازی نے برصغیر میں شاندار علمی ماحول پیدا کر دیا۔ چنانچہ ایک سندھی مورخ لکھتا ہے۔ "کتابوں کو نقل کر کے تقسیم کرنے اور علم کی عام اشاعت کے رواج کے لیے ہم اسلامی اثرات کے رہین منت ہیں۔ دستی پرانے ہندو مصنفین

Marfat.com

تو اپنی لکھی ہوئی کتابوں کو خفیہ رکھنے کے عادی تھے[۱]

سلاطین اور بادشاہوں کا علم و فن سے ایسا والہانہ شغف دیکھ کر امراء اور نوابین نے علم کی خدمت پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کے دورِ انحطاط تک ایسے کتب خانے موجود تھے جو ناگہانی حادثوں اور یورپی حملہ آوروں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئے مگر زمانے کی دست بُرد سے جو کچھ کتابیں بچ گئیں وہ آج بھی مغربی کتبخانوں اور عجائب گھروں کی زینت ہیں۔

برصغیر کے ان معدوم کتب خانوں کا اب ٹھیک طور پر نشان نہیں ملتا۔ تاہم یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ سندھ میں ٹھٹھہ، اوچ اور ملتان جیسے مقامات جو کبھی علم و ادب کے مرکز تھے۔ کتب خانوں اور دارالمطالعوں سے خالی نہ تھے کتب خانوں کے سلسلہ میں سندھ کے بعد حیثیت پنجاب میں لاہور کو حاصل تھی۔ غزنوی دور میں لاہور علم و ادب کا گھر بن چکا تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانے میں پنجاب کتب خانوں سے بھرا ہوا تھا تو مبالغہ نہ ہوگا

برصغیر کے ان معدوم کتب خانوں کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ آئندہ کسی اور موقع پر کیا جائے گا۔ یہاں ناظرین کی دلچسپی کیلئے صرف چند ایسے کتب خانوں کا مختصراً حال بیان کیا جاتا ہے جن کا وجود اگرچہ نہیں رہا مگر تاریخ کے صفحات انکی علمی و ادبی خدمات کے ذکر سے ہمیشہ روشن رہیں گے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا کتب خانہ

غلاموں کے دورِ حکومت میں صوفیائے کرام کی وجہ سے کتب خانوں کے قیام میں غیر معمولی دلچسپی لی جانے لگی تھی۔ ان بزرگوں کی خانقاہوں سے جو کتب خانے ملحق تھے ان میں خواجہ نظام الدین اولیاؒ کا کتب خانہ نہایت عمدہ تھا۔ اس کتب خانے میں احیاء العلوم کشف المحجوب، قوۃ القلوب اور امیر حسن کی فوائد الفواد اور دوسری بہت سی کتابیں شب و روز طلباء کے مطالعے میں رہتیں حضرت نظام الدین کے عزیز ترین نامور شاگرد حضرت امیر خسرو کو اپنے شاہی کتب خانے کا مہتمم مقرر کیا تھا۔

فیروز شاہ تغلق کا کتب خانہ

عہد تغلق کتب خانوں کے اعتبار سے خاصہ اہم ہے محمد تغلق کا کتب خانہ نہایت قیمتی تھا دہلی جو علم و فن کا مرکز بن چکا تھا اس وقت ایک ہزار کتب خانوں سے آراستہ تھا ان میں بہت سے کتب خانے علمی درسگاہوں سے ملحق تھے ان میں ریاضی ہیئت طب اور دوسرے بہت سے

---

[۱] انڈیا تھرو دی ایجز از جادو ناتھ سرکار ص ۵۲ [۲] مسلم ثقافت از عبد مجید سالک ص ۱۹۲

Marfat.com

علوم پر ہزاروں کتابیں موجود تھیں بادشاہ عالموں کو دعوت دیتا اور ان کی قدردانی کرتا تھا۔ دور دراز سے آنے والا اگر کوئی کتاب سلطان کی نذر کرتا تو وہ اس کا دامن زر و جواہر سے بھر دیتا تھا۔

فیروز شاہ تغلق نے کتب خانوں کی ترقی و توسیع میں اور بھی دلچسپی لی۔ اس نے اپنے کتب خانہ میں ایک اعلیٰ معیاری دارالترجمہ قائم کیا جہاں رات دن مختلف مشرقی زبانوں سے فارسی اور عربی میں تراجم کا کام ہوتا تھا۔ نگرکوٹ کی فتح کے موقع پر سلطان کو سنسکرت زبان کی جو سینکڑوں کتابیں ملیں اس نے ان میں سے اکثر کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کرایا اور اپنے کتب خانہ میں جگہ دی۔ کتاب دلائل فیروز شاہی انہیں کتابوں میں سے ایک کتاب کا ترجمہ ہے۔ فیروز شاہ کو کتابوں سے دیوانگی کی حد تک لگاؤ تھا۔ وہ خود صاحب علم اور اہل قلم تھا۔ فتوحات فیروز شاہی اس کی نوشت ہے سلطان نے ملک میں تعلیمی ترقی کے لئے جب بہت سے مدرسے کھولے تو ان کے ساتھ کتب خانوں کا قیام لازمی قرار دیا۔ مدرسہ فیروز شاہی کا کتب خانہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس میں فارسی، عربی، ہندی، ترکی زبان کی عمدہ کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا گیا تھا۔

ہمایوں کا کتب خانہ

ہمایوں اس باپ کا بیٹا تھا جو نہ صرف عظیم فاتح تھا بلکہ کتابوں کا بھی شائق تھا بابر جب برصغیر میں داخل ہوا تو وہ اپنے اجداد کے کتب خانوں کے بیش بہا نوادر بھی ساتھ لایا۔ اس کو کتابوں سے بے حد لگاؤ تھا اور وہ انہیں کو اپنا حقیقی مونس اور ہمدم سمجھتا تھا۔ سفر میں بھی کتابیں اس کے ساتھ رہتیں۔ مہمات کے دوران بابر کتابوں کا جو ذخیرہ پاتا اس کو اپنے بیٹے ہمایوں کے پاس محفوظ کرا دیتا۔ اس طرح وہ اپنے جانشین ہمایوں کو کتاب دوستی کی تربیت بھی دے گیا بابر کی وفات کے بعد ہمایوں کو اپنے والد سے جو کتب کا قیمتی ذخیرہ ورثے میں ملا۔ اس نے اس میں مزید نوادر کا اضافہ کیا۔

ہمایوں کا اگرچہ ۱۵۵۶ء میں انتقال ہوگیا مگر اس علم پرور بادشاہ نے قلیل عرصہ میں ایک نہایت عمدہ کتب خانہ فراہم کیا تھا۔ وہ بھی بابر کی طرح رزم و بزم کی مصروفیتوں کے دوران کتابوں کو اپنے سے جدا نہ کرتا تھا ... ہمایوں کے متعلق تزک جہانگیری میں لکھتا ہے "ہمایوں اہل علم سے مل کر بہت خوش ہوتا اور انہیں اکرام و انعام سے مالا مال کر دیتا تھا۔ کتابوں کا عاشق تھا۔ یہاں تک کہ جب پناہ گزیں کی حیثیت سے بھاگا ہے اس وقت بھی اپنے مہتمم کتب خانہ اور چند منتخب کتابوں کو ساتھ لئے پھرتا تھا جس وقت اس نے کھمبات میں ڈیرا ڈالا ہے اس کے پاس بہت سی کتابیں تھیں جن میں تاریخ تیمور لنگ کا ایک نایاب نسخہ بھی تھا۔ رات کو جنگلی ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے ڈیرے پر حملہ کیا اور کتابیں بکھر گئیں لیکن وہ نسخہ کسی طرح واپس مل گیا۔ لال بیگ کا باپ نظام

Marfat.com

جس کو بانہ بہادر کا لقب حاصل تھا بادشاہ کا مہتم کتب خانہ تھا[1]

ہمایوں کو علم ہئیت اور جغرافیہ کے مطالعہ کا بہت شوق تھا اس نے عناصر کی نوعیت پر مقالے بھی لکھے تھے اور اپنے استعمال کے لئے زمینی اور آسمانی کرتے دکگوب بھی تیار کئے تھے[2]

واقعہ یہ ہے کہ ہمایوں کتب کا سچا پرستار تھا اور اسی عشق میں اس نے کتب خانہ کی سیڑھیوں پر جان دیدی شاید اس لئے علم وکتب کے اس پروانے کے مقبرے کو ایک حسین کتب خانے سے مرصع کیا گیا تھا۔ اسٹیفن اپنی کتاب "آثار قدیمہ دہلی" میں لکھتا ہے کہ" نئی دہلی کے قریب ہمایوں کا جو مقبرہ ہے وہ بھی ایک زمانے میں مدرسے کا کام دیتا تھا۔ اور تعلیم کا ایک اہم مرکز سمجھا جاتا تھا یہ مدرسہ مقبرے کی چھت پر تھا اور علم وفضل اور اثر و نفوذ رکھنے والے لوگ اس مدرسہ کی خدمت پر مامور کئے جاتے تھے لیکن گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے یہ مقام اپنی علمی شہرت کھو چکا ہے اور اس کے وہ کمرے جو تشنگان علم سے معمور رہتے تھے۔ اب خالی اور سنسان پڑے ہیں[3]

اکبر کا کتب خانہ

بقول جہانگیر اکبر اگرچہ عالم نہ تھا لیکن جب وہ علما سے گفتگو کرتا تو سننے والوں کو یہی احساس ہوتا تھا۔ کہ بادشاہ تمام علوم کا ماہر ہے۔ محمد حسین آزاد اپنی کتاب "دربار اکبری" میں اکبر کے علمی مذاق کے متعلق فرماتے ہیں" علم کا مذاق بلکہ علوم و فنون کا شوق اور قدردانی کا جوش جو اس کو تھا کوئی اور عالم بادشاہ بھی ہو تو شاید اتنا ہی ہو۔ ذرا عبادت خانہ چار دیوان کے جلسے یاد کرو۔ راتوں کو ہمیشہ کتابیں پڑھواتا تھا اور سنتا تھا۔ علمی تحقیقیں تھیں۔ علمی باتیں تھیں اور علمی چرچے تھے۔ کتب خانہ کئی جگہ منقسم تھا۔ کچھ حرم سرا میں کچھ باہر۔ اس میں دو قسمیں تھیں کچھ قدر وقیمت کچھ علم و فنون۔ نثر۔ نظم۔ ہندی۔ فارسی۔ کشمیری۔ عربی الگ الگ"[4]

اکبر کو کتابوں سے ایسی الفت تھی کہ وہ اچھی کتابیں گراں قیمت دیکر اپنے کتب خانے کے لئے حاصل کرتا جو کتابیں حاصل نہ کر پاتا انکی نقلیں اور تراجم کراتا اس کام کے لئے الگ ایک سررشتہ خاص قائم تھا جہاں بڑے بڑے صاحب علم حضرات تصنیف وتالیف اور ترجمے کے کاموں میں مصروف رہتے مولانا محمد حسین آزاد نے اکبری زمانے کی ستائیس ایسی کتابوں

---

[1] توزک جہانگیری ص ۲۱

[2] فرشتہ جلد دوم ص ۷۰ - ۷۱

[3] آثار قدیمہ دہلی از اسٹیفن ص ۳۰۷ بحوالہ مسلم ثقافت ص ۲۱۳

[4] دربار اکبری از محمد حسین آزاد ص ۱۳۸

Marfat.com

کے نام درج کیے ہیں جو دنیا کی مشہور کتابوں میں بلند مقام رکھتی ہیں کشمیر کی قدیم ترین تاریخ جو سنسکرت میں تھی۔ اس کا ترجمہ شاہ محمد شاہ آبادی (کشمیری) سے کرایا۔ عبدالرحیم خانخاناں نے تزک بابری کا ترکی زبان سے فارسی میں ترجمہ کیا رامائن و مہابھارت کا ترجمہ ملا عبدالقادر سے کرایا۔ اسی طرح "جامع رشیدی" کا ۹۹۳ھ میں ترجمہ کرایا اور عبدالقادر سے اس کا خلاصہ لکھوایا اور عربی میں جغرافیہ کی کتاب معجم البلدان کا ترجمہ ۹۹۹ھ میں ملا احمد ٹھٹھوی سے کرایا[1] ان کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں نو مسلم برہمنوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کی مدد سے کتب خانے کے لیے تیار کرائی گئیں فتح گجرات کے موقع پر اعتماد خاں گجراتی کا کتب خانہ اکبر کو ملا تو اس نے تمام ذخیرہ اپنے کتب خانہ میں داخل کرایا فیضی کے انتقال پر اس کا ذاتی کتب خانہ کو (جو چار ہزار چھ سو کتابوں پر مشتمل تھا) بھی اپنے کتب خانہ کی زینت بنایا اکبری کتب خانہ کی باقاعدہ درجہ بندی (کلاسی فکیشن) کی گئی تھی۔ کل کتابیں تین حصوں میں تقسیم تھیں۔ پہلے میں شاعری طبابت۔ نجوم اور موسیقی دوسرے حصے میں علم اللسان۔ فلسفہ۔ تصوف ہیئت و ہندسہ اور تیسرے حصے میں تفسیر حدیث اور فقہ کتب خانہ قلعہ آگرہ میں ثمن برج کے زیریں والے حصے میں تھا اس میں کتابوں کی تعداد چوبیس ہزار تھی۔ ان میں فیضی کا ذخیرہ شامل ہوا تو تعداد ۲۸ ہزار چھ سو تک پہنچ گئی۔ اس کے علاوہ اکبری کتب خانہ میں آئے دن نایاب و نادر کتابوں کا اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ اہل قلم جو کتابیں لکھتے ان کا ایک نسخہ شاہی کتب خانہ میں جمع کرتے تھے درباری مصنفین و مورخین کی کتابوں کے نسخے کتب خانہ کی ملکیت قرار دیئے جاتے تھے۔ فتوحات کے موقعہ پر جو کتابیں حاصل ہوتیں وہ داخل کتب خانہ کی جاتیں۔ ہندوستان سے جو قافلے حج کے لئے جاتے ان کے سپرد بھی کتابوں کی فراہمی کا کام تھا اکبر کے پاس تحفہ میں عرب سے بھی کتابیں آیا کرتی تھیں[2] یہ بات قابل ذکر ہے کہ اکبری کتب خانہ نادر و بیش بہا مخطوطات پر مشتمل تھا۔ اکبری کتب خانہ کی ان امتیازی خصوصیات کو دیکھ کر یورپی مورخ اسمتھ نے[3] تسلیم کیا۔ کہ یہ کتب خانہ اس قدر قیمتی تھا کہ اس سے قبل اتنے قیمتی کتب خانہ کا وجود نہیں ملتا"

کتب خانہ زیب النساء۔ برصغیر میں کتب خانوں کی نشوونما میں نہ صرف سلاطین اور بادشاہوں نے حصہ لیا بلکہ خواتین بھی اس میں پیش پیش رہیں رضیہ سلطانہ گلبدن بیگم نور جہاں ممتاز محل جہاں آرا

---

[1] دربار اکبری از محمد حسین آزاد ص ۱۴۰ - ۱۴۱

[2] محمد زبیر صاحب نے اپنی کتاب اسلامی کتب خانے میں فیضی کے کتب خانہ کی ان کتابوں کی تعداد چار ہزار تین سو بتائی ہے جبکہ منتخب التواریخ میں محمد عبدالقادر بدایونی نے اس تعداد کو ۴ ہزار چھ سو بیان کیا ہے۔ دیکھئے منتخب التواریخ ایلیٹ جلد ۵ ص ۵۴۶

[3] اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ص ۲۱۶

Marfat.com

اور زیب النساء جیسی خوش ذوق خواتین نے فن لطیفہ اور علم و ادب کے میدان میں جو موتی چھوڑے ہیں وہ آج بھی ان کی زندہ یادگار ہیں۔ بابر کی بیٹی اور ہمایوں کی بہن گلبدن بیگم نہایت شستہ و شائستہ مذاق انشا پرداز تھی۔ ہمایوں نامہ اس کی لافانی تصنیف ہے۔ اس کے پاس ایک کتب خانہ بھی تھا۔ جو اس نے خود فراہم کیا تھا[۵] مورخین زیب النساء کے کتب خانے کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ مآثر عالمگیری نے تو زیب النساء کے کتب خانہ کو ہر حیثیت سے نادر الوجود قرار دیا ہے اس کتب خانہ میں کتابوں کی زیادہ تعداد مذہب اور اخلاقیات سے متعلق تھی۔ کتب خانے میں دوسرے موضوعات پر بھی بہترین نوادر تھے۔ زیب النساء علم و فضل والی خاتون تھی وہ اچھی شاعرہ تھی اور مخفی تخلص کرتی تھی اس کو کتابیں جمع کرنے اور مطالعہ کا بے حد شوق تھا اور تصنیف و تالیف سے دلچسپی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کا دربار خود ایک بیت العلوم کا تھا جس میں ہمہ وقت علوم و فنون کے شائق تصنیف و تراجم کے کام میں مصروف نظر آتے تھے۔ زیب النساء کے کتب خانہ کی افادیت اور جامعیت کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ علماء و فضلاء کتابوں کی تیاری میں جن تصانیف کی ضرورت محسوس کرتے وہ تمام اسی کتب خانہ سے دستیاب ہو جاتیں۔ آج یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ اس زمانے میں جب کہ کتب خانے سلاطین و امراء کی ملکیت سمجھے جاتے تھے۔ زیب النساء کے کتب خانہ میں قارئین کو مطالعہ کی عام سہولتیں حاصل ہوتی تھیں آج وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ عظیم کتب خانہ کس طور پر ترتیب دیا گیا تھا۔ کتابوں کی ترتیب فن وار تھی۔ یا مصنفین کے اعتبار سے۔ مگر یہ بات طے شدہ ہے کہ جس کتب خانہ کا مہتمم ملا شفیع الدین جیسا عالم ہو وہ کتب خانہ یقیناً باقاعدہ درجہ بندی اور مکمل فہرست سے آراستہ ہوگا

رحیم خانخاناں کا کتب خانہ

اکبر اعظم کے عہد میں کتب خانوں کی کثرت تھی ہر گلی اور کوچہ دار المطالعوں اور کتب خانوں سے آراستہ تھا اس کی بڑی وجہ اکبر کی علم پروری اور دانشوروں کی قدر دانی تھی اس کے امراء و وزراء بھی بادشاہ وقت کی شگفتہ طبیعت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ رحیم خانخاناں ہنر مند وزراء میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے باپ بیرم خان نے اکبر کی تربیت کی تھی خانخاناں نے اپنے باپ سے بہت کچھ ورثہ میں حاصل کیا تھا جس کی وجہ سے وہ اکبری دربار کا ایک روشن ستارہ بن کر جگمگایا مورخین نے جہاں اکبری دربار کے اس رتن کی فراست و بصیرت نیز اس کی بہت سی زبانوں پر دسترس رکھنے کی اعلیٰ صلاحیتوں کی تعریف کی ہے وہاں انہوں نے مرکز علم و ہنر کا بھی ذکر کیا ہے جہاں خانخاناں نے اپنی خداداد قابلیت سخن سنجی علم نوازی اور

---

[۵] مسلم ثقافت ص ۱۹۲

Marfat.com

پشل فیاضی کے جوہر کو جلا بخشی وہ اس کا بیش قیمت کتبخانہ تھا۔ مولانا شبلیؒ اس کتب خانے کی فضیلت اور جامعیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

" یہ کتب خانہ اس درجہ کا تھا اور اس قدر علمی ذخیرے اس میں مہیا کیے گئے تھے کہ خود ایک اکاڈمی یا دارالحکمت کا کام دیتا تھا۔ عرفی۔ نظیری۔ ظہوری۔ شکیبی غرض اکثر شعرائے اکبری نے اپنے دیوان خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر اسی کتب خانہ میں داخل کیے تھے۔ دربار اکبری کے اکثر با کمال اسی کتب خانہ کی ترقی یافتہ ہیں۔ اکثر شعرا خوش نویس صناع جن کو خانخانان زینت دینا چاہتا تھا کتب خانہ کے کام پر مقرر ہوئے تھے اور ترقی کرتے کرتے نادر روزگار ہو جاتے ہیں[1]

کتابوں کی فراہمی کے مختلف ذرائع تھے۔ مثلاً کتب خانہ میں خود بڑے بڑے علماء شعراء تصنیف و تالیف کا کام کرتے اور اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے کتب خانہ میں عطیہ کے طور پر جمع کرنا باعث فخر سمجھتے۔ سلیقہ لوگ نایاب کتب کی تلاش و جستجو میں سرگرداں رہتے۔ اور جو نسخہ ملتا اس کو کتب خانے کے لیے حاصل کر لیتے۔ کتب خانہ کی نگرانی کا کام بہت بلند پایہ عالم کے سپرد ہوتا۔ چنانچہ شیخ عبدالسلام اور شجاع جیسے با کمال حضرات عرصہ دراز تک اس کتب خانے کے نگراں رہے۔ ان حضرات نے اپنی قابلیت و ذکاوت سے کتب خانے کو عجیب و غریب جواہرات سے مزین کیا تھا۔ ماثر رحیمی کا مصنف مدت تک کتب خانے کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رہا۔ سترھویں صدی عیسوی میں جب اہل یورپ کتبخانوں سے زیادہ مانوس نہ تھے اس وقت برصغیر میں متعدد کتب خانے موجود تھے۔

کتب خانہ سلطان ٹیپو

میسور ریاست کا حکمران سلطان ٹیپو ایک بہادر سپاہی اور سچا وطن پرست تھا وہ ایک بڑا علم دوست اور کتابوں کا شیدائی تھا وہ ایسے پراسرار دور میں علم و ادب کی خدمت کر رہا تھا جب کہ اسے فرنگی سامراج سے سخت مقابلہ تھا۔ اس نے ۱۷ سال حکومت کی (۱۷۸۲ء — ۱۷۹۹ء) مگر سچ یہ ہے کہ اس کی شجاعت اور علم نوازی نے اس کو جو شہرت و ناموری بخشی وہ بہت کم حکمرانوں کو نصیب ہوئی۔ اس مختصر عرصہ میں جتنا شاندار کتب خانہ اس نے بنایا اس کی نظیر نہیں ملتی

ٹیپو سلطان کی علمی دلچسپی سے یوں تو سلطنت خداداد میسور کے گرد و نواح میں بھی بہت سے کتب خانے قائم ہو چکے تھے سرنگاپٹم میں " جامعہ مبیع الامور" کا کتب خانہ مذہبی کتابوں کے علاوہ دیگر علوم کی کتابوں سے بھی بھرا ہوا تھا۔ دوسرا مشہور کتبخانہ ایک فوجی درسگاہ سے منسلک تھا جو فن حرب پر گرانقدر کتابیں رکھتا تھا۔ اس طرح سلطنت

---

[1] مسلم ثقافت ص ۱۹۲   [2] مقالات شبلیؒ جلد چہارم ص ۴۸

Marfat.com

میں اور بھی بہت سے کتبخانوں کا وجود تھا۔ مگر سلطان ٹیپو کا کتبخانہ ان تمام کتب خانوں میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا اور بہت سے علوم وفنون کے بے نظیر مخطوطات کا خزینہ تھا اس منفرد علمی مرکز میں سلطان ٹیپو سلطنت کی پریشانیوں اور جنگی پیچیدگیوں سے نجات حاصل کرتا تھا

انڈیا آفس لائبریری کی فہرست مرتبہ ۱۸۰۹ء سے پتہ چلتا ہے کہ جس وقت کمپنی نے اس کتب خانے پر قبضہ کیا تو کتابوں کی تعداد دو ہزار تھی مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کے کتب خانے میں کتابوں کی تعداد مندرجہ بالا تعداد سے کہیں زیادہ تھی کیونکہ اس کتبخانے میں شاہان بیجا پور و گولکنڈہ کے کتب خانوں کے کچھ ذخائر محفوظ تھے اس کے علاوہ کتب خانے میں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ سلطان اپنی سرپرستی میں بہت سے مصنفین سے کتابوں کی تصنیف وتالیف اور تراجم کراتا تھا "مفرح القلوب" "تحفۃ المجاہدین" "فوجی قواعد وضوابط" اور ایسی ہی بہت سی کتابیں سلطان کے حکم سے تیار ہوتی تھیں۔ سلطان دور دراز کے ملکوں سے کئی کتابیں حاصل کرتا تھا۔ حتیٰ کہ بعض کتابیں سمندر پار کے ملکوں سے منگوا کر ان کے تراجم داخل کتب خانہ کیے گئے تھے۔

کتابوں کی حفاظت اور دیکھ بھال کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ کتابوں کی جلد بندی کے لئے ماہر جلد ساز کاتب اور نقاش رکھے گئے تھے ان کو حکم تھا کہ کتابوں کی جلدوں اور ان کے نقش ونگار میں خاص حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا جائے ایک حکم میں سلطان نے تحریر کیا "حکم دیا جاتا ہے کہ کتاب مفرح القلوب کی دس نقلیں روزانہ کی جائیں ان میں پانچ نقلیں مفصل ہوں ان کی جلد بندی کرتے ہوئے ان کے اوپر نقرئی قفل لگائے جائیں اور باقی پانچ نقلوں میں اس کتاب کا صرف اقتباس ہو ان پر قفل لگانے کی ضرورت نہیں ہے سلطان جس کتاب کا مطالعہ کرتا اس پر مہر سلطانی بھی ثبت کر دی جاتی تھی[1] تاریخ سلطنت خداداد کا مصنف لکھتا ہے کہ سلطان کی شہادت کے بعد جب شاہی محلات کی تلاشی لی گئی تو بعض کتابیں ایسی نکلیں جن کی جلدیں ہیرے اور جواہرات سے مرصع تھیں[2]

سلطان ٹیپو نے کتب خانہ کی ترتیب وتنظیم کے لئے ایک مہتمم مقرر کیا تھا جو اپنے سامنے کتابوں کی درجہ بندی اور فہرست کتب پر خاص توجہ دیتا تھا۔ اس کے فرائض میں قارئین کو مطلوبہ کتابوں کی فراہمی اور مطلوبہ مواد کے حصول میں مدد دینا بھی شامل تھا۔ ذخیرہ کتب کی باقاعدہ فن وار درجہ بندی کی گئی تھی مثلاً قرآن۔ تفسیر۔ فقہ کتب۔ احادیث، الہٰیات تصوف، نجوم۔ ریاضی، طب۔ نظم، فلسفہ اور فرہنگ ولغات وغیرہ وغیرہ۔ کل علوم بیس درجوں میں منقسم تھے اس طرح کتابوں کی درجہ بندی نے ایک موضوع کی تمام کتابوں کو یکجا کر کے رکھا گیا تھا[1]

---

[1] بصائرہ ٹیپو سلطان نمبر ص ۳۲۷

ٹیپو سلطان جنگ آزادی کا مضبوط ستون جب یورپی جارحیت اور استعمار پسند قوت کے ہاتھوں مسمار ہوا تو اس علمی خزینہ کا حشر بھی انگریزوں کی لوٹ مار اور غارت گری کا نشانہ بنا۔ ہزاروں نادر قلمی نسخے صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئے بچی کھچی کتابیں انسانی نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ کافی عرصہ بعد کرنل کرک پیاٹرک کو کتابوں کی فہرست مرتب کرنے کا کام سپرد ہوا۔ بعد میں میجر اسٹورٹ نے عربی، فارسی، ترکی، ہندی اور اردو مخطوطات فہرست مرتب کی ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کی بنیاد رکھی گئی تو یہ کتب کالج میں منتقل کر دی گئیں۔ اس ذخیرے سے تقریباً نصف کتابیں اکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں کو دیدی گئیں اور باقی رائل ایشیاٹک سوسائٹی کو ملیں۔ اسٹورٹ نے ان کتابوں کی فہرست تیار کی جو ۱۸۰۹ء میں کیمبرج سے شائع ہوئی[1]

اب برصغیر میں نہ یہ کتب خانے ہیں اور نہ ان کے سرپرست۔ البتہ چند کھنڈر ہیں اور چند کتابیں جو دنیا کے مختلف کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں۔

---

[1] بصائر ٹیپو سلطان نمبر ص ۲۱۸

بقیہ صفحہ ۱۲۴

مشرقی حصہ میں ہندوستان، برما، جاپان، مصر، ایران، چین اور دوسرے مشرقی ممالک کے نوادرات کی نمائش کی گئی ہے۔ ہندوستانی مصنوعات ملبوسات کی پیتل، چاندی کی اشیاء تصویریں۔ ہاتھی دانت کی چیزیں اور اسلحہ جات بھی اس حصہ میں ہیں۔ مغربی حصہ میں برطانیہ فرانس، جرمنی اور روس کی اشیاء زیادہ ہیں

بچوں کا حصہ اپنی قسم کا بھارت کا شاید سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔ تاریخی اہمیت کے بہت سے کھلونے یہاں رکھے جاتے ہیں۔ لائبریری میں مشرقی ادبیات کے بڑے نادر نسخے رکھے ہوئے ہیں۔

بقیہ صفحہ ۲۰۵

جامعہ دارالہدیٰ پھلواری مدرسہ ہاشمیہ سجاولت سے ملحق بھی اچھے کتب خانے ہیں یہ تمام کتب خانے حال ہی تو قائم کئے گئے ہیں اس لئے ان میں نوادرات و مخطوطات کی موجودگی نہ ہونے کے برابر ہے۔

Marfat.com

پروفیسر سعید احمد رفیق۔ کوئٹہ

شاہانِ مغلیہ کا شاہی کتبخانہ

کسی ملک کی ثقافتی حالت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے اس ملک کی تعلیمی ترقی کو پیش نظر رکھنا اشد ضروری ہے ملک کی تعلیمی حالت کا جائزہ لئے بغیر میدانِ ترقی میں اس کی جگہ کا تعین نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اگر ہمیں اس بات کا اندازہ لگانا مقصود ہے کہ مسلمانوں کے عہد میں برِ کوچک ہند ترقی کی کن منازل کو طے کر رہا تھا۔ تو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس زمانہ کی تعلیمی حالت کا پتہ لگانا ناگزیر ہے

برِ کوچک ہند میں مسلمانوں نے تقریباً سات صدیوں تک حکمرانی کی ان کا دائرہ عمل صرف سیاسی برتری حاصل کر کے ملک پر حکومت ہی کرنا نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ چونکہ وہ حقیقی معنوں میں ہند کو اپنا وطن سمجھتے تھے اس لئے یہاں کی رعایا کی ہر قسم کی فلاح و بہبود کے خواہاں تھے اگر ایک طرف وہ اپنی سلطنت کی پائیداری کے متمنی تھے تو دوسری طرف عوام کی فلاح، بہبودی اور ترقی بھی ان کے پیش نظر تھی اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز اشاعتِ علم و ہنر تھی۔ قطب الدین ایبک سے لے کر آخر مغل شہنشاہ تک عموماً اکثر حکمرانوں نے علم و ہنر کی اشاعت میں حصہ لیا۔ نہ صرف سلاطین دہلی اور شہنشاہ مغلیہ نے بلکہ مختلف صوبوں کے آزاد حکمرانوں اور صوبے داروں نے بھی اپنے اس فرض کی ادائیگی میں کبھی کسی قسم کی کوتاہی نہ کی۔ ان کے علاوہ امرا اور علماء بھی اپنی طرف سے اشاعتِ علم و ہنر میں پورے کوشاں تھے ان سب کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج سے صدیوں پہلے جب کہ یورپ میں تعلیم گرجا کے حلقۂ اثر میں ہوتے ہوئے صرف ایک مخصوص جماعت کے قبضہ میں تھی اور اس سے صرف وہی ایک جماعت مستفید ہو سکتی تھی۔ ہند میں دیگر اسلامی ممالک کی طرح تعلیم عام تھی نہ اس کے حاصل کرنے میں کسی قسم کی پابندی تھی اور

Marfat.com

نہ ہی مشکل۔

اشاعت علم و ہنر کے مختلف ذرائع مثلاً مدارس، مکاتب، مساجد، مدد معاش، تعلیمی مجالس وغیرہ کے علاوہ تعلیم کو عوام تک پہنچانے کا ایک زبردست ذریعہ کتب خانوں کا قیام ہے۔ کتب خانوں کی وقعت ضرورت اور اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ مسلمانوں کے عہد میں ہم اکثر کتب خانوں کا حال پڑھتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ان کی تعداد کا موجودہ زمانہ کے کتب خانوں کی تعداد سے مقابلہ کرنا سعی لاحاصل ہے۔ جس کی وجہ اس زمانے میں چھپائی کی غیر موجودگی اور جزئیات کی طرف سے تساہل تھا۔ لیکن چھپائی کی غیر موجودگی کے باوجود فن خطاطی اور وراقی کی موجودگی کی بناء پر کتابوں کے ملنے میں اس قدر دقت کا سامنا نہ کرنا پڑتا تھا۔ جتنا کہ اس فن کی غیر موجودگی میں کیا جاتا۔ بہرحال اس زمانے میں چھپائی کے نہ ہونے یا صحیح الفاظ میں اس کے ترقی نہ کرنے کی وجہ سے (کیونکہ ۱۵۷۷ء میں جنوبی ہند میں سب سے پہلی کتاب چھپ چکی تھی) کتابوں کا ملنا اس قدر آسان نہ تھا۔ جتنا کہ موجودہ زمانہ میں۔ اس لئے کتابوں کی قدروقیمت بھی زیادہ تھی وہ بادشاہ امراء اور علماء جن کے پاس کتابوں کا ذخیرہ ہوتا تھا انہیں اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے اور ان کی انتہا درجہ حفاظت کرتے تھے۔ کتب خانے صرف علم پرور بادشاہوں کی ملکیت نہ ہوتے تھے بلکہ شاہی خاندان کے افراد، امراء اور علماء کے پاس بھی اپنی ذاتی لائبریریاں ہوتی تھیں۔

تاریخ ہند میں ہمیں بہت سے کتب خانوں کا حال ملتا ہے ان میں سب سے مشہور شہنشاہان مغلیہ کا شاہی کتب خانہ ہے۔ جس کے متعلق ہمیں یہاں کچھ عرض کرنا ہے۔ یہ کتب خانہ بلحاظ تعداد کتب اور وسعت نظام باقی تمام کتب خانوں سے بڑھا ہوا تھا۔ اس کتب خانہ کو مغلیہ خاندان کے ہر ہر شہنشاہ نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق ترقی دی۔ سلطنت مغلیہ کے بانی اول ظہیر الدین بابر کی سیاسی مصروفیتوں نے اسے علم و ادب کی طرف زیادہ توجہ مبذول کرنے کی مہلت ہی نہیں دی۔ لیکن اس کی اس کمی کو اس کی خداداد قابلیت اور ذہانت نے پورا کر دیا۔ وہ عربی فارسی اور ترکی زبانوں کا ماہر تھا کئی تصانیف خود اس کے زود قلم کا نتیجہ ہیں جن میں سب سے مشہور اس کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے۔ اس کا ترکی کا دیوان اپنی متانت و بلاغت کی بناء پر مشہور ہے۔ دیوان کی طرح اس کی مثنوی بھی مشہور ہے جو اس نے اپنے لڑکے مرزا کامران کی تعلیم کی غرض سے لکھی تھی۔ بابر ہندوستان میں بہت کم عرصہ رہا اور وہ زمانہ بھی زیادہ تر جنگ و جدل میں بسر ہوا وہ ہندوستان کو پوری طرح نہ دیکھ سکا اس لئے اس نے اپنی تزک

Marfat.com

میں ہندوستان کے متعلق کچھ اچھی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ بہرحال یہاں یہ چیز قابلِ ذکر ہے کہ جہاں وہ ہندوستان میں حمام اور کالج وغیرہ کے وجود سے انکار کرتا ہے (چاہے یہ بات حقیقت سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو) کتب خانوں کے وجود سے انکار نہیں کرتا۔ بلکہ پنجاب کی ایک لائبریری کا ذکر کرتا ہے جو غازی خان افغانی کی ملکیت تھی۔ اس کتب خانہ میں دینیات کی کتابیں کافی تعداد میں موجود تھیں۔ دینیات کے علاوہ یہاں اور بھی باقی مفید علوم و فنون کی کتابیں تھیں۔ اس لائبریری میں سے بابر نے اپنے بیٹے ہمایوں اور کامران کو کتابیں بھیجی تھیں۔

ہمایوں بادشاہ بننے کے بعد جتنے عرصہ بھی ہندوستان میں رہا۔ اس کا زیادہ وقت بغاوتیں فرد کرنے اور شیر شاہ کو مطیع کرنے کی بے کار کوششوں میں صرف ہوا۔ لیکن ان سیاسی مصروفیتوں کے باوجود وہ اپنے علمی اور ادبی فرائض کی طرف سے غافل نہ تھا۔ بچپن میں اس کی تعلیم پر کافی توجہ دی گئی تھی اور وہ اپنے خاندان کے اکثر افراد کی طرح اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ علوم عقلی و نقلی کا ماہر تھا اور شعر و شاعری سے بھی شغف رکھتا تھا۔ لیکن جن علوم میں اسے خاص طور پر دلچسپی تھی وہ ریاضی، ہیئت جغرافیہ اور سائنس تھے اس نے طبائع عناصر پر ایک رسالہ مرقوم کیا تھا کرۂ ارض اور اسطرلاب کو ہندوستان میں رواج دینے کا سہرا بھی ہمایوں ہی کے سر ہے۔ وہ خود اسطرلاب ہمایونی کا موجد ہے وہ ایک عجیب و غریب رصدگاہ بنانے میں منہمک تھا۔ جس میں مختلف رنگ کے شاعی کمرے اختراع کیے گئے تھے۔ ان کے نام ستاروں کے ناموں پر رکھے گئے تھے اور ان کمروں میں ہفتے کے مختلف دنوں میں ان سیاروں کے اعتبار سے دربار منعقد کیا جاتا تھا۔ لیکن علم ہیئت اور سائنس کی طرف اس قدر رغبت کے باوجود وہ صرف ایک خشک سائنسدان بن کر رہ گیا تھا اسے شعر و ادب سے بھی کافی دلچسپی تھی۔ طبع موزوں تھی فرصت کے اوقات میں شعر کہتا اور ہمایوں تخلص کرتا تھا۔ اس کا فارسی کا دیوان اکبر کے شاہی کتب خانے میں موجود تھا۔

ہمایوں کو کتابوں کا بہت شوق تھا۔ نہ صرف امن و امان کے زمانہ میں وہ اس کے زیر مطالعہ رہا کرتی تھیں بلکہ زمانۂ جنگ میں بھی وہ کتابیں ساتھ رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ ہندوستان سے بے سروسامانی کی حالت میں بھاگنے لگا تو ان چند چیزوں میں جو وہ اپنے ساتھ لے کر گیا تھا اس کی منتخب لائبریری بھی تھی اور اس کے چند ہمراہیوں میں اس کا مہتمم کتب خانہ لال بیگ بھی تھا۔ دوبارہ واپسی پر اس نے شیر منڈل میں

Marfat.com

اپنا کتب خانہ قائم کیا اور یہی وہ جگہ تھی جس کی سیڑھیوں سے گر کر ہمایوں نے جان دی جس شخص کی عمر کا ایک حصہ باوجود اور بہت سی مصروفیتوں کے علم حاصل کرنے اور اس کی اشاعت میں صرف ہوا۔ اس کی موت بھی آئی ہے تو شوقِ علم و عبادات ہی میں۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کے مقبرہ سے سینکڑوں سال تک مدرسہ کا کام لیا جاتا رہا۔ آج اس کے مقبرہ کو دیکھکر کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی چھت پر کسی زمانے میں ایک بڑا دار العلوم تھا جس کے اساتذہ بڑے بڑے علماء اور صاحب اقتدار اصحاب ہوتے تھے اور طلباء مقبرہ کے پہلوؤں کے چھوٹے چھوٹے کمروں میں رہا کرتے تھے۔

اکبر کو بارِ سلطنت اگرچہ بچپن ہی کے زمانے سے اٹھانا پڑا لیکن یہ کہنا کہ وہ بالکل ان پڑھ اور امّی محض تھا۔ واقعات کو جھٹلانا ہے یہاں ہمیں اس چیز سے بحث نہیں کہ وہ ان پڑھ تھا یا نہیں بہرحال اس کی علم پروری اور اشاعت علم کی کوششوں میں تو کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں جہاں تک شاہی کتب خانہ کا تعلق ہے اکبر نے اس کی بہت زیادہ ترقی کی۔ شروع میں اس کا مہتمم ملا پیر محمد تھا لیکن زیادہ عرصہ تک یہ ملک الشعراء فیضی کے زیر اہتمام رہا۔ اس کے زیر اہتمام کتب خانہ جس قدر بھی ترقی کرتا وہ اکبر اور فیضی کے ذوقِ علم کو دیکھتے ہوئے زیادہ نہ ہوتی۔ کتب خانہ کی تمام کتابوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا (۱) شاعری طب۔ نجوم اور موسیقی (۲) لسانیت فلسفہ۔ صوفیانہ علم الہیئت اور اقلیدس اور (۳) تفسیر احادیث، دینیات اور قرآن۔ اکبر نے کتب خانہ کو دو مقامات پر تقسیم کر دیا تھا۔ ایک قصر شاہی کے اندر اور دوسرا باہر۔ آئین اکبری میں ہے "جہاں پناہ نے اپنے تبحر علمی سے کتب خانہ چند حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ کتب خانہ کی ایک شاخ قصر شاہی کے اندر ہے اور ایک باہر۔ ان دونوں شاخوں کو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تمام علوم و فنون کی [illegible] قیمت و فنون کی اہمیت کے اعتبار سے مختلف مدارج [illegible] کشمیری و عربی زبانوں کی کتابیں نظم و نثر کے اختلاف کے لحاظ سے ترتیب وار [illegible] جاتی ہیں"۔ اس کتب خانے میں چوبیس ہزار کے قریب قلمی کتابیں تھیں جن کی قیمت کا اندازہ [illegible] نے ساڑھے پینسٹھ لاکھ روپے لگایا ہے۔

دار الترجمہ کی کاوشوں نے اس کتب خانے میں اور بہت سی کتابوں کا اضافہ کیا۔ اکبر کے عہد

Marfat.com

یں مہا بھارت ، رامائن ، اتھروید ، ہربنس ، لیلاوتی اور تاجک کا سنسکرت سے معجم البلدان حیواۃ الحیوان کا عربی سے اور واقعات بابری کا ترکی سے فارسی میں ترجمہ ہوا۔ ان کے علاوہ سنگھاسن بتیسی اور کلیلہ دمنہ کے بھی تراجم ہوئے اور ان کے نام بالترتیب نامہ خرد افزا اور عیار دانش رکھے گئے ۔ نصل و دمن کا فیضی نے مثنوی لیلیٰ مجنوں کی بحر میں فارسی میں ترجمہ کیا ۔ تاریخ کشمیر کا بھی اسی کے عہد میں ترجمہ ہوا تراجم کے علاوہ اس عہد میں بہت سی کتابیں بھی تصنیف ہوئیں جنہیں تاریخ الفی ، اکبرنامہ ، آئین اکبری ، سواطع الالہام موارد الکلم ۔ الاحادیث اور نجات الرشید ۔ خاص طور پر مشہور ہیں ۔ ان تمام کتب نے کتب خانہ میں اور چار چاند لگا دیئے تھے ۔ اس کتب خانہ میں وقتاً فوقتاً ۔ اور کتابیں بھی جمع ہوتی رہتی تھیں بعض مرتبہ تو کسی دوسرے پورے کتب خانہ کی کتابیں شاہی لائبریری میں منتقل کر دی جاتی تھیں ۔ فتح گجرات کے موقع پر اعتماد خاں کی لائبریری کی تمام کتابیں شاہی کتب خانہ میں جمع کر دی گئی تھیں ۔ لیکن مغل شہنشاہوں کو کتابیں صرف جمع ہی کرنے کا شوق نہ تھا بلکہ وہ انہیں علماء میں تقسیم کرتے رہتے تھے ۔ اکبر نے پہلے تو اعتماد خاں کے کتب خانہ کی تمام کتابیں شاہی لائبریری میں منتقل کرادی تھیں ۔ لیکن بعد میں ان میں سے بہت سی کتابیں اس کے حکم سے علماء میں تقسیم کر دی گئی تھیں ۔ اکبر نے فیضی کے مرنے کے بعد اس کی لائبریری بھی شاہی کتب خانہ میں شامل کر لی تھی فیضی کے کتب خانہ میں چار ہزار چھ سو کتابیں تھیں فیضی نو سو سے زیادہ کتابوں کا مصنف تھا اور اس کے باپ شیخ مبارک نے اپنی زندگی میں پانسو کتابیں نقل کی تھیں ۔ باپ اور بیٹوں کی قابلیت اور علمی ذوق و شوق کو دیکھتے ہوئے یہ تعداد کچھ بھی زیادہ نہیں ۔ اسی زمانہ میں عبدالرحیم خانخاناں کی لائبریری بھی بہت مشہور تھی ۔ خان خاناں عربی فارسی ، ترکی اور ہندی کا زبردست عالم اور فارسی اور ہندی کا مشہور شاعر تھا ۔ عالموں کو جتنا اس کی ذات سے فیض پہنچتا تھا ۔ اتنا کسی اور سے کم پہنچا ہوگا ۔ درس و تدریس سے بھی اسے شوق تھا وہ طلباء کو خود درس دیتا تھا ۔ اس کے پاس ایک کتب خانہ تھا ۔ یہ کتب خانہ بجائے خود ایک اکاڈیمی (دارالحکمت) کا کام دیتا تھا جس سے ہر عالم کو مستفید ہونے کی اجازت تھی ۔

جہانگیر کے زمانے میں شاہی کتب خانہ کا مہتمم مکتوب خان تھا جہانگیر کو کتابوں کا اس قدر شوق تھا کہ سفر میں بھی کتابیں اس کے ساتھ ہوتی تھیں عہد اکبری کی طرح اس کے عہد میں بھی تصنیف و تالیف کا کام برابر جاری رہا جس نے شاہی کتب خانہ میں قابل قدر اضافہ کیا ۔ وہ خود بھی

Marfat.com

صاحب تصنیف تھا۔ اس نے محمد ہادی اور معتمد خاں کی مدد سے اپنی تزک آپ لکھی اس کے ختم ہوتے کے بعد اس نے خوش نویسوں کو اس کے نقل کا حکم دیا۔ اور ان کاپیوں کو امراء اور شہزادوں میں تقسیم کیا گیا سب سے پہلی کاپی شاہجہان کو دی گئی تھی اگرچہ اس کی تصانیف اور بھی ہیں مثلاً پند نامہ مگر اس کا علمی شاہکار اس کی مندرجہ بالا تزک ہی ہے اسے فنون لطیفہ اور خاص کر فن مصوری سے خاص شغف تھا اس لئے اس نے مصوری کے بہترین شاہکار اپنے پاس جمع کئے اس نے ان عجیب و غریب جانوروں کی جن کا ذکر اپنی تزک میں کیا ہے۔ تصاویر بھی تیار کرائی تھیں اور انہیں تزک میں شامل کر دیا تھا۔ تاکہ تزک پڑھنے والے ان کے حالات و واقعات کے ساتھ ساتھ ان کی شبیہہ بھی دیکھ سکیں۔ تزک کے علاوہ اس نے شاہی کتب خانہ میں سے بہت سی اور کتابیں بھی عالموں کو دی تھیں۔ تفسیر حسینی تفسیر کاشفی اور روضۃ الاحباب گجرات کے شیوخ کو دی گئی تھیں جن کی پشت پر اس نے خود اپنے ہاتھ سے اپنے گجرات پہنچنے اور کتابوں کو دینے کی تاریخیں درج کی تھیں

شاہجہان کو اگرچہ فن تعمیر کے علاوہ اور فنون لطیفہ مثلاً شاعری اور موسیقی سے بھی کافی دلچسپی تھی لیکن علم و ادب میں اس کے تاریخ کے شوق نے باقی دوسرے علوم کی طرف توجہ کو ماند کر دیا تھا۔ عبدالحمید لاہوری کا بادشاہ نامہ اس کے ذوق تاریخ کی زندہ مثال ہے اس کے زمانہ میں شاہی کتب خانہ برابر ترقی کرتا رہا اور کتب تاریخ کے علاوہ اور بھی مختلف کتابوں کا اضافہ ہوا۔

داراشکوہ اگرچہ تخت دہلی حاصل کرنے میں ناکامیاب رہا۔ لیکن شاہجہان کے آخر زمانہ حکومت میں اسے کافی اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ وہ فارسی اور سنسکرت کا زبردست عالم تھا اور اکثر کتابوں کا مصنف سفینۃ الاولیاء سکینۃ الاولیا۔ نادر النکات۔ حسنات العارفین۔ مکالمہ بابا لال داس۔ رسالہ حق نامہ۔ مجموعۃ البحرین اس کی تصانیف ہیں۔ اس نے اپنشد۔ بھگوت گیتا۔ جوگ واسشٹ اور رامائن وغیرہ کا سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ بھی کرایا تھا اس کا شوق علم و ادب شاہی کتب خانہ کی ترقی کا موجب بنا اور کتب خانہ میں مزید کتب کا اضافہ ہوا۔

جہاں تک علم و ادب کا تعلق ہے اورنگ زیب بلاشک و شبہ تمام مغلیہ شہنشاہوں میں سب سے بڑا عالم اور فاضل تھا۔ تبحر علمی کثرت مطالعہ اور وسیع النظری میں وہ ان تمام پر فوقیت رکھتا تھا اس نے اپنی عقل و فراست اور ذہن رسائی بدولت صاحب تمام بادشاہوں پر وہ مرتبہ پیدا کیا جو کم

Marfat.com

فرمانرواؤں کو نصیب ہُوا ہوگا۔ یہ تو ضرور ہے کہ نہ اسے اپنے دادا کی طرح مصوری و شاعری کا زیادہ شوق تھا۔ اور نہ ہی باپ کی طرح تاریخ کا لیکن وہ علوم دینیہ، تفسیر، حدیث اور فقہ کا ماہر تھا۔ اُسے نثر نگاری اور انشا پردازی میں ید طولےٰ حاصل تھا اس کے رقعات کے تین مجموعے کلمات طیبات۔ رقائم کرائم اور دستور العمل آگاہی اور آداب عالمگیری کے خطوط اس کی انشا پردازی پر صاد ہیں۔

اورنگ زیب کو مذہب سے خاص شغف تھا۔ اسی لئے شاہی کتب خانہ میں عہد اکبری کی طرح بہت اضافہ ہوا۔ بیجاپور کی فتح کے بعد وہاں سے نادر، نایاب اور قیمتی کتابیں گاڑیاں بھر بھر کر شاہی کتب خانہ میں منتقل کرا دی گئی تھیں۔ کوئی تعجب نہیں کہ محمود گاواں کے ذاتی کتبخانہ اور کالج لائبریری کی کتابیں بھی بیجاپور کی شاہی لائبریری میں کبھی نہ کبھی منتقل ہو گئی ہوں۔ محمود گاواں خاندان بہمنی کا مشہور وزیر اپنے علم و فراست اور علم پروری کی وجہ سے اپنے زمانے میں خاص شہرت کا مالک تھا۔ بیدر کا مدرسہ اور اور اس کا ذاتی مدرسہ کا کتب خانہ اس کے شوق علم و ادب کا زبردست ثبوت تھے جس طرح مدرسہ اپنی تعمیر، عمارت اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مشہور تھا اسی طرح اس مدرسہ کا کتبخانہ بھی بہت مشہور تھا۔ فرشتہ اس لائبریری کی کتابوں کی تعداد تین ہزار بتاتا ہے۔ یہ لائبریری مدرسہ کے اساتذہ و طلباء کے لئے وقف تھی اس کے ذاتی کتب خانے کی کتابوں کی تعداد بروایت حدیقۃ الاقالیم مصنفہ مرتضیٰ حسین پینتیس ہزار تھی ان کتب کی موجودگی سے ہم بیجاپور کی شاہی لائبریری کی وقعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس اضافہ کا بھی جو ان کتب کی وجہ سے شاہی کتب خانہ میں ہوا۔

اس شاہی کتب خانہ کے علاوہ خاندان مغلیہ کے شہزادوں کے اپنے ذاتی کتب خانہ بھی تھے جن کی کتابیں بھی آخر کار شاہی کتب خانہ کی زینت کا موجب بنی تھیں۔ ان ذاتی کتب خانوں میں گلبدن بانو بیگم، سلیمہ سلطانہ، جہاں آرا اور زیب النساء کے کتب خانے کافی مشہور تھے شہزادی زیب النساء کا ذوق علم و ادب کسی تعارف کا محتاج نہیں اس کا دربار حقیقت میں ایک اکاڈمی (بیت العلوم) تھا ہر فن کے علماء فضلا موجود تھے جو ہمیشہ تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے۔ شہزادی کے تصنیف و تالیف کے محکمے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی تھا جس سے مصنفین استفادہ کرتے تھے۔ مصنف مآثر عالمگیری کا بیان ہے کہ اس کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون پر بیش بہا کتابیں موجود تھیں اس کتب خانے کا انتظام ملا محمد شفیع کے سپرد تھا۔

افسوس کہ ایسی نایاب لائبریری کو جسے چھ شہنشاہوں نے انتہائی محنت سے جمع کیا۔ شہزادوں اور شہزادیوں

Marfat.com

اور امرا نے اسے ترقی دینے میں پوری کوشش کی جس میں پنجاب کے غازی خان کا کتب خانہ گجرات کے خاندان
کتب خانہ اور بیجاپور کی شاہی لائبریری کی کتابیں جمع کی گئیں۔ نادر شاہ برباد کر گیا اور اس کی کچھ کتابیں اپنے ساتھ لے
اس سے زیادہ افسوس کا مقام یہ ہے کہ نادر شاہ کی لوٹ میں جہاں تخت طاؤس کا ذکر اس وقت آ جاتا ہے
ہے وہاں شاہی کتب خانہ کا ذکر بہت ہی کم ہوتا ہے اور وہ بھی معمولی چیز کی حیثیت سے گویا
کتب خانہ حقیقت میں تخت طاؤس سے کسی طرح کم نہ تھا اور نادر و قیمتی [illegible] تخت طاؤس [illegible]
نہیں ہو سکتا۔ نادر شاہ کی لوٹ کے بعد خاندان مغلیہ کے آخری حکمرانوں نے بھی اس کتب خانے [illegible]
اور اس میں معتدبہ اضافہ کیا۔ بعض اوقات حضرت شاہ عبدالعزیز شاہی کتب خانہ سے استفادہ [illegible]
طرح آخری زمانے کے مشہور عالم میاں نذیر حسین محدث شاہی کتب خانہ سے مستفید ہوتے تھے شہنشاہان مغلیہ کے
کتب خانے کی آخری اور مکمل بربادی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے ہاتھوں ہوئی جیسا کہ [illegible]
کا دوبارہ قبضہ ہوا تو انہوں نے اس کتب خانہ کو بری طرح برباد کیا۔ حکیم سید [illegible] شاہی کتب خانہ کے برباد شدہ
کتابوں کی فراہمی کا اکثر ذکر کرتا تھا۔ آج شاہی کتب خانہ کی بہت سی کتابیں لندن کی لائبریریوں کی زینت ہیں۔

گلگت اور شنا زبان — مصنفہ ڈاکٹر شجاع ناموس

شنا گلگت کے علاقے کی زبان ہے جو ۲۳۱۲۵ مربع میل رقبے میں بولی جاتی ہے اس کی حیثیت مقامی بولیوں میں وہی ہے جو پنجابی، پشتو، سندھی، بلوچی اور ملتانی کو حاصل ہے۔ مصنف نے شنا زبان کو معرض تحریر میں لانے کے لئے پہلی بار کامیاب سعی کی ہے اس کے قواعد و ضوابط مقرر کیے ہیں اور شنا [illegible] ضرب الامثال، حکایات اور کہانیاں بھی درج ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ لسانیات نے اسے سال کی بہترین تحقیقی کتاب قرار دیتے ہوئے مصنف کو انعام بھی دیا ہے۔ بہترین کتابت و طباعت، دیدہ زیب گرد پوش، نفیس جلد، سائز ۸/۳۰×۲۰ ضخامت ۲۹۹ صفحات
قیمت اکیس روپے فی جلد۔

اردو اکیڈمی بہاولپور

Marfat.com

حکیم محمود احمد برکاتی

کتب خانہ ٹیپو سلطان

مسلمانوں نے ابتدا سے اب تک کتابوں کے ساتھ جس غیر معمولی شغف کا عملی مظاہرہ کیا ہے وہ مولینا شبلی سے لے کر آج تک داستان سراؤں کا ایک محبوب موضوع رہا ہے اس داستان کی تکرار سے جو فوائد متصور ہیں افسوس ہے کہ وہ مترتب نہیں ہوتے۔ سلطان شہید کی کل مدت فرمانروائی تقریباً سترہ سال ہوتی ہے اس مدت میں اس نے مخطوطات کا نفیس ذخیرہ فراہم کرلیا تھا اتفاق ہے کہ قیام پاکستان کو بھی ٹھیک اتنی ہی مدت ہوتی ہے لیکن اس سترہ سال کے عرصہ میں ہم سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ اس کتب خانہ کو واپس لے آتے۔ یہ ذخیرۂ کتب ایک سو چونسٹھ سال سے "ولایت" میں ہے۔ اسے ہنوز برصغیر نہیں لایا جاسکا۔

کتابوں سے غیر معمولی شغف کا ہم نے کتنا غیر معمولی مظاہرہ کیا ہے۔ بھلا کوئی حد ہے ہماری علم دوستی کی!

بہرحال سلطان شہید کا کتب خانہ اصولاً ہماری ملک تسلیم کئے جانے کے باوجود ابھی تک انڈیا آفس لائبریری کی زینت ہے اور اس کے متعلق ہمارا واحد ذریعہ علم وہ فہرست ہے جو ۱۸۰۹ء میں لندن سے شائع ہوئی تھی۔ اس فہرست کی بنیاد پر اس کتب خانہ اور اس کے مخطوطات کا ایک رواں تعارف ہم آپ سے کرا رہے ہیں[1]۔

---

[1] اس سلسلے میں بھی ایک لطیفہ سنتے چلئے۔ کتب خانہ پر مضمون لکھنے کے لئے جب ہمیں اس کی فہرست کی ضرورت ہوئی اور تلاش کیا تو ہمیں مسلمانوں کی اس "علم دوستی" اور "ٹیپو پرستی" پہ حیرت ہوئی کہ کراچی کے بیشتر سرکاری، نجی کتب خانے اس فہرست سے بھی خالی اور محروم تھے۔ آخر انڈیا آفس کی لائبریری سے ڈاکٹر سید معین الحق کے توسط سے یہ کتاب عاریتاً حاصل ہوئی۔

Marfat.com

(ک)تب خانہ کی مختصر تاریخ

"سرکار خداداد" کی عمر تقریباً ۱/۳ صدی (۱۷۶۱-۱۷۹۹ء) ہے اور اس کے فرمانرواؤں کی کل تعداد دو ہے حیدر علی (۱۷۸۲ء)

نے اسے قائم کیا اور فتح علی ٹیپو کی شہادت (۱۷۹۹ء) پر یہ ختم ہو گئی۔ اس ثلث قرن کی مختصر مدت میں بھی یہ مدتوں (ح)کمراں متعدد حریفوں سے مسلسل برسر پیکار رہے مگر اس کے باوجود سقوط سرنگاپٹم کے بعد جب کمپنی کے کارکنوں نے (ک)تب خانہ سرکار خداداد پر قبضہ کیا تو وہ "تقریباً دو ہزار" کتابوں پر مشتمل تھا۔ فہرست نگار کا بیان ہے کہ

> ان میں سے بہت کم کتابیں حیدر علی اور ٹیپو نے خریدی تھیں بلکہ یہ
> اس لوٹ میں آئی تھیں جو مانور، کڑپا اور کرناٹک میں انہوں نے کی تھی
> کچھ کتابیں بیجاپور اور گولکنڈہ کے بادشاہوں کی ملک رہ چکی تھیں
> زیادہ تر کتابیں۔ نواب محمد علی خان والی کرناٹک کے بھائی نصیر الدولہ
> عبدالوہاب خان کی ملک تھیں اور ۱۷۸۰ء میں حیدر علی نے حاصل
> کی تھیں۔

یہ کتب خانہ عربی فارسی ترکی اور اردو زبانوں میں مختلف علوم و فنون کی تقریباً دو ہزار کتابوں پر مشتمل تھا جو کتاب بھی کتب خانہ میں داخل ہوتی اس کی نہایت خوبصورت جلد بنوائی جاتی تھی۔ جلد کے وسط میں آب زر سے "اللہ محمد علی فاطمہ حسن حسین" رکھا جاتا اور چاروں گوشوں پر خلفاء راشدہ رضوان اللہ علیہم کے اسماء گرامی کندہ کیے جاتے۔ اوپر "سرکار خداداد" اور نیچے "اللہ کافی" لکھا جاتا تھا۔ سلطان شہید جس کتاب کا مطالعہ کرتے تھے اس پر "مہر سلطانی" بھی ثبت کر دی جاتی تھی۔

فہرست نگار ایک ایسی قوم کا فرد ہے جو مسلسل کئی قرنوں سے حقیقتاً علم دوست چلی آرہی ہے اس نے وہ کتابوں کے ذخیرہ کرنے اور کتب خانہ بنانے کی اہمیت کو سمجھتا ہے اور اس کی نظر میں یہ ایک قابل قدر اور شایان تحسین و ستائش کام ہے اس لئے وہ اس نفیس ذخیرہ کتب کی فراہمی کا فخر سلطان کو حاصل ہونے دینا نہیں چاہتا اور اسے "لوٹ کا مال" بنا کر سلطان کے اس کارنامے کی اہمیت کو کم کرنے کے درپے ہے مگر اول تو لوٹ کے مال میں کتابوں کو بھی شامل کرنا خود علم دوستی کا ایک ثبوت ہے۔ ورنہ ہم تو ایک ایسی قوم سے بھی واقف ہیں جس کو "فتح دکن" میں "دارالترجمہ" کا عظیم الشان ذخیرہ کتب ہاتھ آیا مگر اس نے بجائے اس کے کہ ان کتابوں کو حاصل کر کے خوش ہوتی انہیں محفوظ کرتی ان کی تعداد بڑھاتی۔ برقی آلات سے ان تمام کتب کو خاکستر میں

Marfat.com

تبدیل کردیا، اور اس طرح ان جہلا آوردوں کی یاد تازہ کردی جنہوں نے بغداد پر قبضہ کرکے وہاں کی کتابوں سے حمام گرم کئے تھے۔

پھر لوٹ ہی میں کتابیں حاصل کرکے ان کو مرکز سلطنت میں منتقل کرنا۔ ان کی نگرانی کے لئے مہتمم کا تقرر، ان کی حفاظت کا معقول اہتمام اور سب سے بڑھ کر ان کا مطالعہ اور صحیح استعمال! کیا یہ سب باتیں بھی آپ ہی مدعا کو ثابت کرتی ہیں۔

ان سب پر مستزاد یہ کہ ان کتابوں میں سے دس کتابیں ایسی بھی ہیں جو سلطان شہید کے حکم سے یا اس کی نگرانی و سرپرستی میں تالیف یا ترجمہ کی گئیں اور اس کے نام معنون کی گئیں۔

سقوط سرنگا پٹم کے بعد کمپنی نے اس کتب خانے پر قبضہ کرکے اس کی حفاظت کا اہتمام کیا اور حادثۂ شہادت کے ٹھیک ایک سال بعد اس فتح کی یادگار کے طور پر جب ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کی اساس قائم کی گئی تو یہ کتب خانہ کالج میں منتقل کردیا گیا۔ اس کتب خانہ کی تقریباً نصف کتابیں آکسفورڈ اور کیمرج کی یونیورسٹیوں اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کو بخش دی گئیں۔ باقی نصف کتابیں چند دن کالج میں رہیں یہیں اسٹوارٹ نے ان کی فہرست مرتب کی اس کے بعد یہ انگلستان منتقل کردی گئیں اور آج تک وہیں ہیں۔

فہرست پر ایک نظر

۱۸۰۳ء میں فورٹ ولیم کالج میں پرشین لینگویج کے جونیئر پروفیسر کی حیثیت سے بنگال اسٹیبلشمنٹ کے سابق میجر چارلس اسٹوارٹ کا تقرر ہوا۔ اس نے کالج میں اس ذخیرۂ کتب کو دیکھ کر پہلے تو ذاتی طور پر دلچسپی لی اور طے کیا کہ ملازمت سے سبکدوش ہونے پر ان کتابوں پر کام کروں گا مگر چند روز بعد اس کی درخواست پر کمپنی نے یہ خدمت اس کو باقاعدہ تفویض کردی۔ ساتھ ہی کالج سے متعلق چار "منشیوں" کو اس کی اعانت پر بھی مامور کردیا۔ مگر چونکہ منشیوں کو کالج میں بھی اپنے فرائض ادا کرنے ہوتے تھے اس لیے وہ اسٹوارٹ کے زیادہ کام نہ آسکے ان میں صرف ایک صاحب مولوی حسین علی (جنہیں وہ انوار سہیلی کے ایڈیٹر کی حیثیت سے متعارف کراتا ہے) نے آخر تک معاونت کی۔ اسٹوارٹ نے ایم ڈی ہربیلوٹ کی ببلیوتھک اورینٹل اور اس کو رائل و فرانس کے کتب خانوں کی مطبوعہ فہرست کو نمونہ بنا کر ایک متوسط ضخامت کی فہرست مرتب کی۔

یہ فہرست اسٹوارٹ نے انگلستان پہنچکر ۱۸۰۹ء میں اپنے صرف سے بغیر کسی کی اعانت کے محدود تعداد میں طبع کرائی تھی۔

Marfat.com

فہرست کا پورا نام

DESCRIPTIVE CATALOGUE OF THE ORIENTAL LIBRARY OF THE LATE TIPPOO SULTAN OF MYSORE.

فہرست کی ضخامت بڑے سائز کے ۴۶۳ صفحات ہے۔ ترتیب یوں ہے۔

(۱) انتساب
(۲) پیش لفظ ص الف تا
(۳) فہرست مضامین ص تا
(۴) غلط نامہ سوانح ص ط
(۵) حیات[1] حیدر علی خان، از صفحہ اول تا ۴۲
(۶) حیات ٹیپو سلطان از ص ۴۳ تا ص ۹۳
(۷) ماخذ ص ۹۴
(۸) غلط نامہ فہرست
(۹) فہرست کتب فارسی جو میجر مالکم ایران سے لائے ص ۱۸۵ تا ۱۸۶
(۱۰) فہرست کتب عربی جو مسٹر الیٹ عرب سے لائے تھے ص ۱۸۷ تا ۱۸۹
(۱۲) حرف آخر
(۱۳) ضمیمہ کتب تاریخ کے اقتباسات از ص ۱۹۲ تا ۳۴۵
(۱۴) اسکوریال کی فہرست کا نمونہ
(۱۵) کتب خانہ شاہ فرانس کی فہرست کا نمونہ ص ۳۴۷
(۱۶) بوڈلین لائبریری کے مشرقی مخطوطات کی فہرست کا نمونہ ص ۳۴۸

ملہ حیات (بایوگرافی) کو اسٹوارٹ نے MEMOIRS سے تعبیر کیا ہے اس دور میں اس معنی میں میموئرس کا رواج ہوگا۔ اس طرح متعدد الفاظ کے املا کو ہم اس دور کے املا سے مختلف پاتے ہیں مثلاً ... کو OUSELEY اور دکن کو DEKKEN

ملہ پیش لفظ میں مفہرس نے لکھا ہے کہ یہ حصہ جلد اول کے طور پر ہے اگر میری ہمت افزائی کی گئی تو دوسری جلد پیش کروں گا جس میں دیگر فنون کی کتابوں کے اقتباسات بھی درج ہوں گے مگر کتاب اپنے نقائص کے باعث مقبول نہیں ہو سکی اس لئے نہ جلد اول کی دوبارہ اشاعت کی نوبت آئی نہ جلد دوم کی اشاعت کی۔

Marfat.com

(۱۷) اشاریہ از ص ۳۴۹ تا ۳۶۴

ساڑھے چار سو صفحات سے زیادہ ضخامت کی اس کتاب میں ہمارے مفید مطلب صرف ۸۴ صفحات ہیں جن میں لائبریری خداداد کے کتب خانہ کی فہرست پیش کی گئی ہے اس فہرست کے مطالعہ کے بعد کے علمی مقام فن کتابیات میں اس کی نادر فضیلت اور فہرست کے جو اہم نقائص ہم نے محسوس کئے ہیں وہ عرض کرتے ہیں۔

فہرست نگار جیسا کہ خود انہوں نے پیش لفظ میں اعتراف کیا ہے نوعمری ہی میں فوج میں ملازم ہو گئے تھے اور ۲۵ سال تک فوج ہی میں خدمات انجام دیتے رہے اس لیے انہیں علمی مشاغل کا موقعہ بہت کم نصیب ہوا یہی وجہ ہے کہ ہم اس فہرست کو ایک فہرست کی حیثیت سے بہت ناقص پاتے ہیں۔

سب سے نمایاں نقص اس فہرست میں املا کی اغلاط ہیں مرتب نے یہ اہتمام کیا ہے کہ ہر کتاب کا نام فارسی رسم الخط میں بھی دیا ہے یہ نام بالعموم املا کی غلطیوں سے خالی نہیں ہیں علم نحو کو ہر بار حائے حطی کے بجائے ہائے ہوز سے لکھا ہے، ہند کو ہیند معارج کو موارج، نکات کو نقات، اعمیٰ کو عمیٰ، اعجاز کو عجاد، فواکہ کو فواقہ، محجوب کو مہجوب، صادق کو ساذق، سوزنی کو صوزنی، حمام کو ہمام، رامائن کو رامایان، الغ خانی کو الغاقانی، قرابادین کو قرابدین، سویدی کو تسویدی وغیرہ بکثرت الفاظ کے غلط املا بار بار غلط لکھے گئے ہیں۔

املا کی غلطیاں صرف فارسی رسم الخط تک محدود نہیں ہیں۔ رومن رسم الخط میں بھی یہی رنگ ہے ایک کتاب کا نام ہے ابناء الجان (ان بنا) اس کو فارسی رسم الخط میں بھی ابناء لکھا ہے اور رومن میں بھی ABNA اسی طرح خلاق محسنی کو MOHUSSENY "مقالہ خامس النجوم" میں خامس کو حامس HAMIS لکھا ہے۔

مشہور کتابوں اور مشہور مصنفین کے ناموں میں جو غلطیاں کی ہیں وہ مضحکہ خیز ہیں بالخصوص تاریخ ہند کی کتابوں میں مثلاً مشہور کتاب گلشن ابراہیمی رتاریخ فرشتہ کو کتاب فرشتہ تمام، اور اس کے مصنف کا نام محمد کاظم KAZIM لکھا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مشہور کتاب "جذب القلوب" کو "جذب القلوب مدینہ" لکھا ہے، گلزار ابرار کو غوثی ماندوی کے بجائے محمد غوث گوالیاری کی تالیف بتایا ہے راحۃ القلوب کے مصنف کو نظام احمد لکھا ہے۔

محمد غوث گوالیاری کے جواہر خمسہ کو حمیدہ لکھا ہے اور مصنف کا نام غوث العالم تحریر کیا ہے اور تاریخ وفات ۱۵۶۲ء کے بجائے ۱۵۶۰ء لکھی ہے۔ ابوالحسن فرخانی کو ابوالحسین محمود گاواں کو محمد جیلانی۔ الفرج بعد الشدت (از ابو علی تنوخی) کو Ferreh ایساغوجی کو عیساغوجی لکھا ہے۔

Marfat.com

علوم وفنون کی تقسیم بھی صحیح نہیں ہے۔ ایک باب کا عنوان ہے نجوم ASTRONOMY. لیکن نجوم، فلکیات، ہیئت، جفر، رمل، زیچ و تقویم غرض متعدد علوم کی کتابیں درج کر دی ہیں۔ طب کے لئے انگریزی اصطلاح فزک FHYSIC استعمال کی ہے غالباً ١٩ ویں صدی کے آغاز میں طب کو فزک ہی کہا جاتا ہوگا۔ تصوف کو "صوفی ازم" اور کلام و عقائد کو تھیالوجی لکھا ہے۔ طب کی بعض کتابیں لغات میں بعض صناعات میں بعض دکھنی کتب میں درج ہیں۔ "فلسفہ" کے عنوان کے تحت منطق، کلام کی کتب حدیہ ہے کہ فن معانی و بیان و بدیع کی کتب مختصر المعانی و مطول اور ان کے حواشی بھی درج کر دیئے ہیں۔

سب سے اہم عیب جس نے اس کتاب کی افادیت کو یکسر ختم کر دیا ہے یہ ہے کہ مصنف نے اس میں کتابوں کے سنین کتابت کا قطعاً اہتمام نہیں کیا۔ سنین کتابت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کتاب کی قدر و قیمت کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ مخطوطات میں اصل اہمیت سنین کی ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ کتاب ایک "فہرست" CATALOGUE. نہایت ناقص و ناکافی اور ایک طالب علمانہ کوشش معلوم ہوتی ہے

کاش! پاکستانی جامعات کے اساتذہ کو خدا توفیق دے کہ وہ اپنے کسی طالب علم کو ڈاکٹریٹ کے لئے کتب خانہ سرکار خداداد کو تحقیق کے لئے منتخب کرنے کی ہدایت کریں اور اس طرح یہ نئی فہرست اردو میں مرتب ہو اور اس سے استفادہ کا دائرہ وسیع تر ہو سکے پھر ایک قیمتی ذخیرۂ کتب کی ایک مفصل و مکمل اور صحیح و جامع فہرست ہمارے ہاتھوں میں آئے جس میں یہ بھی بتایا جائے کہ ان کتابوں میں کون کون سی کتابیں ایسی ہیں جو تدریت اس کتب خانے کی زینت ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اردو زبان میں اس کتب خانہ کی ایک ایسی فہرست کی اشاعت اس کتب خانے کی واپسی کی بھی راہ ہموار کرے گی۔

بہر حال اگر........ ہمارے طلبہ اور اصحاب تحقیق میں سے کسی صاحب کو اس بات کی توفیق ارزانی ہو کہ وہ انگلستان جا کر اور انڈیا آفس میں چند روز صرف کر کے نادر ذخیرہ کتب کی ایک نئی اور جامع فہرست اردو میں مرتب کریں تو ان سے یہ گذارش کرنے کو بھی جی چاہتا ہے کہ وہ کیمبرج و آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں بھی اس کتب خانہ کی کتابوں کی تلاش کر کے ان کو شامل فہرست کریں کیونکہ فہرست نگار نے جہاں اور غلط بیانیاں کی ہیں وہاں اس کتب خانہ کی تعداد کتب کے سلسلے میں بھی مغالطہ دینے کی سعی ناکام کی ہے پہلے خود ہی فرمایا کہ تقریباً دو ہزار کتابوں پر یہ کتب خانہ مشتمل تھا پھر فرمایا کہ ان میں صرف چند کتابیں (ONLY A FEW MENUSERIPTS) کیمبرج، آکسفورڈ

Marfat.com

اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کو ہدیہ کر دی گئیں لیکن وہ چند کتابیں تقریباً نصف کتب خانہ کے برابر تھیں اس لئے کہ فہرست نگار نے اپنی فہرست میں جن کتابوں کی تفاصیل درج کی ہیں ان کی مجموعی تعداد ایک ہزار نوے ہوتی ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ شہادت سلطان کے فوراً بعد کتب خانہ کو بھی لوٹا گیا تھا بعد میں کسی کو توجہ ہوئی ہوگی اور اس نے بقیہ کتابوں کو محفوظ کیا ہوگا۔ کرنل خواجہ عبدالرشید صاحب اپنے ایک مضمون (صدق جدید لکھنؤ ۲۱-۲-۵۸ء) میں ایک کتاب اورینٹل فریگ منٹس (ORINTAL FRAGMENTS.) سے اس کے مصنف ایڈورڈ مور (EDWARD MOORE.) کا (جو حادثہ شہادت کے وقت سرنگا پٹم میں موجود تھا) بیان نقل کرتے ہیں۔

"ایک انگریز نے ایک جوڑی جڑاؤ کنگنوں کی سلطان کے زیورات میں سے ایک سو روپیہ میں خریدی یہ جوڑی انگلستان میں چالیس ہزار پونڈ میں فروخت ہوئی مصنف نے خود ایک مخطوطہ سلطان کی لائبریری سے پانچ روپیہ میں خریدا اسی وقت اس کے ایک دوست نے اس کی قیمت دو ہزار دے ڈالی بعدہٗ یہی مخطوطہ ڈھائی سو پونڈ میں این ایچ اسکوائر (بمبئی سول سروس) کے ہاتھ لگا۔"

قرآن مجید کا مخطوطہ جو شاہ دین پناہ محی الدین عالم گیرؒ کے کتب خانہ میں رہا تھا اور جس کے ہدیہ کا اندازہ نو ہزار روپیہ لگایا گیا تھا۔ وہ نادر و مقدس مخطوطہ خود اسٹوارٹ کا بیان ہے کہ اب

"اچھے اور عظیم تر شہنشاہ) کی قیمتی لائبریری میں ہے" ۱۶۶۴

ان واقعات کی روشنی میں میرا قیاس یہ ہے کہ یہ کتب خانہ دو ہزار سے زیادہ کتب پر مشتمل ہوگا۔ پہلے لوٹ مار پھر تقسیم پھر ہدیہ بازی میں اس کی ۱/۲ اور کم سے کم ۱/۲ کتابیں منتشر ہوگئیں اور صرف ایک ہزار نوے کتابیں بچ گئیں

کتب خانہ ایک نظر میں

اسٹوارٹ نے اپنی کتاب میں جن ایک ہزار نوے کتابوں کی تفصیلات درج کی ہیں علوم و فنون کے لحاظ سے ان کی تقسیم حسب ذیل ہے۔

Marfat.com

تاریخ و تذکرہ

فارسی :	عام	۲۷	
	ہند	۲۵	
	مذہبی	۵۶	
	عربی	۱۰	کل ۱۱۸
تصوف	فارسی	۹۷	
	عربی	۱۸	کل ۱۱۵
اخلاقیات			
	فارسی	۲۳	
	عربی	۱	کل ۲۴
نظم			
	فارسی	۱۷۲	
	عربی	۱۸	کل ۱۹۰
قصص و حکایات			
	فارسی	۱۸	کل ۱۸
مکاتیب	فارسی	۵۱	
	عربی	۲	کل ۵۳
علوم و صناعات			
	فارسی	۱۸	
	عربی	۱	کل ۱۹
حساب و ریاضی	فارسی	۳	
	عربی	۴	کل ۷

Marfat.com

نجوم	فارسی	۱۲	
	عربی	۸	کل ۲۰
طب			
	فارسی	۴۸	
	عربی	۱۴	کل ۶۲
فلسفہ			
	عربی	۵۴	کل ۵۴
صرف و نحو			
	فارسی	۱۲	
	عربی	۳۳	کل ۴۵
لغت و فرہنگ			
	فارسی	۱۴	
	عربی	۱۵	کل ۲۹
کلام و عقائد	فارسی	۱۱	
	عربی	۳۵	کل ۴۶
فقہ			
	عربی	۶۵	
	فارسی	۳۰	کل ۹۵
حدیث			
	فارسی	۷	
	عربی	۳۹	کل ۴۶
	قرآن مجید	۴۴	کل ۴۴
	تفاسیر و تجوید	۴۱	کل ۴۱

Marfat.com

اوراد و وظائف	۳۵	کل	۳۵
اردو و دکھنی			
نظم	۲۳		
نثر	۴	کل	۲۷
ترکی و تاتاری	۲	کل	۲
		کل	۱۰۹۰

زبانوں پر ان کتب کی تقسیم یوں کی جائے گی کہ

ترکی زبان کی کتابیں	۲
اردو اور دکھنی کی کتابیں	۲۷
عربی کی کتابیں تقریباً	۸۰۰
فارسی کی کتابیں تقریباً	۲۶۱
کل	۱۰۹۰

یہ کتب خانہ جیسا کہ اس سے پہلے صراحت کی جا چکی ہے سراسر مخطوطات پر مشتمل ہے اور مخطوطات[۱] کی ندرت اور قدر و قیمت اس وقت متعین کی جا سکتی ہے جب یہ معلوم ہو کہ یہ مخطوطہ کب کتابت کیا گیا ہے؟ اسے کس نے کتابت کیا ہے؟ کس مخطوطہ کی اہمیت، ندرت اور قیمت اس وقت بہت بڑھ جاتی ہے جب یہ کہا جائے

---

[۱] معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ کی جو کتب ادھر ادھر تقسیم ہو گئیں ان میں مطبوعات کا تمام ذخیرہ بھی چلا گیا ورنہ کتب خانہ میں مطبوعہ کتب کا نہ ہونا قابل فہم نہیں ہے۔ کیونکہ عہد سلطان سے تقریباً ۲/۱ ۲ صدی قبل طباعت کا رواج ہو چکا تھا۔ [illegible] فنون کی بہت سی کتابیں طبع ہو چکی تھیں خود اس فہرست میں بعض مخطوطات کے ضمن میں فہرست نگار نے [illegible] میں فلاں فلاں مقامات پر طبع بھی ہو چکی ہیں یہی نہیں بلکہ بعض مشہور مخطوطات کے سلطان کی حیات ہی میں [illegible] کی بھی اس فہرست کی ایک میں صراحت ہے ان سب سے بڑھ کر یہ کہ خود سلطان کے حکم سے اور نگرانی میں کئی انگریزی اور فرنچ کتابوں کے تراجم ہوئے تھے ان کتابوں کے اصل مطبوعہ متون آخر کہاں گئے؟ کہنے کا مقصد اپنی اس بات کو دہرانا اور منوانا ہے کہ کتب خانہ سلطانی میں وسیع پیمانے پر خورد برد ہوئی ہے اور پیش نظر فہرست کی مندرجہ کتب کو ہم زیادہ سے زیادہ اصل کتب خانہ کا ۲/۱ حصہ کہہ سکتے ہیں۔

Marfat.com

کہ یہ اصل مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے یا پھر وہ مصنف کے اصل مسودہ سے منقول ہو۔ یا پھر وہ مصنف سے قریب العہد ہو یا وہ کسی مشہور عالم کے ہاتھ لکھا ہوا ہو یا کسی خاص شخصیت کی ملک رہا ہو یا کسی نامور کاتب کا تحریر کردہ ہو۔ فہرست نگار نے ان تمام امور سے صرف نظر کا خصوصی التزام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان شہید کی شخصیت سے روحانی و جذباتی لگاؤ کے باوصف ہم ان کے کتب خانے کی اس فہرست کا مطالعہ کرتے ہیں مگر اس میں کوئی کشش نہیں پاتے ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ اس فہرست میں آپ پڑھتے ہیں کہ "اس کتب خانہ میں صحیح بخاری کا بھی ایک نسخہ تھا۔ صحیح بخاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ایک معتبر مجموعہ ہے جسے محمد بن اسماعیل بخاری نے جمع کیا تھا" تو آپ فرحت و انبساط کی کیفیت اپنے قلب میں محسوس نہیں کرتے برخلاف اس کے میں آپ کو بتاؤں کہ فلاں کتب خانے میں صحیح بخاری کا ایک نسخہ ہے جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مطالعہ میں رہا ہے یا اسے مشہور خطاط یاقوت نے لکھا ہے یا اس پر شاہ عالمگیر کی مہر ہے تو آپ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھے گا اور آپ اس نسخہ کی زیارت کے متقاضی و آرزومند ہوں گے۔ یہ کیوں؟ بات یہ ہے کہ صحیح بخاری اب ایک عام کتاب ہے بارہا طبع ہو چکی ہے اس لئے اس کے کسی نسخے میں جب تک آپ کسی خصوصیت اور ندرت کی نشان دہی نہیں کریں گے مخاطب کو اس کی زیارت کے لئے مضطرب کر دینے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے یہاں صورت یہ ہے کہ اصل کتابیں سات سمندر پار دفتر ہند میں آراستہ ہیں اور آپ کا واحد ذریعۂ علم جو فہرست میں ہے وہ ان خصوصیات کے اظہار سے عاجز ہے۔ مصنفین کے ناموں اور کتابوں کے ابواب وفصول کی تفصیلات سے اب ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا کیوں کہ ان میں سے تقریباً ۵۰ فی صد کتب اب عام طور پر مطبوع و شائع ہیں۔

اس کتب خانے کا وہ حصہ تاریخی اہمیت کا حامل اور ہماری خصوصی توجہ کا مستحق ہے جو صرف اس کتب خانے کے ساتھ مخصوص ہے۔ ہماری مراد ان ۴۴[1] کتابوں سے ہے جو سلطان کے حکم سے اس کی نگرانی و سرپرستی میں لکھی گئی یا اس کے نام معنون کی گئیں ذیل میں ان کی تفصیل[2] درج کی جاتی ہے۔

(۱) کیفیت راجہائے میسور بخط شکستہ' میسور کے راجاؤں کے حالات پر مشتمل ایک کنڑی زبان کی کتاب کا فارسی ترجمہ جو بحکم سلطان کیا گیا مگر اس کتاب میں سنین کا اندراج نہیں ہے (فہرست ص۱۹) تاریخ عام ۵۴

---

[1] فہرست نگار نے کئی مقامات پر ان کتابوں کی تعداد ۴۵ بتائی ہے لیکن ہمیں ۴۴ کتابوں کے متعلق ٹیپو سے انتساب یا اس کی نگرانی کی صراحت ملی ہے۔

[2] یہاں سے ہم فہرست کی عبارت کا اسی کے لہجہ میں ترجمہ کریں گے۔

Marfat.com

(۲) عروس عرفان (عام خط) کسی متعصب مسلمان کے قلم سے مذہب اسلام کے محاسن ' ہندوؤں کو تبلیغ کے لیے معنون سلطان ٹیپو بمقام سرنگاپٹم " (فہرست ۴۰۳ ھ) تصوف ۹۵

(۳) زاد المجاہدین (شکستہ) جو مذہبی جنون کی ترغیب اور ہنود پر تشدد کی دعوت اکثریت کو مسلمان ہونے پر مجبور کیا گیا۔ معنون بسلطان ٹیپو ' (فہرست ۴۰۳ ھ) تصوف ۹۶

(۴) وعظ المجاہدین ' ہندوؤں کی ایذا رسانی اور عیسائیوں کی بیخ کنی کی ترغیب اور اس موضوع پر متعدد آیات قرآنی کے حوالے ' سلطان کے حکم سے ترتیب دی گئی جس کا ذہن شب و روز اس موضوع پر منہمک رہتا تھا زمان شاہ وغیرہ سے اس کی مراسلت انہی باتوں سے پر ہے اور اس کے خواب جو " جنگ نامہ مسبور " (مرتبہ بیٹسن) کے ضمیمہ کے طور پر طبع ہوئے یہ واضح کرتے ہیں کہ سوتے وقت بھی اس کا ذہن انہی تصورات میں گم رہتا تھا۔

(نوٹ) یہاں صوفیوں سے ان تین کتابوں کے شائع کرنے پر معذرت خواہ ہوں لیکن میرے مولوی نے جو سید تھے (مولوی حسین علی) ان کتابوں کو ندامت پندانہ تصانیف میں شامل کرنے پر شدید اعتراض کیا تھا اس لیے مجبوراً یہاں درج کیا تھا) تصوف ۴۵

(۵) قصۂ دلربخت منظوم حکایات جنہیں سلطان ٹیپو کے استاد حسین علی (ملک الشعراء سلطنت خداداد) نے نظم کیا (فارسی شاعری ۱۰۱ ص ۷۴)

(۶) لعل و گوھر یہ بھی ایک منظوم حکایت ہے اور اس کا ناظم بھی ملک الشعراء حسین علی ہے یہ افسانہ بھی حیدر علی کے عہد میں منظوم ہو کر شاہ زادہ ٹیپو کے نام سے ۱۷۸۰ء میں معنون ہوا تھا (فارسی شاعری ۲۱۰ ۷۴)

(۷) مؤید المجاھدین . . یہ فارسی زبان میں ۲۰ منظوم خطبات ہیں جو سلطان کے حکم سے زین العابدین نے نظم کیے تا کہ سلطنت خداداد کے تمام مساجد میں نماز جمعہ میں سنائے جایا کریں ان میں ہندوؤں اور عیسائیوں کی مخالفت کی گئی ہے۔ خط نستعلیق ' سلطان کے دستخط اور مہر سے مزین (فارسی شاعری ۲۱۲ ص ۷۴)

(۸) حکم نامہ وکلاء علی خان وغیرہ (خط شکستہ آمیز) ۱۷۸۶ء میں سلطان نے قسطنطنیہ [illegible] جو وکلاء (سفراء) بھیجے تھے ان کے نام ہدایات پر مشتمل مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ آٹھ مکاتیب ہیں پہلے خط میں [illegible] کے طرز عمل کے متعلق عام ہدایات ہیں دوسرے خط میں فرانسیسی قوم سے روابط پیدا کرنے [illegible] تیسرے خط میں عثمانی بادشاہ سے ملاقات کے انتظام کی ہدایت جو تھے خط میں سلطان کے تابع [illegible] اشیاء کی فہرست پانچویں خط میں گرینڈ سیگنیر کے سلسلے میں مزید انتظامات کی ہدایت چھٹے خط میں فرانس کے [illegible]

کے سلسلہ میں مزید انتظامات کی ہدایت۔ ساتویں خط میں انگلستان کے "راجہ" کے سلسلہ میں شکایات و ہدایات آٹھویں خط میں مذکورہ "راجاؤں کے تحائف کی فہرست اور سفرا کو مزید ہدایات (خطوط و منشآت ۲۹ ص ۹۲)

(۹) "روزنامچہ غلام علی خان وکیل وغیرہ" (خط شکستہ)

اس مجموعہ میں جو غلام علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے بعض اہم معلومات ہیں۔ یہ روزنامچہ قسطنطنیہ کی سفارت کے متعلق ہے اور ۱۷۸۴ء سے ۱۷۸۶ء تک کی روداد ہے (خطوط ۳۰ ص ۹۲)

(۱۰) حکمنامہ وکلا بنام قطب الملک وغیرہ ۹۰-۱۷۸۹ء میں سلطان کی طرف سے دربار حیدرآباد میں قطب الملک اور علی رضا سفیر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ یہ حکمنامہ ان سفیروں کے نام ہدایات کا حامل ہے اس میں ان تحائف کی فہرست بھی ہے جو نظام کے لئے بھیجے گئے تھے (خطوط ۳۱ ص ۹۳)

(۱۱) روزنامچہ وکلا حیدرآباد' قطب الملک اور علی سفرا سلطان برائے حیدرآباد روزنامچہ انہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا (خطوط ۳۲ ص ۹۳)

(۱۲) فرمان بنام علی راجا' یہ سلطان کا فرمان ہے۔ اس راجا کے نام جو غالباً کنور کا حاکم تھا اس کے ساتھ کناری زبان میں چند خطوط بھی ہیں (خطوط و منشآت ۳۳ ص ۹۳)

(۱۳) فتح المجاہدین عسکری قوانین کا کوڈ جسے خود سلطان نے جمع کیا۔ اس کے ایک حصہ کا ترجمہ مسٹر بی کرسپ (بنگال) نے شائع کیا ہے[1] (خطوط ۳۴ ص ۹۳)

۱۴/۱۵ حکم نامہ جاسوساں و حکم نامہ اتالیق پہلی کتاب جاسوسوں کے لئے سلطان کی ہدایات کا کوڈ ہے یا محکمۂ خفیہ کا ہدایت نامہ ہے دوسری کتاب سلطان کے صاحبزادوں کے اساتذہ کے لئے ایک مفصل ہدایت نامہ ہے (خطوط ۳۵-۳۶ ص ۹۴)

(۱۶) حکم نامہا' حکومت کے مختلف شعبوں کے لئے قواعد و ضوابط مثلاً لگان تا خزانہ رجسٹری، منادی، شعبہ کاروان، مطبخ شفاخانہ

(۲۹) توشک خانہ، اسلحہ خانہ، توپ خانہ قلعہ بندی یہ تمام احکام خود سلطان کی نگرانی میں مرتب کئے گئے۔ (خطوط ۲۷ تا ۴۵ ص ۹۴-۹۵)

---

[1] یہ کتاب ڈاکٹر محمود حسین نے ۱۹۵۰ء میں کراچی سے شائع کرا دی ہے۔

Marfat.com

گورنر جنرل کے پرشین سیکرٹری کا مندرجہ ذیل نوٹ، مندرجہ بالا تمام حکمناموں پر منطبق ہوتا ہے۔

"ٹیپو سلطان نے یا تو بہت واضح انداز میں اپنی مطلق العنانی اور اپنی مبینہ آزادی کے اظہار کے لئے اور نفرت اور غرور کی بناء پر تمام اسلامی حکومتوں پر مستعمل تبدیل کر دیا اور حکومت کے تمام شعبوں کے نام اور عہدے اور اس کی تعبیم کا نظام، لگان کی اصطلاحات، آلات جنگ۔ سکے اوزان اور پیمانے بدل کر ہندوستان کے دیگر حصوں میں مستقل ناموں کے بجائے اپنے ایجاد کردہ اصطلاحات رائج کیں۔

(خطوط ۳ تا ۴ ص ۹۴)

(۳۰) کتاب اخبار" اخبارات کے اقتباسات اور ان خاص واقعات کی یادداشتیں جن سے سلطان خود کو متعلق سمجھتا تھا۔ یہ تحریریں اس کے خوابوں کے رنگ سے مشابہ ہیں جو بیٹسن کے جنگ نامہ میسور کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہوئے ہیں۔ نیز ایشیاٹک اینول رجسٹر برائے ۱۸۰۰ء میں طبع ہوئے (خطوط ۱۴ ص ۹۴)

(۳۱) رسالہ رنگ و بو کپڑوں کو رنگنے اور عطرسازی کے فن پر ایک رسالہ جو سلطان کے حکم کے مطابق ان فنون کے متعلق موصولہ مواد پر مشتمل ہے۔

(علوم وضاعات ۸ ص ۹۷)

(۳۲) "مفردات در علم طب" نباتیات اور تاریخ طبعی پر ایک مقالہ جو فرانسیسی اور انگریزی کتابوں سے ترجمہ کیا گیا۔ پودوں کی تصاویر سے مزین، سلطان کے حکم سے ترجمہ کیا گیا (علوم وضاعات ۹ ص ۹۷)

نوٹ:- "یہ ظاہر ہے کہ ٹیپو فنون کی قدردانی اور سرپرستی کرتا تھا اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مختلف علوم پر ۴۵ کتابیں یا تو مرتب کی گئی تھیں یا مختلف زبانوں سے سلطان کے ذاتی اہتمام یا نگرانی میں ترجمہ کی گئی تھیں۔ یہ افسوس ہے کہ ہمارے کچھ بدقسمت اہل وطن (انگریز) جو عرصہ تک اس کی قید میں رہے اور اس طرح انہوں نے دکھنی زبانوں میں دسترس حاصل کر لی انہی اسیروں سے ان تراجم میں اس کی معاونت کی" ص ۹۷

(۳۳) بحر المنافع، فن ولادت اور حفظ صحت اطفال اور دفع جن پر ایک مفصل مقالہ مصنف مولود و محمد معنون بنام

سلطان

در ۱۷۹۴ء (طب ۴۲ ص ۱۱۳)

(۴۴) تحفۂ محمدی، ادویہ کا بترتیب حروف ہجا ایک مقالہ' محمد نصیر افشار ترک کے قلم سے معنون بنام سلطان ٹیپو' (طب ۴۳ ص ۱۱۳)

(۴۵) قانون در علم طب۔ شفاخانہ لندن کی قرابادین کامل کا ترجمہ۔ مترجم کا دیباچہ میں بیان ہے کہ یہ کتاب یورپ کے فاضل اطباء کی مشترکہ مساعی کا نتیجہ ہے۔ بحکم سلطان ٹیپو' طب ۴۴ ص ۱۱۳

(۴۶) ترجمہ کتاب انگریز' برقی اور طبی تجربات پر ایک انگریزی مقالہ کا فارسی ترجمہ ہے۔

(طب ۴۵ ص ۱۱۳

(۴۷) ترجمہ کتاب فرنگ' ڈاکٹر کاک برن (COCK BURNE) کے رسالہ TWIST OF THE-INTESTINES (معاد) کا ترجمۂ فارسی'

طب ۴۶ ۱۱۳ ص

آخری پانچ کتابیں ان ۴۵ کتابوں میں شامل ہیں جو علوم وصناعات ۹ کے نوٹ میں مذکور ہیں' ص ۱۱۳

(۳۸) فتاوی محمدی۔ الاحکام شرع محمدی جو ۳۱۳ ابواب پر مشتمل ہیں میسور کے علماء کی ایک جماعت نے سلطان ٹیپو کے حکم سے جمع کیا۔

"یہ کتاب سلطان کے محبوب موضوع جہاد کے بیان سے شروع ہوتی ہے اور اس میں ہنود اور نصرانیوں کے خلاف مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے کے لئے قرآن اور احادیث کے بہت سے اقتباسات نقل کیے گئے ہیں"۔

فقہ ۹۲ ص ۱۵۷

(۳۹) جامع عباسی' مندرجۂ بالا کتاب کی تلخیص جس میں ۹۳ ابواب ہیں از عبدالرحمٰن عباسی معنون بنام سلطان (فقہ ۹۳ ص ۱۵۷

(۴۰) رکوعات قرآن مجید' قرآن کی تلاوت کے دوران رکوع اور سجود ادا کرنے کی ہدایات، کل تعداد ۵۸۰۔ مصنف نامعلوم لیکن سلطان کے حکم سے مرتب کی گئی (تفسیر ۳۲ ص ۱۲۴)

Marfat.com

(۴۱) قصہ لعل و گوہر لعل و گوہر کی داستان محبت جو " لعل و گوہر " (نظم فارسی ۱۰۱) سے اردو میں ترجمہ کی گئی

(کتب اردو و دکھنی ۱۲ ص ۱۸۰)

(۴۲) مفرح القلوب، فارسی اور دکھنی میں قصائد مدحیہ اور نظموں کا مجموعہ ہے

ملک الشعراء سرنگاپٹم حسین علی نے سلطان ٹیپو کی نذر کیا "

(کتب اردو دکھنی ۱۸ ص ۱۸۱)

(۴۳) خلاصہ سلطانی قصہ اسلامی کا خلاصہ جسے سلطان ٹیپو کے حکم سے جمع کیا گیا۔

مصنفین :۔ سید امام الدین و محمد صمد قاضی سرنگا پٹم "

(کتب اردو دکھنی ۲۶ ص ۱۸۳)

فہرست نگار نے لکھا تو کئی مقامات پر یہ ہے کہ مختلف علوم کی ۴۵ کتابیں سلطان کے حکم سے یا اس کی نگرانی میں لکھی گئیں لیکن خود اس نے اس بات کی صراحت جن کتابوں کے متعلق کی ہے، ۴۳۰ نکلیں۔ ان ۴۳ کتابوں کے متعلق فہرست نگار نے جس انداز سے تعارف کرایا ہے ہم نے اس کا لفظی ترجمہ کر دیا ہے تاکہ فہرست نگار اور اس کے ہم نواؤں کے تاثرات اور ما فی الضمیر آپ پر مخفی نہ رہے۔

مخطوطات اوچ گیلانی

مرتبہ :۔ ڈاکٹر غلام سرور

اوچ شریف برصغیر ہند و پاکستان کا نہایت قدیم تاریخی شہر ہے۔ یہ صدیوں مسلمانوں کا تہذیبی و ثقافتی گہوارہ اور علوم دین کا مرکز رہا۔ آج بھی یہاں مختلف علوم و فنون سے متعلق قلمی و مطبوعہ کتابوں اور نادر مخطوطات کا ایسا ذخیرہ ہے جو شاید ہی کسی اور لائبریری میں ہو۔ سابق حکومت نے ان نوادر کی فہرست مرتب کرنے کے لیے ڈاکٹر غلام سرور کی خدمات حاصل کی تھیں۔ چنانچہ انھوں نے نہ صرف فہرست مرتب کی بلکہ ہر کتاب کے متعلق جملہ کوائف بھی نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج کیے۔ اس فہرست کی علمی حیثیت کے پیش نظر اکادمی نے اسے شائع کیا ہے۔ اعلیٰ سفید کاغذ، کپڑے کی عمدہ جلد مع گرد پوش قیمت تین روپے،

اردو اکیڈمی بہاولپور

Marfat.com

سبط الحسن

اودھ کا شاہی کتاب خانہ

شمالی ہندوستان میں اودھ کی حکومت معارف پروری کے اعتبار سے ایک خاص امتیاز رکھتی تھی۔ اکثر شاہان اودھ صاحبانِ علم و فضل تھے اور تصنیف و تالیف کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ اس عہد میں لکھنؤ اسلامی علوم و ادبیات کا ایک مشہور مرکز تھا جہاں اسلامی ممالک مشرق وسطیٰ کے طلباء بھی علوم مشرقیہ کی تکمیل کے لئے آیا کرتے تھے اسی وجہ سے کتابوں کا جتنا زبردست ذخیرہ یہاں فراہم ہو سکا کسی دوسرے مقام پر مشکل سے مجتمع کیا جاسکا۔ والیان اودھ صرف اپنے دور شاہی میں فراہمی کتب کی طرف متوجہ نہیں رہے بلکہ عہد وزارت و نیابت میں بھی اپنے شوق کتب کا ثبوت دیتے رہے خود وزیرالممالک نواب شجاع الدولہ کتابوں کے انتہائی شائق تھے وہ اپنے فتوحات میں خزائن کتب پر قبضہ کرنا عین مراد سمجھتے تھے جیسا کہ روہیلہ سردار حافظ رحمت خان پر فتحیاب ہونے کے بعد ان کے کتب خانہ کو اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا گیا۔ اسی طرح جب نواب بہو بیگم صاحبہ وزیرالممالک کے حبالہ عقد میں دہلی سے اودھ تشریف لائیں تو ان کے ہمراہ بھی کتابوں کا کافی ذخیرہ آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیگم خود تعلیمیافتہ تھیں۔ علم دوست نواب شجاع الدولہ اور ان کی بیگم کی تعلیم و تربیت ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ نواب آصف الدولہ کو کتابوں کا بہت شوق تھا۔ لوگ کتابوں کو پیش کر کے نواب سے تقرب حاصل کرتے اور انعام و اکرام پاتے اسی وجہ سے نواب موصوف کا کتاب خانہ اس عہد میں اپنی مثل و نظیر نہیں رکھتا عہد آصفی کا مؤرخ انعام اللہ ابن محمد خورم شاہ "اوصاف الآصف" میں لکھتا ہے :۔

کتب ہفت کشور در کتب خانۂ آں :۔ ہفت اقلیم کی کتابیں اس ہوشمند و عاقل

Marfat.com

خرد در گنجینۂ قدرت داور است و
بیشتر مردم عجیب ترتیب آں مکاتیب
مفید و با خبر کتاب خانہ است ترجمۂ
لوح محفوظ و دفتریست از معنی مبرّن ملفوظ
با وصف چندیں صحت تحف ہر گاہ در
نشین شاد گذر شہر گذر دارند ہر ورقے
یا جزوے از نسخۂ کلی یا جزوی از نظر
گذارند نظر بکہ بے چارہ از مال خود بہا افزوں
یابد برضا مندی مالک می ستانید واکثر اوقات
ہمایوں با مطالعۂ کتب مصروف و بصنوف عواطف
بامعنی رساں مالوف"

نواب کے کتاب خانہ میں موجود ہیں اور یہ عظیم
ذخیرہ خزینۂ قدرت داور کی حیثیت رکھتا ہے
اور بہت سے فضل و کمال والے اس کی دیکھ بھال
پر متعین ہیں۔ کتب خانہ کیا ہے۔ گویا لوح محفوظ ہے
جس میں سب کچھ ہے اور وہ ایک ایسا دفتر ہے
جس کے لفظوں میں معانی سموئے ہوئے ہیں۔
باوجود اس قدر نایاب ذخیرۂ کتب ہونے کے
یہ حالت ہے کہ جب کوئی مسافر نو وارد اس
شہر میں آتا ہے تو وہ اپنے ہمراہ کوئی نسخہ یا
ناقص جزو یا کل نذر دیکر آتا ہے اور اس خیال سے
نواب کے حضور میں پیش کرتا ہے کہ اصل قیمت سے
بھی زیادہ اس کے صلہ میں انعام ملے گا۔ اکثر اوقات
میں خود نواب بھی مطالعۂ کتب میں مشغول رہتے ہیں
اور علماء و فضلا کو اپنی صحبت میں رکھتے ہیں۔

(اودھ حالات الآصف مخطوط ورق ۱۸ ھ ذخیرہ
عبدالسلام مسلم یونیورسٹی لائبریری نمبر ۱۶۲/۵۶ مصنفہ
۱۱۹۹ھ کتابت ۱۲۰۲ھ عہد آصف الدولہ)

اس کتاب خانہ کے دلچسپ حالات معلوم کرنے کے لئے عہد آصفی کے مشہور سیاح و ایرانی عالم عبداللطیف ابن ابی طالب شوشتری کے سیاحت نامہ کو دیکھنا چاہئے جس میں سیاح مذکور نے اپنے چشم دید حالات لکھے ہیں وہ لکھتا ہے۔

"آزادہ نفائس و سامان و اسباب و اثاث در خانہ
او اگر شمہ نگاشتہ شود موجب اطناب
و ملال نگرندگان است مجملاً سہ لک کتاب

اگر نواب آصف الدولہ کے زر دولت کا ساز و سامان
اور ہر قسم کے اسباب و اشیاء کا ذکر مختصراً بھی کیا
جاوے تو بہت طویل ہو جائے گا اور پڑھنے والے

Marfat.com

منتخب، خوشخط پاکیزہ کہ بر ہر صد جلد یک
کس گماشتہ بود در کتاب خانہ او دیدم و
اکثرے را برفاقت خان زمراد آصف الدولہ
یحیٰی خان) بسر کردم از اقسام فنون و اصناف
علوم عربی و فارسی و انگریزی نظم و نثر تاریخ
و دیوان در آں ہا بود و قطعات زیبا بقلم
خوش نویسان اولیں و آخریں و تصاویر مصوران
ایران و ہند و روم و فرنگ آں قدر داشت
کہ با عمرے از دیدن آنہا فراغ از آنہا حاصل نمی
شد مجلدات بسیارے از کتب علمی بانظر در
آمدند چوں شرائع و مدارک و مسالک و مفاتیح
و کشکول و بعض مجلدات بحار الانوار کہ بخط مؤلفین
بودند از کسے کہ کتاب خانہ در تحویل او بود شنیدم
کہ ہفت صد مجلد کتب علمی اند کہ بخط مصنفین
اندرو از کتاب خانہ سلاطین تیموریہ بعد از تخریب
سلطنت بدست او افتادہ اند، و الحق آں ہمہ
خزائن و دفائن و اسباب طلا و جواہر یکہ داشت
معادلہ با عشر عشیر کتاب خانہ او نمی کردند"

کی پریشانی طبع کا سبب ہو گا۔ مختصر یہ ہے کہ
تین لاکھ خوشخط و نفیس منتخب کتابیں تھیں کہ ہر
سو جلد پر ایک کتابدار مقرر تھا ان کتابوں کو خود
میں نے آصف الدولہ کے ہمراہ کتاب خانہ میں جا کر
دیکھا یہ کتابیں جملہ اقسام علوم و اصناف فنون
پر عربی، فارسی، انگریزی زبانوں میں نظم و نثر، تاریخ
و دیوان کی صورت میں تھیں اس کے علاوہ اولین
و آخرین کے بہترین خوش نویسوں کے لکھے ہوئے
بہتر سے بہتر قطعات تھے اسی طرح ایران، ہندوستان
اٹلی اور یورپ کے دیگر ممالک غرضیکہ ہر جگہ کے
مصوروں کی بنائی ہوئی عمدہ سے عمدہ تصویریں
اور مرقعے اس قدر تھے کہ تمام عمر دیکھنے پر بھی ختم
نہ ہوں۔ کتب علمیہ کے ایسے مجلدات بکثرت
نگاہوں کے سامنے آئے جو موجودہ مصنفین و مؤلفین
کے تحریر کردہ تھے جیسے شرائع، مدارک، مسالک،
مفاتیح کشکول اور بعض مجلدات بحار الانوار جو اپنے
مؤلفین کے تحریر کئے ہوئے تھے۔ کتاب خانہ کے
مہتمم نے مجھے یہ بھی بتلایا کہ سات سو نوادر کتب
علمیہ اس کتاب خانہ میں اپنے مصنفین کے ہاتھوں کے
لکھے ہوئے ایسے ہیں جو سلاطین تیموریہ کے کتاب خانہ
سے تخریب سلطنت کے بعد یہاں آ کر محفوظ ہوئے
حق یہ ہے کہ وہ تمام خزانے دفینے جواہرات اور
سونے کا سامان سب کا سب جو نواب کے پاس

Marfat.com

تھا اس خزینۂ کتب کے دسویں حصے کے برابر
بھی نہیں سمجھا جا سکتا"

(کتاب تحفۃ العالم عبد اللطیف شوشتری
صفحات ۲۴۹، ۲۵۰ مطبوعہ شرکت الاسلام
حیدر آباد بعہد محبوب علی خان نظام الملک طبع گردید)

یہ ایک مشہور سیاح اور عالم کا چشم دید بیان ہے جس کی نگاہ سے عرب و عجم کے دوسرے کتب خانے بھی گذر چکے تھے جیسا کہ تحفۃ العالم میں جا بجا ان کا ذکر موجود ہے۔ اس بیان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب خانہ کتنا مہتم بالشان تھا۔ جملہ علوم و فنون پر تین لاکھ کتابیں تھیں جن میں سے سات سو ایسے نوادر علمیہ تھے جو خود اپنے مصنفین کے مکتوب تھے۔ کتاب خانہ کے اسٹاف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سو کتابوں پر ایک محافظ مقرر تھا اس اعتبار سے تین لاکھ کتابوں پر تین ہزار محافظ مقرر تھے۔ کتاب خانہ کو روز بروز ترقی ہوتی رہی اس کے علاوہ بادشاہ اودھ نصیر الدین حیدر کے زمانہ میں لکھنؤ میں سب سے پہلے شاہی مطبع قائم کیا گیا۔ اس میں کتابیں لوہے کے حرفوں میں چھپتی تھیں۔ شاہی مطبع سے عربی فارسی اور اردو کی بکثرت کتابیں شائع کی گئیں نصیر الدین حیدر شاہ اودھ نے ایک مجلس علمیہ (اکادمی) بھی قائم کی تھی جس کے ارکان بڑے بڑے اہل علم تھے اس مجلس علمیہ کے ارکان نے عربی کی ایک مشہور و مایۂ ناز لغت "تاج اللغات" مدون کی تھی جس کو شاہی مطبع سے سات جلدوں میں بڑی تقطیع پر شائع کیا گیا تھا۔[1]

[1] ہر جلد کی ضخامت حسب ذیل ہے جلد اول ۷۰۲ صفحات، جلد دوم ۶۴۴ صفحات جلد سوم ۷۳۲ صفحات [illegible] ۸۷۸ صفحات، جلد پنجم ۷۹۴ صفحات، جلد ششم ۷۰۴ صفحات، جلد ہفتم ۷۳۰ صفحات مجموعی ضخامت [illegible] لغت کی تصنیف میں زیادہ حصہ مولوی سید علی نقی زید پوری متوفی ۱۲۵۸ھ کا ہے جو سید العلماء سید حسین بن سید دلدار علی غفرانمآب کے شاگرد تھے۔ ان کو لغت عرب و فنون ادبیہ میں تبحر تھا [illegible] صاحب تذکرۃ العلماء سید مہدی [illegible] جو مولوی سید علی نقی زید پوری کے تلامذہ میں سے تھے لکھتے ہیں: از تصانیف عالیہ اش
رسالہ فرقیہ در لغت است کہ در آں فرق میان لغات قریب المعنی را بیان نمودہ بہ نحوے کہ اہل [illegible]

Marfat.com

خود غازی الدین حیدر بھی مشاغل علمیہ میں مصروف رہتے تھے اور "تاج اللغات" کی طرح انہوں نے بھی فارسی کی ایک لغت مدون کی تھی۔ جس کا نام "ہفت قلزم" ہے یہ لغت بھی تاج اللغات کی طرح سات جلدوں میں ہے اور اس سے کچھ چھوٹی تقطیع پر لوہے کے حروف میں شاہی مطبع سے شائع کی گئی بقول ڈاکٹر سپرنگر، ہفت قلزم کی شہرت اور قدر جتنی یورپ میں ہوئی اس قدر ہندوستان میں نہیں ہوئی۔"

شاہان اودھ کے زمانہ میں لکھنؤ علمی دنیا کا ایک مشہور مرکز تھا۔ مذہب دولت کے بڑے بڑے علماء یہاں رہتے تھے۔ مدارس علمیہ تھے ادباء و شعراء کا جمگھٹ تھا حکومت حوصلہ افزائی کرتی۔ وظائف ملتے۔ مدد معاش معافیاں بخشی جاتیں۔ عطایا اور جاگیریں ملتیں۔

امراء دولت بھی صاحبان علم و فضل اور علم دوست و علم نواز تھے ہر عالم و امیر کے پاس کتابوں کے بہترین ذخائر بھی تھے آخری تاجدار اودھ واجد علی شاہ بھی علم و فضل سے آراستہ اور بے مثل ادیب تھے اردو ہندی فارسی میں شعر کہتے۔ انہوں نے نظم و نثر میں بہترین کتابیں تصنیف و تالیف کر کے شائع کرائیں۔ مذہب، تاریخ، شاعری اور دیگر فنون لطیفہ پر کتابیں لکھیں۔ علم دوست شاہان اودھ کی سرپرستی کی وجہ سے لکھنؤ نہ صرف علوم مشرقیہ کا مرکز بلکہ کتابوں کا مخزن بھی تھا۔ حالت یہ تھی کہ انگریزوں کی للچائی نگاہیں اس پر پڑ رہی تھیں اور یہ فکریں تھیں کہ اس خزینۂ علم و دانش کو کیوں کر اپنے قبضہ میں کر لیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انگریزی تدبر نے پہلا اقدام یہ کیا کہ ۱۶ دسمبر ۱۸۴۷ء کو تاج برطانیہ کی نمائندہ، نواب کمپنی بہادر نے ڈاکٹر اسپرنگر کو اودھ کا اکسٹرا ریذیڈنٹ مقرر کر کے لکھنؤ بھیجا اور ان کے سپرد یہ خدمت کی کہ شاہ اودھ کے کتب خانوں میں عربی و فارسی کتابوں کا جو وسیع ذخیرہ موجود ہے اس کی فہرست مرتب کریں ان کو یہ بھی ہدایت کی گئی تھی کہ شاہی کتب خانوں کے علاوہ لوگوں کے ذاتی کتاب خانے بھی دیکھیں۔ جن میں کثیر التعداد نوادر علمی موجود ہیں۔ ۳ جنوری ۱۸۴۸ء کو اسپرنگر لکھنؤ میں وارد ہوئے اور یکم جنوری ۱۸۵۰ء تک مقیم رہے اس عرصہ میں یہاں کے کتاب خانہ کی فہرست مرتب کی اس

و منطق و حکمت و غیر آں بکار آید و در تصانیف کتاب تاج اللغات کہ جمعے از کملائے عرب لغت بامر سلطانی در چندیں مجلدات ضخیمہ بجمع آں پرداختہ بودہ اند۔ مشارکت غالب داشت حتیٰ کہ اجزائے آن بعد اصلاح و تصحیح آں جناب بہ بیاض مے رسید بلکہ گویند کہ تصنیف بعض مجلداتش مختص بآں جناب است" (تذکرۃ العلماء مخطوط جلد ثانی محمود آباد لائبریری و مخطوطہ دیگر در کتاب خانہ سید تقی لکھنؤ)

Marfat.com

مدت میں بقول اسپرنگر صاحب دس ہزار کتابیں ان کی نظر سے گذریں۔ ڈاکٹر اسپرنگر کی مرتبہ فہرست کی پہلی جلد[1] ۱۸۵۴ء میں طبع ہوئی ہے جو تین ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں فارسی اور اردو شعراء کے تذکرے ہیں دوسرے میں شعرائے زبان فارسی کی تصانیف ہیں اور تیسرے میں اردو شعراء کی کتابیں۔

ڈاکٹر اسپرنگر نے اپنی فہرست کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ لکھنؤ کا شاہی کتاب خانہ پہلے اس محل میں تھا جو پرانا دولت خانہ کہلاتا تھا یہ محل رومی دروازے اور آہنی پل کے درمیان واقع تھا بقول ڈاکٹر اسپرنگر اس کتب خانہ میں روہیلہ سردار حافظ رحمت خان کا تمام علمی خزانہ بھی موجود تھا۔ جس میں شاہان اودھ اور خاص کر بادشاہ غازی الدین حیدر نے بہت اضافہ کیا تھا جس زمانے میں ڈاکٹر اسپرنگر لکھنؤ میں تھے ایک ذخیرہ "موتی محل" میں تھا۔ دوسرا ذخیرہ "فرح بخش محل" میں تھا۔ جس میں خود شاہ اودھ رہتے تھے۔ یہ ان کا ذاتی کتابخانہ تھا اور یہاں کی کتابیں بہت ہی نفیس تھیں تیسرا ذخیرہ رزیڈنٹ کی کوٹھی کے قریب "توپ خانہ" میں تھا یہاں کتابوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس ذخیرہ میں پشتو کی کتابیں بھی تھیں جو نہایت خوشخط لکھی ہوئی تھیں۔

بقول اسپرنگر صاحب فرح بخش کے کتاب خانہ کا داروغہ باقی کتابوں کا بھی نگراں تھا۔ تقریباً ایک سال دس ماہ تک اس کارِ خاص پر ڈاکٹر اسپرنگر لکھنؤ میں مقیم رہے ڈاکٹر صاحب اپنے ہمراہ ایک مسلمان فاضل علی اکبر پانی پتی کو بھی لائے تھے جو شروع سے آخر تک اس امر میں ان کا معین و مددگار رہے اور جن کو اس خدمت کے صلے میں یہ معاوضہ دیا گیا کہ وہ آگرہ کالج میں عربی فارسی کے پہلے پروفیسر مقرر کئے گئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب تمام کتابوں کی فہرست مرتب نہیں کر سکے اس لئے کہ صرف عہد آصفی ہی میں اودھ کے شاہی کتاب خانے میں تین لاکھ منتخب کتابیں تھیں جو نواب آصف الدولہ کے محل دولت خانہ خاص میں تھیں جس کا تذکرہ تحفۃ العالم کے حوالہ سے کیا جا چکا ہے اور بقول ڈاکٹر اسپرنگر بعد میں شاہان اودھ نے خاص کر غازی الدین حیدر نے بہت اضافہ کیا تھا لیکن ڈاکٹر اسپرنگر کی نگاہوں سے صرف دس ہزار کتابیں گذریں عہد آصف الدولہ سے لے کر آخری بادشاہ واجد علی شاہ کے زمانہ تک لکھنؤ میں نہایت امن و سکون رہا کوئی حادثہ ایسا نہیں رونما ہوا جس سے یہاں کے کتاب خانوں کو تباہی سے دوچار ہونا پڑتا خصوصاً شاہی

---

[1] CATALOGUE OF THE ARABIC PERSIAN AND HINDUSTANY MANUSCRIPT IN THE IMPERIAL LIBRARY OF OUDH BY A SPRENGER M.P. Vol: 1

Marfat.com

کتاب خانہ نہایت محفوظ تھا کیونکہ یہاں کتابوں کی حفاظت کا خاص اہتمام تھا ہر سو کتاب پر ایک محافظ تھا مقرر تھا۔ خود شاہان اودھ دانش مند و ہنر پرور تھے۔ کتابوں کا شوق تھا کسی نواب یا بادشاہ کو علوم و فنون سے بے تعلقی نہ تھی بلکہ ہر ایک علوم و فنون کا سر پرست تھا اسی طرح امراء و وزراء میں سے کون تھا جو صاحب فضل و کمال ہنر پرور و ہنرمند نہ تھا۔ علماء بھی منتخب و سر و یگانۂ روزگار تھے۔ اس لئے خزائن کتب کی حفاظت میں کوئی کوتاہی نہیں ہو سکتی تھی۔ ان حالات میں کوئی وجہ نہیں ہے کہ ڈاکٹر اسپرنگر نے اس عظیم الشان شاہی کتاب خانہ کو بالاستیعاب نہ سہی لیکن سرسری طور پر نہ دیکھا ہو مگر نہ معلوم کس مصلحت سے انہوں نے لاکھوں کی تعداد کو صرف دس ہزار تک محدود رکھا۔ اور اس دس ہزار کی فہرست بھی ڈاکٹر صاحب نے نہیں پیش کی۔ صرف پہلی جلد کو شائع کر کے فارسی اور اردو شعراء کے تذکرے و تصانیف کی فہرست پیش کر دی اور ساتھ ہی ساتھ یہ اعتراف بھی کیا کہ اس جلد میں بھی نقص اور کمی رہ گئی ہے حالانکہ ڈاکٹر صاحب کے سپرد جو کام کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ شاہی کتاب خانوں میں عربی و فارسی کتابوں کا جو وسیع ذخیرہ موجود ہے اس کا احصاء فرما کر ایک فہرست مکمل کریں۔ صرف شاہی کتاب خانہ ہی نہیں لوگوں کے ذاتی کتب خانوں کو بھی دیکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ جہیں کثیر التعداد نوادر علمیہ موجود تھے کچھ بھی روکاوٹیں پیدا ہوئی ہوں لیکن ڈاکٹر صاحب کا کسی مکمل فہرست کا منظرِ عام پر نہ لانا انتہائی مشکوک ہے۔ کاش وہ دس ہزار ہی کی فہرست پیش فرما دیتے۔

فاؤسٹ

مصنف: گوئٹے　　　مترجم: فضل حمید

جرمن زبان کے شاہکار ڈرامے کا اردو ترجمہ

جو

پہلے چھپے ہوئے ترجموں سے گرانقدر انفرادیت رکھتا ہے۔

Marfat.com

کتب خانے

جو

ہندوستان میں رہ گئے ہیں

Marfat.com

Marfat.com

عابد رضا بیدار
ایم اے - پی ایچ ڈی

کتاب خانۂ رضائیہ رامپور

عربی، فارسی، اردو، عثمانی ترکی اور پشتو کے قلمی نوادر اور مغل عہد کی مصوری کے شاہکاروں کے جو ذخیرے ہندوستان میں موجود ہیں ان میں حیدرآباد کا سالار جنگ میوزیم اور اسٹیٹ لائبریری (کتاب خانہ آصفیہ) پٹنہ کی خدابخش لائبریری (بانکی پور)، کلکتہ کی ایشیاٹک سوسائٹی کی لائبریری، علی گڈھ کی یونیورسٹی لائبریری (پہلے کی لٹن لائبریری اب کی مولانا آزاد لائبریری) اور رام پور کی رضا لائبریری قوم کا مایۂ ناز سرمایہ ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلامی کلچر کے بہترین آثار سب کے سب ہندوستان میں ہیں ــــ تاج اور جامع مسجد، لال قلعہ اور قطب مینار، شالیمار اور نشاط، نظام الدین اور معین الدین، سرہند اور پاک پٹن، اکبر کی سیکری اور ہمایوں کا مقبرہ، میر، نظیر اور غالب، خسرو اور خانخاناں، ندوۃ العلماء اور مدرسۂ عالیہ، دائرۃ المعارف اور عثمانیہ، دیوبند اور علی گڈھ اور جامعہ، دار المصنفین اور ندوۃ المصنفین!

چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری !!

رام پور میں کتابوں کے ذاتی ذخیرے، پبلک لائبریری اور ریاست کا کتاب خانہ تینوں کی اچھی مثالیں وجود میں آئیں۔ قاضی شہزاد احمد شاہ صاحب کا ذاتی کتاب خانہ جس میں عربی فارسی کی صدیوں پرانی بیش قیمت کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، صولت پبلک لائبریری جس میں ہزار آٹھ سو عربی فارسی اردو کے اہم مخطوطات بھی محفوظ ہیں اور ملک کی بیش بہا دولت رضا لائبریری جو یہاں کے ریاستی حکمرانوں کا قابل فخر تحفہ ہے تینوں قسم کے علمی ذخیروں کی ایک ہی شہر میں بڑی اچھی مثالیں ہیں۔

اول الذکر دونوں لائبریریوں کا ذکر خیر اور مخطوطات کی تفصیلی فہرست انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز شائع کر رہا ہے۔ رضا لائبریری خود اتنی مشہور ہو چکی ہے کہ بظاہر کسی تعارف سے بے نیاز ہے تاہم اس کا ایک مختصر

Marfat.com

مربوط تاریخی تذکرہ فائدے اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

پہلے یہ اسٹیٹ لائبریری تھی۔ رام پور کی ریاست کے یوپی میں انضمام کے ساتھ اسے موجودہ حکمرانِ ریاست کے نام پر رضا لائبریری کا نام دیا گیا۔ حکومت یوپی اسے ۴۸ ہزار سالانہ گرانٹ دیتی ہے اس کے نظم و نسق کے لئے ایک بورڈ مقرر ہے۔ نواب صاحب اس کے صدر اور مختارِ اعلیٰ ہیں۔ اور ضلع مجسٹریٹ سیکرٹری ہیں۔ اس کتاب خانے میں ۲۷ ہزار مطبوعہ کتابیں ہیں جن میں اردو کا ذخیرہ سب سے زیادہ ہے یعنی پندرہ ہزار کے قریب۔ عربی تقریباً چار ہزار فارسی لگ بھگ تین ہزار اور انگریزی پانچ ہزار کے قریب ہوں گی۔ اردو مطبوعات میں کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے اس ذخیرے کے ہمسر مشکل ہی سے اور ایک دو نکلیں گے۔

لیکن یہاں کی اصلی دولت اس کا غیر مطبوعہ یا قلمی سرمایہ ہے جو حیدرآباد کے بعد ہندوستان میں اسلامی زبانوں کا سب سے بڑا قلمی ذخیرہ ہے جس کی تعداد پندرہ ہزار کے قریب پہنچ چکی ہے اتنا بڑا ذخیرہ جس احتیاط اور سلیقے کے ساتھ رکھا جاتا ہے اور جس طرح پچھلے سوا ڈیڑھ سو سال کے عرصے میں بحفاظت تمام اس کے منتظمین کامل احساس ذمہ داری کے ساتھ اسے آنے والی نسلوں کا قابل افتخار و امتنان سرمایہ بنایا ہے۔ اس کی روداد سرمایہ کی ندرت سے کچھ کم اہم نہیں ہے۔

اس کتاب خانے میں مطبوعات اور مخطوطات کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ عہدِ عرشی اور دورِ رضا ہی کی بات ہے ۱۸۹۵ء میں یہاں کل دس ہزار کتابیں تھیں جن میں ساڑھے پانچ ہزار قلمی تھیں۔ ۱۹۲۳ء میں مخطوطات کی تعداد ۸۹۲۵ ہو گئی۔ اس تعداد میں ۱۹۳۰ء تک معمولی تبدیلی آئی اور یہ تعداد ۹۰۵۱ ہو گئی۔ ۱۹۴۷ء کے آغاز میں ان کی تعداد ۱۰۶۱۹ تھی۔ گویا ۱۹۳۰ء کے بعد اس ۱۷ برس کے عرصے میں ڈیڑھ ہزار سے اوپر کتابوں کا اضافہ ہو گیا۔ یہ عرشی صاحب اور نواب رضا علی خاں بہادر کا زمانہ ہے یہ ترقی مسلسل رہی۔ اگلے ۱۷ برس میں اس میں ساڑھے چار ہزار کی غیر معمولی تعداد کا اضافہ ہو گیا۔ اسی زمانے میں لوہارو کا نایاب قلمی اور مطبوعہ کتاب خانہ نواب صاحب کی کوشش سے یہاں منتقل ہوا مولوی بدرالدین علوی مرحوم نے بھی اپنا ذخیرہ لائبریری کی نذر کیا۔ اور دوسرے انفرادی عطیے بھی آتے رہے۔ خریداری کی مد میں حکومت نے یکمشت جو بہت سی گرانٹ دے ڈالی تھی اس سے بھی مدد ملتی رہی لیکن پچھلے دو ایک سال سے وہ رقوم ختم ہو جانے کے سبب اب کسی اضافے کی موہوم سی امید بھی نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس کتاب خانے کی اہمیت کا کسی کو اندازہ ہو جائے۔

اٹھارویں صدی کے آخری ربع میں رام پور کی ریاست وجود میں آئی۔ رام پور سے پہلے ان روہیلوں

Marfat.com

کا تہذیبی مرکز آنولہ اور اس کے مضافات میں ٹانڈہ تھا۔ یہاں اس عہد کے شمالی ہند کے شعراء اور ادباء کی ایک اچھی خاصی تعداد جمع ہوگئی تھی۔ اردو کے مشہور شعراء میں سوزؔ، قائمؔ اور مصحفیؔ یہاں موجود تھے سوداؔ آتے آتے رہ گئے بکھری بزم رامپور کی مستقل ریاست بننے کے بعد ادھر منتقل ہوگئی اور یہاں علماء و فضلاء کا مجمع ہوگیا نواب زادہ محمد یار خان ان سب کے مربی تھے۔ قائم چاند پوری انہیں کے استاد تھے

نواب فیض اللہ خان (نواب علی محمد خان کے بیٹے) سے رامپور کی باقاعدہ تاریخ شروع ہوتی ہے اور قیاس ہے (بلکہ بعض روایتیں بھی ہیں) کہ ریاست کے کتاب خانے کی بنیاد بھی انہیں کے زمانے میں پڑی ان کے بعد تین نوابوں کا دور اور گذرا۔ محمد علی خان، غلام محمد خان اور احمد علی خان غلام محمد خان کے زمانے میں دوجوڑا کی جنگ ہوئی جس میں ایک بار پھر انگریزوں نے لکھنؤ کی مدد کر کے روہیلوں کو زیر کرا دیا۔ یہ آصف الدولہ کا زمانہ تھا۔ اس جنگ پر اردو اور فارسی نظم میں جو رزمیے لکھے گئے وہ آج بھی کتاب خانے کی زینت ہیں۔

۱۸۴۰ء میں نواب غلام محمد خان کے بیٹے نواب محمد سعید خان نے جانشین کی حیثیت سے رامپور کی حکومت سنبھالی۔ اس سے پہلے وہ برطانوی علاقے میں ایک کارآزمودہ ڈپٹی کلکٹر کی حیثیت سے انتظام کا اچھا تجربہ حاصل کر چکے تھے دلی کے فضلاء سے تعلق نے ان کے ذہنی افق کو اور وسیع کر دیا تھا۔ مفتی صدرالدین آزردہ، فضل حق خیرآبادی، مومن خان، مرزا غالب اور دوسرے مشاہیر علماء و ادباء سے ان کے اچھے روابط تھے ان کے عہد سے کتاب خانے کی باقاعدہ تاریخ شروع ہوتی ہے۔ ایک قدیم رپورٹ کے بقول ان کے عہد میں سرکاری کتاب خانے کے لیے علیحدہ الماریاں تیار ہوئیں اور ان میں کتابیں ترتیب کے ساتھ رکھوائی گئیں کئی خوش نویس طلاساز۔ نقاش۔ وصلی ساز۔ اور جلد بند ملازم تھے۔ نئی کتابیں نقل ہوتی تھیں۔ نادر کتابوں پر سونے کا کام کرایا جاتا تھا۔ کشمیری خط نسخ اور نقاشی کا کام مشہور تھا۔ نواب صاحب نے آغا غلام رسول کشمیری اور آغا محمد حسن کشمیری کو ریاست میں بلا کر ملازم رکھا یہ دونوں نسخ اور ثلث لکھنے میں آپ اپنا جواب تھے یہی حال طلائی کام اور نقاشی کا تھا۔ ان کے بعد ان کی اولاد (آغا محمد باقر کشمیری وغیرہ) نے ان کی روایت باقی رکھی۔ لکھنؤ سے نواب صاحب نے میر عوض علی خوشنویس کو بلا کر ملازم رکھا۔ رام پور میں لائبریری کے گرد اعلیٰ خوش نویسی کی بنیاد اسی عہد میں رکھی گئی مشرقی علوم کا مشہور ادارہ مدرسہ عالیہ (اورینٹل کالج) بھی اسی عہد میں وجود میں آیا

نواب محمد سعید خان کی وفات (۱۸۵۵ء) پر نواب یوسف علی خان ناظمؔ ان کے جانشین ہوئے۔ ناظم نے علماء شعراء اور مشاہیر کو ۱۸۵۷ء کی رستخیز میں سے دلی سے نکالا اور انہیں عزت و اطمینان کے ساتھ اپنے

Marfat.com

اپنے ساتھ رامپور میں رکھا۔ یہ روایت ان کے لائق سپوت نواب کلب علی خان کے زمانے میں بھی رہی۔ ناظم نے دلی میں ایک عرصہ گذارا تھا۔ ان کی تعلیم و تربیت بھی دلی میں ہوئی۔ غالب، مومن، مفتی آزردہ اور نواب محمد سعید خان کے دوسرے احباب ان کے استاد رہے۔ قدرتی طور سے انہیں علم سے دلچسپی ہونی چاہیئے تھی۔ ان کے چہیتے بیٹے اور ولی عہد کلب علی خان کا تو گویا اوڑھنا بچھونا ہی کتابیں تھیں۔

اسی قدیم رپورٹ میں لکھا ہے کہ دہلی، لکھنؤ، لاہور سے خاص ملازم بھیج کر کتابیں منگواتے تھے زمانہ ولیعہدی کی اکثر کتابوں کو دست خاص سے لکھا ہوا ہے کہ آج اس کتاب کے دستیاب ہونے سے جو مجھے خوشی ہوئی ہے کبھی ایسی مسرت نہیں ہوئی سرسید کی آثار الصنادید کے ایڈیشن پر جو اسی زمانے میں نکلا تھا ان کا ایک تفصیلی نوٹ رضا لائبریری کے آثار کے نسخہ کے سرورق پر آج بھی محفوظ ہے۔

۱۸۶۶ء میں تخت نشینی کے بعد انہیں اس شوق کو حوصلے کے مطابق ترقی دینے کے مواقع ملے۔ ناظم کے زمانے میں داغ، امیر مینائی، عبدالحق خیرآبادی اور بہت سے دوسرے مشاہیر رامپور میں جمع ہونے لگے تھے کلب علی خان کے عہد میں ان ٹوٹے ہوئے ستاروں کے جمع ہونے میں اور تیزی آگئی۔ میرزا رحیم الدین حیا، جلال لکھنوی امیراللہ تسلیم اور ان گنت موسیقی، مصوری، شعر و ادب، فقہ و حدیث و تفسیر، لغت و قواعد اور علوم تاریخ و فلسفہ کے ماہرین اس "دارالعلوم" میں سمٹ آئے۔ دلی اور لکھنؤ کی اجڑی ہوئی بہار آ کے یہاں بس گئی۔ امیر مینائی نے نوابصاحب کی سرپرستی میں کتاب خانے ہی میں اپنی عظیم الشان لغت امیراللغات ترتیب دینی شروع کی جس کی صرف دو تقطیعاں (الف اور ب) تمام ہو کر چھپ سکیں۔ نوابصاحب نے حروف تہجی کی ترتیب پر کتاب خانے کی ایک فہرست بھی تیار کروائی۔ امکان ہے کہ اس کام کی نگرانی بھی امیر مینائی نے کی ہو۔ ویسے کتاب خانے کے نگران رامپور کے ایک بڑے فاضل بزرگ میاں رحیم شاہ صاحب مجددی تھے جو علم و تقوی دونوں میں مشہور تھے۔ قلمی کتابوں کا اصل اضافہ اسی عہد میں ہوا قیمتی کتابوں کے بڑے صلے ملتے تھے۔ کتابیں پیش کر کے اکثر لوگ ملازمتیں حاصل کر لیتے تھے۔ دربار میں ایک سے ایک بڑا عالم اور فاضل موجود تھا۔ خود نوابصاحب کا علم و فضل اچھی بری کتاب کو ایک نظر میں پرکھ لیتا تھا۔ اس طرح نواب کلب علی خان کے عہد سے اس لائبریری کی مستقل حیثیت بنی اور انہوں نے اپنے انتقال سے ایک سال پہلے ۱۸۸۶ء میں اس کے لئے ایک علیحدہ عمارت بھی بنوادی۔

مرزا غالب کے رامپور سے روابط ناظم اور ان کے بیٹے کلب علی خان کے زمانے ہی میں رہے اور انہیں

Marfat.com

کے زمانے میں ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اپنے انتخابات اردو و فارسی دیوان کے خطی نسخے اور رمپوران کی وہ مشہور مراسلت رامپور کے کتاب خانے کی زینت بنی۔ جس نے بعضوں کے بقول غالب کو پایۂ اعتبار سے گرا دیا اور بعضوں کے نزدیک اس کے انسانی پہلو پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

کلب علی خان کے جانشین مشتاق علی خان (۱۸۸۷ء – ۱۸۸۹ء) کے معذور ہونے کے سبب ان کا عہد انتظامی کونسل کے صدر عالی جنرل اعظم الدین خان (عظیم الدین خان) کا عہد سمجھنا چاہیے ان کا عہد حکومت کا عہد رامپور کے ہر شعبہ میں عام اصلاحات اور ترقی کا دور تھا کتاب خانے کے لیے علیحدہ عمارت مقرر ہوا حافظ عبدالرحیم خان کتاب خانے کے منصرم مقرر ہوئے۔ دو فہرست ساز [illegible] خوشنویس اور طلائی چار جلد بند، چار ورق گردان اور ایک محرر [illegible] مقرر کیے گئے [illegible] حیثیت حاصل کی [illegible] علاوہ اپنے ہاتھ سے سینکڑوں کتابیں نقل کر ڈالیں [illegible] ہوئے نوادر کو اکٹھا کر دیا۔

جولائی ۱۸۸۹ء میں امیر مینائی فہرست سازی کے نگران [illegible] تیار کرائی [illegible] قلمی کتابیں تھیں اور چار ہزار [illegible] مطبوعہ [illegible] کتاب خانے [illegible] گئے۔ امیر اللہ تسلیم کی غیر مطبوعہ مثنویاں [illegible] انہیں کے عہد میں کتاب خانہ دیکھنے آئے تھے

نواب حامد علی خان (۱۸۸۹ء – ۱۹۳۰ء) [illegible] کی باگ ڈور سنبھالی۔ [illegible] فہرست سازی کے لیے [illegible] کا انتخاب ہوا

پھر ۱۸۹۶ء میں جب حافظ احمد علی خان شوق منصرم لائبریری [illegible] بھی انہیں کے سپرد کر دیا گیا۔

حافظ صاحب سے پہلے　　جنرل صاحب کے [illegible] عبدالرحیم خان لائبریرین (منصرم) تھے۔ ۱۴ مئی ۱۸۹۱ء کو ان کے انتقال پر منشی [illegible] لال [illegible] نے یہ خدمت سنبھالا ۱۸۹۶ء تک [illegible]

Marfat.com

کام کرتے رہے۔ مارچ ۱۸۹۶ء میں چار مہینے کے لئے یہ کام کوپرجی کے سپرد ہوا۔ ان کے بعد اردو کے مشہور رسالہ "زمانہ" (ایڈیٹر دیا نرائن نگم) کے بانی دیوان راج بہادر نے بھی کچھ دن یہ ذمہ داری سنبھالی۔ ان کے بعد ۱۳ر فروری ۱۸۹۷ء کو حافظ احمد علی خاں شوق آئے۔ یہ اگلے تیتیس سال کے طویل زمانے میں لائبریرین رہے۔ حافظ صاحب نے مہدی علی خاں تحویلدار کو چھوڑ کے باقی سب سے زیادہ مدت تک لائبریری کی خدمت کی۔ ان کا انتقال تو دسمبر ۱۹۳۳ء میں ہوا ویسے انہیں طویل علالت کے سبب ملازمت سے اس سے پہلے ہی سبکدوش کر دیا گیا تھا جب اکتوبر ۱۹۳۱ء میں ہندوستان کے مشہور مورخ اور ماہر علم طب نجم الغنی خاں کا تقرر ہوا۔ نجم الغنی خاں نے اس لائبریری میں بیٹھ کر بلا مبالغہ کئی لاکھ صفحے لکھے اور چھپوائے۔ حیدرآباد، اودھ، روہیلکھنڈ اور راجستھان کی تاریخ کے سلسلے میں وہ آج بھی استناد کا درجہ رکھتے ہیں۔ فرق اسلامیہ، اصولِ فقہ، فقہ، فرائض، منطق، لغت، قواعد، طب، مطب، قرابادین اور نہ جانے کتنے علوم پر انہوں نے بلند پایہ کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ اور یہ سب کام انہوں نے اپنی مہتممی کے عہد سے بہت پہلے کتاب خانے میں ایک طالب علم کے طور پر اپنے برسوں کے مطالعے کے دوران میں کیا تھا۔ مہتمم کی حیثیت سے انہیں زیادہ مہلت نہیں ملی اور جون ۱۹۳۲ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال پر ناظم کتاب خانہ کے عہدے پر عرشی صاحب کا تقرر ہوا (۲۱ر جولائی)

۱۸۹۶ء سے ۱۹۰۳ء تک حاذق الملک حکیم اجمل خان لائبریری کے افسر اعلیٰ رہے۔ افسر اعلیٰ کا عہدہ اُن سے پہلے بھی اور ان کے بعد بھی ریاست کے کسی نہ کسی اعلیٰ عہدہ دار کے سپرد رہا۔ لیکن کتاب خانے کی تاریخ میں صرف یہی نام اس قابل ہے جس کا ذکر علیحدہ سے کیا جا سکتا ہے اس لئے بھی کہ غالباً انہیں کے عہد میں قلمی کتابوں میں طب کا بے حد نادر اور نایاب ذخیرہ یہاں جمع ہو گیا۔ اجمل خان سے پہلے صرف ایک اہم نام امیر مینائی کا کتاب خانے کے ساتھ فہرست سازی کے نگران کی حیثیت سے وابستہ نظر آتا ہے اور پھر ۱۸۹۷ء سے ۱۹۳۱ء تک ۳۴ سال کے طویل عرصے میں حافظ احمد علی خاں اور کتاب خانہ ایک چیز ہو گئے۔ حافظ صاحب کے فاضلانہ مضامین اس عہد کے اکثر پرچوں خاص کر معارف میں نظر آتے ہیں اور ان کی کتاب تذکرہ کاملان رامپور تو کلاسیک کا درجہ اختیار کر گئی ہے کتاب خانے کی عربی کتابوں کی دو فہرستیں بھی حافظ صاحب نے مرتب کرکے شائع کرائیں۔ پہلے اجمل خاں کے زمانے میں ۱۹۰۲ء میں اور دوسری اس کے بہت بعد ۱۹۲۸ء میں۔ حافظ صاحب کا طویل عہد نواب حامد علی خان کے زمانۂ حکومت کے متوازی سا چلا اور شروع کے چند برسوں کے سوائے اتنے ہی عرصے پر پھیلا ہوا بھی ہے۔ حامد علی خان کے عہد میں لائبریری کی امداد دربار کے تعاون سے امیر اللغات کا ادھورا کام پھر شروع ہوا۔ اور حافظ صاحب اس

Marfat.com

ے نگرانِ اعلیٰ بنائے گئے جلال کے بیٹے کمال احمد علی شوق قدوائی، شاداں بلگرامی اور دوسرے متعدد فاضل
س کی ترتیب و مشورہ کے بورڈ کے ممبر مقرر ہوئے۔ شوق قدوائی کے سپرد حافظ صاحب کی نیابت میں اس کی
نگرانی ہوئی اس کے مرتب عبدالمجید خاں تھے۔ دس پندرہ برس کی کوششوں کے بعد وہ کام جو ۱۹۰۸ء میں شروع
ہوا تھا۔ ۱۹۲۳ء کے قریب انجام کو پہنچا۔ اس نادر لغت فرہنگ حامدیہ کی کوئی تیس قلمی جلدیں (حصے) رضا لائبریری
میں محفوظ ہیں جن میں ہر لفظ کی کئی کئی اسناد قدیم شعراء کے کلام سے دی گئی ہیں۔

نواب رضا علی خان بہادر کا عہد جو ۱۹۳۰ء سے اور عرشی صاحب کا زمانہ جو ۱۹۳۲ء سے شروع ہوا۔ دو سال کے فرق کے سوا متوازی سے چل رہے ہیں۔ آج عرشی صاحب کو اس لائبریری کی نظامت اور [illegible] سنبھالے ہوئے ۳۴ سال کے قریب گذر چلے ہیں۔ اس طویل مدت [illegible] اور عرشی صاحب نے کتاب خانے کو جس درجے پر پہنچا دیا ہے۔ وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں [illegible] میں قلمی اور مطبوعہ کتابوں میں جو غیر معمولی اضافہ ہوا وہ تو ہوا۔ اہم ترین کام یہ ہوا کہ تمام ذخیرے کی باقاعدہ اور محققانہ فہرستیں تیار ہوئیں۔ کتاب خانے کا نظم و نسق جدید اصولوں اور مخطوطات کی جدید سائنس کی روشنی میں ہوا۔ نیشنل لائبریری (سابق امپیریل لائبریری) کے لائبریرین جیسپن کو کلکتہ سے بلایا گیا کہ اس میں جدید رنگ بھریں۔ وہ اکتوبر ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۵ء تک اس کام [illegible] طریق کار اور نظم و نسق متعین کر کے چلے گئے۔ فہرست سازی کے سلسلے میں حاجی معین الدین ندوی مرحوم اور مسعود عالم ندوی مرحوم بھی مختلف اوقات میں یہاں ملازم رہے۔ لیکن مجموعی حیثیت سے یہ کام از سر تو خود عرشی صاحب ہی کو کرنا پڑا۔ [illegible] عربی مخطوطات کی فہرست کا کام شروع ہو چکا ہے اور اب تک [illegible] فہرستیں انگریزی میں طبع ہو گئی ہیں جن میں قرآن، حدیث، تفسیر [illegible] یہ فہرست جب مکمل ہو گئی تو عالمی فہرستوں میں ایک شاہکار اضافہ ہو گی۔

اسی عہد میں ایک بڑی بات یہ ہوئی کہ کتاب خانے میں مراجعے کا کام کہیں سے کہیں پہنچ گیا [illegible] کتاب خانے کے متعلقہ علوم کے ماہرین جب کسی الجھن سے دوچار ہوتے ہیں تو ایک معمولی پوسٹ کارڈ سے [illegible] اتنے مستعد مراجعتی کام کی مثال کم از کم ہندوستان میں شاید ہی کہیں اور ملے۔

رضا لائبریری کے مخطوطات اور تصاویر کے ذخیرے میں کتنے نوادر ہیں۔ اس کا بیان کسی مختصر تعارفی مضمون میں ممکن نہیں ہے۔ ان میں جلب مدینہ، مکہ، ایران کے شاہ طہماسپ صفوی اور شاہ عباس صفوی، بابر، اکبر، جہانگیر، احمد شاہ، نادر شاہ، عالمگیر ثانی، سلطان مظفر گجراتی، عادل شاہ بیجاپوری، شاہجہانی، وزیر سعداللہ خان،

Marfat.com

عبدالرحیم خانخاناں، آصف الدولہ، امجد علی شاہ، واجد علی شاہ اور نواب احمد خان بنگش کے کتاب خانوں کی کتابیں موجود ہیں۔ اکثر تصویریں ایسی ہیں جن کا وجود دنیا میں کسی اور جگہ نہیں ہے مثلاً ڈاکٹر ہریز کی تصویر۔ انہیں نادر تصویروں میں داراشکوہ کی بہت ہی حسین تصویر ہے۔ جہانگیر کے عہد کے مختلف مناظر دربار اور مناظر جنگ کی تصاویر ہیں اور ان سب سے بڑھ کر اکبر کے عہد کا تقریباً سو تصویروں پر مشتمل ایک عجیب و غریب مرقع ہے (اس پر اودھ کے کتاب خانے کی مہریں لگی ہوئی ہیں) اکبری دور کی ایک اہم یادگار دیوان حافظ کا ایک مصور نسخہ ہے جس کی تصویروں پر مصوروں کے نام بھی لکھے ملتے ہیں۔ یہاں کی جہانگیر کے عہد کی تصویروں پر بھی اس عہد کے تقریباً سارے اہم مصوروں کے نام مل جاتے ہیں۔ بعد کے دور کی اور بہت سی تصویریں بھی ہیں۔ اس وقت ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے تصویروں کا یہ ذخیرہ اپنی کیفیت کے اعتبار سے کسی بھی بڑے میوزیم کے مقابلہ پر رکھا جا سکتا ہے توقع ہے کہ لائبریری کی طرف سے جلد ہی ان تصاویر کا ایک تفصیلی کیٹلاگ اور ایک مرقع شائع کیا جائے گا۔

یہ بات کہ اس لائبریری میں مغل عہد کی نادر قلمی تصاویر کا بھی بڑا اہم ذخیرہ ہے۔ پہلی بار اس وقت معروف ہوئی جب براؤن نے اپنی کتاب "پرشین پینٹنگ" شائع کی لیکن ہمارے ملک نے ابھی تک اس میں کوئی خاص سرگرمی نہیں دکھائی کہ اس ذخیرے میں دلچسپی لے۔

نادر کتابوں میں اہم ترین چیز قرآن مجید کا خط کوفی میں لکھا ہوا وہ نسخہ ہے جو قطعی طور پر پہلی صدی ہجری کا ہے اور جس کا انتساب امیرالمومنین حضرت علی رضؓ کی طرف کیا جاتا ہے جس کے عثمانی مصحف کے بعد یہ غالباً نادر ترین سرمایہ ہے جو رضا لائبریری میں محفوظ ہے قرآن مجید کا ایک اور اہم نسخہ خط نسخ کے موجد ابن مقلہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ امیرالمومنین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخہ کے بعد یہ نسخہ بھی بہت اہم ہے۔ ابن مقلہ کا انتقال چوتھی صدی ہجری میں ہوا ہے قرآن مجید کے ایک مذہب و مطلا دلکش نسخے پر اکبر کی مہر ہے اور مہر کے نیچے مہتمم کتاب خانہ کی حیثیت سے فیضی کی ایک یادداشت ہے۔ دنیا کا ایک اور نادر مخطوطہ بابر کا دیوان ہے جس کے آخری صفحے پر بابر نے اپنے ہاتھ سے ایک رباعی لکھی ہے۔ بابر کا خط اس کے علاوہ دنیا میں اور کہیں نہیں ملتا۔ بابر کے اسی دیوان کی روشنی میں اردو کی ابتدا کی تاریخ بابر تک پہنچائی جاتی ہے جس نے کہا تھا۔

مج کا نہ ہوا کچھ ہوس مانک موتی

بابر کے اس دیوان پر بابر کی تحریر کی تصدیق شاہجہان نے ایک یادداشت میں کی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ خط بابر کے ہاتھ کا ہے۔ خواجہ عبداللہ انصاری کے رسالہ کے ایک نسخہ کے سرورق پر

Marfat.com

ب وقت عبدالرحیم خانخاناں جہانگیر اور شاہجہان کی دستی تحریریں اور عالمگیر کی مہر ثبت ہے نفحات الانس کے ایک نسخے پر داراشکوہ کی تحریر ہے۔ رسالہ خواجہ عبداللہ انصاری کے ایک نسخے پر جہاں آرا بیگم کی تحریر ہے۔

ان اہم نوادر میں عربی کی ایک تفسیر ہے جسے امام سفیان ثوری نے (م ۱۶۱ ھ) تصنیف کیا ہے دنیا میں اس قدیم تفسیر کا کوئی اور نسخہ موجود نہیں ہے۔ یہ کتاب لائبریری کی طرف سے ابھی پچھلے دنوں شائع ہوئی ہے۔

ریاست لوہارو سے جو نایاب ذخیرہ آیا ہے اس میں بعض بڑی اہم قدیم مطبوعہ اور قلمی کتابیں ہیں ان کی خاص چیز غالب سے متعلق ذخیرہ ہے جس میں برہانِ قاطع کا وہ نسخہ بھی ہے جس پر غالب نے اپنے بے تکلف یادداشتیں قلمبند کی تھیں جو قاطع برہان کی بنیاد ثابت ہوئیں۔

جہاں تک اردو مخطوطات کا تعلق ہے یہ کتب خانہ اس معاملہ میں بہت خوش قسمت ہے اردو کے کتنے ہی مشاہیر کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی چیزیں (اکثر اب تک غیر مطبوعہ) یہاں موجود ہیں۔ سوز، قائم، میر، سودا، مصحفی، انشاء، ناسخ، جرأت، مومن، غالب، تسکین، تسلیم اور کتنے ہی مشاہیر شعراء کے دواوین کے ایسے نسخے موجود ہیں جن کی مدد کے بغیر ان کا کوئی ایڈیشن تیار کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح لکھنؤ کے مشہور داستان گویوں کی کتنی ہی داستانیں یہاں موجود ہیں جو اردو نثر کا ایک عظیم الشان باب ہیں۔

مخطوطات فارسی میں عہدِ مغل کی تاریخ اور علوم اسلامیہ سے متعلق جتنے نوادر یہاں جمع ہیں وہ خود ایران والوں کے لیے قابلِ رشک ہیں۔ اسی طرح فارسی شعراء کا بیحد نایاب ذخیرہ موجود ہے ان میں کشمیر کے فارسی گو شعراء کے دواوین خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔

فارسی اور عربی کے تقریباً چھ چھ ہزار اور اردو کے لگ بھگ ڈیڑھ ہزار مخطوطات کے ساتھ ساتھ ترکی اور پشتو میں تقریباً پچاس کتابیں، ہندی سنسکرت کی تقریباً ایک ہزار جدید کتابیں اور چھالی پر لکھی ہوئی تل کی ڈیڑھ سو کتابیں اس قلمی سرمایہ میں مزید اضافہ ہوئی ہیں۔

کتاب خانہ رضائیہ کا ماضی بہت شاندار رہا ہے اگر اب وہ ایک شاندار مستقبل کی تک نہ پہنچ سکے تو اس میں اس کا کوئی قصور نہ ہوگا۔

Marfat.com

حکیم محمود احمد برکاتی

کتب خانہ وزیر الدولہ (ٹونک) کے چند نوادر

یادش بخیر ٹونک، غیر منقسم ہند کی سولہ[16] مسلم ریاستوں میں اپنی بعض خصوصیات کی بناء پر ایک ممتاز مقام کی مالک تھی۔ اس کے بانی مشہور مجاہد حریت امیر الدولہ نواب محمد امیر خان (م ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء) تھے ان کے بعد علی الترتیب وزیر الدولہ نواب محمد وزیر الدولہ نواب محمد وزیر خان (م ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء) امین الدولہ نواب محمد علی خان (معزول ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۸ء) نواب محمد ابراہیم علی خان (م ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء) نواب مولوی حافظ قاری محمد سعادت علی خان (م ۱۹۴۷ء) نواب محمد فاروق علی خان (م ۱۹۴۸ء) اور نواب اسمٰعیل علی خان بالترتیب مسند نشین ہوتے رہے۔ سنہ ۱۸۱۷ء میں ریاست کا قیام عمل میں آیا تھا اور ۱۹۴۸ء میں راجستھان میں مدغم و ضم ہو کر ایک ضلع بن گئی، گویا کل ۱۳۱ سال کی عمر اس ریاست کو ہوئی اس قلیل عمر میں بھی اس چھوٹی سی ریاست[1] نے علوم و اداب اور دین و ارباب دین کی بڑی وقیع خدمات انجام دیں۔

مرحوم ریاست کی خصوصیات میں سے سادہ معاشرت، زندہ دلی دینی رجحان خصوصاً علوم دینیہ کے حصول و طلب کا جذبۂ عام بطور خاص قابل ذکر ہیں اور رائی و رعایا دونوں میں مشترک

چنانچہ ریاست اپنے آغاز قیام میں اگر ایک طرف متعدد مشاہیر معقول و منقول، کئی اکابر شعر و ادب اور بکثرت صلحا و مجاہدین کے لئے مامن و مستقر ثابت ہوئی تو دوسری طرف اپنی مختصر سی تاریخ میں علما، اطبا، حفاظ، ادبا، شعرا، اور جدید تعلیم یافتہ حضرات اس کی خاک پاک سے پیدا ہوئے اس کے عہد میں تربیت پائی اور وہیں رہے تو خاموش

---

[1] ریاست کا کل رقبہ ۲۵۸۴ مربع میل تھا اور انضمام کے وقت کل آبادی تقریباً چار لاکھ اور آمدنی تخمیناً چالیس روپیہ سالانہ تھی۔

Marfat.com

کے ساتھ محو افادہ رہے باہر نکل گئے تو شہرۂ و قبول سے بہرہ ور ہوئے۔

حسب ذیل اکابر و مشاہیر کا تعلق ریاست سے عارضی قیام یا کسی وقت سے استفادہ کا رہا۔ سید احمد شہید بریلوی معلم رابع امام فضل حق خیر آبادی مفتی محمد عوض بدایونی مولینا احمد اللہ شاہ مدراسی مولوی تحفت علی جھجری شیخ محمد محدث تھانوی شاہ ابو سعید مجدی نواب صدیق حسن خان قنوجی مرزا اسد اللہ خان غالب حکیم مومن خان نواب فقیر محمد خان گویا اسد لکھنوی۔ سید ظہیر الدین ظہیر دہلوی مضطر خیر آبادی بسمل خیر آبادی شمس العلماء علامہ عبدالحق خیر آبادی مولانا سید نصیر الدین دہلوی امیر عبدالعلی سہسوانی حکیم عابد علی کوثر خیر آبادی۔

حسب ذیل رجال علم و عمل نے اس سرزمین کو اپنے مستقل قیام و توطن سے زینت بخشی غازی شیخ ولی محمد پھلتی حافظ شیخ وجیہہ الدین باغپتی۔ مولوی خیر الدین شیر کوٹی۔ مولوی حیدر علی رام پوری۔ مولینا محمد حسن خان (تلمیذ مفتی صدر الدین آزردہ) مولوی امام الدین (تلمیذ علامہ فضل حق) حکیم امام الدین خان دہلوی طبیب محلات شاہی علامہ عبدالرحمن حیثی دکنی۔ مولانا محمد سورتی مولینا علی احمد بہاری (تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) ابو البرکات میر دائم علی عظیم آبادی۔

کثرت کے ساتھ علماء و فضلا کے استقرار و توطن کے بعد دروطن نے خود بھی صدہا اعیان فنون و علوم کو جنم دیا اور دیکھتے دیکھتے یہ ریاست علم و فن کا گہوارہ بن گئی اس خاک سے پیدا ہونے والے حضرات میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں مولوی مفتی نور الحق ابن خیر الدین شیر کوٹی علامہ سید برکات احمد شمس العلماء مولینا عبداللہ ٹونکی مولینا حیدر حسن خان مولینا محمود حسن خان علامہ سید محمد احمد ہاشمی علامہ معین الدین ٹونکی ثم اجمیری مولوی مفتی عبدالرحیم مولوی سید محمد عرفان مولینا سید محمد طلحہ صاحب سید محمد مرتضیٰ شفاء الملک حکیم نظام الدین ٹونکی ثم اجمیری شفاء الملک حکیم سید ظہیر احمد برکاتی علامہ سید مختار احمد ٹونکی ثم حیدر آبادی۔ فقیر محمود خان شیرانی کیف ٹونکی۔ سیف ٹونکی صولت ٹونکی اختر شیرانی کیف ٹونکی سیف ٹونکی۔ صولت ٹونکی۔ اختر شیرانی حبیب اللہ خان فضائی وغیرہم۔

علوم و فنون سے اس شغف کا نتیجہ تھا کہ ہر مسجد ــ اور مساجد کی کثرت بھی شاید عدیم المثال تھی۔ لازماً مدرسہ یا کم سے کم مکتب اور طلبا کے لیے دار الاقامۃ کا کام بھی دیتی تھی۔ ہر صحبت علمی و ادبی صحبت ہوتی تھی ہمہ وقت عقلی و نقلی مسائل و نظریات یا ادبی موضوعات پر مباحثات مناقشات و مشاجرات ایسے ماحول میں کتابوں کی مانگ کا کیا عالم ہوگا؟ بس آپ تو اس کا تصور ہی کر سکتے ہیں۔ ہم نے ان آنکھوں سے دیکھا ہے

Marfat.com

ایک مثال سے ٹونک میں کتابوں کی کھپت اور کثرت استعمال کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صرف شہر ٹونک میں کہ جس کی آبادی آخر آخر میں کم و بیش پچاس ہزار ہو گی پچاس کے قریب وراق (جلد ساز) تھے ایسی ارزاں، دیر پا، اور خوش نما جلدیں کہیں اور کم ہی دیکھنے میں آئی ہیں۔ بعض بعض وراق تو بڑے ہی ماہر تھے۔ کہنہ، بوسیدہ کرم خوردہ مخطوطات کی جلد بندی اس اہتمام، احتیاط، نزاکت اور نفاست سے کرتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔

بہر حال ٹونک، چونکہ علم کا مرکز تھا۔ علماء کا مرکز تھا۔ طلبا کا مرکز تھا اس لئے کتابوں کا بھی مرکز تھا اور کتابوں کا نہیں کتب خانوں کا مرکز تھا۔ چھوٹے بڑے کتب خانے ایک دو نہیں، دس بیس نہیں سینکڑوں تھے۔ ہر مدرسہ میں ایک کتب خانہ، ہر عالم کے یہاں ایک کتب خانہ، ہر رئیس کے یہاں ایک کتب خانہ اور ان میں سے دس بیس کتب خانے تو وہ تھے جن کی شہرت اپنے نوادر کی کثرت تعداد کے باعث۔ اسلامی ممالک اور یورپ تک پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ آج ہم جس کتب خانے کا ایک سرسری تعارف کرا رہے ہیں۔ وہ مکتبہ وزیریہ۔ مکتبۂ وزیر الدولہ اور کتب خانۂ نواب وزیر الدولہ کے ناموں سے علمائے مصر و عرب اور مستشرقین مغرب میں بھی متعارف ہے۔

یہ کتب خانۂ ٹونک کے فرمانروا دوم وزیر الدولہ نواب محمد وزیر خان (م ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء) نے جمع کیا تھا وزیر الدولہ کے جانشین نواب محمد علی خاں اگرچہ ایک فارغ التحصیل عالم باقاعدہ مدرس اور صاحب تصانیف تھے مگر بعض تفصیل طلب اسباب و حوادث کی بنا، پر وہ جلد ہی معزول کر دیئے گئے اس لئے یہ کتب خانہ امیر گڑھ کے قلعے میں مقفل بلکہ مدفون رہا۔ موجودہ مسند نشین نواب اسمٰعیل علی خان صاحب نے اس کو اپنے محل میں منتقل کیا تو اس سے استفادہ کی صورت پیدا ہوئی مرحوم نواب ولی احمد خان ایم اے کے ایماء و تحریک سے میں نے ۱۹۵۰ء میں اس کے نوادر کی ایک فہرست مرتب کی تھی اور ان میں سے چند نوادر کے متعلق مختصر اور ابتدائی نوٹ لے لئے تھے کہ ۱۹۵۲ء میں مجبوراً ہجرت ہونا پڑا۔ یہ نوٹ میرے مسودات میں پڑے ہوئے تھے۔ جناب محمد ایوب قادری سے ان کا ذکر آیا تو مصر ہوئے کہ کم سے کم اسی شکل میں انہیں شائع کر دو۔ اس لئے اس تمہید کے ساتھ کتب خانہ وزیر الدولہ کے چند نوادر کا مختصر تعارف کرا رہا ہوں اور اب تو یہ مجموعہ نوادر ذخیرۂ جواہر، ہندوستان کی مرکزی حکومت نے بیس ہزار کی حقیر رقم کے عوض نواب صاحب سے حاصل کر لیا ہے۔

مشارق الانوار

ساتویں صدی ہجری کی مشہور اور نہایت متداول و مقبول کتاب ہے جس کو بجا طور پر برصغیر میں علم حدیث

Marfat.com

کی پہلی کتاب کہا جاتا ہے بارہ ابواب میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی دو ہزار دو سو چھیالیس احادیث کا انتخاب ہے اس کے جامع علامہ رضی الدین ابو الفضائل حسن بن محمد الصنعانی (ولادت ۵۷۷ھ وفات ۶۵۰ھ) ہیں اور اس کا اردو ترجمے کئی بار شائع ہو چکے ہیں۔ پیش نظر مخطوطہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی قرأت فرزند مصنف محمد بن حسن نے مصنف کے سامنے کی ہے اس کا نمبر کتب احادیث میں ۵۷ ہے۔

کشف الاسرار بزدوی

۱۱ اصول فقہ

علم اصول الفقہ میں فخر الاسلام علی بن محمد بن حسین البزدوی کی معروف کتاب اصول بزدوی ہے اس کتاب کی خود مصنف نے کشف الاسرار کے نام سے شرح کی تھی یہ شرح بیاں خود بزدوی کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہے۔ اس نسخہ کی قدر و قیمت صرف اسی خصوصیت کی وجہ سے بہت زیادہ ہے مگر مزید اضافہ یہ کہ مخطوطہ مرسوقہ عہد عالمگیر کے نامور فاضل ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کی ملک رہا ہے۔ ملا نے اسے آگرہ میں اٹھائیس میں خریدا تھا صفحہ اول پر خود ملا نے دست خاص سے تحریر فرمایا ہے کشف الاسرار شرح البزدوی فی علم اصول الفقہ انتزلہ العبد الضعیف الراجی الی رحمت الرب الکریم عبدالحکیم بن شیخ شمس الدین العدمی ثم سیالکوٹی فی بلدۃ آگرہ بمبلغ ... شاہ مرادی کتاب پر نواب وزیر الدولہ امیر نواب محمد علی خان والیان ٹونک کی مہریں ہیں

مکتوبات امام ربانی جلد دوم

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کی دوسری جلد جس کا نام نور الخلائق ہے اور جسے خواجہ عبدالحی نے خواجہ محمد معصوم کے ایما پر جمع کیا تھا اس جلد کا یہ نسخہ خواجہ محمد معصوم ... کے ارادت مند اور تلمیذ نور محمد بن شیخ پیر محمد العباس السلطان پوری کو ارسال فرمایا تھا خواجہ محمد ... کی تصریح یہ ہے وصل ہذا المجلد الی مالکہ ... تب لہذہ الحروف المقابل لہ بارسال مرشدہ (خواجہ محمد معصوم) فی اول شہر ربیع الاول سنۃ خمس وستین والف من الہجرہ (۱۰۶۵ھ) مالک نے اس کا مقابلہ وسط ربیع الآخر میں ختم کیا!

یہ کتاب ۱۳۴ اوراق (۲۶۸ صفحات) پر ختم ہوتی ہے اور ۹۹ مکاتیب پر مشتمل ہے آخری خط سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے خط کے جواب میں ہے۔

Marfat.com

بحر الجواہر

علم طب کے فن لغات الادویہ میں عربی کی ایک متوسط معیار کی کتاب بحر الجواہر ہے جو اکمل المطابع دہلی مطبع مجتبائی دہلی اور مطبع علوی لکھنؤ سے کئی بار شائع ہو چکی ہے اس کتاب کو ان سائیکلوپیڈیا آف اسلام تاریخ ادب فارسی در عہد مغول اور کیٹلاگ کتب خانہ شیخ مشہد وغیرہ میں شاہ بابر کے دبیر و طبیب یوسفی (یوسف بن محمد بن یوسف) کی طرف منسوب کیا گیا ہے حالانکہ یہ کتاب محمد بن یوسف الہروی کی تصنیف ہے اس سلسلے میں میرا ایک تحقیقی مضمون سہ در صحت کراچی میں شائع ہو چکا ہے۔ بہر حال کتب خانہ وزیر الدولہ میں بحر الجواہر کا نسخہ خود محمد بن یوسف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور اس طرح یہ نہایت بیش قیمت ہے۔

تحفۂ وزیریہ

خاتم الحکماء والمتکلمین علامہ عبدالحق بن فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ فلسفہ کلام اور منطق کے امام الائمہ تو تھے ہی مگر یہ واقعہ بہت کم حضرات کو معلوم ہے کہ آپ کو ان علوم کے علاوہ علم النحو سے بھی شغف تھا اور اسی شغف کا نتیجہ تھا کہ آپ طبیعیات، مادرا السطبیعیات کی آخری کتابوں کے درس کے ساتھ ساتھ ایک سبق نحو کا بھی ضرور دیا کرتے تھے یہی نہیں بلکہ آپ نے الکافیہ فی النحو لابن الحاجب کی شرح تسہیل الکافیہ کے نام سے تحریر فرمائی تھی جو شائع بھی ہو چکی ہے اور صحیح النسبت خیر آبادی خانوادوں میں داخل درس بھی رہی ہے علامہ مرحوم کا ایک دوسرا نادر الوجود رسالہ بھی اس فن میں ہے اس کا نام تحفۂ وزیریہ ہے حضرت علامہ ایک بار نواب وزیر الدولہ کی دعوت پر ٹونک تشریف لائے تھے اور چند سال قیام بھی فرمایا تھا۔ اسی زمانے میں یہ رسالہ تحریر فرما کر نواب صاحب کو عطا فرمایا تھا اور اسی مناسبت سے اس کا نام تحفۂ وزیریہ رکھا گیا ہے۔ کہنے کو تو یہ ایک مختصر کتاب ہے مگر اس کا مطالعہ کرنے والے ہی جانتے ہیں کہ بر اختصار کس قدر جامعیت لیے ہوئے ہے اور اس ایجاز میں کتنے اطناب پنہاں ہیں۔

میرے ابہام پہ ہوتی ہے تصدق توضیح
میرے اجمال سے کرتی ہے تراوش تفصیل

کاش اس دور کے مدارس عربیہ عصبیت سے بالاتر ہو کر سوچنے کی صلاحیت سے محروم نہ ہو گئے ہوتے تو یہ متن متین ان کے نصاب کا جزو ہوتا اور اس طرح بہت سے متون و شروح و حواشی سے بے نیازی ہو جاتی اور عہد حاضر کی تو بات ہی کیا ہے۔ یہ تو عہد طرق مستغنیہ (ڈائریکٹ میتھڈس) کا ہے اور سرے سے صرف و نحو

Marfat.com

نے تحصیل کو غیر ضروری اور لاحاصل تصور فرما لیا گیا ہے۔ خیر!

تحفۂ وزیریہ کا اصل مسودہ کتب خانہ میں نہیں ہے بلکہ کسی خوش نویس کا لکھا ہوا نہایت خوش خط نسخہ ہے ممکن ہے مسودہ حضرت علامہ ہی کے پاس ہو اور انہوں نے یہ خوش خط مبیضہ نواب صاحب کو عطا کیا ہو

اس متن متین کی ایک نقل والد مرحوم (علامہ حکیم سید محمد احمد) نے اپنے کتب خانے کے لئے حاصل فرمائی تھی جو خاکسار کے پاس موجود ہے۔

دستنبو

غالب کا مشہور مطبوعہ رسالہ ہے یہ رسالہ غالب نے وزیرالدولہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا اس مطبوعہ رسالہ کے سرورق پر جو سادہ تھا غالب نے اپنے قلم سے ایک قطعہ لکھا تھا جس کا دوسرا شعر یہ ہے

که بدیں حیله مگر یاد آید غالب خسته که رفت است زیاد

یہ قطعہ غالب کے کسی مجموعۂ کلام میں شامل نہیں ہے اس کا عکس برادرم مولوی منظور الحسن برکاتی "آج کل" (دہلی) میں شائع کر چکے ہیں۔

قرآن مجید

قرآن مجید کا ایک مخطوطہ بھی کتب خانہ کی قیمت وزینت میں ازدیاد کا موجب ہے اس مخطوطہ کی کتابت شاہ دیں پناہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کی گئی ہے۔ خاکسار اس نسبت کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کرنے سے معذور ہے۔

مخطوطہ الرتلک آیات الکتاب المبین سے والذین ہم محزون تک ہے صفحۂ اول پر نواب محمد علی خان رئیس ٹونک کی مہر اور دستخط ثبت ہیں

فتوائے شاہ عبدالعزیز

کتب عقائد (۲۵) میں ایک قلمی رسالہ ہے جو دراصل نواب وزیرالدولہ کے استفتاء اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتویٰ پر مشتمل ہے۔ استفتا تعزیہ داری کے سلسلہ میں ہے اس سوال و جواب کا پس منظر یہ ہے کہ سرونج (علاقہ ٹونک) میں چند سنی افغانی خاندانوں نے تعزیہ داری (بلوا زمہ) شروع کر دی تھی جلوسوں کی مسابقت وغیرہ میں باہم فسادات ہوئے حکومت نے دخل دیا تو افغانی تعزیہ دار مزاحم ہوئے لیکن والی ٹونک نے اس گروہ کے سرداروں کو ٹونک بلا کر روک لیا اور اس کے بعد عملاً تو یہ داری بند ہو گئی عملاً اس لئے

Marfat.com

لکھ رہا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی حکم نافذ نہیں کیا گیا اس لئے میرا قیاس یہ ہے کہ والئی ٹونک اور تعزیہ دار سردار نے شاہ صاحب کو حکم بنایا ہوگا اور اس مقصد کے لئے ان سے استفتا کیا گیا ہو۔

یہ فتوی فتاوی عزیزیہ میں نہیں ہے اس لئے ابھی غیر مطبوعہ اور نادر ہے۔

مکتوب عزیزی

اسی مجلد میں ایک قلمی رسالہ ہے جو نواب احمد یار خان خلف نواب ذوالفقار خان خلف حافظ رحمت خان کے عریضہ اور حضرت شاہ صاحب کے جواب پر مشتمل ہے۔

وصیّت نامہ سید احمد شہید

فن عقائد (۲۱۵) میں ایک مجلد ہے جس میں متعدد و مختلف رسائل ہیں کوئی منطق میں ہے کوئی نحو میں۔ ان میں تین خاص رسائل کا سرسری تعارف غالباً دلچسپی کا موجب ہوگا

پہلا رسالہ سید احمد شہید کا وصیت نامہ و اجازت نامہ ہے۔ جس کا خطاب "ان تمام طالبانِ راہ حق و سالکان ہادی مطلق کی طرف ہے جو موصوف سے" حاضرانہ یا غائبانہ محبت رکھتے ہیں" شروع میں بیعت کے مقام پر گفتگو فرمائی ہے اس کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ اساس شریعت مصطفویہ دو امور پر ہے" اول ترک اشتراک دوم ترک بدعات

ترک اشتراک: بایدش آں کہ ہیچ کس را از جن و ملک و پیر و مرید و استاد و شاگرد و نبی، ولی حلال مشکلات و دافع بلیات و مدد در تحصیل منافع نداند..... ایشاں را نادر بر حوادث زمان و عالم السر والاعلان نشمارد کہ ایں امر محض کفر و شرک ہست۔

ترک بدعات۔ حتی الوسع سعی ترک آں باید نمود و بعد ازاں ہر مسلمان را دعوت بسوئے آں باید کرد چنانکہ اتباع شریعت فرض است ہم چنیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض است

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ طالبانِ حق را باید کہ ہمیں امور را پیش نظر داشتہ با یک دگر بیعت نمایند خصوصاً سعادت انتساب مناقب اکتساب فضائل مآب رفیع الالقاب کمالات نشاں نواب وزیر الدولہ محمد وزیر خان بہادر ایدہ اللہ پس بذمہ ایشاں لازم است کہ اولاً ترک امور مذکورۃ الصدر نمایند و قلب و قالب را متوجہ بسوئے حق کنند اتباع شریعت غرا ظاہراً و باطناً پیش گیرند و تمامی اجناس اشتراک و الواث بدعات را خود دور نمایند و بعد ازاں جمیع طالبین حق را بسوئے آں ترغیب نمایند ان شاء اللہ کلمہ گویاں از رسوم شرک پاک خواہند شد۔

Marfat.com

مکتوب سید احمد شہید

مجلہ میں دوسری دلچسپ چیز سید احمد شہید کا ایک مکتوب ہے جو وزیرالدولہ کے نام تحریر فرمایا گیا ہے تحریر ...نے ہیں۔ ہر کہ بایں جانب انتسابے داشتہ باشد او را نصحٔ بعباد دریں باب سعی جمیل می باید نمود و نظر بحال خود زمودہ ...کار عمدہ باز نماند و بخیال بیار دکہ من کیم؟ تا ایں بار عظیم بر سر نہم کہ عجیب عنایت ایزدی بحال ایں فقیر است کہ ہر ...منتسبان ایں جانب باشد و بہدایت وتربیت خلق مشغول شود حضرت رب العزت خود متکفل اصلاح وتربیت او ...شود خود بر حال او نزول برکات می فرماید بارہا تجربہ نمودہ ام کہ اگر کسے از منتسبان ایں فقیر بتعلیم وہدایت عباد خود ...ماشت اگرچہ خود او از بعضے حالات عادی باشد بندگان خدا را منافع بسیار و فوائد بے شمار نصیب گردد

شجرہ سید احمد شہید

تیسرا رسالہ سید احمد شہید کا شجرۂ طریقت ہے اور انہوں نے اپنے مرید و مسترشد نواب وزیرالدولہ کو ...ا فرمایا تھا۔

دلائل الخیرات

ایک اور خاص چیز جو جناب شہید کے مورخین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوتی اس کتب خانے میں تھی لیکن افسوس ...ب وہ کتب خانہ اس سے محروم ہے یہ ہے دلائل الخیرات کا وہ نسخہ جو شہید موصوف کے زیر تلاوت رہا تھا فہرست میں ...نسخہ کے کتب خانے میں شمول کے سلسلے میں لکھا ہے کہ معرفت شمس الدین بقیمت بیست روپیہ خرید شد بہ نسخہ ریاست ...جو تھے رئیس نواب ابراہیم علی خان نے اپنی ایک بیگم کو بخش دیا تھا ایک نواب وزیرالدولہ تھے جنہوں نے یہ نسخہ ...صل کیا تھا ایک نواب ابراہیم علی خان تھے جنہوں نے اپنی بیگم کو بخش دیا۔ کتب خانہ میں دلائل الخیرات کے اور ...ی نسخے تھے وہ بھی دیئے جا سکتے تھے یہ یادگار اور تاریخی مخطوطہ محفوظ رہتا تو کتب خانہ کی زینت ...فہ ...ضاعف ہی کرتا۔

فہرست نگار نے لکھا ہے۔ بتاریخ پنجم ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۱ھ بنام نواب فردوس زمانی بیگم ... شد۔ زبانی حافظ عبدالرحمٰن مہ، حسب نوشتہ شد"

چند اور نوادر احمدیہ

جماعت مجاہدین کے لٹریچر کی دو اور اہم چیزیں بھی اس کتب خانے میں ہیں جن کے صرف نام ہی میری یادداشت میں تحریر ہیں۔ مزید تفصیلات نہیں ہیں۔

Marfat.com

(۱) تقریر سید احمد صاحب (کتب تصوف ۲۰۵)

(۲) مجموعہ خطوط سید احمد صاحب (کتب تصوف ۲۰۹)

مسائل فقہ از شاہ عبد العزیز

کتب فقہ فارسی (۲۱۸) میں ایک قلمی کتاب "مسائل فقہ" کے نام سے ہے۔ اس میں بھی متعدد استفتا و فتاوی ہیں مستفتی نواب نذیر الدولہ ہیں اور مفتی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی۔ اس مجموعہ میں سے چند فتاوی ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔ چند فتاوی کتاب "فتاوی عزیزی" میں بھی ہیں اور چند فتاوی ایسے ہیں جو فتاوی عزیزی میں ناقص ہیں اور اس مخطوطے میں کامل ہیں۔ مثلاً "مسود دادن بحربیات" (ج ۲ ص ۲۸ فتاوی عزیزی مطبع مجتبائی دہلی)

مجموعہ رسائل تصوف

کتب تصوف (۱۳۱) میں ایک مخطوطہ ہے جو ۲۳ رسائل کا مجموعہ ہے۔ یہ رسائل ابو الفضل بن مبارک کے زیر مطالعہ اور اس کی ملک رہے ہیں۔ بیشتر رسائل پر ابو الفضل کی مہر اور اس کے ہاتھ کی تحریر ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے (واوین میں ابو الفضل کی عبارت منقول ہوگی)

۱۔ رسالہ دعاء الختم لعلی بن ابی طالبؓ، مہر

۲۔ "کتاب کشف اسرار نفائس الحکم المستخرجۃ من جوامع الکلم من تصانیف الشیخ الامام الکامل المکمل الوارث قدوۃ المحققین ابی المعالی محمد بن اسحاق بن محمد القونوی غفر اللہ لہ" مہر

۳۔ رسالۃ الانوار از ابن عربی "فیہا بیان کیفیۃ السلوک ثم کیفیۃ الوصول والوقوف بین یدیہ ثم کیفیۃ الخنوع" مہر

۴۔ "کتاب النصوص للشیخ الفاضل المکمل الوارث صدر الملۃ والدین محمد بن اسحٰق القونوی" مہر

۵۔ وصیت نامہ حضرت علیؓ

۶۔ نفثۃ المصدور وتحفۃ الشکور از شیخ صدر الدین محمد بن اسحٰق القونوی" مہر

۱؎ فتاوی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے سلسلے میں برسبیل تذکرہ عرض ہے کہ ٹونک کے ایک اور کتب خانہ سعیدیہ مقبوضہ حکومت راجستھان میں ۵۳۹ پر ایک قلمی مجموعہ فتاوی شاہ عبد العزیز و شاہ رفیع الدین کے نام سے ہے جو مولوی انور علی تلمیذ مولانا حسن علی لکھنوی تلمیذ شاہ عبد العزیز کا مرتبہ و نوشتہ ہے۔

Marfat.com

- رسالۃ المرشدہ الشیخ الکامل صدر الملۃ والدین القونوی فی اسرار التصوف"
دوسری عبارت :۔ "وہی من الکلام .... القونوی ... وہی الرسائل المعروفۃ بالمفاوضات التی کانت بینہ وبین المولیٰ .... الطوسی ...." مہر
- " جواب مکتوب شیخ صدر الدین قونوی کہ خواجہ نصیر الدین طوسی نوشتہ اند" مہر
- این مکتوب است کہ در مرتبۂ دوم شیخ صدر الدین قونوی بخواجہ نصیر الدین طوسی در جواب جواب ایشان نوشتہ اند قدس سرہٗ" مہر
- "رسالہ کہ در مکتوب دوم حضرت شیخ صدر الدین قونوی اشارت فرمودہ کہ متصل بمکتوب نوشتہ بود دراصل کتاب بایں عبارت :۔ الرسالۃ ہی ہذا" مہر
- "مکتوب شیخ صدر الدین قونوی بخواجہ نصیر الدین طوسی" مہر
- "جواب خواجہ نصیر الدین طوسی مکتوب سوم شیخ صدر الدین قونوی" مہر
- "مکتوب چہارم شیخ صدر الدین قونوی در جواب ابن ماجہ (طوسی) مہر
- "مکتوب شیخ صدر الدین شیخ عفیف الدین" مہر
- "کتاب شیخ صدر الدین قونوی بجانب ابن سبعین علیہ الرحمۃ" مہر
- "کتاب آخر الی بعض الاخوان"
- "رسالۃ المرشدہ الشیخ الکامل الوارث المحقق صدر الملۃ والدین رضی اللہ عنہ فی التصوف" مہر

۱۔ "الرسالۃ للشیخ صدر الدین القونوی"
۱۔ "نسخہ وصیۃ الشیخ صدر الدین القونوی"
۱۔ "مکتوب الی السلطان الشیخ سیف الحق والدین
۲۔ "رسالہ فی طریق التوجہ الی اللہ" مہر
۲۔ "رسالۃ جلیلۃ ارسلہا شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ الی فخر الدین الرازی"

دیگر نوادر

مذکورہ رسائل وکتب کے علاوہ اور بھی نادرات اس ذخیرہ میں ہیں مثلاً "مجموعۂ متن متین جواب رفیع الدین" (۲) شرح تسہیل النحو بخط مصنف (۳) آئین اکبری کے دو نسخے ۱۔ نوشتہ ۱۰۷۲ھ ۲۔

Marfat.com

نوشتہ ۱۰۴۸ھ (۴) شواہد النبوت عبدالرحمٰن جامی نوشتہ عہد مؤلف (۵) دیوان جامی نوشتہ عہد مؤلف (۶) کحل الشفار مسودۂ مصنف وغیرہ

اس کتاب خانے میں کتابوں کی کل تعداد ۳۶۱۶ ہے۔ ان میں سے ۸۲۹ مطبوعہ ہیں اور ۲۷

اس کتب خانے کی جس فہرست سے میں نے استفادہ کیا ہے وہ ٹونک کی معروف شخصیت داروغہ صاحب صدیقی کی مرتبہ اور انہی کے قلم کی لکھی ہوئی نہایت خوش خط ہے۔ داروغہ محمد یعقوب شیخ وجیہ الدین صاحب باغ پتی کے فرزند تھے۔ شیخ وجیہ الدین ابن شیخ محمد بنیاد حضرت سید احمد مرید و خلیفہ اور میرے جد امجد حکیم سید برکات احمد کے حقیقی خالو تھے۔ سرحد و پنجاب کے معرکوں میں شہید کے دوش بدوش مصروف جہاد رہے۔ حادثۂ بالاکوٹ کے بعد باقی افراد جماعت کے ساتھ (سندھ) میں مقیم ہو گئے تھے۔

۱۲۵۲ھ میں وزیرالدولہ نے ان سب حضرات کو ٹونک بلا لیا تھا۔ شیخ صاحب ریاست کے ذمہ دار پر متعین رہے۔ ان کے فرزند محمد یعقوب صاحب بھی "داروغہ" کے معزز اور اہم منصب پر تا زندگی رہے۔ فارسی و عربی کے عالم تھے۔ حمایت دین کا جذبہ وراثت میں پایا تھا۔ حسن عمل اور تقویٰ سے تھے۔ اعلیٰ علمی مذاق تھا جس کا ایک نمونہ یہ فہرست ہے ان کے صاحبزادے جناب محمد یوسف صدیقی بھارت ہی میں ہیں اور فریضۂ اقامت دین کی بجا آوری میں بصد خلوص منہمک ہیں۔

میں اپنی ذاتی کتب میں سے کوئی کتاب کسی کو مستعار دینے کے لئے تیار نہیں۔ دینا تو بڑی بات ہے۔ میں تو اس کا بھی قائل نہیں کہ میری کتاب میری ہی موجودگی میں چند لمحوں کے لئے بھی دست غیر میں چلی جائے کیونکہ میں نے اکثر و بیشتر لوگوں کو دیکھا ہے کہ کتاب ان کے ہاتھوں میں آتی اور ادھر انھوں نے انگلی کو تھوک لگا لگا کر ورق الٹنے لگے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس حرکت قبیحہ کا سخت مخالف ہوں اور مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا کہ ایک کتاب کے ساتھ اس قسم کا سلوک کیا جائے۔

(عبدالمجید قریشی)

Marfat.com

عطاء اللہ نظر

کتبخانہ نواب معین الدولہ کے مخطوطات

اودھ کی تاریخ میں نواب معتمد الدولہ آغا میر کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ نواب صاحب نے سلطنت ھ کے قیام نظم و نسق کے سلسلے میں جو غیر معمولی شہرت پائی اس سے قطع نظر، اردو شعر و سخن کی تاریخ میں لکھنو ے دبستان کے قیام میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں لیکن اس حیثیت کو غالباً ان کی سیاسی اور سرکاری حیثیت سبب عام طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ لکھنو کے نئے دبستان شاعری کے بانی شیخ امام بخش ناسخ نواب معتمد الدولہ رکار سے فیضیاب تھے۔ نواب صاحب نے شعر و سخن میں ناسخ ہی سے مشورہ کیا۔ لکھنو چھوڑنے کے بعد ب صاحب کانپور میں اقامت گزیں ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے کانپور میں شعر و سخن کا چرچا عام ہو گیا ۱۲۱ ھ میں مرزا رجب علی بیگ سرور کانپور آئے انہیں یہاں کوئی "شریف" نظر نہ آیا۔ ۱۲۴۶ھ میں نواب معتمد الدولہ کانپور آئے اور اس کے بعد بھی یہاں شعراء کی ایک قابل قدر جماعت ملتی ہے چونکہ خود نواب صاحب سخ سے فیض سخن پاتے تھے اس لیے کانپور میں شعر و سخن کی محفلوں میں ناسخ اور تلامذہ ناسخ حاوی تھے نو میں ناسخ کے علاوہ دوسرے اساتذہ بھی تھے لیکن کانپور میں صرف ناسخ کا سکہ چلتا تھا۔

نواب معتمد الدولہ کے دو صاحبزادے نواب امین الدولہ آغا علی خان بہادر اور نواب [illegible] الدولہ ید تقی خان بہادر میر علی اوسط رشک شاگرد رشید ناسخ سے مشورہ سخن لیتے تھے ان میں سے اول الذکر نے ناسخ سے بھی فیض پایا اور معتمد الدولہ کی وفات کے بعد ناسخ ان کے یہاں مقیم ہو گئے تھے۔ ثانی الذکر کے دامن دولت سے منیر شکوہ آبادی شاگرد ناسخ و رشک وابستہ تھے۔ نواب معتمد الدولہ کے تیسرے صاحبزادے نواب معین الدولہ سید باقر علی خان بہادر ظفر جنگ کے دامن دولت سے

Marfat.com

بھی منیر وابستہ رہے۔ ان ہی کے لئے منیر نے ایک مقطع میں کہا ہے ؎

خوب کر تعریف نواب ظفر جنگ اے منیر کام آئے گی یہ آقا پرستی ایک دن

نواب معین الدولہ کی علمی قابلیت کا مورخین نے اعتراف کیا ہے۔ منیر نے ایک مدحیہ قطعہ میں ان کو "شاعر معجز بیان و قدر دان شاعراں" کہا ہے، نواب صاحب کو کتابیں جمع کرنے کا بھی شوق تھا۔ امتدادِ زمانہ سے نواب صاحب کا کتب خانہ خرد بُرد ہو گیا۔ جو کتابیں باقی تھیں "بزرگوں کی نشانی" سمجھ کر الماریوں میں ڈھیر کر دی گئی تھیں راقم سطور کو انہیں دیکھنے کا موقع ملا۔ ان میں بعض قابل قدر مخطوطات کا سطور ذیل میں تعارف کرایا جاتا ہے۔ یہ مخطوطات اب نواب سید حیدر علی خاں بہادر نبیرۂ نواب معین الدولہ بہادر کی تحویل میں ہیں۔ نوابصاحب کے پاس جو مخطوطات محفوظ ہیں ان سے اردو شعر و سخن کے دبستان لکھنؤ کے متعلق کئی قابل لحاظ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اکثر تاریخی اہمیت ہے۔

مخطوطات دواوین شعرائے فارسی

ناسخ اور تلامذۂ ناسخ کے کلام میں چند فارسی شعراء کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں صائب۔ بیدل۔ غنی۔ حافظ۔ سحبان۔ سعدی۔ شوکت وغیرہ سے خود ناسخ متاثر ہیں۔ سعدی۔ حافظ انوری وغیرہ کا ذکر نواب امین الدولہ بہادر کے دیوان میں ملتا ہے۔ صائب اور دوسرے اساتذۂ فارسی کا ذکر برق کے دیوانوں میں آیا ہے۔ ان اساتذہ کے ناموں اور ان کے کلام کی ان خصوصیات پر نگاہ کریں تو معلوم ہو گا۔ کہ شعرائے لکھنؤ فارسی کے کچھ خاص اساتذہ کے کلام کی طرف زیادہ راغب تھے دوسرے طرز کے شعرا کی طرف انہیں اتنی رغبت نہ تھی۔ اس پہلو پر اگر غور کریں تو ان اسباب کے تعین میں کافی مدد ملے گی۔ جن سے لکھنؤ کے نئے دبستان کی بنیاد پڑی اس کے علاوہ اہل لکھنؤ کے بدلتے ہوئے معیار اور مذاق شاعری کو سمجھنے میں بھی مدد ملے گی۔ عرض کیا جا چکا ہے کہ معتمد الدولہ اور ان کے صاحبزادے اور دیگر متعلقین ناسخ اور تلامذۂ ناسخ سے متاثر تھے لیکن چونکہ یہ شعرا ان امراء اور نوابین کے دامن دولت سے وابستہ تھے اس لئے اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان نوابین کی پسند و ناپسندیدگی سے یہ شعراء بھی اثر پذیر ضرور ہوئے۔ نواب معین الدولہ کے کتب خانہ میں

Marfat.com

ہمیں جن اساتذۂ فارسی کے دواوین مل سکے یہ سب وہ ہیں جن سے شعرائے لکھنؤ براہِ راست یا بالواسطہ متاثر ہوئے۔ ان میں سے قابلِ لحاظ مخطوطے حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ دیوان ناصر علی : "۸ ½ × "۴ ½ سائز کا یہ نسخہ ہے۔ صفحات کی تعداد درج نہیں، ترقیمہ :

"تمام شد نسخۂ کلیات دیوان ناصر علی بروز جمعہ بتاریخ غرۂ ذوالحجہ سنہ ۔۔۔ احد مطابق ۱۲۳۱ھ (ہجری ؟) کاتبہ (کذا) غلام حیدر انصاری وفتی کہ نوکر نواب مستطاب امیر الامرا سید حسین علی خان بہادر بودہ بہ جہت مطالعہ خود تحریر یافت ختم الخیر بالظفر"

نہیں معلوم کہ نواب سید حسین علی خان بہادر کون تھے اور کہاں تھے، کاتب نے مقام کتابت نہیں لکھا، بہرحال مخطوطہ اچھی حالت میں ہے

۲۔ دیوان صائب : یہ نسخہ بہت خوش خط سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ سرخ روشنائی سے حاشیے بنائے گئے ہیں۔ "۹ × "۵ ½ سائز ہے۔ کاغذ بہت عمدہ استعمال کیا گیا ہے، دو سو نوے سال گذر جانے کے باوجود اس میں ایک قسم کی چمک باقی ہے کئی بار اوراق کی درستی اور جلد بندی ہو چکی ہے، ترقیمہ :

"با تمام رسید کتاب دیوان صائب بروز جمعہ بوقت یکپاس روز در ۱۰۹۵ھ

ہر کہ خواند دعا طمع دارم

زاں کہ من بندۂ گنہگارم"

کاتب نے صرف ۱۰۹۵ھ لکھا تھا کسی نے بعد میں نسبتاً موٹے قلم اور ہلکی سیاہی سے "ع" سنہ عیسوی کی علامت بنا دی ہے لیکن یقینی طور پر غلط ہے یہ سال ہجری ہے۔

۳۔ دیوان شوکت بخارائی : کسی نے پنسل سے صفحات کا شمار کیا ہے ۲۵۸ صفحات ۔۔۔ سائز

ترقیمہ

"تمام شد کتاب ہذا بعون مالک کتاب بتاریخ بیست و ... (کذا) رجب المرجب ۱۱۵۸ھ نبوی مقدسہ

غریق رحمت یزداں کسی باد

کہ کاتب را بہ الحمدی کند یاد"

Marfat.com

اس کے بعد کاتب کے دستخط اور اس کی مہر ہے نام پڑھا نہ جا سکا

۴۔ دیوان کلیم: یہ نسخہ ناقص الطرفین ہے ۹″×۵″ سائز۔ ایک صفحہ پر مہر ثبت ہے جس میں "دو دراج ۱۲۱۲" لکھا ہے، معلوم نہیں یہ دو دراج کون شخص تھا۔

۵۔ انتخاب دیوان صائب وغیرہ: مختلف شعرائے فارسی کے دواوین کا انتخاب ہے۔ ترقیمہ:
"تمام شد انتخاب دواوین اساتذۂ ولایت از منتخب از تذکرۂ ریاض الشعرا در اوسط ماہ جمادی الاول ۱۲۵۵ھ"

کاتب کے نام اور انتخاب کرنے والے کے نام کا علم نہیں۔

۶۔ ایک جلد میں حسب ذیل مخطوطات مجلد ہیں سائز ۱۰″×۶½″:

ہفت پیکر نظامی: ترقیمہ:
"الحمد للہ علی احسانہ کہ کتابت ہفت پیکر من تصنیف مولانا نظامی علیہ الرحمہ بعون اللہ تعالیٰ بتاریخ نہم رجب المرجب روز جمعہ ۱۲۶۸ھ ہجری بخطہ بدنمط ذاکر علی صورت اتمام پوشید"

مخزن الاسرار نظامی: المنۃ للہ تعالیٰ و تقدس کہ بتاریخ ہشتم شہر صفر المظفر ۱۲۶ ہجری مقدسہ نبوی نسخہ مخزن الاسرار بخط بدنمط احقر العباد ذاکر علی صورت اتمام پذیرفتہ

لیلیٰ مجنوں نظامی: "الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب لیلیٰ مجنوں بتاریخ ہفتم ماہ ربیع الثانی روز جمعہ بخط بدنمط۔ احقر العباد عبدہٗ ذاکر علی صورت اتمام پذیرفت"

ذاکر علی غالباً نواب معین الدولہ کے کارکنان میں سے کوئی شخص ہوں گے اور یہ نسخے نواب صاحب نے اپنے کتب خانۂ خاص کے لئے تیار کرائے ہوں گے۔

۷۔ ایک جلد ۹″×۵½″ سائز پر نہایت خوش خط، خوبصورت حسب ذیل مخطوطات شامل ہیں کاغذ نہایت عمدہ استعمال ہوا ہے۔

(۱) قصائد عرفی۔ سال کتابت نامعلوم

(۲) قصائد انوری۔ کتابت ربیع الاول ۱۲۳۳ھ

(۳) قران السعدین۔ ترقیمہ:

Marfat.com

" تمت تمام شد قران السعدین بہ تاریخ پانزدہم ۔ ۱۵ شہر ربیع الثانی ۱۲۳۴ھ بہ روز پنجشنبہ در بلدۂ لکھنؤ در عہد وزارت رفعت الدولہ رفیع الملک نواب غازی الدین حیدر خاں بہادر شہامت جنگ بہ دستخط عاصی ہیچمداں اضعف من عباد اللہ صورت اختتام و پیرایۂ نظام یافت ....

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہگارم

(۴) رسالہ درعروض ۔ بروز پنجشنبہ نوچندی در شہر رمضان ۱۲۳۳ھ ہجری۔

(۵) رسالہ در قافیہ ۔ " تمت تمام شد رسالہ تفتیح قافیہ بہ روز شنبہ چہار گہری (گھڑی) روز طلوع نمودہ بتاریخ چہاردہم ماہ محرم الحرام ۳۴ھ ہجری (۱۲۳۴ھ ؟) بفرخی و فیروزی سمت ارقام پذیرفت در عہد نواب غازی الدین حیدر خاں بہادر شہامت جنگ بہ دستخط اضعف من عباد اللہ بندہ الٰہی عاقبت بخیر باد "۔

(۶) ترجمہ لیلاوتی ۔ کتابت ؟

(۷) رسالہ علم موسیقی ۔ کتابت ۱۲۲۶ھ

(۸) رسالہ در علم حساب ۔ کتابت ؟

(۹) قصائد مرزا صائب در منقبت ، تمام شد بہ تاریخ ... ہشتم (۸) محرم ۱۲۳۴ ہجری یا الٰہی عاقبت محمود باد و انجام مسعود "

کاتب کا نام معلوم نہ ہو سکا ۔ بہر حال یہ تمام نسخے عہد نواب غازی الدین حیدر کے ہیں قیاس ہے کہ نواب معین الدولہ کو یہ اپنے والد سے ورثہ میں ملے ہوں ۔

تذکرۃ الشعرا

ا ۔ تذکرہ قطعہ گلشن بہ طور سراپا سخن ' سائز ۱۰ ۶۸ تعداد صفحات درج نہیں ' کتابت خط شکست اس جلد میں رباعیات اساتذہ ' مسدس و مثنوی اساتذہ انتخاب تذکرہ آزاد بلگرامی وغیرہ بھی شامل ہیں اس موقعہ پر ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ناسخ نے جب وہ کانپور میں نواب امین الدولہ بہادر کے

Marfat.com

بیاں منظم ہوئے ایک غزل کہی جسے سن کر سید محسن علی محسن نے عرض کیا کہ اگر اسی طرح غزلیں کہی جائیں تو ایک دیوان اعضائے انسانی سے متعلق تیار ہو جائے بعد میں محسن نے تذکرہ سراپا سخن تالیف کیا۔ نواب امین الدولہ کے گھرانے میں تذکرہ قطعہ گلشن کی موجودگی اس سلسلہ میں قابل لحاظ ہے یہ اگرچہ فارسی شعراء کا تذکرہ ہے لیکن یہ اردو کے تذکرہ نویس کے لئے نمونہ کی حیثیت سے بہر حال موجود تھا۔

۱۱۔ تذکرہ آتشکدۂ آذر:۔ مصنفہ لطف علی ابن آقا خاں متخلص بہ آذر سائز ۸ ½ × ۱۲ ½ فارسی کا مشہور تذکرہ ہے۔

متفرق کتب

۱۔ اخلاق ناصری۔ کاتب کا نام، زمانہ کتابت، صفحات وغیرہ تحریر نہیں۔ آخری صفحہ پر امجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی مہر ثبت ہے اس میں یہ شعر لکھا ہے۔

ناسخ ہر مہر۔۔۔۔ شد مزین بر کتاب۔ خاتم امجد علی شاہ زماں عالی جناب

۱۲۶۰

یہ مہر چند اور صفحات پر بھی ملتی ہے۔ ایک صفحہ پر "کتب خانہ سلیماں جاہ" کی مہر بھی ہے۔ افسوس ہے کہ اس میں مندرجہ شعر پڑھا نہ جا سکا۔ نسخہ مکمل ہے۔ کرم خوردگی کے آثار ہیں۔ کتاب پر جا بجا حواشی بھی لکھے ہیں جو غالباً مطالعہ کرنے والے کسی صاحب نے لکھے ہوں گے۔

۲۔ در احکام ادویہ و اغذیہ:۔ صفحات کا شمار نہیں کیا گیا۔ ترقیمہ:۔

"تمام شد ترجمہ شرح فن ثانی از کتاب قرشی واللہ اعلم بالصواب۔۔۔۔ فقط بہ تاریخ ششم ماہ ربیع الاول روز جمعہ بہ مکان واقعہ شہر بنارس ۱۲۹۶ھ ہجریہ مقدسہ نبویہ صلعم از قلم بدر رقم احقر الاطباء اصغر الحکماء حکیم بندہ رضا الشہیر بہ چھمن۔۔۔۔ انجم لکھنوی ابن مرحوم و مغفور معتمد الملوک حکیم کاظم علی خاں لکھنوی غفر اللہ ذنوبہم وستر عیوبہم فقط فقط"

حکیم بندہ رضا انجم کا ذکر تذکرۂ نادر میں ملتا ہے۔ "انجم مرزا بندہ رضا عرف چھمن مرزا شاگرد میر کلو عرش" (نادر ص ۳۳) زیر نظر مخطوطہ کے ترقیمہ سے ان کے حالات کے سلسلہ میں مزید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

Marfat.com

محیطِ معرفت۔ از کرپال داس: یہ سنسکرت کی ایک کتاب کا ترجمہ ہے مترجم کرپال داس ہے اصل
کتاب کو وہ "پوتھی سرودی" کہتا ہے جس کا مصنف سری سدا شیو جی تھا۔ ضخامت ۴۷۵ صفحات
۷×۴½ سائز۔ کاغذ عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔ کتابت کا زمانہ وغیرہ معلوم نہیں۔ نواب حیدر علی صاحب
کی زبانی سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے یہ کتاب سرور معلمہ نامی کسی شخص سے جو اسی خاندان کے
فرد تھے ۱۳ ستمبر ۱۹۳۱ء کو خریدی تھی۔

شعلۂ آہ:۔ یہ شہزادہ فلک محمد و شمشیر بانو کا قصۂ عشق ہے اوراق کا شمار آخری صفحہ سے کیا گیا ہے
اس طرح پہلا صفحہ ۸۳ ہوا، آخری صفحہ پر ۱۲ درج ہے گویا آخر کے کم از کم ۱۱ صفحات ضائع
ہو گئے ہیں۔ قصہ مکمل ہے اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ ان گیارہ صفحات پر کیا تھا۔ ترقیمہ اس طرح ہے۔
"تمام شد نسخہ شعلۂ آہ من تصنیف لچھمی سنگھ . . . . دہلوی، تاریخ پنجم رمضان المبارک
۱۲۱۱ھ"

مخطوطہ کا سائز ۱۱×۷½ ہے۔

۔ دفتر ثانی مثنوی المولوی۔ مولانائے روم کی مثنوی کو جو شہرت اور قبول عام حاصل ہوا ظاہر ہے
زیر نظر مخطوطہ اس کا صرف دفتر ثانی ہے۔ ترقیمہ:

"تم ہذا الدفتر روز جمعہ بعد نماز جمعہ بہ تاریخ بست و یکم از رجب المرجب ۱۰۹۳ھ"
اس سے قدیم تر مخطوطات بہت ملتے ہیں لیکن یہ بھی کافی قدیم اور قابل لحاظ ہے

۔ سفینۃ النجات در علم کلام۔ سائز ۸½×۴½۔ ترقیمہ:۔
در تمام شد کتاب سفینۃ النجات بہ تاریخ غرہ شہر ربیع الاول سنہ یکہزار و دو صد و ... شش روز چہار شنبہ وقت
... بخط حقیر عاصی ... مرزا ... حسب الارشاد ... مرزا صاحب عالی شان والا مناقب مرزا ... سلمہ ... تحریر یافت

مخطوطہ ۸½×۴½ سائز، ۱۲۸ صفحات۔ ترقیمہ:
"...... از نسخہ اوراق تصنیف میر محمد کاظم ۱۲۵۱ ہجری نبوی صلعم در دارالسلطنت لکھنؤ محلہ مینا بازار در بن تحریر
یافت"

ان چند کے علاوہ اور بھی متعدد اور قدیم مخطوطات نواب حیدر علی صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہیں
لیکن ان کی تفصیلات بہ سبب بوسیدگی و شکستگی دریافت نہ ہو سکیں۔

Marfat.com

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

از سید محمد بیدری (مورخ دکن)

عثمانیہ یونیورسٹی کے قائم ہونے کے بعد اس امر کی پوری کوشش کی گئی۔ کہ اس کا کتب خانہ جلد از جلد ترقی کی منزلیں طے کرے۔ کیونکہ کسی یونیورسٹی کے لئے اس کے کتب خانے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ذاتی مطالعہ کے بغیر علم میں حقیقی اضافہ ہونا مشکل ہے۔ اور مطالعہ کا ذریعہ کتب خانوں کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے کتب خانہ کی ابتداء اس طرح ہوئی۔ کہ حیدرآباد شہر میں دار العلوم نام کی ایک مشہور اور قدیم درس گاہ تھی۔ جس میں فارسی اور عربی کی اعلیٰ تعلیم ہوتی تھی۔ اس درسگاہ میں ایک کتب خانہ تھا۔ اس کتب خانہ کو مستحکم کرنے کے لئے حکومت وقت نے ملا عبد القیوم مرحوم کا کتب خانہ بیس ہزار روپے میں خریدا تھا۔ جس میں مطبوعہ کتابوں کے علاوہ کافی قلمی کتابیں بھی موجود تھیں۔ دار العلوم کا کتب خانہ آہستہ آہستہ ترقی کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ کہ عثمانیہ یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اور دار العلوم اس میں ضم ہو گیا۔ اس کے نتیجہ میں اس کا کتب خانہ بھی عثمانیہ یونیورسٹی کی لائبریری کی بنیاد قرار پایا۔ اس میں انگریزی زبان کی کتابوں کا بھی کچھ ذخیرہ موجود تھا۔ لیکن اصل میں یہ کتب خانہ ایک مشرقی کتب خانہ تھا۔ عثمانیہ یونیورسٹی میں منتقل ہونے کے بعد اس میں عصری ضروریات کی تکمیل کی جانے لگی۔ اور اس کے لئے ایک علیحدہ عمارت بھی کرایہ پر مہیا کر لی گئی۔ اور ایک عملہ بھی مامور ہو گیا۔ اور مسٹر سبارا و تلگو کے پروفیسر لائبریری کے جزو وقتی لائبریرین مقرر ہوئے۔ کام میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ مسٹر نجم الہدیٰ بی۔ اے کا تقریباً وقتی طور پر لائبریرین کے عہدہ پر عمل میں آیا۔ بعد ازاں موصوف شعبۂ تاریخ میں بحیثیت لیکچرار منتقل ہو گئے۔ تو اس وقت اس عہدہ پر مسٹر یوسف الدین احمد صدیقی کا تقرر ہوا۔

Marfat.com

مسٹر یوسف الدین جلد ہی یونیورسٹی کی جانب سے کتب خانہ کے کام کی ٹریننگ کے لئے یونیورسٹی لائبریری لاہور کو بھیجے گئے۔ اور جب واپس آئے۔ تو کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کے لائبریرین مقرر ہوئے۔ اور کتب خانہ کو بڑی خوبی سے منظّم کیا۔ مگر افسوس کہ جواں عمری میں انتقال فرما گئے۔

عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں سنسکرت۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ ہندی ترکی۔ چینی۔ تلگو۔ مرہٹی۔ کنڑی۔ ٹامل۔ انگریزی۔ جرمنی۔ فرانسیسی اور روسی جملہ پندرہ زبانوں کا ذخیرہ موجود تھا۔ کتابیں بالعموم شعبہ ہائے متعلقہ کی سفارش پر خریدی جاتی تھیں۔ جس کے سالانہ موازنہ میں سالانہ ستّرہ ہزار روپے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ اس سے قطع نظر کتب خانہ کو عطیہ کے طور پر بھی کافی کتابیں حاصل ہوئیں۔ جس میں نواب سرور الملک سر اکبر حیدری اور نواب سالار جنگ کے ہاں سے ملے ہوئے ذخیرے قابل ذکر ہیں۔

حکومت آصفیہ کے مرحوم سیکرٹری نواب ذوالقدر جنگ نے اپنے والد نواب سرور الملک چیف سیکرٹری کا کتب خانہ جس میں ۱۲۹۲ کتابیں تھیں۔ یونیورسٹی لائبریری کو بطور عطیہ دے دیا۔ اس ذخیرہ میں مطبوعہ کتابیں بھی تھیں۔ اور قلمی کتابیں بھی۔ یہ کتابیں اردو۔ فارسی۔ عربی زبانوں کی تھیں۔

اس طرح سر اکبر حیدری کے انتقال پر ان کے وارثوں نے مرحوم کی ۲۱۷۰ کتابیں یونیورسٹی لائبریری کو عطیہ دے دیں۔ یہ کتابیں انگریزی کے علاوہ اردو۔ فارسی۔ عربی زبانوں کی تھیں۔ ان کے ماسوا دوسری زبانوں مثلاً ترکی اور روس وغیرہ کی بھی چند کتابیں اس ذخیرہ میں شامل تھیں

نواب سالار جنگ کے انتقال کے بعد ان کے علاقہ کا مغربی کتب خانہ یونیورسٹی کے کتب خانہ کو حاصل ہوا۔ اس ذخیرہ میں کم و بیش ۴۴ ہزار کتابیں شمار کی گئی تھیں جس سبب

Marfat.com

مغربی السنہ اور زیادہ تر انگریزی زبان کی تھیں ۔ اس طرح کتب خانہ میں ڈیڑھ لاکھ کتابیں موجود تھیں ۔ کتب خانہ کے ذخیرے کو بطور عام تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک حصہ ان کتابوں کا ہے ۔ جن کو ناظرین خود ہی اپنے اختیار اور اپنی پسند سے نکال سکتے ہیں ۔ یہ کتابیں ریڈنگ روم میں رکھی گئی ہیں ان کی تعداد دس ہزار سے زیادہ ہے دوسرا حصہ ان کتابوں کا ہے ۔ جو کتب کے مخزن میں محفوظ رکھی جاتی ہیں ۔ کتابوں کا حوالہ فہرست میں طلب کرنے پر کتب خانہ کے کارپرداز یہ کتاب نکال کر دیا کرتے ہیں یہ کتابیں بھی کتب خانہ سے باہر مطالعہ کے لئے حاصل کی جا سکتی ہیں ۔ یوں اساتذہ اور ریسرچ کے طالب علم خود مخزن میں جا کر اپنے لئے کتابیں چن سکتے ہیں ۔

تیسرا حصہ ان کتابوں پر مشتمل ہے ۔ جو خود ناظرین اپنی ضرورت پر الماریوں میں سے خود ہی نکال کر استفادہ کر سکتے ہیں لیکن ان کو بیرون کتب خانہ مطالعہ کے لئے جاری نہیں کیا جا سکتا ۔ یہ کتابیں حوالہ کی کتابیں کہلائی جاتی ہیں ۔ اور ان میں لغت ۔ ان سائیکلوپیڈیا جغرافیائی نقشے اور سالنامے وغیرہ نوعیت کی کتابیں شامل ہیں ۔ ان کی تعداد تین ہزار سے اونچی ہے ۔

امریکی حکومت سے ان کے مقامی نمائندوں کے توسط سے جو کتابیں حاصل ہوتی ہیں وہ بھی دار المطالعہ میں رکھی جاتی ہیں ۔ یونیورسٹی کے اس کتب خانے میں دو سو سے زیادہ مختلف میقاتوں کے رسالے اور مجلے خریدے جاتے ہیں ۔ جن کی جلدیں جلد بندی کے بعد محفوظ کر لی جاتی ہیں ۔

کتب خانہ کا اہم شعبہ مخطوطات کا شعبہ ہے ۔ یہ ذخیرہ کافی قیمتی کتابوں پر مشتمل ہے یہ ذخیرہ بھی دو حصوں پر مشتمل ہے ۔

(۱) سنسکرت ۔ تلگو ۔ مرہٹی ۔ کنڑی اور تامل ۔ نیز ہندی مخطوطات ۔

(۲) عربی ۔ فارسی اور ترکی مخطوطات ۔

Marfat.com

پہلے شعبہ کے قلمی کتابوں کے بارے میں یہ واضح ہے۔ کہ حکومت نظام نے کچھ عرصہ قبل حکیم محمد قاسم بیجاپوری کے کتب خانہ کو حاصل کر کے اس میں جو قلمی کتابیں سنسکرت اور دوسری زبانوں کی موجود تھیں عثمانیہ یونیورسٹی کو دیدیں۔ یہ کتابیں کاغذ پر لکھی ہوئی ہیں اور تاڑ کے پتوں پر بھی۔

یونیورسٹی کے دوسرے شعبوں میں بھی قلمی کتابیں جمع کی جاتی ہیں۔ اور کچھ عرصہ قبل دارالترجمہ شعبۂ فارسی اور شعبۂ تاریخ میں جمع کی ہوئی قلمی کتابیں یونیورسٹی کی لائبریری کردی گئی ہیں اور اس طرح یونیورسٹی لائبریری میں قیمتی اور نایاب قلمی کتابوں کا اچھا ذخیرہ فراہم ہوگیا ہے۔ کتب خانہ میں جو مخطوطات موجود ہیں ان کی زبان وار تعداد یہ ہے۔

(۱)۔ عربی ۱۶۴۴ (۲)۔ فارسی ۲۳۳۴ (۳)۔ اردو ۳۶۷

(۴)۔ ترکی ۵۔

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی قلمی کتابوں میں چند ایسی کتابیں بھی ہیں۔ جو آج سات سو چھ سو سال قبل کی لکھی گئی ہیں۔ ان کتابوں میں خود مؤلفوں کے یا دوسرے عالموں کے لکھے ہوئے حاشیے اور اضافے موجود ہیں۔ بعض ان میں ابتک طبع نہیں ہوئی ہیں۔ اور دوسرے کتب خانوں میں بھی یہ دستیاب نہیں ہوتے۔

کتابوں کے علاوہ اس علمی خزانہ میں قلمی تصاویر۔ خوش قطعوں کی بھی کمی نہیں ہے اردو۔ اور فارسی مخطوطوں کی تفصیلی فہرست بھی انگریزی میں ایک مقررہ نمونہ کے مطابق مرتب کرلی گئی ہے۔ اور اردو میں بھی پروفیسر عبدالقادر سروری صاحب نے کوئی (۱۸) نسخوں کی فہرست مرتب کی ہے۔

کتابوں کو کیڑوں سے محفوظ کرنے کے لئے خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور ان کی جلد بندی کے لئے علیحدہ عملہ بھی موجود ہے۔

کتب خانہ کا سب سے قدیم نسخہ عربی زبان میں ہے۔ یہ نسخہ ۶۳۸ھ ہجری مطابق

Marfat.com

سنہ ۱۲۴۰ء میں لکھا گیا ہے۔ اس کے مؤلف ابو عبداللہ محمدؐ بن ظفر المعقلی ہیں۔ ان کا انتقال سنہ ۵۶۸ ہجری میں ہوا۔ قدامت کے لحاظ سے اس کے بعد تین فارسی مخطوطات کا شمار ہوتا ہے۔ جو سنہ ۶۷۷ ہجری مطابق سنہ ۱۲۷۸ء میں لکھے گئے ہیں۔ ان میں ایک تو بوعلی سینا کے عربی رسالہ حی یقظان کا فارسی میں ترجمہ ہے۔ دوسرا مخطوطہ کتاب النفس ہے۔ یہ بھی عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ارسطو کی تالیف تھی جس کا عربی میں یونانی زبان سے ترجمہ کیا گیا تھا۔ تیسرا رسالہ شرح رسالۃ الطیر کی تالیف بھی بوعلی سینا سے منسوب ہے۔

اردو مخطوطات میں سب سے قدیم نصرتی کی تالیف گلشنِ عشق ہے۔ اس کی کتابت سنہ ۱۰۷۱ ہجری میں ہوئی ہے۔ گلشن عشق کا ایک اور نسخہ بھی ہے جس میں (۱۲) تصویریں بھی ہیں۔

کتب خانہ کی نئی عمارت آرٹس کالج کے مقابل ایک پہاڑی پر تعمیر ہوئی ہے۔ جو اپنی وسعت اور خوبی کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہے

خواجہ غلام فریدؒ

از:- مسعود حسن شہاب

اس کتاب میں خواجہ صاحب کی زندگی اور شاعری کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل تبصرہ کرنے کے علاوہ مقامی زبان کے متعلق بھی تحقیقاتی مضمون شامل ہے۔ کتاب میں خواجہ صاحب کی کچھ منتخب کافیوں کا منظوم اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔

قیمت:- چھ روپے۔

اردو اکیڈمی بہاولپور

Marfat.com

ڈاکٹر محمد حسن

سالار جنگ میوزیم

دنیا کا عظیم ترین شخصی ذخیرہ

"عجائب گھر" ماضی اور حال کے درمیان ایک کارآمد تعلق کا کام دیتے ہیں وہ کسی قوم کی بلکہ تمام نسل انسان کے خود نوشت سوانح کا ایک نمایاں باب ہیں حیات انسان کے مسلسل ارتقاء کے یہ آثار سارے علم کی بنیاد بن جاتے ہیں اسی لئے عجائب گھر انسانی تمدن کا مرقع بھی کہے جا سکتے ہیں

حیدرآباد دکن کا "سالار جنگ میوزیم" صرف ایک ایسا مقام ہی نہیں جس سے تہذیبی ارتقا [illegible] کے لئے بنی نوع انسان کی جد و جہد کے آثار ملتے ہیں۔ بلکہ اس میں اور بھی قابل فخر خصوصیات [illegible]۔ ایک شخص کے جمع کردہ نوادرات اور اشیاء کے آرٹ کا شاید ایسا گرانقدر ذخیرہ ہے [illegible] دنیا کے بہترین خزینوں میں ہو سکتا ہے۔

یہ میوزیم سر سالار جنگ کے آبائی محل میں ہے لیکن اس کی نئی عمارت کا [illegible] کنارے رکھا گیا ہے جس کی لہروں نے حسن و عشق اور جنگ و جدل کے کئی مناظر دیکھے ہیں قطب شاہی کا وہ نوجوان شہزادہ جو بعد میں سلطان قلی قطب شاہ کے نام سے والئ سلطنت ہوا اسی موسیٰ ندی کو اندھیری طوفانی راتوں میں پار کر کے دوسرے کنارے پر اپنی محبوبہ حیدر محل (بھاگ متی) سے ملنے جاتا تھا۔ شہر حیدرآباد کا نام اسی حیدر محل کے نام سے لیا گیا۔

میوزیم کی نئی عمارت جس کی لاگت کا اندازہ کوئی ایک کروڑ روپیہ ہے حکومت ہند اور اندھرا پردیش کی سرکار کے ذمہ ہو گا۔ اسی میں سالار جنگ کے جانشین کا فیاضانہ عطیہ بھی شامل ہے۔

Marfat.com

میوزیم اپنے بانی نواب یوسف علی خان سالار جنگ سوم کے ذوق لطیف، فیاضی اور نوادرات کے حاصل کرنے کے باعمل جذبے کا حامل ہے۔

موصوف ۱۸۸۹ء میں ریاست حیدر آباد دکن میں وزرائے اعظم کے ایک روایتی خاندان میں پیدا ہوئے ابھی یوسف علی خاں صاحب ایک ہی سال کے ہوئے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔
مدراس سے میٹرک کرنے کے بعد وہ حیدر آباد میں مقیم ہو گئے۔

صرف ۲۲ سال کی عمر میں حیدر آباد دکن کے وزیر اعظم بنائے گئے لیکن تین ہی سال کے بعد انہوں نے چند شخصی مجبوریوں کی بنا پر اس عہدے کو چھوڑ دیا۔ اس نوجوان کی دلچسپی کے میدان کچھ اور ہی تھے۔ انہیں قلمی نسخوں، نوادرات، جواہرات، تاریخی اشیاء کی تلاش میں سیر و سیاحت بیحد مرغوب تھی ان کا علمی ذوق بھی کچھ کم تر نہ تھا انہوں نے ایک لاکھ روپے علیگڈھ یونیورسٹی کو بطور عطیہ دیئے

اپنے صرفے سے ایک اردو رسالہ "شہاب" جاری کیا۔ بہت سے ادبی اداروں کی سرپرستی کی ان میں وہ مشہور ادارہ "مجلس مخطوطات" بھی شامل ہے۔ جس نے اہم دکھنی شعراء کے کئی مخطوطے "تنقید و تشریح کے ساتھ شائع کئے۔

ان سب کے باوجود ان کی دلچسپی کا اصل مرکز نوادرات کی فراہمی تھا۔ جس پر انہوں نے کوئی ۵۰ کروڑ روپے صرف کئے۔

اپنے انتقال کے وقت یعنی ۱۹۴۹ء میں وہ ایک ایسی تین سو کمروں پر مشتمل عمارت بطور میوزیم بنانے کے بارے میں سوچ رہے تھے جس میں مختلف اقسام کی اشیاء کی نمائش کی جا سکے

مخطوطات کا نادر ذخیرہ

کسی واحد شخص کے لئے اتنی اعلیٰ قیمتی اور مختلف اقسام کی چیزوں کا جمع کر لینا ایک ناقابل یقین سی بات ہے۔

یہ میوزیم نوادرات، تصاویر، چینی مٹی کے ظروف، جاپانی نقاشی، ایرانی قالین، ظروف، جواہرات سے مرصع مغل اسلحہ جات، سنگ تراشی، دستکاری اور میناکاری کے کامیاب نمونے، لکڑی کی آرائشی اشیاء، خوش خطی کے نمونے، مشجر جواہرات اور بلور کی چیزوں کا ایک خزانہ ہے۔ صرف نادر مخطوطات کی تعداد ہی ۹۰۰۰ بتلائی گئی ہے۔ یہ مخطوطات جو مشہور خدا بخش لائبریری پٹنہ کے ذخیرے سے

Marfat.com

دو گنے کے قریب ہیں۔ ان کے تنوع کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان میں ۹۵ ۲۴ عربی کے ۶۶ ۴ ۱۴ فارسی اور ۵ ۴ ۰ ۱ اردو اور ہندی کے مخطوطات ہیں۔ انگریزی کے بھی ہزاروں مخطوطے موجود ہیں۔

قرآن مجید کے ۸ ۶ ۳ مخطوطے خوش خطی کے مختلف اسلوبوں کے حامل ہیں ان میں خط نسخ گہبار کوفی ریلین، بہار، گلزار معرب اور سلط کے نمونے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ ذخیرہ عظیم اور لاثانی ہے۔ یہاں تحفۂ سمیع، خمسہ نظامی وغیرہ کے بھی کئی اہم نسخے ہیں۔

مخطوطات کے عظیم الشان ذخیرے سے قطع نظر دوسری نادر اشیاء بھی بے شمار ہیں جن میں ہاتھی دانت کی وہ چار کرسیاں بھی ہیں۔ جو فرانس کے لوئی پانزدھم نے ٹیپو سلطان کو تحفۃً بھیجی تھیں۔ سلطان ٹیپو کی تلوار اور عمامہ لوئی چاردہم اور نپولین کا مکمل فرنیچر سیٹ، مشہور مصور ٹی سڈنی۔ کوپر کی مصوری کا ایک مشہور نمونہ کیٹلز ان ری پوز، گوئٹے کے فائرسٹ کے دو کرداروں پر مبنی منقش لکڑی کا ایک دل آویز نمونہ اور بیرونی کا سنگ مرمر کا شہرۂ آفاق مجسمہ ہے۔

مخطوطات کے سیبوں نسخے مصوری ادب اور آرٹ کا امتزاج ہیں۔ حاشیہ پر مطلا نقاشی کے علاوہ ان میں فن خوش نویسی کے لاجواب نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ اس فن کے بارے میں مشرق کے کئی اہل قلم کی رائے ہے کہ یہ مصوری ہی کی ایک طرز ہے" ایک مشرقی لائبریری" کے مصنف او۔ کو۔ تو۔ تو سالار جنگ میوزیم کے آرٹ اور ادب کے نوادرات بیان کرنے میں رطب اللسان ہے انہوں نے کہا ہے کہ دنیا میں کسی اور جگہ خوش نویسی کے اتنے حسین سحر آفرین اور باکمال نمونے نہیں ملتے۔ میوزیم میں محفوظ شدہ اوراق رنگ و نور سے درخشاں ہیں۔ ان نمونوں میں ایک عجیب سادگی و پرکاری ہے۔ کوئی نمونہ کسی غریب عالم کی واحد جلد ہے۔ کوئی کسی خان خاناں کی مغل بادشاہ کو نذر ہے۔ کوئی کسی مبتلائے مصیبت اور متزلزل ذہن والے بادشاہ کے بارے میں پیشین گوئی ہے۔ کوئی کسی حسین وجمیل شہزادی کی شعری کاوش ہے۔ کوئی جنگ میں کسی فاتح کے ہاتھ آنے والی مغلوں کی اشیاء میں سے ہے اور کوئی نمونہ کسی روبہ تنزل دربار کے نوادرات میں سے ہے جو چوری کے بعد ہاتھ بدلتا رہا اور اس حوادث زمانہ کے باعث خستہ و شکستہ ہو گیا۔

یہ سب نمونے بالآخر ایک ہی پناہ گاہ میں پہنچ گئے ہیں۔

Marfat.com

سالار جنگ میوزیم کے بہت سے مخطوطات کی ایسی ہی تاریخ ہے۔ ہر نسخہ ایک حسن کا مظہر ہے اور اسے بار بار دیکھ کر دلی مسرت ہوتی ہے۔

ان میں ایک قرآن مجید کا وہ نسخہ بھی ہے جو عہد عباسیہ کے مشہور خطاط یاقوت نے لکھا تھا۔ یہ نسخہ کسی زمانے میں شہنشاہ جہانگیر کی ملکیت میں بھی رہا۔ قرآن مجید کے ایک دوسرے نسخے میں اس خوبی سے کتابت کی گئی ہے کہ ہر جزو کی ہر سطر سوائے پہلی سطر کے الف سے شروع ہوتی ہے جو عربی ابجد کا پہلا حرف ہے یہ نادر صنعت قرآن مشہور زمانہ خوش نویس محمد یوسف کے والد جناب منشی محمد الدین مرحوم کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ وہ قرآن مجید کا نسخہ بھی یہاں موجود ہے جو خاص طور پر گولکنڈہ کے سلطان کے لئے لکھا گیا تھا۔

شاہجہان اور اورنگ زیب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے نسخے بھی یہاں موجود ہیں اردو مخطوطات کے ذخیرے میں میر حسن کی مشہور مثنوی "سحر البیان" کے نو نسخے ہیں۔ جن میں سے چار تو مرقع ہیں ان میں سے ایک نسخہ پر جس کی تکمیل ۱۲۵۴ ہجری میں ہوئی۔ حیدرآباد کے ایک مشہور فن کار دلیکٹ رامیا کی مختصر نقاشی کے ۷۶ مرقعے ہیں۔

ہندی کے ذخیرہ مخطوطات میں دیگر نادر نسخوں کے علاوہ پدماوت کے مصنف بھگتی دور کے شاعر سید محمد جائسی کی دوسری تصنیف "نقیر دیکشا" بھی ہے۔

دیگر نسخوں میں "سندر سنگار" جو ۱۸۳۵ء میں لکھی گئی "دسبٹ ساریکا" اور اکرم کی "کدنبٹ" بھی قابل ذکر ہیں۔

قومی میوزیم

یہ میوزیم جو ایک دنیائے عجائب ہے انسانی ہنرمندیوں اور کامیابیوں کی ایک داستان لئے ہوئے ہے۔ یہ صرف ماضی کے تمدن کا مظہر ہی نہیں بلکہ ہمارے عظیم ورثہ کا ایک جیتا جاگتا پیکر بھی ہے اس اعتبار سے ۱۹۵۸ء میں حکومت نے اسے قومی میوزیم کا رتبہ عطا کیا۔ اس سے سات سال قبل وزیر اعظم نہرو نے اسے عوام کے استفادہ کے لئے کھولنے کی رسم ادا کی تھی اور اب دس ایکڑ کے رقبے پر میوزیم کے لئے ایک نئی عمارت تیزی سے تکمیل پا رہی ہے جس کا سنگ بنیاد ۱۹۶۱ء میں وزیر اعظم نے رکھا تھا۔ اس کی تعمیر کے اخراجات حکومت ہند آندھرا پردیش حکومت برداشت کر رہی ہیں۔ بانی

Marfat.com

میوزیم کے ورثا نے ہی ۵ لاکھ کا یہ عطیہ عمارت کے لئے عطا کیا ہے

سالار جنگ میوزیم ہماری عظیم تہذیب کا ایک منفرد اور درخشاں علامت ہے دیکھئے تو اس میں جاپان سے لے کر برطانیہ تک ہر ملک کے نوادرات کے ذخیرے ہیں جنہیں یہاں محفوظ کیا گیا ہے۔

ہندوستانی تہذیب و تمدن کوئی جامد اور علیحدہ چیز بھی نہیں ہے بلکہ عمل پیہم اور انقلاب پذیر قوتیں رہی ہیں۔ اس تہذیب و تمدن کے پہلو قوس و قزح کے رنگوں کی طرح نہیں جو مختلف ہوتے ہوئے بھی ایک ہی نور کی شعاعیں ہیں تاریخ کے ارتقائی عمل نے ہماری ثقافت کے ترکیبی وحدت بھر دی ہے۔

سالار جنگ میوزیم ہمارے ایسے تہذیبی ارتقاء کا ایک زندہ نمونہ ہے جس میں ہماری قومی زندگی کی رنگا رنگی کی نمائندگی ہوتی ہے اور ہمارے لامذہبی حکومت کے ڈھانچے اور سوشلسٹ طرز کے سماج اور فلاحی ریاست کے نظریہ کی پختگی ہوتی ہے۔

اس کا بانی بھی لامذہبیت کے اصولوں اور وسیع النظری کی صفات کا حامل تھا۔ جو علم کے لئے ضروری اجزاء ہیں سالار جنگ کے لئے مذہب، قومیت اور ملک کی تفریق کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ ان کے پاس دنیا کے ہر حصہ سے نوادرات لے کر تاجر آیا کرتے تھے ایک ہال میں میزوں پر تاجر اپنے نوادرات رکھ دیتے اور ان پر قیمت فروخت لکھ دی جاتی اور پھر وہ وہاں سے ہٹا دیئے جاتے ہیں۔ سالار جنگ اپنے مصاحبوں اور مصلاح کاروں کے ساتھ ہال میں ایک ایک چیز کا تنہائی میں معائنہ کرتے اور اپنی جانب سے اس کی قیمت اس کارڈ پر لکھ دیتے جو وہاں پہلے سے رکھا اگر تاجر کے لئے وہ قیمت قابل قبول ہوتی تو چیز خرید لی جاتی اس طرح بیسیوں اور سینکڑوں نوادرات اس ہال میں خریدی گئیں جس کے بارے میں عجیب و غریب کہانیاں آج بھی مشہور ہیں۔ کمرہ جواہرات میں سینکڑوں اور ہزاروں قیمتی پتھر اپنا جلوہ دکھا رہے ہیں جو کبھی بادشاہوں میں شہزادیوں کو زینت دیتے تھے۔

میوزیم کے موجودہ انتظامات کے لحاظ سے یہ چار بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ مشرقی حصہ۔ مغربی حصہ، بچوں کا حصہ اور لائبریری۔

(باقی بر صفحہ ۵۴)

Marfat.com

محمد حفیظ اللہ پھلواری

ضلع پٹنہ صوبہ بہار (بھارت) کے بعض قدیم کتب خانے

الحاج مولوی محمد زبیر صاحب اپنی کتاب اسلامی کتب خانے میں تحریر فرماتے ہیں :-

" مغلوں کے دور زوال میں بھی پٹنہ کی علمی اور ادبی رونقیں اتنی بڑھ گئی تھیں کہ اورنگ زیب کا پوتا شہزادہ محمد عظیم الشان اسے سلطنت مغلیہ کی دوسری دہلی بنانا چاہتا تھا۔ اگر اس عہد کی علم دوست شخصیتوں اور ان کی ادبی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے تو پٹنہ کے ہر پڑھے لکھے شخص کے پاس ایک چھوٹا موٹا کتب خانہ ملے گا جس میں ادب اور شعر و شاعری کی کچھ کتابیں ضرور ہونگی۔ اس زمانہ میں دہلی کے پُرآشوب ماحول سے تنگ آکر بہت سے شعرا، ادیب وغیرہ دہلی سے مرشدآباد اور عظیم آباد آ گئے تھے جہاں علی وردی خاں اور اس کا داماد زین الدین احمد ہیبت جنگ ان کے سرگرم معاون اور سرپرست بنے یہ دونوں اپنی علم دوستی اور فیاضی کے لئے مشہور تھے۔

ہیبت جنگ کا کتب خانہ نہایت اچھا تھا اور اس کی کتاب داری کی خدمت لالہ اجاگر چند الفت کے سپرد تھی "

شاید بہار کا سب سے اہم ثقافتی کارنامہ بانکی پور لائبریری کا قیام ہے جس کا آغاز خان بہادر مولوی خدا بخش کے والد نے کیا تھا لیکن جسے انہوں نے بے انتہا وسعت دے کر اسلامی دنیا کا ایک اہم کتبخانہ قائم کر دیا اور ۱۸۹۱ء میں اسے وقف کر دیا (رود کوثر)

مولوی خدا بخش کتابیں جمع کرنے کا جو والہانہ جذبہ رکھتے تھے اس کی تہہ میں تعلیم محمدی اتنی قوت کے ساتھ کام کر رہی تھی کہ ایک بار انہیں ... خواب میں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

ان کے کتب خانہ میں تشریف لائے ہیں۔ خدا بخش مرحوم کہتے ہیں "ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کتب خانہ سے ملی ہوئی گلی میں لوگ کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں۔ میں بھی گھر سے نکل پڑا لوگ چلانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے کتب خانہ کی سیر کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ تم کہاں ہو؟ میں اس کمرے کی طرف دوڑا جہاں قلمی کتابیں رکھی تھیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جا چکے تھے لیکن حدیث کی دو قلمی کتابیں میز پر کھلی رکھی تھیں۔ لوگوں نے کہا کہ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے تھے"

(اسلامی کتب خانے)

یہ کتب خانہ "خدا بخش لائبریری" یا "اورینٹل لائبریری کے نام سے بہار گورنمنٹ کے زیر اہتمام پٹنہ میں موجود ہے۔ جو ساری علمی دنیا کے لیے باعث فخر ہے۔

خدا بخش لائبریری تعداد کتب کے لحاظ سے شہرت نہیں رکھتی بلکہ مخطوطات (قلمی) کتابوں کی وجہ سے ایشیا میں اول درجہ کی شمار کی جاتی ہے۔ بعض قلمی کتابیں تو ایسی ہیں جو دنیا کے کسی کتب خانے میں نہیں ہیں۔ نورجہاں بیگم جب قرآن میں پڑھتی تھی وہ کلام مجید، دیوان حافظ جس سے مغل شہنشاہ (اورنگ زیب سے پہلے) مہم پر جانے سے پہلے فال نکالا کرتے تھے اور جو نتیجہ مہم کا ہوتا تھا وہ اپنے قلم سے اسی شعر کے سامنے حاشیہ پر لکھ دیتے تھے۔ شہزادہ دارا شکوہ کی لکھی ہوئی کتاب حکیم زہراوی نے جس وقت اندلس میں ہماری حکومت تھی شاہی شفا خانہ کے لیے تین جلدوں میں معالجات ادویہ کی شناخت اور سرجری اور ان کے آلات کی تعداد دے کر لکھی تھی۔ وہ اصل کتاب موجود ہے غرض خدا بخش خان مرحوم نے کتب خانے میں ایسے ایسے نوادرات جمع کر دیئے کہ دنیا کے بڑے بڑے کتب خانے نہ کر سکے

خدا بخش لائبریری کی نادر کتابوں کی میکرو فلم امریکہ۔ لندن، جرمنی، بیروت، مصر وغیرہ بنایا کرتی ہیں۔

خدا بخش لائبریری کی کتابیں حسب ذیل ہیں

عربی مخطوطات ۵۷۹۸ عربی مطبوعات ۴۰۶۷

فارسی مخطوطات ۶۸۳۰ فارسی " ۴۸۵۵

Marfat.com

اردو مخطوطات ۱۵۰۰ اردو مطبوعات ۱۱۰۰۰

انگریزی ۸۰۰۰

دسنہ لائبریری کی تقریباً ۶۰۰۰ کتابیں بھی خدا بخش لائبریری میں آگئی ہیں

تعداد کتب تخمیناً ہے

اردو کے ماہوار رسائل بھی بڑی تعداد میں ہیں۔

منیر شریف

ہند و پاکستان کے مشہور بزرگ حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے وطن منیر شریف کی خانقاہ میں عہد قدیم سے کتب خانہ قائم ہے حضرت مخدوم کی تصانیف کا ذخیرہ یہاں موجود ہے مناقب الاصفیا کا قلمی نسخہ بھی ہے۔

مرزا غالب کے دوست اور شاگرد شاہ فرزند علی صوفی منیری کی کئی تصانیف بھی یہاں محفوظ ہیں

(اسلامی کتب خانے)

اسلام پور

خانقاہ اسلام پور کے سجادہ نشین حضرت مونگا شاہ محمد عبدالقادر قادری منعمی ابوالعلائی علیہ الرحمۃ اس کے بانی تھے اور ان کی تنہا کوشش سے اس خانقاہ میں کتب خانہ قائم ہوا آپ کے وصال کے بعد ان کی یادگار میں کتب خانہ کا نام "کتب خانہ قادریہ" کے نام سے موسوم ہوا۔ آپ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی رکھتے تھے۔

کتب خانہ قادریہ میں عربی فارسی اور اردو کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب تفسیر حدیث، فقہ، تصوف، ادب و تاریخ پر مشتمل ہیں تصوف کا بہت اچھا مجموعہ ہے۔ حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰؒ کے مکتوبات و ملفوظات و تصانیف کا خاصہ ذخیرہ ہے " تفسیر زاہدی" جس کا حوالہ حضرت مخدوم نے اپنی تصانیف میں اکثر دیا ہے۔ اس کی ایک جلد بھی یہاں موجود ہے

مصنف اسلامی کتب خانے کے بیان کے مطابق یہاں ہزاروں کتابیں مدت دراز سے محفوظ چلی آرہی ہیں۔ قلمی کتابوں کی

Marfat.com

تعداد کئی ہزار کے قریب ہو گی حافظ حبیب الدین احمد عارف حضرت عرفان کے چھوٹے بھائی مشہور علم دوست رئیس گذرے ہیں جو نہایت اچھے شاعر تھے۔ ان کی علم نوازی سے بھی اس کتب خانہ کو نہایت فائدہ پہنچا۔

فتوحہ

فتوحہ کی خانقاہ مجیبیہ حسن کے موجود سجادہ نشین جناب مولانا حکیم شاہ شفیق حسن بلخی "فاضل ادبیات" ہیں۔ آپ کا قیام فسادات بہار کے بعد محلہ گنج پٹنہ میں ہے۔ آپ کے پاس نادر کتب کا ذخیرہ ہے۔

بہار شریف

بہار شریف کی تعلیم گاہوں میں مدرسہ عزیزیہ زیر اہتمام صغریٰ وقف اسٹیٹ، اور مدرسہ اسلامیہ بہت مشہور ہیں۔ مدرسہ اسلامیہ کے بانی مولانا وحید الحق مستفوی تھے۔ ان دونوں مدارس کے ساتھ وسیع کتب خانے بھی ہیں۔

مصنف اسلامی کتب خانے کے بیان کے مطابق بہار شریف میں چھوٹی بڑی خانقاہیں ہیں اور ہر خانقاہ میں ایک کتب خانہ ہے جو قلمی کتابوں اور نوادر سے بھرا ہوا ہے۔

پھلواری شریف (پٹنہ)

کتب خانہ مجیبیہ :۔ یہ کتب خانہ عربی فارسی مجلد و قلمی کتابوں [illegible] خانقاہ مجیبیہ میں محفوظ ہے۔ اس خانقاہ کے بانی حضرت مولانا شاہ مجیب اللہ قادری قدس سرہ متوفی [illegible] اس وقت سے کہ اس وقت تک برابر اضافہ ہوتا رہا۔ حضرت مولانا شاہ وحید الحق رحمۃ اللہ علیہ کے عہد سجادگی میں خاص اضافہ ہوا پھر آپ کے زمانہ اور جو [illegible] حضرت مولانا شاہ [illegible] قادری علیہ الرحمۃ متوفی ۱۳۴۳ھ کے وقت میں سب سے زیادہ اضافہ ہوا [illegible] استفادہ کے خیال سے اس میں ختم ہو گئے۔ حضرت ممدوح کے پوتے [illegible] قادری جو اس وقت صاحب سجادہ ہیں عمارت کتب خانہ کی تعمیر [illegible] توجہ کرتے ہیں۔

کتب خانہ سلیمانیہ

یہ کتب خانہ خانقاہ سلیمانیہ میں واقع ہے عربی فارسی کی قدیم خاندانی کتابیں اور مخطوطات کے

Marfat.com

علاوہ اس میں بہت زیادہ کتابیں پھلواری شریف کے مشہور و معروف بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان چشتی قادری علیہ الرحمۃ کی فراہم کردہ ہیں۔ آخر میں پھلواری کے رئیس اعظم قاضی مخدوم عالم علیہ الرحمۃ کے کتب خانے کی اکثر کتابیں جو حضرت مولانا تمنا عمادی پھلواروی مہاجر چاٹگام کی ملکیت میں تھیں اسی کتب خانے میں منتقل کر دی گئیں۔

یہ کتبخانہ اب جناب مولانا شاہ غلام حسنین چشتی سلیمانی کی ملک ہے جو اسی خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ ندوۃ العلماء کے فاضل اور پٹنہ یونیورسٹی سے بی۔اے تک کی تعلیم پائے ہوئے ہیں آپ پاکستان کے مشہور مصنف و مقرر مولانا قاری شاہ محمد جعفر ندوی مقیم لاہور کے حقیقی بڑے بھائی ہیں یہ کتب خانہ سلیمانیہ تعداد کتب کے لحاظ سے گو بہت بڑا نہیں ہے۔ لیکن اسناد و حوالجات کی کتابوں نیز اہم تاریخی مخطوطات کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے اور دور دور سے ریسرچ اسکالر اس سے استفادہ کے لئے آتے ہیں اس خانقاہ کے بیشتر افراد بلند پایہ اہل علم اور صاحب تصانیف ہیں اور ان کی اردو تصنیفوں کا اچھا خاصہ ذخیرہ ہے۔

پٹنہ سٹی

کتب خانہ عمادیہ منگل تالاب : یہ کتب خانہ خانقاہ عمادیہ کی ملک ہے جس کے بانی حضرت خواجہ عماد الدین قلندر پھلواروی قدس سرہ متوفی ۱۱۲۴ھ ہیں۔ یہاں بھی عربی و فارسی کتب اور خاندانی مسودات و مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ ہے اور ۱۱۲۴ھ کے بعد سے کافی عرصے تک اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ بعد میں یہ خانقاہ مع کتب خانہ پٹنہ سٹی منگل تالاب منتقل ہو گئی۔

موجودہ سجادہ نشین صاحب مولانا شاہ صبیح الحق صاحب ہیں۔ جو عالم اور شاعر بھی ہیں اپنی توجہ سے اس کتب خانے کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

درگاہ حضرت عشق ۔ میتن گھاٹ

اس خانقاہ کے کتب خانے میں بڑی اعلیٰ اور نفیس کتابیں محفوظ ہیں۔

(اسلامی کتب خانے)

Marfat.com

دانا پور (پٹنہ)

جناب مولانا شاہ محمد قائم صاحب تنبل سجادہ نشین کے کتب خانے میں تصوف کا بڑا اچھا ذخیرہ ہے۔ (اسلامی کتب خانے)

بہار کے ہندو فضلاء کو بھی کتابوں کے جمع کرنے کا شوق تھا علامہ سید سلیمان ندوی ؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

پٹنہ میں اس وقت ایسے قدیم ہندو رئیس موجود ہیں جن کے یہاں عربی کتابوں کے نادر نسخے اب تک موجود ہیں اور ان کو اس قدر عزیز ہیں کہ وہ ان کو جدا نہیں کر سکتے۔ راجہ شتاب رائے ناظم بہار کے خاندان میں اسی قسم کا ایک نادر کتب خانہ موروثی چلا آتا ہے"

عالمگیری عہد کا ایک قرآن شریف پٹنہ کے رائے بہادر جالان کے میوزیم میں ہے۔ جو اول تا آخر سونے کے حروف میں اور فنکار نے نقاشی کا فن اس پر ختم کر دیا ہے جالان صاحب کے میوزیم میں نہایت قیمتی مخطوطات اور تاریخی و علمی نوادر محفوظ ہیں

(اسلامی کتب خانے)

کاغذ سازی

پٹنہ، بہار شریف اور اروَل کاغذ سازی کے لئے بہت مشہور تھے۔ قصبہ بہار شریف کا ایک محلہ کاغذ سازی کی وجہ سے آج تک کاغذی محلہ کہلاتا ہے

مولوی سید مقبول احمد صمدانی نے حیات جلیل حصہ اول کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ ۱۸۰۳ء کے قریب تک انگریزی کتابیں پٹنہ کے کاغذ پر چھاپی جاتی تھیں

(اسلامی کتب خانے)

Marfat.com

خدا بخش لائبریری پٹنہ

پٹنہ اورینٹل لائبریری جو خدا بخش لائبریری کے نام سے مشہور ہے۔ دنیا میں اسلامی ادب کی کتابوں کا ایک نادر ذخیرہ ہے۔ اس میں عربی اور فارسی کے ایسے نایاب قیمتی اور دیدہ زیب مخطوطات جمع کئے گئے ہیں۔ جنہیں ہندوستان کے بعض مشہور خوشنویسوں نے لکھا۔ اور جو ادب کے مختلف شعبوں پر مشتمل ہیں مسٹر وی۔ سی۔ سکاٹ نے اپنی ایک مختصر سی مگر دلچسپ کتاب "ایک مشرقی دارالکتب" میں لکھا ہے۔ کہ نادر مجموعہ ان اہل ذوق کے لئے محفوظ کیا گیا ہے۔ جو اسلامی دنیا کے نظریات سے واقفیت حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔

خدا بخش

اس لائبریری کا خیال سب سے پہلے خدا بخش کے والد کو پیدا ہوا۔ جس کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا۔ جو علم و فضل اور قانون دانی کے لئے وقف تھا۔ اور انیسویں صدی کے ابتدائی حصہ میں بہار کے علاقہ چھپرا میں مقیم تھا۔ ۱۸۴۳ء میں خدا بخش کی پیدائش کے فوراً بعد ان کے والد چھپرا سے وکالت کے لئے پٹنہ چلے گئے در اصل خدا بخش کا والد ہی وہ پہلا شخص تھا۔ جس نے اس لاجواب کام کی ابتدا کی۔ جسے خدا بخش نے بعد میں بہت نادر نسخے جمع کر کے ایک ادارہ میں منتقل کر دیا۔

خدا بخش ۱۸۲۴ میں بمقام چھپرا پیدا ہوئے۔ کلکتہ میں تعلیم حاصل کی۔ اور قانون کے امتحان میں کامیاب ہو کر ۲۶ سال کی عمر میں پٹنہ میں وکالت شروع کی۔ وہ بڑی بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ جلد ہی انہوں نے وکالت میں نمایاں کامیابی حاصل کر لی۔ وہ اپنے پیشہ کی شہرت اور غیر معمولی قابلیت کی بدولت بہت عرصہ تک

Marfat.com

سرکاری وکیل کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بالآخر وہ انہی اعلےٰ خدمات کی بناء پر حیدر آباد دکن کے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مقرر ہو گئے جہاں وہ ۱۸۹۴ء سے ۱۸۹۸ء تک اس منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ اس کے بعد وہ پٹنہ واپس آ گئے۔ جہاں ۱۹۰۸ء تک جو ان کا سال وفات بھی ہے، خلوت گزینی کی زندگی بسر کی۔

ان کی اعلےٰ خدمات کے پیش نظر ۱۸۷۷ء میں انہیں دہلی کے دربار سے سند خوشنودی عطا ہوئی۔ ۱۸۸۳ء میں انہیں خان بہادر کے خطاب سے نوازا گیا پھر ۱۹۰۳ء میں ان کی علمی خدمات کو سراہتے ہوئے جو انہوں نے ایک لائبریری کے بانی کی حیثیت سے انجام دیں۔ انہیں۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب ملا۔

وہ چھیاسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور اپنی عالمی شہرت کی لائبریری کی چار دیواری کے اندر دفن ہوئے۔ ان کے فاضل فرزند صلاح الدین نے لکھا تھا۔ کہ وہ اس ادبی معبد کے زیر سایہ دفن ہوئے۔ جہاں انہیں اسلام کے نامور مصنفوں کی ہم نشینی حاصل رہی۔ یہ لائبریری ان کی دائمی یادگار ہے۔ اور پٹنہ کو اسلامی علوم کے طلباء اور دیگر فضلاء کی زیارت گاہ کی حیثیت حاصل ہے۔ پٹنہ اس اعزاز پر ہمیشہ فخر کرتا رہے گا۔ اسلامی ہند کی تاریخ کا مشہور مؤرخ سر جادو ناتھ سرکار جو خدابخش کو ذاتی طور جانتا تھا۔ ان کے علم و فضل کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ اسلامی علوم کی کتب کے متعلق ان کی شخصیت ایک سند کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس موضوع پر ان کے قلم سے ۱۹۰۲ء میں ایک مقالہ "انیسویں صدی" میں شائع ہوا تھا۔ انہوں نے ایک دن اپنے حافظہ کی مدد سے عربی کے ان سوانح نگاروں کی فہرست سنا دی۔ جو پہلی ہجری سے آٹھ ہجری تک کے زمانہ میں گذرے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہر مصنف کے متعلق تفصیلات بھی کرتے گئے۔ ان میں اکثر مصنفوں کے کارناموں کو خود انہوں نے فراہم کیا۔ اور "محبوب الباب" کے نام سے فارسی میں مسودوں کی ایک فہرست بھی مرتب کی۔ جو ۱۳۱۴ھ ہجری میں حیدر آباد سے لیتھو میں شائع ہوئی تھی۔ انہیں نایاب نسخے حاصل کرنے سے بڑی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ وہ تو ایک طرف رہی وہ اس وقت نہایت مسرور ہوتے۔

Marfat.com

جب کوئی شخص تحقیقات کے سلسلے میں ان کے فراہم کردہ قلمی نسخوں سے استفادہ حاصل کرتا ۔ خدابخش نے اپنے والد کی وفات کے وقت عہد کیا تھا کہ وہ کتب خانہ کے لئے ایک موزوں عمارت تعمیر کریں گے ۔

لائبریری کی عمارت عمارت پر اسّی ہزار روپیہ صرف ہوا ۔ یہ دو منزلہ عمارت ہے ۔ جس میں ایک بہت بڑا ہال ہے ۔ اور پہلی چھت پر دو کناروں پر دو بڑے کمرے ہیں ، ارد گرد برآمدہ ہے ۔ دونوں طرف کی سیڑھیاں مغربی برآمدہ اور بیشتر کمروں کا فرش سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے ۔ دوسرے برآمدے اور نچلے کمروں کے فرش عمدہ ٹائلوں کے بنے ہوئے ہیں ۔ تمام کتب خانہ اور اس کی عمارت ۲۹ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں ایک وقف نامہ کی رُو سے عوام کے لئے وقف کر دی گئی ۔ البتہ ایک شرط معطی کی طرف سے عائد کر دی گئی ۔ کہ پٹنہ سے باہر کوئی کتاب نہ جائے گی ۔

معطی کی بے غرضی اسی بات سے ظاہر ہے کہ اس نے لائبریری کو اپنے نام کی بجائے " اورینٹل پبلک لائبریری " کے نام سے وقف کیا ۔ لیکن عوام نے معطی کے دئے ہوئے نام کو قبول کرنے کی بجائے " خدا بخش لائبریری " ہی کو رواج دیا چنانچہ یہ عظیم الشان کتب خانہ اسی نام سے ہندوستان اور یورپ میں مشہور ہے ۔

کتابیں اور نسخے جادو ناتھ سرکار نے اپنے مقالہ میں جو ستمبر ۱۹۰۸ء کے "ماڈرن ریویو" میں شائع ہوا تھا ۔ کتابوں کا مختصر ذکر کیا ہے ۔ اسی طرح کتب خانہ کے بانی کے فرزند صلاح الدین نے بھی " مائی فادر " کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا تھا ۔ جس میں کتب خانہ کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے ۔ یہ مضمون ان کے مجموعہ مضامین میں شامل ہے ۔ البتہ زیادہ تفصیل مسٹر ڈی ۔ سی ۔ سکاٹ کی کتاب " دارالکتب " میں ملتی ہے ۔ قطع نظر اس حوالہ کے خود خدا بخش کا لکھا ہوا ایک مضمون جو انیسویں صدی میں اسلامی کتب خانوں کے عنوان سے چھپا تھا ۔ کافی معلوماتی ہے ۔

یہ کتب میرے والد کے تصورات کا عملی ثبوت ہے ۔ میرے والد نے اپنی آمدنی کا معتدبہ حصہ مخطوطات کی فراہمی پر صرف کیا ۔ جن کی تعداد جولائی ۱۸۷۶ء میں ان کی

Marfat.com

وفات کے وقت ۱۸۷۶ء سو تھی بستر مرگ پر انہوں نے یہ قلمی نسخے میرے سپرد کئے اور وصیت کی کہ جب بھی حالات مجھے اجازت دیں۔ میں ان کے ذاتی کتب خانہ کو عوام کے لئے وقف کر دوں۔ کتابوں کی فراہمی مجھے ورثہ میں ملی تھی۔ چنانچہ میں کتب کی فراہمی میں امداد کرتا رہا اور ان کی وفات تک معقول اضافہ بھی کیا۔ ۱۸۹۱ء میں جب کتب خانہ کا دروازہ عوام کے لئے کھول دیا گیا اس وقت ان نسخوں کی تعداد ۴ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ لیکن اب ان کی تعداد ۵ ہزار ہے اس کے علاوہ کتب خانہ میں ایسے منتخب مسودے بھی ہیں۔ جو پہلے ڈی بسی میر گور دیسلے اور مسٹر بلوک مین ایسے عظیم مستشرقین کے قبضہ میں تھے۔"

صلاح الدین معظی کے فرزند اپنے والد کی فراہمی کتب کے شوق اور عمدہ جلد بندی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"میرے والد کو عمدہ جلدیں بنوانے کا انتہائی شوق تھا۔ اور اس بات پر زور دیتے تھے کہ مخطوطات کی جلدیں نہایت نفیس ہوں اور ان کی لائبریری کو اس سلسلہ میں بھی دوسرے کتب خانوں پر فوقیت رہے۔ چنانچہ ان کی لائبریری مشرقی اور مغربی طرز کی جلد سازی کے نادر نمونے پیش کرتی ہے۔"

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے یہ لائبریری ۱۸۹۱ء میں عوام کے لئے وقف کر دی گئی تھی۔ اس کو فتح بنگال، بہار و اڑیسہ کے لیفٹیننٹ گورنر سر چارلس ایلیٹ نے کیا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن کو بھی اس اسلامی کتب خانہ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا اور معائنہ کے بعد ایک عظیم دارالمطالعہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ اور ساتھ ہی ڈاکٹر ڈینی سن روس کی زیر نگرانی مفصل فہرست مرتب کرنے کی ہدایت کی۔

چنانچہ کئی سالوں کی محنت کے بعد کئی جلدوں میں ماہرین نے کتب خانہ کے مخطوطات کی فہرستیں مرتب کیں۔ جو حکومت کے خرچ پر شائع ہوئیں۔

لارڈ کرزن نے معائنہ کے بعد کتاب معائنہ میں یہ یادداشت بھی درج کی:۔ "پٹنہ کے

(باقی صفحہ ۱۴۶ پر)

Marfat.com

کلکتے کی قومی لائبریری

کافی عرصہ ہوا کلکتے میں قومی لائبریری کی گولڈن جوبلی منائی گئی... یہ بھارت کی سب سے بڑی لائبریری ہے اور اس میں ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ کتابیں اور دستاویزات موجود ہیں بھارت کے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد بھی گولڈن جوبلی کی تقریب میں شامل ہوئے۔ اس لائبریری کی بنیاد ایک سو سال پیشتر رکھی گئی تھی۔ پچھلے پچاس سال سے یہ ایک سرکاری ادارے کی صورت میں کام کر رہی ہے

۲۱ اگست ۱۸۳۵ء کو کلکتے کے ٹاؤن ہال میں کچھ سرکردہ اصحاب نے کلکتہ پبلک لائبریری قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۸ مارچ ۱۸۳۶ء کو یہ لائبریری ۲۱۳ سپلینڈے روڈ پر ڈاکٹر گرانٹ کے مکان میں کھولی گئی اور اس زمانے کے مشہور بنگالی ناول نویس پیارے چند مترا کو اس کا پہلا لائبریرین مقرر کیا گیا۔ تھوڑی مدت کے بعد یہ لائبریری مٹکاف ہال میں تبدیل کر دی گئی۔ گذشتہ صدی کے آخری دور میں یہ محسوس کیا گیا کہ محض نجی کوششوں سے اس لائبریری کو خوش اسلوبی سے چلانا مشکل ہے۔ چنانچہ لارڈ کرزن کے زمانہ میں اسے قومی ادارے کی شکل دی گئی اور ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو اس کا نام تبدیل کر کے امپیریل لائبریری رکھ دیا گیا۔ نئی لائبریری کے قواعد میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں اور مسٹر میکفارلین نامی ایک انگریز کو اس کا پہلا لائبریرین مقرر کیا گیا۔ وائسرائے نے لائبریری کے منتظمین کو ملک بھر میں شائع شدہ تمام سرکاری کتابیں حاصل کرنے کا اختیار دے دیا چنانچہ اس لائبریری میں اس وقت بھارت کی تاریخ میں انگریزوں کے زمانے کے بارے میں مستند کتابیں کافی تعداد میں موجود ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں یہ لائبریری اسپلینڈے ایسٹ کی ایک عمارت میں تبدیل کر دی گئی۔ یہ جگہ مقابلتاً زیادہ وسیع اور پرسکون تھی لیکن دوسری عالمگیر جنگ کے دوران میں اس لائبریری کو پھر اسپلنڈ سے کی پرانی عمارت میں تبدیل کرنا پڑا۔

اس ادارے کی تاریخ کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ اس کا نام امپیریل لائبریری کے عوض قومی لائبریری

Marfat.com

رکھا گیا ہے

قومی لائبریری کے ریڈنگ روم سارا سال صبح سات بجے سے لے کر رات کے دس بجے تک کھلے رہتے ہیں ریسرچ اسکالروں کے مطالعے کے لئے علیحدہ جگہ کا انتظام کیا گیا ہے شہر کے مرکزی حصے کے باشندوں کی سہولت کے پیش نظر اسپلینیڈ کی پرانی عمارت میں بھی ریڈنگ روم بند نہیں کیا گیا۔ لائبریری کی نئی عمارت تک پہنچنے کے لئے ریاستی سرکار نے بسوں کی آمد و رفت کے خاص انتظامات کر دیئے ہیں بجٹ میں اس لائبریری کے لئے مخصوص شدہ رقوم میں بتدریج اضافہ ہوا ہے ۵۲-۱۹۵۱ء میں حکومت نے اس سلسلے میں ۳۷۸۱۱۰ روپے صرف کئے جبکہ ۴۷-۱۹۴۶ء میں صرف شدہ رقم صرف ایک لاکھ ۲۸ ہزار روپے تھی۔ مختلف ریاستوں سے بھارتی زبانوں میں شائع شدہ کتابیں حاصل کرنے کے لئے خاص گرانٹ دی گئی ہے حکومت لائبریری کے منتظموں کو اس امر کا اختیار دینے پر غور کر رہی ہے کہ وہ ملک میں شائع شدہ ہر کتاب کی نقل حاصل کر سکیں مزید تربیت یافتہ عملے کا تقرر عمل میں لایا گیا ہے تاکہ یہ لائبریری بہتر طریقے سے لوگوں کی خدمت انجام دے سکے لائبریری کی عمارت میں ہی جلد سازی کے ایک علیحدہ سیکشن کے قیام کا سوال بھی زیر غور ہے۔

تحفے کی صورت میں موصول شدہ کتابوں سے بھی لائبریری میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے مرحوم سر آشوتوش مکرجی کے وارثوں نے لائبریری کے لئے اسی ہزار کتابوں کا گرانقدر تحفہ پیش کیا۔ اسی طرح بہرام پور کے مرحوم ڈاکٹر رامداس سین کی جمع شدہ بنگالی اور سنسکرت کی ۳۵۰۰ کتابیں لائبریری میں بطور تحفہ پیش کی گئیں حیدرآباد میں دینبندھو لائبریری نے ۴ ہزار کتابیں بطور تحفہ پیش کیں حصول آزادی کے بعد ۵ سال کی مدت میں قومی لائبریری میں کتابوں کی تعداد میں ڈیڑھ لاکھ کا اضافہ ہوا ہے یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۵۰ سال پیشتر جب کلکتہ پبلک لائبریری کو سرکاری ادارے کی شکل دی گئی تو اس میں صرف ایک لاکھ کتابیں موجود تھیں اس وقت لائبریری میں تقریباً ۵ ہزار دستاویزات موجود ہیں۔ لوگوں کے مطالعے کے لئے تقریباً ۵ سو اخبارات اور میگزین لائبریری میں موجود رہتے ہیں مرکزی اور ریاستی سرکاروں کی تمام شائع شدہ کتابوں کے علاوہ اقوام متحدہ کے تعلیمی سائنسی و ثقافتی ادارے [illegible] کی طرف سے شائع شدہ کتابیں بھی لائبریری میں موجود ہیں۔ پر امن و پرکشش ماحول میں اس گراں قدر علمی ذخیرے سے ہر سال تقریباً ۴۰ ہزار اشخاص مستفید ہوتے ہیں۔ اور یہ امر قومی لائبریری سے وابستہ توقعات کے پورا ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

Marfat.com

پروفیسر رشید احمد صدیقی

علیگڑھ کے ذخیرہ مخطوطات کی سیر

مسلم یونیورسٹی کے کتب خانہ میں مخطوطات کی تعداد کم و بیش چھ ہزار ہے جس میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اب تک بعض معذوریوں کے سبب سے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ ہمارے کتبخانہ میں کیا کیا نوادر اور بیش بہا قلمی نسخے ہیں علمی تحقیقات کا کام کرنے والوں کو مخطوطات اور حوالہ کی کتابوں کی دستیابی اور مطالعہ میں بڑی دقت ہوتی تھی اس وقت کی طرف سب سے پہلے ہمارے وائس چانسلر ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے توجہ فرمائی اور حسب منشاء موصوف اس کام کو اچھے پیمانہ پر نفاست اور سلیقہ سے شروع کیا گیا۔ مخطوطات اور دیگر علمی نوادر کا سیکشن علیحدہ کیا گیا اس کے لئے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل (سلطان جہاں منزل) کا وسیع اور خوبصورت ہال معہ گیلری کے حاصل کیا گیا جس کی خوبصورتی اور افادیت میں فن تعمیرات کے مشہور و معروف جرمن ماہر مسٹر ہائی نیس نے ضروری ترمیم و اصلاح کر کے معتدبہ اضافہ کر دیا۔ مطالعہ کرنے والوں کی آسائش اور ہال کی زیبائش کے لئے ماہر موصوف نے نئے انداز کے نہایت آرام دہ اور خوبصورت فرنیچر ڈیزائن کئے جو اب ہال کی زینت بنے ہوئے ہیں

اس سیکشن کا انتظام و انصرام مختار الدین احمد آرزو صاحب ایم اے علیگ کے سپرد کیا گیا جن کو تحقیقات علمیہ کے صلہ میں اسی سال یونیورسٹی نے عربی میں ڈاکٹریٹ تفویض کی ہے۔ آرزو صاحب یونیورسٹی کے بڑے ہونہار اور نہایت نیک نام طالب علم رہے ہیں اور اپنی مسلسل علمی و ادبی خدمات کے سبب سے علی گڑھ سے باہر بھی ارباب علم و ذوق سے روشناس ہو چکے ہیں انہوں نے بڑی محنت

Marfat.com

اور سلیقہ سے قدیم نادر مخطوطات۔ مصور اور خوش خط نسخوں۔ مرصع اور منقش کتابوں مشاہیر کے خطوط اور خطاطوں کی بے مثل وصلیوں کو چھ ہزار کتابوں کے انبار سے انتخاب کر کے انہیں موزوں مقامات پر نہایت سلیقہ سے چن دیا ہے۔

بجلی کی دودھیا روشنی میں ہال کی فضا طلوع سحر اور شائقین علم کا انہماک مطالعہ عبادت سحری کا سماں پیش کرتا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں کی مسجد۔ اسٹریچی ہال۔ پکی پارک۔ سائنس لیبوریٹریز۔ انجینئرنگ کالج۔ سوئمنگ باتھ کرکٹ فیلڈ اور باغات کی طرح مخطوطات اور دیگر نوادر علمیہ کا یہ ذخیرہ بھی مرجع انام ہے

ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ یونیورسٹی میں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے جنمیں خواتین بھی شامل تھیں۔ مجھے اس پر متعین کیا گیا کہ میں اُن کو ان نوادر کی سیر کرا لاؤں۔ آرزو صاحب اس وقت موجود نہ تھے یہ میرے لئے بڑی آزمائش کا موقع تھا۔ مجھے کیا معلوم کہ شیشے کی ان الماریوں میں آرزو صاحب نے کہاں پریوں کو اتارا ہے اور کہاں جنات قید کر رکھے ہیں۔ کم لوگ جانتے ہوں گے۔ بشرطیکہ میری طرح وہ بھی معلم نہ ہوں کہ جو چیز معلوم نہ ہو اس پر گفتگو کرنا کتنا مشکل کام اور دلچسپ مشغلہ ہے! خیریت یہ ہوئی کہ مرد مہمان قومی قسم کے لوگ تھے جنہوں نے لنچ "خوانِ یغما" سمجھ کر خاصے خشوع و خضوع سے کھایا تھا۔ اس لئے وہ تو ہال میں داخل ہوتے ہی آرام کرسیوں پر مراقبہ میں چلے گئے رہیں خواتین انہوں نے گفتگو کا کچھ ایسا انداز رکھا گویا نوادر سے تعارف کرانے کا منصب اتنا اہم نہ تھا جتنا ان نوادر سے خود اپنا تعارف کرانا۔ مجھے اس وقت شیفتہ کا ایک شعر بے اختیار یاد آیا

تھوڑا سا میرے حال پہ فرما کے التفات
کرتے رہے وہ اپنی بڑائی تمام شب

اس آزمائش سے چھٹکارا پاتے ہی (اور اب آرزو صاحب بھی آچکے تھے) میں نے آرزو صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ تھوڑی سی تکلیف گوارا فرما کر ان نوادر کی ایک طرح کی توضیحی فہرست مرتب فرمائیں اس سے نہ صرف ان بزرگوں اور عزیزوں کو سہولت پہنچے گی جو یہاں آئیں گے بلکہ وہ حضرات جو دور دراز مقامات پر ہوں گے وہ بھی ان سے متعارف ہو جائیں گے۔ اور فائدہ اٹھائیں گے۔ میں نے تو یہاں تک کہا کہ ان نوادر کا ایک نہایت خوبصورت مرصع اور کتابچہ شائع کر دیا جائے تو اس ذخیرہ کی اشاعت بھی ہوگی۔ نیز معزز اور علم دوست مہمانوں کو بطور تحفہ پیش کیا جا سکے گا۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ آرزو صاحب نے بڑے شوق اور محنت سے اس ذخیرہ کی فہرست مرتب کر دی جو اب ناظرین کرام کے سامنے ہے آیئے جہاں تہاں سے ان کا تعارف میں آپ سے کرا دوں۔

Marfat.com

اس میں سب سے پہلے بعض تاریخی کتابوں کا ذکر ہے پھر ایسے نسخوں کا حال بتایا گیا ہے جو دنیا میں کہیں اور نہیں ہیں۔ "نفائس المآثر" کو وہ خود ایڈٹ کر رہے ہیں اور اس طرح دسویں صدی ہجری کی ایک نایاب کتاب سے ارباب علم روشناس ہو سکیں گے۔ پھر فہرست میں ایسے نسخوں کا حال لکھا گیا ہے جو خود مصنفین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں صائب کا دیوان جو بخطِ صائب ہے دیکھنے کے لائق ہے۔

اب ایسے نسخوں کی باری آتی ہے جن پر مشاہیر کے دستخط یا تحریریں ہیں یہاں جہانگیر کی تحریر ملے گی۔ جامی کی شانِ خط کا اندازہ ہوگا فیضی کے دستخط اور مہر بھی دیکھنے کو ملے گی جو غالباً کہیں اور آپ نہ دیکھ سکیں گے۔

پھر عربی کتابوں میں نہج البلاغۃ کا ایک قدیم نسخہ ملے گا۔ ایسا قدیم کہ اس سے قدیم تر نسخہ دنیا میں شاید اور کہیں نہ ہوگا۔ اور لطف یہ کہ لکھا ہوا بھی شیر خرما کی روشنائی سے۔

اب مصور اور مرقع و منقش نسخوں کی باری آتی ہے اس میں "کریما" اور "ہفت بند کاشی" دیکھنے کی اور بس دیکھتے ہی رہنے کی چیزیں ہیں۔

نسخ قرآنی میں عبدالباقی حداد کا لکھا ہوا نسخہ بوسہ دینے اور آنکھوں سے لگانے کے قابل ہے قرآن پاک کے وہ اوراق بھی زیارت کے قابل ہیں جو خطِ کوفی میں لکھے گئے ہیں اور جن میں کاغذ کی جگہ ہرن کا چمڑا استعمال کیا گیا ہے۔

مطبوعات میں "قانون ابن سینا" کا وہ نسخہ ضرور دیکھنے کا ہے جو روم میں سولھویں صدی عیسوی میں چھاپا گیا تھا۔ سرسید کی سن ستاون سے پہلے کی چھپی ہوئی بعض نادر کتابیں بھی یہاں موجود ہیں مکاتیب کا بھی یہاں بڑا اچھا ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے اور بعض تو بڑے اہم اور دلچسپ ہیں۔

وصلیاں آپ کو تقریباً ساری مشہور خطاطوں کی دیکھنے کو مل جائیں گی یہاں ۴۲ وصلیاں نمائش کے لئے رکھی ہوئی ہیں۔ پھر بھی آرزو صاحب کو شکایت رہ گئی کہ جگہ کی قلت کی وجہ سے بہت سی وصلیوں کو وہ جگہ نہ دے سکے۔

تصویریں تھوڑی بہت ہیں لیکن ان میں ہر قسم اور قماش کے لوگ آپ کو دیکھنے کو مل جائیں گے یہاں نادر شاہ سے لے کر نانا شاہ تک موجود ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ محمد شاہ رنگیلے اور مولانا فخر الدین دہلوی کے پاس طوطی بیگم کی تصویر رکھی ہوئی ملے گی۔

اس کے علاوہ سمندر پار کی کتابوں کی اور فوٹو گرافس۔ مائکرو فلم فرامین کے انبار کے ساتھ ساتھ

(باقی بر صفحہ ۱۶۷)

Marfat.com

مسلم یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ

از ——— الحاج محمد زبیر

{ اسسٹنٹ لائبریرین (سابق) لٹن لائبریری (حال: مولانا آزاد لائبریری)
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، لیکچرر (سابق) لائبریری سائنس ڈیپارٹمنٹ،
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ }

یہ عظیم الشان لائبریری جس کا نام ۸۳ برس تک "لٹن لائبریری" رہا اور جو اب "مولانا آزاد لائبریری" کے نام سے موسوم ہے، یونیورسٹی کے مرکزی علاقہ میں تعلیمی شعبوں کے جھرمٹ میں بڑے پُرشکوہ انداز کے ساتھ ایسے موزوں و مناسب مقام پر کھڑی ہوئی ہے کہ اس سے یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبا کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکتے ہیں۔ یہ لائبریری جس کے دروازے تمام شائقین کتب کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ اس درسگاہ کی لائبریری ہے جسے گاندھی جی نے اسلامی تہذیب کا معروف مرکز قرار دیتے ہوئے اس کی عظمت کا اعتراف یوں کیا تھا:-

"علی گڑھ ایک پرانی درسگاہ ہے اس کی روایات عجیب و غریب ہیں۔ اس کے عہدِ ماضی کی تاریخ عظیم الشان ہے۔ وہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے کہ اس نے ہندوستان کو علی برادران (محمد علی اور شوکت علی) جیسی ہستیاں عطا کی ہیں۔ اور یہ کہ ہندوستان میں اسلامی تہذیب کا معروف مرکز ہے۔"

(اخبار ینگ انڈیا، ۲ اکتوبر ۱۹۲۰ء)

اور آج بھی علی گڑھ کا مقام ہندوستان میں اتنا بلند و برتر ہے کہ بقول ڈاکٹر ذاکر حسین:-

"علی گڑھ جس طرح کام کرے گا۔ علی گڑھ جس اسلوب پر سوچے گا۔ علی گڑھ ہندوستانی زندگی کے مختلف شعبوں کی خدمت کے لئے جو پیش کش دے گا۔ اس سے متعین ہوگا۔ ہندوستان کی قومی زندگی میں مسلمانوں کا مقام۔ ہندوستان علی گڑھ کے ساتھ جو سلوک کرے گا۔ اس پر وہاں بڑی حد تک اس پر منحصر ہوگی۔۔۔ وہ شکل جو ہماری قومی زندگی مستقبل میں اختیار کرے گی۔"

Marfat.com

اسلامی تہذیب کے اس معروف مرکز کی یہ لائبریری پاک و ہند میں اس اعتبار سے ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ یہاں مسلمانوں کے ماضی کی یادداشتوں اور دیگر علوم و فنون کا پرانا بیش بہا ذخیرہ محفوظ ہے۔ اور اس تہذیبی ورثہ کی وہ اسی طرح امین و محافظ ہے جیسے برٹش میوزیم لندن، ببلیوتھک نیشنال پیرس اور امریکہ کی کانگریس لائبریری، یورپ و امریکہ کے ثقافتی ورثہ کی محافظ ہیں۔

اس لائبریری کی عمارت تعمیر کے لحاظ سے ایک نہایت عظیم الشان عمارت ہے جس کا نقشہ حیدرآباد دکن کے ایک لائق و فائق انجینئر فیاض الدین نے بنایا تھا۔ اس کی تعمیر پر گیارہ لاکھ روپے صرف ہوئے۔ اس کا سنگ بنیاد ڈاکٹر ذاکر حسین کے عہد وائس چانسلری میں وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۲ رنومبر ۱۹۵۵ء کو رکھا۔ اور تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد انھوں نے ہی اس کا افتتاح کرنل بشیر حسین زیدی کے دور میں ۸ ردسمبر ۱۹۶۰ء کو کیا۔ اسی سال سے یہ لائبریری مولانا ابوالکلام آزاد کے نام سے موسوم ہو گئی۔

یہ عمارت پاک و ہند کی لائبریریوں میں وہ اولین عمارت ہے جہاں ایئر کنڈیشن مہیا کیا گیا ہے اور یونیورسٹی عمارات میں صرف اسی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ لفٹ اور ایئر کنڈیشن دونوں یہاں فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ اصل میں تو یہ دو منزلہ عمارت ہے۔ مگر اسٹیکس کتابیں رکھنے کے کمرے آٹھ منزلہ ہیں جن سے عمارت کی شان دوبالا ہو گئی ہے۔ اس کا بلند و بالا اور حسین و جمیل دروازہ خالص اسلامی طرز کا ہے۔ جو عمارت کی عظمت و شان کی پوری نمائندگی کر رہا ہے۔ اس عالیشان عمارت کی تعمیر میں اسلامی اور جدید طرزوں کے امتزاج نے بڑی دلکشی اور جاذبیت پیدا کر دی ہے۔ اس کے وسیع اور کشادہ دار المطالعوں میں صبح سے رات تک شائقین کتب کی ایک دنیا آباد رہتی ہے۔ جہاں رات کے وقت برقی روشنیاں عمارت کی دلکشی اور دلآویزی میں چار چاند لگا دیتی ہیں۔

اس ظاہری شان و شوکت کے ساتھ یہ لائبریری اپنے بیش بہا ذخائر کے لحاظ سے بھی ایک عظیم لائبریری ہے۔ اس کا شعبہ مخطوطات، نادر قلمی کتابوں کے مصور، مطلا اور مذہّب نسخوں، شیر خرما کی روشنائی سے لکھی ہوئی کتابوں، نامور خطاطوں کے ہاتھ کی وصلیوں، علماء اور مشاہیر کے اہم اور دلچسپ خطوط، مسلم سلاطین کے فرامین اور ان کے سکوں سے معمور ہے۔ مطبوعات کے ذخیروں میں جملہ علوم و فنون کی بہترین اور تازہ ترین کتابیں موجود ہیں۔ سیکڑوں برس پرانی کتابوں کے ایسے صحیح اور مستند نسخے یہاں ہیں۔ جو ریسرچ اسکالرس کے لئے ایک قیمتی سرمایہ کہے جاتے ہیں۔ بعض مخطوطات تو یہاں ایسے ہیں جو دنیا کے عظیم الشان کتب خانوں میں بھی نہیں ہیں۔

لائبریری میں اسلامیات، فلسفہ اور سائنس کی کتابیں دیکھ کر سرسید کے وہ نظریات سامنے آ جاتے ہیں جو

Marfat.com

جو اُن کی تعلیمی پالیسی کے بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں، انھوں نے فرمایا:۔

"فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ میں ہوگا، نیچرل سائنس بائیں ہاتھ میں، اور کلمہ لا الٰہ الّا اللہ کا تاج سر پر"

تعلیم کے متعلق سر سید نے اپنے نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے ۱۸۷۲ء میں بمقام لاہور اپنے ایک لیکچر میں یہ فرمایا تھا، کہ:۔

"مسلمانوں کی تعلیم کا حال اور قوموں کی تعلیم سے جو ہندوستان میں آباد ہیں، بالکل مخالف ہے، اُن کا مذہب اُن کی مذہبی تعلیم، عام تعلیم میں ایسی ملی ہوئی ہے جیسے جسم و جان جب اس کو علیحدہ کیا جائے گا، جسم بے جان رہ جائیگا۔ اور کبھی اس قسم کی بے جان تعلیم سے ہماری اغراض پوری نہ ہوں گی۔"

اس طرح کی تعلیم و تدریس کے متعلق کتابوں کی وافر تعداد اس لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے "ریکارڈ سیکشن" اور دیگر شعبوں میں مسلمانوں کی مذہبی، سماجی، تعلیمی اور سیاسی تحریکات کے متعلق ایسا مخصوص ذخیرہ موجود ہے جو شاید ہی کہیں اور دستیاب ہو سکے۔ جو لوگ ان مخصوص موضوعات کی کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں اُن کے لئے یہ لائبریری خاص کشش رکھتی ہے ع کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

لائبریری کی ابتداء اس کا نام لٹن لائبریری رکھا جانا ۔

اس وسیع اور عظیم لائبریری کی ابتدا ایک مختصر ذخیرہ سے ہوئی تھی جو صرف ایک کمرے پر مشتمل تھی۔ پھر رفتہ رفتہ چند اور کمرے اس میں شامل ہو گئے گویا لائبریری کی قدیم اور جدید عمارتوں کے درمیان وہی نسبت ہے جو ذرہ کو آفتاب سے ہوتی ہے مگر لائبریری کی یہ قدیم عمارت ایک تاریخی عمارت ہے۔ جو یونیورسٹی کی مقدس اور اہم ترین عمارتوں (مسجد اور اسٹریچی ہال) کے قریب اس علاقہ میں ہے جو کبھی ایم اے او کالج[1] (محمڈن اینگلو اورینٹل کالج) کا قلب کہلاتا تھا اور جسے اب سر سید ہال کہتے ہیں۔ اسی کالج کی ترقی یافتہ شکل مسلم یونیورسٹی ہے جس کی لائبریری کی ابتداء ۱۸۷۷ء سے سر سید اور سید محمود کی کتابوں سے ہوئی تھی۔ اور جب اسی سال وائسرائے ہند لارڈ لٹن کالج کا سنگ بنیاد رکھنے علی گڈھ آئے تو لائبریری کو اُن کے نام سے موسوم کئے جانے کی تجویز وائسرائے کی خدمت میں پیش کی گئی۔

"جس احسان مندی کے ساتھ ہم اس عزت پر نظر کرتے ہیں جو آج حضور نے ہم کو اپنے ... کی رونق افزائی

---

[1] ۲۴ مئی ۱۸۷۵ء کو اسکول کا افتتاح ہوا۔ ۸ جنوری ۱۸۷۷ء کو سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس کا الحاق کلکتہ یونیورسٹی سے ۱۸۸۷ء تک رہا۔ اس کے بعد الہ آباد یونیورسٹی سے الحاق ہو گیا۔ اور ۱۹۲۰ء میں یہ کالج یونیورسٹی بن گیا۔

Marfat.com

سے بخشی ہے۔ اور جس کے واسطے ہندوستان کے تمام اطراف سے ہمارے ہم وطن اس کثرت سے جمع ہوئے ہیں۔ اس کو ہم مناسب الفاظ میں حضور کی خدمت میں ظاہر کرنا دشوار پاتے ہیں۔ پس ایک ایسے کام کی یادگار قائم رکھنے کی غرض سے جس سے حضور ملکہ معظمہ کی رعایائے ہند کی بہبودی کی وہ سچی فکر پائی جاتی ہے۔ جو حضور کے نظام کا ایک خاصا ہے۔ ہم نے حضور کی عنایت آمیز اجازت سے یہ تجویز کی ہے کہ کالج کا کتب خانہ حضور کے نام سے موسوم کیا جائے۔ اور ہم دل سے امید کرتے ہیں کہ یہ مکان اس عزت کے قابل نہ ہوگا۔ جو اس کو اس طرح پر حاصل ہوا ہے۔"

اس کے جواب میں لارڈ لٹن نے فرمایا:۔

"میں نہایت خوشی کے ساتھ آپ کی اس مسرت بخش تجویز کو قبول کرتا ہوں۔ کہ آپ میرے نام کی بھی ایسے بڑے اور مشہور مدبروں کے ناموں کے ساتھ جن کا میں اوپر تذکرہ کر چکا ہوں۔ یادگار قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ایک کتب خانہ جو آپ میرے نام سے منسوب کرنا چاہتے ہیں سب سے مناسب سوسائٹی ہے۔ اگر اس میں کسی شخص کو دخل ملے یہ سوسائٹی دنیا کی معزز ترین خیر خواہوں کی ایک جماعت ہوتی ہے۔ تمام زمانہ کے عقلمند اور نیک لوگ یہاں رہتے ہیں۔ اور اس جگہ وہ لوگ رہتے ہیں جو اس دنیا میں رہنے کے قابل ہیں"

لٹن لائبریری کی ماں | چونکہ لٹن لائبریری کی ابتدا سرسید کے ذخیرۂ کتب سے ہوئی۔ یا یوں کہیئے کہ اس ذخیرہ سے لائبریری وجود میں آئی۔ اس لئے سرسید کی ذاتی کتابیں لٹن لائبریری کی ماں کہلانے کی مستحق قرار پائیں۔ اسی مادر مشفق کے تاثر سے۔ یہ لائبریری اپنی عمر کے ابتدائی دور میں ہی نفیس اور قیمتی کتابوں سے معمور ہو گئی تھی۔ اور اسی کا فیضان آج بھی ان نوادر کی شکل میں جاری و ساری ہے جن پر سرسید کی تحریریں اور یادداشتیں ہیں۔ ان میں "آئینہ اکبری" کا وہ نسخہ بھی ہے جس کی تصحیح سرسید نے کی تھی۔ اور جس میں اضافے و ترمیمیں خود ان کے قلم کی موجود ہیں۔ سرسید کے کتب خانہ کی ایک قلمی کتاب "تاریخ گنہ یدہ" جس پر نیضی کی تحریر ہے، لٹن لائبریری کا ایک بیش بہا سرمایہ شمار کی جاتی ہے۔ یہ نایاب کتاب اور دوسری قیمتی مخطوطات و مطبوعات اپنی زبانِ حال سے سرسید کے کتابی ذوق کی یہ کیفیت بتا رہی ہیں کہ وہ اپنے افکار و مشاغل کے ہجوم میں بھی کتابوں کی فراہمی کا خاص اہتمام رکھتے تھے۔ اور تنگدستی کے عالم میں بھی کتابوں پر روپیہ صرف کر دینے میں دریغ نہ کرتے تھے۔ انھوں نے گاڈفرے ہگنز کی ایک نایاب کتاب جو اسلام کی حمایت میں ہے دس گنی میں بمقام

Marfat.com

لندن خریدی۔ پھر ہندوستان آکر اس کا ترجمہ پانچ سو روپیہ میں کرایا۔ اور حمایت الاسلام کے نام سے شائع کیا۔

سرسید کا کتب خانہ اسی کتابی ذوق کے اثر سے سرسید کے کتب خانہ میں انگریزی، فارسی و عربی کی نایاب کتابیں جمع ہو گئی تھیں۔ علامہ شبلی جب علی گڈھ ایم۔ اے۔ او کالج میں عربی کے پروفیسر تھے اس وقت انھوں نے اس قیمتی کتب خانہ سے استفادہ کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں :۔

"میں سید صاحب کا کتب خانہ دیکھکر باغ باغ ہو گیا۔ مصر و یورپ کی تمام جدید و قدیم مطبوعات الماریوں میں بالترتیب سجی ہوئی تھیں۔ سید صاحب نے اپنے کتب خانہ کی نسبت عام اجازت مجھ کو دے دی ہے اس وجہ سے مجھ کو کتب بینی کا بہت عمدہ موقع حاصل ہے۔ سید صاحب کے پاس تاریخ و جغرافیہ اور عربی کی چند ایسی کتابیں ہیں جن کو حقیقت میں ، میں کیا بڑے بڑے لوگ بھی نہیں جانتے ہوں گے۔ کہ یہ سب کتابیں جرمنی میں طبع ہوئیں۔ اور مصر کے لوگوں کو بھی نصیب نہیں ہوئیں۔ گبن کی تاریخ جس کا ترجمہ سید صاحب نے چھ سو روپیہ میں کرایا ہے۔ میرے مطالعہ میں ہے ؛

ان کتابوں کا مطالعہ علامہ شبلی جس انہماک سے کیا کرتے تھے اسے ان کی ہی زبانی سنیئے۔ فرماتے تھے میرا یہ حال تھا کہ الماریوں کے سامنے گھنٹوں کھڑا رہتا۔ کبھی تھک کر زمین ہی پر اُکڑوں بیٹھ جاتا۔ سرسید نے جو یہ کیفیت دیکھی تو سامنے کرسی رکھوا دی۔ (سیرۃ المصنفین حیات شبلی) سرسید کے کتب خانہ کا ذکر کرتے ہوئے کرنل گریہم لکھتے ہیں :۔

"سرسید اب کئی برس سے علی گڈھ میں اپنے آراستہ مکان میں رہتے ہیں۔ اس پر ادبی ماحول چھایا ہوا ہے۔ اُن کے بیٹھنے کے کمرہ میں جہاں وہ اپنے دن کا زیادہ حصہ گذارتے ہیں ایک میز ہے جو کتابوں اور کاغذوں سے بھری ہوئی ہے۔ اُن کے کھانے کے کمرہ میں دیواروں کے ساتھ ساتھ کتابوں کی الماریاں لگی ہوئی ہیں۔ جن میں معیاری انگریزی کتابیں ہیں ان کی ایک لائبریری بھی ہے۔ جس کا کمرہ نہایت شاندار ہے۔ یہ بے شمار مختلف قسم کی کتابوں سے بھرا ہوا ہے۔ جن میں بہت سی مذہبی کتابیں جو انھوں نے قرآن پاک کی تفسیر اور انجیل مقدس کی شرح لکھنے میں استعمال کی ہیں۔ ان میں سید محمود کا وہ دلچسپ مقالہ بھی ہے۔ جو ان کو کیمبرج یونیورسٹی سے انعام میں ملا تھا۔"

(لائف اینڈ ورکس آف سید احمد خاں مصنفہ کرنل گریہم ۱۸۹۵ء)

Marfat.com

سیّد محمود اور لائبریری | سیّد محمود کو بھی اپنے باپ کی طرح کتابوں سے بڑا شغف تھا۔ اُن کے قیمتی ذخیرۂ کتب کی ایک نایاب کتاب "قانون ابن سینا" ۱۵۹۲ء میں روم کی چھپی ہوئی لٹن لائبریری میں موجود ہے۔ سید محمود کی نسبت لکھا ہے کہ انھوں نے تقریباً دس ہزار روپیہ کی قانونی کتابیں لائبریری کے لئے عنایت فرمائیں۔ اُن ہی سے اس لائبریری کی بنیاد پڑی۔ یونیورسٹی کے ہر تعلیمی شعبہ سے جو لائبریریاں ملحق ہیں۔ ان میں لاء لائبریری سب سے قدیم ہے۔ اس لاء لائبریری سے بھی راقم الحروف کا گہرا تعلق رہ چکا ہے۔ یونیورسٹی سے میری وابستگی کا آغاز اسی لائبریری سے ہوتا ہے۔ ۱۹۲۲ء میں میرا تقرر بحیثیت لاء لائبریرین ہوا۔ اس کے چھ برس بعد ۱۹۲۸ء میں لٹن لائبریری سے منسلک ہوگیا۔ جہاں بلا وقفہ ۱۹۶۴ء تک میری زندگی کتابوں کی صحبت میں گذری۔ یہ بے زبان کتابیں خلوت و جلوت اور راحت و مصیبت میں میری بہترین ساتھی رہیں۔ میں نے ان کی خدمت اپنی بساط بھر کی۔ اور ان سے بہت کچھ سیکھا۔ مگر یہ واضح رہے کہ ان کی معلمی کا دائرہ کسی کی ذات تک محدود نہیں ہے۔ جو بھی ان سے خلوص کے ساتھ کچھ سیکھنا چاہے اسے سکھانے میں یہ ذرا بھی دریغ نہیں کرتیں۔ میرا ذکر تو خیر بیچ میں آگیا کہنا یہ ہے کہ :-

ملکہ وکٹوریہ کا عطیہ | لٹن لائبریری کی بنیاد ایسی نیک ساعت میں پڑی تھی، کہ اس کے زمانۂ قیام سے کہ آج تک بادشاہ، امراء، علماء اور عوام سب ہی اپنی محبوب کتابیں اس لائبریری کی نذر کرتے رہے۔ ان معطیان کی فہرست میں ملکہ وکٹوریہ کا نام بھی آیا ہے۔ ان کے عطیہ کے سلسلہ میں محمڈن کالج ہسٹری میں ہے:-

"محمڈن کالج کے طلباء میں جنرل نالج پیدا کرنے کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کی لائبریری ہے جس میں بہت سی کتابیں انڈیا آفس اور ٹرسٹیان برٹش میوزیم اور کیمبرج یونیورسٹی نے نذر کالج کی ہیں لیکن سب سے زیادہ باعثِ افتخار وہ دو کتابیں ہیں جن کو حضور ملکہ معظمہ قیصر ہند دام اقبالہا نے مرحمت فرمایا ہے۔ اور جن پر اپنے دستِ مبارک سے کچھ تحریر فرمایا ہے۔"

عطیات | اسی طرح علم دوست اور مخیر حضرات نے لٹن لائبریری کو مخطوطات و مطبوعات کے عمدہ عمدہ ذخیرے وقتاً فوقتاً عنایت کئے۔ جن میں مولوی سبحان اللہ خاں (گورکھپور) مولوی عبدالسلام خاں (رام پور) نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، سر شاہ سلیمان، احسن مارہروی، نیر عالم اور رام بابو سکسینہ (مصنف ہسٹری آف اردو لٹریچر) کے ذخیرے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں الحاج نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کا کتب خانہ حبیب گنج، اُن کے علم دوست صاحبزادے الحاج مولوی عبید الرحمٰن خاں شروانی (سابق

Marfat.com

لائبریری (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے یونیورسٹی کی نذر کر دیا۔ اسی سال جواہر میوزیم[1] کا قیمتی ذخیرہ اٹاوہ سے علی گڑھ آ گیا۔ کرنل جمال عبدالناصر (صدر جمہوریہ متحدہ عرب) نے یونیورسٹی میں اپنی آمد (یکم اپریل ۱۹۶۰ء) کے موقع پر ۵۱۷ مطبوعہ کتابیں مرحمت فرمائیں۔ ان میں قرآن مجید کے تین نسخے اپنی نفیس جلدوں کی بنا پر بڑے ہی دیدہ زیب ہیں۔ ان کے علاوہ عراق، چین اور جمہوریہ متحدہ عرب کے سفارت خانوں سے بھی چالیس کتابیں موصول ہوئیں۔

لائبریری کا ابتدائی دور اسٹاف اور کتابوں کی تعداد سنہ ۱۹۰۰ء تک

ایسے ایسے قیمتی ذخائر کی شمولیت سے نہ صرف کتابوں کی تعداد بڑھ گئی، بلکہ لائبریری کے استحکام اور وقار میں بھی اضافہ ہو گیا مگر اس کے مختلف شعبوں پر ایک نظر ڈالنے سے پہلے اس کے ابتدائی دور کا کچھ حال سن لیجئے۔ اس دور یعنی ۱۹۰۰ء تک کتابوں کی تعداد ۵۰۱۰ (انگریزی ۲۲۴۵ + مشرقی علوم کی کتابیں ۲۷۶۵) تھی۔ اس دور کی کیفیت "محمڈن کالج ہسٹری" میں اس طرح بیان کی گئی ہے۔

"اس لش لائبریری میں انگریزی، عربی، فارسی، اردو، سنسکرت، بھاشا، لیٹن، گریک زبانوں کی کتابیں خوبصورت شیشے کی الماریوں میں نہایت عمدگی کے ساتھ چنی ہوئی ہیں جس میں ایک لائبریرین اور ایک اسسٹنٹ لائبریرین اور ایک دفتری کام کرتا ہے۔ اس کتب خانہ میں ہر ایک علم و فن کی کتابیں موجود ہیں۔ کالج کا ہر طالب علم لائبریری میں بیٹھ کے کتابوں کی سیر کرتا ہے۔ لائبریری کے قواعد ایک علیحدہ کتاب میں مندرج ہیں جن کی رو سے ہر ایک لڑکا اپنے کمرہ پر بھی ایک مرتبہ میں زیادہ سے زیادہ دو والیوم لے جا سکتا ہے جب کہ چودہ دن سے زیادہ اپنے پاس نہیں رہ سکتا۔ اوریئنٹل لائبریری کا عظیم ذخیرہ اسٹریچی ہال کی خوبصورت عمارت میں رکھا ہے۔ ہر ایک علم کی کتابوں کے جدا جدا رجسٹر ہیں۔ ہر ایک کتاب پر باقاعدہ نمبر لگے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے [illegible] نکالنے میں کسی قسم کی دقت نہیں ہوتی۔"

ایک یادگاری سال (۱۹۶۰ء) لائبریری کی رفتار ترقی

۱۹۰۰ء میں کون سوچ سکتا تھا کہ پانچ [illegible] افراد پر مشتمل یہ چھوٹی سی لائبریری ۱۹۶۰ء میں ایک [illegible] لائبریری کی صورت اختیار کرے گی۔ یہ سال لائبریری کی تاریخ میں ایک یادگاری سال ہے۔ اس سال لائبریری کی

[1] یہ میوزیم خان بہادر مولوی بشیر الدین بانی اسلامیہ اسکول اٹاوہ حال اسلامیہ کالج اٹاوہ نے قائم کر کے ضلع اٹاوہ کے کلکٹر گریسی کے نام پہ اس کا نام گریسی میوزیم رکھا۔ جو بعد میں پنڈت جواہر لال نہرو کے نام پہ جواہر میوزیم ہو گیا۔

Marfat.com

نئی عمارت بن کر تیار ہوئی۔ اس کا ۸۳ برس پرانا نام تبدیل کیا گیا۔ کتب خانۂ حبیب گنج اور دیگر ذخائر کتب کی شمولیت (جن کا ذکر پہلے آچکا ہے) سے اس کا علمی ذخار اور بلند ہوا۔ ۱۹۶۰ء میں ہی مکہ معظمہ سے دو کتابیں آئیں جن سے لائبریری کی تقدیس میں اور اضافہ ہو گیا۔ اس سال مطبوعات کی تعداد ۱۷۳۰۳۲[1] اور قلمی نسخوں کی ۴۸۹۸[2] تک پہنچ گئی۔ گویا ساٹھ برس میں ایک لاکھ ۹۸ ہزار بائیس مطبوعات کا اضافہ ہوا۔

۱۹۰۰ء تک انگریزی کتابوں کی تعداد ۲۲۴۵ تھی۔ اس کے اٹھائیس برس بعد ۱۹۲۸ء میں راقم الحروف نے لائبریری سے منسلک ہونے پر انگریزی کی جو کتاب درج رجسٹر کی تھی۔ اس کا سلسلہ نمبر ۱۸۳۰۱[3] تھا اس کے ۳۲ سال بعد یعنی ۱۹۶۰ء میں انگریزی کتابیں ۱۱۵۰۳۹ ہو گئیں۔ اس کے علاوہ عربی کی ۸۲۸۴، فارسی کی ۸۵۰۵، اردو کی ۳۷۷۸۵ اور ہندی و سنسکرت کی ۶۴۱۹ کتابیں، اس سال (۱۹۶۰ء) لائبریری میں موجود تھیں جن کی میزان ۱۷۳۰۳۲ پہلے آچکی ہیں۔ پھر جیسے جیسے یونیورسٹی کو فروغ ہوا لائبریری کی ترقی کے امکانات روشن ہوتے چلے گئے ۱۹۶۴ء تک اشاعت کی تعداد ۱۰۰۳ ہو گئی۔ اور کتابوں وغیرہ کی تعداد دو لاکھ سے آگے نکل گئی۔ اسی سال راقم الحروف اپنی بیالیس سالہ خدمت سے سبکدوشی حاصل کر کے کراچی آگیا۔ مگر یہاں بھی لائبریری کی رفتار ترقی میری نظروں میں گھومتی رہتی ہے۔ اصل میں میری عمر کا اتنا بڑا حصہ اس سے وابستہ رہا ہے کہ اگر میں اس لائبریری کو بھلانا چاہوں تو بھی نہیں بھلا سکتا اور میرے خیال میں یہ لائبریری بھی مجھے کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ بالخصوص اس کی وہ چالیس ہزار کتابیں تو مجھے ہمیشہ ہی یاد رکھیں گی۔ جن کو خود میں نے کیٹلاگ کیا ہے۔ اور جو اس تعلق کی بدولت مجھ سے قریب رہ چکی ہیں۔

استفادہ کی سہولتیں بنیادی طور پر یہ لائبریری، یونیورسٹی کے اساتذہ، طلبا اور طالبات کے لئے ہے مگر یونیورسٹی کے دیگر ملازمین بھی کتابیں حاصل کر سکتے ہیں۔ اصل میں لائبریری سے استفادہ کرنے کی سہولتیں تمام ارباب علم اور شائقین کتب کے لئے فراہم کر دی گئی ہیں۔ اور خاص بات یہ ہے کہ اس استفادہ کی کوئی فیس نہیں لی جاتی طلبا اور طالبات کو بوقت داخلہ صرف دس روپیہ بطور ضمانت ادا کرنے پڑتے ہیں۔ جو یونیورسٹی سے قطع تعلق کرتے وقت واپس مل جاتے ہیں۔ یونیورسٹی سے غیر متعلق اصحاب بھی اسپیشل ممبر کی حیثیت سے کتابیں اجرا کرا سکتے ہیں

---

[1] [2] یہ تعداد لائبریرین کی رپورٹ کے مطابق ہے۔ [3] یہ نمبر اس اکسیشن رجسٹر کے مطابق ہے جس میں فہرستی رپورٹ سے قبل کتابیں درج کی جاتی تھیں۔

Marfat.com

...س کے لئے پچیس روپیہ بطور زر ضمانت ادا کرتے ہوتے ہیں اور وہ جب چاہیں یہ رقم واپس لے کر ممبری سے دستبردار ہو سکتے ہیں ان سہولتوں کے اثر سے اجرائے کتب کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا ۱۹۶۰ء ...ں کتابوں وغیرہ کے سالانہ اجراء کی تعداد ۹۳ ہزار کے قریب پہنچ گئی۔ اور دارالمطالعوں میں روزانہ مطالعہ کی جانے والی کتابوں کی تعداد دو ہزار تک چلی گئی۔

دارالمطالعے لائبریری میں مطالعہ کتب اور علمی تحقیق و جستجو کا کام کرنے کے لئے نہایت معقول انتظام ہے۔ ...تی دارالمطالعے ہیں جہاں سے کتابیں بالعموم اجراء نہیں کی جاتیں۔ ان دارالمطالعوں کا پُرسکون ماحول ریسرچ سکالرس اور دیگر شائقین کتب کے لئے بڑی جاذبیت کا حامل ہے۔ کتابیں اسٹیل کی خوبصورت الماریوں میں آراستہ ہیں اور مطالعہ کرنے والوں کے لئے بیٹھنے کی بنی ہوئی آرام وہ کرسیاں اور میزیں مہیا کی گئی ہیں۔

ایک دارالمطالعہ ٹیکسچول اسٹڈیز سکیشن کہلاتا ہے۔ اس میں نصابی کتابیں اور یونیورسٹی امتحانات کے پرانے پرچے رہتے ہیں۔ اس دارالمطالعہ کے وسیع ہال اور نیچے اوپر کی گیلریوں میں تقریباً ۲۰۰ نشستیں ...

دوسرا دارالمطالعہ ریسرچ اسکالرس اور حوالجاتی کتابیں مطالعہ کرنے والوں کے لئے ہے ... ڈویژن کہتے ہیں۔ یہاں ہر قسم کی انسائیکلوپیڈیا بائیں، ببلیوگرافیاں، ڈکشنریاں، لائبریری آف کانگریس کے مطبوعہ کیٹلاگ بی۔ این۔ بی[1] اور آئی۔ این۔ بی[2] کی جلدیں اور مختلف قسم کی حوالجاتی کتابیں سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں جن کے مطالعہ کے لئے ۳۶ نشستیں مہیا کی گئی ہیں۔ ریسرچ اسکالرس کے لئے لاکرس بھی فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ اس دارالمطالعہ میں کتابوں کی دستیابی کے لئے کسی کی مدد درکار نہیں ہوتی۔ بلکہ ضرورت مند اپنے مطلب کی کتابیں خود الماریوں میں سے نکال لیتے ہیں۔ یہ طریقہ لائبریری سائنس کی اصطلاح میں اوپن اکسس سسٹم کہلاتا ہے۔

یہ دونوں دارالمطالعے روزانہ تقریباً بارہ گھنٹے کھلے رہتے ہیں۔ اور اتوار و دیگر تعطیلات میں ۶ گھنٹے۔ پورے سال میں صرف عیدین، محرم، دسہرہ، ہولی اور دیوالی جیسے خاص خاص تہواروں کی ... دو دن کی چھٹی کر دی جاتی ہے۔ ان دونوں سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کا اندازہ ... لگایا جاتا ہے۔

تیسرا دارالمطالعہ پاپولر اسٹڈیز ڈویژن کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں ڈیڑھ سو آرام دہ نشستیں

---

(1) BRITISH NATIONAL BIBLIOGRAPHY

(2) NATIONAL BIBLIOGRAPHY.

Marfat.com

مہیا کردی گئی ہیں اس دارالمطالعہ میں اخبار و رسائل کے تازہ ترین شمارے کشش انگیز موضوعات کی دلچسپ اور معلوماتی کتابیں آراستہ ہیں جن کی نظر افروز جلدیں لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا لیتی ہیں۔

شعبۂ اجراء لائبریری کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ تاکہ اس کے نظم ونسق کو چلانے اور کتابوں کے استعمال میں سہولت پیدا کی جا سکے۔ ان شعبوں میں شعبۂ اجراء اس اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ کتابوں وغیرہ کا اجراء اور ان کی واپسی یہیں ہوتی ہے۔ درحقیقت یہ بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ اس خدمت کے دوران ایسے طالبان کتب سے بھی واسطہ پڑتا ہے جو بلا کسی معقول وجہ کے برہم ہو جاتے ہیں۔ اس برہمی کا مقابلہ بڑی نرمی، سنجیدگی اور متانت سے کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے کہ خواہشمند اصحاب کو ان کی مطلوبہ کتابیں حاصل کرنے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ وقت پر کتابیں مل جائیں اور جو نہ ہوں ان کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کہاں ہیں؟ اور کب مل سکیں گی؟ موخر الذکر کے لئے ڈمی استعمال کی جاتی ہے۔ جو کتاب کے اجراء کے بعد اس کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس پر مستعیر نمبر اور تاریخ واپسی درج ہوتی ہے۔ اس تختی کے سلسلہ میں یہ احتیاط برتی جاتی ہے کہ کتاب کے اجراء ہوتے ہی اسے مقررہ جگہ پر رکھ دیا جاتا ہے۔ اور واپسی پر اسے وہاں سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کام میں بڑی احتیاط و توجہ کی جاتی ہے۔ کیونکہ ذرا سی غفلت سے یہ کارآمد تختی بیکار ہو جاتی ہے۔

یہاں اجرائے کتب کے لئے دو طریقے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسٹاف کے لئے رجسٹر لیجر سسٹم ہے اور طلباء و طالبات وغیرہ کو مستعیر کارڈ پر کتابیں اجراء ہوتی ہیں یہ کارڈ براؤننگ چارجنگ سسٹم کے مطابق ہر مستعیر کو اتنی تعداد میں دے دیئے جاتے ہیں جتنی کتابیں اجراء کرانے کا وہ مستحق ہوتا ہے۔ چونکہ یہ کارڈ پاکٹ کی شکل میں ہوتے ہیں اس لئے یہ طریقۂ اجراء "پاکٹ چارجنگ سسٹم" بھی کہلاتا ہے۔ اس شعبہ میں کام کی کثرت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ صرف ایک ماہ (دسمبر ۱۹۶۳ء) ۲۱۰۵ کتابیں اجراء کی گئیں۔ اجرائے کتب کے اعداد و شمار موضوعی نمبر کے لحاظ سے تاریخ وار ایک رجسٹر میں درج کر دیئے جاتے ہیں جس سے بہ آسانی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں فلاں موضوع کی کتنی کتنی کتابیں فلاں تاریخ کو اجراء ہوئیں۔ اسی ریکارڈ سے ماہانہ اور سالانہ اجراء کی تعداد بھی معلوم کی جا سکتی ہے۔ یہ ایک ایسا روزنامچہ ہے جس سے یونیورسٹی کے اسٹاف اور طلباء وغیرہ کے مذاقِ مطالعہ کا ایک اندازہ ہو جاتا ہے۔

اسی شعبہ میں مختلف زبانوں کی کتابوں کے کیٹلاگ رکھے ہوئے ہیں جن کو لائبریری سائنس کے سائنٹفک

Marfat.com

اصولوں کے مطابق کارڈوں پر مرتب کیا گیا ہے۔ ان میں کتابیں مصنف، موضوع اور ٹائیٹل (کتاب کا نام) کے لحاظ سے تلاش کی جا سکتی ہیں۔ مگر متلاشیانِ کتب کو کیٹلاگ کا نام اور اس کے استعمال کی ترکیب دریافت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہر کیٹلاگ پر اس کا نام لکھا ہوا ہے اور ترکیب استعمال کا پرچہ اس کے ساتھ رکھا رہتا ہے۔ اس لئے ہر کیٹلاگ خود ہی بتا دیتا ہے کہ میں فلاں کیٹلاگ ہوں۔ اور جس کتاب کے تم متلاشی ہو اس کا اندراج میری فلاں دراز میں فلاں عنوان کے تحت ملے گا۔

یہی کیٹلاگ متلاشیانِ کتب کو اُن کی مطلوبہ کتابوں کے نمبر بتا دیتے ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں کتابیں فلاں اسٹیکس میں رکھی ہوئی ہیں۔ مگر وہاں اساتذہ کے علاوہ کوئی اور شخص بلا اجازت داخل نہیں ہو سکتا۔ طلبار اور طالبات اپنی اپنی کتابوں کے نمبر چٹوں پہ لکھ کر اسٹیکس میں بھجوا دیتے ہیں۔ اور وہاں کے کارکن ہزاروں کتابوں کے ذخیروں میں سے یہ کتابیں اس طرح نکال لاتے ہیں جیسے غواص بحرِ ذخار میں غوطہ زن ہو کر صدف و گوہر نکال لیتے ہیں۔

اسٹیکس اسٹیکس کی آٹھ منزلہ عمارت میں جانے کے لئے سیڑھیوں کے علاوہ لفٹ بھی ہے۔ جو دم بھر میں بالائی اسٹیکس پر پہنچا دیتی ہے۔ ان اسٹیکس میں مختلف علوم و فنون کی انگریزی، اردو، عربی، فارسی، ہندی و سنسکرت کی مطبوعات مختلف ممالک کے آرٹ و نقاشی کی مصور کتابیں اور کتب محفوظہ (یعنی قدیم و نایاب مطبوعات) اسٹیل کی الماریوں میں فن وار آراستہ ہیں جن کی صفائی بجلی کے جھاڑن سے کی جاتی ہے۔ ان الماریوں کی خوبی یہ ہے کہ ان کے لچک دار خانے کتابوں کی سائز کے مطابق کم و بیش کئے جا سکتے ہیں۔ ہر الماری پر موضوع کا نام اور موضوعی نمبر لکھا ہوا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں فن کی کتابیں فلاں الماری میں ہیں۔ یہ موضوعی نمبر ڈیوی کی اعشاریائی درجہ بندی کے مطابق مقرر کئے گئے ہیں۔ درجہ بندی کی یہ اسکیم ایک امریکن لائبریرین میلول ڈیوی نے ۱۸۷۳ء میں ایجاد کی تھی۔ جو اتنی مفید اور کارآمد ثابت ہوئی کہ آج ہزاروں لائبریریوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ مگر ترتیب کتب میں موضوعی نمبر کے ساتھ کتابی نمبر کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ نمبر انگریزی کتابوں کے لئے ڈکنسن یا کٹر نمبرس کے مطابق دیئے گئے ہیں۔ یہاں یہ کہہ دینا بے جا نہ ہوگا کہ ان نمبروں نے مولانا آزاد لائبریری اور لاہور کی پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے درمیان ایک گہرا رشتہ قائم کر دیا ہے۔ اصل میں یہ نمبر لاہور سے ہی علی گڑھ آئے تھے۔ ایک امریکی لائبریرین آسا ڈان ڈکنسن نے یہ نمبر وضع کر کے اپنی انگریزی کتاب "پنجاب لائبریری پرائمر" کے ساتھ ۱۹۱۶ء میں لاہور سے لے گئے تھے۔ یہ کتاب پاک و ہند کے کتب خانوں کی تاریخ میں اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کہ یہ

Marfat.com

اولین انگریزی کتاب ہے۔ جو ہندوستان میں لائبریری سائنس کے موضوع پہ شائع ہوئی تھی۔

ان اسٹیکس میں ایک اسٹیکس نصابی کتابوں کے لئے ہے نصاب کی گراں قدر کتابیں جو عام طلباء کی دسترس سے باہر رہتی ہیں۔ وہ انھیں یہاں دستیاب ہو جاتی ہیں۔ نصاب کی ہر ایک کتاب کے کئی کئی نسخے مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک نسخہ لائبریری میں مطالعہ کے لئے دارالمطالعہ میں رہتا ہے اور باقی نسخے اجراء کیلئے ہوتے ہیں اسٹیکس میں روزانہ ہزاروں کتابوں کی آمد و رفت ہوتی رہتی ہے۔ اجراء کی ہوئی کتابیں سیکڑوں کی تعداد میں ہر روز واپس آتی ہیں۔ اور سیکڑوں روزانہ اجراء ہوکر باہر چلی جاتی ہے۔ لیکن جتنی اجراء کی جاتی ہیں اس سے کہیں زیادہ الماریوں سے نکالی جاتی ہیں چونکہ اسٹیکس میں طلباء اور طالبات کا داخلہ ممنوع ہے اس لئے ہر ایک خواہشمند بیک وقت کئی کئی کتابیں طلب کرتا ہے۔ اور ان میں سے اپنی پسند کی کتابیں منتخب کر کے بقیہ واپس کر دیتا ہے۔ پھر آئے دن کتابوں کے جو اضافے ہوتے رہتے ہیں ان کو بھی الماریوں میں آراستہ کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح روزانہ سیکڑوں کتابیں الماریوں میں سے نکالی اور ان میں رکھی جاتی ہیں۔ اور داد و ستد کا یہ سلسلہ صبح سے شام تک جاری رہتا ہے۔

جہاں تک اضافے کا تعلق ہے سال بھر میں ہزاروں کتابوں کا اضافہ ہو جاتا ہے مثلاً ۱۹۶۰ء میں انگریزی کی ۸۲۲۴ روسی ۲۰۰، فارسی ۲۹۶، اردو ۸۴۸۴ ہندی سنسکرت اور تلگو کی ۱۲۶۲ کل ۵۸۸۰ کتابوں کا اضافہ ہوا۔ ان کے لائبریری میں داخل ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ پہلے شعبۂ خریداری کے حوالے کی جاتی ہیں اس کے بعد داخلہ رجسٹر، میں درج ہوتی ہیں۔ پھر ان کی درجہ بندی اور کیٹلاگ سازی کی جاتی ہے۔ ان مراحل سے گذر کر وہ افادۂ عام کی خاطر اسٹیکس میں آجاتی ہیں۔ یہ اسٹیکس ہمہ وقت کتابوں کے منتظر رہتے ہیں۔ ان میں کوئی دس لاکھ کتابوں کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے۔ اتنی کتابیں جمع ہو جانے کے بعد یہ لائبریری اپنی جاذبیت کے لحاظ سے بام عروج پر پہنچ جائے گی۔

رسائل و اخبارات ایک مخصوص اسٹیک میں سالہائے گزشتہ کے ہزاروں مجلّہ رسالے اور رسائل رواں کے غیر مجلّد رسائل کے شمارے آراستہ ہیں جنھیں بالعموم اجراء نہیں کیا جاتا۔ یہاں ہندوستان اور انگلستان وغیرہ کے مشہور و معروف اخبارات مثلاً کامریڈ مولانا محمد علی) اسٹیٹسمین، اسپیکٹیٹر، ٹائمس لٹریری سپلیمنٹ کی پرانی جلدیں محفوظ ہیں۔ لائبریری میں اردو، فارسی، عربی، انگریزی، ہندی، ترکی، روسی، چینی اور جاپانی زبانوں کے تقریباً ایک ہزار رسائل ہر سال آجاتے ہیں۔ اور ہر رسالہ کا سال رواں ختم ہونے پر اس کی جلد بندی کرا کے کیٹلاگ سازی کر دی جاتی ہے۔ چند خاص خاص روزناموں کی بھی خریداری کی جاتی ہے۔ اور جلد بندی کرا کے انھیں بھی محفوظ

Marfat.com

کرلیا جاتا ہے۔

مشرقی شعبہ اردو، فارسی اور عربی کی قدیم و جدید مطبوعات اور کلاسیکی تصانیف سے معمور ہے۔ یہاں ادب و تاریخ اور علی گڑھ تحریک پر نہایت قیمتی مواد مل سکتا ہے۔ اور ایک ہی کتاب کے متعدد نسخے مختلف مطابع کے چھپے ہوئے موجود ہیں، جن سے ریسرچ اسکالرس کو اپنے نسخوں کی تصحیح کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

فارسی و عربی کی قدیم اور نادر مطبوعات میں ایک کی عمر تو ۳۷۴ برس کی ہو چکی ہے یہ قانون شیخ الرئیس (بو علی سینا) کا وہ نسخہ ہے جو ۱۵۹۳ء میں بمقام روم چھپا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی سو برس پرانی کتابیں ہیں۔ مثلاً تاریخ مشرق مطبوعہ ۱۶۶۰ء، تاریخ ابوالفدا مطبوعہ ۱۷۲۳ء، ہدایہ مطبوعہ ۱۸۰۷ء، سرسید کی سب سے پہلی تصنیف جام جم مطبوعہ ۱۸۴۰ء مرزا غالب کی مہر نیم روز مطبوعہ فخر المطابع دہلی ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ء) اور مثنوی ابر گہربار مطبوعہ اکمل المطابع دہلی ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳ء) نواب صدیق حسن خاں کی "ابجد العلوم" کی تین جلدیں مطبوعہ صدیقی پریس بھوپال ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء) اردو کے ذخیرے میں ایسی پرانی مطبوعات موجود ہیں جو ادبیات اردو میں بڑا اونچا مقام رکھتی ہیں۔ مثلاً ترجمہ تزک جہانگیری مترجمہ سید احمد علی مطبوعہ نظامی پریس کانپور ۱۲۸۰ھ (۱۸۷۱ء) نواب علی حسن خاں کی بزم سخن مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۰ء)، ممتاز علی کا تذکرہ آثار الشعراء مطبوعہ شاہجہانی پریس بھوپال ۱۳۰۷ھ (۱۸۸۶ء) میر علی اعظم رابطہ کی منشور سخن مطبوعہ سکندری پریس آگرہ ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۸ء) قدیم رسائل اخبارات میں الہلال (مولانا ابوالکلام آزاد) مخزن (سر عبدالقادر)، زمانہ (دیا نرائن نگم) اردوئے معلی (علی گڑھ) الناظر (لکھنؤ) ہمایوں اور نیرنگ خیال (لاہور) کی وہ قیمتی جلدیں ہیں جو اب بالعموم دستیاب نہیں ہوتیں۔ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ کی وہ نایاب جلدیں بھی یہاں موجود ہیں۔ جن کے نسخے شاید ہی دنیا کی کسی اور لائبریری میں مل سکیں۔ اس گزٹ کو سرسید نے جاری کیا تھا [illegible] ہی اس کے ایڈیٹر تھے۔ اُن کی دینی تعلیمی اور معاشرتی سرگرمیوں کی نسبت نہایت مستند معلومات [illegible] ہیں۔ سرسید کی تمام تصانیف کے اولین ایڈیشن یہاں ہیں۔ اس مجموعہ میں آثار الصنادید کے کئی ایڈیشن ہیں۔ یہ کتاب دہلی کی کئی عمارات اور وہاں کے مشاہیر و اکابر وغیرہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ ان کو لکھنے میں سرسید نے بڑی محنت و کاوش اور تحقیق سے کام لیا ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۴۶ء میں شائع ہوا۔ پھر سرسید نے اس پر نظر ثانی کر کے اور اس کی رنگین مقفیٰ عبارت کو سادہ اور سلیس زبان میں منتقل کر کے اسے ۱۸۵۶ء میں شائع کرایا۔ مگر یہ دوسرا ایڈیشن جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) میں ضائع ہو گیا۔ آثار الصنادید کے پہلے ایڈیشن کی

Marfat.com

طباعت منشی نول کشور نے لکھنؤ سے دوبارہ ۱۸۷۰ء میں کرائی اور دوسرے ایڈیشن کو منشی رحمت اللہ نے کان پور سے ۱۹۴۰ء میں شائع کیا۔ اسی ایڈیشن کی طباعت ۱۹۶۵ء میں دہلی سے ہوئی۔ اور پہلے ایڈیشن کو ۱۹۶۶ء میں کراچی سے شائع کیا گیا۔ اس قیمتی کتاب کے دوسرے ایڈیشن کا ترجمہ فرانس کے مشہور مستشرق گارسن ڈتاسی نے ۱۹۶۰ء میں فرانسیسی زبان میں کیا۔ اس ترمیم کو دیکھ کر لندن کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے سرسید کو فیلوشپ کا اعزاز بخشا۔ سرسید کے اس تاریخی و علمی شاہکار کے ساتھ ساتھ اُن کی سیاسی بصیرت اور جرأت و ہمت کا ایک بے نظیر نمونہ یعنی رسالہ اسباب بغاوت ہند مطبوعہ ۱۸۵۸ء بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ اس میں سرسید نے مسلمانوں کی ناراضگی کا ذمہ دار گورنمنٹ کی بدنظمی کو ٹھہراتے ہوئے اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو نہایت صفائی و بے باکی کے ساتھ واضح کر دیا ہے۔

سرسید کے دل میں حمایت اسلام اور حبِ رسول کا جو والہانہ جذبہ موجزن تھا اس کی بہترین یادگار **خطباتِ احمدیہ** اور **جواب امہات المومنین** ہے۔ اوّل الذکر ۱۸۷۰ء میں سر ولیم میور کی کتاب "لائف آف محمدؐ" کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ اس میں میور نے آنحضرت صلعم کی ذاتِ اقدس پر طرح طرح کے اعتراض کئے تھے، جنھیں دیکھ کر سرسید کے جذبۂ دینی کو سخت صدمہ پہنچا۔ اور نواب محسن الملک کو ایک خط میں لندن سے لکھا "ولیم میور کی کتاب دیکھ رہا ہوں۔ اس نے دل کو ہلا دیا۔ اور اس کی ناانصافیوں اور تعصبات کو دیکھ کر دل کباب ہو گیا۔ اور مصمم ارادہ کیا کہ آنحضرت صلعم کی سیرت میں جیسا کہ پہلے سے ارادہ تھا۔ کتاب لکھ دی جائے اگر تمام روپیہ خرچ ہو جائے اور میں فقیر بھیک مانگنے کے قابل ہو جاؤں تو بلا سے"۔ اسی جذبۂ صادق نے سرسید کے ایک ممتاز مخالف اکبر الہ آبادی سے بھی یہ کہلوا دیا۔

ناسترا سنتا رہا اور مرحبا کہتا رہا ۔ کفر کے فتووں میں کام اسلام کا کرتا رہا

سرسید کے جوش ایمانی کا ایک قیمتی نمونہ "جواب امہات المومنین" میں بھی ملتا ہے۔ ایک متعصب عیسائی نے "امہات المومنین" میں آنحضرت صلعم کی تعداد ازدواج پر نامعقول اعتراض کئے تھے۔ اس وقت سرسید بستر مرگ پر تھے۔ پھر بھی رسالہ پڑھ کر ان سے نہ رہا گیا۔ اور سخت ضعف و بیماری کے عالم میں اس کا جواب لکھ دیا۔ مگر یہ شائع ہونے سے قبل اس عاشق رسول کی روح اپنے خالق کے جوارِ رحمت میں پہنچ گئی۔ اور پھر ان کے پرائیویٹ سیکرٹری وحید الدین سلیم نے اسے شائع کرایا۔ سرسید کی برسی کے دن ان کی تصانیف و تالیفات اور ان کے مکتوبات وغیرہ کی نمائش لائبریری میں بڑے اہتمام سے کی جاتی ہے۔ اساتذہ، طلبا و طالبات اور

Marfat.com

دیگر ارباب ذوق اپنے محبوب رہنما کی تحریریں اور کتابیں دیکھنے کے لئے جوق در جوق لائبریری آتے ہیں۔ اس دن ہر طرف سرسید ہی کا ذکر ہوتا رہتا ہے وہ دن "سرسید ڈے" کہلاتا ہے۔

اس لائبریری کے **شعبۂ مخطوطات** کو علمی و کتابی دنیا میں ایک خاص فوقیت و برتری حاصل ہے یہ اپنی اہمیت کی وجہ سے ایئر کنڈیشنڈ کر دیا گیا ہے۔ مگر اسے ساری عمارت میں فراہم کرنے کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ اس شعبہ میں لٹن لائبریری کے ذخیرۂ مخطوطات کے علاوہ مولوی سبحان اللہ خاں، نواب عبداللہ خاں نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ، کتب خانۂ حبیب گنج، اگرلیسی میوزیم وغیرہ کے نایاب و بیش قیمت مخطوطات شامل ہیں۔ یہ سارا بیش بہا سرمایہ اسٹیل کی مضبوط و مقفل الماریوں میں آراستہ ہے جسے خاک، کپڑوں اور نمی وغیرہ سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اور ہر وہ تدبیر کی جاتی ہے جس سے ان سینکڑوں برس پرانی کتابوں کی آب و تاب قائم رہے۔ اور اُن کی عمر دراز ہو جائے۔ اس شعبہ میں کتب خانہ حبیب گنج کے لئے ایک وسیع کمرہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اس کے دروازہ پر جلی حروف میں "حبیب الرحمٰن خاں شروانی کلیکشن" لکھا ہوا ہے۔ چند نادر مخطوطات کے منقش، مُرصع اور خوشخط نسخے، ممتاز اکابر و مشاہیر کے مکتوبات، مسلم سلاطین کے فرامین، نامورخطاطوں کی وصلیاں شوکیسوں میں آراستہ کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ اربابِ ذوق اور شائقین کتب اُن کی زیارت بآسانی کر سکیں۔ ایک الماری میں مسلم بادشاہوں کے سکے رکھے ہوئے ہیں۔ ان تمام نوادرات کا تعارف کرانے کی گنجائش ان اوراق میں نہیں ہے۔ مگر یہ کہے بغیر اس شعبہ کا ذکر تشنہ رہے گا۔ کہ یہاں نایاب و نادر قلمی کتابوں کے علاوہ قرآن شریف کے بڑے خوشخط اور مُرصع نسخے بھی موجود ہیں۔ لائبریری کی نئی عمارت میں منتقل ہو جانے کے بعد تبرکاً اور تیمناً "قرآن شریف کے اُن نسخوں کو زیارتِ عام کے لئے بہ شکل نمائش رکھ دیا گیا تھا۔ جو اپنی تزئین وغیرہ کے اعتبار سے امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں ایک ایسا عجیب و غریب قرآن بھی ہے کہ اس جیسا دنیا میں نہیں ہو گا۔ یہ خفی قلم میں ایک صدری پر لکھا ہوا ہے۔ قرآن شریف کی دو سورتیں (سورۃ فاتحہ اور سورۃ ... بھی اس لحاظ سے بڑی نایاب ہیں، کہ یہ ہرن کے چمڑے پر خط کوفی میں لکھی ہوئی ہیں۔ یہاں ایک چاول ہے جس پر پوری قل ہو اللہ لکھی ہوئی ہے۔ قرآن مجید کا ایک نسخہ اس لئے لائق دید ہے۔ کہ اسے ہرات سے عالمگیر کو بطور ہدیہ بھیجا گیا تھا سن ارسال ۱۰۹۰ھ (۱۶۷۹ء) ہے۔ راقم الحروف کے خیال میں اس کے بھیجنے کا محرک عالمگیر کا ذوقِ کتابت ہوا ہو گا۔ اس فن سے عالمگیر کے والہانہ لگاؤ کی یہ کیفیت تھی کہ شہزادگی سے لے کر آخر عمر تک فرصت کے اوقات میں صبح ۵ بجے سے ۹ بجے تک اور سہ پہر کو ۲½ بجے سے ۵½

بجے تک قرآن شریف لکھا کرتا تھا۔ اس نے مدینہ منورہ بھیجنے کے لئے دو قرآن اپنے دستِ خاص سے لکھے اور اُن کی تزئین وغیرہ پر سات ہزار روپیہ صرف کر دیئے۔

شعبۂ مخطوطات میں خطاطی کے بہترین نمونے وصلیوں کی شکل میں موجود ہیں۔ عالمگیر کے آخری جانشین بہادر شاہ ظفر کی نوشتہ وصلیاں یہاں دیکھ کر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مغل حکومت کے دورِ زوال میں بھی مغل بادشاہ یہ فن اپنے سینوں سے لگائے ہوئے تھے۔ یہ سب ہی بادشاہ اس فن کے بڑے دلدادہ اور مربی تھے۔ شاہجہاں کو تو فنِ خطاطی کا پیغمبر کہا جاتا ہے۔ اس کو خطِ نستعلیق کے استاد میر عماد الحسینی کا خط اتنا پسند تھا۔ کہ جب کوئی اس کی تحریر شاہ کی خدمت میں پیش کرتا۔ تو وہ اس کو یک ہزاری کا منصب عطا کر دیتا تھا۔ میر عماد اور اس کے شاگرد و بھانجا عبدالرشید دیلمی کی وصلیاں بھی یہاں موجود ہیں میر عماد شاہ ایران عباس صفوی کے دربار کا خطاط تھا۔ جب اس نے ۱۰۲۴ھ (۱۶۱۵ء) میں عماد کو قتل کرا دیا۔ تو عبدالرشید دیلمی ہندوستان آگیا۔ اور داراشکوہ کا اُستاد مقرر ہوا۔ عبدالرشید دیلمی کے ایک شاگرد حافظ نور اللہ اور اُن کے بیٹے حافظ محمد ابراہیم کی نوشتہ وصلیاں بھی یہاں ہیں۔ اُن سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نوابین اودھ کے عہد میں بڑے با کمال خطاط موجود تھے۔ نور اللہ کی نسبت مولانا عبدالحلیم شرر نے لکھا ہے کہ "لکھنؤ والے ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قطعوں کو موتیوں کے داموں مول لیتے۔ یہاں تک کہ ان کی معمولی مشق بازار میں صرف ایک روپیہ کے حساب سے ہاتھوں ہاتھ بک جاتی"۔

اس لائبریری میں بعض ایسے نادر اور بیش قیمت قلمی کتابیں ہیں جن کے علاوہ اور کوئی نسخے کہیں دستیاب نہیں ہوئے۔ مثلاً "تاویل المتشابہات فی الاخبار والآیات" مصنفہ عبدالقاہر البغدادی (متوفی ۴۲۹ھ / ۱۰۳۱ء) "حال نامہ بایزید انصاری" مرتبہ علی محمد بن ابوبکر قندھاری اور علاؤ الدولہ کی نفائس المآثر جس کی تالیف دسویں صدی ہجری میں ہوئی تھی۔ یہاں "دیوان صائب" کا ایک نسخہ مکتوبہ ۱۰۸۳ھ (۱۶۷۲ء) اس لئے قابلِ قدر ہے کہ یہ خود صائب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ مصور، منقش، مرصع اور خوشخط نسخہ معمہ کریما اور ہفت بند کاشی بقول رشید احمد صدیقی دیکھنے کی نہیں دیکھتے ہی رہنے کی چیز ہے۔ اس شعبہ کے ذخیرہ میں ایسی بھی نایاب کتابیں ہیں جن پر سلاطین، امراء اور مشاہیر کی تحریریں، دستخط یا مہریں ہیں۔ ان میں تاریخ گزیدہ" مصنفہ خواجہ حمد اللہ مستوفی ہے جو سرسید کے کتب خانہ میں رہ چکی ہے۔ اس کے پہلے صفحہ پر عہد اکبری کے ملک الشعراء ابوالفیض فیضی کی تحریر اور مہر موجود ہے۔ یہاں ایک تہ کی دیوان کا سرورق دیکھنے کے لائق ہے۔ یہ دیوان سلاطین خراسان وہرات

Marfat.com

کے کتب خانوں سے منتقل ہوتا ہوا جہانگیر کے کتب خانہ میں پہنچا تھا۔ مگر اس لائبریری میں اس دیوان کا صرف سرورق موجود ہے۔ جس پر جہانگیر اور مختلف امراء کی تحریریں اور مہریں ہیں۔ جہانگیر نے اس پر اپنے دست خاص سے یہ لکھا ہے: "اللہ اکبر۔ پنجم آذر سنہ ۱۔ داخل کتاب خانہ این نیازمند درگاہ الٰہی شد، حررہٗ نورالدین جہانگیر بن اکبر بادشاہ سنہ ۱۰۱۴ھ۔" اس کے علاوہ شاہ نے "خاصہ اول" بھی لکھ دیا ہے۔ یعنی اس کو کتب خانہ میں درجہ اول کی کتابوں کے ساتھ رکھا جائے۔

یہاں صحاح جوہری (ابو نصر اسمٰعیل بن حماد الجوہری) کی مشہور لغت کا نسخہ مکتوبہ ۶۴۸ھ (۱۲۵۰ء) بھی ہے۔ قدیم ہونے کے علاوہ اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ شیرخرما کی روشنائی سے لکھا ہوا ہے۔ قرون وسطیٰ میں مسلمانوں نے روشنائی میں جس جدت، ذہانت اور تنوع سے کام لیا تھا۔ اس کا نمونہ اس نسخہ میں ملتا ہے۔ اس شعبہ میں سلاطین، امراء اور اکابر و مشاہیر وغیرہ کی تصاویر کے علاوہ ایک چاول بھی ہے جس کے ایک گوشہ پر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد (سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی) کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ ان نوادر کی کیفیت "فہرست نمائش گاہ مخطوطات و نوادر کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" (مطبوعہ ۱۹۵۳ء) دیکھی جا سکتی ہے۔ جسے مختار الدین احمد آرزو نے بقول رشید احمد صدیقی بڑے شوق اور محنت سے مرتب کیا ہے۔

شعبۂ مخطوطات کے ایک ممتاز حصہ یعنی کتب خانہ حبیب گنج کے نوادر کا کچھ حال اس مضمون میں مل سکتا ہے۔ جو کتب خانہ کے بانی الحاج مولانا حبیب الرحمٰن شروانی نے اپنی کتاب "مقالات شروانی" میں شائع کیا ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے کتب خانہ حبیب گنج کے جمع و ترتیب کی دلچسپ داستان بیان کرتے ہوئے "الذہبیات" اور "الخطیات" جیسے اچھوتے عنوانات کے تحت ان کتابوں کا ذکر کر دیا ہے جو طلائی کام کے لحاظ سے امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور وہ جن میں فن خطاطی کی نفاست، پختگی اور خوبصورتی کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔

شعبۂ مخطوطات کے ذخیرۂ جواہر میوزیم کے ۱۸۲ فارسی مخطوطات کی ایک توضیحی (تشریحی) فہرست مولوی ابرار حسین فاروقی نے تذکرہ جواہر زواہر کے نام سے مرتب کر کے ۱۹۵۹ء میں شائع کرائی تھی۔ فی الوقت وہ ادارہ اسلامیہ کالج کے سیکریٹری کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ ذخیرۂ سبحان اللہ خاں کے مخطوطات و مطبوعات کی غیر تشریحی فہرستیں دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی جلد مخطوطات کی ہے۔ جو مولوی کامل حسین نے مرتب کی۔ اور ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی۔ کامل صاحب اس ذخیرہ کے ساتھ

Marfat.com

گورکھ پور سے علی گڈھ آئے اور کچھ عرصہ تک شعبۂ مخطوطات کے انچارج رہے۔ دوسری جلد مطبوعات کی مولوی ابرار حسین فاروقی کی مرتبہ ہے۔ جو ۱۹۳۱ء میں چھپی۔ "شیفتہ کلیکشن" ذخیرہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی تشریحی فہرست مولوی ابوبکر محمد شیث مرحوم (سابق ناظم شعبۂ دینیات علی گڈھ مسلم یونیورسٹی) نے مرتب کی۔ اور ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔ ان مطبوعہ فہرستوں کے علاوہ قلمی فہرستیں بھی ہیں۔ یہ فہرستیں شعبۂ مخطوطات کے ذخائر سے ناظرین کو آگاہ کر دیتی ہیں۔

کتابوں کا گم ہونا کتابوں کی صورتیں مسخ کیا جانا

لائبریری میں ذخائر کی پوری طرح حفاظت کی جاتی ہے اس کے باوجود کتابوں کے گم ہونے اور ان کی صورتیں مسخ کر دینے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فن لائبریری کی رو سے لائبریری کی تعمیر میں جو خامیاں اور نقائص رہ گئے ہیں۔ ان میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ دارالمطالعوں اور راشیکس وغیرہ کی کھڑکیوں میں جالیاں نہیں لگائی گئیں۔ اور تکمیل تعمیر کے بعد کئی سال تک یہی صورت رہی۔ اسی وجہ سے کتابیں گم ہونے کے امکانات بہت بڑھ گئے اور لائبریری کے عملہ کو حفاظتی تدابیر زیادہ مستحکم کرنی پڑیں۔ اصل میں کتابوں کی حفاظت ان کے دشمنوں: آگ، مٹی، نمی، سین، جھینگر دیمک اور چوہوں وغیرہ سے تو بخوبی کی جا سکتی ہے۔ مگر ان انسانوں سے انھیں محفوظ رکھنا بڑا ہی محال ہے۔ جو کتاب چور ہونے کی وجہ سے کتابوں کے دشمن کہلاتے ہیں۔ ان ہی کی بدولت دیگر لائبریریوں کی طرح اس لائبریری میں بھی کتابیں گم ہوئے، ان کے اوراق پھٹنے اور ان پر طرح طرح کی عبارتیں لکھ کر ان کی صورت مسخ کر دینے کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ جن کی روک تھام کے لئے ضروری اقدامات کئے جاتے ہیں۔ لائبریری میں آمد و رفت صرف ایک دروازے سے ہوتی ہے یہاں ایک کارکن متعین رہتا ہے۔ جو لائبریری سے باہر جانے والوں پر کڑی نگاہ رکھتا ہے۔ اور صرف اسی کتاب وغیرہ کو باہر جانے دیتا ہے جو باقاعدہ اجراء کرائی گئی ہو۔

گو ہر لائبریری میں کچھ کتابیں گم ہو جانا ناگزیر ہے۔ پھر بھی اس معاملہ میں بعض دفعہ غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں بالخصوص اسکول اور دوسری چھوٹی موٹی لائبریریوں کے کارکنوں کے لئے تو یہ مسئلہ ایک مستقل دردِ سر بنا رہتا ہے۔ ایسی صورت کا سامنا اس لائبریری کو بھی ایک بار کرنا پڑا۔ وائس چانسلر نے لائبریری ذخائر کی جانچ پڑتال کے لئے یونیورسٹی کے ایک پروفیسر عبدالمجید قریشی کو مقرر کیا۔ رجسٹروں کی اس جانچ کے بعد جو رپورٹ مرتب ہوئی وہ "قریشی رپورٹ" کہلائی۔ اس جائزہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ لائبریری ذخائر کا چیکنگ اتنا مکمل اور بھرپور ہو گیا۔ جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ لائبریریوں کا چیکنگ بالعموم شیلف لسٹ سے کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

مگر قریشی صاحب نے اس لسٹ کے بجائے داخلہ رجسٹروں سے چیکنگ کیا، اس طرح چیکنگ کرنا اتنا دشوار کام ہے جس کا اندازہ اہل تجربہ ہی کر سکتے ہیں۔

لائبریریوں سے کتابیں گم ہونے کی ناگزیر صورت کو گوارا کرنے کے لئے فن لائبریری کے ایک ماہر وعالم ڈاکٹر رنگا ناتھن نے اپنی کتاب "لائبریری مینول" میں اس کا یہ اوسط مقرر کر دیا ہے کہ ایک ہزار کتابوں کے سالانہ اجراء پر تین کتابیں گم ہو جانا جائز سمجھا جائے۔ مگر اس کے ساتھ ان کتابوں کی نوعیت کا بھی خیال رکھا جائے کہ یہ نایاب و قیمتی کتابیں نہ ہوں۔ راقم الحروف کی ناچیز رائے میں کتابیں گم ہونے کی ساری ذمہ داری لائبریری اسٹاف پر عائد کر دینا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ مگر جب کوئی کارکن کتابوں کی حفاظت کرتے ہیں تساہل برتنے اور یا کسی کارکن میں دیانت کے اوصاف موجود نہ ہوں تو پھر ایسے کارکنوں کا لائبریری میں رہنا کسی طرح گوارا نہ کیا جائے۔

لائبریری سائنس کی تعلیم :۔ اس لائبریری کے زیر سایہ لائبریری سائنس کے دو کورس "سرٹیفکیٹ" اور "ڈگری" جاری ہیں۔ سرٹیفکیٹ کورس کی ابتداء ۱۹۵۱ء میں ہوئی تھی۔ یہ پاک و ہند میں وہ اولین کورس ہے جو یونیورسٹی کی طرف سے جاری ہوا ہے۔ اس کی مدت تعلیم چار ماہ ہے اور ایک سال میں اس کے دو سیشن ہوتے ہیں۔ داخلہ کے لئے انٹرمیڈیٹ پاس ہونے کی شرط ہے۔ لیکن وہ ہائی اسکول پاس شدہ بھی داخل ہو سکتے ہیں جنہوں نے کم سے کم ڈیڑھ سال تک کسی لائبریری میں کام کیا ہو۔ ڈگری کورس کی ابتداء ۱۹۵۸ء میں ہوئی۔ اس کی مدت ۹ ماہ ہے۔ اور داخلہ کے لئے گریجویٹ ہونے کی شرط ہے۔ یہ دونوں کورس ملک بھر میں اتنے مشہور و مقبول ہیں کہ ہر سال سیکڑوں درخواستیں داخلے کے لئے آجاتی ہیں۔

کعبۂ عشاق :۔ آخر میں یہ بات کہہ دینی بے جا نہ ہو گی جو ہندو مشاہیر میں سے کسی[1] نے ایک تعلیمی جلسہ میں کہی تھی کہ ایسے ادارے ملک میں ہوں جو انفرادی طور پر کسی ایک تہذیب کا مرکز ہوں۔ تاکہ اس طرح ملک کی ہر تہذیب کو پھولنے پھلنے اور اپنے مخصوص جوہر کو پروان چڑھانے کا موقع ملے۔

ایسے ادارہ کا ایک بہترین نمونہ "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی" ہے۔ جس کی لائبریری تقریباً نوے برس سے اس مخصوص تہذیب کے جواہر پاروں کی امین ہے جو عرب سے چل کر ہندوستان پہنچی۔ اور جس نے بقول

---

[1] نام یاد نہیں رہا۔ مگر ان کے الفاظ میرے پاس محفوظ رہ گئے۔

Marfat.com

ڈاکٹر سر پی۔ سی لرائے ہندوستان کے فنونِ لطیفہ ادب اور رتق ملک داری میں بیش بہا اضافے کئے ہیں۔ اسی تہذیب کی ایک جھلک جادو ناتھ سرکار کے اِن الفاظ میں نظر آتی ہے۔

"کتابوں کو نقل کر کے تقسیم کرنے اور علوم کی عام اشاعت کے رواج کے لئے ہم اسلامی اثرات کے رہینِ منت ہیں۔ ورنہ پرانے ہندو مصنفین تو اپنی لکھی ہوئی کتابوں کو خفیہ رکھنے کے شیدائی تھے۔"

مگر اس لائبریری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ صرف مسلمانوں ہی کے تہذیبی ورثہ کی محافظ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں مختلف علوم و فنون کا ایسا بیش بہا اور پُر از معلومات سرمایہ جمع ہے جس کی بنا پر اس لائبریری کو عاشقانِ کتب کا کعبہ کہنا زیبا ہے۔ عہدِ قدیم میں لائبریری کے دروازہ پر "ڈسپنسری آف دی سول" (روحانی شفا خانہ) لکھ دیا کرتے تھے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں مولانا آزاد لائبریری کے دروازہ پر یہ شعر لکھ دیتا جو مولانا جلال الدین رومی کے مزار پر کندہ ہے۔

کعبۂ عشاق باشد ایں مقام
ہر کہ ناقص آمد ایں جا شد تمام

واشنگٹن میں سب سے زیادہ میری دلچسپی کی چیز کانگریس کا کتب خانہ تھا۔ یہ لوگ اپنی مرکزی مجلس قانون ساز کو کانگریس کہتے ہیں اور یہ اس مجلس کا کتب خانہ ہے۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا کتب خانہ ہے جس کی بنیاد ۱۸۰۰ء میں رکھی گئی تھی۔ پہلے پہل یہ صرف مجلس کے لئے قائم کیا گیا تھا لیکن اب یہ حکومت کے دوسرے اداروں، اندرون ملک دوسرے کتب خانوں اور دوسرے ملکوں کو کتابیں مستعار دیتا ہے۔ کتب خانہ دو بہت بڑی عمارتوں میں قائم ہے جس کی زمین کا رقبہ تقریباً چودہ ایکڑ میں پھیلا ہوا ہے۔ منزلوں کے فرش کا کل رقبہ ملا کر ۳۶ ایکڑ بن جاتا ہے۔ کل کتابیں ۱۳۷۶۷۰۰۰ ہیں۔ ویسے تصاویر اور دیگر خزائن کی کل تعداد پچاسی لاکھ ہے اس کتب خانے کو تھوڑی سی فرصت میں دیکھنا ممکن نہ تھا۔ میں نے جلدی جلدی ایک چکر لگا کر مشرقی علوم کے حصے کا رُخ کیا۔ یہاں اس حصے کے ڈائریکٹر سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کتب خانے کی سیر کرائی اور جب میں پنجابی اور سندھی کتابیں دیکھنے لگا تو اپنے ایک ہندو نائب کے ساتھ وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ہندوستان سے چھپا ہوا ہر ایک اخبار اور تقریباً ہر ایک کتاب یہاں موجود تھی لیکن پاکستان سے متعلق بہت سی کتابیں غائب تھیں۔

(ڈاکٹر محمد باقر صاحب)

Marfat.com

از سید رشید احمد ارشد
ایم اے لیکچرار شعبہ عربی
کراچی یونیورسٹی

دہلی کے کتبخانے

دہلی عرصہ دراز سے برصغیر ہند و پاکستان کا پایۂ تخت رہا ہے ہندوؤں کے عہد میں وہ ان کی راجدھانی تھا اور اسلامی عہد میں بھی اس کی مرکزی حیثیت قائم تھی اس لئے یہ ہمیشہ گہوارہ علم و ہنر رہا ہے۔ اسلامی عہد میں بھی یہاں نادر قسم کے کتب خانے تھے اور علم دوست امراء و سلاطین، نوادر کتب کے جمع کرنے اور انہیں اپنے ذاتی کتب خانوں کی زینت بنانے میں فخر محسوس کرتے تھے چنانچہ مختلف بادشاہوں اور امراء کے بعض وسیع کتب خانوں کا تذکرہ تاریخی کتب میں محفوظ ہے۔ آخری زمانے میں دہلی کے جس کتب خانے کا خاص طور پر تذکرہ کیا جاتا ہے وہ داراشکوہ کا ایک کتب خانہ تھا جو کشمیری دروازہ میں قائم تھا جسے بعد میں انگریزوں کے عہد میں گورنمنٹ ہائی سکول میں تبدیل کر دیا گیا تھا

دہلی نہ صرف امراء و سلاطین کا مرکز تھا بلکہ یہاں ملک کے مایہ ناز علماء و ادباء کے خاندان سالہا سال تک آباد رہے اور ان کی وجہ سے ان اہلِ علم حضرات کے ذاتی کتب خانے بھی دہلی میں موجود تھے اس قسم کے حضرات میں حضرت شیخ عبدالحق شاہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا گھرانہ سراپا علم و عمل تھا اور ان خاندانوں کے کتبخانے بھی ملک بھر میں مشہور تھے اور ان کی نوادر کتب کی زیارت کرنے کے لئے دور دراز سے لوگ آیا کرتے تھے۔

ان حضرات کے علاوہ دہلی کے ہر شریف خاندان کا اپنا مستقل ذاتی کتب خانہ ہوتا تھا اس کے افراد ان کتب خانوں کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کرتے تھے کیونکہ ان میں اکثر کتابیں ان کے آباؤ اجداد کی لکھی ہوئی ہوتی تھیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دہلی کے یہ تمام تاریخی کتب خانے تباہ و برباد ہو گئے اس غارت گری میں جو کتابیں بچیں وہ کوڑیوں کے مول بک گئیں اکثر بیش بہا کتب انگریز لے گئے اور اب وہ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتبخانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

Marfat.com

دہلی کے کتب خانوں کے بارے میں تفصیل کے ساتھ لکھنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے اس مختصر سے مقالہ میں صرف ان کتب خانوں کا تذکرہ کیا جائے گا جن سے یہ نیاز مند استفادہ کر چکا ہے اور ان سے تھوڑی بہت واقفیت ہے

ہارڈنگ پبلک لائبریری

جب میں نے ہوش سنبھالا اور اردو نوشت و خواند سے آشنا ہوا تو مجھے اردو کی تاریخی کتابیں پڑھنے کا شوق ہوا۔ چونکہ تمام کتابیں خرید نہیں سکتا تھا۔ اس لئے مجھے ایسی پبلک لائبریری کی تلاش ہوئی جہاں جا کر میں یہ کتابیں پڑھ سکوں۔ تلاش و جستجو کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس زمانے میں سب سے بڑی اور غالباً واحد پبلک لائبریری تھا ہارڈنگ لائبریری ہے جو کمپنی باغ میں نہایت شاندار عمارت میں قائم ہے یہ لائبریری سابق وائسرائے لارڈ ہارڈنگ کے بم سے بال بال بچنے کی یادگار میں قائم کی گئی تھی۔ اس کی تعمیر و قیام کے لئے دہلی کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے اکابر نے دل کھول کر چندہ دیا تھا۔ یہ عمارت کمپنی کے پُر فضا مقام میں فوارہ کے قریب تعمیر کی گئی تھی اس کے ہال میں زیادہ عطیات دینے والے حضرات کے اسماء گرامی ثبت تھے۔ کتب خانہ کا دفتر الگ تھا جس میں لائبریرین اور ان کے متعلقہ کلرک بیٹھتے تھے ارکان کے مطالعہ کے لئے الگ کمرہ تھا جہاں وہ شام کے وقت بیٹھا کرتے تھے ہر شخص بلا تفریق مذہب و ملت پانچ یا دس روپے سالانہ فیس رکنیت ادا کر کے رکن بن سکتا تھا اور مقررہ تعداد تک اپنی پسند کی کتابیں جاری کرا کے گھر لے جا کر پڑھ سکتا تھا۔ ہر رکن مطالعہ کے لئے دو ہفتے تک کتاب رکھ سکتا تھا۔ ارکان کے علاوہ عوام میں سے ہر شخص وہاں اپنی دل پسند کتاب جاری کرا سکتا تھا اور وہاں بیٹھ کر لائبریری کے اوقات میں وہ کتاب پڑھنے کا حق رکھتا تھا۔

اخبارات و رسائل کے لئے علیحدہ وسیع دار المطالعہ تھا جہاں کافی تعداد میں انگریزی اردو اور ہندی کے اخبارات و رسائل رکھے رہتے تھے۔

اس زمانہ میں مجھے اسلامی تاریخ اور مشاہیر اسلام کی سوانح پڑھنے کا شوق تھا۔ لہذا میں نے ہارڈنگ پبلک لائبریری میں بیٹھ کر مولانا شبلی مرحوم کی کتابیں مثلاً سیرۃ النعمان، المامون، پڑھ ڈالیں۔ آگے چل کر میرے بڑے بھائی اس لائبریری کے رکن ہو گئے تھے اس لئے مجھے گھر بیٹھ کر اس لائبریری سے استفادہ کا موقع ملا اور میں نے مولانا عبدالحلیم شرر کی کتب سوانح کا بھی مطالعہ کیا۔

میں جب مدرسہ امینیہ دہلی میں عربی کا طالب علم تھا اس وقت بھی میں نے ہارڈنگ پبلک لائبریری سے استفادہ کیا اور وہاں ادب و تاریخ کی بعض عربی کتب زیر مطالعہ رہیں۔ تاہم اس کتب خانے میں عربی کی کتابیں زیادہ نہ تھیں بالخصوص مذہبی عربی کتب بہت کم تھیں۔ البتہ اردو فارسی اور انگریزی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ تھیں اور تعداد کتب کے لحاظ

Marfat.com

اس زمانے میں یہ دہلی کی سب سے بڑی لائبریری تھی بالخصوص انگریزی کی ضخیم اور مستند کتابوں کے خریدنے کی طرف لائبریری کے منتظمین کی توجہ زیادہ مبذول رہتی تھی اور اس وجہ سے کالجوں کے طلبہ اور تعلیمیافتہ حضرات کافی تعداد میں اس کے رکن بننے کی کوشش کرتے تھے۔

اس زمانہ میں فارسی اور عربی زبان میں میری قابلیت محدود تھی اور میں ابھی طالب علم تھا اس لیے کسی تحقیقی کام کا شوق پیدا نہیں ہوا تھا تاہم میں نے وہاں فارسی کے بعض نایاب مخطوطات بھی ملاحظہ کیے مثلاً مہابھارت۔ راماین اور دیگر سنسکرت کی کتابوں کے فارسی تراجم وہاں موجود تھے ان میں سے بعض کا ترجمہ ملک الشعراء فیضی نے کیا تھا۔ مگر محدود علم اور فارسی زبان سے زیادہ دلچسپی نہ رکھنے کی وجہ سے میں ان فارسی مخطوطات کا عمیق مطالعہ نہیں کر سکا

بہرحال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ یہ لائبریری اس زمانے میں دہلی کی سب سے بڑی پبلک لائبریری تھی اور یہ دہلی کے تعلیمیافتہ طبقے کو ان کی علمی اور ذہنی غذا مہیا کرتی تھی اس نے دہلی کے برباد شدہ "کتب خانوں کے خلاء" کو اس زمانے کے معیار کے مطابق پُر کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔

کتبخانہ نذیریہ میرے کتب خانوں سے استفادہ کی دوسری منزل کتب خانہ نذیریہ ہے اس عرصے میں مجھے عربی تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے عربی کتب کے مطالعہ کا شوق ہو گیا تھا لہذا اب میں محض اردو کتب پر اکتفا نہیں کر سکتا تھا چونکہ ہارڈنگ لائبریری میں عربی کتابیں کم تھیں اس لیے میں نے ایسے عام کتب خانے کی جستجو کا آغاز کیا جہاں عربی کتب بکثرت ہوں اور میں شام کے وقت ان کا مطالعہ کر سکوں یہ میری خوش نصیبی تھی۔ اس زمانے میں دہلی شہر میں جہاں علمی اداروں اور کتبخانوں کی کمی بری طرح محسوس کی جا رہی تھی ایک اسلامی کتب خانے کی بنیاد قائم ہوئی۔ اس کتب خانہ کا نام مولانا نذیر حسین محدث دہلوی کی یادگار میں کتبخانہ نذیریہ رکھا گیا۔ اسے جماعت اہل حدیث کے ایک عالم مولانا عبدالرؤف صاحب نے قائم کیا جو حضرت مولانا نذیر احمد خان صاحب کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے ان کے پاس ذاتی سرمایہ نہ تھا تاہم اپنی بے بضاعتی کے باوجود انہوں نے اس کتب خانے کے قیام میں بڑی ہمت اور محنت سے کام کیا اور آخر کار مختلف ذرائع سے ... عربی فارسی اور اردو کی اسلامی کتب کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ جمع کر لیا اور دہلی کے تاجروں سے ... بہا لگ جنش ... تبادلہ قائم کیا انہوں نے پھیل پھر کر مختلف علمی اداروں اور ذاتی کتبخانوں کے مالکوں سے کافی تعداد میں عربی اور اسلامی کتب حاصل کر لی تھیں اور چندہ بھی اکٹھا کر لیا تھا جس سے وہ کتابیں خریدتے اور لائبریری کی عمارت کا کرایہ اور دیگر اخراجات ادا کرتے تھے وہ ہر سال کتب خانہ کی روداد چھپواتے تھے جس کے ذریعے نیز حضرات ان ... سے مطلع ہوتے تھے ان روداد میں ان کے چندوں اور عطیات کے حسابات بھی درج ہوتے تھے

مولانا عبدالرؤف صاحب ناظم کتب خانہ اگرچہ جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھتے تھے مگر اپنی خوش اخلاقی اور ملنساری کی بدولت ہر طبقہ اور ہر فرقہ کے افراد میں مقبول تھے اس لئے ہر طبقہ اور ہر فرقہ کا تعاون انہیں حاصل ہوتا رہا اور اس کی وجہ سے ان کا کتب خانہ ترقی کرتا گیا اور وہ علوم عربیہ کے طلبہ کا مرکز امید بن گیا۔ اور ان کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوا کیونکہ عربی کے طلبہ اور علماء کو درسی کتب کے علاوہ اور کوئی کتاب مطالعہ کے لئے بھی دہلی میں دستیاب نہیں ہوتی تھی مصر اور عربی ممالک کی مطبوعہ کتابیں تو بالکل عنقا تھیں بلکہ ان کے ناموں سے بھی بڑے بڑے اہل علم ناآشنا رہتے تھے۔

مگر کتب خانہ نذیریہ کے قیام نے اہل علم کی علمی تشنگی کو بڑی حد تک رفع کیا۔ چونکہ یہ کتب خانہ ایک مشہور محدث عالم کی یادگار میں قائم کیا گیا تھا اس لئے اس کے لئے علم حدیث اور مذہبی کتب کا بیش بہا ذخیرہ جمع کیا گیا مصر اور دیگر اسلامی ممالک کی مطبوعہ کتب بھی منگوائی گئیں نیز حیدرآباد دکن کے ادارہ دائرہ المعارف کی مطبوعہ کتب بھی یہاں موجود تھیں بعض عربی رسائل بھی یہاں آتے تھے۔ اور اردو فارسی اور عربی رسائل کی قدیم جلدیں بھی موجود تھیں مثلاً معارف اور الہلال کلکتہ کے پرچوں کے فائل بھی میں نے یہاں دیکھے تھے۔

اس کتب خانہ میں مخطوطات بظاہر مجھے نظر نہیں آئے اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ کتب خانہ مخیر حضرات کی مالی معاونت سے قائم کیا گیا تھا اس لئے اس میں ان مطبوعات کا اضافہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی جو عام طور پر بازار میں دستیاب نہیں ہوتی تھیں۔

ہارڈنگ لائبریری کے برعکس یہ کتب خانہ پھاٹک حبش خان کی تنگ گلی میں شور و غل اور ہنگاموں کے ماحول میں واقع تھا اس کی عمارت کرایہ پر لی گئی تھی۔ تیس سال پیشتر جب میں وہاں جاتا تھا اس وقت لائبریری وہاں ایک بالاخانہ میں قائم تھی جس کے کمرے بہت چھوٹے چھوٹے تھے تاہم بالاخانہ میں ہونے کی وجہ سے پڑھنے والوں کو کسی قدر سکون تھا کتابوں کی فہرستیں علوم و فنون کے لحاظ سے مرتب کی گئی تھیں اس زمانے میں جامعہ ملیہ کے کتب خانہ کے علاوہ اور کسی لائبریری میں اعشاری نظام کے مطابق کارڈ سسٹم رائج نہیں تھا۔ کتب خانوں میں اس کا رواج شروع نہیں ہوا تھا۔ علوم و فنون اور زبانوں کے لحاظ سے فہرستیں مرتب کی جاتی تھیں اور ان فہرستوں کے ذریعے مطالعہ کرنے والے نہایت آسانی سے اپنی مطلوبہ کتب معلوم کر لیتے تھے۔

کتبخانہ فتحپوری

اسی زمانہ میں جبکہ کتب خانہ نذیریہ قائم ہو گیا تھا۔ مسجد فتحپوری کی کمیٹی نے جس کے پاس وقف کی آمدنی کافی تھی مشہور مخیر تاجر جیون بخش صاحب کی یادگار میں جیون بخش ہال اور ایک کتب خانہ قائم کیا اور اس کے ساتھ مسلم فتحپوری ہائی سکول بھی قائم ہوا یہ مختصر سا کتب خانہ تھا مگر یہاں بعض ایسی

Marfat.com

اور نادر مصری کتب موجود تھیں جن کے مطالعہ کرنے کا مجھے بے حد شوق تھا مثلاً تاریخ ابن خلکان کا مطالعہ میں نے اسی کتب خانے میں بیٹھ کر کیا اور مختلف ادبا و شعراء کے حالات مہیا کرنے میں اس سے مدد لی

مارواڑی لائبریری

ان تین عام کتب خانوں کے علاوہ ہندوؤں کی مارواڑی لائبریری بھی دہلی شہر میں بہت مشہور تھی۔ یہاں اردو، ہندی اور انگریزی کی کافی کتابیں تھیں۔ چونکہ یہاں میرے پسند کی عربی اور فارسی کی کتابیں موجود نہیں تھیں اس لئے میں بذات خود وہاں مطالعہ کے لئے نہیں جاتا تھا۔ البتہ دو تین دفعہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ مجھے وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے یہ دیکھا کہ وہاں مطالعہ کرنے والے اور کتابیں جاری کرانے والے ہندو طلباء و دیگر افراد کا کافی ہجوم رہتا تھا جس سے ان کے ذوق مطالعہ اور شوق کتب بینی کا پتہ چلتا تھا۔ شائقین علم کی اتنی کثرت میں نے کسی عام کتب خانے میں نہیں دیکھی۔

ہارڈنگ پبلک لائبریری میں بھی میں نے دیکھا کہ وہاں نہ صرف کتابیں جاری کرانے والے ارکان میں ہندوؤں کی تعداد زیادہ تھی بلکہ دارالمطالعہ میں جو لوگ مطالعہ کرنے کے لئے آتے تھے ان میں بھی ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی مسلمان خال خال اور شاذ و نادر ہی نظر آتے تھے۔

کتب خانہ عام جامعہ ملیہ

میرے زمانہ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ میں قائم تھا اور اس کے شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب تھے۔ یہ تعلیمی ادارہ مولانا محمد علی مرحوم نے تحریک خلافت کے زمانے میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے مقابلے میں علی گڑھ میں قائم کیا تھا۔

جب خلافت کی تحریک ختم ہوئی تو حکیم اجمل خان مرحوم نے اس تعلیمی ادارہ کو دہلی میں قرول باغ میں منتقل کر دیا تھا۔ یہاں اس ادارہ نے ایک قومی جامعہ کی شکل اختیار کر لی تھی۔

جامعہ ملیہ سے ملحق ایک اچھا خاصہ کتب خانہ بھی تھا جو بنیادی طور پر یہاں کے طلباء اور اساتذہ کی علمی ضرورتوں کو پورا کرتا تھا مگر شیخ الجامعہ نے اس کا علمی فیض عام کرنے کے لئے اسے عام کتب خانہ بنا دیا تھا یعنی طلباء اور اساتذہ کے علاوہ ہر شخص اس کا رکن بن سکتا تھا اور ہر شخص وہاں بیٹھ کر کتابیں اور رسائل کا مطالعہ بھی کر سکتا تھا

عام کتب خانہ بننے کے بعد میرے لئے یہ نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ کیونکہ اس کتب خانہ میں جدید عربی ادب کی کافی کتابیں موجود تھیں۔ ۱۹۳۰ء میں مجھے جدید عربی زبان سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اور میں نے اردو رسائل میں عربی شعراء اور جدید ادب کے بارے میں مضامین لکھنے شروع کر دیئے تھے لہٰذا اس قسم کے مضامین لکھنے کے لئے یہ کتب خانہ میرے لئے بہترین مواد مہیا کرتا رہا۔ یہاں مصر کے بلند پایہ علمی و ادبی مجلات کے گذشتہ سالوں کے

Marfat.com

مکمل فائل بھی موجود تھے بالخصوص مجلۃ الہلال مصر اور مجلۃ المقتطف کی گذشتہ جلدیں یہاں موجود تھیں۔ میں نے ان کا نہایت ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ کیا کیونکہ مصری رسائل اور مصری کتب دہلی کے عام کتب خانوں میں ناپید تھیں اور خالص جدید ادب کی کتابیں کتب خانہ نذیریہ میں بھی موجود نہیں تھیں۔ نیز کتب فروشوں اور دینی مدارس میں بھی مذہبی درسی کتب کے علاوہ اور کچھ دستیاب نہیں ہوتا تھا۔

کتب خانہ عام جامعہ ملیہ کا مجھ پر بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے جدید عربی ادب سے روشناس کرایا۔ اور میں اس قابل ہوا کہ "المقتطف" اور "الہلال" جیسے بلند پایہ ماہناموں کے افسانوں اور مضامین کو اردو زبان میں منتقل کرسکوں یہاں کے رسائل و کتب کے مطالعہ سے میرے اندر مضمون نگاری کا شوق ترقی پذیر ہوا اور میں ان کی مدد سے عالمگیر، خیام اور دیگر رسائل میں اپنے مضامین طبعزاد یا ترجمہ کی شکل میں ارسال کرنے لگا۔

میں اس کتب خانہ کا باقاعدہ ممبر بن گیا تھا۔ اس کی رکنیت کی فیس پانچ روپے تھی اور پانچ روپے زرضمانت کے ہوتے تھے۔ رکنیت کی فیس اور زرضمانت دونوں دہلی کے عام کتب خانوں کے مقابلے میں بہت کم تھے یہاں نہ صرف عام دلچسپی کی اردو، فارسی عربی اور انگریزی کی کتابیں موجود تھیں بلکہ مجھے مولوی فاضل اور ایم اے عربی کے امتحانات کی تیاری کے لئے درسی کتابیں بھی مطالعہ کرنے کے لئے یہیں سے ملیں۔ کیونکہ ان امتحانوں کی بعض نصابی کتب کہیں نہیں ملتی تھیں۔ میں نے بعض امدادی کتب بھی اسی کتب خانے سے جاری کرائیں تاکہ میں گھر لے جاکر ان کا مطالعہ کروں۔

اس کتب خانہ میں ہر زبان کی اہم اور نوادر کتب وسیع تعداد میں موجود تھیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ [illegible] سے بعض اہم شخصیتوں کے کتب خانے عطیہ میں حاصل ہو گئے تھے۔ مولانا محمد علی جوہر کا پورا کتب خانہ اور ان [illegible] نادر تحریرات اس کتب خانہ کی زینت بنی ہوئی تھیں ان کے علاوہ دیگر اہم شخصیتوں نے بھی اپنے کتب خانے یا ان [illegible] کچھ حصہ اس قومی یونیورسٹی کے کتب خانے کو عطا کیا تھا۔ اس طرح نہ صرف اردو، فارسی اور عربی کی نا[illegible] کتب [illegible] سے حاصل ہوئیں۔ بلکہ انگریزی اور جرمن زبان میں مختلف علوم و فنون کی ایسی اہم اور ضخیم مطبوعہ کتب یہاں موجود تھیں جو ہندوستان میں اس وقت دستیاب نہیں ہوا کرتی تھیں۔

[illegible]نکہ جامعہ ملیہ کی حیثیت ایک قومی یونیورسٹی کی تھی اور اسے ہندوستان کے مشہور لیڈروں کی سرپرستی حاصل تھی اس لئے دنیا کے ہر گوشے سے مضمون اور اہم زبانوں کے بلند پایہ رسائل و مجلات یہاں آتے تھے اور اس لحاظ سے یہاں کا دارالمطالعہ (ریڈنگ روم) دہلی کے شائقین علم کے لئے بیش بہا علمی خزانہ تھا

Marfat.com

کیونکہ ہر شخص بلا امتیاز مذہب و ملت ان غیر ملکی رسائل و مجلات کا یہاں آکر مطالعہ کر سکتا تھا۔ تاہم شہر سے دُور ہونے کی وجہ سے بہت کم عام افراد اس سے مستفید ہوتے تھے۔ کتب خانہ کے تمام کارکن اور لائبریرین خوش اخلاق تھے دیگر عوامی کتبخانوں کے کارکنوں کے خلاف یہاں کے کارکن اور منتظم کتبخانہ کتابوں کی تلاش کرنے میں اہل علم کی مدد کرتے تھے اور ان کی مطلوبہ کتب کو مہیا کرنے اور جاری کرنے میں تمام امکانی سہولتیں بہم پہنچاتے تھے۔ میری رکنیت کے ابتدائی زمانے میں ۱۹۲۹ء میں جناب نذیر نیازی صاحب[1] اس کتبخانہ کے منتظم تھے اور انہوں نے مجھے رکن بنانے اور دیگر سہولتیں مہیا کرنے میں بڑا کام کیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کہیں چلے گئے ان کے بعد غالباً پروفیسر محمد عاقل صاحب کتبخانہ کے نگراں ہو گئے تھے۔

میں ۱۹۲۹ء سے جامعہ ملیہ کے کتب خانہ کا تقسیم کے زمانے تک رکن رہا۔ درمیان میں چند سالوں کے لئے بسلسلہ ملازمت میں پنجاب چلا گیا تھا۔ اس زمانے میں یہ رکنیت منقطع ہو گئی تھی تاہم دوبارہ دہلی واپس آنے کے بعد میں پھر اسی کتب خانہ کا رکن بن گیا تھا کیونکہ میرے ذوق و شوق کی کتابیں اور رسائل اور کسی جگہ نہیں مل سکتے تھے۔ مجھے ایم اے عربی کی تیاری میں بھی اس کی رکنیت سے بڑی مدد ملی اور مضمون نگاری کے لئے بھی یہاں سے عمدہ مواد حاصل ہوتا تھا۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند و پاکستان کے بعد دہلی میں ہولناک فرقہ وارانہ فسادات برپا ہوئے قرول باغ کا علاقہ جہاں یہ کتب خانہ قائم تھا بہت بری طرح ان فسادات کی بدولت تباہ و برباد ہوا یہاں تک کہ اسی علاقہ کے تعلیمیافتہ مسلم آبادی اپنے گھربار چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہوئی اور کوئی کلمہ گو متنفس یہاں باقی نہ رہا۔

جامعہ ملیہ کے بعض اور وہ حضرات کو کانگرسی لیڈروں کی ہمدردی حاصل تھی۔ مگر جن سنگھی اور مہاسبھائی متعصب ہندوؤں کی غارت گری سے یہ کتبخانہ اور جامعہ ملیہ کے دیگر ادارے محفوظ نہیں رہے۔ خوش قسمتی سے جامعہ ملیہ کا تعلیمی ادارہ مکمل طور پر شہر سے باہر اوکھلا کے مقام پر اپنی نئی عمارت میں منتقل ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ محفوظ رہا تاہم یہ بیش قیمت کتب خانہ قرول باغ میں رہ گیا تھا اس لئے متعصب ہندوؤں نے اسے بالکل تباہ و برباد کر دیا کیونکہ جس چیز کا مسلمانوں سے ذرا بھی تعلق ہو وہ اس زمانے میں نیست و نابود کر دی جاتی تھی۔

---

(۱) نذیر نیازی صاحب نے جہاں تک مجھے علم ہے بعض اچھی کتابیں تحریر کیں اور آجکل وہ پاکستان میں ہیں وہ علامہ اقبالؒ کے ہم وطن اور رفیق ہیں اور اقبالیات کے ماہر ہیں۔ (راشد)

میرا اسی کتب خانے سے دیرینہ تعلق تھا اور میں نے سب سے زیادہ استفادہ اسی کتب خانہ سے کیا تھا اس لئے مجھے اس کی تباہی کا بہت افسوس ہوا۔ اس کی تباہی کی خبر سن کر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا ایک "محسنِ اعظم" دنیا سے رخصت ہو گیا ہو اس زمانے میں یہ دہلی کا واحد کتب خانہ تھا جہاں کارڈ سسٹم کا جدید اعشاری نظام اجرائے کتب کے لئے رائج تھا۔

ذاتی کتبخانے

۱۸۵۷ء کی تباہی کے باوجود دہلی کے بعض قدیم شرفاء کے خاندانوں میں ذاتی کتبخانے تھے اور ان میں بعض نادر کتب اور نادر مخطوطات بھی قلیل تعداد میں باقی رہ گئے تھے مثلاً حکیم اجمل خان مرحوم کے ذاتی کتب خانے میں بعض اہم مخطوطات محفوظ تھے جن میں سے بعض نادر مخطوطات کا تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے مشہور تاریخی اخبار "الہلال" کلکتہ کے بعض مضامین میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے مگر میری رسائی اس کتب خانہ تک نہیں ہو سکی میں نے بعض دوسرے ذاتی کتب خانوں کی زیارت کرنے کی کوشش کی مگر ناواقفیت اور مالکان کتب خانہ کا بخل اور سرد مہری اس راہ میں حائل رہی۔

میری اس بدقسمتی کی ایک مثال یہ ہے کہ قیام دہلی کے آخر زمانے میں مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خاندان میں بعض اہم مخطوطات محفوظ ہیں بالخصوص ان کے خاندان کے اہم فرد مولوی مصباح الحق صاحب کے پاس بعض اہم اور نادر کتب موجود ہیں لہذا مجھے اشتیاق ہوا کہ میں ان کے گھر جا کر ان نادر کتب کی زیارت کروں اور اگر موقع مل سکے تو اپنی دلچسپی کے متعلق کسی اہم مخطوطہ کی نقل حاصل کروں۔

مولوی مصباح الحق صاحب میرے خسر جناب سید ظاہر حسن شاہی امام عیدگاہ دہلی کے شناساؤں میں سے تھے اس لئے میں انہیں لے کر ان کے گھر واقع تراہا بیرام خان محلہ مفتی والا میں گیا۔ اطلاع کرانے کے بہت دیر بعد مولوی مصباح الحق صاحب تشریف لائے جب ان سے عرض مطلب کیا گیا تو انہوں نے معذوری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے پاس کوئی نادر کتاب یا مخطوط باقی نہیں رہا۔ ایسی سب کتابیں ان کے کسی عزیز نے حیدرآباد دکن میں فروخت کر دی ہیں یہ جواب سن کر ہم مایوسی کے ساتھ لوٹ آئے۔

بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ دہلی کے خاندانوں میں نادر اور غیر مطبوعہ کتب باقی نہیں رہی ہیں ۱۸۵۷ء کی تباہی کے بعد جو کتب باقی بچی تھیں وہ وارثین کی جہالت اور غفلت کا شکار ہو گئیں یا انگریزوں اور دیگر منتظمین کتب خانہ نے انہیں خرید لیا ہے۔ خود میرے گھرانے میں بعض مخطوطات تھے اور ہمارے جدامجد نے بھی تصوف کے مسائل اور اوراد و وظائف پر کچھ کتابیں لکھی تھیں چنانچہ میں نے اپنے بچپن کے زمانے میں دیکھا تھا

Marfat.com

کہ وہ ہمارے گھر میں موجود تھیں مگر ان کی حفاظت کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ اس کے بعد میں نے انہیں "اوراق پریشان" کی حالت میں دیکھا جب سن شعور کو پہنچا تو اس وقت اکثر کتابوں کو دیمک نے چاٹ لیا تھا اور جدا مجلد کی جو کتب "اوراق پریشاں" کی شکل میں تھیں وہ سب ضائع ہو گئیں جو کتب باقی رہ گئی تھیں وہ زیادہ اہم نہ تھیں تاہم میں انہیں محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا رہا مگر ۱۹۴۷ء کے فسادات دہلی میں وہ بھی ضائع ہو گئیں۔

میرے خسر سید طاہر حسن شاہی امام عیدگاہ کا ذاتی کتب خانہ درگاہ سید حسن رسول نما نئی دہلی میں تھا اس میں عربی فارسی کی مشہور درسی کتب کے علاوہ بعض اہم اور کمیاب کتب بھی تھیں جو اگرچہ مطبوعہ تھیں مثلاً دہلی کالج کے زمانے میں مولوی امام بخش صہبائی اور دیگر حضرات نے کچھ کتابیں لکھی تھیں وہ ان کے کتب خانے میں تھیں اور بعض مشہور خطاط اور خوشنویسوں کی عمدہ کتابت کے نادر نمونے بھی تھے جن میں سے دہلی کے مشہور خطاط میر پنجہ کش کی بعض وصلیاں میں نے خود دیکھی تھیں۔ خود امام صاحب موصوف بھی نہایت عمدہ خوش نویس تھے اور ان کے آباؤ اجداد بھی خوش نویس تھے کیونکہ بادشاہ دہلی کے متوسلین اور دیگر شریف خاندانوں میں بچوں کو ابتداء ہی سے خوش نویسی سکھائی جاتی تھی اس وجہ سے ان کے پاس عمدہ کتابت کا بہت اچھا مجموعہ تھا جو کتب خانہ کے ساتھ ساتھ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں نذر آتش ہو گیا اس سے پیشتر آپ کے آباؤ اجداد کا کتب خانہ جو مغلیہ دور میں شاہی امام تھے، ۱۸۵۷ کی تباہ کاری میں بالکل تباہ و برباد ہو گیا تھا ۱۹۴۷ء کے فسادیوں نے امام صاحب کے کتب خانہ اور میرے کتب خانہ کو یہ سمجھ کر نذر آتش کر دیا کہ وہ قرآن کریم کے نسخے اور مقدس کتابیں ہیں اور جس طرح انہوں نے درگاہ شریف اور مسجد شریف کی بےحرمتی کی تھی اسی طرح مذہبی کتابیں سمجھ کر انہیں نذر آتش کر دیا۔ اس تباہی کے بعد دلی دلی رہی نہ ہی نادر کتب کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ بعد میں وہ کتابیں بھی جو اس زمانے میں شائع ہو کر عام طور پر دستیاب تھیں نادر اور کمیاب ہو گئیں۔

بقیہ صفحہ ۱۳۸

آپ کو روپہلی اور سنہری سکوں کی جھنکار بھی سنائی دے گی۔

آپ نے چاول یا چنے کی دال پر قل ہو اللہ احد اور انگوٹھی اور بیر من پر قرآن پاک لکھے جانے کا ذکر اکثر سنا ہوگا۔ یہاں چاول چنے کی دال۔ بیر من دستار سب کچھ موجود ہے

Marfat.com

نصیب اختر ایم اے

کتب خانہ نذیریہ —— دہلی

جس کی کتب پر گرد کی ایک دبیز تہ جم چکی ہے۔ جس کے بیس ہزار کتب کے بیش بہا ذخیرہ کا نگراں ایک ایسا ستر سالہ بوڑھا شخص ہے۔ جسے آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے۔ نہ کانوں سے سنائی دیتا ہے۔ جسے بانی کتب خانہ کے برادر نسبتی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لیکن کتابوں سے کوئی نسبت نہیں۔ —— انتظام ناقص —— خاطرخواہ استفادہ ممکن نہیں۔ کتب خانہ کی بربادی کا امکان ہے۔

یہ وہ تاثرات ہیں جو محمد ایوب صاحب قادری نے ۱۵ جولائی ۱۹۶۳ء کو دہلی کے اس عظیم کتب خانہ کی حالتِ زار دیکھنے کے بعد میرے استفسار پر قلمبند فرمائے۔ ایوب قادری صاحب کے یہ پُرتاسف الفاظ ماضی کے اوراق پلٹ کر تاریخ کا وہ صفحہ سامنے لے آتے ہیں جس پر انیسویں صدی کے اس شیخ الکل[1] کی یادیں ثبت ہیں۔ جو ہندوستان میں درس حدیث کا آخری مرکز[2] اور خصوصاً علمار کا سرتاج[3] تھا۔ یہ کتب خانہ اسی باعظمت شخصیت شمس العلما[4] مولوی محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی مفید اور موزوں یادگار ہے۔ جس کے تبحر علمی سے ہزاروں فیضیاب ہوئے۔ اور جس نے بعد مرگ بھی ایک ایسا ذخیرہ چھوڑا جس میں طالبانِ علم کی تشنگی کے لئے تسکین کے بہت سے پہلو ہیں۔ دراصل ایک ذی علم ہستی کا خواہ وہ کسی بھی مذہب و فرقہ، مسلک و عقیدہ سے تعلق رکھتی ہو یہی ترکہ اور اس کے پسماندگان کے

---

[1] شمالی ہند کے اکثر علمار حدیث کا سلسلہ اسناد آپ تک پہنچتا ہے۔ اس وجہ سے آپ کو شیخ الکل بھی کہتے ہیں۔ موج کوثر صـ۵۸ ۔ نیز ملاحظہ فرمائیے الحیات بعد الممات از فضل حسین بہاری

[2] آزادی کی کہانی خود آزاد کی زبانی صـ۲۱۰　[3] موج کوثر صـ۵۸

[4] حکومت برطانیہ کے وفادار ہونے ۱۸۵۷ء کے دور میں مسز لیننس کی جان بچانے ۱۸۶۶ء کے مقدمہ میں وفادار ثابت ہونے اور اُن کی علمی قابلیت کی بنا پر حکومت برطانیہ نے ۱۸۹۷ء میں شمس العلماء کا خطاب دیا۔

Marfat.com

لئے بھی قابلِ قدر ورثہ ہوتا ہے اور بات ہے کہ ورثا اس کا تحفظ نہ کر سکیں۔ یا اس سے مستفیض نہ ہو سکیں۔ جیسا کہ کتب خانہ کی موجودہ صورتِ حال سے ظاہر ہے۔

مولانا دلّی والوں میں "میاں صاحبؒ" کے نام سے مشہور تھے۔ عالم و فاضل تھے۔ متقی پرہیزگار بزرگ تھے۔ مگر انھوں نے خود کو کبھی "سید صاحب" یا "شیخ صاحب" وغیرہ کہلانا پسند نہیں کیا۔ بلکہ انھیں اس وقت کی حکومتِ برطانیہ کے عطا کردہ خطاب "شمس العلماء" سے کہیں زیادہ "میاں صاحبؒ" کا لقب محبوب تھا۔ اُن کی دیرینہ تمناؤں اور آرزوؤں کے مرکز استاذ الآفاق شاہ عبدالعزیزؒ اور اُن کے نواسے شاہ محمد اسحٰقؒ کو اہلِ دہلی میاں صاحب ہی کہتے تھے اور وہ اس سلسلہ کے روحانی فرزند اور جانشین تھے۔ (اگرچہ نجدی، وہابی اثرات غالب تھے لیکن ان میں مسلک ولی اللہی پر عامل تھے[1]) اس لئے انھیں یہی عزیز تھا۔ اس کو وہ اپنے لئے وجہ افتخار سمجھتے تھے۔ ان دو بزرگوں میں سے اول الذکر کی خاطر اپنے مولد و وطن (سورج گڑھ۔ بہار) کو چھوڑ کر (سنہ ۱۲۴۳ھ بعمر شانزدہ سالگی یا بمقدرہ سالگی کا ازیں کم و بیش نہ بود) بہ مقصد تحصیل علوم رہگزائے سفر اوردہ[2] بے سر و سامانی کے عالم میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے جب دہلی پہنچے (۱۲۴۳ھ م سنہ ۲۸ء) تو شاہ عبدالعزیزؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔ (المتوفی ۱۲۳۹ھ م ۱۸۲۴ء)۔

اس وقت اپنے نانا کی مسندِ درس پر شاہ محمد اسحٰقؒ متمکن تھے۔ ان کا حلقۂ درس علمِ حدیث کے لئے تمام ہندوستان کا مرکز تھا۔ لیکن اس وقت تک مولانا کی استعدادِ عربی اتنی کم تھی کہ شاہ محمد اسحٰق کے درس میں شرکت کی ہمت نہ ہو سکی۔ اس لئے مولانا عبدالخالق صاحب سے جو شاہ محمد اسحٰقؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے چند کتب عربی پڑھیں۔ اسی طرح کئی علماء جیدہ و نامور (مثلاً جلال الدین ہروی، مولوی عبدالقادر رام پوری (تلمیذ تلمیذ شرف الدین) اور مولوی کرامت علی (تلمیذ شاہ محمد اسحٰقؒ) اور شاہ

۱؎ موج کوثر ص [illegible]

۲؎ مولانا کی ایک تحریر جو الحیات بعد الممات صفحہ ۔۔ کے حاشیہ پر نقل کی گئی ہے۔ مولانا فضل حسین مؤلف کتاب ہذا نے اس تحریر کے مطابق آپ کا سنہ ولادت ۱۲۲۰ھ م ۱۸۰۵ء اخذ کی ہے

Marfat.com

رفیع الدینؒ) وغیرہ سے منقلقت علوم کی تحصیل کیلے۔ اس کے بعد زمانے کے عام رجحان کے مطابق تفسیر و حدیث و فقہ کی تحصیل میں معروف ہوئے۔ اور شاہ محمد اسحٰقؒ کے دہلی سے ہجرت کے وقت (۱۲۵۸ھ م ۱۸۴۲ء) انھوں نے سند و اجازت تحریری شاہ محمد اسحٰقؒ سے حاصل کی۔ اس کے بعد آپ مستقلاً مسند درس پر رونق افروز ہوئے۔ اور آخر وقت (۱۳۲۰ھ م ۱۹۰۲ء) تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ تلامذہ کی تعداد کافی ہے۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرونی ممالک میں بھی آپ کے بہت سے شاگرد موجود ہیں۔ تائید عدم تقلید کے مضمون پر معیار الحق آپ کی تصنیف ہے۔ پہلی بار مولانا ہی کی زندگی میں ۱۲۹۶ھ میں چھپی تھی۔ اس کے بعد ۱۳۳۶ھ میں آپ کے تلامذہ نے شائع کرائی۔ حال ہی میں ۱۳۸۴ھ میں کلیۃ نذیریہ قصور پاکستان سے طبع ہوئی ہے۔ یہ کتاب انتصار الحق کا جواب ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد الحق لکھی گئی۔

یہ تھا اس بزرگ و عالم ہستی کی زندگی کا سرسری جائزہ جس کی یاد کو برقرار رکھنے کے لئے ان کے پڑ نواسے محمد عبدالرؤف صاحب نے حکیم اجمل خاں کے ارشاد پر کتب خانہ نذیریہ عام قائم کیا۔ اور اس کا افتتاح ۱۹۲۶ء میں مولانا ابوالکلام آزاد سے کرایا۔ (روئیداد۔ کتب خانہ نذیریہ عام۔ بابت سال ۵۴۔۵۳ء)

دراصل یہ مولانا کی موزوں ترین علمی یادگار ہے۔ مولانا کو کتب بینی کا بیحد شوق تھا۔ انھوں نے خود بھی بہت سی کتب جمع کی تھیں۔ مولانا فضل حسین بہاری لکھتے ہیں کہ میاں صاحب کو کتابیں جمع کرنے کا ایسا چسکہ پڑ گیا تھا کہ اخیر عمر میں مولوی ابوطیب محمد شمس الحق صاحب کو بطور شکریہ تحریر کرتے ہیں:-

"۔۔۔۔ نسخہ شرح العقیدہ لالی معرفت ڈاک خانہ وصول شد جزاکم اللہ تعالیٰ"

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں ـــــــ "دیگر گذارش این است کہ از لطف و احسان شرح

لے واقعات دارالحکومت دہلی ص ۲۵۸ پر بشیر الدین احمد دہلوی لکھتے ہیں: "اسی طرح شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ صاحبان بن شاہ ولی اللہؒ صاحب سے پڑھا!" حالانکہ شاہ عبدالقادرؒ ۱۲۳۰ھ میں اور شاہ رفیع الدین ۱۲۳۳ھ میں فوت ہو چکے تھے اور مولانا نذیر حسین تحصیل علم کے لئے ۳۷-۱۲۳۶ھ میں گھر سے نکلے اور ۱۲۴۳ھ میں دہلی پہنچے۔ بشیر الدین صاحب نے مولانا کے تمام حالات الحیات بعد المماتؒ سے لئے ہیں لیکن تعجب یہ ہے کہ یہ اضافہ جو سنہ کے اعتبار سے غلط ہے۔ کس بنا پر کیا۔

Marfat.com

فارسی دیوان متنبی کہ از تصنیفات مولوی ابراہیم صاحب مرحوم است جستجو نمودہ بہ قیمت گرفتہ ضرور خواہند فرستاد عین لطف و کرم باشد۔" صف ۱۰۵-۱۰۴ (الحیات بعد الممات)

اس خط کے یہ الفاظ "جستجو نمودہ" سے واضح ہے کہ مولانا کے دل میں کتب حاصل کرنے کی کتنی تڑپ تھی پھر یہ تاکید" ضرور خواہند فرستاد عین لطف و کرم باشد"۔ کس اصرار و انکساری کے ساتھ۔ غرضیکہ مولانا نے کس کس طرح کتابیں جمع کیں۔ مولانا فضل حسین ص ۱۰۵ پر ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔ "ریلوے جاری ہونے سے قبل ایک کتاب کسی طالب علم کو پاپیادہ لکھنؤ بھیج کر منگوائی تھی" بہت سی کتب کی نقل خود اپنے ہاتھ سے کی۔ اس طرح ان کا اپنا ایک کتب خانہ تیار ہوگیا تھا۔ جو ۱۸۵۷ء کے غدر میں غدر اَرد ہوگیا۔ جس کا افسوس تمام عمر مولانا کو رہا۔ تاہم ان کے شوق مطالعہ اور جمع کتب میں آخر عمر تک کرئی کمی نہیں آئی جیسا کہ محولہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ مختلف النوع کتب کا شوق تھا۔

غالباً اس اثاثہ سے موجودہ کتب خانہ نذیریہ کی ابتدا ہوئی۔ کتابوں کی تعداد میں محمد عبدالرؤف صاحب کی ذاتی کوششوں سے کافی اضافہ ہوا۔ ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے اثرات بد سے اس کا سرمایہ تو محفوظ رہا۔ مگر قدیم عمارت واقع اندرون پھاٹک حبش خاں سے بیدخل ہونا پڑا۔ اور ۲۲ ستمبر ۱۹۵۰ء کو یہ کتب خانہ وقف شدہ عمارت اتحاد منزل۔ انجمن کھوجلا پہاڑی دہلی میں منتقل ہوگیا۔

مگر اس انقلاب نے اس کا دامن علمی ذخائر سے مالا مال کردیا۔ دہلی سے ہجرت کرنے والے قدیم خانوادوں نے اپنا تمام علمی سرمایہ اس کے سپرد کردیا۔ اس طرح کتابوں کی تعداد مختصر عرصہ میں بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اور اس صورت میں اسے مایہ ناز کہنا بے جا نہ ہوگا۔ اگرچہ علماء اہل حدیث کی کتابیں زیادہ ہیں تاہم دیگر کتب بھی کم نہیں ہیں۔ محمد ایوب صاحب نے یہاں بہادر شاہ کا ایک خطی روزنامچہ دیکھا تھا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے مخطوطات ہیں۔

بہرحال ایسے مایہ ناز ذخیرہ کے نگراں کی بدانتظامی تشنگان علم کے لئے تکلیف دہ ہے۔ مگر اظہار تاسف اور کف افسوس ملنے کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ ؎

بایں نظم و ناظم بباید گریست

Marfat.com

سید یحیٰی امام

یحیٰی لائبریری کی کچھ نایاب مطبوعہ کتابیں

اس کتب خانہ میں قلمی و مطبوعہ کتابوں کا ایک نادر ذخیرہ ہے کل کتابیں سات ہزار ہیں' ۱۲۳۶ فارسی ۷۲۶ عربی اور ۵۰۳۸' اردو کی کتابیں ہیں۔ اس وقت میرے زیر مطالعہ حسب ذیل نایاب و کمیاب کتابیں ہیں جن کا تذکرہ صاحب فہم کے لئے ضرور دلچسپی کا باعث ہوگا۔

۱۔ مسئلہ ثبوت تقسیم زاویہ حادہ

یہ کتاب بارہ صفحوں پر ہے۔ اس کتاب کے مصنف وجیہ الزمان تھے۔ یہ کتاب ۱۸۴۵ء میں مطبع حسنی آگرہ میں چھپی۔ دوسرے صفحے کی کچھ عبارت حسب ذیل ہے۔

"نتیجہ سعی ناخن فکر ناقص اپنی کو ارباب ذکی الطبائع اور اصحاب سلیم الآرا پر ظاہر کرتا ہے۔ اور موسوم کرتا ہے اس رسالہ کو بہ نظر دقیق اور مشتمل ہے۔ یہ رسالہ اوپر تمہید اور مقدمہ اور تتمہ مقصود کی از آنجا کہ یہ بات مدت دراز سے شہرت پذیر ہوئی ہے کہ عالمان ہندسہ اس بات پر متفق الآرا ہیں کہ ثبوت تقسیم زاویہ حادہ کا تین قسمت مساوی پر از روئے براہین ہندسہ کے من قبیل محالات ہے۔ بعضے مہندسین اہل فرنگ سے سنا گیا کہ ثبوت اس کا بر مذہب اقلیدس قطعاً محال ہے"

۲۔ منشیات اردو معروف بہ خرد افروز

اس کتاب میں ۲۴ صفحات ہیں یہ کتاب ۱۲۸۰ھ میں مطبع مصطفائی کانپور میں طبع ہوئی پہلے صفحے کی عبارت یہ ہے:۔

"اکثر ارباب فہم و ذکا نے فارسی زبان میں تحریر کے طریقے جنہیں انشاء کہتے ہیں لکھے از آنجا کہ فی زمانہ ہندوستان میں اردو زبان جاری ہے۔ فارسی انشاء سے کام کم چلتا ہے۔ اس لئے اب یہ انشاء بھی

Marfat.com

با یمائے حکام اردو زبان میں بلندیوں کے واسطے مرتبہ کیا اور اس میں بعضے ضروری قاعدے اور خطوط و عرائض وغیرہ جن سے کچہریوں کے کام کی تا نفنیت اور خط و کتابت سے آگاہی ہو لکھ کر اس کو دو قسم پر منقسم کیا اور " خرد افروز " اس کا نام رکھا۔ پہلی قسم میں اردو کی ماہیت اور اس کے بعض قواعد اور انشاء کے طریقے اور خطوط اور رقعے وغیرہ دوسری قسم میں عرضیاں اور پروانے اور پٹے قبولیت اور سرخط وغیرہ ہیں "

۳۔ گلزار ہند

یہ ڈرامہ ۵۸ صفحوں میں ہے۔ یہ ۱۸۸۳ء میں پہلی بار منشی گنگا پرشاد ورما برادران پریس امین آباد لکھنؤ میں چھپا۔ پہلی مرتبہ صرف اس کی پانچ سو (۵۰۰) جلد چھپی۔ سرورق کی لینت پر حسب ذیل تحریر ہے :-

" میں سخت حیران ہوں کہ اردو ایسی وسیع زبان ہے اور بالکل ناٹکوں سے خالی۔ ابھی تک اردو زبان میں کوئی ایسا ناٹک نہیں ہے کہ سچے اور تاریخی حالات سے پر ہو۔ گو ناٹک تو سنسکرت اور انگریزی ہی زبان کا حصہ ہے لیکن تاہم بنگلہ۔ مرہٹی۔ ہندی وغیرہ میں بہت سے ناٹک موجود ہیں چونکہ میں نے آج کل عام کا میلان طبع ناٹکوں کی طرف دیکھا۔ اس واسطے میں نے ان چند اوراق کو بنگالی زبان کے ایک ناٹک سے ترجمہ کیا۔ اگر ملک کچھ قدر دانی کرے گا تو میں بہت جلد اور اور دو چار ناولوں اور ناٹکوں کا ترجمہ کروں گا

" یہ ظاہر ہے کہ اردو میری مادری زبان نہیں ہے اس واسطے میں ناظرین سے خواستگار ہوں۔ کہ اگر اردو زبان یا محاورے میں غلطی ہو تو یہ خیال کر کے کہ میں ایک غیر ملک کا باشندہ ہوں معاف کریں لکھنؤ۔ یکم فروری ۱۸۸۳ء

Marfat.com

سخاوت مرزا

کتب خانہ عمر یافعی (حیدرآباد دکن) میں کچھ دیر

۵؍ اگست ۱۹۵۰ء آج شام کے چار بجے مولانا یافعی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ موصوف اپنے کتب خانہ کی فہرست مخطوطات کی ترتیب کی وجہ سے عدیم الفرصت اور متفکر تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ بھائی کوئی ہاتھ بٹانے والا نہیں دوست احباب کچھ ایسے ہیں کہ تضیع اوقات کے سوا کچھ کام نہیں اس کے بعد وہ اپنے دیوان خانہ سے اٹھ کر گھر میں گئے میں نے ان کی ایک ڈائری اٹھائی تو اس میں بعض کتابوں کے متعلق نوٹ نظر آئے مثلاً مثنوی ابراہیم نامہ مصنفہ عبدل بیجاپوری، دوسری کتاب نصرتی کی جنگ عمران اور یہ لکھا ہوا تھا کہ شاید اس کا امپیریل گزیٹر جلد ۲ میں ذکر ہے اتنے میں موصوف تشریف لے آئے میں نے خیال کیا کہ شاید میری اس حرکت پر کچھ چیں بہ جبیں ہوں مگر خاموش رہے میں نے ان کی ڈائری کی تعریف کی اور کہا کہ آپ کی ڈائریاں تو بڑی کام کی ہیں تو کہنے لگے کہ بھائی میں نے ایسی بیسیوں ڈائریاں مرتب کی تھیں تاکہ بوقت مضمون نگاری فوراً حوالے مل جائیں۔ مگر یہ کچھ ناتمام ہی رہیں۔ میں نے ان کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو فرمایا کہ معلوم نہیں کہ اس ذخیرہ کتب میں کہاں پڑی ہیں اس کے بعد کہا افسوس ہے کہ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی کا انتقال ہو گیا۔ مرحوم کا مجموعہ مضامین الموسوم بہ مقالات شروانی ۱۹۴۶ء میں چھپا ہے مگر بہت سے مضامین متروک ہیں جن کا نوٹ میرے پاس موجود تھا۔ میں صاحب موصوف کے نام ایک خط لکھ رہا تھا کہ بھجوا دوں گا۔ مگر افسوس کہ صاحب موصوف اللہ کو پیارے ہو گئے اور بھیجنے کی نوبت نہیں آئی۔ شاید شروانی مرحوم کے ذہن میں یہ مضامین محفوظ نہیں رہیں۔ مرحوم مجھے جانتے ضرور تھے۔ اور ایک مرتبہ ملنے کی خواہش بھی کی تھی مگر چونکہ وہ بڑے عہدیدار تھے اس لئے میں نے جانا پسند نہیں کیا۔ البتہ میں نے اپنے ایک دوست محمد امین کروڑگیری (دیگی) کے فرزند کو جو علی گڈھ میں زیر تعلیم تھا ایک خط بے تکلفی کا لکھا تھا اور اس طرح مخاطب کیا تھا "چاند میاں" پیارے چاند وغیرہ۔ اس کی ملاقات شروانی صاحب سے تھی۔ میرا خط ان کو دکھلا دیا اور

Marfat.com

کی طرز عبارت دیکھ کر خوش ہوئے اور یہ خط اس کو واپس نہیں دیا میں نے کہا کہ شیرانی صاحب کا کتب خانہ بھی بہت نادر الوجود ہے تو فرمایا کہ ہاں دولت بھی ہے اور ذوق علمی بھی۔ ہمارے یہاں کے نواب عیش و عشرت میں مبتلا ہیں۔ ان کا کوئی احساس نہیں۔ نواب ظہیر یار جنگ خاندان شمس الامرا کا کتب خانہ اچھا ہے جو ایک بیش بہا ذخیرہ ہے مگران کو کیا خبر ہے کہ اس میں کیا کیا نادر الوجود کتابیں ہیں۔ پلٹ کر دیکھتے بھی نہیں۔ رسالہ اردو جولائی ۱۹۵۰ء آیا ہوا تھا جو میری نظر سے گذرا۔ اس میں کوئی خاص مضمون نہیں تھا اس کے بعد یافعی صاحب نے کہا کہ میں باہر بیٹھتا ہوں آپ یہیں بیٹھے رہیئے۔ خیر میں نے کچھ دیر بعد باہر جا کر یہ دیکھا۔ ہمارا دوست (عرب) ایک لنگی باندھے ہوئے پتھر پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں بھی نیچے زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا اور علمی باتیں ہونے لگیں مگر یہ کچھ عجیب نازک مزاج واقع ہوئے تھے۔ کچھ سوال کیا جائے تو ذرا کڑا ہی جواب ملتا ہے۔ خیر میں نے پوچھا کہ بھئی وہ ہیم کہانی کیا آپ کے پلنگ کے نیچے رکھی ہوئی ہے تو فرمایا کہ معلوم نہیں میں نے کہاں رکھدی اور یہ کہا کہ اس کے کئی نسخے ہیں ایک دکنی ترجمہ بھی ہے اور کئی شرحیں بھی مگر مصنف کا پتہ نہیں چل رہا ہے میں نے کہا کہ اس کے مصنف برہانپور کے شاہ دوست محمد بیان کئے جاتے ہیں تو کہا کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب نے بھی ایک مرتبہ مجھ سے دریافت فرمایا تھا اس کا ایک نوٹ مولوی صاحب کو بھیجدوں گا پھر دیوان سالک کا ذکر آیا۔ یعنی غوث نما شاہ سالکؒ نام تو فرمایا کہ میں نے باز خان نامی کتب فروش سے پوچھا تھا تو اس نے آٹھ روپیہ قیمت بتلائی جو بہت زیادہ تھی وہ بڑا گراں فروش ہے میں نے کہا۔ کہ دیوان معمولی ہے اور کسی مشہور شاعر کا کلام نہیں تو کہا کہ یہ ایک بزرگ کا کلام ہے جس کی لوگ بہت تلاش میں رہتے ہیں تم نقل کرواؤ گے تو پندرہ بیس روپیہ خرچ ہو جائیں گے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ انہی بزرگ کی دو اور کتابیں ایک مطبوعہ اور دوسری قلمی وہ ایک روز ہوئے کہ میری نظر سے گزری تھیں اور میں نے ان کو غور طلب کتابوں میں الگ رکھ چھوڑی ہیں مگر اس وقت کچھ نہ بتلا سکے۔ اب اس شخص ... کتابیں کہ چھپا ذرا ہمیں بھی دکھلا دو اور ان کا یہ جواب خشک کون ... ہے کہ اتنا وقت کہاں؟ پھر میں نے دیوان شہوار فرزند ملک محمود جوہر کرنولی کے متعلق پوچھا اس خیال سے کہ شاید انہوں نے اس پر کوئی نوٹ لکھا ہوگا میرا مضمون ملک محمود جوہر پر جو شائع ہو چکا تھا وہ مجھ سے اس سے قبل حاصل کر چکے تھے کہا کہ بھئی مرزا صاحب، میں نے شاہ نصیر کے دیوان کے ساتھ کہیں رکھ دیا ہے فرصت سے دیکھ لوں گا۔ شہوار غالباً فیض کے شاگرد تھے۔ نصیرالدین نقش نے ان کا ذکر اپنے تذکرہ شعرا موسوم الاذکار

Marfat.com

میں کیا ہے ادارہ ادبیات میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے مگر ڈاکٹر زور صاحب کو ان کے حالات کا پتہ نہ چل سکا شہسوار کا ذکر تاریخ النوائط مؤلفہ عزیز جنگ میں موجود ہے اور صولت جنگ تلمیذ داغ نے بھی اپنے دیوان میں ان کا ذکر کیا ہے۔ غرض یافعی صاحب کے مخطوطہ تذکرہ عروس الاذکار سے شہسوار کا ایک شعر میں نے نقل کیا تھا جس کا ایک مصرعہ یہ تھا "دیدۂ تر کے پھوٹ گئے پر دل نے بولا رو میں کیا" مگر معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ، بعد میں شہسوار نے اپنے دیوان پر کسی عرشی تخلص شاعر سے (غالباً فضل رب عرشی اجانسی وارد حیدر آباد) معاصر غلام امام شہید سے نظر ثانی کرائی تھی۔ چنانچہ یافعی صاحب کے نسخہ میں استاد کی اصلاحیں بھی موجود تھیں، غرض یہ دیوان یافعی صاحب کے زیر مطالعہ تھا۔ مندرجہ بالا پورا شعر تو مجھے یاد نہیں رہا البتہ اصلاح شدہ مصرعہ یہ تھا۔ بجائے دیدۂ تر کے پھوٹ گئے پر دل نے بولا رو میں کیا، کی اصلاح یہ دی تھی۔

آنکھ کے ساغر پھوٹ گئے پر دل نے بولا رو میں کیا۔

بہر حال دیوان نادر تھا، یافعی صاحب تقاضہ کرنے سے ذرا جیب بہ جیب ہو جاتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ان کو اہل علم بہت ستاتے ہیں اور ایسے بھی جن کو زیادہ تر ذوق نہیں۔ غرض یہ بہت صاف دل اور پر خلوص انسان ہیں۔ باوجود عرب نژاد ہونے کے دکنی اور اردو ادب سے خاص دلچسپی بلکہ عشق ہے اتنے میں ان کے استاد بھائی۔ جناب راغب صاحب، تلمیذ کیفی مرحوم آگئے اور وہ بھی بے تکلفی سے وہیں بیٹھ گئے۔ اور اشارتاً یافعی صاحب سے پوچھا کہ بھائی آخر وہ ذخیرہ کہاں گیا۔ میں خالی الذہن تھا۔ خاموش بیٹھا رہا۔ آخر یہ گل کھلا کہ مولانا رضی الدین کیفی چونکہ یافعی کے بھی استاد تھے اور وہ اپنے استاد مرحوم کا حق ادا کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ان کے کئی دیوان فراہم کر لئے تھے اور بہت سا مواد بھی جمع کر لیا تھا تاکہ کچھ استاد کے متعلق لکھ ڈالیں نیز کیفی مرحوم کے فرزند سے بذریعہ رجسٹری طلب خطوط کچھ استفسارات بھی کئے تھے مگر افسوس ہے کہ یافعی صاحب کو اس سلسلہ میں کچھ کامیابی نہیں ہوئی اور کیفی مرحوم کے صاحبزادہ صاحب ایک دن تشریف لائے۔ کچھ باہمی حجت و بحث ہوئی بلکہ بعض احباب موجود تھے یافعی صاحب نے رجسٹری کے پرچے بھی حاضرین کے روبرو پیش کئے مگر ان کے صاحبزادہ صاحب پس و پیش کرتے رہے یافعی صاحب نے طوعاً و کرہاً سب ذخیرہ کلام ان کے صاحبزادہ کے حوالے کر دیا۔ البتہ یافعی صاحب موصوف ایک حصہ کلام الموسوم بہ "سرمست" کے نام سے بڑی محنت سے شائع کر چکے تھے جس میں سنہ وار غزلیں موجود تھیں۔ مولانا رضی الدین کیفی کا ایک مجموعہ مختصر ادارہ ادبیات نے "کیف سخن" کے نام سے شائع کیا ہے۔ یافعی صاحب نے فرمایا کہ کیفی صاحب

Marfat.com

میں داغ دہلوی کے بھی شاگرد ہوئے تھے اور داغ کی استادی کے قائل تھے۔ بڑے بڑے ذی علم لوگ ان سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ میرے پاس (یافعی) ان لوگوں کے خطوط اور اصلاحیں موجود تھیں چنانچہ محمد احمد (پدر عبدالقیوم خاں باقی ایم۔اے) ایک پختہ کلام اور معمر شاعر تھے۔ مگر کیفی کو اپنا کلام دکھلایا کرتے تھے ایک اور شاعر روشن تخلص نیز اور بھی نام بتلائے تھے جو مجھے یاد نہیں رہے یافعی صاحب نے کہا کہ کیفی نے مرثیہ کہا تھا جس کے کوئی چار سو بند تھے۔ کیفی مرحوم نے اس میں ضمناً یہ بیان کیا تھا کہ انہوں نے نو سال کی عمر میں اپنا پہلا دیوان مرتب کر لیا تھا۔ اور اپنے ہر دس سال کے کلام کے مجموعے علیحدہ علیحدہ ترتیب دیئے تھے۔ پہلا مجموعہ "سرمست" سے موسوم کیا تھا۔ اور دوسرے دس سالہ کلام کے مجموعہ کا نام "سرخوش" رکھا تھا وغیرہ وغیرہ آخری عمر کے دیوان کا نام بھی کچھ رکھا تھا۔ غرض یافعی صاحب کو ان کا بڑا افسوس تھا۔ ہاں ملفوظات نقشبندیہ شاہ مسافر اورنگ آبادی کا میں نے ذکر چھیڑا تو کہا کہ میرے ترجمہ کے مسودہ کو جو ناقص تھا۔ اور ترتیب صحیح نہ تھی میں نے بعض ترمیمات کی تھیں وہ مولوی ابوالخیر گنج نشین کے پاس تھا موصوف نے میری بغیر اجازت میرے نام سے مجلہ نظامیہ میں اشاعت بھی کر دی مجھے اس کا بہت ملال ہوا اور میں نے ان کو خط لکھا کہ اس کی آئندہ اشاعت فوراً روک دیں فرمایا کہ شاہ مسافر کے متعلق میں اور بھی مواد فراہم کر رہا تھا چنانچہ محبکہ کمیا ترکے قریب کی ڈیوڑھی (محل) واقع شعلپورہ میں جہاں ایک مرتبہ شاہ مسافر مقیم تھے۔ کچھ مواد ملا تھا اخفر نے بھی یافعی صاحب کو اورنگ آباد گزیٹر سے شاہ صاحب کے متعلق مواد دیا تھا چونکہ نماز کا وقت ہو گیا تھا وہاں سے رخصت ہو کر میں اپنے مکان واپس ہوا راستہ میں جشن آزادی منایا جا رہا تھا افضل گنج کے چمن کے پاس گاندھی اور گوردوارہ سکھاں میں جلوس کا انتظام ہو رہا تھا۔ سلطان بازار زرنیڈنسی حسام گنج میں تقریریں ہو رہی تھیں مجھے تعجب تھا کہ ہمارے ہموطن جو اردو کی مخالفت کرتے ہیں وہی اردو میں فصیح و بلیغ تقریریں کر رہے تھے۔

بقیہ ص ۱۳۳

خدا بخش لائبریری

قیام کے دوران میں نے بڑی مسرت کے ساتھ لائبریری کا ملاحظہ کیا جسے خدا بخش کی دریا دلی نے عوام کے مفاد کے لیے وقف کیا ہے۔ یہاں مجھے بہت سی نایاب اور نادر کتابیں دکھائی گئیں جو کتب خانہ کی ملکیت ہیں۔

Marfat.com

مولوی عبدالرحمن صاحب سلفی

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

لہریا سرائے (دربھنگہ)

کا کتبخانہ

دور حاضر کی لابدی ضروریات میں سے ایسے عظیم الشان کتب خانوں کا وجود بھی ہے جو نادر اور بیش بہا کتب پر مشتمل
کیونکہ اس وقت دنیا کی تمام ترقیات اور نت نئی ایجادات کا انحصار زیادہ تر انہیں بڑے بڑے کتب خانوں
لائبریریوں کا مرہون منت ہے۔ ایک زمانہ تھا جب انسان کی تمام معلومات کا ذخیرہ اس کا دل و دماغ ہوتا تھا۔ اد
تجربی شواہد، کیمیاوی علوم اور اس طرح کے ہزاروں علم و فن کا خزینہ لوگوں کے سینے ہوتے تھے اور اس وقت ا
علوم و فنون کی ترویج و اشاعت سینہ بسینہ ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ وہ علوم و فنون اور وہ اسرار و غوامض جنہیں
امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے صورت تحریر دے کر لاکھوں اوراق پر پھیلا دیا ہے۔ وہی ان سے پیشروؤں کے
اں بھی موجود تھے فرق یہ ہے کہ ان کے پیشروؤں نے سینہ بسینہ رکھا اور بعد والوں نے سفینہ در سفینہ
پھیلا دیا مقصد یہ ہے کہ اب تمام علوم کو سینوں سے چھین کر سفینوں میں محصور کر دیا گیا ہے کوئی علم یا فن ا
نہیں ہے جو اوراق و دفاتر کی حدود سے باہر ہو۔ پھر کوئی علم کسی شخص یا کسی مقام کے ساتھ مخصوص نہیں رہ گیا
بلکہ اس قسم کی جملہ قیود سے آزاد ہو چکا ہے اور ہر جگہ ملکی و قومی ضروریات کے لحاظ سے کتب خانے ا
لائبریریاں قائم ہو چلی ہیں۔ اور ان کتب خانوں کے ناظمین نے اپنی بساط بھر ہر علوم و فنون کی زیادہ۔
زیادہ کتابیں فراہم کر کے اپنے کتب خانوں کو عوام کے لئے مفید سے مفید تر بنانے کی سعی کی ہے اور رہے ہے

ماضی

خدا کا شکر ہے کہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ بھی زمانے کی اس دوڑ میں کسی سے پیچھے نہیں رہا ہے
رسالے میں اس کی مساعی جمیلہ نہایت درجہ ستائش و مبارکباد کی مستحق ہیں۔ چنانچہ ۱۳۳۹

Marfat.com

جب دارالعلوم اپنے عہد طفولیت سے گذر رہا تھا دارالعلوم کے مخلص ارباب بست وکشاد نے طلبہ واساتذہ ضروریات کا لحاظ کرکے مختلف علوم و فنون کی درسی و غیر درسی کتابیں فراہم کرکے "تقریباً" آٹھ سو کتب مشتمل ایک کتب خانہ کی بنیاد ڈالی۔

دارالعلوم سال بہ سال ترقی کے منازل طے کرتا گیا لیکن کتب خانہ کی ترقی کی رفتار سست رہی تقریباً ۱۳۵۰ھ جناب مولوی حاجی محمد نور الحسن صاحب کے خلف الرشید جناب مولوی محمد عثمان صاحب چکرہردی نے اپنے المدیر گوار کا کتب خانہ جو تقریباً پانچ سو کتب پر مشتمل تھا دارالعلوم کے کتب خانہ میں ضم کردیا اس طرح ۱۳۵۰ھ یہ کتب خانہ ڈیڑھ ہزار سے زیادہ کتب پر حاوی ہوگیا۔

کم و بیش ۱۳۶۰ھ کا زمانہ تھا کہ اس سلسلہ میں ارباب مدرسہ کی مساعی کو اللہ تعالیٰ نے پھر بارآور فرمایا۔ یعنی قوم کے ایک باہمت نوجوان جناب ڈاکٹر محمد ولی الحق صاحب آروی خلف الرشید جناب مولوی حکیم محمد زبیر الحق صاحب نبیق نے اپنے اسلاف کا اندوختہ یعنی اپنا بیش بہا کتب خانہ جو ایک ہزار سے زیادہ کتب پر مشتمل تھا دارالعلوم کو عطا فرمایا۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد جناب ڈاکٹر عبدالسلام صاحب ہندھولوی کی سعی محمود سے بمبئی کے کسی مخلص صاحب خیر نے کتب خانہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی قیمتی مطبوعات عطا فرمائیں اس سلسلہ میں جناب مولانا عبدالغفار صاحب اور بعض دوسرے علم دوست اصحاب ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے بزرگوں کا اندوختہ جو نہایت قیمتی اور بیش بہا کتابوں پر مشتمل ہے سستے داموں مدرسہ کے ہاتھوں فروخت کرکے دارالعلوم کے کتبخانہ کو بڑی اہمیت کا مالک بنا دیا ہے ہمیں افسوس ہے کہ ان کی کتابوں کی قیمت جو بالاقساط ادا کی جارہی ہے وہ ابھی پوری نہیں ہوئی ہے اور اس طرح مدرسہ ایک خطیر رقم کا ہنوز قرضدار ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد از جلد کسی صاحب خیر کو اس طرف متوجہ فرمائے اور مدرسہ کو بار دین سے سبکدوش کردے

فدائی قوم جناب ڈاکٹر حافظ عبدالسلام صاحب ہندھولوی کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے کم ہے کہ ایک طرف وہ مدرسہ کے سفراء کو مہینوں اپنے یہاں رکھ کر شب و روز ان کے ساتھ مخیر ارباب دولت و ثروت کے پاس دوڑتے اور چندے دلواتے ہیں تو دوسری طرف وہ مدرسہ کے کتب خانہ کے لئے ہمیشہ مخیر حضرات سے تعاون حاصل کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ابھی رمضان شریف ۵۳ھ میں انہوں نے بمبئی کے ایک بہت بڑے سیٹھ جناب عبدالرزاق صاحب متولی مسجد میاں حکیم محمد اسمٰعیل صاحب سے بخاری و مسلم جیسی [illegible] بیش قیمت کتب کا گراں مایہ ذخیرہ حاصل کرکے دارالعلوم کو [illegible] ہے

Marfat.com

پھر آپ ہی کی تحریر و ترغیب سے آپ کے برادر زادہ جناب ڈاکٹر محمد عزیز صاحب بدھوی نے اپنے والد مکرم جناب مولانا عبدالوہاب صاحب اپنے بزرگ نانا جناب مولانا محمد صالح صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان کتب خانہ دارالعلوم کو عطیہ فرما دیا ہے۔ ہمارے اس قومی خزینہ کو گنج ہائے گراں مایہ سے پُر کرنے والوں میں جناب حافظ محمد صدیق صاحب مردل جناب حاجی محمد پلیٹ صاحب ریورا. جناب عبدالغفار صاحب پٹنی جناب حاجی عبدالمجید صاحب دیگرا کے نام نامی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

بے محل نہ ہوگا اگر ہم اس موقع پر اپنے ان مخلصین کا ذکر بھی کریں جنہوں نے وقتی طور پر تھوڑی بہت کتابیں دارالعلوم کے کتب خانہ کو عطا فرما کر ہمارے خزینہ علم کو مفید تر بنانے کی سعی کی ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب مہتمم دارالعلوم، جناب حافظ محمد اسماعیل صاحب دہلوی۔ جناب حاجی محمد صاحب کھتوریہ دہلی۔ جناب حاجی عبداللہ و عبیداللہ صاحبان دہلوی۔ جناب حاجی عبدالحق صاحب جھو پیرا. جناب منشی عبدالکریم صاحب سمیلہ. منشی محمد خان صاحب تاج پور منشی عبدالعزیز صاحب ہنولی۔ منشی عبدالمجید صاحب دروے اور مولانا عبدالسلام صاحب بستوی۔ نذیر احمد صاحب لنگی بازار دربھنگہ۔ عبدالرحمٰن نشتر سلفی۔ عبدالمجید صاحب سوٹھ گاؤں، مسماۃ تقدیرہ صاحبہ مولوی عباس ملبار. ی۔ ان کے علاوہ بیسیوں ایسے مخلصین ہیں جنہوں نے قرآن کریم یا بعض دوسری چھوٹی چھوٹی کتابوں سے ہمارے کتب خانہ کو مزین کیا ہے۔

ہم ان تمام مذکورین و غیر مذکورین اولوالعزم اور باہمت معاونین کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے قیمتی کتب خانوں کو دارالعلوم کے کتب خانہ میں ضم کرکے اساتذہ، طلبا اور دوسرے بیرونی مستفیدین کے لئے مطالعہ و مراجعہ کی سہولت پیدا کر دی ہے اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے ان کے حسنات کو زیادہ کرے اور انہیں علم دین کی زیادہ سے زیادہ خدمات کی توفیق بخشے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی ان معاونین کی اعانت کی بھی ہے۔ جنہوں نے نقدی رقوم سے کتب خانہ کو نوازا اس سلسلہ میں حافظ محمد اسماعیل صاحب دہلوی کا اسم گرامی بہت خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ آپ نے کتب خانہ کے لئے ایک خاص عمارت تعمیر کرائی۔ جس کی عالی شان بلڈنگ آج بھی حافظ صاحب کی ہمت کی استواری اور ان کے عزم محکم کو دارالعلوم میں زبان حال سے بیان کر رہی ہے پھر جناب عبدالحکیم عبدالعلیم صاحبان ساکن موضع املو ضلع اعظم گڈھ نے بھی کتب خانہ پر توجہ فرما کر اس کے لئے یکمشت سو روپے کی خطیر رقم مرحمت فرما کر ممنون فرمایا۔ ان کے علاوہ بہت سے دوسرے معاونین ہیں جو وقتاً فوقتاً دارالعلوم کے بیش بہا کتب خانہ کی ترقی

Marfat.com

کا ذریعہ بنتے رہے۔ خدا انہیں اس کی جزاءِ خیر دے۔

تعداد کتب خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس وقت دارالعلوم کا کتب خانہ کم و بیش پانچ ہزار کتب پر مشتمل ہے۔ یہ کتابیں متداول و غیر متداول بہت سے علوم و فنون پر حاوی ہیں اس موقع پر ان فنون کا ذکر بیجا نہ ہوگا جن سے متعلق کتابیں یہاں موجود ہیں۔

کلام اللہ ہم بہت خوش ہیں کہ ہمارے کتب خانہ میں کلام اللہ کا نادر سے نادر نسخہ جس سے بہت سے کتب خانے خالی ہیں موجود ہے، چنانچہ نقل نظامی، مثل نقل نظامی معریٰ اور بہت سے مترجم نسخوں کے علاوہ حضرت .... العلام، جناب ڈپٹی نذیر احمد صاحب، مولانا محمود الحسن صاحب اور مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمے خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ بایں ہمہ ہمارے یہاں مستفدین کی کثرت کی وجہ سے موجودہ اسٹاک ناکافی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے وسائل پیدا کردے جن سے ہم اپنی ضرورتیں پوری کرسکیں۔ انگریزی ترجمہ کا ایک نادر نسخہ موجود ہے جو ہمیشہ انگریزی دانوں کی توجہ کا مرکز اور ان کے استفادہ کا ذریعہ بنا رہتا ہے۔

علم تفسیر خدا کا شکر ہے کہ اس فن میں ہمارے یہاں بہت بڑا سرمایہ موجود ہے۔ صرف تفسیر کبیر اور تفسیر ابن جریر کے نسخوں سے پوری ایک الماری ملی ہے روح المعانی، جمل، خازن، فتح البیان، المنار، تنوی۔ اکبر اعظم، کشاف اور جلالین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری تفسیروں کے کم و بیش ساڑھے تین سو نسخے موجود ہیں ــــ بدائع الفوائد اور محمد عبدہ کی المنار موجودہ دور کی ممتاز تفسیروں میں سے ہیں۔ یہاں تفسیر کا ایک قلمی نسخہ بھی موجود ہے جو [illegible] زیب طباعت سے محروم ہے۔ قوم اگر اس کی طرف توجہ کرے تو آسانی سے یہ [illegible] تفسیر کا ایک ایسا ذخیرہ جو نایاب زمانہ کہا جاسکتا ہے خدا کے فضل و کرم سے [illegible] یہاں موجود ہے جس سے متعلقین دارالعلوم کے علاوہ بہت سے دوسرے حضرات بھی حسب ضرورت مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

احادیث احادیث شروح احادیث اسماء الرجال اور فن اصول حدیث میں دارالعلوم کے کتب خانہ کے اندر بفضلہ تعالیٰ اتنے مواد موجود ہیں کہ اس وقت کے بہتیرے کتب خانے ایسا ذخیرہ کم ہی پیش کرسکتے ہیں۔ ایک ایک کتاب کی متعدد شرحیں ہیں۔ مولانا نواب وحید الزماں خان مرحوم اور نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عہد [illegible] میں تراجم اور شروح احادیث وغیرہ کے متعلق جو

Marfat.com

کوششیں ہوئیں وہ اگر کل نہیں تو زیادہ تر دارالعلوم کے کتبخانہ میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ عون المعبود تحفۃ الاحوذی وغیرہ جو ہر اہلحدیث کتب کی زینت ہیں ہمارے یہاں بھی ہیں یا مشکوٰۃ کی شروح میں اشعۃ اللمعات۔ مرقاۃ وغیرہ بھی خدا کے فضل سے ہمارے اضافہ علم کے لئے ہمارے کتبخانے میں موجود ہیں اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ بڑی حد تک اس معاملہ میں بھی ہمارا کتبخانہ مکمل ہے۔

دیگر علوم و فنون مذکورہ بالا علوم و فنون کے علاوہ فقہ، اصول فقہ، فتاویٰ، عقائد، تصوف، تاریخ، معانی ادب، لغت، صرف و نحو، منطق، فلسفہ، طب، مناظرہ، اقلیدس، فارسی اور متفرقات کی بہت سی دوسری کتابیں ایسی ہیں جن کی تفصیل میں اگر ہم پڑیں تو مضمون اپنی وسعت دامانی کے ساتھ بہت طویل ہو جائے گا۔ اس لئے اجمالی طور پر ہم اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ کتب خانہ خدا کے فضل سے بڑا جامع اور مکمل ہے

جدید مطبوعات دارالعلوم کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ جدید شائع ہونے والی کتابوں کا ذخیرہ بھی دارالعلوم میں ہمیشہ آتا رہے چنانچہ اس سلسلہ میں حال ہی میں مصر کی بعض جدید مطبوعات کا آرڈر دیا گیا ہے اور بہت سی نایاب کتابوں کی دستیابی کے لئے ہم ہمیشہ جد و جہد جاری رکھتے ہیں۔ خدا ہم کو ہماری کوششوں میں کامیاب کرے۔

کتب خانہ کی عمارت شروع شروع میں دارالعلوم کا مشرقی جنوبی حصہ کتب خانہ کے لئے مخصوص تھا جسے حافظ محمد اسماعیل صاحب دہلوی نے اسی مقصد سے تعمیر کرایا تھا۔ مگر بعد میں کتبخانہ کی وسعتِ دامانی کے لئے وہ جگہ تنگ ہو گئی اس لئے اسے دارالعلوم کے وسیع ہال میں منتقل کر دیا گیا جہیں چودہ عدد قدآدم الماریوں میں کتب خانہ کی کتابیں چھپے لیبل کے ساتھ شیشوں کے اندر سے جھانک رہی ہیں اور ایک حریص مطالعہ انسان کے دل کو للچا رہی ہیں۔

• بیچ میں اتنی کافی جگہ ہے جہیں ہر مطالعہ کرنے والا بڑی دلبستگی کے ساتھ کتابوں کا مطالعہ کر سکتا ہے خدا کرے یہ کتب خانہ اس سے بھی زیادہ بے مثال بن کر ہمیشہ تشنگانِ علوم کا مرجع بنا رہے ۔

Marfat.com

از سید شہاب الدین دسنوی
ایم۔ اے

دیسنہ لائبریری مرحوم

۱۷ جولائی ۱۹۶۰ء کی تاریخ تھی اور اتوار کا دن۔ دس بجے کے قریب یکایک گڑگڑاہٹ کی آواز آئی۔ تھوڑی دیر میں دیسنہ لائبریری کی عمارت کے سامنے قبرستان کی زمین پر چند بیل گاڑیاں آکر کھڑی ہو گئیں آس پاس کے بچے، بوڑھے جمع ہو گئے۔ ہر شخص پوچھ رہا تھا، کیا بات ہے؟ گاڑیاں کہاں سے آئی ہیں؟ کیوں آئی ہیں؟ اتنے میں کتب خانے کے ناظم مولوی سید عبدالحفیظ صاحب آگئے۔ انہوں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کتب خانے کا قفل کھولا۔ الماریوں سے کتابیں نکالی جانے لگیں۔ کل سات ہزار ایک سو چھ دو کتابیں چن کر صندوقوں میں بھری گئیں اور صندوق گاڑیوں پر لادے گئے۔ گڑگڑاہٹ کی آواز ایک بار پھر سنائی دی اور گاڑیاں روانہ ہو گئیں۔ لوگوں نے سنا کہ ریاست بہار کے گورنر ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کے ایما سے کچھ لاریاں دیسنہ لائبریری کی کتابیں پٹنہ منتقل کرنے کے لئے آئی تھیں لیکن بارش کی وجہ سے راستہ خراب ہو گیا تھا اس لئے لاریاں ایک میل کے فاصلے پر استھانوں میں روک دی گئی تھیں اور بیل گاڑیوں کے ذریعہ دیسنہ سے استھانوں تک کتابیں پہنچائی جا رہی تھیں۔ انہی لوگوں نے یہ بھی سنا کہ اب یہ کتابیں پٹنہ کی خدا بخش خان لائبریری (اورینٹل پبلک لائبریری) میں بڑی خوبصورت شیشے والی آہنی الماریوں میں رکھی جائیں گی۔ ان کی دیکھ بھال باقاعدہ سرکاری اخراجات سے ہوا کرے گی۔ اس حصے کا نام "دیسنہ لائبریری سیکشن" ہوگا۔ اور اس طرح جس کتب خانے کا فیض دوری اور رسل و رسائل کی بعض دقتوں کی وجہ سے بڑی حد تک محدود تھا اب عام ہو جائے گا، تقسیم ہند سے پیدا شدہ حالات کے تحت جس ذخیرے کو سنبھالنا دشوار ہو رہا تھا اور خطرہ تھا کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے اب حکومت

Marfat.com

کی نگرانی میں محفوظ ہو جائیگا۔ یہ سب باتیں معقول تھیں۔ دل خوش کن تھیں لیکن اس واقعہ کا جو اثر اہل دلیبنہ کے دلوں پر ہوا اسے دائرہ تحریر میں لانا آسان کام نہیں ہے جب مٹھی بھر باشندگان دلیبنہ نے بیل گاڑیوں کو رخصت کیا وہ جذبات کا کیسا بے پناہ طوفان دبائے۔ لبوں پر مہر سکوت لگائے حیران و ششدر دیکھ رہے تھے اور آنسو بہا رہے تھے آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں اس پر یقین کرنے کو دل راضی نہ ہوتا تھا۔ ان کے سامنے ہی پر وقار اور پرسکون قبریں تھیں جن میں ان کے اسلاف دفن تھے۔ ان قبروں میں کیسا نالہ خاموش اٹھا ہو گا! روحیں کس طرح تڑپی ہوں گی! کون جان سکتا ہے۔

اہل دلیبنہ کو اپنے کتب خانے کے گنج گرانمایہ کو جدا کرنے کا جتنا صدمہ ہوا اس کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔ ان کے لئے یہ کتب خانہ کہاں تھا۔ اسے تو وہ اپنے خون جگر سے سینچی ہوئی کشت آرزو سمجھتے تھے۔ یہ تو ان کی تمناؤں کا شجر بار آور۔ ان کی محنتوں کا ثمرہ، ان کی روایات کا سرچشمہ ان کی ثقافت کا مرکز، ایک گراں قدر ورثہ اور نہ جانے اور کیا کیا تھا۔

ایک چھوٹے سے قریہ میں، جس کی مجموعی آبادی ہزار بارہ سو نفوس پر مشتمل رہی ہو جہاں سے قریب ترین ریلوے اسٹیشن بھی سات میل کی دوری ہی پر ہو۔ اتنے بڑے ادبی خزانے کا اکٹھا ہو جانا۔ یقیناً باعث استعجاب ہے۔ مولوی عبدالحق کی جہاں دیدہ آنکھوں نے اسے دیکھا تو انہیں "حقیقی مسرت ہوئی" اور انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ "اردو کتب اور رسالوں کا ایسا اچھا اور جامع مجموعہ شاید ہی کہیں اور ہو" مولانا عبدالسلام ندوی نے اسے "نادر مجموعۂ علم" کہا آچاریہ کرپلانی کو" دیکھ کر اچنبھا ہوا کہ دیہات میں اتنی بڑی ورنیکلر لائبریری کیسے اکٹھی ہو گئی" مولانا حفیظ الرحمٰن نے اس کے علمی مخطوطات اور منتخب کتابوں کے مجموعے کے پیش نظر ارشاد فرمایا "یہ ہندوستان کی مایۂ ناز لائبریری ہے" ڈاکٹر سید محمود نے اعتراف کیا "غالباً اردو کا یہ بہترین کتب خانہ ہے میں نے اردو کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ کہیں اور نہیں دیکھا۔

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس کتب خانے کو نہ کبھی کسی رئیس کی سرپرستی حاصل ہوئی نہ نواب کی۔ نہ تاجر کی۔ نہ کسی جاگیردار کی۔ فنڈ جمع کرنے کے لئے نہ کبھی باہر والوں کے سامنے دست سوال دراز کیا گیا اور نہ وہ صورتیں اختیار کی گئیں جو عام طور سے ایسے کاموں کے لئے کی جاتی ہیں۔ حکومت کی طرف سے مدد ملی بھی تو معمولی سی۔ جہاں تک کتابوں کی فراہمی اور ان کے

Marfat.com

تحفظ کے طریقۂ کار کا تعلق ہے۔ یہ ایک بڑی دلچسپ داستان ہے۔ اس داستان کے اکثر کردار اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں لیکن ابھی چند بہ قید حیات ہیں (اللہ ان کی عمریں دراز کرے) اصل داستان تو ان کی زبانی ہی سننے کے قابل ہوتی لیکن اب ان کے دلوں میں اتنی قوت کہاں سے ہوگی کہ وہ یہ غمناک فسانہ سنا سکیں۔ ان ہی کرداروں میں ایک مولوی بشیر الحق بیدل ہیں۔

مولوی بشیر الحق بیدل دسنوی عظیم آبادی نے انٹرنس پاس کرنے کے بعد ملازمت کی تو محکمہ پولیس میں داروغائی کی۔ اس غیر شاعرانہ پیشے کی بدولت انہیں شہروں سے دور اکثر ایسے گاؤں اور علاقوں میں رہنا پڑا جہاں لوگ غالب اور شبلی کے نام تک سے بھی واقف نہ تھے۔ پھر بھی ان کے شوق مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ اردو کی کوئی ایسی قابل لحاظ کتاب نہ ہوتی جو ان کی نظروں سے نہ گذرتی ہو۔ نتیجے کے طور پر ان کی نگاہ اتنی عمیق ہوگئی کہ اچھے خاصے محقق بھی ان کے سامنے کتابوں پر باتیں کرتے ہوئے گھبراتے۔ دیسنہ لائبریری کے بہت سے گوشے اسی جوہر شناس کی نگاہ انتخاب کے رہین منت ہیں۔

کتب خانے کے سلسلے میں دوسرا نام پروفیسر نجیب اشرف ندوی کا آتا ہے۔ طالب علمی کے زمانۂ قیام کے دوران نجیب اشرف صاحب کلکتہ کی وہ سڑکیں چھانا کرتے تھے جہاں قیمتی جواہر پارے کوڑیوں کے مول بکتے تھے۔ شرط صاحب نظر کی تھی اور ان کے صاحب نظر ہونے میں کسے شبہ ہو سکتا تھا! مشہور خطاط سلطان مشہدی کا لکھا ہوا عمر خیام کی رباعیات کا نسخہ جو دنیا کا اولین مصور نسخہ بھی ہے۔ نجیب صاحب نے کلکتہ کے فٹ پاتھ پر کتابوں کے ایک ڈھیر سے نکال کر اپنے لئے خریدا۔ فورٹ ولیم کالج کی بیسیوں مطبوعات اور بہت سی دوسری کتابیں انہوں نے دیسنہ کے کتب خانے کے لئے یہیں سے حاصل کیں۔

دیسنہ لائبریری کا ذکر ہوتا ہو اور سید عبدالحکیم کا نام نہ آئے یہ ویسی ہی بات ہوگی جیسے مسلم یونیورسٹی کا تذکرہ کیا جا رہا ہو اور سرسید کا نام نہ لیا جائے۔

مرحوم سید عبدالحکیم مولانا شبلی کے ہم عصروں کے لئے "ابوالکمال سید عبدالحکیم دسنوی" تھے۔ "البلیغ" پٹنہ کے قارئین کے لئے "نامہ کے حکیم" اور اپنے ہم وطنوں کے لئے "حکیم جی" یا "حکیم بھائی" تھے لیکن دیسنہ لائبریری کے لئے وہ کیا تھے اس کا جواب کہاں سے۔

Marfat.com

اور کیا دے؟ سوال تو یوں ہونا چاہیئے کہ وہ اس کے کیا نہیں تھے! وہ لائبریرین بھی تھے ناظم بھی، مشیر بھی تھے۔ نگران بھی، سرپرست بھی تھے۔ کلرک بھی۔ سیکرٹری بھی تھے فراش بھی۔ دو سال ہوئے ان کا انتقال ہوا تو ان کے ایک بڑے عزیز ساتھی (جو خود مفلوج ہو کر صاحب فراش تھے) بڑے درد کے ساتھ پکار اُٹھے لوگو! ع

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے ! کتنی صحیح بات تھی!

ہم نے اس کتب خانے میں کتابوں کی فراہمی کی داستان شروع کی تھی۔ کتابیں خریدنے اور عطیہ جمع کرنے کا دستور تو عام ہے۔ اس لئے اہالیان دلبستہ سے عطیے کی صورت میں کتابیں حاصل ہوتی تھیں مگر یہاں ایک اور طریقہ کتابوں کی "وصولی" کا بھی تھا۔ لائبریری کا نہ کبھی کوئی فنڈ رہا نہ بجٹ بنا۔ نہ کوئی سالانہ گرانٹ تھی اور نہ مستقبل آمدنی کا کوئی ذریعہ۔ اس کے باوجود اردو کی جب کبھی کوئی اچھی کتاب چھپتی (خواہ وہ کسی قیمت کی ہو) تھوڑے دنوں میں لائبریری میں نظر آنے لگتی۔ اور دلچسپ بات یہ تھی کہ لائبریری کو وہ کتاب کبھی ایک آنے سے زیادہ میں نہ پڑتی! اس کا راز کیا تھا۔ وہ سن لیجیے۔ لائبریری کے ناظم سید عبدالحکیم کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ تاریخ و سیر مذہب و فلسفہ، شعر و ادب غرض ہر عنوان پر ان کی نگاہ گہری ہوتی تھی رسالوں اور اخباروں میں وہ نئی کتابوں کے ریویو پڑھتے، ناشرین کی فہرستوں کا مطالعہ کرتے پھر جب کوئی نئی کتاب لائبریری کے لئے منگوانی ہوتی تو دو پیسے کا کارڈ ناشر کو لکھ دیتے کہ اس کتاب کی ایک جلد فلاں صاحب کے پتہ پر وی۔پی کر دی جائے اور دوسرے کارڈ کے ذریعے اس کارروائی کی اطلاع ان صاحب کو بھیج دی جاتی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جن لوگوں کے نام یہ حکمنامہ جاری ہوتا وہ صرف اہل دلبستہ ہوا کرتے جو بسلسلہ روزگار مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے تھے۔ پھر ان کو یہ حکم ملتا کہ اگلی تعطیل میں وطن آؤ تو کتاب ساتھ لیتے آنا۔

اس طریقہ کار کا دلچسپ نتیجہ کبھی اس طرح ظہور میں آتا کہ چھٹیوں میں کوئی پیشکار صاحب بغل میں فلسفہ کی کتاب دبائے ہوئے یا پولیس کے حوالدار صاحب تاریخ ہسپانیہ لئے ہوئے یا وکیل صاحب تاریخ الاطباء لے کر لائبریری میں داخل ہوتے دکھائی دیتے۔ یہ کتابیں رجسٹر

Marfat.com

میں درج ہو جاتیں اور "کیفیت" کے کالم میں لکھا جاتا "عطیہ منجانب ...." بس یہی دو لفظ اس کتاب کی قیمت تھی جو اس کے خریدنے اور لانے والے کو لائبریری کی طرف سے ادا کی جاتی۔ یہ نسخہ ایسا آزمودہ تھا جو کبھی فیل نہیں ہوا۔

کتابوں اور رسالوں کی فراہمی کے بعد ان کی جلد سازی، حفاظت اور صفائی کی ذمہ داری دیسنہ کے نوجوانوں کی تھی اور یہ کام ان کی نائب جمعیۃ الطلبا انجام دیا کرتی تھی۔ جمعیۃ الطلبا کے ناظم کو دیسنہ لائبریری کا نائب معتمد تو بنا دیا جاتا تھا لیکن بے چارے طالب علموں کے پاس کون سا سرمایہ تھا جس سے وہ اپنی ذمہ داری پوری کر سکتے؟ چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں والی بات تھی۔ بہت دنوں تک یہ ایک پیچیدہ مسئلہ بنا رہا۔ آخر اجتہاد کی نوبت آئی اور ایک انقلابی قسم کا فتویٰ دیا گیا۔

دیسنہ میں شادی کے موقعوں پر دولہا کے بازو پر امام ضامن باندھے جاتے ہیں خصوصاً رشتے کی عورتیں اس میں پیش پیش ہوتی ہیں۔ اس کے پیچھے عقیدے سے کے بجائے رسم کو دخل ہوتا تھا کیونکہ شادی زیادہ تر آپس ہی میں ہوا کرتی تھی اس لئے سفر کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اور جب سفر درپیش نہ ہو تو پھر امام ضامن کا باندھنا غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ ان باتوں کے مدنظر طلباء نے فتویٰ دیا کہ ایسے تمام امام ضامن کھول کر جمعیۃ الطلباء کے سپرد کر دیئے جائیں اور ان کی رقمیں کتب خانے میں جلد سازی کے حساب میں جمع کر دی جائیں۔ جب یہ بات عام طور پر معلوم ہو گئی تو عورتوں نے ہم خرما و ہم ثواب پر عمل کرتے ہوئے اپنی شفقت کا اظہار کرتے ہوئے کتب خانے کی ضرورت پورا کرنے میں اور زیادہ فیاضی سے کام لینا شروع کیا۔ جمعیۃ الطلباء کے ناظموں میں سید محمد نسیم (مقیم ڈھاکہ) بڑے با اصول تھے۔ وہ امام ضامن کی رقمیں ہی نہیں بلکہ کناری اور گوٹا لگے ہوئے کپڑے کو بھی بیچ کر رقم حاصل کر لیا کرتے تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی ڈھاکہ کے مشہور معالج ڈاکٹر سید محمد شمیم نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں کتب خانے کی مختلف حیثیتوں سے بڑی خدمت انجام دی ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی جب کبھی دیسنہ تشریف لاتے اپنے وقت کا کافی حصہ اس کتب خانے میں صرف کیا کرتے تھے ان کی بعض تصانیف تو یہیں بیٹھ کر مکمل ہوئیں۔ سید صاحب کو اپنے وطن کے ذرے ذرے سے بے پناہ محبت تھی۔ جب تک مولانا ہندوستان میں رہے وہ گرمی کے دنوں میں ڈیڑھ مہینہ ہر سال اپنے وطن میں ضرور گذارا کرتے تھے۔

غرض اس طرح جس کتب خانے کا فیض ۱۸۹۹ء سے مسلسل ۵۵ سال تک جاری رہا جس ذخیرے نے

(باقی بر صفحہ ۲۰۰)

Marfat.com

محمد انصار اللہ نظر

کتبخانہ عبدالرشید خاں (کانپور) میں اردو کی کمیاب مطبوعات

"عالی جناب عبدالرشید خاں صاحب زید مجدہٗ دبیر منزل کان پور کے یہاں اردو فارسی کی مطبوعات اور رسائل و جرائد کا قابل قدر ذخیرہ دیکھنے میں آیا۔ اس کتابوں کے "ڈھیر" میں سے چند کمیاب مطبوعات کا تعارف سطور ذیل میں کرایا جاتا ہے۔ امید ہے یہ دلچسپی کا سبب ہوگا۔"

۱۔ **فسانۂ آزاد جلد اوّل**:۔ مطبوعہ مطبع نول کشور لکھنؤ دسمبر ۱۸۹۸ء۔ سرورق پر قطعہ تاریخ بھی درج ہے جس سے اس کا زمانۂ تصنیف ۱۸۸۰ء معلوم ہوتا ہے "خاتمۃ الطبع" کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ کتاب نومبر ۱۸۹۸ء میں پانچویں بار چھپی تھی۔ صرف سرورق دسمبر میں چھپا ہوگا۔

۲۔ **فسانۂ آزاد جلد دوم**: مطبوعہ مطبع نول کشور کانپور بار سوم جنوری ۱۹۰۷ء

۳۔ **فسانۂ آزاد جلد سوم**: "خاتمۃ الطبع" کی عبارت یہ ہے:

للہ المنتہ کہ جلد سوم داستان فسانۂ آزاد مؤلفہ شاعر شیوہ زبان نثار فصیح البیان پنڈت رتن ناتھ در، متخلص بہ سرشار جو اس سے پہلے تین مرتبہ مطبع اودھ اخبار ملوکہ مفتخر روزگار شہیرۂ امصار و دیار عالی جناب منشی نول کشور صاحب سی ای ای میں حلیہ طبع سے آراستہ ہوئی اور اب بار چہارم حسب خواہش شائقین بہ علوہمتی منشی

Marfat.com

پراگ نارائن صاحب مالک مطبع مذکور بماہ اکتوبر ۱۸۹۹ء زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔

۴۔ **فسانۂ آزاد جلد چہارم:** مطبوعہ جنوری ۱۸۹۹ء در مطبع نولکشور کانپور بار چہارم۔
فسانۂ آزاد کی یہ چاروں جلدیں ½۸ × ½۱۰ انچ سائز پر چھپی ہیں۔ آخر میں تعاریظ، قطعات تاریخ تصنیف، تاریخ طبع جدید وغیرہ بھی درج ہیں اور مطبع نولکشور کی مطبوعات کی فہرستیں بھی شامل ہیں

۵۔ **کتاب مجہول الاسم ناقص الاول:** مصنفہ فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ بہار شریف ضلع پٹنہ۔ چند موضوعات کتاب یہ ہیں۔

نان کو آپریشن، کفار کا عملی بائیکاٹ، مسئلہ خلافت، مسئلہ تعلیم وغیرہ

کتاب کی ضخامت ۲۴۶ صفحات ہے، سائز ۶×۹ انچ ہے۔

۶۔ **یادگار دربار** (تاجپوشی ایڈورڈ ہفتم) مؤلفہ مولوی فیروز الدین خلف مولوی جان محمد۔
مؤلف کا عقیدہ ذوق کی اس رباعی پر ہے:

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا الخ

مطبع صدائے ہندی لاہور ۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۳ء میں چھپی، آخر میں دو شاعروں کے قطعات تاریخ درج ہیں جن سے ۱۳۲۰ھ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ ۶۸ صفحات، ۵ × ½۸ انچ سائز ہے۔

۷۔ **ہدیۂ انعامیہ شرح رسالہ عبد الواسع ہانسوی،** مطبوعہ مطبع انتظامی کانپور صفر ۱۳۲۷ھ۔ ناقص الآخر۔

۸۔ **ترجمہ سکندر نامہ مترجمہ گہر** مطبوعہ مطبع قومی کانپور ۱۳۱۳ھ، سرورق ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ میں چھپا۔ ۶۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۹۔ **مثنوی شاہ بوعلی قلندر** مترجم مع غزلیات محمد عبداللہ راجز مطبوعہ مطبع نامی لکھنؤ جنوری ۱۹۰۵ء بار پنجم۔

۱۰۔ **زینت الخیل** مؤلفہ منشی محمد مہدی (منظوم) اس کتاب کا موضوع جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہے گھوڑوں کی شناخت ہے مطبع نولکشور لکھنؤ میں رجب ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۲ء میں ۷×۱۰ انچ سائز پر چھپی۔

۱۱۔ **شجرۂ معرفت:** ناقص الطرفین، ضخامت تقریباً ۶۰ صفحات (منظوم)

۱۲۔ **مجہول الاسم:** ناقص الطرفین، در بیان انبیاء کرام موجودہ ضخامت ۷ تا ۳۵۰ صفحات، سائز

Marfat.com

۱۱½×۹ انچ۔

۱۳۔ کلیات ہوش: نیاز احمد خان بریلوی شاگرد اسیر مطبوعہ گلشن فیض لکھنؤ بار اول اس میں حسب ذیل واقعات کے قطعات تاریخ درج ہیں۔
تاریخ شہدائے فیض آباد ملک اودھ ۱۲۷۲ھ تاریخ غدر ہندوستان ۱۲۷۴ھ۔ قطعہ وفات مرزا برق شاگرد ناسخ ۱۲۷۴ھ قطعہ تاریخ انطباع دستنبوئے مصنفہ مرزا اسد اللہ خان غالب (دو شعر کا فارسی قطعہ ہے دلچسپی کے لئے نقل کیا جاتا ہے)

شدہ مطبوع دستنبوئے غالب
ہر کس چوں چمن محبوب دل شد
چو گل مطبوع طبع ہوش گردید
ازیں رو سال او مرغوب دل شد ۱۲۸۲ھ

قطعہ تاریخ وفات جناب نواب مرزا اسد اللہ خان غالب دھلوی

اسد اللہ خان غالب جب
سوئے دار البقا ہوئے راہی
کہا ہاتف نے ہوش اب موئے وہ
اسد بیشہ سخن سنجی ۱۲۱۵+۷۰=۱۲۸۵ھ

ان کے علاوہ قطعات تاریخ وفات تدبیر الدولہ مدبر الملک منشی سید مظفر علی خان بہادر اسیر لکھنؤ دام اقبالہٗ ۱۲۹۹ھ وغیرہ اور چند تقاریظ بھی شامل کلیات ہیں۔

۱۴۔ کلیات شاد (سرکشن پرشاد) جلد اول۔ مطبوعہ مطبع رزاقی کان پور۔

۱۵۔ دیوان جگر محمد افتخار علی شاگرد امیر مینائی مطبوعہ مطبع انتظامی کان پور ۱۳۱۴ھ

۱۶۔ صنم کدۂ چین: مجہول المؤلف مطبوعہ مطبع مصطفائی ۱۲۶۹ھ۔ اس کتاب میں شعرائے قدیم کے لطیفے اور پہیلیاں وغیرہ درج ہیں، جرأت اور اُن کے اُستاد کا نام نہایت احترام سے لیا گیا ہے۔ ناقص الآخر اور کرم خوردہ ہے۔

۱۷۔ **نور نامہ**: مطبوعہ گلشن محمدی ۱۲۹۲ھ

۱۸۔ سلسلہ جہل حدیث مطبوعہ آگرہ اخبار پریس آگرہ۔

Marfat.com

۱۹۔ جنگ نامہ امام حنیفت : تصنیف حامد ۱۹۰۴ء مطبوعہ مطبع نامی محمدی لاہور

۲۰۔ فقہ ہندی ناقص الطرفین

۲۱۔ مجموعہ سخن مع فرہنگ ناقص الاول

۲۲۔ عطر مجموعہ۔ از تصنیف سید غلام حسین قدر شاگرد مرزا غالب، شرح اول مجموعہ سخن ۱۸۷۲ء مطبوعہ مطبع نول کشور فروری ۱۸۸۱ء بار سوم

۲۳۔ خیابانِ فردوس مطبوعہ نظامی پریس کان پور ۱۲۸۳ھ

۲۴۔ نثر شیریں ادا (۱۳۲۶ھ) مطبوعہ مطبع انتظامی کانپور مع تقاریظ و قطعات تاریخ مؤلفہ منشی محمد مطیع اللہ اظہر و آہ تخلص و مولوی محمد عبدالحق عروج کانپوری تلامذۂ تجلی وغیرہ

۲۵۔ مفید نامہ مطبوعہ مطبع نامی نول کشور کان پور جون ۱۸۸۵ء بار ہشتم

۲۶۔ دیوان طاہر۔ مطبوعہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء ناقص الطرفین، اس میں آتش اور نادر کی غزلوں پر خمسے بھی ہیں۔

۲۷۔ فروغ خورشید (۱۳۰۲ھ) مصنفہ بی بی خورشید جان طوائف متخلص بہ حسین متوطن دہلی حال وارد کلکتہ مطبوعہ انڈین پریس کلکتہ ۱۳۰۲ھ اس پر قطعہ تاریخ مولوی غلام بسم اللہ متخلص بہ بسمل مدظلہ، شاگرد حضرت غالب دہلوی وغیرہ بھی درج ہیں۔

۲۸۔ دیوان نیاز مطبوعہ مطبع بمبئی پریس آگرہ، اس میں شاعر کا اردو و فارسی کلام درج ہے۔

۲۹۔ دیوان ہزبر (شاہزادہ مرزا محمد ہزبر علی بہادر خلف سلطان عالم محمد واجد علی شاہ اختر) مطبوعہ مطبع نظامی کان پور۔ اس پر مصنف کے علاوہ شاہزادہ بشیر الدین توفیق یادگار سلطان ٹیپو شہید وغیرہ کے قطعات تاریخ و تقاریظ درج ہیں۔ تقاریظ میں ہزبر کے حالاتِ زندگی بھی قلمبند کئے گئے ہیں چند اہم تاریخیں یہ ہیں۔

ہزبر ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے تاریخی نام "جوان اختر" ہے ۱۲۶۷ھ میں مدارالدولہ منتظم الملک سید علی نقی خان کی بیٹی سے نکاح ہوا۔ ۱۲۷۲ھ میں لندن گئے۔ ۱۲۹۱ھ میں ولی عہد مقرر ہوئے۔ ۱۲۹۳ھ میں دربار قیصری دہلی میں شریک ہوئے۔ ۱۱۹۵ھ میں پانچ ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ اور دوسرے اعزازات حاصل ہوئے ۱۲۸۳ھ میں جودت تعشق تصنیف کی (جودت تعشق تاریخی نام ہے) ۱۲۹۷ھ میں یہ دیوان چھپا۔

Marfat.com

دیوان صفحہ ۱۲۶ پر ختم ہوا۔ اس کے بعد تقاریظ اور تاریخوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ مجموعی ضخامت ۱۷۲ صفحات ہے سائز ۱۱×۷ انچ ہے۔ مطلع اول یہ ہے۔

عقل حیراں ہوگئی محو تماشا ہو گیا
کیا کہوں اک لفظ کُن سے خلق کیا کیا ہوگیا

۳۰۔ واسوخت آباد مطبوعہ مطبع مصطفائی کان پور۔ ۱۰۔ ربیع الاول ۱۲۶۸ھ

۳۱۔ دیوان رند نواب سید محمد خان مسمٰی بہ گلدستۂ عشق مطبوعہ مطبع نول کشور کان پور۔ ۱۲۶۵ھ میں مکمل ہوا۔ اور ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق جولائی ۱۸۸۷ء میں بار ہفتم طبع ہوا۔

۳۲۔ دیوان جاہ شاگرد امیر مینائی مطبوعہ جمعہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ۔ انتظامی پریس کانپور پہلے وقر تخلص تھا

۳۳۔ دیوان جاہ جلد دوم مطبوعہ ۱۳۲۰ھ

۳۴۔ مرآۃ الشعراء یہ مطبع انتظامی کانپور کے مشاعرے جنوری ۱۹۰۴ء کی غزلوں کا مجموعہ ہے آخر میں قدیم شعرائے فارسی کی غزلوں کا انتخاب بھی شامل ہے۔

۳۵۔ مرثیہ میر انیس مطبوعہ مطبع نول کشور کانپور بار ششم اکتوبر ۱۹۱۵ء

۳۶۔ نغمۂ راز (دیوان محمد عبدالاحد آحد) مطبوعہ مطبع نظامی کانپور ۱۸۸۶ء مطابق ۱۳۰۲ھ

۳۷۔ ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب از مولوی احمد الدین پلیڈر لاہور مطبوعہ کارخانہ پیسہ اخبار لاہور بار دوم ۱۹۰۴ء ضخامت ۱۲۸ صفحات۔ آخر میں ہفتہ وار پیسہ اخبار لاہور کا اشتہار بھی ہے جس کی سالانہ قیمت "اڑھائی" روپیہ تھی

۳۸۔ اورنگزیب عالمگیر۔ سرورق غائب۔ سال طباعت وغیرہ نامعلوم۔ ضخامت ۴۰ صفحات

۳۹۔ اقبال۔ از محمد حسین خان۔ اقبال کی سوانح عمری۔ آخر میں ماتم اقبال کے تحت مشاہیر کے قطعات تاریخ وفات اقبال بھی درج ہیں مطبوعہ علی گڑھ پریس دہلی۔ اپریل ۱۹۲۹ء ضخامت ۱۱۲ صفحات

Marfat.com

کتب خانے

مملکت اسلامیہ پاکستان میں

Marfat.com

Marfat.com

اشرف علی

پاکستان کا قومی کتب خانہ

کسی قوم کی تہذیب و تمدن اور ادب و ثقافت کا اندازہ اس کے قومی کتب خانوں عجائب گھروں اور آرٹ گیلریوں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے تاریخ بتاتی ہے کہ برصغیر میں نہ صرف تہذیب انسانی کا آغاز ہوا بلکہ اس خطے نے علم و ہنر کے میدان میں بھی عرصہ دراز تک دنیا کی قیادت کی انگریزی حکومت کے قیام کے بعد برصغیر کے علمی نوادر کو بے رحمی سے پامال کیا اور جو نوادر اس پامالی سے بچ گئے ان سے اپنے وطن کے تاریک ایوانوں کو منور کیا۔

انگریز کے دو سو سالہ عہد اقتدار نے پاک و ہند کے مظلوم عوام کو جہاں فکر و فن کی صلاحیتوں سے محروم کیا وہاں انہیں سامراجی قوت کا بھی بری طرح نشانہ بنایا بالخصوص پنجاب اور سرحد کا علاقہ اس سلسلہ میں زیادہ خسارے میں رہا۔ یہاں کے جوانوں کو ہمیشہ استعمار کی دیوی پر بھینٹ چڑھانے کے لئے منتخب کیا جاتا رہا۔

جبر و استبداد کے اس طویل دور میں ادب و ثقافت کے جو ذخیرے ہم نے جمع کئے تھے وہ سب درہم برہم ہو گئے ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی خونریز تقسیم جان بوجھ کر اس طور پر کی گئی کہ مسلم آبادی کے بہت سے حصے اور اس کے سینکڑوں علمی اور ادبی مراکز جو ہر طرح پاکستان کا حصہ تھے اس سے جدا کر دیئے گئے۔ یہی کچھ مشرقی پاکستان میں ہوا مسلمانوں کا بہترین ادبی و تاریخی سرمایہ جو کلکتہ لائبریری میں جمع کیا گیا تھا۔ ہمیں اس سے محروم کر دیا گیا اس غیر منصفانہ تقسیم سے ہمارے تہذیبی اور علمی ورثے کو جس قدر نقصان پہنچا وہ پاکستان کی تاریخ کا بڑا المیہ ہے سینکڑوں علمی و ادبی ادارے

Marfat.com

تباہ و برباد ہو گئے

اس پرآشوب دور میں ملک عوامی کتب خانوں سے یکسر خالی تھا۔ پنجاب کی سرزمین جو فیروز شاہی اور اکبری دور میں عوامی کتب خانوں کا شہر کہلاتی تھی ویران ہو چکی تھی۔ لاہور جیسا علم و ادب کا مرکز صرف پنجاب پبلک لائبریری کو سینے سے لگائے اپنے ماضی پر سوگوار تھا۔ جس ملک میں علمی و ادبی اداروں کا ایسا قحط ہو اس کی بے سروسامانی پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

آزادی کے بعد ملک کو جہاں سینکڑوں مسائل درپیش تھے وہاں تعلیمی اور ثقافتی ڈھانچے میں نئی زندگی پھونکنے کا اہم مسئلہ بھی تھا۔ حکومت نے تعلیمی مسائل پر خاصی دلچسپی کا اظہار کیا اور یونیورسٹیوں کے ساتھ ساتھ قومی اور عوامی کتب خانوں کا قیام بھی لازمی ہوا۔ ہر ملک میں ایک قومی لائبریری ہوتی ہے۔ جیسے برطانیہ میں برٹش میوزیم اور امریکہ میں لائبریری آف کانگریس۔ اسی طرز پر پاکستان میں بھی، ۱۹۵۱ء میں قومی کتب خانے کی داغ بیل ڈالی گئی۔ دیگر ممالک کے قومی کتب خانوں کی طرح پاکستان کے قومی کتب خانے کا مقصد بھی ملک میں شائع ہونے والی تمام مطبوعات کو محفوظ کرنا نیز تحقیقی کاموں کے لئے مؤثر طور پر نشر و اشاعت کرنا ہے۔ اس کے علاوہ کتب خانے میں ایسے غیر ملکی ادب کو بھی جگہ دی گئی ہے جو مطالعے کیلئے مفید خیال کیا جاتا ہے۔

قومی کتب خانہ دراصل کسی ملک کے دوسرے عوامی کتب خانوں کا دل کہا جاتا ہے۔ وہ ملک کے تمام چھوٹے بڑے کتب خانوں کے لئے نمونہ پیش کرتا ہے۔ ملحقہ کتابوں کی امداد و اعانت اور ان کے لئے جزوی قوانین و ضابطے مرتب کرتا ہے قومی کتابیات تیار کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل ہے

مندرجہ بالا ضروریات کے پیش نظر قومی کتب خانے نے اپنا کام کراچی میں اس وقت شروع کیا جب کہ ۱۹۵۱ء میں اس کو ڈائریکٹر آف آرکائیوز اینڈ لائبریری کی تحویل میں دیا گیا۔ ۱۹۵۴ء میں جب قومی کتب خانے میں لیاقت میموریل کتب خانہ بھی شامل کر دیا گیا۔ تو اس کا نام لیاقت نیشنل لائبریری رکھا گیا جس وقت نظامت آرکائیوز اور لائبریری میں شامل ہوا تو اس کا ذخیرہ کتب کراچی سکریٹریٹ کے بلاک نمبر ۶۷ میں تھا اور سیکرٹریٹ کا کتب خانہ بھی اسی جگہ موجود تھا۔ ۱۹۵۴ء میں لیاقت نیشنل لائبریری کو بلاک نمبر ۶۷ سے میری ویدر ٹاور کے قریب پاکستان مسلم لیگ ہاؤس کی عمارت میں منتقل کیا گیا۔ اس عمارت کے ایک تنگ و تاریک حصے میں کتب خانہ دس سال تک علم و ادب کی خدمت کرتا رہا۔

Marfat.com

تھی کہ ۱۹۶۴ء میں ناگزیر حالات کے پیش نظر کتب خانے کو ایک بار پھر سوسائٹی کے ایک خوبصورت بنگلے میں منتقل کرنا پڑا۔

قومی کتب خانہ نئی جگہ پر منتقل تو ہوا مگر تعلیمی اداروں سے دور اور شائقین کی دسترس سے باہر ہو گیا۔ دوسری چیز جو ذہن میں پیدا ہوتی ہے وہ بنگلے کے کرایہ کی وہ کثیر رقم ہے جس سے کتب خانے کی اپنی عمارت تعمیر کرائی جا سکتی تھی۔ میرے اس استفسار کے جواب میں مہتمم کتب خانہ نے یہ فرمایا۔ کہ بنگلے کے کرائے میں جو پانچ چھ ہزار روپیہ ماہانہ رقم ادا کی جا رہی ہے۔ اس کی ایک سال بھر کی رقم سے بھی نہ تو شہر میں کوئی مرکزی جگہ دستیاب ہو سکتی تھی اور نہ اس قدر روپے سے کوئی عمارت مکمل کرائی جا سکتی تھی۔ لہذا یہی مناسب سمجھا گیا کہ عارضی طور پر کوئی عمارت کرائے پر حاصل کر لی جائے

کراچی کے پڑھے لکھے طبقے کو یہ تشویش تھی کہ لیاقت نیشنل لائبریری" جو مرکزی حکومت کا ایک اہم ادارہ ہے کہیں دوسرے مرکزی دفاتر کی طرح نئے دارالحکومت میں منتقل نہ ہو جائے اور اس طرح کراچی ہی بڑا شہر ہے جس میں عوامی کتب خانوں کا پہلے ہی فقدان ہے ایک بڑے ذخیرہ کتب سے محروم ہو جائے گا۔ مگر حکومت نے بروقت دانشمندانہ قدم اٹھایا اور فیصلہ کیا کہ "لیاقت نیشنل لائبریری کراچی ہی میں" لیاقت میموریل لائبریری" کے نام سے بدستور اہالیان کراچی کی خدمت انجام دیتی رہے گی اور اسلام آباد میں قومی کتب خانہ نئے سرے سے قائم کیا جائے گا۔

علمی حلقوں میں یہ خبر دلچسپی سے سنی جائے گی کہ لیاقت نیشنل لائبریری کی اپنی عمارت کی تعمیر جو جیل روڈ پر لیاقت ہسپتال کے مقابل جامعہ کراچی کے مضافات میں شروع ہو چکی ہے اور ا[illegible] کتب خانہ سال رواں کے آخر تک نئی عمارت میں اپنا کام شروع کر دیگا۔

قومی کتب خانہ پاکستان کے عظیم کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ کراچی میں ایسے پڑھے لکھے حضرات کم ہوں گے جنہوں نے کتب خانے سے کسی نہ کسی طور پر تھوڑا بہت استفادہ نہ کیا ہو۔

لیاقت نیشنل لائبریری تقریباً پچاس ہزار کتابوں اور دو سو رسائل پر مشتمل ہے۔ اردو اور انگریزی ادب پر یہاں بیش بہا کتابیں موجود ہیں۔ تمام ذخیرہ ڈیوی کی درجہ بندی کے اصول پر تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی عام موضوعات جیسے صحافت و خطابت وغیرہ شامل ہیں اس کے بعد فلسفہ، معاشرتی علوم، لسانیات خالص سائنس۔ مفید سائنس۔ تفریحات ادب اور تاریخ اقوام عالم وغیرہ

Marfat.com

کتب خانے کو اگرچہ درجہ بندی اور فہرست سازی کے اعتبار سے مکمل نہیں کہا جاسکتا تاہم ذخیرہ کتب سے بڑے حصے کی درجہ بندی اور فہرست سازی کا کام مکمل ہو چکا ہے۔

قومی کتب خانہ ملک کے دوسرے کتب خانوں سے ہٹ کر زیادہ اہم فرائض انجام دیتا ہے۔ یہاں قومی ادب کو جمع کر کے محفوظ کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس کو اس طرح ترتیب دیا جاتا ہے کہ تحقیقی کاموں میں مؤثر طور پر اس کی نشر و اشاعت کی جاسکے یعنی کتب خانہ محققین کو مطلوبہ مواد فراہم کرتا ہے۔ موجودہ سائنسی دور میں جبکہ ایجادات اور تحقیقات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ کتبخانوں میں حوالہ جاتی خدمات کی اہمیت بہت بڑھتی جا رہی ہے چنانچہ مغربی ممالک میں مرکزی کتبخانے محققین کو ان کے کاموں میں سہولتیں مہیا کرنے کی غرض سے خاص موضوعات پر کتابیات (ببلوگرافی) مائیکرو فلم فوٹو اسٹیٹ فوٹو کارڈ وغیرہ امدادی مواد فراہم کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں قومی کتب خانہ اگرچہ ابھی جدید آلات سے لیس نہیں۔ تاہم حوالہ جاتی خدمت کو موثر بنانے کے لئے فہرست سازی اور قومی کتابیات کا کام شروع کر دیا گیا ہے اور ۱۹۶۲ء کی قومی کتابیات عنقریب شائع ہو جائیگی کتب خانہ مذکور میں نہ صرف عمدہ قدیم و جدید معیاری ادب موجود ہے بلکہ عملے میں مطالعے کے شائقین کی خدمت کا جذبہ بھی پایا جاتا ہے مہتمم کتب خانہ جناب ابن حسن قیصر اعلیٰ تعلیمیافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے ادیب اور کہنہ مشق کتابدار بھی ہیں موصوف گزشتہ بارہ سال سے کتب خانے میں قارئین کی خدمات انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔

قومی کتب خانہ کئی شعبوں پر مشتمل ہے۔ ان میں ذیل کے شعبے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شعبہ اردو :۔ تقریباً دس ہزار کتابوں پر مشتمل ہے۔ اس میں یوں تو مختلف موضوعات کی کتابیں جمع ہیں۔ مگر اردو ادب پر جس قدر اچھی کتابیں یہاں موجود ہیں وہ کسی دوسرے سرکاری کتب خانے میں نہیں تاریخ ادب اردو تذکرے اور اردو تنقید پر معیاری کتابیں خریدی گئی ہیں۔ اس شعبے کو جس چیز نے اہم بنا دیا ہے وہ اردو اخبارات و رسائل کے پرانے فائل ہیں۔ اکثر پرانے فائل ہیں۔ اکثر پرانے رسائل مکمل اور اچھی حالت میں ہیں۔ ....

.... اس شعبے کے براہ راست نگراں یوں تو خود مہتمم کتب خانہ ہیں۔ مگر خواتین کی مدد کے لئے ایک تربیت یافتہ خاتون کو بھی رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

شعبۂ عربی:- اس شعبے میں تقریباً چار ہزار کتابیں موجود ہیں جس میں اسلام، عربی ادب اور تاریخ کی کتابیں شامل ہیں۔ عربی زبان میں اتنا اچھا ذخیرہ پاکستان کے کم کتب خانوں میں ہوگا۔ شعبے کے نگراں مولانا عبدالحلیم چشتی خود عربی زبان ادب نیز اسلامیات پر گہری نظر رکھتے ہیں ان کا عمیق مطالعہ ہمیشہ ناظرین کی رہنمائی کرتا ہے۔

شعبۂ انگریزی:- کتب خانے میں شعبۂ انگریزی دیگر سب شعبوں سے بڑا ہے اس میں تقریباً ۲۵ ہزار کتابیں ہیں جو فلسفہ، مذہبیات، معاشیات، زبان و ادب، جغرافیہ اور تاریخ عالم جیسے موضوعات سے متعلق ہیں۔ انگریزی ادب کے شعبے کو ہر طرح مکمل اور جامع بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ نثر و نظم اور ڈرامے پر بعض شعراء ادباء کی جملہ تصانیف حاصل کی گئی ہیں انگریزی ادب پر تحقیق کرنے والے حضرات کو یہاں کافی مواد دستیاب ہو سکتا ہے۔ شعبۂ انگریزی میں تاریخ اقوام عالم پر بیش قیمت ذخیرۂ کتب ہے جو بڑی کاوشوں اور محنت سے فراہم کیا گیا ہے۔ یہاں قدیم نایاب کتابوں کو نہایت سلیقے سے آراستہ کیا گیا ہے عربی اور فارسی مورخین کی تصانیف کے معتبر تراجم خاص کوشش سے بہم پہنچائے گئے ہیں تاریخی کتب میں صرف برِ صغیر کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ہی پر سینکڑوں کتابوں کی فہرست تیار کی جا سکتی ہے ایسٹ انڈیا کمپنی کا ریکارڈ لارڈوں اور نوابوں کی مراسلت اور تاج برطانیہ اور کمپنی کے نام فرمانوں پر مشتمل بہت سی کتابیں اس لائبریری میں ہیں گزیٹر اور جرنل بھی خاصی تعداد میں ہیں جو تاریخ کے محقق کو بیش بہا معلومات بہم پہنچانے میں کتب خانے میں مخطوطات اور نادر کتابوں کی بھی خاصی مقدار موجود ہے ان میں سے زیادہ تر عربی فارسی اور اردو مخطوطات شامل ہیں بعض نوادر نہ صرف اپنے متن کے اعتبار سے کافی اہم ہیں بلکہ فن کتابت کے لحاظ سے بھی عجوبہ روزگار ہیں۔ مخطوطات کی افادیت و جامعیت کا بیان ایک علیحدہ مضمون کا متقاضی ہے جو انشاء اللہ آئندہ کسی صحبت میں ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ سردست قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے چند ایسی مطبوعہ کتابوں کا ذکر کرنا مناسب ہوگا جو اپنے موضوع کے علاوہ اہل کتابت و طباعت اور قدامت کے اعتبار سے قابل بیان ٹھہرائی جا سکتی ہیں۔

۱- کلیات میر تقی میر مطبوعہ ہندوستانی پریس کلکتہ ۱۸۱۱ء / ۱۲۲۶ھ ایک ہزار پچاس صفحات کا یہ کلیات میر تقی میر کی وفات کے ایک سال بعد فورٹ ولیم کالج کے اساتذہ کی نگرانی میں نستعلیق ٹائپ میں چھپا تھا۔

Marfat.com

۲۔ آئین اکبری مصنف ابوالفضل .... مرتبہ جواد الدولہ سید احمد خان بہادر عارف جنگ مطبع اسمٰعیلیہ۔

ابوالفضل کی کتاب آئین اکبری کا شمار اجہات کتب میں ہوتا ہے۔ سر سید نے نہ صرف یہ کہ مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر ایک صحیح نسخہ ترتیب دیا۔ بلکہ اس پر جا بجا حاشیے بھی لکھے جس سے اس کتاب کی افادیت میں زبردست اضافہ ہوگیا۔ آئین اکبری کا یہ نسخہ ۱۶ × ۱۰ کے ۵۷۷ صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب تصاویر اور جدولوں سے آراستہ ہے

۳۔ تذکرہ عالم۔ مرتبہ بلاقی داس مالک کارخانہ میور پریس دہلی ۱۹۰۹ء ۲۹۲ صفحات بڑا سائز ۷۹ خوبصورت رنگین تصاویر۔ تذکرہ عالم جو کہ سلاطین کی تصاویر کا ایک سلسلہ تھا۔ یہ اسی کی ایک کڑی ہے جیسں بلاقی داس نے اپنی چالیس سالہ محنت سے ایسی رنگین تصاویر پیش کی ہیں۔ جن میں مغلیہ سلطنت کے تمام بادشاہ نیز انکی بیگمات کی تصاویر بھی شامل ہیں۔

۴۔ انگریزی ہندوستانی ڈکشنری : مؤلفہ ڈاکٹر گلکرائسٹ۔ مؤلف نے ہندوستانی فلالوجی کے عنوان سے ایک سلسلہ کتب تالیف کیا تھا جو تین جلدوں پر مشتمل تھا اس سلسلے کی پہلی تصنیف انگریزی ہندوستانی ڈکشنری ہے۔ جو بڑے سائز کی ہے اور تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس ڈکشنری کے شروع میں ایک سو صفحات کا طویل دیباچہ ہے جس میں اردو زبان کی گرامر سے بحث کی گئی ہے۔ یہ ڈکشنری لندن میں ۱۸۲۵ء میں چھپی تھی۔

(بقیہ صفحہ ۱۷۰)

اہل دلیسنہ کے علمی شوق کو ابھارا۔ جس نے ان کے دل و دماغ روشن کیے۔ جس نے ان کی ثقافتی زندگی کی قدروں کو اجاگر کیا۔ آخر اس انمول خزانے کو خود اہل دلیسنہ ہی نے ۱۷ جولائی ۱۹۶۰ء کو یہ کہتے ہوئے دوسروں کے حوالے کر دیا

بسپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

رہے نام اللہ کا ۔

Marfat.com

مخدوم امیر احمد
رحمت فرخ آبادی
ایم اے

سندھ کے دینی کتب خانے

سندھ از منۂ قدیم سے علوم و فنون کا مرکز رہا ہے۔ اشاعت دین کے لئے یہاں اعلیٰ پایہ کے علماء و فضلاء پیدا ہوئے جن کے کارنامے تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھے ہوئے ہیں اور جنہوں نے دینی علوم کی بصیرت عوام الناس میں پیدا کرنے میں ایک اہم کام سرانجام دیا۔

سندھ کی ادبی و علمی خدمت کو ہم بلا پس و پیش دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ان میں ایک دور متقدمین کا ہے اور دوسرا متاخرین کا۔ متقدمین کے دور کا اختتام ساتویں صدی ہجری میں ہوتا ہے۔ اس دور میں دیبل منصورہ، اروڑ اور بھکر سندھ میں اشاعت دین اور اشاعت علم کے اہم مرکز تھے۔ یہاں جو دینی درسگاہیں تھیں ان کے ساتھ لازمی طور پر ملحقہ کتب خانے بھی تھے۔ لیکن ان کی تفصیل ہمیں تاریخ میں کسی طور پر نہیں ملتی۔ اسی طرح آٹھویں اور نویں صدی ہجری سندھ کی تاریخ کا ایک تاریک دور ہے ہمیں چنانچہ اس دور کے علماء کا تذکرہ بھی کسی طور پر کسی تاریخ میں نہیں ملتا ہے۔

دسویں صدی ہجری سے متاخرین کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور کے علماء کا ذکر ہمیں تقریباً تمام تذکروں میں ملتا ہے۔ اس دور میں جگہ جگہ سندھ میں دینی درسگاہیں بھی قائم ہوئیں اس دور میں دعوت دین کی مشہور درسگاہیں ٹھٹھہ۔ نصیرپور۔ مٹیاری۔ ہالا۔ کہوڑا۔ دربیلو۔ شکارپور۔ پاٹ۔ سیوستان۔ بوبک۔ گنبٹ اور درہان میں تھیں۔ ان علاقوں کی درسگاہوں میں سے بیشتر تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری تک بھی قائم رہیں۔ ہر درسگاہ کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کی لائبریری ملحق تھی جس پر تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ صرف و نحو۔ معنی۔ بدیع و بیان۔ منطق و حکمت۔ ادب۔ ریاضی۔ نجوم۔ رمل و جفر۔ ہیئت۔ تجوید و تصوف وغیرہ کے علوم و فنون پر ہر کتاب موجود رہتی تھی۔ ہر طالب علم کو ان کتابوں سے استفادہ کرنے کی اجازت تھی۔ آج کل ان قدیم کتب خانوں کا

Marfat.com

کوئی وجود نہیں ہے۔ ٹھٹھ اور کاہان کے علاوہ جہاں کے کتب خانے تباہ ہو گئے۔ صرف چند کتب خانے ملتے ہیں جن سے ان کی عظمت رفتہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ **کتب خانہ لواری شریف** یہ کتب خانہ ضلع حیدرآباد میں ہے اسے خواجہ محمد زماں اور ان کے فرزندوں نے جمع کیا تھا جو مذکورہ بالا جملہ علوم و فنون پر مشتمل ایک عظیم سرمایہ پر مشتمل ہے۔ کئی صد مخطوطات کے علاوہ سندھی علماء کی تصانیف بھی اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔ پیر احمد زماں موجودہ سجادہ نشین کے والد کے زمانہ سے یہ کتب خانہ بند ہے اور اس تک رسائی ناممکن ہے۔

۲۔ **کتب خانہ پیر رشد اللہ راشدی** یہ کتب خانہ پیر جھنڈو شریف واقع ضلع حیدرآباد میں ہے پیر صاحب نے یہ کتب خانہ چودھویں ہجری کی ابتدا میں قائم کیا تھا انہوں نے اس کتب خانہ پر بے پناہ روپیہ خرچ کیا لندن کی لائبریری انڈیا آفس سے کتابوں کی فوٹو کاپیاں منگوائیں۔ ترکی اور مصر کے کتب خانوں سے نایاب کتابوں کی نقلیں اپنے اخراجات پر کاتب بھیج کر کرائیں۔ قدیم کتب خانے گرانمایہ سرمایہ سے خرید کر شامل کئے اور اس طرح اس کتب خانہ میں نوادرات کا ایک ذخیرہ جمع کیا۔

پیر صاحب کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں میں کتب خانہ کی ملکیت پر جھگڑا ہوا۔ بعد میں یہ کتب خانہ تین حصوں میں تقسیم ہو گیا لیکن اب بھی قابل دید ہے

۳۔ **کتب خانہ خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی** یہ کتب خانہ خواجہ محمد حسن جان فاروقی نے ٹنڈو سائینداد ضلع حیدرآباد میں قائم کیا۔ اس کتب خانہ میں مخطوطات اور نوادرات کا ایک بہترین ذخیرہ ہے آج کل اس کتب خانہ کے متولی آپ کے دو بیٹے خواجہ عبداللہ جان سرہندی اور حافظ محمد ہاشم اس کے نگران ہیں

۴۔ **کتب خانہ میر نور محمد مرحوم** یہ کتب خانہ سندھ کے سابق تالپور حکمرانوں کی یادگار ہے اور ٹنڈو میر نور محمد میں موجود ہے۔ اس کتب خانہ میں بھی بہترین مخطوطات اور نوادرات ہیں

۵۔ **کتب خانہ شمس العلماء میرزا قلیچ بیگ**۔ یہ کتب خانہ حیدرآباد کے محلہ ٹنڈو ٹھوڑو میں واقع ہے جس میں عربی فارسی ترکی اور سندھی کتابوں کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے

۶۔ **کتب خانہ سندھ یونیورسٹی** اس کتب خانہ میں عربی اور فارسی مخطوطات کا ایک بہترین ذخیرہ ہے؎ جس میں مخطوطات کے ذیل میں سندھی علماء کی کتب کی ایک وافر تعداد شامل ہے۔

۷۔ **کتب خانہ مخادیم کہوڑا** یہ کتب خانہ کہوڑا ضلع خیرپور میں ہے۔ یہ یہاں کے قدیم ترین کتب خانوں

؎ اس کتب خانہ کی نادر مخطوطات کا تذکرہ ایک الگ مضمون ہے۔ سندھ یونیورسٹی میں چند مخطوطات میں کیا گیا ہے جو سہ ماہی الزبیر بہاولپور کے شمارہ میں چھپا ہے۔

Marfat.com

میں شمار ہوتا ہے۔ آج کل اس کتب خانہ کی حالت بہت خراب ہے اس کتب خانہ میں مخادیم کھوڑا کے علاوہ سندھ کے متقدم علمائے کرام کی نادر تصنیفات مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔ یہ کتب خانہ ویسے تو وقف ہے لیکن موجودہ متولی کسی کو دیکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔

۸۔ **کتب خانہ جامعہ راشدیہ** - یہ کتب خانہ پیر جو گوٹھ ضلع خیرپور میں ہے۔ سندھ میں راشدی خاندان ایک بزرگ اور باأثر خاندان ہے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت پیر محمد راشد کے پاس ایک بہترین کتب خانہ تھا جو بعد میں تلف ہوگیا۔ موجودہ سجادہ نشین نے اس کتب خانہ کی ترتیب کی طرف توجہ دی اور جامعہ راشدیہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم کر کے اس کے ملحقہ کتب خانہ قائم کیا۔ اس کتب خانہ میں نوادرات کا ایک بہترین ذخیرہ ہے۔

۹۔ **کتب خانہ مخادیم سیوہن** - یہ کتب خانہ سندھ کے قدیم تاریخی شہر سیوہن میں موجود ہے۔ یہ کسی زمانہ میں بہت بہترین تھا لیکن اب بھی اس میں سیوہن کے مخادیم کی تصانیف اور دیگر مخطوطات کا ایک اچھا ذخیرہ ہے جو قابل دید ہے۔

۱۰۔ **کتب خانہ فضل اللہ** - یہ کتب خانہ پاٹ ضلع دادو میں ہے۔ اسے مخدوم فضل اللہ پاٹائی اور ان کے لواحقین نے جمع کیا۔ آج ایک اچھی حالت میں موجود ہے۔ دینی کتب اور مخطوطات کی کثرت ہے آجکل مخدوم نظام الدین پاٹائی اور مخدوم محمد شفیع اس کے نگران ہیں۔

۱۱۔ **کتب خانہ مولانا محمد یاسین** - یہ کتب خانہ گڑھی یاسین ضلع سکھر میں ہے۔ مولانا عبدالغفور سندھ کے ایک بڑے فقیہ اور قادر الکلام شاعر تھے۔ انہوں نے اس گرانمایہ کتب خانہ کو جمع کیا تھا جو آج تک صحیح و سالم حالت میں موجود ہے۔ آجکل اس کے نگران مولانا عبدالغفور مرحوم کے صاحبزادے مولانا عبدالباقی ہیں۔ اس کتب خانہ میں مخطوطات و نوادرات کا ایک قابل قدر اور اہم ذخیرہ ہے۔

۱۲۔ **کتب خانہ پیر غلام مجدد سرہندی** - یہ کتب خانہ مٹیاری ضلع حیدرآباد میں ہے۔ آجکل اس کے نگران خواجہ محمد عمر جان سرہندی ہیں۔ اس کتب خانہ میں تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کتابوں کا ایک اچھا ذخیرہ ہے۔ مخطوطات میں سندھی علماء کی تصانیف قابل ذکر ہیں۔

۱۳۔ **کتب خانہ مخدوم مولانا غلام حیدر** - یہ کتب خانہ ہالا میں مولانا مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ کی نگرانی ہے۔ یہ بہت ہی قدیم کتبخانہ ہے اور مخطوطات و نوادرات کا ایک اچھا ذخیرہ اس میں موجود ہے۔

ان کتب خانوں کے علاوہ دارالعلوم اشرفیہ ٹنڈوالہیار، سندھ مدرسۃ الاسلام، سندھ اسلامیہ کالج حیدرآباد، شاہ ولی اللہ اورینٹل کالج منصورہ، دارالعلوم قاسمیہ میرپور، مدرسہ مدینۃ العلوم بھنڈو۔

(باقی بر صفحہ ۵۲۵)

Marfat.com

رحمت فرخ آبادی
ایم اے

سکھر کے کتب خانے

سکھر از منہ قدیم سے علمی و ادبی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ یہی حال ہمیں یہاں کے سیاسی معاملات میں نظر آتا ہے اس علاقہ کا قدیم ترین شہر اروڑ ہے جو زمانۂ قدیم میں سندھ کا پایۂ تخت تھا اور جس کی حدود سلطنت میں مکران، گجرات، مالوہ راجپوتانہ اور بلوچستان کا ایک وافر حصہ شامل تھا۔ اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ اس رکے اس زمانہ کی تمام متمدن اقوام سے تجارتی تعلقات تھے[1] اروڑ کی تباہی کے سلسلے میں تمام روایات کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ شہر آل سومرہ کے دور کی ابتدا میں ویران ہوا[2]۔ اروڑ کے بعد ہمیں بکھر کے آباد ہونے کا پتہ چلتا ہے[3] جسے کچھ عرصہ بعد مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔ بکھر کی یہ عظمت انگریزی تسلط کے ابتدائی زمانہ تک رہی اور پھر اس کے بعد ہمیں موجودہ سکھر کے عروج کا حال تاریخ کے صفحات میں ملتا ہے

جب ہم اس سلسلہ میں سکھر کی علمی و ادبی حیثیت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس حیثیت سے بھی اس کا شمار برصغیر کے گنے چنے چند شہروں میں ہوتا تھا۔ تاریخ سندھ کے بنیادی و اولیں ماخذ "چچ نامہ" تزئین و ترتیب کے مدارج سے قدیم راجدھانی اروڑ ہی میں گزرا۔ اسی طرح دوسرا اہم تاریخی نسخہ "تاریخ معصومی" اکبر کے دور کے مشہور ماہر فن تعمیرات و سنگ تراش اور سندھ کے ایک بزرگ صوفی میر سید محمد معصوم بن سید محمد صفائی بکھری کے قلم کا رہین منت ہے۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ قلی قطب شاہ نے دکنی اردو میں شعر کہے تو یہاں تاریخ معصومی کے مصنف میر سید محمد معصوم بکھری کے چھوٹے بھائی میر سید فاضل بکھری نے بھی اردو شاعری کو اپنایا۔ یہ وہی میر فاضل تھا

---

[1] دیکھئے ڈاکٹر ایم ایچ پنہور کی کتاب "تاریخ سیاست سندھ" مطبوعہ سکھر ۱۹۶۳ء۔ [2] تذکرہ شعراء سکھر (سندھی) از عبدالمجید میمن سکھر صفحہ ۸ [3] تفصیلات کے لئے دیکھئے فتوح البلدان از بلاذری (اردو ترجمہ) کراچی اور محترم علی شیدائی کا مضمون "سکھر" مطبوعہ ماہنامہ کلیم استقلال نمبر ۱۹۵۲ء سکھر

Marfat.com

کے متعلق ذخیرۃ الخوانین کے مصنف نے لکھا ہے کہ "شعر بہ زبان ہندی کمال فصاحت می گفت و قبولیت
داشت"[1]۔ اس کے بعد سلاطین ارغون و ترخان کے دور کی علمی و ادبی سرگرمیاں ایسی ہیں کہ جنہیں تاریخ سندھ
کا ایک عام اور ادنیٰ قاری کسی طور پر بھی فراموش نہیں کر سکتا۔ ارغون سلاطین میں شاہ حسن کا دور خاص طور پر قابل
ذکر ہے اسی زمانہ میں قاضی قاضن کا جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مہدیہ تحریک سے منسلک تھے پتہ چلتا ہے ان کے علاوہ شیخ محمد رضا
عبدالجلیل بلگرامی، میر بزرگ، محمد رضا دانش، ملا اسحاق بکھری، میر اسد اللہ ساقی اور سید نجم الدین کا بھی وغیرہ قابل
ذکر ہیں۔ یہی حال تقریباً ہمیں بعد کے ادوار میں بھی ملتا ہے۔

درج بالا طویل بیان سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ سکھر ہر دور میں مرکز علم و ادب رہا ہے۔ لیکن اس بات کو
اجاگر کرنے کے لئے ہمیں مزید بنیادی طور پر ان ذخائر کا پتہ لگانا ہو گا جن سے ان علما نے آبیاری حاصل کی اور تاریخ
کے صفحات کو اپنے کارناموں سے مزین کر کے ایک شہرت دوام حاصل کی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے ایسے علمی نوادرات
اور ذخیروں کے حالات جمع کرنے میں یا ان کو یکجا کرنے میں سندھ کی حد تک کچھ کیا ہی نہیں۔

۱۸۴۳ء میں تالپور خاندان کے زوال اور شکست کے بعد سندھ میں انگریزوں کی عملداری شروع ہوتی ہے۔ اس
انگریزی دور کے علمی ذخائر کے سلسلے میں جن کا تعلق صرف سکھر سے ہے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہاں کچھ لائبریریاں اور
دارالمطالعہ بھی تھے جن میں سے کچھ ۱۹۴۷ء میں انتقال آبادی کی نذر ہو گئے۔ اور کچھ بعد میں پس کے تنفس و عنا دکی
وجہ سے بند۔ ایسی لائبریریوں اور دارالمطالعوں میں قابل ذکر درج ذیل ہیں۔

۱۔ سستارام واس لائبریری یہ لائبریری پرانے سکھر کے باشندوں کی امداد دینے کے پیش نظر قائم کی گئی تھی اور ایک
انتظامی ادارہ اس کے جملہ امور کا نگران تھا۔ یہ ۱۹۴۷ء کے حالات کی نذر ہو گئی۔ بچا کچا سرمایہ بہت ہی خستہ حالت میں
سکھر یونین کمیٹی کی تحویل میں الماریوں میں بند ہے۔

۲۔ خواجہ لائبریری یہ لائبریری ۱۹۳۰ء میں غریب آباد سکھر کے اہل علم مسلمان حضرات نے قائم کی تھی یہ بھی

---

[1] ریگزار کے موتی مرتبہ آفاق صدیقی سیکرٹری رابیہ اکادمی سکھر صفحہ ۱۵ اگست ۱۹۶۲ء

[2] دیکھیے راقم الحروف کا مضمون "سندھ یونیورسٹی لائبریری میں چند نادر مخطوطات" مطبوعہ الزبیر بہاولپور شمارہ ۱ جلد ۱
۱۹۶۶ء، صفحہ ۹۶

[3] SUKKUR PAST AND PRESENT (SUKKUR 1962) PAGE 52-53.

Marfat.com

۱۹۴۷ء کے بعد آپس کے بغض و عناد اور دیگر چند ناگزیر حالات کا شکار ہوکر بند ہوگئی۔

۳۔ خلافت لائبریری اسے سنٹرل لائبریری بھی کہتے تھے۔ یہ لائبریری ۱۹۲۱ء میں سندر سیوک سبھا سکھر جس کا قیام ۱۹۱۶ء میں عمل میں آیا تھا قائم کی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد یہ خدام مسلم لیگ سکھر کے زیر انتظام رہا اور "لائبریری خدام مسلم لیگ کہلائی اور پھر تقریباً آٹھ سال بعد چند ناگزیر مجبوریوں کی بنا پر بند ہوگئی۔

۴۔ میمن انجمن لائبریری یہ لائبریری بندر روڈ پر سکھر میمن انجمن کے زیر تحت ۱۹۵۱ء میں قائم ہوئی اور تا حال عوام کے لئے افادیت کی حامل ہے۔

۵۔ جنرل لائبریری سکھر لیکن ان تمام لائبریریوں میں جنرل لائبریری سکھر سب سے قدیم ہے۔ اس کے متعلق مولانا عبیداللہ قدسی اپنی کتاب پاکستان میں ذہنی رجحانات میں رقمطراز ہیں کہ اس وقت پاکستان میں ایک سو چھ لائبریریاں ہیں۔ ان پبلک لائبریریوں کی حالت ناقابل بیان حد تک خراب ہے۔ انہیں علمی ذخائر میں شمار کرنا مشکل ہے۔ ان میں صرف چند لائبریریاں قابل ذکر ہیں جن میں سے ایک جنرل لائبریری سکھر بھی ہے[1]۔ یہ لائبریری سابق صوبہ سندھ کی قدیم ترین لائبریریوں میں سے ہے اور ایک اندازے کے مطابق سکھر میونسپلٹی سے بھی قدیم ہے[2]۔ ضلع سکھر کے گزیٹیر کے مطابق اس کا نام اسٹیشن لائبریری تھا۔ یہ نام اسے ایک جہاز راں کمپنی انڈس فلوٹیلا کمپنی (INDUS — FLOATILA COMPANY) کے سگنل اسٹیشن میں واقع ہونے کی بنا پر دیا گیا تھا۔ یہ جہاز راں کمپنی ۱۸۳۵ء میں قائم ہوئی۔ اس کا ادارہ کمپنی کا بانی پاٹنگر تھا[3]۔ ۱۸۶۹ء میں اس کمپنی کے خاتمہ کے بعد اس کو جنرل لائبریری کا نام دیا گیا اور اس کے دروازے ہر خاص و عام کے لئے کھول دیئے گئے[4]۔ ۱۹۰۹ء میں یہ لائبریری رجسٹرڈ ہوئی[5]

---

[1] پاکستان میں ذہنی رجحانات از۔ عبیداللہ قدسی۔ بک لینڈ بندر روڈ کراچی ۱۹۵۸ء تلخیص صفحات ۱۹۵-۱۹۳

[2] سہ روزہ مجاہد سکھر شمارہ ۱۶ جولائی ۱۹۶۵ء۔ جنرل سیکرٹری لائبریری ہذا کی پیش کردہ مفصل رپورٹ سے اقتباس۔

[3] روز نامہ مہران (سندھی) کراچی سالگرہ نمبر ۱۹۶۱ء مضمون "سندھ پر انگریزوں کا قبضہ۔ مختصر تاریخ"۔ از۔ محمد حنیف صدیقی صفحہ ۱۷

[4] سکھر پاسٹ اینڈ پریذنٹ کے مصنف کے قول کے مطابق اس کا قیام ۱۸۶۹ء میں عمل میں آیا تھا صفحہ ۱۱۲

[5] بحوالہ رجسٹرڈ سرٹیفکیٹ لائبریری ہذا۔

Marfat.com

م پاکستان سے پہلے یہ لائبریری شمالی سندھ کی سب سے بڑی لائبریری شمار ہوتی تھی جہاں ہر شعبہ علم پر بزبان
زیزی ہزارہا کتب طالبانِ علم کے لئے موجود تھیں اس سلسلہ میں ہمیشہ صاحب ثروت افراد نے اس لائبریری کی
رپرستی کی مثلاً دیوان بھوج سنگھ جو سندھ اسمبلی کے پہلے اسپیکر تھے اس کے پنتیس سال معتمد اعزازی رہے[1] اور
ل ایچ اجوانی (L.H. AJWANI) سندھ کے مشہور ادیب اور پروفیسر ادبیات انگریزی ڈی جے
لج کراچی اس کے منتظم رہے[2]۔

قیام پاکستان سے قبل یہ ادارہ نوجوانوں کے ہاتھوں میں چلا گیا جب پاکستان بنا اور سکھر سے بڑی تعداد
ں ہندو بھارت جانے لگے تو جہاں سے جانیوالے ممبروں کی اس ادارے سے دلچسپی ختم ہوگئی۔ اسی زمانہ میں
ہزاروں کتب اور لائبریری کا سیف ڈیپازٹ (SAFE DEPOSIT) خرد برد کر دیا گیا۔ اور اس طرح
لائبریری عرصہ دراز تک مقفل رہی۔ لائبریری کے ریکارڈ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم صوفی شبیر حسین ہاشمی
ئبریرین نے اس کا چارج ۱۹۴۸ء میں لیا اور اس طرح کئی برس کے بعد یہ لائبریری اپنی سابقہ روایات کے
مطابق عود کر آئی اور اب ترقی کی جانب گامزن ہے اس وقت اس لائبریری میں جملہ کتب کی تعداد پندرہ ہزار سے
ائد ہے۔ ان میں کئی نادر مخطوطات بھی شامل ہیں اور کئی ایسی اہم اور قدیم کتب بھی کہ جن کا کہیں نظر آجانا محال ہے۔ یہ
لائبریری دراصل سابق صوبہ سندھ کی نہ صرف قدیم ترین لائبریری ہے بلکہ عوام کی توجہ جس جا بجا سکھر کا جدید ترین لائبریریوں
یں میر معصوم شاہ لائبریری قابل ذکر ہے اسے سکھر میونسپلٹی نے نئے اور پرانے سکھر کے اتصال پر ایک پرسکون جگہ تعمیر کیا
ہے اسی میں ایک آرٹ گیلری ہے اور کئی نادر مخطوطات اور کتب۔ اس وقت اس لائبریری میں جملہ کتب کی تعداد ہے
اوسطاً ہر سال ۵۰۰ کتب کے اضافہ کا اندازہ ہے۔

اسلامیہ کالج سکھر کی لائبریری بھی تعلیمی اداروں کی بہترین لائبریریوں میں ہے اس کا قیام کالج کے ساتھ ۱۹۵۵ء
میں عمل میں آیا۔ اس لائبریری میں جملہ کتب کی تعداد سترہ ہزار سے زائد ہے جس میں کئی اہم اور نایاب کتب بھی شامل ہیں
علاوہ گورنمنٹ انٹر کالج گورنمنٹ پوسٹ ڈگری کالج۔ گورنمنٹ گرلز کالج اور ڈینل کالج کی لائبریریوں کے علاوہ تقریباً ہر
تعلیمی ادارے کا اپنا کتب خانہ بھی ہے جو اساتذہ اور طلباء کی نصابی متعلق ضروریات کی جزوی طور پر تکمیل کرتا ہے

---

[1] سہ روزہ مجاہد سکھر رپورٹ سیکرٹری جنرل لائبریری ۸ جولائی ۱۹۶۵ء

[2] SUKKUR PAST AND PRESENT. PP=114

Marfat.com

مسعود حسن شہاب

اوچ شریف کے علمی نوادر

اوچ کے بیش بہا نوادر میں گیلانی خاندان کی لائبریری خاص اہمیت رکھتی ہے۔ ان میں بعض ایسے مخطوطات بھی ہیں جن کا صرف ایک ہی نسخہ دنیا بھر میں موجود ہے۔ علمی اور تاریخی اہمیت کے اس قومی ورثہ کی دیکھ بھال اور حفاظت اگرچہ بڑے اعلیٰ پیمانہ پر ہونی چاہیئے، اور اس قسم کے سرمایہ کو کسی ایسے عجائب گھر کی زینت بننا چاہیئے۔ جہاں اہلِ تحقیق و نظر کی رسائی ممکن ہو تاہم یہ اعتراف کرنا پڑے گا، کہ گیلانی خاندان بھی اس متاع قومی کی نگہداشت سے غافل نہیں ہے۔ اور کتب خانہ کی ترتیب میں ایک سلیقہ موجود ہے۔ ریاستی دور میں نواب صاحب بہاولپور کی علمی سرپرستی میں ایک کتب خانہ کی جو کیٹیلاگ تیار کرائی گئی اس سے بھی یہ ذخیرہ بہت حد تک محفوظ ہو گیا ہے۔ اس لائبریری میں ہر قسم کے نادر و نایاب کتابیں مذہبی، دینی، ادبی، تاریخی اور دیگر علمی موضوعات پہ ملتی ہیں۔ ہم ان نوادر کا تذکرہ ہر موضوع کے مطابق علیحدہ علیحدہ عنوان سے کریں گے اور صاحب کتاب نیز کتاب کی اہمیت و افادیت کا اجمالی ذکر بھی کر دیا جائیگا۔

قرآنِ مقدس اور فنِ تفسیر اوچ گیلانی کی لائبریری میں قرآن مقدس کے کچھ اجزا خطِ کوفی میں ہرن کی کھال پہ لکھے ہوئے موجود ہیں۔ اس نسخہ کے بارے میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے دستِ مبارک کا تحریر فرمودہ ہے۔ آثار قدیمہ میں قرآن مقدس کے ان مخطوطہ اجزاء کی جو قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ وہ محتاج تشریح نہیں ہے۔ ملا حسین الواعظ کاشفی کی تفسیر حسینی کا ایک نسخہ "یاقوت رقم" کے ہاتھ کا لکھا ہوا بھی اس لائبریری میں موجود ہے۔ "یاقوت رقم" نام کی دو شخصیتیں اورنگ زیب کے عہد حکمرانی میں گذری ہیں۔ ایک عبدالباقی ایرانی تھا جو شاہجہاں کے آخری عہد میں ہندوستان آیا اور جسے سرکاری طور پر اس خطاب سے نوازا گیا دوسرا اس کا شاگرد محمد عارف ہراتی تھا۔ جو اس کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ ہونہار تھا۔ اور اس کا خطاب "یاقوت رقم خاں" تھا۔ کتاب پر صرف یاقوت رقم تحریر ہے۔ جس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ اول الذکر کی فن مہارت کا شاہکار ہے۔ اگرچہ مخطوطہ

Marfat.com

گیلانی کے مرتب ڈاکٹر غلام سرور کی رائے میں اسے محمد عارف ہراتی نے قلم بند کیا ہے۔

حدیث و فقہ | حدیث کے مشہور مجموعہ مشکوٰۃ المصابیح کے بعض قدیم نسخوں کے علاوہ یہاں شیخ نورالحق ترک بخاری کی کتاب تیسیر القاری کا ایک نسخہ محفوظ ہے۔ جو حدیث کی مشہور کتاب صحیح بخاری کی شرح ہے۔

شیخ نورالحق موصوف مشہور شارح حدیث حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ فارسی کے مشہور لپسنہ فذ شاعر رشید الدین وطواط کی ایک کتاب "صد کلمہ" کا قلمی نسخہ بھی گیلانی لائبریری کی زینت ہے۔ صد کلمہ میں فاضل مولف نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے سو ملفوظات عالیہ کو یکجا کیا ہے اس مخطوطہ کا سن تحریر ۹۷۸ھ ہے اور یہ سمرقند میں بیٹھ کر لکھا گیا "سفر السعادۃ" جسے صاحب قاموس شیخ مجدالدین فیروز آبادی نے ترتیب دیا ہے اس کی شرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے قلم سے لکھی ہوئی یہاں موجود ہے اور غالباً گیارھویں صدی میں معرض تحریر میں آئی ہے۔ اس کے علاوہ شیخ موصوف کی ایک کتاب "ترجمہ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین" کا ایک نایاب نسخہ بھی یہاں محفوظ ہے۔

فقہ کی ایک مشہور کتاب شرح وقایہ کا فارسی ترجمہ بھی اس لائبریری میں موجود ہے عربی کی اس ضخیم کتاب کو فارسی جامہ پہنانے والے بزرگ عبدالحق سجاول سرہندی نام کے کوئی صاحب ہیں جنہوں نے ۱۰۶۷ھ میں اسے مکمل کیا۔

کسی گمنام مصنف کا لکھا ہوا ایک فقہی رسالہ "عمدۃ الاسلام" ہے جس پر کاتب کا نام فیض اللہ ساکن دار السلطنۃ لاہور اور سن تحریر شنبہ ۱۹ محرم ۱۰۶۶ھ درج ہے۔

لے اوچ گیلانی کی اس لائبریری کی ابتدا حضرت سید محمد غوث اوچیؒ کی زندگی میں ہوئی [illegible] یہاں ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد اس کتب خانہ میں وقتاً فوقتاً کتابوں کا اضافہ ہوتا چلا گیا اور اس طرح ایک اچھا خاصا علمی ذخیرہ فراہم ہوگیا۔ اوچ گیلانی کے اس علمی خزانہ کی قدر و قیمت کا اندازہ اس امر سے لگائیے کہ اسمیں دنیا بھر کے موضوعات پر کتابیں ملتی ہیں حتیٰ کہ تشکیلات افواج اور ہتھیاروں اور گھوڑوں کے مختلف اقسام اور ان کی دیکھ بھال کے موضوع پر بھی بڑی اہم اور مستند کتابیں موجود ہیں۔

Marfat.com

گیلانی لائبریری میں حضرت مخدوم علی الہجویری کی مشہور کتاب کشف المحجوب کا انتخاب موجود ہے۔ اس کے مرتب ابوسعید ہجویری ہیں۔ جو حضرت موصوف کے تلامذہ میں سے ہیں۔ عبارت کے انداز سے مترشح ہوتا ہے کہ انھوں نے حضرت علی الہجویریؒ کی حین حیات میں اُن کی اجازت سے اسے ترتیب دیا ہے۔ کتاب یہاں سے شروع ہوتی ہے۔

"قال السائل و ہو ابوسعید الہجویری بیان کن مرا اندر تحقیق طریقت تصوف و کیفیت مقامات ایشاں"

ایک قلمی نسخہ کسی گمنام رسالہ کا ہے۔ جیسے شیخ محمد مبارک نے جو بابا سعید کے نام سے معروف تھے، ترتیب دیا ہے۔ دیباچہ کتاب میں وضاحت کی گئی ہے کہ انھوں نے یہ کتاب اپنے روحانی فرزند شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے لئے تصنیف کی تھی۔

فتوح الغیب جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تالیف ہے، اس کی ایک فارسی شرح مفتاح فتوح الغیب[1] کا قلمی نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔ شارح صاحب کتاب کے دوسرے فرزند گرامی شیخ شرف الدین ابو محمد عبدالرحمٰن عیسیٰ ہیں۔ جنھوں نے ۵۵۵ھ میں اسے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

[1] یہ بیان غلط (معلوم) ہوتا ہے۔ شارح شیخ عبدالحق محدث کی مولوی (؟) ہیں

گیلانی سلسلہ کے وہ اولین بزرگ ہیں جو اس برصغیر میں تشریف لائے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین کی ایک شرح مشہور عالم ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے قلم سے بھی یہاں پر محفوظ ہے۔ اور اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ یہ کتاب ملا ئے موصوف نے شیخ بلاول قادری کی فرمائش پر مرتب کی تھی۔

شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کی دو کتابوں مرقع اور کشکول کے قلمی نسخے بھی اس لائبریری میں محفوظ ہیں۔ ایک بے نام قلمی نسخہ حضرت شیخ شرف الحق ابوعلی قلندر پانی پتیؒ کا ذات وصفات خداوندی کے باب میں تحریر فرمودہ ہے۔ تصوف پر ایک بے نام نسخہ مولانا عبدالرحمٰن جامی کا بھی موجود ہے۔ یہ نظم و نثر کا دلکش مجموعہ ہے۔ حرف سرآغاز اس شعر سے ہوتا ہے ؎

عشق جز نائے و ما جز نے نیئم

دے دمی بے ما و مابے دی نیئم

Marfat.com

کسی گمنام مصنف کی ایک کتاب تصوف کے موضوع پر "جواہر الارشادات" کے نام سے موجود ہے مشہور صوفی شاعر اور نامور بزرگ سلطان باہو کی ایک کتاب شمس العارفین کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ یہ مسدس ہے اور نظم میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی منقبت سرائی گئی ہے ؎

کجائی شاہ محی الدین کجائی چرا در کار مشکل من نیائی

نزہتہ الارواح کا ایک قدیم نسخہ بھی یہاں ملتا ہے۔ جسے تصوف کے موضوع پر رکن الدین حسین بن عالم بن الحسن الحسینی[1] نے مرتب کیا ہے۔ تصوف ہی کے موضوع پر کسی گمنام مصنف کی لکھی ہوئی ایک کتاب "لطیفہ شریفہ" ہے۔ اس کے علاوہ ایک کتاب "نزہتہ العاشقین" ہے جسے علی ابن محمود الحاج نے مرتب کیا ہے۔ آغاز کتاب ان الفاظ سے ہوتا ہے "حمد و سپاس آفریدگارے راکہ سینۂ بیدلاں مستمندان مخزینۂ اسرار عشق ساخت" امام علی بن سید نجف علی اکبرآبادی کی ایک کتاب "جواہر الفرقان" اردو زبان میں ہے۔ کتاب اردو کی اس رباعی سے شروع ہوتی ہے ؎

دل میں تھا یہی کہ سب سے اول مضمون سرنامہ میں حمد کبریا ہو موزوں
ہر ملک درزباں کو کب ہے یارا کہ کرے اس وادی کو طے جو حد سے افزوں

یہ کتاب اس اعتبار سے بڑی اہمیت اور قدر و قیمت کی حامل ہے کہ یہ بارھویں صدی کے ایک بزرگ کے رشحاتِ فکر کا نتیجہ ہے اور اردو زبان کے بالکل ابتدائی عہد کی ایک گراں بہا یادگار ہے۔ رباعی کی زبان بتا رہی ہے کہ میر و سودا کا یہ معاصر اردو میں بڑا قادر الکلام اور سلاست و بلاغت میں ان سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

فن تاریخ و رجال تاریخ و سیر کے موضوع پر اوچ گیلانی کی لائبریری میں بعض بیش بہا مخطوطات ملتے ہیں۔ جن میں سے کئی ایک بالکل نادر و نایاب ہیں۔ اس کتب خانہ میں تاریخ سیر

---

[1] رکن الدین حسین بن عالم بن الحسن الحسینی شیخ امیر کمال حسین سادات کے نام سے معروف ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے ربع ثانی میں اس کا انتقال ہوا۔ یہ شاعر بھی تھا۔ اور اس کی ایک مثنوی زادالمسافرین کے نام سے اس کتب خانہ میں موجود ہے۔

Marfat.com

کے بعض نامکمل اجزا موجود ہیں۔ اس کتاب کو غیاث الدین بن حسام الدین خواند میر نے ۹۳۰ھ میں مکمل کیا۔

ایک قیمتی مخطوطہ "فتوح احمد بن الاعثم" کا ہے جسے تیسری صدی ہجری میں خواجہ ابو محمد احمد بن الاعثم الکوفی نے مرتب کیا۔ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر حضرت امام حسینؓ کی شہادت عظمیٰ تک کی تاریخ ہے۔ یہاں اس کا فارسی ترجمہ ہے۔ جو محمد بن احمد المستوفی اہروی نے ۵۹۶ھ میں کیا، مگر نامکمل چھوڑ کر انتقال کر گئے۔ ان کے بعد محمد بن احمد بن ابی بکر الکاتب المار بن آبادی نے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

مولانا عبدالرحمن جامی کی کتاب شواہد النبوۃ کا ایک قیمتی قلمی نسخہ بھی یہاں محفوظ ہے۔ اور دسویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ خواجہ معین الدین بن حاجی محمد الفراہی کی کتاب معارج النبوۃ کا ایک نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔

حسین ابن علی الواعظ الکاشفی کی کتاب روضۃ الشہدا، جس کا آغاز ذیل کی رباعی سے ہوتا ہے۔ بھی اس کتب خانہ کی زینت ہے:

اے شربت دردتو دوائے دل ما　　آشوب بلائے تو عطائے دل ما
از نامہ حمد تو شفائے دل ما　　وز نام حبیب تو صفائے دل ما

حضرت امام علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے فضائل و اوصاف کے باب میں ایک کتاب "مناقب مرتضوی" بھی گیلانی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اسے میر محمد صالح حسینی ترمذی نے جن کا تخلص کشفی تھا۔ گیارھویں صدی ہجری میں مرتب کیا ہے۔ آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

خدا وند عطا کن نشۂ ذوق　　کہ آغازم بنامت نامۂ شوق

مناقب مرتضوی نام کا ایک اور رسالہ بھی ہے جسے حسین ابن معین الدین میبدی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے مناقب میں تحریر کیا ہے۔ اسی مصنف کا ایک رسالہ آئمہ اثنا عشر (بارہ اماموں) کے حالات و مناقب پر تحریر کردہ موجود ہے۔

شاہ عباس صفوی جو ایران کا نامور بادشاہ گذرا ہے۔ اس کے وقائع و حالات پر ایک تاریخی کتاب "تاریخ عالم آرائے عباسی" کا ایک نامکمل نسخہ ملتا ہے۔ اس کتاب کا

Marfat.com

مصنف اسکندر منشی نام کا کوئی مورخ ہے۔

خواجہ فریدالدین عطار کا "تذکرۃ الاولیا" اور شاہزادہ داراشکوہ کی سفینۃ الاولیا کے قلمی نسخے بھی خانوادۂ گیلانیہ کی اس بے بہا لائبریری میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حالاتِ زندگی اور فضائل و مناقب پر کئی ایک گمنام مصنفوں کی کتابیں بھی بہ کثرت موجود ہیں۔ ایسے ہی ایک رسالہ جو کسی گمنام مصنف کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے یہ رباعی سرنقطۂ آغاز ہے۔

یارب بہ کمالات شہ جیلانی   کاندر کرم و فضل نہ دارد ثانی
کن باطن ما پاک بیک جلوۂ او   آلودہ مکن باغرض نفسانی

شہنشاہِ جہانگیر کی خود نوشت یادداشتوں کا ایک مجموعہ "اقبال نامۂ جہانگری" کا قلمی نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔ خود نوشت سوانح کا آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے "در بیانِ جلوس بہ تخت در شہر آگرہ و نمودن جشن عالم افروز بہ جہت یادگار سرگذشت خویش راہ پارۂ بیان کنم تا بر صفحات روزگار اثرے بماند ..... بتاریخ ہشتم جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ صبح، روز پنج شنبہ قریب بیک ساعت نجومی در شہر آگرہ در سن سی و ہشت سالگی پادشاہ شدم و بر مبارکی بر تخت پادشاہی سرا جلوس نمودم"

اوچ کی تاریخی کتابوں میں "اخبار الآفاق" ایک چونکا دینے والی تاریخ ہے اس میں اہلِ بیت نبوت کے گیارھویں امام حضرت حسن عسکریؒ کے بارے میں یہ روایت درج کی گئی ہے کہ انھوں نے بخارا سے ترک سکونت فرما کر ہندوستان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا اور اوچ کی سرزمین کو ان کا مسکن بننے کا شرف حاصل ہوا۔ ع

کلاہ گوشۂ دہقاں بہ آفتاب رسید

اس روایت کی صحت کے لئے تاریخی شواہد موجود نہیں ہیں۔ تاہم راقم الحروف کے ذہن میں ایک عرصہ سے یہ سوال موجود تھا کہ آخر اوچ میں وہ کونسی خصوصیت تھی یا اس کی آب و ہوا میں وہ کیا تاثیر تھی جس نے سادات کرام کے مقدس طائفہ کو ہر دور میں اس سرزمین کا رخ کرنے پر مجبور کیا اور چوتھی صدی ہجری سے لے کر ساتویں بلکہ نویں صدی ہجری تک

Marfat.com

خانوادۂ رسالت کے عظیم الشان اور جلیل القدر افراد کا تانتا بندھا رہا۔ اور انھوں نے صحرا کے اس تپتے ہوئے خطہ کو اپنی سکونت کے لئے منتخب فرمایا۔ اس روایت مذکورہ بالا کی روشنی میں اس کی وجہ بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اور اوچ کی عظمت کو اس واقعہ سے اگر یہ صحیح ہے تو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود: سالہا سجدہ گہ اہل نظر خواہد بود

اخبار الاؔ فاؔ قی کے مصنف کا نام افسوس کہ سعی بسیار کے باوجود نہیں مل سکا۔ کتاب کا آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ رب العلمین ۔۔۔۔ بداں اسعدک اللہ تعالیٰ کہ ایں کتاب از احوال سادات،

ریاض الشعراء — والہ داغستانی جس کا اصل نام علی قلی خاں تھا۔ اس کی کتاب ریاض الشعراء کا قلمی نسخہ بھی اس لائبریری کی قدر و منزلت میں اضافہ کا موجب ہے۔ والہ داغستانی نے اس میں دو ہزار چار سو چھیانوے قدیم و جدید شعراء کے حالات اور اُن کا نمونۂ کلام درج کیا ہے اس سے اس کتاب کی افادیت و اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ اپنے موضوع پر ایک مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ مشہور عالم مولانا ابوالکلام آزاد نے غبار خاطر میں والہ داغستانی کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ مشہور مورخ اور ادیب مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کی کتاب ید بیضا کا قلمی نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔ یہ بھی شعراء قدیم و جدید کا مستند تذکرہ ہے۔ — ید بیضا

یادش بخیر حضرت شیخ مصلح الدین عبداللہ متخلص بہ سعدی شیرازی جنھیں فارسی نثر کا باوا آدم اور فارسی غزل کا پیغمبر[1] مانا گیا ہے۔ اور جو اپنی کتاب گلستان و بوستان کے توسط سے شہرۂ آفاق عظمت کے حامل ہیں۔ ان کی علمی اور تاریخی تصنیفات میں سے "رسالات ستہ" کا قلمی نسخہ بھی اس لائبریری کا بیش قیمت اثاثہ ہے چھٹی صدی ہجری کی اس

---

[1] جامی کا یہ قطعہ اس کا ثبوت ہے۔ در شعر سہ کس پیمبرانند۔ ہر چند کہ لا نبی بعدی۔ ابیات و قصیدہ و غزل را۔ فردوسی و انوری و سعدی

Marfat.com

رنگا رنگ اور بوقلموں شخصیت کے اس مجموعۂ رسالات کو علی ابن احمد بن ابی بکر نے جن کا تخلص نیہ سئون تھا، ترتیب دیا ہے۔ سرنامۂ آغاز حسب ذیل عبارت سے ہوتا ہے:

"شکر و سپاس معبود سے واجبست وزرہ کہ آفرینندۂ مخلوقات عالم است"

شہاب الدین نظام جو بارھویں صدی ہجری کا ایک نامور مورخ ہے۔ اس کے دو رسالے ایک مناقب فخریہ جو مولانا فخرالدین محب النبی اورنگ آبادی کے حالات پر مشتمل ہے اور دوسرا اسرار الابرار جو بزرگان طریقت کے حالات و فرائین واقعات پر مشتمل ہے۔ اوچ گیلانی کی لائبریری میں موجود ہیں۔

اوچ گیلانی کے سجادہ نشین شیخ حامد محمد شمس الدین سادس کی ایک کتاب اپنے بزرگان و آبائے کرام کے بارے میں موجود ہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کا ایک سفرنامہ بھی اس کتب خانہ میں موجود ہے۔ سفرنامہ کی ابتدائی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مرتب کوئی اور ہے۔ عبارت یہ ہے:

"الحمد للہ رب العالمین . . . . اما بعد ایں رسالہ ایست مبز کہ از اں قطب الاقطاب حضرت شیخ جلال الدین جہانیاں جہانگیر قدس اللہ سرہ العزیز کہ عالم کون و مکاں سیر و بحر و بر جہل سال برد بحر طے کردہ و ہشت حج اکبر گذاردہ . . . . در روضۂ پاک آمدہ بہ شیخ عبداللہ مطری قطب مدینہ طاقی شدیم گفت نام تو چیست و از کجا آمدہ و مولد تو کدام زمین است گفت نام من جلال و مولود من اُچہ و از اچہ آمدم"

فلسفہ و ادب | اس موضوع پر چند ایک کتابیں موجود ہیں جن میں ایک کا نام رسالۃ الشیخ الامام الزاہد ابوالحسن علی ابن یحییٰ محمد زند دیسی کا تصنیف کردہ ہے۔ رجیم ارن . . . نے مرتب کیا ہے۔ کتاب مصنفوں کے اعزی اور رسالہ . . . بہاں اس موضوع پر . . . ہیں

طب | میڈیکل سائنس پر بعض بیش قیمت قلمی نوادر بھی اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔[1]

---

[1] طب کی بیشتر کتابیں اس عہد کی پیداوار ہیں جب طب یونانی اپنے پورے عروج پر تھا۔ اس موضوع پر تقریباً ہر شعبہ سے متعلق الگ الگ کتابیں اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔ مگر فن جراحی جو طب کا ایک اہم شعبہ ہے اس زمانہ میں عملاً ناپید تھا۔ اس لئے جراحی کے موضوع پر کوئی کتاب یہاں نہیں ملتی۔

Marfat.com

طب کے ایک نادر و نایاب مجموعہ ذخیرۂ خوارزم شاہی کے بعض حصے بھی موجود ہیں۔ فارسی زبان میں چھٹی صدی ہجری کے ربع اول کی یہ تصنیف طب کی بالکل ابتدائی عہد کی کتابوں میں سے ہے۔ اس کے مرتب و مؤلف زین العابدین ابو ابراہیم اسمٰعیل بن الحسین بن محمد بن احمد حسینی الجرجانی نام کے ایک بزرگ ہیں، جو غالباً ۵۳۱ھ میں فوت ہوئے انھوں نے یہ کتاب خوارزم کے پہلے بادشاہ قطب الدین کے لئے جس کا عہد حکومت ۴۹۱ھ سے ۵۲۱ھ تک ہے۔ ۵۰۴ھ میں تالیف کی۔ ذخیرہ خوارزم شاہی دس حصوں میں منقسم ہے اور ہر حصہ میں کئی ابواب و فصول ہیں۔ کتاب کا چھٹا حصہ اس عبارت سے شروع ہوتا ہے

"کتاب ششم از ذخیرۂ خوارزم شاہی۔ سر بالا و انست کے اندریں کتاب بیماری ہائے جزوی از سرتا پا یاد کردہ شود و اسباب و معالجات آن و ایں کتاب بیست و یک گفتار است۔"

ذخیرۂ خوارزم شاہی کے ان اجزا کے علاوہ بعض دیگر قیمتی طبی مسودات اور بیش بہا مخطوطات موجود ہیں ان میں علی ابن حسین الانصاری جو حاجی زین العابدین عطار کے نام سے معروف تھے۔ کی کتاب اختیارات بدیعی ہے۔ جسے آٹھویں صدی ہجری میں لکھا گیا منصور بن محمد احمد بن یوسف بن فقیہہ الیاس کی کتاب "کفایۂ منصوری" بھی طبی معلومات پر ایک مستند اور جامع کتاب ہے۔ اس کتاب کو اس کے مصنف نے نویں صدی ہجری کے وسط میں کشمیر کے مشہور بادشاہ زین العابدین کی طرف منسوب کیا ہے۔ کتاب کا آغاز اس خطبۂ مسنونہ سے ہوتا ہے:

"شکر و سپاس مر خالقے را کہ در خلقت انسان و حقائق حکمت او بے پایان است۔"

سکندر آملی کی کتاب مرآۃ الصحت جو اس نے اپنے لڑکے محمد صادق کے لئے بطور خاص تصنیف کی طب پر ایک معلومات افزا کتاب ہے۔ دہلی کے مشہور طبیب حکیم محمد شریف خاں کی ایک کتاب "علاج الامراض" بھی اس کتب خانہ کی قیمتی متاع ہے۔ کتاب کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:۔

در فیض است منتس از کشائش نا امید ایں جا   بہ رنگ دانہ از ہر قفل می روید کلید ایں جا

کسی گمنام مصنف کی لکھی ہوئی ایک کتاب ریاض الادویہ ہے جسے ۱۰۹۹ھ میں کسی قابل طبیب نے مرتب کیا۔ کتاب کا آغاز

Marfat.com

"الحمد للّٰہ الذی خلق الکل دارد دوائی و بعد برضمائر صافیہ محجوب نماند کہ این نسخہ البیت۔"

ایک کتاب "قرابادین قادری" ہے۔ محمد اکبر معروف بہ محمد ارزانی ابن حاجی محمد مسکین نے ۱۱۲۱ھ میں مرتب کی ہے۔ "از ملہم غیب بداں مامور شدہ کہ قرابادینی بنویسد۔" اس کے علاوہ طب کی ہر صنف پر کتابیں موجود ہیں۔ ایک کتاب مختلف جانوروں کے گوشت کی خاصیت کے باب میں ہے۔

شعر و ادب | گیلانی لائبریری میں فارسی کے قدیم و جدید شعراء کے دواوین اور ان کے شعری سرمایہ کا معتدبہ ذخیرہ موجود ہے۔ اور مشاہیر شعراء میں بہت کم ایسے فارسی شاعر ہوں گے جن کے رشحات فکر کے نادر قلمی نسخے یہاں دستیاب نہ ہوں۔

فردوسی جسے ابیات فارسی کا پیغمبر کہا گیا ہے۔ اور جسے انوری جیسے نامور شاعر نے فارسی شاعری کا خداوند کہا ہے۔ انوری کا قطعہ ہے۔

آفرین بر روان فردوسی ۔ آں ہمایون نژاد فرخندہ ۔ او نہ استاد بود و ما شاگرد ۔ او خداوند بود و ما بندہ ۔ فردوسی کی شہرہ آفاق نظم شاہنامہ جو ساٹھ ہزار سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مصور قلمی نسخہ گیلانی لائبریری کی قدر و قیمت میں اضافہ کر دیا ہے۔ شاہنامہ فردوسی کا ایک نثری انتخاب "کتاب منتخب شاہنامہ" کے عنوان سے توکل بیگ ولد تولک بیگ حسینی کا ترتیب دیا ہوا اکبری عہد کا کتب خانہ کی زینت ہے۔ یہ کتاب غزنی کے گورنر شمشیر خاں کی فرمائش پر لکھی گئی اور اسی لیے اس کا نام تاریخ دلکشائے شمشیر خانی بھی ہے۔ یہ مخطوطہ بھی نادر ہے۔ اور اس میں پچیس خوبصورت قلمی تصاویر اس انتخاب کی شان زیبا ...

مشہور فلسفی شاعر حکیم سنائی جسے مولانا رومی نے ان الفاظ میں خراج تحسین دیا۔

عطار روح بود و سنائی دو چشم او ۔ ما از پی سنائی و عطار آمدیم

چھٹی صدی ہجری کے اس صوفی شاعر جس کا پورا نام ابوالمجد مجدود بن آدم سنائی ہے۔ کی مشہور کتاب حدیقۃ الحقیقۃ و شریعۃ الطریقۃ "جو مثنوی کے رنگ میں لکھی گئی ہے" یہاں اس کا نادر نسخہ [illegible] موجود ہے [illegible] شعر [illegible]

Marfat.com

برتر از وہم و عقل و حس و قیاس   چیست جز خاطر خدائے شناس

اوحدالدین انوری جو فارسی قصیدہ گوئی میں طرز خاص کا موجد ہے۔ اس کا دیوان بھی اس کتب خانہ کی زینت ہے۔ دیوان کا سرآغاز یہ شعر ہے۔

مقدری نہ بآلست قدرت مطلق   کند ز شکل بخاری چو گنبدے ازرق

خمسہ نظامی گنجوی جس میں چھٹی صدی کے اس مشہور شاعر کی پانچ مختلف مثنویوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس کا ایک مصور ایڈیشن بھی اس کتب خانہ میں موجود ہے۔ پانچ مثنویاں حسب ذیل ہیں۔ (۱) صنعت پیکر جس کا پہلا شعر یہ ہے۔ ؎

اے جہاں دیدہ بود خویش از تو   ہیچ بودی نبود پیش از تو

(۲) لیلیٰ مجنوں، اس شعر سے شروع ہوتی ہے ؎

اے نام تو بہترین سرآغاز   بے نام تو نامہ کے کنم باز

(۳) خسرو و شیریں۔ یہ اس شعر سے شروع ہوتی ہے۔ ؎

خداوندا در توفیق بکشائے   نظامی را رہ تحقیق بنمائے

(۴) مخزن اسرار۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   ہست کلید در گنج حکیم

(۵) سکندر نامہ، اس کے دو حصے ہیں۔ ایک اسکندر نامہ بری جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

خدایا جہاں بادشاہی تراست   ز ما خدمت آید خدائی تراست

اور سکندر نامہ بحری جس کا مطلع ہے۔ ؎

خرد ہر کجا گنج آرد پدید   بنام خدا سازد آں را کلید

۱؎ فردوسی کا انتقال محمود غزنوی کے عہد میں ۴۱۱ھ میں ہوا۔ ۲؎ حکیم سنائی غزنوی کا انتقال ۵۲۵ھ میں ہوا۔ ۳؎ انوری ۵۸۷ھ میں فوت ہوا۔ ۴؎ نظامی گنجوی کا پورا نام نظام الدین ابو محمد الیاس ابن یوسف ابن سوید الگنجوی ہے۔ ۵۳۵ھ میں پیدا ہوا اور ۵۹۹ھ میں فوت ہوا۔

۵؎ اوحدالدین انوری کا یہ شعر عہد قدیم کے اس فلسفہ کا غماز ہے جس میں آسمان کو بخارات کا ایک غیر مادی وجود قرار دیا گیا ہے۔ جدید فلسفہ بھی اسے کسی حد تک صحیح قرار دیتا ہے۔ انوری فلکیات بالخصوص نجوم کا ماہر تسلیم کیا جاتا تھا۔

Marfat.com

سکندر نامہ کا ایک مصور قلمی نسخہ بھی اس کتب خانہ میں موجود ہے۔

ابوحامد یا ابوطالب بن ابی بکر ابراہیم فرید الدین عطار نیشا پوری[1] کا ایک منظوم رسالہ منطق الطیر بھی یہاں موجود ہے۔ آغاز اس شعر سے ہوا ہے۔

آفریں جاں آفرین پاک را آنکہ جاں بخشید جانِ پاک را

فرید الدین عطار کی ایک اور مثنوی جواہر الذات جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

بہ نام آنکہ نور جسم و جاں است خدائے آشکار او نہاں است

اور مظہر العجائب جس کا ہر مطلع دیوان یہ شعر ہے۔

آفریں جاں آفریں بر جانِ جاں ؛ آنکہ ہست اور آشکار او نہاں۔ بھی اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی[2] کی مثنوی کا ایک قلمی نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ان کی مثنوی کے پہلے دفتر کی شرح جسے ان کے ہم نام مولانا جلال الدین واعظ بخاری نے قلم بند کیا ہے۔ کا ایک نسخہ بھی اس کتب خانہ میں موجود ہے۔

دیوان شمس تبریز جو دراصل مولانا رومی ہی کے کلام کا مجموعہ ہے۔ اور جسے غلطی سے ان کے مرشد کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ وہ بھی اس کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ دیوان کا پہلا شعر ہے ؎

اے گلِ اصل شکر ہی بااز شکر اونی تیزی شکر خوش و گل ہم خوش از ہر دو نکو تر دونا

دیوان سعدی کا ایک عمدہ نسخہ بھی اس کتب خانہ میں موجود ہے اس دیوان میں شیخ سعدی شیرازی کے قصائد میں طیبات اور مقطعات ہیں یہ گویا سعدی کی کلیات ہی کا ایک نا تمام نسخہ ہے۔ افسوس کہ اس مجموعہ میں سعدی کی غزلیات موجود نہیں ہیں۔ جو اس کی شاعری کا طرۂ امتیاز ہیں۔ سعدی کے قصائد کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے ؎

شکر و سپاس نعمت و منت خدائے را پروردگار خلق و خداوند کبریا

طیبات کا پہلا شعر یہ ہے:۔ ؎

اول دفتر بہ نام ایزد دانا صانع پروردگار حی و توانا

---

[1] خواجہ فرید الدین عطار ۵۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۶۲۷ھ میں انتقال فرمایا۔ [2] مولانا رومی ۶۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۷۲ھ میں فوت ہوئے۔

Marfat.com

منظومات میں پہلا قطعہ یہ ہے:۔

آں ماہ دو ہفتہ در نقاب است   یا حور زکہ دست در نقاب است
آں وسمہ بر ابروان دلبند   چوں قوس قزح بر آفتاب است

سعدی کے پند نامہ یعنی "کریما" کا ایک قلمی نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔

شرف بخاری کا مشہور رسالہ "نام حق" بھی ہے جو درس نظامی میں شامل ہے۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

نام حق بر زباں ہمی رانیم   کہ بجان و دلم ہمی خوانیم

یمین الدین ابوالحسن امیر خسرو[1] ابن سیف الدین محمود شمسی کی مثنوی قران السعدین کا ایک نہایت عمدہ نسخہ بھی اس کتاب خانہ میں موجود ہے۔ زاد المسافرین جسے رکن الدین حسین بن عالم بن ابی الحسن الحسینی نے ترتیب دیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ بھی یہاں محفوظ ہے۔ آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:۔

اے برتر از آں ہمہ کہ گفتند   آنانکہ پدید یا نہفتند

دیوان حافظ شیرازی[2] کے کئی ایک قلمی نسخے بھی یہاں موجود ہیں۔

شاہنامہ کی طرز پر لکھا ہوا "خاورنامہ" جو حضرت امام علی ابن ابی طالب کے معرکہ ہائے حرب و قتال کی داستان ہے۔ اور جسے نویں صدی ہجری میں شمس الدین بن حسام الدین نے جو ابن حسام کے نام سے مشہور ہے، نظم بند کیا ہے، اس کتب خانہ میں موجود ہے۔

مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی[3] فارسی کے مشہور نغز گو شاعر گذرے ہیں۔ ان کی کئی ایک مثنویاں جن میں "سلسلۃ الذہب" "اعتقاد نامہ" "لیلیٰ مجنوں" "یوسف زلیخا" کے قلمی نسخے بھی یہاں محفوظ ہیں۔ محی لاری کی "فتوح الحرمین" جسے غلطی سے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کا ایک نسخہ بھی یہاں محفوظ ہے۔ آغاز کا شعر یہ ہے۔ ؎

اے مہر تو ستارہ بر درت التجا   کعبۂ دل راز تو نور و صفا

---

[1] امیر خسرو جو بیک وقت سپاہی بھی تھے اور صاحب قلم بھی، صوفی بے ریا بھی تھے اور رند پاکباز بھی، شاعر نغمہ نواز بھی تھے اور مغنی آتش نفس بھی۔ ۶۵۱ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۷۲۵ھ میں وفات پائی اور اپنے مرشد خواجہ نظام الدین اولیا کے قدموں میں دفن ہوئے۔ [2] حافظ شیرازی غزل میں طرز نو کا علمبردار تھا۔ اس کا انتقال ۷۹۱ھ میں ہوا۔ پورا نام شمس الدین محمد اور حافظ تخلص تھا۔ [3] مولانا عبدالرحمٰن جامی بہت بڑے عالم فقیہ شاعر اور ادیب تھے۔

Marfat.com

بدرالدین ہلالی استر آبادی[1] کا ایک دیوان بھی اس کتب خانہ میں موجود ہے مطلع سرآغاز یہ ہے :۔ اے نور خدا در نظر از روئے تو ما را ٭ بگذار کہ در روئے تو بینم خدا را

ہلالی استر آبادی کی ایک مثنوی "صفات العاشقین" بھی یہاں موجود ہے۔

غزبتی نام کے ایک شاعر کا دیوان بھی یہاں موجود ہے۔ پہلا شعر یہ ہے۔

کل حمد از حبہ مولائی که عطا کرد طبع گویائی

کمال الدین وحشی یزدی کی مثنوی فرہاد و شیریں، میر مشتاق کا دیوان جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

مخواں زدیر م بہ کعبہ زاہد کہ بردہ از کف دل من آنجا ٭ بہ نامہ مطرب بہ عشوہ ساقی بخندہ ساغر بہ گریہ مینا

اور محتشم کاشی کی غزلیات بھی یہاں موجود ہیں۔

سید محمد بن زین الدین بن جمال الدین جنکا تخلص عرفی شیرازی[2] تھا۔ اور جو مغل بادشاہ اکبر کے عہد کا نامور شاعر تھا۔ اس کی کلیات کا ایک نادر مجموعہ بھی یہاں محفوظ ہے کلیات میں "رسالہ نفسیہ" کے علاوہ جو نثر میں ہے۔ اس کی غزلیات، مقطعات، قصائد اور مثنوی مجمع الابکار شامل ہیں۔ عرفی شیرازی کے قصائد کا ایک الگ مجموعہ بھی کتب خانہ میں موجود ہے۔

غنی کاشمیری[3] کا دیوان بھی یہاں ناقص حالت میں موجود ہے۔ مرزا محمد علی صاحب اصفہانی[4] کے دیوان کا منتخب کلام بھی یہاں موجود ہے۔ آغاز اس شعر سے ہوا ہے :۔

نہ دہ دانست آنکہ جرم خویش را بیچارہ شد آدم از جنت برائے گندمے آوارہ شد

محمد اسحاق شوکت بخاری[5] کے دیوان کا ایک نسخہ بھی محفوظ ہے۔ پہلا شعر یہ ہے :۔

الٰہی ہنگ تاثیرے کرامت کن فتا تم را زموج اشک بلبل آب دہ تیغ تبسم را

میر عسکری[6] عاقل خاں رازی کی مثنوی مرقع کا ایک نسخہ بھی موجود ہے۔ پہلا شعر یہ ہے

ایہا الساقی اغثنی فی الغمام اسقنی من جرعة الکاس اکرام

ہ حضرت سید محمد غوث اوچی کے ہمعصر تھے ۸۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۹۹ھ میں رحلت فرمائی۔ مولانا عبیداللہ احرار سے بیعت ہوئے ؎ چوں نقر اندر لباس شاہی آمد ٭ بہ تدبیر عبیداللٰہی آمد (جامی)

[1] ہلالی استر آبادی کا انتقال ۹۳۶ھ میں ہوا۔ [2] عرفی شیرازی ۹۹۹ھ میں فوت ہوا۔ [3] ۱۰۷۹ھ میں فوت ہوا۔ [4] وفات ۱۰۸۱ھ میں ہوئی [5] ۱۱۰۷ھ میں فوت ہوا۔ [6] میر عسکری فوج میں ایک عہدیدار تھا۔ اس کا انتقال ۱۱۰۸ھ میں ہوا۔

Marfat.com

ناصر علی سرہندی[۷] کا دیوان جس کا مطلع یہ ہے :-

محبت جادۂ دارد نہاں درخلوت دلہا ۔۔۔ چہ نادر سجہ گم گردید ایں رہ زیر منزلہا

اس کی ایک مثنوی جس کا پہلا شعر ہے :-

الٰہی ذرہ دردے بجاں ریز ۔۔۔ شرروریختہ زار استخواں ریز

مرزا محمد رفیع خاں باذل[۸] کی مثنوی حملہ حیدری کا ایک نایاب نسخہ بھی یہاں ملتا ہے۔
پہلا شعر ۔۔۔ بنام خداوند بسیار بخش ۔۔۔ خرد بخش دیں بخش و دینار بخش

مرزا عبدالقادر بیدل[۹] کے کلام کا ایک عمدہ انتخاب بھی جس میں اس کی رباعیات ترکیب بند، ترجیع بند، اور قصائد شامل ہیں، یہاں موجود ہے۔ بیدل کی ایک رباعی :-

زاں کس کہ منزہ است زآب وگل ما ۔۔۔ بے او عدم است خلوت ومحفل ما

نامش از پردہ بہ زباں می آید ۔۔۔ واللہ کہ نیست جائے او جز دل ما

صدرالدین[۱۰] بن زبردست خاں فائز کا مجموعہ کلام جس میں غزلیات وقصائد اور دیگر اصنافِ شعری کے علاوہ مرثیے بھی ہیں۔ مرثیہ کا ایک شعر ملاحظہ ہو :-

یا مصطفیٰ حسین خودت در بلا ببیں ۔۔۔ افتادہ سرجدا بہ رہ کربلا ببیں

نظام الملک، آصف جاہ کے درباری شاعر فیض[۱۱] کا دیوان بھی کتب خانہ کی زینت ہے

تا نگہ افتاد بر لعل لب دلبر مرا ۔۔۔ برد ہوش از سرخیال بادہ احمر مرا

قصیدہ کا یہ شعر ہے

چو فیض خستہ احوالم ترا لبست ۔۔۔ نظام الملک آصف جاہ بے توشہ

نور العین واقف بٹالوی[۱۲] کا دیوان بھی موجود ہے۔ پہلا شعر ہے :-

مبارک است بہ نام تو افتتاح کلام ۔۔۔ تبارک اسمک یا ذوالجلال والاکرام

۷ وفات سنہ ۱۱۰۸ھ میں ہوئی۔ ۸ سن وفات سنہ ۱۲۳۳ھ ہے۔ ۹ اردو اور فارسی کے اس نامور شاعر کا سنِ وفات سنہ ۱۱۳۳ھ ہے۔ دہلی میں قلعہ کہنہ کے قریب مدفون ہے۔ اس کا یہ شعر زبان زد عام ہے ؎
ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نہ رفت رنج خمار ما ۔ چہ قیامتی کہ نمی رسی زکنار ما بہ کنار ما۔ ۱۰ بارھویں صدی کے وسط میں فوت ہوا ۱۱ واقف بٹالوی کا سنِ وفات سنہ ۱۲۰۰ھ ہے۔ والد کا نام امانت اللہ تھا۔ ۱۲ فیض کا پورا نام محمد فیض اللہ تھا۔ دیوان پہ خود اس کی اپنی مہر ثبت ہے۔ اور اس پر ۱۱۹۹ھ درج ہے۔

Marfat.com

واقف بٹالوی بڑا اچھا غزل گو بھی تھا۔ اس کا یہ شعر قابلِ داد ہے :۔

تو ئی کہ ساختہ ای دردمند واقف را ۔۔۔ تو ئی کہ چارۂ آں دردمندانہ کنی

سرائیکی زبان کے مشہور شاعر خواجہ غلام فرید کے بزرگوں میں حضرت خواجہ غلام محمد فخر الدین ایک نامور صوفی گذرے ہیں۔ اُن کا تخلص اوحدی تھا۔ کتب خانہ میں اُن کا دیوان بھی موجود ہے۔ سر مطلع آغاز یہ شعر ہے :۔

اوحدی آنکہ گشت محو بہ ذات ۔۔۔ از جہات و قیود یافت نجات

معروف و غیر معروف شعراء کے اس ذخیرۂ کلام میں کلیاتِ سید" ایک اہم اور نہایت بیش قیمت مجموعہ ہے۔ سید دراصل تخلص ہے اوچ گیلانی کے سجادہ نشین حضرت مخدوم حامد محمد شمس الدین سادس کا جو اردو فارسی اور سرائیکی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ کلیاتِ سید کے کئی نسخے یہاں موجود ہیں۔ بعض مختصر اور بعض ضخیم ہیں۔ مخدوم صاحب کا انتقال ۱۳۰۳ھ میں یعنی آج بیاسی برس پہلے ہوا اُن کے مجموعہ کلام میں ہر صنفِ سخن پہ طبع آزمائی کی مثالیں ملتی ہیں۔ اردو غزل میں نمونہ کلام ملاحظہ ہو :۔

کیوں نہ ہر لحظہ زباں پر ہو مری حمدِ خدا ۔۔۔ تجھ سا بت سنگدل و عربدہ جو خلق کیا

یا خدا کوئی بشر مجھ سا گرفتار نہ ہو ۔۔۔ جان سے جائے بلا سے یہ آزار نہ ہو

مرثیہ کا انداز :۔

کرو محو غم شہ بیں چشم گریانی ۔۔۔ لب فرات ہوا آہ قتل بن پانی

بعض دیگر اردو اشعار :۔

یا الٰہی کون ہے فریاد رس تیرے سوا ۔۔۔ دردمندم بیکسم بس عاجزم سرتا بہ پا

کس سے جا کر کہوں میں راز دلی ۔۔۔ تجھ سا ہے کون دیوے داد مری

اے جناب کبریا میری یہی ہے التجا ۔۔۔ پنج تن کے واسطے مرا زار آ دے مدعا

سرائیکی کے اشعار :۔

الف اللہ آن ملاوے تینوں مینوں سوز فراق جلاوندا ہے

اندر گیری ہو یاں باہر و بیری ہو یاں مکوں ڈھیں جا جلاوندا ہے

Marfat.com

ایک اور شعر:-

الف آدمی ڈھولا کدی اہناں جھوکاں　　ساڈوں عشق تساڈے تن لایاں جھوکاں

فارسی اشعار:-

یارب چہ شد کہ یارب من از سما گذشت　　ناسور دل ز مرہم و درد از دوا گذشت

ولا شکر خدا کن نا توانی　　کہ داد انسان را شیریں زبانی

ایں چہ در دلیست کہ دل پاس بہ خود بگیرند　　دامن خویشتن از زلیست عزا ہم چینند

الٰہی شد بہ عصیاں روزگارم　　کنوں از کردۂ خود شرمسارم

غزل کا ایک شعر:-

ازل ایے آنکہ بہ بستی ہزاراں قافلہ دل ہا　　بیارد ز سرے زدن دیدہ من ساز منزل ہا

اوچ گیلانی کی اس لائبریری کا ایک نادرۂ روزگار نسخہ علامہ قاضی قطب الدین کاشانی کا منظوم رسالہ تحفۃ الفقہ ہے۔ قاضی موصوف ناصر الدین قباچہ کے عہد میں ملتان اور اوچ کے قاضی القضاۃ رہے ہیں اور حضرت مخدوم بہاول الحق زکریا ملتانیؒ کے ہم عصر تھے تحفۃ الفقہ کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

شکر حق را کہ رب عالمیانست　　نعمت عاقبت بہ منتقیانست

گو سائیں ولی رام کے ایک ہندو شاعر کا متصوفانہ فارسی کلام بھی اس لائبریری میں موجود ہے یہ ایک مثنوی ہے۔ جو اسلامی تصوف کے چند مختلف موضوعات پر مشتمل ہے۔ مثنوی کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:-

ما ہمہ کفر و دیں بہ گشتہ ایم　　محو اصل و زیں دو بے خود گشتہ ایم

لے تاریخ اوچ میں مولوی حفیظ الرحمٰن مرحوم نے قاضی قطب الدین کا مزار اوچ لکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ ملتان میں مدفون ہیں ان کا مزار ... حضرت مخدوم بہاول حق زکریا ملتانی کے مزار کے جنوب مغرب میں واقع ہے قباچہ نے انہیں حضرت زکریا ملتانی ... تورنے کے لئے بلایا تھا۔ مگر بعد میں قباچہ ان کا بھی مخالف ہو گیا ایک روایت یہ ہے کہ قباچہ نے انہیں اوچ بلا کر قتل

کشمیر جنت نظیر کی تعریف میں نیز مغلیہ فن تعمیر اور مغل بادشاہوں کی بنائی ہوئی عمارتوں کے وصف میں ایک مجموعۂ کلام کسی گمنام شاعر کا یہاں موجود ہے۔ آغاز اس شعر سے ہوتا ہے

نمی گویم کہ اسمم رفت از یاد نسیمے می وزید از جنبش افتاد

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت میں ایک رسالہ "حلیۃ النبی" نظم میں ہے۔ شاعر کا نام اعظم ہے۔ سر مطلع دیوان یہ شعر ہے:۔

حمد مر خالق محمدؐ راست کہ جمال محمدی آراست

نثری ادب

نثری ادب میں بعض نامور ادیبوں اور علمی شخصیتوں کے خطوط کے علاوہ حکایات، رقعات اور پند و نصیحت پر مشتمل بعض ادبی نگارشات بھی اس کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

سعدی کی گلستان کے قلمی نسخے کے علاوہ انشاء ابوالفضل، شیخ حامد گنج بخش ثانی کے مکتوبات جو انھوں نے اپنے مریدین اور نواب امیر محمد مبارک خاں اور نواب بہاول خاں ثانی کے نام لکھے۔

حسین ابن علی واعظ کاشفی کی انوار سہیلی اور لطائف ظرائف اور شیخ عنایت اللہ کمبوہ کی بہار دانش کے قلمی نسخے بھی یہاں موجود ہیں۔ نورالدین محمد عوفی کی جامع الحکایات جو اس صنف ادب میں فارسی کی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بھی اس لائبریری میں موجود ہے۔ جامع الحکایات کے مصنف ناصر الدین قباچہ کے عہد کے اہم علمی بزرگ تھے اور انھوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ اوچ میں گذارا۔ ان کا تذکرہ اوچ کی علمی شخصیتوں کے باب میں ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔ جامع الحکایات کا ربط آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے:۔

"شکر و سپاس مر خدائے را کہ آفریندہ گیتی و سنانیدہ نیکی است"

متفرقات

مذکورہ بالا ادبی تصنیفات کے قلمی نسخوں کے علاوہ اردو شعراء اور فارسی کے کلام کے انتخابی نمونے بھی اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔ ان انتخابی مجموعوں سے ان کے مرتبین کے ذوق بلند اور حسن نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

Marfat.com

دمی کہ بے تو رود زندگی نمی شمرم | بیا کہ خون جگر می رود زچشم ترم
بہ ہمواری ادب کن خصم سرکش راکہ خاکستر | بہ نرمی زیر دست خویش می گرداند آتش را
ترا کہ نور نظر نیست اعتبار انگیز | نظر بہر چہ کنی می شود غبار آمیز
عجائب نشہ دارم مبین کردہ آرامم | زچشم یار ساغر می دہد ہر حلقہ دامم
سالہا شد کہ بہ آں رخ نگرانی دارم | دیر باشد کہ ز زلف تو نشانی دارم
ذرہ خاک بہ مسند کہنم می خندد | ہر سر خرمنم اے برق درخشندہ بیا

اوچ گیلانی کی لائبریری کا سب سے قیمتی سرمایہ اور اس کی سب سے بیش بہا دولت مصوّری کے وہ نادر شاہکار ہیں جن کے کئی مجموعے اس کتب خانے کی زینت ہیں۔ قلمی تصاویر کے ان مختلف مجموعوں میں جو کسی ماہرِ فن مصوّر کے موئے قلم کے شاہپارے ہیں۔ بادشاہوں، فقیروں، درویشوں، شاہزادوں اور اہل اللہ کی قلمی تصاویر بڑی عمدہ اور نفیس حالت میں موجود ہیں۔

بادشاہوں میں خسرو ساسانی۔ طغان شاہ دکن، نوشیروان فارسی، امیر تیمور، شاہجہاں، ہمایوں، اورنگ زیب عالمگیر، بابر، جہانگیر، اکبر، عمر شیخ ابن ابو سعید، سلطان محمد ابن میراں شاہ، میراں شاہ، نادر شاہ وغیرہ

شاہزادوں میں داراشکوہ، مراد بخش، شجاع اور کئی دوسرے شاہزادوں اور مغل شاہزادیوں کی تصویریں شامل ہیں۔

بزرگانِ دین اور اہل اللہ میں حضرت اویس قرنی، خواجہ حسن بصری، شیخ عبدالقادر جیلانی خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ فریدالدین گنج شکر، مخدوم بہاول حق زکریا ملتانی، حضرت علی الہجویری داتا گنج بخش ابراہیم بن ادھم، سید جلال سرخ بخاری، شیخ نظام الدین محبوب اولیاء دہلوی، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مخدوم شیخ راجو، لعل شہباز قلندر، شاہ رکن عالم، سید عبدالوہاب گیلانی، شیخ صدرالدین، میاں میر، شاہ دولہ، شیخ محمد کیمیا نظر بخاری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ شاہ ابو المعالی، شاہ شرف، شیخ محمد حامد گنج بخش ثابت بانی قلعۂ اوچ اور سکھوں کے مشہور مذہبی پیشوا گورو ارجن۔

Marfat.com

شعراء میں شیخ سعدی، مولانا رُومی، شمس تبریزی، امیر خسرو، حافظ شیرازی، مولانا جامی اور شوکت بخاری یہ تصاویر دسویں اور بارھویں صدی کے مصوروں کے وہ فنی شاہکار ہیں جن کی قدر و قیمت کا اندازہ اہل فن ہی کر سکتے ہیں۔

دیگر فنی کتب

اوچ گیلانی کی لائبریری میں موسیقی، سپاہ گری، عملیات و تعویذات، نجوم اور آثارِ قدیمہ پر بھی بعض بیش قیمت مخطوطات محفوظ ہیں۔ موسیقی میں سماع الالحان، تحفۃ الابرار، مونس العشاق، رسالہ راگ ہندی، مقامات ہندی و فارسی اور ابو المنعم جیسے عمدہ رسالے موجود ہیں۔ سپاہ گری میں کسی گمنام مصنف کا لکھا ہوا ایک رسالہ موجود ہے۔ آغاز رسالہ اس عبارت سے ہوتا ہے "بدانکہ ایں رسالہ درباب سپاہ گری حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمودہ ہر کہ مرد سپاہی باشد باید کہ ایں چند کلمہ یاد کردہ باخود دارد۔"

علم جغرافیہ پر ایک کتاب معلومات الآفاق ملتی ہے جسے امین الدین خان سید ابو المکارم امیر خان مرحوم حسنی البروی نے مرتب کیا ہے۔ ۱۰۸۰ھ میں لکھی گئی۔ نجوم و ہیئت و افلاک و ہندسہ پر چند رسالے خواجہ نصیر الدین طوسی کے یہاں موجود ہیں۔ اس پر علی ابن ابی طالبؒ کی مہر ثبت ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب مشہور فارسی شاعر علی حزیں کے پاس رہی ہے۔ علم جفر اور فالناموں پر بھی یہاں کئی ایک نادر قلمی نسخے موجود ہیں۔ رمل کے فن پر حقائق الرمل نام کی ایک کتاب بھی موجود ہے۔ شکاریات کے موضوع پر ایک بے نام رسالہ حسین الحسنی الطیبی کا جس کا خطاب صدر جہاں تھا۔ یہاں موجود ہے۔ کتاب کا آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے "سپاس بے قیاس و شکر محمدت اساس بادشاہی را سزا است کہ مرغابیاں دلہائے عارفان آگاہ شعار باز بلند پرواز اویند و آہوان شیر [illegible] سیاہ چشماں فریبندہ نگاہ صید کمند انداز او۔" ایک کتاب دستور الصید ہے۔ ایک رسالہ "بازنامہ" ہے۔ پرندوں کی پرورش اور دیکھ بھال اور اُن کی مختلف بیماریوں کے علاج معالجہ کے باب میں بھی کئی ایک قلمی رسالے یہاں موجود ہیں۔ گھوڑوں کی قسموں اور ان کی خوبیوں اور دیگر خوائص نیز ان کی بیماریوں کے بارے میں ایک [illegible] گمنام مصنف کا یہاں موجود ہے

Marfat.com

غرضیکہ ایک چمنستان بوقلموں اور ایک گلستان لفظ و معنی ہے۔ جو اوچ گیلانی کی علمی تاریخی عظمت کا داستان سرا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان علمی نوادر اور ان تاریخی شاہکاروں کی طبع و اشاعت کا مناسب اہتمام کیا جائے۔ تاکہ یہ قومی خزانہ محفوظ رہ سکے۔ اور علم پدر سے بے بہرہ قوم کہیں، میراث پدر سے یکسر محروم نہ رہ جائے ؎

میراث پدر خواہی علم پدر آموز

اوچ گیلانی کے اس وافر علمی ذخیرہ کے پیش نظر ہونا تو یہ چاہیئے تھا۔ کہ اوچ بخاری کے مخادیم کے پاس زیادہ علمی سرمایہ محفوظ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ قدامت کے اعتبار سے ان دونوں خانوادوں میں مؤخر الذکر کو کم و بیش ڈھائی تین سو برس کی اولیت و قدامت کا شرف حاصل ہے۔ لیکن ہم پہلے یہ نوحہ خوانی کر چکے ہیں کہ اوچ بخاری کا بیشتر سرمایہ دستبرد حوادث کا شکار ہو کر برباد ہو چکا ہے۔ جو کچھ باقی بچا وہ نااہلوں کے ہاتھ میں جاکر اپنی قدر و منزلت کھو بیٹھا۔ اب چند ایک مخطوطات ہیں جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے ملفوظات و ارشادات پر مشتمل ہیں۔ مگر ان میں سے بیشتر ناقص ہو چکے ہیں۔

ہم نے اوچ بخاری کی لائبریری کے بعض نادر و نایاب مخطوطات، شاہی فرامین اور دیگر قیمتی دستاویزات کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہے۔ جو انتہائی خستہ و خراب حالت میں لکڑی کے ایک بڑے صندوق میں پڑے سڑ رہے ہیں اور جن لوگوں کو اس کی تولیت سپرد ہے، وہ نہ اس کی تاریخی حیثیت سے واقف ہیں، نہ علمی اہمیت سے "بدست بچگان افتاد" یا پھر زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن" والا معاملہ ہے۔

خانوادہ بخاریہ کے نادر و نایاب مخطوطات میں مندرجہ ذیل مخطوطات بڑی اہمیت کے حامل ہیں:-

خزانۂ جلالیہ

اس مخطوطہ کا اصل نام "خزانۃ الفوائد الجلالیہ" ہے۔ اس کتاب کے مرتب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے مرید احمد بہا بن حسن بن محمود بن بہمان تلبنی ہیں۔

کتاب کا شروع اس عبارت سے ہوتی ہے: "حمد بے حد و ثنائے بے عد مر صانع موجودات را و خالق مخلوقات جل جلالہ و عم نوالہ کہ بگردانید علمائے را ہم چوں ستارگان کہ

Marfat.com

بسبب ایشاں راہ راست یابند گمراہاں ، تحفۂ تحیات بر سید کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و بر صحابۂ کبار و مشائخ بزرگوار کہ مقتدایان اہل دین و ہاویانِ راہ یقین اند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین"۔ کتاب کا اختتام اس شعر پہ کیا گیا ہے۔ ؎

از سخن چوں سخن شود حاصل کار کن کار لب بدنداں گیر

(یہ مخطوطہ ۱۴ ربیع الاول ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء کو تکمیل پذیر ہوا۔ کاتب کا نام درج نہیں ہے)

جامع العلوم

اس کتاب کے مرتب و جامع حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے ایک مرید ابو عبداللہ سید علاؤ الدین علی بن سعد بن اشرف دہلوی ہیں۔ آپ ۷۷۵ھ/۱۳۷۵ء میں حضرت مخدوم کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔

یہ کتاب حضرت مخدوم کے ملفوظات کا بڑا انمول ذخیرہ ہے۔ سید علاؤ الدین علی بن سعد حسینی نے یہ ملفوظات حضرت مخدوم کے زمانہ قیام دہلی کے دوران مرتب کیے حضرت مخدوم ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء میں دہلی تشریف لے گئے۔ اور سلطان فیروز تغلق کے مہمان ہوئے۔ سید علاؤ الدین نے موقعہ کو غنیمت جانا۔ اور حضرت والا کے بیش بہا ملفوظات کو ۲۸ ربیع الآخر ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء سے ۱۰ محرم ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء کے تمام دنوں میں بالالتزام بحت زمانی رہے۔

جامع العلوم کا اردو ترجمہ الدر المنظوم کے نام سے ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء میں مطبع افضاری ... سے طبع ہو چکا ہے۔ اور تقریباً نایاب ہے۔ سید علاؤ الدین علی بن سعد حسینی نے جامع العلوم فارسی زبان میں مرتب کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"از ہنقتیال ہشتم ربیع الآخر روز یک شنبہ تا غایت ہفدہم ماہ محرم روز سہ شنبہ اثنین وثمانین وسبع مائۃ شرف ملازمت صحبت مخدوم جہانیاں حاصل شد۔ الحمد للہ علی ذالک۔

اپنے مرید ہونے کا واقعہ بھی کتاب میں درج فرمایا ہے۔ بدانکہ مخدوم جہانیاں سید السادات سلمہ اللہ تعالیٰ بکرم جل و علا در شہر معظم دہلی از احیہ مبارکہ بر سیدنا اول کرت سنہ سبع سنین وسبع مائۃ بود از باعثہ ازلی حق تعالیٰ در دل ایں فقیر واقع شد وسلسلہ واسطہ در جنبش آمد ہم در سال مذکور روز عاشورہ بعد ادائے نماز پیشیں ایں فقیر در مولانا بدر الدین

Marfat.com

در سلک بندگان مخدوم منسلک شدیم . . . . .

حضرت مخدوم کے ملفوظات کی ترتیب اسی نہج پر ہے۔

فرمودند از دیوانہ ایں دو بیت سماع دارم

شرم نداری کہ گنہ مے کنی | نامۂ خود را چہ سید مے کنی
سگ نہ کند با سگ بیگانگاں | آنچہ تو با حضرت حق مے کنی

وحاضراں را فرمودند بنویسید و یاد گیرید۔ بہ چند کثرت تکرار کردند۔ شاہ زادہ ظفر خاں بخدمت حاضر بود او نیز بنشت و ایں فقیر در دل بہ نشست

جواہر جلالی . . . . ملفوظات کا یہ مجموعہ ۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء میں مرتب ہوا ہے۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ملفوظات وارشادات کا ایک ضخیم مجموعہ ہے جس کے مرتب و مؤلف فضل الدین ضیاء عباسی ہیں کتاب کا آغاز عربی کے خطبہ مسنونہ کے بعد حسب ذیل عبارت سے ہوتا ہے

ایں خزینہ جواہر جلالیہ مشتمل بر اذکار و اوراد بعضے از مشغولی حضرت عالیہ شیخی و استاذی و مرشدی و ملاذی سلالۃ النبوۃ خلاصۃ المصطفویہ و معدن انوار التوفیق ۔ مخزن اسرار الحقیق بحر العلوم بالحقائق مستخرج الحکم محی مراسم الخیرات جامع جوامع الکلمات متبوع المحققین قطب الاقطاب الاولیاء والعارفین مرشد طوائف الاتقیاء والواصلین ۔ وارث علوم معشر الانبیاء و والمرسلین ناظم امور المومنین سلطان المشائخ المخصوصین بعون اللہ الخالق الباری شیخ جلال الحق والشرع والدین حسین بن حسین الحسینی البخاری مدظلہٗ وادام اللہ اجلالہٗ واوصل الینا فتوحہ وافضالہٗ و شمائل اوراد شیوخ سلف اعلی اللہ اقدارہم فی الجنان وتغمدہم بالرحمۃ والرضوان بحکم فرمان واجب الاطاعۃ آں مرشد محققاں وغوث عارفاں۔

نظم

شیخ جہاں قطب حقیقت جلال | یافتہ از نور تجلی جمال
زیر فلک قطب جہاں غوث وقت | قطب دو کونین یگانہ جلال
کامل در علم اصول و فروع | بہرہ ش از علم لدنی کمال
راہ رو کوئے طریق صفا | صورت و سیرت نبوی خوش خصال

Marfat.com

منظہر جلالی ـــــــ یہ کتاب بھی حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اول و آخر سے نا تمام ہے۔ اس لئے مرتب و جامع کا پتہ نہیں چلتا۔

ان تمام کتابوں کا موضوع عموماً مذہبی مسائل ہیں۔ جیسا کہ اُن کے عنوانات سے ظاہر ہوتا ہے البتہ کہیں کہیں واقعات کے ضمن میں بعض تاریخی امور پر بھی روشنی پڑتی ہے اور بعض بزرگوں کے سوانحی خاکے بھی ملتے ہیں۔ یوں تو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے ملفوظات آپ کے مکتوبات اور آپ کے ارشادات کے بہت سے مجموعے ہیں۔ لیکن خود حضرت مخدوم کے اپنے گھر میں صرف یہی چار کتابیں دستیاب ہیں۔

اوچ کے خلیفہ خاندان کے پاس بھی بعض مخطوطات ہیں۔ لیکن ان میں کسی اناڑی شخص نے اپنی چابک دستی کا بھونڈا مظاہرہ کرکے ان کی ساری اہمیت کو خاک میں ملا دیا ہے۔ ایک کتاب جو مخدوم سید ناصرالدین محمود کی طرف فرضی طور پر منسوب کی گئی ہے۔ راقم الحروف کی نظر سے گذری ہے۔ اس میں جو جعل سازی کی گئی ہے وہ صاف نظر آجاتی ہے۔ غالباً کسی احمق نے اس میں یہ تحریف اس غرض سے کی تھی کہ اس کی قدر و قیمت میں اس سے اضافہ ہوگا۔ مگر ہوا یہ کہ وہ اپنی واجبی حیثیت سے بھی محروم ہو گئی۔ ساداتِ گیلانیہ اوچ کی لائبریری میں قلمی کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ ان میں بعض بالکل نادر اور نایاب کتابیں ہیں۔

گیلانی لائبریری کے مجموعہ مخطوطات کی ایک فہرست ریاست کے دور میں امیر بہاولپور نے مرتب کرائی تھی اور اس کام کے لئے علی گڑھ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور کی خدمات حاصل کی تھیں۔ انھوں نے بڑی جانفشانی اور تحقیق و تدقیق سے ایک کتاب تیار کی یہ کتاب انگریزی زبان میں ہے۔ اور اسے اُردو اکیڈمی بہاولپور نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ کتاب کا نام ہے:۔

Manuscripts at Gilani

Library Uch

Marfat.com

آغا محمد باقر

کتب خانۂ آزاد

مولنٰنا آزاد کو بچپن سے اچھی اچھی کتابیں جمع کرنے اور پڑھنے کا شوق تھا۔ اور یہ شوق انہوں نے ورثے میں پایا تھا۔ ان کے والد ماجد مولنٰنا محمد باقر کا دہلی میں بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ جس میں بڑی نایاب کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ اس کے متعلق وہ سیر ایران میں لکھتے ہیں:۔

"بندۂ آزاد خانماں برباد تباہی دہلی کے بعد کئی سال تک سرگردان پھرتا رہا۔ جب قسمت نے قرار پکڑا۔ اور اتنی فرصت ملی کہ اپنے حال پر افسوس کروں۔ تو سب سے زیادہ افسوس مجھے اس کتب خانے کا تھا۔ جو دو پشت سے میرے بزرگوں نے جمع کیا تھا۔ اور میں نے اس کے بڑھانے اور آراستہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ رنج ہردم تازہ ہوتا تھا۔ کیونکہ ہر وقت ایک نہ ایک کتاب کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور یونیورسٹی کسی کو کوئی کتاب نہ دیتی تھی۔"

صاحب تصنیف اشخاص جانتے ہیں۔ کہ بعض دفعہ گلستاں کا ایک صفحہ دیکھنے کے لئے سکندر نامہ کی ضرورت پڑ جاتی ہے اور اس کے بے دیکھے آگے بڑھنے کو دل نہیں چاہتا۔ اس رنج میں خدا سے التجا کی۔ کہ اگر مجھے وسعت ملے۔ تو ایک کتب خانہ نظرگاہ خاص و عام میں آراستہ کروں۔ اور جس قدر ممکن ہو۔ ہر فن کی کتابیں اس میں رکھوں۔ کہ کسی قسم کے ضرورت مند کو کسی بد دماغ سے التجا کی ضرورت نہ رہے۔ "الحمدللہ! روز بروز کچھ نہ کچھ صورت بنتی ہی گئی۔ اس عالم میں میں نے یہ انتظام رکھا۔ کہ جو کچھ خدا دیتا، کم اس میں سے خرچ کرتا۔ باقی جمع کرتا جاتا۔ خانہ بربادوں کی طرح گذران کرتا تھا۔ اور اپنے مبارک ارادے سے خانۂ دل کو روشن کرتا تھا۔ اس اثنا میں کوئی ایسی کتاب جو کم ہاتھ آئے، مل جاتی تو لے لیتا کہ ایک دن کام آئے گی۔

اس قسم کے ارادے حقیقت میں مہمات عظیم کی قسم کے ہوتے ہیں۔ مجھے یہ بھی خیال آتا تھا۔ کہ میری کئی عمر کی کمائی بھی اس مراد کو پورا نہ کرے گی۔ اس لئے سوچتا تھا۔ کہ جو کتابیں اس ملک میں نایاب ہیں وہ عرب اور ایران میں ارزاں ملیں گی۔ اس لئے ایک سیاحت ان ملکوں کی کرنی چاہیے۔

Marfat.com

ن عمر گذرے جاتی تھی۔ دوسرے مجھ جیسے محتاج شخص کو سب سے پہلے گذارے کا فکر کرنا واجب تھا۔"
اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ اس زمانے میں کتابیں مہیّا کرنا کسقدر مشکل کام تھا۔ کہ مولانا نے
ے "مہم عظیم" قرار دیا۔ اور اسقدر روپیہ اس کام کے لئے درکار تھا۔ کہ انہیں لکھنا پڑا۔ "میری کئی
ی کمائی بھی اس مراد کو پورا نہ کر سکے گی۔" پھر بھی اس نیک اور بلند مقصد کے لئے انہوں نے ہمت ش
ی۔ عیش و آرام ترک کر کے "محتاجوں کی طرح" گذارہ کیا۔ اور اپنی کمائی کا بیشتر حصہ کتابوں کی
ید پر صرف کیا۔ وہ جہاں کہیں بھی جاتے پہلے پُرانے سکّے اور کتابیں تلاش کرتے۔ اگر کوئی اچھی
ر نایاب کتاب مل جاتی تو فوراً خرید لیتے۔ سب سے پہلے انہوں نے وسط ایشیاء کا سفر کیا۔
ب واپس آئے تو کتابوں سے لدے پھندے آئے۔ پھر کلکتہ کا سفر کیا۔ وہاں سے بھی اچھی
ی کتابیں خرید کر لائے۔ کالج میں جب گرمیوں کی چھٹیاں ہوتیں تو وہ آرام نہ کرتے۔ اپنے
ن گردوں سے کہتے۔ کہ تمہارے شہر یا قصبہ میں کسی کے پاس کتابیں ہوں اور وہ انہیں
وخت کرنا چاہے۔ تو مجھے اطلاع دینا۔ ان کے شاگرد انہیں اطلاع دیتے اور وہ کتابیں
ینے کے لئے وہاں پہنچ جاتے۔ ایران کے سفر کا بھی اصلی محرک یہی نیک اور مفید جذبہ تھا۔ وہ
ہور میں ۱۸۶۱ء میں آئے۔ اور ۱۸۸۵ء میں ایران گئے۔ اس عرصے میں وہ دس ہزار روپیہ
پس انداز کر چکے تھے۔ اس زمانے میں دس ہزار ایک بہت بڑی رقم خیال کی جاتی تھی۔ اور
س سے بہت بڑی جائداد خریدی جاسکتی تھی۔ لیکن انہوں نے یہ رقم تمام و کمال ایران جاکر
ابیں خریدنے پر صرف کی۔ ایران سے وہ بہت بڑا ذخیرہ کتابوں کا خرید کر لائے۔ اس کے
علاوہ اکثر مصنفین سے بذاتِ خود ملاقات کی۔ انہوں نے اپنی تصانیف بطور تحفہ مولانا کو دیں
ور مولانا نے بسر و چشم کتب خانہ آزاد کے لئے یہ تحفے قبول کئے۔ ایران کے سفر میں انہوں
نے دن دیکھا نہ رات، مینہ دیکھا نہ آندھی، سردی دیکھی نہ بارش، جہاں کہیں کتاب مل
سکتی تھی۔ وہاں کسی نہ کسی طرح پہنچے۔ اور اگر کوئی اچھی کتاب ملی۔ تو وہ کتب خانۂ آزاد کی زینت
کے لئے خرید لی۔ کتابوں کا شوق اس درجہ بڑھ چکا تھا۔ کہ وہ اپنے آرام کا بھی خیال نہ کرتے تھے
جب کراچی سے جہاز میں سوار ہوئے تو عرشے کا ٹکٹ خریدا۔ حب الوطنی نے کان میں کہا۔ دوسرے
درجے کا ٹکٹ نہ لو۔ اتنے روپے جمع کر کے کتابیں لیں گے۔ تو ایک الماری کا آباد ہوتا ہے۔

Marfat.com

اس لیئے تکلیف آرام معلوم ہوئی ۔"

اس زمانے میں جب نقل وحمل کے طریقے بہت دشوار تھے ۔ اتنی دور سے کتابیں لانا بڑا مشکل کام تھا ۔ انہوں نے اونٹوں اور گدھوں پر سفر کیا ۔ جب کہیں آندھی اور بارش آتی ۔ تو کتابوں کے گٹھے ایک جگہ ڈھیر کرتے ۔ اس پر اپنا بستر بچھا کر بیٹھ جاتے ۔ اور اوپر لحاف اوڑھ لیتے اس جذبے کے تحت کھانے پینے پر بہت احتیاط سے خرچ کرتے تھے ۔ لوگ پلاؤ، انڈے اور خشک وتر میوے کھاتے اور وہ سوکھی روٹیاں پانی میں ڈبو کر پیٹ بھرتے ۔ کہ ایک آدھ کتاب کا کتب خانہ آزاد میں اضافہ ہو سکے گا ۔

لاہور آکر انہیں سب سے پہلے یہ فکر ہوا کہ کسی مناسب مقام پر کتب خانہ جاری کیا جائے ۔ اس کے لیئے انہوں نے دہلی دروازے اور اکبری دروازے کے درمیان درگاہ شاہ محمد غوث سے ملحق ایک قطعہ پسند کیا ۔ یہ زمین لاہور میونسپل کمیٹی کی ملکیت تھی ۔ اور وہاں چند کوٹھے بارش کے کنارے بنے ہوئے تھے ۔

مولانا نے ۲۳ ستمبر ۱۸۸۶ء کو کرنل ہالرائڈ ڈائرکٹر تعلیم کی خدمت میں ایک درخواست گذرانی اس میں لکھا کہ متصل درگاہ شاہ محمد غوث دہلی دروازے کے باہر میونسپل کمیٹی کے کچھ کچے کوٹھے بنے ہوئے ہیں ، میونسپل کمیٹی سے سفارش کی جائے کہ یہ زمین مجھے کتب خانے کے لیئے دے دی جائے ۔ کرنل موصوف نے مولانا کی درخواست اپنا سفارش کے ساتھ ڈپٹی کمشنر کو بھیج دی ۔ جسے ۵ ۲ اکتوبر کو ڈپٹی کمشنر نے میونسپل کمیٹی کو بھیجا ۔ اور ۱۴ دسمبر کے اجلاس میں کمیٹی نے اس پر غور کرکے فیصلہ کیا ، کہ یہ زمین مولوی محمد حسین آزاد کو پبلک لائبریری کے لیئے دے دی جائے لیکن یہ صاف طور پر سمجھ لیا جائے کہ یہ عمارت میونسپل کمیٹی کی ملکیت رہے گی ، اور مولوی صاحب اسے پبلک لائبریری کے لیئے استعمال کریں گے ۔ غرض ڈپٹی کمشنر کے ذریعے سے ڈائرکٹر تعلیم کے پاس ۱۷ جنوری ۱۸۸۷ء کو یہ خوشخبری پہنچی ۔

یہ عمارت جسے "کچے کوٹھے" کہا گیا ہے ۔ لائبریری کے لیئے قطعی طور پر ناموزون تھی ۔ اس لئے مولانا آزاد نے انہیں مسمار کرا کر ایک موزون عمارت اپنے خرچ سے بنوائی ۔ جو ابتک موجود ہے ۔ اور آج کل وہاں میونسپل کمیٹی کی طرف سے ریڈنگ روم جاری ہے ۔ یہ ایک

Marfat.com

کوٹھی نما عمارت ہے۔ بیچ میں ہال کمرہ ہے۔ پہلوؤں میں چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں سامنے برآمدہ ہے۔ اس کے پیچھے مولانا نے اپنے رہنے کے لیے ایک مکان بھی بنوایا۔ اس کے آثار بھی ابتک موجود ہیں۔ جس زمانے میں یہ عمارت بن رہی تھی، جوش شوق میں مولانا کی عجیب حالت تھی۔ جس وقت بھی کالج سے چھٹی ملتی۔ معماروں کی نگرانی کرنے وہاں آجاتے۔ ان کے دوست احباب بھی اس کام میں مدد دیتے۔ رائے بہادر گنگا رام مولانا کے شاگرد ان دنوں لاہور میں ایگزیکٹو انجنیئر تھے۔ ان کے مشورے ہر قدم پر شامل حال تھے۔ مولانا کی دلی خواہش تھی۔ کہ یہ عمارت جلد از جلد تیار ہو جائے۔ جب کبھی آسمان پر ابر آتا۔ تو مولانا کی حالت دیکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ کبھی کتب خانے کی عمارت پر نظر ڈالتے۔ محویت کے عالم میں اکثر بادلوں کو چلے جانے کا اشارہ کرتے اور کہتے۔ "اچھے بادلو! آج کہیں اور جا برسو۔ غریب آزاد کے کام میں کیوں رکاوٹ ڈالتے ہو"

مولانا آزاد کثیر الاحباب تھے۔ اکثر شاگرد ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ بہت سے عقیدت مند نیاز حاصل کرنے آتے۔ کچھ علمی ادبی کاموں میں مشورہ لینے آجاتے اس طرح اس مقام پر گویا ایک دبستان کھل جاتا۔ انہی دنوں ریاض الاخبار کے ایڈیٹر بھی ادھر آنکلے وہ ماہ جولائی ۱۸۹۰ء کے پرچے میں لکھتے ہیں۔

"اس ہفتے ہمارا گذر اس سڑک پر ہوا۔ جس کے کنارے باغ میں کتب خانہ آزاد بن رہا ہے۔ پروفیسر آزاد کو سامنے دیکھا۔ اہتمام تعمیر میں عرق ریزی کے ساتھ مصروف ہیں ہم ان کے پاس گئے اور شکریہ ان کی توجہات کا ادا کیا جو رفاہ عام میں وہ کرتے رہے ہیں۔ فرمانے لگے۔ فقیر کا تکیہ ہوتا ہے۔ اس میں ایک کنواں ہوتا ہے۔ پانی کا مٹکا بھرا ہوتا ہے۔ جھگڑے میں اپلا سلگتا رہتا ہے۔ کوئی مسافر آنکلتا ہے۔ حقہ بھر کر پیتا ہے پانی سے ٹھنڈا ہوتا ہے۔ فقیر آزاد کا تکیہ علم کا تکیہ ہے کچھ کتابیں ہوں گی۔ قلم دوات اور کاغذ رکھا ہوگا۔ درختوں کا سایہ بھی ہے۔ چمن ہرے ہیں۔ نالیوں میں پانی جاری ہے۔ راہ علم کے مسافر آئیں کتاب سے دل بہلائیں۔ اخباروں سے شگفتہ ہوں۔ فقیر آزاد دعا کے سوا اور کسی چیز کا طالب نہیں"

Marfat.com

آخر یہ آزاد کا تکیہ تیار ہو گیا۔ اس کیلئے الماریاں، میز کرسیاں بنیں۔ اور کتابوں کو الماریوں میں سجا دیا گیا۔ مولانا نے اس کا نام کتب خانہ آزاد رکھا۔ اور شمالی برآمدے کی دیوار پر سنگ مر مر کے ٹکڑے پر کتب خانہ آزاد لکھوا کر نصب کر دیا گیا۔ اگر آج آپ اس عمارت کو جا کر دیکھیں تو اس پتھر کی جگہ اب تک موجود ہے۔ جس دن کتب خانے کا افتتاح ہوا۔ ان کا مسرت دیدنی تھی۔ اس سے تعلق رکھتی تھی۔ کیوں نہ ہو۔ ایک مہم عظیم اور ایک دیرینہ آرزو پوری ہوئی تھی۔ جس کے لئے انہوں نے مدتوں تکلیفیں اٹھائی تھیں۔

باوجود کوشش کے ہمیں کہیں سے کتب خانہ آزاد کی رسم افتتاح کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ بعض نجی کاغذات سے اسقدر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۱۸۸۶ء میں لفٹننٹ گورنر پنجاب نے بہ نفس نفیس اس کتب خانے میں قدم رنجہ فرمایا۔ اور مولانا کی حد درجہ ہمت افزائی کی۔ لفٹننٹ گورنر پنجاب، پنجاب پبلک لائبریری کی مجلس انتظامیہ کے چیئرمین تھے جب جنوری ۱۸۸۶ء میں اس کا سالانہ اجلاس ہوا۔ تو ان کی تحریک سے اس کے اجلاس میں مندرجہ ذیل تجویز پاس ہوئی۔

"پنجاب پبلک لائبریری میں بہت سی فالتو کتابیں موجود ہیں جن کی لائبریری کو ضرورت نہیں۔ انہیں پنجاب ورنیکلر لائبریری کو دیا جائے۔ جو کہ حال ہی میں مولوی محمد حسین آزاد نے لاہور میں دہلی دروازے کے قریب جاری کی ہے بغیر سرکاری دیسی سترفا اگر اپنے اپنے کتب خانے کے دروازے اپنے ہم وطنوں کے لئے کھول دیں۔ جن میں اکثر بہت بیش قیمت کتابیں موجود ہیں۔ اور اس طرح عوام کی علمی ترقی میں امداد کریں تو اس کمیٹی کے نزدیک وہ پبلک لائبریری جیسے ادارے کی طرف سے پوری ہمت افزائی اور ہمدردانہ امداد کے مستحق ہیں"

یہ کتب خانہ اگست ۱۸۸۹ء تک پوری آب و تاب سے جاری رہا۔ اور مولانا آزاد اس میں قیمتی مطبوعہ اور قلمی کتابوں کا برابر اضافہ کرتے رہے۔ جب ان کا دماغ الٹ تو ان کے فرزند نے کتب خانہ بند کر دیا۔ اس کی دو وجہیں تھیں۔ وہ خود ملازمت پیشہ تھے۔ اور کتب خانے کی دیکھ بھال کے لئے وقت نہ نکال سکتے تھے۔ اور ایسا قابل اعتماد آدمی موجود

Marfat.com

نہ تھا۔ جس کے سپرد کتب خانے کی نگرانی کر دی جاتی۔

جب لاہور میونسپل کمیٹی کو معلوم ہوا کہ مولانا آزاد کا دماغ الٹ گیا ہے اور کتب خانہ آزاد بند ہو گیا ہے۔ تو کمیٹی نے فوراً اس مسئلے پر غور کیا۔ اور مولانا کے فرزند آغا محمد ابراہیم کو لکھا۔ کہ آپ نے کتب خانہ بند کر دیا ہے۔ اس لئے آپ کو دس روپے ماہوار کتب خانے کا کرایہ دینا ہوگا۔ اگر یہ رقم ادا نہ کی گئی۔ تو یہ عمارت خالی کرنی پڑے گی۔ اس کے جواب میں مولانا کے فرزند نے لکھا۔ کہ میں کتب خانہ کھولنے کو تیار ہوں۔ جن شرائط پر میرے والد کو یہ زمین دی گئی تھی۔ انہیں شرائط پر مجھے دے دی جائے۔ کمیٹی نے یہ درخواست مسترد کر دی۔ اور لکھا کہ اس عمارت کا کرایہ ہر حال میں دس روپے ماہوار ادا کرنا پڑے گا۔ مولانا کے فرزند نے پھر لکھا۔ کہ یہ کرایہ بہت زیادہ ہے۔ اور میں ۵ روپے ماہوار سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ دوسرے مولانا نے اس زمین پر جو عمارت بنائی ہے۔ اس پر بہت زیادہ روپیہ صرف ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ذخیرہ اور کتابوں پر ان کی ساری عمر کی کمائی لگ گئی ہے۔ یہ کمیٹی کی انتہائی زیادتی ہے۔ کہ ایک طرف میں اپنے والد کی بیماری سے پریشان ہوں۔ اور دوسری طرف میونسپل کمیٹی نہایت ظالمانہ رویہ اختیار کر رہی ہے۔
کاغذات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کمیٹی پر اس جواب کا اثر نہایت ناخوشگوار ہوا۔ آخر مولانا کے فرزند کو بعض حضرات نے مشورہ دیا۔ کہ یہ جواب اعتذار کے ساتھ واپس لے لیا جائے۔ انہوں نے لکھا کہ مجھے افسوس ہے۔ کہ میں نے نامناسب الفاظ میں جواب دیا۔ اس لئے میں اپنا جواب واپس لیتا ہوں۔ کمیٹی نے پھر تقاضا کیا کہ ہمیں یہ جواب دو کہ دس روپیہ عمارت کا کرایہ دو گے یا نہیں۔ اگر مولانا نے اس پر روپیہ خرچ کیا تو اپنے آرام اور آسائش کے لئے صرف کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی کمیٹی نے اپنے طور پر اندازہ لگوایا۔ کہ اس عمارت پر کس قدر روپیہ صرف ہوا ہے۔ چنانچہ یہ لاگت تین ہزار دو سو روپیہ تشخیص ہوئی۔

اس کے جواب میں مولانا کے فرزند نے لکھا۔ کہ جب تک میں کتب خانے کا خاطر خواہ انتظام نہ کروں۔ مجھ سے پانچ روپے کرایہ لیا جائے۔ نیز کمیٹی نے عمارت کی لاگت کا جو اندازہ لگایا ہے۔ وہ اس رقم سے بہت ہی کم ہے۔ جو حقیقتاً اس پر خرچ ہوئی ہے۔ کمیٹی نے یہ اندازہ معمولی مستریوں سے لگوایا ہے۔ رائے بہادر گنگارام ان دنوں لاہور میں ایگزیکٹو انجینئر

Marfat.com

یہ عمارت ان کی نگرانی میں تعمیر ہوئی تھی۔ میری تجویز یہ ہے، کہ انہی سے اس کا اندازہ لگوایا جائے۔ کمیٹی نے یہ درخواست بھی مسترد کر دی۔ ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو کمیٹی نے اطلاع دی، کہ آپ جلد از جلد یہ عمارت خالی کر دیں۔

اس طرح یہ مفید عام ادارہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ یہاں سے کتابیں اٹھ کر کہاں گئیں اس کے متعلق ہمارے پاس کوئی اطلاع نہیں۔ مولٰنا مرحوم کے فرزند نے ۱۸۹۶ء میں ایک پرانا مکان اکبری دروازے کے اندر چوک نواب صاحب کے قریب خریدا اور اسے گرا کر ایک عالیشان مکان بنوایا۔ جو ۱۹۰۱ء میں بن کر تیار ہوا۔ اور آزاد منزل اس کا نام رکھا گیا۔ اس کا ایک حصہ خاص طور سے مولٰنا اور ان کے کتب خانے کے لئے تعمیر ہوا۔ جب یہ مکان بن گیا۔ تو کتب خانہ آزاد کی الماریاں اس میں سجا دی گئیں۔ اس مکان کے تین کمرے تھے۔ دو بڑے اور ایک چھوٹا ہر کمرے میں چاروں طرف الماریاں تھیں، ان کے بیچ میں میز رکھی گئی۔ کاغذ، قلمدان، قلمتراش، پنسلیں، لال۔ نیلی اور کالی سیاہی۔ غرض مولانا کی ہر ضرورت کی چیز جس کے وہ عادی تھے۔ مہیا کر دی گئی۔ اور ہر چیز اسی اندازے سے رکھ دی گئی۔ جس طرح مولٰنا ہوش و حواس کے زمانے میں رکھا کرتے تھے۔

کتب خانہ آزاد کی عمارت سے مولانا کو خاص محبت تھی۔ وہ عالم وارفتگی میں اکثر اس عمارت کے ملحقہ باغوں میں گھومتے رہتے تھے، اور اسے بحسرت و یاس دیکھتے تھے۔ کتب خانہ اٹھ جانے کے بعد اس عمارت پر عجیب عجیب انقلاب گذرے۔ ایک زمانے میں یہاں آبزرور پریس اور آبزرور اخبار کا دفتر تھا۔ اخبار بند ہونے کے بعد یہاں انگریزی حروف کا پریس رہ گیا پھر اس میں بچوں کا مدرسہ کھل گیا۔ غرض بنانے والے کی نیت اس پر ہمیشہ اثر انداز رہی۔ آجکل اس میں میونسپل کمیٹی کا ریڈنگ روم ہے اور مجھے امید ہے۔ کہ یہ عمارت ہمیشہ کسی علمی مقصد کے لئے استعمال ہوگی۔

مولٰنا آزاد منزل میں اخیر دم تک رہے۔ ایک ملازم باہر دروازے پر بیٹھا رہتا تھا۔ اور جس چیز کی ضرورت انہیں پڑتی تھی۔ مہیا کر دیتا تھا جب وہ باہر جاتے۔ دروازہ بند کر دیتا۔ اور ان کے آتے ہی دروازہ کھول دیتا۔ وہ خود کسی کو اپنے کتب خانے میں نہ آنے دیتے تھے۔

Marfat.com

پھر بھی کتب خانے کی اکثر کتابیں ضائع ہوتی رہتی تھیں۔ کچھ چوری جاتیں، کچھ آنے جانیوالے اٹھاکر لیجاتے اور پھر کبھی واپس نہ کرتے۔ اس عرصے میں مولنٰا کے فرزند کی تبدیلی لاہور سے باہر ہوگئی۔ اس دور میں کتب خانے پر اور بھی زوال آیا۔ بیس سال تک یعنی ۱۸۹۰ء سے لیکر ۱۹۱۰ء تک یہ کتب خانہ برابر کم ہوتا رہا۔ مولنٰا کا انتقال اسی مکان میں ہوا۔ اور ان کے انتقال کے بعد مقفّل کر دیا گیا۔ لیکن زوال کا عمل برابر جاری رہا۔ پہلے باہر کے چور پڑتے تھے۔ اب دیمک اور چوہوں کی بن آئی۔

مولنٰا کے فرزند نے جب دیکھا۔ کہ اتنا قیمتی کتب خانہ مسلسل ضائع ہو رہا ہے۔ اور کوئی موزوں انتظام ممکن نہیں۔ تو انہوں نے لیفٹننٹ گورنر پنجاب کو ۱۹۱۲ء میں لکھا۔ کہ میں اپنے والد کا کتب خانہ پنجاب پبلک لائبریری کو دینا چاہتا ہوں۔ گورنر نے اپنے جواب میں اس پیشکش پر خوشنودی ظاہر کی اور متبادل تجویز پیش کی۔ کہ پنجاب پبلک لائبریری کی بجائے یہ کتابیں یونیورسٹی کو دیدی جائیں۔ والد مرحوم نے یہ تجویز پسند فرمائی۔ چنانچہ چند آدمیوں نے مل کر تمام کتابوں کی [illegible] ایک فہرست مرتّب کی گئی۔ اور بکسوں میں بند ہو کر مولنٰا آزاد کا پورا کتب خانہ یونیورسٹی [illegible] چلا گیا۔

یونیورسٹی نے کتب خانہ آزاد کے لئے چند الماریاں مخصوص کر دیں۔ اور ان پر آزاد کی [illegible] لگادی۔ میرے پاس جو نامکمل فہرست ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یونیورسٹی [illegible] دی گئیں۔ لیکن آج یونیورسٹی کے پاس ۲۶۴۷ کتابیں موجود ہیں۔ افسوس ہے [illegible] قیمتی کتابیں آہستہ آہستہ بے دردی اور بے احتیاطی کی بدولت ضائع ہو گئیں یہ کتابیں یونیورسٹی کے حوالے کی گئیں تھیں۔ وہ پورا نہ ہوسکا

وہ کتابیں جو مولنٰا مرحوم نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر مہیا کی تھیں۔ اور [illegible] زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ مدّتوں کس مپرسی کے عالم میں پڑی رہیں۔ اگر کوئی کتاب ضائع ہوگئی۔ تو اس کی پرواہ نہ کی گئی۔ میری فہرست سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس کتب خانے میں زیادہ کتابیں قلمی تھیں بعض پانچ سو برس پہلے کی لکھی ہوئی تھیں۔ بعض اصل مصنّفوں کے نسخے تھے۔ اور سب سے بڑھکر اس ذخیرے میں وہ کتابیں موجود تھیں۔ جن کی مدد سے مولنٰا نے آبِ حیات اور دربارِ اکبری جیسی عدیم المثال کتابیں تصنیف کی تھیں۔ مجموعہ نغز۔ پروفیسر محمود شیرانی مرحوم نے اسی ذخیرے میں سے

Marfat.com

ڈھونڈ کر نکالا۔ اور بہ ہزار دقت اسے نقل کیا۔ کیونکہ دیمک نے اُسے چھلنی کر دیا تھا۔ یونیورسٹی کی امداد سے اس نے زیورِ طباعت پہنا۔ اور آبِ حیات کی تاریخی حیثیت کو چار چاند لگ گئے۔ آج اس کتب خانے میں آبِ حیات کے ماخذ ڈھونڈے نہیں ملتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصنف مبرور کو جانبدار متعصب اور غلط نگار ثابت کرنے کے لئے کسی خاص جماعت نے مکمل سازش کی تھی جس کے اثرات اب تک چلے آتے ہیں۔

یہ مضمون ختم کرنے سے پہلے میں ناظرین کی توجہ مجلسِ یادگارِ آزاد کے اس ریزولیوشن کی طرف کرانا چاہتا ہوں جس میں حکومت سے استدعا کی گئی تھی۔ کہ مولانا آزاد مرحوم کا رہائشی مکان بطورِ یادگارِ "آزاد" محفوظ کیا جائے۔ اکثر اخباروں نے اس کی تائید میں مقالے بھی لکھے تھے۔ اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے۔ کہ کتب خانہ آزاد کی عمارت کو یادگارِ آزاد کے طور پر محفوظ کیا جائے۔ میرے پاس وہ سنگ مرمر کا ٹکڑا جس پر کتب خانہ آزاد لکھا ہوا ہے۔ ابھی تک محفوظ ہے اسے اپنی قدیم جگہ پر نصب کر دیا جائے۔ لاہور میونسپل کمیٹی اگر وہاں کتب خانہ جاری نہیں کر سکتی۔ تو موجودہ ریڈنگ روم ہی کو مزید ترقی دینے اور پرکشش بنانے کی کوشش کرے۔ اگر اربابِ اختیار یہ تجویز قبول فرمائیں۔ تو اس چیرہ دستی اور غلطی کا ازالہ ہو جائے گا۔ جو سنہ ۱۸۹۰ء میں کتب خانہ آزاد کو بند کرنے کے سلسلے میں اس وقت کے ارکانِ میونسپل کمیٹی سے سرزد ہوئی تھی۔

آزادی کے بعد لٹن لائبریری (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) میں کسی گاؤں کے مکھیا اور مہذب قسم کے ایک بزرگ لائبریری دیکھنے آئے وسط ہال میں کھڑے ہو کر انہوں نے ادھر ادھر دیکھا اور بولے "یہاں تو بڑی پستکیں جمع ہیں"۔ یہ کہا اور پھر واپس چلے گئے۔

(ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو)

Marfat.com

سید اسرار زیدی

پنجاب پبلک لائبریری

پاکستان کا ایک تاریخی کتبخانہ

اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ "پنجاب پبلک لائبریری" صرف لاہور ہی نہیں بلکہ پورے پاکستان کی سب سے بڑی لائبریری ہے ساتھ ہی اس کی قدامت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تقسیم ہند سے قبل بھی اس لائبریری کی اہمیت کا یوں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ادارہ کلکتہ کی امپیریل لائبریری کے بعد دوسرا کتب خانہ تھا جو اپنی افادیت اور اہمیت کے باعث نمایاں مقام کا حامل رہا ہے لاہور شروع سے ہی علم و ثقافت کا گہوارہ رہا ہے اس نادر روزگار شہر نے تحقیق و تخلیق کے میدان میں وہ ہستیاں پیدا کی ہیں جو علم و فضل کے اعتبار سے سر فہرست آتی ہیں۔ پنجاب پبلک لائبریری کا قیام بھی اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ انگریز سے قبل کے عہد میں علم و فضل اور تحقیق و تخلیق کے میدان میں جو معیار قائم کیا گیا تھا اس کو برقرار رکھنے کے لئے اس قسم کے عظیم اور تاریخی ادارے کی ضرورت تھی۔ جو اپنی ہمہ گیری کے باعث منفرد حیثیت کا حامل ہو سکے اس کتب خانے کا قیام ۱۳ ماہ دسمبر ۱۸۸۵ء کو عمل میں آیا۔ پنجاب کے اس وقت کے لفٹنٹ گورنر سر چارلیس ایچی سن نے اس کا افتتاح کیا لائبریری کے نظم و نسق کو چلانے کے لئے سرکاری اور متعدد غیر سرکاری ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی ترتیب دی گئی جس میں اور لوگوں کے علاوہ انگریزی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کے مدیر" ایس وہیلر" اور مشہور برطانوی مصنف و صحافی رڈیارڈ کپلنگ" کے والد بھی شریک تھے (بعد میں رڈیارڈ کپلنگ بھی سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے مدیر رہے) یہ وہی رڈیارڈ کپلنگ ہیں جن کا ایک مقولہ مشرق و مغرب کبھی آپس میں نہیں مل سکتے آج بھی خاص شہرت کا حامل ہے۔

Marfat.com

کتب خانے کی مرکزی عمارت مغل شہنشاہ شاہجہان کے ایک مشہور امیر "وزیر خان" کی تعمیر کردہ ہے جس کو آج بھی "بارہ دری وزیر خان" کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے نواب وزیر خان صاحب کی ایک دوسری تعمیر "مسجد وزیر خان" اب بھی قائم ہے اور بڑی شہرت کی حامل ہے ۱۶۳۴ء میں سکھوں کے عہد اقتدار میں اس عمارت کو فوجی مقاصد کیلئے استعمال کیا جاتا رہا واضح رہے کہ اس وقت یہ عمارت فوجی چھاؤنی کا ایک اہم حصہ تھی اس کے بعد ۱۸۴۹ء میں جب انگریزوں نے سلطنت برطانیہ کے ساتھ پنجاب کا الحاق کر لیا۔ تو انہوں نے بھی اس عظیم اور تاریخی عمارت کو فوجیوں کی رہائش گاہ کے علاوہ اور دوسری دفاعی ضروریات کے لئے استعمال کیا اس کے بعد اس میں محکمہ بندوبست کا دفتر قائم ہوا۔ کچھ عرصے تک یہ عمارت "تار گھر اور" عجائب گھر" کی حیثیت سے بھی استعمال ہوتی رہی تا آنکہ ۱۳ر دسمبر ۱۸۸۵ء کو یہاں باقاعدہ طور پر لائبریری کا افتتاح ہوا اور اسے بالآخر اس مقصد کیلئے وقف کر دیا گیا۔

تقسیم ہند سے قبل پنجاب پبلک لائبریری تین حصوں پر مشتمل تھی لیکن اب حکومت نے اس کو وسعت دیکر چوتھا بلاک بھی تعمیر کرایا جس پر تین لاکھ روپے صرف ہوئے۔ برطانوی عہد اقتدار میں جو کتب لائبریری کے لئے فراہم کی گئیں۔ ان میں فقیر خاندان کے ایک سرکردہ اور عالم و فاضل رکن فقیر سید جمال الدین کا بیش قیمت اور یکتائے روزگار کتب خانہ بھی شامل ہے یہ ذخیرہ بے شمار نادر اور نایاب کتب پر مشتمل تھا۔ متحدہ ہند کے مشہور ناشر منشی نولکشور نے بھی لائبریری کو ڈھائی ہزار سے زائد کتب تحفہ کے طور پر دیں۔ ان ہر دو بزرگوں کی عطا کردہ کتب تاریخ۔ فلسفہ ادبیات۔ سیاست مذہب۔ نفسیات اور کئی دوسرے علوم پر مشتمل تھیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ متذکرہ اصحاب کے علاوہ بھی کافی لوگوں نے کتب خانے کے ساتھ ہر طرح تعاون کیا۔

متذکرہ کتب کے علاوہ لائبریری میں برطانوی اور مغل عہد کی بیشتر نادر اور نایاب دستاویز موجود ہیں ان میں ان ادوار کی سرکاری رپورٹیں۔ گزیٹر اور دوسرے ریکارڈ کا ذخیرہ شامل ہیں پنجاب میں برطانوی عہد میں ۱۸۵۵ء کے اوائل میں جو پہلی مردم شماری ہوئی اس کا مکمل ریکارڈ بھی یہاں محفوظ ہے "پنجاب پبلک لائبریری" میں اس وقت دو لاکھ سے زائد کتب موجود ہیں جو اردو انگریزی۔ عربی۔ فارسی ہندی سنسکرت گجراتی گورمکھی پشتو۔ بلوچی، سندھی۔ بنگالی۔ فرانسیسی جرمنی اور چینی زبانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ رکنیت چندہ صرف آٹھ روپے سالانہ ہے۔ اور زر ضمانت پندرہ سے بیس روپے ہے اس کے علاوہ تا حیات رکنیت کی شرح سو روپے ہے۔

Marfat.com

فی الحال لائبریری کا عملہ انتالیس افراد پر مشتمل ہے ان میں تیرہ افراد انتظامی امور پر مامور ہیں اور باقی لوگ مددگار کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ اس ادارے میں چھ تربیت یافتہ لائبریرین کام کرتے ہیں ۔ کارکنوں کی یہ تعداد کتب خانے کی وسعت اور ضرورت سے کہیں کم ہے ۔ جس کے باعث لائبریری سے استفادہ کرنے والوں اور خود منتظمین کو بسا اوقات بہت سی قباحتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ سرکاری طور پر کتب خانے کو ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے کی جو سالانہ مالی امداد ملتی ہے ۔ ظاہر ہے کہ وہ اسکی ضروریات کیلئے قطعی ناکافی ہے ۔ جبکہ خود لاہور میں کئی نسبتاً چھوٹے نیم سرکاری اشاعتی ادارے موجود ہیں ۔ جنکو سالانہ زیادہ مالی امداد ملتی ہے ۔ پنجاب پبلک لائبریری کے باقاعدہ ریکارڈ کے مطابق کم از کم ساڑھے سات سو افراد روزانہ بلا ناغہ اس علمی ذخیرے سے استفادہ کرتے ہیں ۔ ان میں طلباء ۔ اساتذہ ۔ صحافی ۔ ادیب ۔ ریسرچ سکالر اور اعلیٰ سروسوں کے لوگ شامل ہیں ۔ بعض اخبارات کی اطلاعات کے مطابق منتظمین نے گذشتہ دنوں لائبریری کی بنیادی ضروریات کے لئے حکومت سے انیس لاکھ روپے کی مالی امداد کی درخواست کی ہے تاکہ اس ادارے کو دور جدید کی ضرورتوں سے مزین کیا جاسکے ۔ اور دوسرے مشہور بین الاقوامی کتب خانوں کی سطح پر لایا جاسکے یہ مطالبہ فی الواقع بڑی حد تک جائز ہے ۔ جیسا کہ ابتدائی سطور میں کہا گیا ہے ۔ کہ آج پنجاب پبلک لائبریری ملک کا سب سے بڑا کتب خانہ ہے ۔ ہر سال لاکھوں تشنگان علم اس سے فیضیاب ہوتے ہیں چنانچہ یہ اور ضروری ہے کہ اُن بنیادی اور اہم کتب کو اس میں شامل کیا جائے ۔ جو سرمائے کی کمی کے باعث اب تک خرید نہیں کی جاسکیں ۔ اور جنکی آئے دن ضرورت پڑتی رہتی ہے لاہور کے موسم کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ امر بھی ضروری ہے کہ کتب خانے کی عمارات یا کم از کم ریڈنگ روم کو ایر کنڈیشنڈ کیا جائے ۔ غریب طلباء کو رکنیت کی فیس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے ۔ ریڈنگ روم میں ہر قسم کی ضروری اور بنیادی سہولت فراہم کی جائیں ۔ لیکن اس مقصد کے لئے محض حکومت کی مالی امداد پر ہی تکیہ نہیں کرنا چاہیے ۔ بلکہ ملک کے صنعتکاروں ، تاجروں اور مخیر متمول لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جانی چاہیے ۔ تاکہ ایک جانب تو حکومت کا اس طرف سے کچھ بوجھ ہلکا ہو دوسری جانب کتب خانے کی بڑے پیمانے پر تکمیل ہو سکے بیشک اس ضمن میں کچھ صاحبان علم نے پہل کی ہے اور یہ صورت حال خاصی حوصلہ افزا ہے ۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ دوسرے صاحبان حیثیت لوگ بھی سنجیدگی سے اس طرف توجہ کریں

اب تک اس کتب خانے کو جن لوگوں کی جانب سے مدد ملی ہے ان میں پروفیسر سید عبدالقادر ڈاکٹر اظہر علی کے بعد کئی دوسرے حضرات کے علاوہ "رفعت سلطانہ میموریل ٹرسٹ" شامل ہے پروفیسر عبدالقادر اور ڈاکٹر اظہر علی نے لائبریری کو مختلف علوم و فنون کی دو ہزار کتب تحفتہً دی ہیں اس کے علاوہ

Marfat.com

رفعت سلطانہ میموریل ٹرسٹ" کی جانب سے کتب کی فراہمی کا سلسلہ جاری رہا۔ اب تک یہ ادارہ پانچ ہزار سے زائد کتب فراہم کرچکا ہے اور آئندہ بھی توقع ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ واضح رہے کہ یہ ٹرسٹ پاکستان نیشنل بنک کے سربراہ اور مشہور صاحب علم بزرگ جناب ممتاز حسین صاحب کی صاحبزادی رفعت سلطانہ کی یاد میں قائم کیا گیا ہے۔

"پنجاب پبلک لائبریری میں ہند و پاکستان کے علاوہ بیشتر غیر ملکی مصنفین کی تصانیف موجود ہیں جن کو زبان اور موضوع کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے پاکستان میں قائم شدہ بیشتر اشاعتی ادارے بھی وقتاً فوقتاً نئی کتب سے اس کتب خانے کی اعانت کرتے رہتے ہیں۔ اس ضمن میں انجمن ترقی اردو، انجمن ترقی ادب۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ ایشیا فاؤنڈیشن اور مکتبہ فرینکلین کے نام قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں غیر ملکی ادارے ہیں جن کی بیشتر کتب اپنے ملک پراپیگنڈے سے متعلق ہوتی ہیں۔ چنانچہ کتب خانے کا عملہ ان اداروں کی جانب سے موصول ہونے والی کتب میں سے ایسی کتابیں منتخب کر لیتا ہے جو پاکستان کے مفاد کے خلاف نہیں ہوتیں پاکستان کے دوسرے ناشران کی کتب بھی خرید کر کے اس ذخیرہ میں شامل کی جاتی ہیں۔ لیکن جیسا کہ ابتدائی سطور میں بتایا گیا ہے کہ ناکافی مالی امداد اور روز افزوں بڑھتے ہوئے اخراجات کے باعث یہ امر ممکن نہیں کہ تمام تر کتب خرید کی جاسکیں۔ اس کے علاوہ اب جبکہ بعض وجوہ کے باعث کتب کی قیمتوں میں کافی اضافہ ہوچکا ہے۔ تو ان کی فراہمی کا کام اور زیادہ مشکل ہو گیا ہے ادھر اس حقیقت کا بھی پوری طرح احساس ہوتا ہے کہ ناکافی تربیت یافتہ سٹاف کے باعث ادارے کی کارکردگی بڑی شدت سے متاثر ہو رہی ہے اس کے علاوہ طلباء کی ضروریات کے پیش نظر اس امر کی ضرورت ہے کہ ان کے لئے ایک علیحدہ شعبہ ہو جہاں وہ اطمینان کے ساتھ مطالعہ کرسکیں۔ فی الحال یہاں' درسی کتب کے علاوہ کچھ امدادی کتب بھی موجود ہیں لیکن ان کی تعداد قطعاً ناکافی ہے۔

لائبریری میں لاہور کے بیشتر روزناموں کا ریکارڈ اگرچہ موجود ہے۔ لیکن نامکمل ہے اس وقت یہاں "سول اینڈ ملٹری گزٹ۔ پاکستان ٹائمز۔ امروز۔ احسان۔ کوہستان۔ نوائے وقت اور مشرق کی فائلیں دستیاب ہوسکتی ہیں۔ ملکی رسائل کے ساتھ ساتھ متعدد غیر ملکی رسائل بھی یہاں آتے ہیں۔ یہ لائبریری علمی اور تحقیقاتی کاموں کے سلسلے میں اہم رول ادا کر رہی ہے اس سے ہر سال لاکھوں تشنگان علم سیراب ہوتے ہیں مطالعہ کے اوقات صبح ساڑھے سات بجے سے شام کے چار بجے تک ہیں۔

Marfat.com

کتب خانہ نمبر

نوادرات کسی کتب خانے کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اس میں علمی، فنی، تاریخی اور ثقافتی نوادرات کا کتنا ذخیرہ موجود ہے چنانچہ پنجاب پبلک لائبریری نے بھی اس ضمن میں خاصا اہتمام کیا ہے اس مقصد کے لئے یہاں ایک خصوصی شعبہ قائم ہے جس کے نگران ایک خاموش لیکن عالم و فاضل بزرگ جناب منظور احسن عباسی ہیں۔ عباسی صاحب متعدد زبانوں کے ماہر ہیں قدیم اور نایاب نسخوں کی ترتیب و تدوین ان کا ایک بنیادی مقصد بن کر رہ گیا ہے چنانچہ اس شعبے میں فی الحال ایک ہزار سے زائد کتب ایسی ہیں جنہیں ترتیب دے کر مجلد کرایا گیا ہے۔ علم و ادب کے یہ نادر نسخے عربی کے ۲۰۲ فارسی کے ۵۱۷ اردو کے ۲۱ پشتو کے ۳ پنجابی کے ۶ ہندی کے ۲ اور کشمیری کے علاوہ کئی دوسری زبانوں کی کتب پر مشتمل ہیں۔ یہ کتب مختلف علوم کی نمائندہ ہیں اس کے علاوہ ان میں سے چند تو واقعی نادر روزگار ہیں۔

تقسیم سے قبل بے شمار نایاب و نادر کتب شعبے کی لاپرواہی کے باعث بارش اور دوسرے مصائب کا شکار ہو کر رہ گئی ہیں ان میں سے بہت سی کتب کی حالت انتہائی کرم خوردہ اور خستہ تھی لیکن اب اس شعبے کے نگران نے بڑی تندہی اور جاں سوزی کے ساتھ ان اوراق پریشان کو یکجا کر کے بلاشبہ آنے والی نسلوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ اس طرح انہوں نے ایسا مواد فراہم کر دیا ہے جس کی قدر و منزلت کچھ اہل علم و فضل ہی جان سکتے ہیں۔ لیکن اب بھی اس قریب قریب ضائع شدہ ذخیرے میں کچھ ایسی نادر روزگار کتب موجود ہیں جن کی ترتیب و تنظیم کے بعد کتب خانے میں گرانقدر اضافہ ہو سکتا ہے اس وقت دو ہزار سے زائد کتب جن میں بہت سے نادر و نایاب قلمی نسخے بھی شامل ہیں ترتیب پا چکے ہیں جیسا کہ گذشتہ سطور میں بتایا گیا ہے کہ کرم خوردہ اور بارش سے متاثرہ اوراق میں سے دو ہزار کے قریب کتب مرتب ہو کر مجلد ہو چکی ہے تاہم ابھی تقریباً چار ہزار کتب کے منتشر اوراق ابھی تک باقی ہیں جو ترتیب طلب ہیں خیال ہے کہ یہ سب کتب پچاس ساٹھ سال قبل کی ہیں۔ نادر کتب میں کئی نسخے کلام پاک کے ہیں جو واقعی بیش قیمت اور نایاب ہیں [illegible] میں اس [illegible] ۱۳۰۶ ہجری کا ایک [illegible] ہے جو عربی کے علاوہ دوسری چار زبانوں اردو، فارسی، سندھی اور گجراتی زبان پر مشتمل ہے [illegible] اس کی حالت بہت خستہ ہے پھر بھی اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ قرآن کریم کا یہ نادر نسخہ اسی سال پرانا ہے ان نادر کتب کی فہرست عباسی صاحب مرتب کر چکے ہیں۔ اور لائبریری کی جانب سے ان کی اشاعت مکمل کی جا چکی ہے۔ دوسرا قرآن کریم خطاطی اور فن نقاشی کا ایسا نادر نمونہ ہے جس کی مثال واقعی ملنا مشکل ہے یہ نسخہ اگرچہ نامکمل ہے پھر بھی انفرادی حیثیت کا حامل ہے اس نسخہ کا متن کالی سیاہی

Marfat.com

سے تحریر کیا گیا ہے۔ حاشیے کی تزئین میں سرخ، سبز، زرد اور سنہرے رنگ استعمال کیے گئے ہیں اسکی لمبائی ساڑھے سترہ انچ اور چوڑائی ساڑھے انتائیس انچ ہے خیال ہے کہ یہ دوازدہم ہجری کے آغاز کا تحریر کردہ

دوسرے قلمی نسخوں میں دربار اکبری کے ایک شاعر "قاسم کاہی سمرقندی" کا ایک مکمل فارسی دیوان ہے جو نایاب ہے۔ عباسی صاحب نے اس دیوان کو مرتب کرتے وقت بڑی تحقیق کے بعد قاسم کاہی سمرقندی کی دو سو پچیس غزلیں شامل کی ہیں۔ انہی صاحب کی ایک دوسری کتاب "مثنوی وامق عذرا" بھی موجود ہے۔ جو فارسی شاعری کا ایک یکتائے روزگار نمونہ ہے یہ کتاب بھی لائبریری کی زینت ہے اس کے علاوہ ایک دوسرا قلمی نسخہ "تحفۂ خانی" محمد فیض اللہ ابن محمد ابن ملی کی تصنیف ہے۔ اردو زبان میں جو قلمی نسخے موجود ہیں ان میں "محافل الانوار۔ دیوان ولی دکنی دیوان ریختہ یا دیوان غزل در غزل شامل ہیں۔ محافل الانوار کے مصنف شاہ عبدالمجید ابن شاہ عبدالحمید ہیں ان کا اصل نام عین الحق جدید تحقیق کے مطابق یہ کتاب ۱۲۶۳ھ ہجری میں لکھی گئی موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب پیغمبر اسلام حضور سرور کائنات کی سوانح عمری ہے دیوان ولی دکنی اگرچہ اب باقاعدہ طور پر اشاعت پذیر ہو چکا ہے لیکن متذکرہ نسخہ نایاب اور بیش قیمت ہے ولی کی بہت سی غزلیں جو دوسرے دواوین میں موجود نہیں ہیں اس نسخہ کی زینت ہیں ایک لحاظ سے یہ دیوان مکمل ہے۔ دیوان ریختہ یا دیوان غزل در غزل نواب سعادت یار خان رنگین کا مجموعہ کلام ہے اگرچہ ہند و پاکستان میں اس کے چند نسخے موجود ہیں پھر بھی متذکرہ مجموعہ مکمل ہے یہ دیوان ۱۲۱۵ ہجری میں تحریر کیا گیا ایک اور قلمی کتاب "دستور العمل ملک محفوظ" ہے جو بعض دستاویزی اور تاریخی واقعات کا مجموعہ ہے

اسی طرح فارسی میں "انشائے مرقع وہبی" دوازدہم صدی کے اواخر کا تحریر کردہ ہے اس کے مصنف منشی پرسائے وہبی ابن لال رائے ہیں یہ کتاب فارسی ادب کا ایک نادر و نایاب نسخہ ہے۔ ایک اور قلمی نسخہ "تاریخ داؤدی" بھی کتب خانے کی زینت ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب کا موضوع تاریخ ہے۔ عہد جہانگیر کے ایک صاحب علم عبداللہ اس کے مصنف ہیں۔ "اقبال نامہ جہانگیر" عہد عالمگیری کی تصنیف ہے اس کے مؤلف کا نام ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔

قدیم رسائل میں اردو زبان کا ایک مجلہ "تذکرۂ عالم" قابل ذکر ہے اس کے دو شمارے اس وقت لائبریری میں موجود ہیں رسالے کا سائز $\frac{20 \times 30}{2}$ ہے ان شماروں میں بیشتر

مضامین عہدِ مغلیہ کے اواخر کی شخصیات سے متعلق ہیں۔ بیشتر تصاویر بھی شامل ہیں جن میں "فرخ سیر کی بیگم انوپ بائی" "نواب سراج الدولہ اور زینت محل" کے علاوہ "رفیع الدولہ نواب کی بیگم" "سرہندی بیگم جہاندار شاہ کی دوسری بیگم" اور "نواب جنرل بخت بہادر" کی نہایت خوبصورت سہ رنگی تصاویر شامل ہیں "تذکرۂ عالم" کے ناشر بلاقی داس ہیں اور اس کی طباعت "مشہور پریس" دہلی کی مرہونِ منت ہے

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ "پنجاب پبلک لائبریری نہ صرف یہ کہ پاکستان کی سب سے قدیم اور بڑی لائبریری ہے اس کا وجود طالب علموں اور صاحبانِ علم کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے

ہر کتاب کی آمد میرے لئے پیام مسرت اور نویدِ شادمانی لے کر آتی ہے۔ کتاب کا پیکٹ ملتے ہی اُس کی ایک جھلک تو میں اسی وقت دیکھ لیتا ہوں پھر رکھ دیتا ہوں لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ جلد سے جلد رات ہو جائے اور میں اس کے جمالِ جہاں آرا سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کروں۔ حضرت حافظ شیرازی فرماتے ہیں:۔

فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے

میں بلبلِ شیراز کے گوشۂ چمن کا قائل نہیں فرصت کے لمحات ضرور میسر ہوں لیکن موسم سردی کا ہو۔ وقت رات کا ہو۔ بستر گرم گرم ہو۔ تیز لیمپ روشن ہو اور انگیٹھی سلگتی ہو۔ چائے کی ایک دو گرم اور مزیدار پیالیاں اور تھوڑے سے بھنے ہوئے نمکین پستے ہوں تو سبحان اللہ! کامل تنہائی ہو اور مخل کوئی نہ ہو۔ بس

تُو ہو ترا جلوہ ہو اور گوشۂ تنہائی

(عبدالمجید قریشی)

Marfat.com

قادر حسن

دیال سنگھ لائبریری

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ایک جرنیل سردار دیسا سنگھ کے پوتے اور امرتسر کے گورنر سردار لہنا سنگھ کے بیٹے سردار دیال سنگھ نے اپنی موت سے کوئی ڈھائی برس پہلے ۱۵ جون ۱۸۹۵ء میں اپنی آخری وصیت میں لکھا کہ میری جائداد میں شامل ایچیسن چیمبر نام کی بلڈنگ کے کرائے سے جو کہ تین سو روپے ماہوار ہے اور بنکوں میں جمع میرے سرمائے سے ساٹھ ہزار روپے نقد کی مدد سے شہر لاہور کے قریب ایک موزوں عمارت حاصل کی جائے اور وہاں ایک پبلک لائبریری قائم کی جائے اور اس کے کھلنے کے اوقات میں عام لوگوں سے کتابوں، اخبارات اور رسائل کے مطالعہ کا کوئی معاوضہ نہ لیا جائے۔

سابق پنجاب کے خاندانی رئیس جاگیردار اور زمینوں اور مکانوں کی وسیع جائیداد کے مالک سردار دیال سنگھ مجیٹھیہ نے اپنی اس وصیت کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جن سات افراد پر مشتمل ٹرسٹیوں کی کمیٹی بنائی تھی اس نے ایک لائبریری کے قیام کے تمام اسباب فراہم کر لئے۔ نسبت روڈ پر کہ اس زمانے میں جس کا شمار لاہور کے بہترین علاقوں میں ہوتا تھا ایک موزوں عمارت تعمیر کی گئی اسے ساگوان کے فرنیچر سے آراستہ کیا گیا اور ہزاروں کی تعداد میں انگریزی، اردو، گورمکھی، ہندی، فارسی اور عربی زبانوں کی کتابیں جمع کی گئیں اور ۱۹۲۸ء میں اس شاندار لائبریری نے "دیال سنگھ لائبریری" کے نام سے تشنگانِ علم کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے۔ ۱۹ برس یعنی ۱۹۴۷ء تک یہ لائبریری باقاعدگی کے ساتھ کھلی رہی اور اس کی کتابوں کا ذخیرہ تیس ہزار تک پہنچ گیا۔ قیام پاکستان کے وقت لائبریری ٹرسٹ کے ٹرسٹی جو سب کے سب غیر مسلم تھے ہندوستان چلے گئے اور منتظمین کے نہ ہونے کی وجہ سے لائبریری بند کر دی گئی اس علم پرور شخصیت کے قائم کردہ ایک دوسرے ٹرسٹ دیال سنگھ کالج نے لائبریری کی کتابوں کی حفاظت کا کسی حد تک بندوبست کئے رکھا لیکن لائبریری کا دور

Marfat.com

۱۹۶۱ء کو دوبارہ کھل سکی۔ حکومت پاکستان نے ۲۰ جون ۱۹۵۸ء کو پرانے غیر مسلم ٹرسٹیوں کی جگہ نئے ٹرسٹی مقرر کئے جن کی کوششوں سے لائبریری پھر سے کھل سکی ہے۔

لائبریری کھلنے کے کوئی تین روز بعد جب میں نے لائبریری کے اسسٹنٹ لائبریرین محمد امین صاحب سے کتابوں کی موجودہ تعداد کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ لائبریری کا نیا عملہ ابھی کتابوں کے ریکارڈ کی جانچ پڑتال میں مصروف ہے اور لائبریری کے بند رہنے کے گذشتہ تیرہ برس کی غارت گری کا وہ ابھی تک اندازہ نہیں لگا سکا۔ لائبریری کے سنگ مرمر کے فرش اور ساگوان کی خوبصورت الماریوں کے درمیان چلتے ہوئے مجھے دیال سنگھ کالج کی ایک سابق اہم مسلم شخصیت کے وہ الفاظ یاد آ رہے تھے جو انہوں نے چند برس پہلے ایک ملاقات میں مجھ سے کہے تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ الف ولیلہ کا قدیم عربی نسخہ اب بازار میں نایاب ہے، لائبریری سے کہاں سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ تو انہوں نے بلا جھجک اور کچھ محسوس کئے بغیر مجھے جواب دیا۔

"لائبریری؟ دیال سنگھ لائبریری میں ہوگا، وہاں سے نکلوا لیں گے اور کہیں گے کہ کہیں گم ہو گیا ہوگا" یہ وہ لوگ تھے جن کی تحویل میں تیرہ برس تک یہ لائبریری رہی ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ علم و فن کے کتنے نادر ذخیرے ان لوگوں کی غارت گری کی نذر ہو چکے ہیں۔ لائبریری کے بانی سردار دیال سنگھ کتابوں کے بڑے دلدادہ تھے۔ لاہور امرتسر اور ان کے آبائی گاؤں مجیٹھہ میں انہوں نے اپنی رہائش گاہوں پر کتب خانے بنا رکھے تھے اور ان کی زندگی انہیں علمی خزانوں کی آغوش میں گذرتی تھی۔ جس طرح ان کی دولت اور جائداد بے حساب تھی اسی طرح ان کے علمی شوق کا بھی کوئی اندازہ نہیں تھا اور یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بڑی نادر کتابیں جمع کر رکھی ہوں گی۔ یہ کتابیں اس لائبریری کو ملیں اور غالب گمان یہی ہے [illegible]

لائبریری جب نئے ٹرسٹیوں کے سپرد کی گئی تو اس کی حالت نہایت خستہ تھی۔ الماریوں کی بجائے کتابوں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے۔ فرنیچر ٹوٹ پھوٹ گیا تھا اور خود عمارت کی حالت بھی خراب تھی۔ اوپر کی منزل پر قبضہ کر رکھا تھا اور اسے رہائش گاہ بنا لیا گیا تھا اور عمارت کو لائبریری کے قابل استعمال بنانے کے لئے اچھی خاصی مرمت کی ضرورت تھی۔ ان حالات میں فوری طور پر لائبریری کو کھول دینا ممکن نہیں تھا۔ لائبریری ٹرسٹ کو فرنیچر اور عمارت کی مرمت اور تیس ہزار سے زائد کتابوں کی ترتیب کی ضرورت تھی۔ پھر ایک اچھے لائبریرین کی بھی ضرورت تھی جو آسانی سے نہیں مل سکتا تھا۔ اس کام میں دو برس کے قریب عرصہ صرف ہوا۔

لائبریری میں کتابوں کی صحیح تعداد اور نادر کتابوں کی [illegible] تفصیلات ابھی معلوم نہیں ہیں۔ ٹرسٹ نے

Marfat.com

گم شدہ کتابوں کی جگہ بھرنے اور لائبریری کے بند رہنے کے عرصہ کی کتابیں خریدنے کے لیے بیس ہزار روپیہ مخصوص کی
ہے لائبریری میں ۱۹۴۷ء کے بعد کی چھپی ہوئی کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس لیے گذشتہ تیرہ برس کے عرصہ میں چھپنے وا
کتابوں کو خریدنے کے لیے یہ رقم بالکل ناکافی ہے۔ اس سلسلے میں ٹرسٹ اپنے محدود وسائل کی وجہ سے شاید اس
سے زیادہ روپیہ نہ لگا سکے لیکن ہمارے اشاعتی ادارے اور حکومت کی مالی امداد اس کمی کو پورا کر سکتی ہے ملک
میں لائبریریوں کی از حد کمی کی وجہ سے بہت ممکن ہے حکومت اس نیم بنائی لائبریری کی فراخ دلانہ امداد پر آمادہ
ہو جائے اس طرح ہمارے اشاعتی ادارے اگر اپنی مطبوعات کا ایک ایک نسخہ اس قومی لائبریری کو عنایت فرماد
تو یہ ان کی قومی خدمت ہوگی۔

دیال سنگھ لائبریری ٹرسٹ جس شخصیت کے علمی جذبہ کا ثمرہ ہے اس نے اس شہر کو دو اور ادارے بھی
دیئے ایک دیال سنگھ کالج ٹرسٹ اور دوسرے ٹربیون اخبار ٹرسٹ۔ اخبار تو قیام پاکستان کے بعد ختم ہو گیا
لیکن دیال سنگھ کالج اب تک جاری ہے۔

پاکستان کے جن سابق غیر مسلم شہریوں نے ہمیں علمی اور عوامی بہبود کے ادارے دیئے ہیں ان میں آنجہانی سردار
دیال سنگھ کا نام بہت نمایاں ہے۔

سردار دیال سنگھ پنجاب کے ایک نہایت معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے ان کے دادا سردار دیسا سنگھ مہاراجہ
رنجیت سنگھ کے جرنیل تھے اور بھاری خدمات کے صلے میں انہیں مہاراجہ نے وسیع جاگیر عنایت کی۔ اور ماجھا اور
امرتسر کا گورنر مقرر کیا۔ سردار دیال سنگھ کے والد سردار لہنا سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے درباری تھے اور ۱۸۳۲ء
میں اپنے والد کی موت پر امرتسر اور ماجھا کی گورنری انہیں دے دی گئی۔ سردار لہنا سنگھ اعلیٰ پایہ کے محقق حساب دان
اور علم ہیئت کے ماہر تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی موت پر سردار لہنا سنگھ اپنے اعلیٰ عہدے سے کنارہ کش
ہو گئے۔ اور انہوں نے بنارس میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ یہ ۱۸۴۰ء کا واقعہ ہے۔

جن دنوں سردار لہنا سنگھ بنارس میں کنارہ کشی کی زندگی بسر کر رہے تھے وہاں ۱۸۴۹ء میں سردار دیال سنگھ
پیدا ہوئے ۱۸۵۴ء کے تھوڑے دن بعد سردار لہنا سنگھ کا انتقال ہو گیا اور کم سن دیال سنگھ کو واپس پنجاب میں
ان کے آبائی گاؤں مجیٹھہ میں لے جایا گیا۔ یہ گاؤں ضلع امرتسر میں واقع ہے۔ کچھ ہی عرصہ بعد ان کی ماں کا بھی
انتقال ہو گیا اور یتیم بچے کی پرورش ان کے نگران راجہ تیجا سنگھ کے سپرد کر دی گئی ان کی وسیع جائداد کا انتظام
کورٹ آف وارڈز کے تحت دے دیا گیا۔ کمسن دیال سنگھ کے تیز ذہن کی تربیت اور تعلیم کے لیے مشہور اتالیق

Marfat.com

کی خدمات حاصل کی گئیں۔

۱۸۷۰ء میں جب دیال سنگھ سن بلوغ کو پہنچے تو جائیداد ان کے سپرد کر دی گئی۔ انہوں نے جائیداد کا انتظام نہایت خوبی سے کیا اور انہیں اتنی فرصت ملنے لگی کہ وہ وقتاً فوقتاً غیر ممالک کا سفر کر سکیں وہ یورپ کے ممالک میں کئی بار گئے اور وہاں اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ غیر ممالک کے لوگوں سے میل جول نے ان میں بڑی وسعت نظر پیدا کر دی اور یہاں تک کہ وہ اپنے مذہب کی بعض روایات سے بغاوت کرنے لگے اور انہوں نے مذہبی امور اور احکامات کا بڑی غیر جانبداری سے مطالعہ کیا۔ یہ ان کی عظمت تھی کہ انہوں نے پیدائشی مذہب کو حرف آخر سمجھنے سے انکار کر دیا اور اپنے علم اور شعور کو زیادہ اہمیت دی۔ سردار دیال سنگھ نے دوسرے مذاہب کا گہرا مطالعہ کیا اور بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ برہمو سماج اُن کے لیے موزوں مذہب ہے۔ یہ ہندومت کی ایک شاخ ہے وہ ہندوؤں کے عظیم فاضل اور ماہر تعلیم راجہ رام موہن رائے اور کشپ چندر سین کی تحریروں سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے ان کی کئی تحریروں کا اردو میں ترجمہ کیا اور اپنے نئے مذہب اور فلسفہ کی تبلیغ کی خاطر انہیں چھپوایا۔ سیاسی لحاظ سے سردار دیال سنگھ انڈین نیشنل کانگریس سے وابستہ تھے اور ۱۸۹۲ء میں لاہور میں ہونے والے کانگریس کے اجلاس کی استقبالیہ کمیٹی کی صدارت انہیں تفویض کی گئی تھی

برہمو سماج کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لیے انہوں نے بہت کام کیا۔ ابتدائی عمر سے ہی وہ اس بات کے قائل تھے کہ آزاد تعلیم اور رواداری بہت ضروری ہے اور ملک کے کئی مسائل کا حل اس رواداری اور برداشت میں ہے۔ اسی غرض کے لیے انہوں نے لاہور سے ۱۸۸۱ء میں انگریزی روزنامہ ٹریبیون جاری کیا۔ یہ اخبار آزادی سے کچھ ہی پہلے بند ہو گیا۔

اخبار سے بھی زیادہ اہمیت انہوں نے تعلیم کو دی۔ اپنی وصیت میں انہوں نے جائیداد کا [illegible] حصہ تعلیم کے لئے وقف کر دیا اس میں سے کچھ حصہ انہوں نے [illegible] مشن امرت سر کو دے دیا۔ اس مشن [illegible] کے آبائی گاؤں مجیٹھہ میں جو مڈل سکول چل رہا تھا اسے ہائی سکول بنا دیا جائے [illegible] والے ایک کالج کو ملا جسے آج دیال سنگھ کالج کے نام سے [illegible] پنجاب میں رہ گیا ہے اور اب کالج نسبتاً کم [illegible] وصیت میں صاف [illegible] گیا تھا کہ کالج میں [illegible] تعلیم ہونی چاہیے اور تعصبات کا [illegible]

وصیت میں [illegible] کی گئی تھی ان میں ایک لائبریری بھی تھی

Marfat.com

تعصب سے پاک اور انتہائی آزاد خیال سردار دیال سنگھ کے صرف دو کارنامے باقی رہ گئے" ٹریبون" اخبار ختم ہو چکا ہے اور کالج اور لائبریری زندہ ہیں۔

سردار دیال سنگھ صرف ۴۹ برس کی عمر میں ۲۵ اگست ۱۸۹۸ء میں انتقال کر گئے ان کی کوئی اولاد نہیں تھی لیکن انسانیت کی بے لوث خدمت میں انہیں جو مسرت حاصل ہوئی اس نے بے اولادی کا غم محو کر دیا۔ اس عظیم شخص کو حقیقی مسرت کے حصول کا راز مل گیا تھا۔ اگرچہ ان کی اولاد کوئی نہیں تھی لیکن پاک و ہند میں ان کی زندہ جاوید نشانیاں ہمیشہ اس کی یاد دلاتی رہیں گی۔

سردار دیال سنگھ کی اہلیہ بھگوان کور ان کی وفات کے بعد تک زندہ رہیں وصیت میں ان کے حقوق کی نگہداشت کی بار بار تاکید کی گئی ہے سردار دیال سنگھ نے اپنی جائیداد کا وارث ایک قریبی رشتہ دار سردار گجندر سنگھ کو قرار دیا تھا لیکن ان پر یہ ذمہ داری عائد کی وہ بھگوان کور کے معیار زندگی کو حسب معمول برقرار رکھیں گے اور ان کے مرتبہ کے مطابق اس کی عزت و احترام کریں گے۔ بھگوان کور کو دودھ کے لیے مویشی ملیں گے امرتسر یا مجیٹھ میں وہ جہاں رہنا چاہیں رہیں گی ہر ماہ ایک سو روپیہ اخراجات کے لیے ملیں گے۔ ان کے مویشیوں کو چارہ دیا جائے گا دو مرد اور دو عورت نوکروں کو تنخواہیں ملیں گی اور حسب پسند سواری مہیا کی جائے گی ساتھ ہی بھگوان کور کے قبضے میں جو کچھ ہے وہ رہنے دیا جائے گا۔

دوسرا فرد جس کے بارے میں وصیت میں کہا گیا ہے وہ ان کے مینیجر نور محمد ہیں وصیت میں سردار دیال سنگھ نے اپنے وارث کو تاکید کی ہے کہ وہ نور محمد کو بدستور مینیجر رکھیں گے بشرطیکہ وہ بددیانتی اور عمداً غفلت کے مرتکب نہ ہوں ان دو کے علاوہ کوئی تیسرا فرد ایسا نہیں جس کے بارے میں آنجہانی سردار دیال سنگھ نے اپنی وصیت میں جذباتی وابستگی کا اظہار کیا ہو۔ بلکہ وصیت کی قانونی زبان دیکھنے سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ تعلیمی ادارے ان کے لیے سب کچھ تھے۔

Marfat.com

ڈاکٹر کے بی نسیم۔ شعبہ فارسی
پشاور یونیورسٹی

کتب خانہ اسلامیہ کالج، پشاور

سلامیہ کالج کی بنیاد جناب نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان مرحوم نے ۱۹۱۳ء میں رکھی تھی کالج ے ساتھ اس وقت ایک شعبہ السنہ شرقیہ بھی ملحق تھا۔ جس میں مولوی فاضل و منشی فاضل کی تیاری کرائی اتی تھی اور علاقہ کے مقتدر علماء اس شعبہ کی خدمت سرانجام دے رہے تھے صاحبزادہ مرحوم کو کالج کے ساتھ والہانہ محبت اور عقیدت تھی اس کی بنا پر وہ کالج کو ترقی اور فروغ دینے میں ہمہ تن کوشاں رہے س ضمن میں ان کی انتھک کوششوں کے سبب جو نتائج برآمد ہوئے ان کا اجمالی جائزہ اسلامیہ کالج ی موجودہ حیثیت سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ اس وقت اسلامیہ کالج لائبریری میں بینتیس ہزار کتب ہیں یام پاکستان کے بعد اکیس ہزار آٹھ سو کتابوں کا اضافہ ہوا ان میں صرف اردو کی تین ہزار پانچسو کتب ہیں یا ہی اچھا ہوتا کہ کوئی ریسرچ سکالر ایک مفصل تحقیقی مقالہ لکھ کر صاحبزادہ مرحوم کی علمی خدمات سے بہرہ ور کرتا

مکتبہ مولانا غلام جیلانی

ہمیں اس وقت صرف مکتبہ مولانا جیلانی کا ذکر کرنا ہے جو اسلامیہ کالج لائبریری کا ایک اہم حصہ ہے جس کی موجودہ ترتیب تین ممتاز شخصیات کی مساعی کی مرہون منت ہے اول تو مولانا غلام جیلانی مرحوم جو تاریخ یوسف زئی پٹھان کے مصنف اللہ بخش یوسف زئی پٹھان کے مصنف اللہ بخش یوسفی کے قول کے مطابق پشاور کے مشہور عالم دین تھے یہ مکتبہ ان کا ذاتی کتب خانہ تھا۔ چند کتابوں کے علاوہ جو انہیں خاندانی طور پر ورثہ میں ملی تھیں بقیہ تمام کتابیں انہوں نے اپنے اہتمام سے جمع کیں۔ دوسری ذی قدر شخصیت نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان کی تھی مولانا غلام جیلانی کی وفات پر ان کا یہ عظیم و جلیل کتبخانہ ان کی بیوی اور ایک صاحبزادی کی تحویل میں رہا۔ امیر حبیب اللہ خان مرحوم والیٔ افغانستان کو جب اس بے بہا علمی ذخیرے کا علم

Marfat.com

ہوا تو انہوں نے اس کو دارالسلطنت کابل میں اپنے پاس رکھنے کی خواہش ظاہر کی اور ڈیڑھ لاکھ روپے کی رقم خطیر سے اس کو خرید نا چاہا لیکن مرحوم کی بیوی اور صاحبزادی اس یادگار کو نقدی کے عوض منتقل کرنے پر راضی نہ ہوئیں۔ کچھ مدت گذر جانے کے بعد نواب صاحب مرحوم نے ان کو ترغیب دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ یہ کتب خانہ اسلامیہ کالج کو وقف کر دیں اور یہ وہاں مولانا مرحوم کی مستقل یادگار رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نواب صاحب کو غریق رحمت کرے جنہوں نے اس دینی کتب خانہ کو محفوظ کر دیا اور یہ کتب خانہ آج تک تشنگان علوم کو سیراب کر رہا ہے ورنہ معلوم نہیں کہ اس کتب خانہ کا کیا حشر ہوتا۔ تیسری شخصیت مولانا عبدالرحیم مرحوم سابق ناظم کتب خانہ کی تھی جنہوں نے اس مکتبہ کی تمام کتابوں کی ایک بیش قیمت فہرست مرتب کر کے شائع کی یہ فہرست تقریباً ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے

مکتبہ کے بانی کے سوانح

مولانا غلام جیلانی مرحوم کی اولاد میں سے اس وقت کوئی زندہ نہیں ان کی نرینہ اولاد کوئی نہ تھی۔ ایک صاحبزادی تھیں جو لاولد فوت ہوئیں اس لئے ان کے سوانح کے بارے میں معلومات تفصیل سے فراہم نہیں ہو سکیں۔ حال ہی میں محمد امیر شاہ قادری نے کتاب "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" تصنیف کی ہے جس میں انہوں نے مولانا غلام جیلانی مرحوم کا بھی مختصراً ذکر کیا ہے اگرچہ ان کی معلومات بھی زیادہ تر ان یادداشتوں سے ماخوذ ہیں جو اس مکتبہ کی کتابوں میں جا بجا پائی جاتی ہیں۔

آپ ۱۱۹۸ھ مطابق ۱۷۸۲ء بمقام پشاور پیدا ہوئے آپ کا اسم گرامی حافظ غلام جیلانی والد کا نام حافظ غلام حبیب دادا کا نام مولانا غلام مصطفیٰ لقب علامہ عصر اور "میاں صاحب آسیا" کے نام سے مشہور تھے خاندان چغتائی تھا آپ کے والد عالم متبحر نہایت ہی متقی اور پابند سنت تھے وعظ فرمایا کرتے تھے فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ سکھوں کے خلاف محدثین ہندوستان کی بڑی مدد کی۔ حافظ غلام جیلانی مرحوم نے اپنے والد بزرگوار سے قرآن پاک حفظ کیا اور علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی حافظ حبیب اللہ قندھاری آپ کے اساتذہ میں سے تھے ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور تحریک محدثین ہندوستان کی پوری پوری حمایت و اعانت کی۔ آپ کے علم کا شہرہ دور دراز ممالک تک پہنچا ہوا تھا۔ غزنی ہرات سمرقند بخارا اور کابل تک کے طلباء آ کر آپ سے اپنی علمی استعداد کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے اور اس چشمۂ علم و حکمت سے فیضیاب ہو کر لوٹتے آپ علوم متداولہ پر کامل دستگاہ رکھتے تھے اپنے کتب خانہ کی ہر ایک کتاب پر آپ نے کچھ نہ کچھ

Marfat.com

تحریر کیا ہے مولانا عبدالرحیم مرحوم سابق لائبریرین اسلامیہ کالج پشاور رقمطراز ہیں' آپ تیرھویں صدی ہجری کے بہت بڑے متبحر عالم تھے ان کے تبحر علمی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس عظیم الشان کتب خانہ میں ایسی کتاب کم تر ہوگی جس پر علامہ موصوف نے مطالعہ کر کے کچھ حاشیے یا کوئی مفید یادداشت نہ لکھی ہو۔ بقول محمد امیر شاہ قادری آپ کی یہ عادت تھی کہ اپنے مطالعہ میں کہنیوں کے بل بیٹھے بیٹھے رات گذار دیتے آپ کے متعلق یہ واقعہ زبان زد خلائق ہے کہ ایک بار شب جمعہ آپ کے مطالعے کے کمرے میں ایک روشنی نمودار ہوئی دیکھا تو حضرت خواجہ خضر تھے۔ حضرت خضر نے آپ سے فرمایا کہ آپ نے میری تلاش میں زندگی بسر کر دی ہے۔ میں نے چاہا کہ آپ سے ملوں اب فرمایئے کہ آپ کو کیا ضرورت ہے؟ حافظ صاحب نے مسکرا کر فرمایا اے جناب خضر! جب کچھ دینے کا وقت تھا تو آپ نہیں ملے آپ نے اپنی کہنیاں دکھاتے ہوئے خواجہ خضر سے کہا دیکھئے حصول علم کے لئے میں نے شب و روز کتابوں کے مطالعہ میں اس کمرے میں اپنی کہنیاں متورم اور داڑھی سفید کر دی ہے اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

آپ کے اس ذوقِ مطالعہ کا نتیجہ تھا کہ آپ نے ایک نہایت ہی عمدہ کمیاب اور قیمتی کتب خانہ مہیا فرمایا جب آپ حج کے ارادے سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو آپ نے دیار حجاز میں نایاب کتابوں کے بہم پہنچانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ دیگر نایاب کتابوں کے علاوہ انجیل مقدس کا ایک قلمی نسخہ بھی آپ ہمراہ لائے تھے جس کو آپ نہایت ہی عزت و تکریم سے رکھتے ہوئے تھے اور بڑے بڑے علماء اس کی زیارت کے لئے آتے آخر آپ کی وفات کے بعد جب کہ یہ کتب خانہ اسلامیہ کالج کو منتقل ہوا تو اس انجیل مقدس کے نسخہ کو یورپ بھیج دیا گیا۔

مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم ناظم کتب خانہ تحریر فرماتے ہیں۔ حافظ غلام جیلانی صاحب مرحوم کی عادت تھی کہ پہلے تو وہ ہر ایک کتاب کو اس کی اصلی صورت میں حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے چنانچہ ان کے کتب خانہ میں ایسی متعدد کتابیں موجود ہیں جو خود مصنفوں کے سامنے لکھی گئی ہیں یا مصنف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے سے نقل کی گئی ہیں یا اس نسخے کی نقل النقل ہیں۔ کئی ایک کتابیں بڑے بڑے علمار سلف مثلاً احمد بن عمران مقدی علامہ جیرتی شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں البتہ اگر اصل صورت میں کتاب کا ملنا میسر نہیں ہوتا تھا تو نہایت احتیاط کے ساتھ اس کی نقل لے لیا کرتے تھے جس کی بیسیوں مثالیں کتب خانہ کے دیکھنے سے مل سکتی ہیں۔

Marfat.com

اس طرح مولانائے ممدوح کے پاس مختلف علوم کی بہترین تصنیفات کا بیش بہا خزانہ جمع ہوگیا یہ علمی خزا[نہ] مولانائے ممدوح کو اتنا عزیز تھا کہ معمولی درجے کے اشخاص کو تو اس کی شکل دکھلانے تک سے دریغ ک[رتے] تھے۔ ہاں صحیح علمی مذاق رکھنے والوں کے لیئے ان کے کتب خانہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔

مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم اس کتاب خانہ کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ "کتب خانہ میں مختلف علوم وفنو[ن] کی تین ہزار کتابیں موجود ہیں۔ جس میں سے اکثر کتابیں اپنی قدامت کیا بی، خوشخطی اور دیگر خصوصیات کی وج[ہ] سے نہایت اہمیت رکھتی ہیں بعض کتابیں تو ایسی نایاب ہیں کہ ہندوستان بھر کے کتب خانوں میں ان کا وجو[د] نہیں ملتا۔ ۵ر دسمبر ۱۹۱۵ء کو جب مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب مرحوم دہلوی نے اس کتب خانہ کا معائنہ کیا ت[و] باوجود اس وسعت نظر کے جو ان کو فن طب میں حاصل ہے انہوں نے بعض طبی کتابیں خاص طور پر نکلوائیں غور و امعان سے دیر تک ان کا مطالعہ کیا اور ان کو "دُرّ نایاب" سے تعبیر کیا۔ مولانا عبدالرحیم مرحوم اس کتبخا[نہ] کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔ اس کتب خانہ کی اہمیت ایک دوسرے طریقہ پر بھی ظاہر ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس وقت ہندوستان بھر میں سرکار عالیہ حیدرآباد دکن کا کتب خانہ آصفیہ ایک چوٹی کا کتبخا[نہ] ہے جس کی مفصل فہرست اس وقت نیاز مند مؤلف کے پیش نظر ہے لیکن جب اس کے موجودہ کتابوں کا اس کتب خانہ کی موجودہ کتابوں سے بنظر دقیق مقابلہ کیا جاتا ہے تو واضح ہوتا ہے کہ کتب خانہ ہذا کی اکثر کتابوں میں جو امتیازی خصوصیتیں پائی جاتی ہیں وہ کتب خانہ آصفیہ کی کتابوں میں مفقود ہیں یا بہت کم ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کتب خانہ آصفیہ میں کتابوں کی تعداد کس قدر زیادہ ہے۔"

اگرچہ اس مختصر مقالہ میں کتب خانہ کی ان تمام نادر قلمی کتابوں کا ذکر کرنے کی گنجائش تو نہیں تاہم چند ایک کا تذکر[ہ] کرنا ازبس لازمی ہے۔

۱۔ کتاب الزیادات (عربی) از محمد بن الحسن الشیبانی۔ خط قدیم میں فقہ کی نہایت معتبر اور ناپید قلمی تصنیف ہے یہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ یہ نسخہ سنہ ۶۶۳ھ ۱۲۶۴ء کا لکھا ہوا ہے۔

۲۔ عضدی شرح مختصر ابن الحاجب (عربی) یہ نسخہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ۹۸۹ ہجری میں اپنے قلم سے لکھا نسخہ مذکور اورنگ زیب عالمگیر کے شاہی کتب خانہ میں رہا ہے چنانچہ اس پر کتب خانہ شاہی کی مہر ثبت ہے۔ اصول شریعت پر نہایت عمدہ کتاب ہے۔

۳۔ عجایب الاشعار (عربی) عربی ادب کا جلیل القدر اور نایاب قلمی نسخہ ہے۔ مسلم بن محمود شیرازی نے اسماعیل

Marfat.com

لک العزیز کے لئے تصنیف کیا۔ ۶۹۱ھ سـ۱۲۹۱ءٔ کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔ جب کہ مصنف بقید حیات تھا۔ یہ نسخہ شاہ جہان اورنگ زیب عالمگیر کے کتب خانوں میں رہا ہے جہاں تک معلوم ہو سکا ہے اس کا نسخہ یورپ کے خانوں میں بھی نہیں۔

۔ کتاب الاغانی (عربی) از ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اصل میں اس کے بیس حصے ہیں۔ شعراءِ عرب کی کامل اور مبسوط تاریخ ہے مصنف نے پورے پچاس سال اس کے تالیف کرنے میں صرف کئے سیاہی غیر مطموس ہے مصنف کے عہد میں یعنی چوتھی صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ تشخیص کیا گیا ہے۔

۔ مفاتح الرحمت (عربی) از طغرائی اصفہانی علم کیمیا کی ایک نادر کتاب ہے۔ اصول کیمیا کو نہایت بسط اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جا بجا شکلیں بھی توضیح کے لئے دی ہیں

مسیح الملک حکیم اجمل خان مرحوم دہلوی نے اس کو "درِ نایاب" سے تعبیر کیا ہے۔ یہ کتاب مولانا غلام جیلانی کو جن صاحب سے ملی ہے اس صاحب نے کتاب کے آخری صفحہ پر عربی میں ایک یادداشت لکھی ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے

" یہ کتاب جس شخص کے پاس تھی اس کو میں ۱۲ ہزار روپے بڑی خوشی سے دینے پر آمادہ تھا لیکن اس نے کتاب کو اپنے سے جدا کرنا منظور نہ کیا۔ بالآخر میں نے ایک حکمت عملی سے وہ کتاب اس سے حاصل کی اور بارہ کاتبوں نے دن رات مصروف رہ کر چھ دنوں میں اس کی نقل لے لی"

۵۔ کتاب الاقناع (عربی) از ابوالحسن یہ کتاب اصل یونانی سے عربی میں ترجمہ کی گئی ہے۔ فن جراحی کے اصول پر نہایت جامعیت کے ساتھ بحث کی ہے۔ مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان دہلوی کے لفظوں میں "ایک درِ نایاب" ہے

۶۔ زبدۃ الطب (عربی) از غلام خوارزشاہی۔ علم طب کی فقید المثال کتاب ہے۔ حکیم محمد اجمل خان نے اس کو بڑے انہماک سے پڑھا۔ ساتویں صدی ہجری کی تصنیف ہے

۸۔ شرح مختصر التاسمین (عربی) از موسیٰ بن محمد علم ہندسہ (جومیٹری) کے اصولوں پر مشتمل ہے۔ تاب آٹھویں صدی ہجری کا نسخہ ہے نایاب کتاب ہے۔ اب تک طبع نہیں ہوئی

۹۔ کیمیائے سعادت (فارسی) از امام غزالی خطہ قدیم میں ۶۰۸ھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ ہے۔ سیاہی غیر مطموس ہے نہایت عمدہ نسخہ ہے

۱۰۔ کلیات جامی (فارسی) از ملا نورالدین جامی۔ یہ نسخہ مصنف کی زندگی میں ۷۹ ۹ھ میں نقل کیا گیا نہایت عمدہ نسخہ ہے۔

Marfat.com

طوالت سے بچنے کے سلسلے میں انہی چند کتابوں کی توضیح پر اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ درجنوں ایسی اور کتا[بیں] بھی کتب خانہ میں موجود ہیں جن سے اہل علم و فضل مستفیض ہو سکتے ہیں ان کتابوں سے "حضرت میاں صاحب" کے علمی ذوق و شوق و تجسس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے کتنی کاوش و تفحص کے بعد یہ کتب خانہ جمع [کیا]

جب آپ حج مبارک کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو آپ نے پشاور سے لے کر مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور پھر واپس [پشاور] تک پہنچنے کا باقاعدہ روزانہ کا سفرنامہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جو کہ فارسی میں ہے اور اسلامیہ کالج کی لائبریری میں [زیر] سلسل ۹۰۵ پر موجود ہے آپ ۱۶ شوال ۱۲۸۸ھ کو بذریعہ شکرم یعنی بگھی پشاور سے لاہور تک گئے اور پھر لاہور [سے] بذریعہ ریل گاڑی بمبئی گئے اور بمبئی سے بحری جہاز کے ذریعے حرمین الشریفین حاضر ہوئے آپ ۳ ربیع الاول ۹[۰] بروز اتوار بوقت نماز فجر واپس پشاور پہنچے۔ پشاور میں آپ کا شاندار استقبال کیا گیا اور پرانی کوتوالی کے [قریب] آپ کو شکرم سے اتار کر پیادہ پا "سر آسیا" تک لے جایا گیا۔ قیاس یہی ہے کہ حج کی واپسی سے تقریباً [..] بعد آپ کا انتقال ہوا۔ کیونکہ آپ کی بیاض (جو اسلامیہ کالج کی لائبریری میں موجود ہے) پر آخری یادداشت جمادی الاول ۱۲۹۳ھ کی ہے گمان غالب ہے کہ آپ ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۶ء کے اختتام پر کسی وقت فوت ہو[ئے] ہیں۔

یہ مکتبہ اس وقت مرحوم کی ایسی یادگار ہے۔ جسے اسلامیہ کالج کے زیر اہتمام فروغ حاصل ہوا ہے اور جناب محمد علی صاحب وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی کی توجہات کی بدولت مزید ترقی کرتا رہے گا۔ مکتبہ کا انچارج کی حیثیت [سے] میں مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم کی تیار کردہ فہرست پر نظرثانی کر رہا ہوں موجودہ فہرست میں ۷۰۰ مطبوعہ [کتب] کے ساتھ ۱۲۰۰ قلمی کتابیں بھی شامل ہیں۔

بقیہ صفحہ ۴۴

اسلامی عہد کے کتب خانے

الفراڈ کرام کے الفاظ میں جب یورپ کے کتب خانوں کا تمام گراں بہا مواد علم و تحقیق کی روشنی میں آئیگا اس وقت معلوم ہوگا کہ قرون وسطیٰ کی تہذیب پر عربوں نے جو پائیدار اثر چھوڑا وہ انتہا عظیم تھا، اور اس کا پو[را] پورا اندازہ اب تک نہیں کیا گیا (میراث اسلام)

Marfat.com

علی احمد رفعت

سنٹرل لائبریری بہاولپور

سنٹرل لائبریری کی عمارت بہاولپور کی واحد عمارت ہے جو کلیتہً عوام کے عطیات سے تعمیر ہوئی۔ اس کی تعمیر ۱۹۲۴ء میں شروع ہوئی اور ۱۹۳۲ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ یہ سفید گنبدوں والی پرشکوہ عمارت اطالوی فن تعمیر کا خوبصورت نمونہ ہے۔ اس کا سنگ بنیاد ہندوستان کے سابق وائسرائے سر روفس ڈینیل آئزک ارل آف ریڈنگ نے ۸ مارچ ۱۹۲۴ء کو رکھا تھا اسی دن سابق امیر بہاولپور اعلیٰ حضرت نواب صادق محمد خان عباسی خامس مرحوم کو فرمانروائی کے مکمل اختیارات تفویض کئے گئے تھے۔

عمارت کا نام صادق ریڈنگ لائبریری ہے لیکن اس وقت یہ سرکاری کاغذات اور عوام میں سنٹرل لائبریری کے نام سے موسوم ہے۔ ۱۹۴۷ء میں بہاولپور ڈویژن کے مختلف قصبات میں لائبریریاں قائم کرنے کا ایک جامع منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ اس منصوبہ میں زیر نظر کتب خانہ کو سنٹرل لائبریری قرار دے کر دوسرے کتب خانوں کو اس سے ملحق کر دیا گیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ یہ سنٹرل لائبریری کے نام سے مشہور ہوئی۔

کتب خانہ کی دو منزلہ عمارت ۲۲,۹۰۰ مربع فٹ پر تعمیر کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ دس بیگھہ ۱۰ مرلے زمین ملحق ہے جو سابق امیر بہاولپور نے بطور عطیہ دی تھی اس میں ایک بچوں کا پارک اور متعدد سبزہ زار ہیں۔ سبزہ زاروں کے اردگرد نہایت قرینے سے پھل دار درخت اور آرائشی پودے لگائے گئے ہیں۔ روشوں کے ساتھ ساتھ پھولوں کی کیاریاں ہیں۔ سبزہ زاروں میں جگہ جگہ بنچ ہیں اور جابجا گارڈن لائٹس لگی ہوئی ہیں۔ اس لئے لائبریری سے ملحق پلاٹس خوبصورت تفریح گاہ کا کام بھی دیتے ہیں اور شام کو اہل علم و ادب کتابیں ہاتھوں میں لئے اس سکون پرور ماحول میں آنکلتے ہیں کبھی

Marfat.com

کبھی ان ہالوں میں علمی اور ادبی محفلیں بھی برپا ہو جاتی ہیں لیکن ان کی نوعیت تنقیدی نشست یا مذاکرہ کی سی ہوتی ہے اور چیدہ چیدہ حضرات ہی ان میں شرکت کرتے ہیں۔

اس علاقہ کے لئے سنٹرل لائبریری کی افادیت لامحدود ہے۔ یہ گویا علم کا سرچشمہ ہے جو تشنگان علم وادب کی پیاس بجھا رہا ہے۔ منتظمین نے اس کا ماحول اتنا پُرسکون بنا دیا ہے کہ قارئین کامل یکسوئی کے ساتھ کتب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ عمارت کچھ اس طرز سے بنائی گئی ہے کہ گرمیوں میں کمرے اور مرکزی ہال ٹھنڈا رہتا ہے۔ بجلی کے پنکھوں کا خاطر خواہ انتظام ہے اور قارئین کے لئے ٹھنڈے پانی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

مختلف شعبے

سنٹرل لائبریری پانچ شعبوں پر مشتمل ہے۔

ا۔ مرکزی شعبہ

ب۔ خواتین کا شعبہ

د۔ گشتی کتب خانہ

۴۔ ۱۶ ملی میٹر ساؤنڈ فلم کا متحرک یونٹ

کتابوں کی کل تعداد ۳۱۸۰۷ ہے جن میں ۱۷۰۰۰ انگریزی، ۱۸۹۷۰ اردو، ۱۱۱۲ عربی اور ۱۰۹۸ فارسی زبان کی کتب ہیں۔ تقریباً ۱۵۰ قلمی نسخے خطاطی اور آرٹ کے نادر نمونے تصاویر نقشے اور چارٹ اس کے علاوہ ہیں۔ ان کتب کی سالانہ گردش ساٹھ سے ستر ہزار تک ہے۔

بچوں کے مطالعہ کے لئے انگریزی اور اردو میں کہانیوں کی کتابیں مہیا کی گئی ہیں بچوں کے رسائل بھی بڑی تعداد میں منگوائے جاتے ہیں۔ یہ کتب اور رسائل تقریباً سب کے سب وضاحتی تصاویر سے مزین ہیں۔ جن سے بچوں کو کہانی سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

بچوں کے شعبے سے ملحقہ جمخانہ میں جمناسٹک کا سامان ہے۔ ساتھ ہی بچوں کے لئے کھیلنے کے میدان ہیں۔ اندرون در اور بیرون در نوعیت کے کھیلوں کا انتظام ہے۔ علاوہ ازیں جنگ سائیکل اور دوسری قسم کی بھول بھلیاں اور بہت چھوٹے بچوں کے لئے کھلونوں کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔

خواتین کے لئے خاص کتب کا سٹاک علیحدہ رکھا گیا ہے۔ تاہم انہیں لائبریری کے مرکزی شعبہ

Marfat.com

سے بھی حسب منشا استفادہ کرنے کی اجازت ہے۔

گنتی کتب خانہ میں تقریباً تین ہزار کتابیں ہیں۔ یہ فلم یونٹ کے ساتھ بہاولپور ڈویژن کے اطراف واکناف میں بھیجی جاتی ہیں تاکہ دور افتادہ دیہات کے باشندے ان سے مستفید ہوسکیں۔

فلم یونٹ بہاولپور کے شہروں قصبات میں دستاویزی اور تعلیمی فلمیں پیش کرتا ہے ابتداء سے لے کر اب تک زراعت، آرٹ، بیالوجی، سوانحعمری، اجتماعی زندگی، انجینئرنگ، جنگلات، بین الاقوامی تعاون۔ سماجی بہبود، سائنس، کھیلوں، تعلیم وغیرہ کے موضوعات پر تقریباً ۲ ہزار فلمیں دکھائی جا چکی ہیں۔

تحقیقی شعبے

اردو اور انگریزی کے لیئے الگ الگ شعبہ تحقیق ہے جنہیں حوالہ کے لیئے الگ الگ کتب رکھی ہوئی ہیں محققین ان شعبوں سے حسب ضرورت استفادہ کرتے ہیں۔ اگر کسی صاحب کو دوسرے شعبوں سے کتب منگوانے کی ضرورت پیش آجائے تو کتب خانہ کا عملہ یہ کتب وہیں مہیا کردیتا ہے اردو کے شعبہ تحقیق میں تاریخ، ادب سیر، لغت، زبان اور رسم الخط کے موضوعات پر گراں قدر کتب موجود ہیں۔ کتابوں کی فہرستیں مشہور عالم ڈیوی اعشاری سکیم کے تحت تیار کی گئی ہیں جس سے حوالہ جات تک کسی وقت کے بغیر رسائی ہوجاتی ہے۔

ریسرچ سکالروں اور اہل علم حضرات کے ان کا تعاون ہر وقت موجود رہتا ہے ان کا عملہ حوالہ جات کی تلاش کے لئے چند منٹ میں متعلقہ کتب حاضر کردیتا ہے۔ ملک نذیر احمد کا اپنا مطالعہ بے حد وسیع ہے اور وہ وقتاً فوقتاً مقالہ نگاروں اور علمی تحقیق کرنیوالوں کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں۔

لائبریرین

سنٹرل لائبریری کے لائبریرین ملک نذیر احمد صاحب ہیں ان کی علم دوستی انتھک جدوجہد اور مسلسل جانفشانی نے اس کتب خانہ کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ انہیں کتابوں سے والہانہ محبت ہے اور وہ نایاب اور نادر نسخوں کو کسی حالت میں بھی کتب خانہ سے باہر نہیں جانے دیتے۔ اس ضمن میں بعض بااثر افراد کو ناراض بھی کرنا پڑا اور کچھ مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن اس مرد قلندر نے کتب اور کتب خانہ کی حفاظت اپنی جان کی طرح کی۔

Marfat.com

لائبریری کی عمارت کو دوسرے محکموں کے تصرف سے محفوظ رکھنے کے لئے ملک نذیر احمد نے طویل جد وجہد کی ہے ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مقامی بلدیہ نے عمارت کے مالک ہونے کا "اعلان" کردیا۔ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ یہ عمارت پبلک کے عطیات سے بنی تھی اور ۱۹۳۲ء میں مکمل ہوئی تھی۔ ۱۹۳۲ء ہی سے بلدیہ نے اس میں ڈیرہ جما لیا تھا۔ جب یکم جون ۱۹۴۷ء کو سنٹرل لائبریری کا قیام عمل میں آیا تو اس کے چند کمروں میں کتب جمع کر دی گئیں لیکن بلدیہ نے عمارت کا باقی حصہ خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ جب جھگڑے نے طول کھینچا تو بلدیہ والوں نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ یہ عمارت تو روزِ اول سے ہماری ملکیت ہے لطف یہ ہے کہ بلدیہ نے ۳۲ء سے ۱۹۴۷ء تک اس کا کرایہ نہیں دیا تھا اور نہ آئندہ دینے کے لئے تیار تھی

ملک نذیر احمد نے اعلیٰ حضرت کے پرانے فرامین اور صادق الاخبار کے متعلقہ شمارے اور گزٹ ڈھونڈ نکالے۔ بلدیہ نے ملکیت کا مؤقف تو ترک کر دیا لیکن عمارت پھر بھی خالی نہ کی۔ آخر کار بہاولپور کے تین معزز شہریوں کرنل کرامت شیخ محمد رفیق اور قمر الدین نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی معرفت حکومت کو نوٹس دیا کہ یہ بلڈنگ پبلک ٹرسٹ ہے اس پر قابض ہونے کا کوئی ادارہ یا فرد حقدار نہیں اور نہ یہ لائبریری کے سوا کسی اور مقصد کے لئے استعمال ہو سکتی ہے اس کے بعد بلدیہ کے لئے عمارت خالی کرنا ناگزیر ہو گیا۔ اب بعض محکموں اور افراد کی نظر عمارت سے ملحقہ اراضی پر گئی ایک صاحب نے کوشش کی کہ پانچ بیگھہ زمین سینما کے لئے مل جائے پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ نے جلد جلد دو سرکاری بنگلوں کی بنیادیں بنوا دیں اور تعمیر کا دیگر سامان لائبریری کے احاطہ میں لا ڈالا لیکن ملک نذیر احمد یہاں بھی آڑے آ گئے اور پی ڈبلیو ڈی والوں کو ملبہ اٹھانا پڑا۔

ملک نذیر احمد صاحب قلمی نسخوں اور نادر کتابوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور جہاں کہیں اچھی کتاب نظر آتی ہے۔ خرید لیتے ہیں۔ انہوں نے بعض نایاب کتابیں لائبریری کے لئے بے حد سستے داموں خریدی ہیں۔

دارالمطالعہ

لائبریری میں ایک دارالمطالعہ ہے جہاں پاکستان کے مشہور اخبارات اور رسائل منگوائے جاتے ہیں۔ ان میں اردو روزنامے ہفت روزہ اور پندرہ روزہ اخبارات اور ماہنامے اور سہ ماہی رسائل شامل ہیں۔ دارالمطالعہ سے تقریباً چار سو افراد روزانہ استفادہ کرتے ہیں۔

مسائل :۔ اس کتب خانہ کو کچھ مسائل بھی درپیش ہیں۔ بجٹ کی کمی کے باعث اس میں سال بسال

Marfat.com

نسبتاً کم کتب کا اضافہ ہوتا ہے۔ بجٹ کے پورے اخراجات حکومت مغربی پاکستان برداشت کرتی ہے۔ ممبروں سے کوئی چندہ وصول نہیں کیا جاتا نہ پبلک سے عطیات لئے جاتے ہیں۔ البتہ کتب کے عطیات بعض لوگ پیش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن بہت کم کتابیں بطور عطیہ وصول ہوتی ہیں کتب خانہ کی اہمیت کے پیش نظر بجٹ میں اضافہ ضروری ہے۔ اگر صوبائی حکومت فی الحال بجٹ بڑھانے سے معذور ہے تو مقامی بلدیہ اور ڈسٹرکٹ کونسل کو کتب کی خرید کے لئے معقول گرانٹ دینی چاہیئے۔ ڈویژنل ڈویلپمنٹ فنڈ سے بھی کچھ رقم اس مقصد کے لئے مختص کی جا سکتی ہے۔

مغربی ممالک کے کتبخانوں میں کتب کے حصول کا ایک طریقہ ہے جسے انٹرل سسٹم کہتے ہیں اس کے تحت قارئین اور محققین کی طلب پر انہیں دوسری لائبریریوں سے کتابیں مستعار لے کر مہیا کر دی جاتی ہیں۔ ان میں وہ قیمتی کتب بھی ہوتی ہیں جو صرف کتب خانوں ہی کو دی جاتی ہیں۔ ان کی واپسی اور حفاظت کی ذمہ داری اس لائبریری پر ہوتی ہے جو انہیں مستعار لیتی ہے۔ پاکستانی لائبریریوں میں یہ طریقۂ کار ابھی رائج نہیں ہوا

ترقی یافتہ ممالک کی ہر بڑی لائبریری میں ملک کی تمام منتخب لائبریریوں کی فہرستیں موجود رہتی ہیں اسے "قومی فہرست کتب" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ ریسرچ سکالر کو ایک ہی لائبریری میں بیٹھے بیٹھے معلوم ہو جاتا ہے کہ کونسی کتاب کس کتب خانہ میں ملے گی۔ پھر وہ اس کتب خانہ کی طرف باسانی رجوع کر سکتا ہے ہمارے کتب خانوں میں یہ طریق کار اسی صورت میں رائج ہو سکتا ہے جب حسب ضرورت تربیت یافتہ سٹاف میں اضافہ کیا جائے۔

بعض لوگ کتاب مستعار لیتے ہیں تو پھر واپس کرنے کا نام نہیں لیتے۔ یاد دہانی پر یاد دہانی کرائی جاتی ہے لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے قارئین اس کتاب کے مطالعہ سے دیر تک محروم رہتے ہیں بعض لوگ کتابیں لے جاتے ہیں اور پھر واپس کرتے ہیں تو کتاب کی حالت اتنی شکستہ ہو چکی ہوتی ہے کہ مزید استعمال کے قابل نہیں رہتی۔

بعض منچلے پسندیدہ تصاویر الگ کر لیتے ہیں جب ان سے کچھ کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ تصویر تو پہلے ہی کٹی ہوئی تھی بعض لوگ لائبریری کی کتابوں پر ریمارکس لکھنے کے عادی ہوتے ہیں پھر دوسرے قارئین ان پر ان کا جواب درج کرنے کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں اور چند مہینوں میں یہ کتابیں مسخ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

Marfat.com

محمد عثمان بی اے

کراچی یونیورسٹی لائبریری

کسی ملک کی ترقی کا انحصار وہاں کے لوگوں کی ذہنی ترقی پر ہوتا ہے ذہنی بیداری اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جبکہ وہاں کا نظامِ تعلیم معیاری ہو۔ دوسرے معنی میں اس ملک کا نظام تعلیم ایسا ہو کہ وہ اپنے ہموطنوں میں سے ایسے قابل فرزندوں کو پیدا کرے جو ملکی ترقی میں کوشاں ہوں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر آج کے تمام ترممالک سب سے زیادہ زور تعلیمی ترقی پر دیتے ہیں۔ ان میں ایسے بھی ممالک ہیں جو پسماندہ کہلاتے ہیں۔ لیکن ان میں بھی یہی اُمنگ ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے ملک کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس ملک کے نظام تعلیم کا معیار اچھا ہوگا۔ اسی قدر وہ مالک تیزی کے ساتھ ترقی کی رفعتوں کو چھونے لگے گا۔ اس وقت ہمارا موضوع تعلیم یا ترقی تعلیم نہیں۔ بلکہ ایسے نظام کی روح ہے۔ جس کے بغیر تعلیم کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اور وہ کتب خانہ ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کتب خانوں کے قیام اور اس کی تنظیم پر زیادہ زور اس لئے دیتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کتب خانوں کی ترقی نہیں ہوگی اس وقت تک تعلیم کی اشاعت بھی اچھی ہو سکے گی۔ اس کے نتیجے میں ملک کے ہر شہر اور ہر قصبہ میں کتب خانوں کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے۔ تاکہ وہاں کے لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔ اور ملکی ترقی میں برابر شریک رہیں۔

کتب خانوں کی افادیت کی بنا تعلیمی اداروں پر بڑے فرائض عائد ہوتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ نونہالانِ قوم اپنی اس منزل میں صرف تعلیم ہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان کی طلب اسقدر ہوتی ہے کہ وہ دن رات کتابوں میں کھو جانا چاہتے ہیں اگر ان کی اس وقت صحیح امداد و اعانت نہ کی جائے تو پھر ان میں وہ شوق باقی نہیں رہتا۔ اسی وجہ سے مدرسوں، کالجوں اور جامعات میں کتب خانوں کا قیام از بس ضروری سمجھا جاتا ہے۔ دیگر کتب خانوں سے قطع نظر، مضمون زیرِ نظر کتب خانہ جامعہ کراچی سے متعلق ہے

جامعہ کراچی کا قیام سلطنت خداداد پاکستان کے وجود میں آنے کے چھ سال بعد عمل میں آیا۔

Marfat.com

اس کے ساتھ ہی کتب خانہ جامعہ کراچی بھی قائم کیا گیا۔ جامعہ کی پرانی عمارت (واقع مشن روڈ) کے شعبۂ کیمیا کی دوسری منزل پر اس کے لئے جگہ نکال لی گئی۔ اگرچہ کتب خانہ کا ابتدائی سرمایہ اتنا بھی نہ تھا کہ اس کو اتنی کم جگہ پر نہ رکھا جاتا۔ لیکن اس کے باوجود یہ خطرہ ضرور لاحق تھا کہ کتابیں کیمیائی معاملات کے زیر اثر خراب ہو جائیں گی۔ مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ ضروری اقدامات کرکے اس کو تقریباً مزید چھ سال تک وہیں رکھنا پڑا۔ لیکن کتابوں کا ذخیرہ اسقدر تیزی کے ساتھ بڑھ رہا تھا کہ وہ جگہ اس کے لئے ناکافی ہو گئی۔ جب جامعہ کراچی کو اس کی نئی اور موجودہ عمارت میں جو ابھی زیر تعمیر تھی منتقل کرنے کا سوال پیدا ہوا تو سب سے پہلے اس بات کو ملحوظ رکھا گیا کہ اگر اس کی منتقلی جلدی عمل میں نہ لائی گئی تو کتابیں تباہ ہو جائیں گی۔ گویا ہر ایک خدشہ اسقدر قوی تھا۔ کہ جس کے سبب جامعہ ۱۹۵۸ء میں جامعہ آباد میں منتقل کر دی گئی۔

چونکہ ابھی تک جامعہ کراچی کی کچھ عمارتیں زیر تعمیر تھیں۔ اور کتب خانہ کی عمارت کا وجود بھی نہ تھا۔ اس وقت کتب خانہ کے لئے فیکلٹی آرٹس کی ایک منزل مختص کر دی گئی۔ یہ جگہ بھی کتب خانہ کے روز افزوں ذخیرہ کے باعث مناسب نہیں تھی۔ مگر اتنا ضرور تھا کہ اس پر اکتفا کر لیا جاتا۔ جوں توں کرکے اس کے فاضل لائبریرین نے گزارا کیا۔ آخر کار وہ روز سعید بھی آ گیا جس کے لئے کوششیں ہو رہی تھیں۔ ۱۹۶۲ء میں شہزادہ کریم آغا خاں نے کتب خانہ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور اس کی تعمیر دن رات ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ ۱۹۶۳ء یعنی ایک سال بعد وہ عمارت اس قابل ہو گئی کہ کتب خانہ کو فیکلٹی آف آرٹس سے منتقل کیا جا سکے۔ عمارت کا ڈیزائن نہایت ہی خوشنما اور دیدہ زیب ہے۔ اس کے علاوہ ان تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے جو ایک یونیورسٹی لائبریری کے لئے ضروری تصور کیا جاتا ہے۔

طلبہ کی ضروریات کے پیش نظر کتابوں کے ذخیرہ کو علیحدہ علیحدہ جگہ دی گئی ہے جس کے باعث وہ اپنے متعلقہ مضامین کی کتابیں خود تلاش کر لیتے ہیں۔ اس تقسیم کے تحت مندرجہ ذیل شعبہ جات وجود میں آئے:۔

(۱) دارالمطالعہ معاشرتی علوم (سوشل سائنس ریڈنگ روم)

(۲) دارالمطالعہ قدرتی سائنس (نیچرل سائنس ریڈنگ روم)

Marfat.com

(۳) دارالمطالعہ عمرانی علوم (ہیومینیٹیز ریڈنگ روم)
(۴) دارالمطالعہ مشرقی علوم (اورنٹیل ریڈنگ روم)
(۵) دارالمطالعہ برائے اساتذہ (ٹیچرز ریڈنگ روم)

مذکورہ دارالمطالعہ جات کی خصوصیت یہ ہے کہ طالب علم خود اپنی پسند کی کتاب یا بک ایک سے حاصل کر سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کا وقت کتب خانہ کی ضروری کاروائیوں جاتا ہے۔ وہیں متعلقہ رسالہ جات بھی استفادہ کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ طالب علم کو بیک دہ کتابوں کو گھر پہ استفادہ کرنے کی سہولت رہتی ہے۔ اس کے علاوہ مزید سہولت کے شعبہ میں ایک سیمنار قائم کیا گیا ہے۔ جہاں کہ اس مضمون کی متعلقہ درسی کتب فراہم کی جا تی ہیں کی کتابوں اور معلومات کے لئے ریفرنیشن سیکشن کی فوری خدمات حاضر ہیں۔ اخبارات رکھے جاتے ہیں۔

کسی کتب خانہ کے بہتر ہونے کا انحصار اس کے ذخیرہ ہائے کتب اور اس کی خدمات ہے۔ خدمات کا ضمنی تذکرہ ہم نے مذکورہ سطور میں کردیا ہے۔ لیکن اب سطور ذیل میں ذخیرہ کتب کا جائزہ لیں گے۔ کتب خانہ کے قیام کے وقت معدودے چند کتابیں تھیں۔ لیکن بعد اضافہ ہوتا گیا۔ اور اس کی ترقی کی رفتار اس قدر تھی کہ کتابوں کو رکھنے کا مسئلہ پیدا ہوگیا ترقی اس کے قیام کے دس سالوں تک ہوتی رہی۔ لیکن بعد کو اس میں جمود پیدا ہوگیا۔ اس امداد کی کمی تھی۔ بہرحال کچھ بھی ہو اس شاندار ذخیرہ کی تعداد تقریباً دو لاکھ کتابوں پر مشتمل ان کتابوں میں انگریزی زبان میں لکھی ہوئی کتابیں سب سے زیادہ ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق زبان میں لکھی ہوئی کتابیں کوئی پندرہ ہزار کے قریب ہیں۔ فارسی زبان کی کتابوں کی تعداد کم ہزار کے قریب ہے۔ جبکہ عربی زبان کی کوئی پانچ ہزار کتابیں موجود ہیں۔ ترکی زبان کی تقریباً کتابیں ہیں۔ بنگلہ زبان کی بھی ایک ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں۔ سندھی کی بھی تین سو کتابیں ہیں کے علاوہ مغربی زبانوں کی بھی کتابیں ہیں۔ جن میں قابل ذکر روسی، اسپینی، فرانسیسی، اطالوی کتابوں کے انتخاب میں خصوصی توجہ پاکستان کلیکشن پر دی گئی ہے۔ اس میں وہ تمام کتابیں کی جاتی ہیں جو تحریک پاکستان سے متعلق ہیں خواہ وہ اندرون ملک لکھی گئی ہوں۔ یا بیرون ملک

Marfat.com

رسالوں کی حد تک اس کی اہمیت ملک کے تمام کتب خانوں سے بڑھ کر ہے۔ علوم جدیدہ کے متعلق رسالوں کے لئے کتب خانہ اپنے میزانیہ کا نصف حصّہ صرف کرتا ہے۔ بیرون ملک کے منگائے جانیوالے ہیں سے پچاس فیصدی رسالے اس کتب خانہ میں ہوتے ہیں۔ ان رسالوں سے نہ صرف اساتذہ ہی مستفید ہوتے ہیں۔ بلکہ قومی ادارے اور انجینئر بھی اپنی مفید مطلب معلومات حاصل کرتے ہیں کتب خانہ کو نادرالوجود کتابوں، رسالوں سے مالا مال کرنے کے لئے کوششیں جاری ہیں۔ اسی کے تحت انڈیا آفس لائبریری برٹش میوزیم کی نادر کتابوں اور رسالوں کی ریلیں اور مائیکرو فلمز جا رہی ہیں۔ اگرچہ میزانیہ میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی یہ کوشش ہو رہی ہے۔

عربی اور فارسی زبان کے ساتھ ایسے مخطوطات ہیں جو دسویں صدی ہجری کے تحریر کردہ ہیں۔ لیابی کی وجہ سے خاص حفاظت کی جاتی ہے۔ خاص ضرورت کے وقت اس سے استفادہ کی اجازت ہے۔

اس کے خاص ذخیرہ اور تعداد کی وجہ سے یہ کتب خانہ ملک کے بڑے کتب خانوں میں سے ایک ور رسالوں کی وجہ سے تو اس کو ایک خصوصی امتیاز حاصل ہے۔

کتب خانہ اپنے بڑھتے ہوئے ذخیرہ سے قارئین کو روشناس کرانے کے لئے ایک رسالہ ماہ بہ ماہ کرتا ہے یہ رسالہ ۱۹۶۲ء سے شروع کیا گیا۔ پہلے اس کا نام "منتقل لسٹ" تھا۔ لیکن ۱۹۶۵ء کراچی یونیورسٹی لائبریری بلیٹن" کا نام دیا گیا۔ اس میں موقعہ کے لحاظ سے کتب خانہ سے متعلق بن بھی چھاپے جاتے ہیں۔ اس کی طباعت کا اہتمام کتب خانہ کے اسسٹنٹ لائبریرین کرتے ہیں کراچی یونیورسٹی کی لائبریری کی ترقی میں ڈاکٹر عبدالمجید صاحب لائبریرین کی مساعی جمیلہ کو پورا دخل ہے جس کا ذکر ضروری ہے۔

Marfat.com

فضل اللہ فاروقی

کراچی یونیورسٹی لائبریری میں چند قدیم اردو مطبوعات

کراچی یونیورسٹی کی تاسیس ۱۹۵۱ء میں ہوئی۔ اور اگست ۱۹۵۲ء میں یونیورسٹی لائبریری کا قیام عمل میں آیا۔ کسی یونیورسٹی اور علمی ادارہ کو مکمل کہا ہی نہیں جا سکتا جب تک کہ وہاں ایک اچھا کتب خانہ نہ ہو، اسکی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد نے انتہائی ذمہ داری اور تیزی سے لائبریری کو راہ ترقی پر گامزن کیا لیکن یونیورسٹی کے مختلف شعبوں کے یکے بعد دیگرے وجود میں آنے سے یونیورسٹی لائبریری ان کی مانگوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے سے قاصر تھی۔ تا آنکہ موجودہ لائبریرین اور ان کے رفقاء کار کی انتھک کوششوں اور جد وجہد سے لائبریری میں نہایت تیزی سے علمی کتابوں کا اضافہ ہونا شروع ہوا۔ اور برسوں کی راہ مہینوں میں طے ہو گئی۔

دنیا کی مشہور لائبریریوں میں صدیوں کی محنت و تلاش و تجسس کے بعد آج لاکھوں کتابوں کا ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ خواہ امریکہ کی لائبریری آف کانگریس ہو۔ یا یورپ کی مشہور لائبریریاں، اسی طرح ہمارے مشرقی ممالک میں ترکی، مصر، ایران، ہندوستان اور خود پاکستان میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری اور پبلک لائبریری لاہور ان سب لائبریریوں کو شہرت و عظمت کا فخر حاصل کرنے میں برسہا برس گذر چکے ہیں۔ لیکن کراچی یونیورسٹی لائبریری کی عمر ابھی دس سال سے بھی کم ہے۔ اس کم عمری کے باوجود کتابوں کا ایک اچھا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔ مختلف مضامین کی اسی ہزار سے زیادہ کتابیں جمع ہو چکی ہیں اس تعداد میں لگ بھگ بیس ہزار کتابیں

Marfat.com

عربی، فارسی اور اردو کی ہیں۔

کسی یونیورسٹی لائبریری کی اہمیت اور افادیت کتابوں کی تعداد سے نہیں بلکہ کتابوں کی اہمیت اور افادیت سے ہوتی ہے۔ باوجود موانع و مشکلات کے شعبہ مشرقیہ میں بھی مفید اہم اور کمیاب کتابوں کا اچھا ذخیرہ ہوگیا ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، فورٹ ولیم کالج، دار الترجمہ حیدرآباد، نول کشور، کریمی پریس بمبئی اور بعض یورپین قدیم مطابع کی کتابیں موجود ہیں۔ انہیں کتابوں میں سے آج کی نشست میں چند کتابوں کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

قبل اس کے کہ میں اصل موضوع پر آؤں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں طباعت کے سلسلہ میں بھی کچھ عرض کردوں۔

پریس کی ابتداء یورپ میں طباعت کا فن پندرھویں صدی عیسوی میں ایجاد ہوا سب سے پہلے مسٹر گوٹنبرگ اور فاسٹ نے جرمنی میں اپنے دستی چھاپہ خانہ کی بنیاد ڈالی اور پہلی کتاب اس پریس سے انجیل شائع ہوئی لیکن تاریخ طباعت و پریس کا مطالعہ کرنے سے یہ بات ذرا اور آگے تک پہنچتی ہے کاغذ کی طرح فن طباعت میں بھی چینیوں کو اولیت کا فخر حاصل ہے چینیوں نے بلاک کی چھپائی کا طریقہ ساتویں صدی عیسوی میں معلوم کر لیا تھا یورپین محققین کا خیال ہے کہ چین میں بلاک کا موجد فنگ تاؤ (متوفی ٩٥٤ء) ہے لیکن خود چینی محققین کا خیال ہے کہ اس سے بھی ساڑھے تین سو سال قبل چین میں بلاک کی چھپائی شروع ہوچکی تھی چینیوں کے اس دعوٰی کی دلیل میں برٹش میوزیم میں چینی ابتدائی طباعت ۰۰۰ کا وہ نمونہ محفوظ ہے اس کے بہت بعد بارھویں صدی عیسوی میں فن طباعت یورپ پہنچا لیکن پندرھویں صدی عیسوی تک جبکہ گوٹنبرگ اور فاسٹ نے پریس ایجاد نہ کر لیا اور کتاب شائع نہ ہوچکی نہ کسی پریس کا سراغ ملتا ہے اور نہ ہی کسی مطبوعہ چیز کا۔

بلاک کی چھپائی کی ایجاد کی طرح ٹائپ کی ایجاد میں چین ہی سبقت لے گیا۔ ٹائپ کی چھپائی گیارھویں صدی کے وسط میں شروع ہوئی۔ چین میں ٹائپ پہلے مٹی پھر لکڑی اس کے بعد ٹین کے پتروں سے بنائے گئے

ہندوستان میں طباعت ہندوستان میں طباعت کی تاریخ پرتگالیوں کی آمد سے وابستہ ہے ١٤٩٨ء میں واسکوڈی گاما، ابن ماجد ایک عرب جہازراں کی رہنمائی میں ہندوستان پہنچا اور اس وقت سے ہندوستان اور یورپ سے بحری راستہ کا سلسلہ قائم ہوا۔ پرتگالیوں کے تجارتی جہاز دھڑا دھڑ ہندوستان آنے لگے پھر چند دنوں بعد تجارتی سامان کے ساتھ ساتھ عیسائی مبلغین کی بھی

Marfat.com

آمد و رفت شروع ہوگئی آہستہ آہستہ جنوبی ہند میں عیسائیت کی مبلغ بڑھنے لگے اور عیسائیوں کے قدم جمنے شروع ہوئے۔ مذہبی تبلیغ کے سلسلہ میں دیسی زبان میں نشر و اشاعت کا احساس ہوا اور ۱۵۵۰ء میں سامان طباعت بھی آگیا۔ پرتگالی مبلغین کی ہندوستان میں پہلی مطبوعہ کتاب جس کا اب تک علم ہوا ہے وہ ۱۵۵۷ء کی ہے۔ یہ کتاب سینٹ فرانسیس زیدیس کی ایک مذہبی کتاب کا تامل میں ترجمہ ہے انہیں مبلغین کے قائم کردہ مدرسہ میں یہ پڑھائی جاتی تھی اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۵۵۹ء پیرس کے کتب خانہ (NATIONALI
(BIBLIOHIQUE.) میں محفوظ ہے۔

اس مصنف کی دوسری کتاب مطبوعہ ۱۵۷۷ء ایک اور مذہبی کتاب کا ترجمہ ہے یہ کتاب ترچور کے قریب امبال کاڈو میں ملیالم زبان میں طبع ہوئی۔ قریب العہد دور میں اور دوسری کتابوں کی طبع و اشاعت کا سراغ نہیں ملتا۔

گجراتی رسم الخط کا پریس سترھویں صدی عیسوی میں بھیم جی پارکھ نامی ایک شخص نے سورت میں قائم کیا۔ دوسرا گجراتی پریس بمبئی میں تقریباً سو سال بعد قائم ہوا۔ اس کے مالک رستم جی کرشنا پاٹل تھے اس پریس کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں گجراتی کے علاوہ کنڑی، مراٹھی، انگریزی اور اردو رسم الخط کے ٹائپ بھی موجود تھے۔ لیکن ابھی تک یہ سراغ نہ لگ سکا کہ اس پریس میں کس کس زبان میں کون کون سی کتابیں چھپیں۔ اس زمانہ میں بمبئی کوریر انگریزی کا دوسرا اخبار اسی پریس میں چھپتا تھا اس کے ایڈیٹر ڈگلس نکلسن تھے۔ ۱۷۷۲ء کے بعد پریس کی ترقی تیز رفتاری سے شروع ہوئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۷۷۲ء میں مدراس میں اور ۱۷۷۹ء میں کلکتہ میں مطبع قائم کیا۔ بنگالی فارسی اور اردو رسم الخط کے پریس کا اٹھارہویں صدی کے اواخر سے ثبوت ملتا ہے کلکتہ کے انگریزی اخباروں کے مطابع میں بنگلہ فارسی اور عربی رسم الخط کے ٹائپ موجود تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرکاری نوٹسیں اور اعلانات انگریزی کے علاوہ بنگلہ اور فارسی رسم الخط میں بھی شائع کی جاتی تھیں۔

۱۸۰۱ء میں کلکتہ کے انگریزی اخباروں کے چار چھاپہ خانوں میں فارسی اور دیوناگری رسم الخط کے ٹائپ موجود تھے۔ گلکرائسٹ کی رپورٹ کے مطابق فورٹ ولیم کالج نے چار کتابیں طبع کیں: چہار درویش فارسی ہرکارہ پریس، مثنوی میر حسن، کلکتہ گزٹ پریس گلستان، میرر پریس، طوطا کہانی، ٹیلیگراف پریس

فارسی رسم الخط کا پہلا باضابطہ تجارتی مطبع ۱۸۰۱ء یا ۱۸۰۲ء کے اوائل میں قائم ہوا۔ اس کا نام ہندوستانی پریس تھا۔ ۱۸۰۲ء میں فورٹ ولیم کی ایک کتاب کا نشان ملتا ہے۔

Marfat.com

ہندوستانی پریس کی دوسری کتاب اخلاق ہندی۔ ۱۸۰۳ء میں شائع ہوئی۔

(۱) **مذہب عشق** :- فارسی گل بکاؤلی سے براہ راست اردو ترجمہ، ترجمہ کی فرمائش ڈاکٹر گلکرائسٹ نے کی اور منشی نہال چند لاہوری نے ترجمہ کیا۔ میر شیر علی افسوس نے اس پر نظرثانی کی ۱۸۰۳ء میں پہلی بار طبع ہوئی اور پڑھنے والوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ پھر تو کئی بار چھپی۔ کراچی یونیورسٹی لائبریری کا نسخہ ۱۳۶۳ء میں مطبع احمدی میں چھپا۔ مطبع احمدی سیالدہ میں تھا۔ مالک مطبع نے سید عبداللہ بن سید بہادر علی مرحوم سے خواہش کی کہ وہ اس کی تصحیح کریں۔ یہ نسخہ نستعلیق ٹائپ میں طبع ہوا ہے کتاب کے آخر میں عنوانات کی فہرست بھی دی ہے۔ یہ نسخہ نورٹ ولیم کالج کی ملکیت رہ چکا ہے اس پر کالج کی بیضاوی مہر لگی ہوئی ہے جس میں فارسی اور دیوناگری رسم الخط میں کتاب کالج فورٹ ولیم مندرج ہے۔ ٹائٹل پیج کے دوسری جانب انگریزی میں COLLEG OF FOR WILL. لکھا ہوا ہے۔

(۲) **خرد افروز** عیار دانش از ابوالفضل کا ترجمہ مولوی حفیظ الدین مترجم۔ اس کتاب کا ترجمہ بھی ڈاکٹر گلکرائسٹ کی فرمائش پر کیا گیا تھا مترجم نے اپنے مختصر حالات مقدمہ کتاب میں لکھے ہیں ان کے آباؤ اجداد عرب سے دکن میں وارد ہوئے اور دو تین پشتوں کے بعد خاندان بنگال منتقل ہو گیا

خاندان کے کسی فرد نے ملازمت نہیں کی تھی پہلے پہل ان کے والد نے انگریزوں کی ملازمت اختیار کی مترجم نے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تعلیم حاصل کی زمانہ طالب علمی ہی میں ڈاکٹر گلکرائسٹ [illegible] کی قابلیت کا اندازہ لگا لیا اور ختم تعلیم کے بعد انہیں عیار دانش کے ترجمہ پر مامور کیا

یونیورسٹی لائبریری کا موجودہ نسخہ لندن کا مطبوعہ ہے یہ نسخہ [illegible] پر عنوانات درج کر دیئے ہیں۔ فٹ نوٹ میں مشکل الفاظ کے معانی درج [illegible] کی ہے اس نسخہ کو پروفیسر ایسٹ وک ایڈورڈ بی نے مرتب کیا ہے یہ پروفیسر [illegible] کے ہندوستانی کے پروفیسر تھے

پروفیسر مذکور نے اپنے مقدمہ کتاب میں متن کتاب اور ٹائپ میں املا کے جن اصول و قواعد کو اختیار کیا ہے ان کی وضاحت کی ہے یہ کتاب کمپنی بہادر کے صاحبان عالیشان کو اردو سکھانے کے لئے ترجمہ ہوئی یہ نسخہ نسخ ٹائپ میں طبع ہوا ہے اور ۲۱۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ٹائپ صاف اور خوبصورت ہے۔

۳۔ **باغ و بہار** اس کتاب کے تین ایڈیشن ہیں اور تینوں مختلف سائز اور ضخامت کے، پہلا

Marfat.com

۱۸۳۹ء کا مطبوعہ ہے ٹائٹل پیج پر انگریزی میں

Bagho Bahar a Translation into the Hindustani tongue of the celebrated Persian tale entitled "Qissue chahar darvesh" by Mir Amman under the superintendence of the learned Moulvees. last Edition, much improved — Calcutta.

Printed by L. Menoes, at the Commercial Advertiser Press, 1839.

خاتمہ میں تحریر ہے۔

سب پر ظاہر ہووے کہ احقر العباد محمد فیض اللہ نے سابق میں اس کتاب کو چھپوایا تھا طالبان زبان اردو کو اس سے بہت فائدہ پہنچا لیکن اب ایک بھی جلد اسکی پائی نہیں جاتی اس واسطے اس خاکسار نے سنہ بارہ سو چون ہجری میں پھر چھپوائی تو کوئی فائدہ سے اس کے محروم نہ رہے اور مجھ نحیف کو سات دعائے خیر یاد کرے۔

کتاب نستعلیق ٹائپ میں طبع ہوئی ہے اور ۱۹۲ صفحات ہیں۔ کسی کسی لفظ پر اعراب بھی دیا ہے مثلاً "اسے" "ان" "ٹ" اور "ڈ" کے لئے علامت فتحہ استعمال کی ہے۔

یہ نسخہ بھی فورٹ ولیم کالج کی مہر اور دستی تحریر سے اس کی ملکیت کی شہادت دے رہا ہے۔

(۴) دوسرا نسخہ ۳۰۶ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ٹائپ بھی پہلے ہی نسخہ جیسا ہے، لیکن اتنا خوبصورت اور صاف نہیں ہے۔ خاتمہ الطبع کی تحریر۔

"مخفی ارباب شوق نہ رہے کہ احقر العباد محمد فیض اللہ اس کتاب کو چھ سات بار مزین طبع کیا طالبان زبان اردو کو ایسے وہ فائدہ پہنچا کہ ایک ایک جلد مثل گلدستہ پر بہار ہاتھوں ہاتھ لے جانے سے نایاب ہوگئی لہذا پھر اس باغ فصل نو بہاری طبع سے ۱۲۶۸ھ ہجری میں مطبع محمدی اپنے کے جو واقع مچھوا بازار ہے شرکت میاں شیخ گھاسی صاحب کے ساتھ تصحیح مولوی اکرام احمد ضیغم صاحب کے سرسبز کیا"

ضیغم چھپا یہ قصہ دلچسپ بار نو
ہاتف نے دی صدا کہ ہے باغ بہار نو

Marfat.com

یہ نسخہ بھی فورٹ ولیم کالج کی گیت رہ چکا ہے۔
...) تیسرا نسخہ بھی ٹائپ میں چھپا ہے اس کے صفحات ۳۲۴ ہیں آخری صفحہ نصف سے زیادہ خالی چھوڑ دیا
... جگہ ہوتے ہوئے نہ خاتمۃ الطبع ہے نہ ہی پریس اور مقام طباعت، کتاب کا ٹائیٹل پیج غائب ہے
...نوں نسخوں سے اس کا سائز بڑا ہوتے ہوئے بھی اول الذکر دونوں نسخوں سے اس کے صفحات کی تعداد
...د ہے، کاغذ بھی بادامی اور معمولی ہے اس نسخہ پر بھی فورٹ ولیم کالج کی مہر ملکیت ثبت ہے
...) **اشعیا نبی کی کتاب** :۔ جنوبی ہند اور بنگال میں سری رام پور عیسائی مبلغین کا ابتدا میں بڑا مرکز تھا۔
...ائی مبلغین انجیل کے تراجم ہندوستان کی مختلف زبانوں میں کرکے عیسائیت کی تبلیغ کرتے رہے یہ کتاب
...نہ چرچ مشن پریس میں ۱۸۲۵ء میں طبع ہوئی۔ ٹائیٹل پیج پر کتاب کا نام پریس اور سنہ طباعت درج ہے
...رت ملاحظہ ہو

"اشعیا نبی کی کتاب باعانت بیبل سوسائٹی کے اصل عبرانی سے
اردو زبان میں ترجمہ ہو، ۱۸۲۵ء مسیحی میں کلکتے والے چرچ مشن
کے چھاپہ خانہ میں چھاپہ ہوئی"

...نستعلیق ٹائپ میں طبع ہوئی ہے 'ٹ' اور 'ڈ' پر فتحہ کی علامت سے موجودہ 'ٹ' اور 'ڈ' کی علامت
...ام لیا ہے۔ پتہ نہ چل سکا کہ یہ نسخہ کہاں کہاں سفر کرتا ہوا یہاں تک پہنچا۔
... **شگرف نامہ ولایت** :۔ یہ مرزا احتصام الدین کا سفرنامہ یورپ ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے
...پہلی سفرناموں میں ایک سفرنامہ کمل پوش ہے اور دوسرا زیر نظر نسخہ
مرزا اعتصام الدین موضع پاچن پور بنگال کے رہنے والے تھے چند دن نواب بنگال کے میر منشی مرزا محمد قاسم
...حبت میں رہ کر فارسی میں دستگاہ پیدا کی اس کے بعد قاسم علی خان کے ذریعے میجر پارک کے دفتر میں
...زمت مل گئی۔ اسد زماں اور راجہ بیر بھوم کی جنگ کے بعد حضرت شاہ عالم کے دربار میں رسائی ہوئی پھر میجر پارک
ہمراہ کلکتہ گئے۔ میجر پارک کے لندن واپس چلے جانے کے بعد ان کی سفارش
... مسٹر اسٹریچی کے ہاں ملازمت مل گئی کچھ دن قتلب پور (بنگال) کی تحصیلداری بھی کی پھر مختلف انگریزوں
ملازمت کرتے رہے اسی درمیان میں نواب شجاع الدولہ شہید اور شاہ عالم کے حضور الہ آباد میں
...معاہدہ ہوا جس میں کمپنی نے بنگال، بہار، اور اڑیسہ کی دیوانی کے اختیارات اپنے حق میں لکھوائے

Marfat.com

اور اختیارات حکومت نواب نجم الدولہ بن میر جعفر کے سپرد ہوئے اس معاہدہ کے بعد شاہ عالم نے
میں آنسو بھر کر لارڈ کلایو سے شکایت کی کہ تم نے ہمیں دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ دیا اور ہماری حفا
کوئی انتظام نہ کیا مصنف شگرف نامہ ولایت آگے چل کر لکھتے ہیں کہ لارڈ کلایو اور جنرل کارنا
کچھ غمگین اور کچھ شرمندہ ہوکر جواب دیا کہ ہمیں اپنی خرچ سے مکمل طور سے آپ کی حفاظت کا
ہے۔ پھر یہ طے ہوا کہ ایک خط انگلستان کے بادشاہ کو کچھ تحائف کے ساتھ بھیجا جائے اور
گفتگو کی جائے

اس سفارت کے لئے کیپٹن ہی کو مقرر کیا گیا اور مصنف کتاب مرزا اعتصام الدین بادشاہ کی ط
کیپٹن S کے ہمراہ جانے کے لیے منتخب کئے گئے چار ہزار روپیہ زادِ راہ ملا۔ اور مرزا صاحب نے ۱۸۰
کے مہینے میں جہاز پر قدم رکھا۔

کتاب ۱۶ ابواب پر مشتمل ہے۔ ابواب کی فہرست سے کتاب کی خصوصیت کا اندازہ ہو جاتا ہے

پہلا باب: احوال مصنف کا وسبب ولایت جانے کا۔ جہاز فرانسیس کے
کیفیت قبلہ نما کے و بادبان کے۔

دوسرا باب: یہ کیفیت میرے پہنچنے کی مورس (ماریشس) کے جزیرے میں اور د
وہاں کا۔

تیسرا باب: یہ کیفیت گدھوپ اور آس سینٹ کے جزیرے کا

چوتھا باب: پہنچنے میں نانتز کے شہر میں جو فرانسیس کے ملک میں ہے نقل و
اور انگلینڈ کے ملک میں پہنچنے کی لندن کے شہر میں۔

پانچواں باب: عمارتوں کے سینٹ جیمز پارک کے، شہر کے راستوں اور دکانوں
چھٹا باب: کیفیت ناچ خانا کے۔ سرکس کے۔ شعبدہ بازی کے۔ واس
بلند قامت کے

۷۔ باب: یہ کیفیت دوس کے شہر کو جانے کی۔ وہاں کے مدرسہ کے احوال کی
سکاٹلن کے سفر کی۔ ایڈنبرہ میں پہنچنے کی۔

۸۔ باب: کیپٹن وسن (S) کے باپ دادا کی

Marfat.com

کتب خانہ نیر

اب :۔ بہ کیفیت کوہستان کی۔

اب :۔ بہ کیفیت جدا جدا فرنگستان کے ملک کی حضرت عیسیٰ کے اور دین عیسوی کے

ب :۔ بہ کیفیت قوم انگریز کے انکار میں جناب محمد کی پیغمبری اور قرآن شریف سے

اب :۔ بہ کیفیت بحث کرنے میں میرے اور تھوڑے صاحبان کے دین و مذاہب کے مقدمہ میں

اب : بہ کیفیت انگلینڈ کے بادشاہ کی فوج جہاز اور عدالت کے

باب : بہ کیفیت بچوں کے تربیت کرنے کی۔ اہل انگریز کے اوقات گزارنے کے۔ ایسٹ انڈیا کے

باب۔ بہ کیفیت انگلینڈ کے کھانے پینے کے اشیاء کی پھولوں کے۔ کاروان سرائے کی سفر کرنے ور کے کفنت کاری کے۔ گھوڑوں کے۔ اقسام جانوروں کے۔ کتوں کے۔

باب : بہ کیفیت میرے اور کیپٹن ... (S) کے تکرار کرنے کی۔ سبب ہند کو پھر آنے کی۔ خاتمہ ب کا

ں سفرنامہ نگاری میں تھا اس لحاظ سے اس سفرنامہ کو اردو میں اولیت کا فخر تو حاصل نہیں ہو سکتا لیکن ر اور مترجم دونوں وجود سے خصوصیت کا حامل ہے مسٹر جیمز ایڈورڈ الگزینڈر نے ترجمہ کیا ہے ایسٹ کمپنی لندن نے ۱۸۲۷ء میں شائع کیا۔ سر الگزینڈر پہلے تیرھویں لائٹ ڈراگون میں لفٹنٹ کے عہدہ کتے بعد میں فورٹ سینٹ جارج کے گورنر کے باڈی گارڈ ہوئے

اس ترجمہ کے علاوہ ایک اور سفرنامہ لکھ چکے تھے سفرنامہ ترکی ایران اس ترجمہ کا مختصر نمونہ ملاحظہ ہو

"یہ بات سب کو معلوم ہے کہ انگلینڈ کے لوگ خصوص عمدہ لوگ اپنے لڑکوں کو چار برس کی عمر سے سواری کا ہنر سکھانے اور بڑھاپے تلک اس کام میں کثرت کرتے ہیں اور سختی اور محنت کو بہتر ... اور سستی و آرام طلبی کو عیب سمجھتے ہیں برخلاف اس ملک کے عمدہ لوگ کے کہ پلاؤ کھاتے اور شوربے پیتے، نفسا ہوا پانی پیتے اور نرم مخمل کے بچھاتے و مسند پر بیٹھتے اور آہستہ آہستہ ناز نخرے سے چلتے اور ہر وقت آرام طلبی اور نازنین طور کو اختیار

Marfat.com

تیسیر القرآن لتخریج القرآن۔

مرتب وزیر علی ابن منور علی مشہور بہ محمد سلیم اسلام آبادی۔ موضوع کتاب۔ لغات القرآن۔ اردو معنی بہ لغت اردو نستعلیق ٹائپ میں ۱۲۶۰ھ میں طبع ہوئی ڈیمی سائز کے ۳۶۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

• الحمد اللہ الاعظم ...... امابعد ظاہر ہو جیو کہ زبدہ فقہائے کرام مقتدائے فضلائے عظام ہادی کافہ انام محسود خاص وعوام مولانا محمد سلیم زاد بدایتہ الوا سب سے خالصاً مخلصا بعد واسطے انتفاع خلائق کے جمیع الفاظ قرآن مجید اور لغات فرقان حمید کی انتخاب کر کے بدون لانے الفاظ مکرر کے باعتبار حرف اول کے اٹھائیس باب پر اور ہر باب بر عایت حروف ثانی کے اٹھائیس فصل پر ترتیب دی اور معنی اس کے اردوئے سلیس میں لکھا اور نام اس کا تیسیر القرآن و تسہیل الفرقان رکھا۔ اب خاکسار محمد عبداللہ اسلام آبادی اصرار و ترغیب سے بعض دوستوں کی تصحیح سے عمدۃ المحققین قدوۃ المدققین علامہ عصر جہابذہ دہر مولوی سید ابن حسن خان بہادر اور معدن علوم لطیفہ مخزن فنون شریفہ مولوی غلام ابنیا صاحب کی اور خود شریک تصحیح میں رہ کر بہ تحقیق تمام اس کتاب واجب الاحترام کو مطبع اسلامی میں مولوی سید محمد صاحب کے محلہ مصری گنج میں تاریخ تیسری شہر ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ میں حلیہ طبع سے مجلّٰی اور مزین کیا تاکہ ہر خاص وعام کو فائدہ تام اور نفع عام حاصل ہو۔

ترتیب کتاب والفاظ معنی، مثال کظیم گھونٹ رہا۔ یعنی تنگ دل۔

کاہن، بر لیوں والا اور فال بولنے والا

ضعاف (ضعیف کی جمع) ناتواں سب۔ وغیرہ

شاہنامہ اُردو

شاہنامہ فردوسی کے مختلف حصوں کا اردو ترجمہ توکل نامی نے کیا تھا اور اس کا نام شمشیر خانی رکھا۔ اسی شمشیر خانی کا یہ اردو منظوم ترجمہ ہے۔ سنہ ۱۲۲۰ھ زمانہ شاہ اکبر تاریخ ترجمہ قصہ خسروان عجم سے مطبع مرتضوی کانپور ۱۲۷۲ء میں طبع ہوئی۔

ترجمہ اور زبان صاف اور سلیس چند اشعار۔

عزیزان معنی شناس ایک روز کہ تھا شل نور و بہجت فروز

Marfat.com

وہ مجلس تھی رشکِ بہارِ چمن | ہر اک لحظہ تھا ذکر شعر و سخن
تواریخ کا بھی جو تذکرہ تھا | تو پھر ہر کسی نے بیاں یوں کیا
کہ ہے شاہنامہ تماشہ کتاب | عجب نظم دلکش ہے باآب و تاب
ولے ہر کسی کو میسر نہیں | یہ تاریخ فرخ نہیں ہر کہیں
توکل کہ مرد سخن سنج تھا | کیا ترجمہ اس نے شہنامہ کا
لکھا نثر میں نسخہ مختصر | کہ احوال مرقوم ہو سربسر
بشمشیر عثمانی وہ موسوم ہے | تمام اس میں احوال مرقوم ہے
یہ سن کر برادر مرے مہرباں | سخن فہم و دانشور نکتہ داں
یہ بولے کہ اے منشی اس نامہ کو | تم اب ریختہ کی زباں میں لکھو

خاتمہ کتاب۔

سپاس خدائے جہاں آفریں | برازندہ آسمان و زمیں
کہ نخلِ تمنا ہوا بارور | ہوا گلشن آرزو تازہ تر
ہوئی مشکل آساں ہوا شاد دل | ہوا بند محنت سے آزاد دل
مراد دلِ منشیؔ مستند | برائی بزیر سپہر بلند
ہوا گوہر کامرانی نصیب | ہوئی بہجت و شادمانی نصیب
غرض نظم دلکش نے پایا نظام | بخوبی ہوا شاہنامہ تمام
الٰہی شہنشاہِ والا گہر | کہ یہ نامہ جس کے ہوا نام پر
ہنر پرور و قدر دان سخن | شہ نامور بادشاہِ زمن
سرِ نامدارانِ گردن فراز | جہاندار عادل رعیت نواز

ابو نصر اکبر خدیو زماں
جہاں میں رہے جب تلک ہے جہاں

کتاب کا سائز ۸×۱۰.۲ کاغذ دیسی سفید حجم کتاب ۵ انچ کا ہے ۷ انچ پر پہلا حاشیہ اور ۹ انچ پر دوسرا حاشیہ ان دونوں حاشیوں میں متن کتاب ہے اس طرح ہر صفحہ پر ۵۵ اشعار

Marfat.com

ہیں۔ کتاب ۱۷۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

حملات حیدری

سلطان شہید ٹیپو سلطان کے فرزند یازدہم سلطان محمد عرف شاہزادہ غلام محمد کی فرمائش پر مولوی عبدالرحیم نے متعدد انگریزی اور فارسی کتابوں سے مواد اکٹھا کر کے کتاب مرتب کی۔ اور مولوی احمد علی گوپاموی نے ۱۲۶۳ مطابق ۱۸۴۷ء اردو میں منتقل کیا اور ۱۸۴۹ء مطبع طبی کلکتہ مالک مطبع مولوی عبداللہ کے اہتمام سے طبع ہوئی

کتاب کا سائز ۹×۱۱ کاغذ سفیدی مائل دبیز خط نستعلیق ٹائپ صفحات ۲۵۷ اس کتاب میں نواب حیدر علی سلطان شہید کے برادر بزرگ خود سلطان شہید کی بھی تصویریں ہیں سلطان شہید کا تخت شاہی اور ان کے سکوں کا عکس۔ کتاب کے آخر میں سلطان شہید کے فرزند شاہزادہ سلطان محمد عرف شاہزادہ غلام محمد اور شہزادہ محمد فیروز شاہ کی تصاویر ہیں

آپ کا ایسے دوستوں سے ضرور سابقہ پڑا ہوگا۔ کہ وہ آپ سے ملاقات کی غرض سے تشریف لائے۔ بیٹھے اور آپ کی میز پر رکھی ہوئی کتاب سے جسے آپ آج ہی خرید کر لائے تھے اور جسے آپ نے ابھی اچھی طرح دیکھا بھی نہ تھا کھیلتے رہے۔ آپ بخوبی واقف ہیں کہ کتاب ایسے مسئلہ سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن رخصت ہوتے وقت ان صاحب نے "میں ذرا یہ کتاب دیکھنا چاہتا ہوں کل واپس آجائے گی" کہا اور کتاب بغل میں دبا کر چل دیئے اور آپ ہیں کہ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم والا مضمون بن کر رہ گئے۔ ہائے مروت تیرا ستیہ ناس۔ اس واقعہ کو اب دو ماہ گزر چکے ہیں اور آپ کئی مرتبہ تقاضا کر چکے ہیں لیکن بے سود۔ آپ کے محترم دوست کا کل ختم ہونے ہی میں نہیں آتا۔ خیر خدا خدا کر کے وہ مبارک دن آیا کہ آپ کی کتاب آپ کو واپس ملی کس حالت میں؟ جلد ٹوٹی ہوئی دو چار ورق غائب اور دو چار پھٹے ہوئے۔ پہلی نظر میں تو آپ گمان کرتے ہیں کہ شاید آپ سے مذاق کیا جا رہا ہے۔ لیکن جلد ہی آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کتاب دراصل آپ ہی کی ہے۔ یہاں اس بات کا بھی خیال رہے کہ آپ کے دوست آپ کے یہاں سے اس کتاب کو اٹھا لے جانے کے گناہگار ضرور ہیں۔ قسم لے لیجئے جو انہوں نے اس کا ایک لفظ بھی پڑھا۔

(عبدالمجید قریشی)

Marfat.com

مولوی فضل اللہ فاروقی

ہسٹاریکل سوسائٹی لائبریری (کراچی) کے

چند کمیاب مطبوعات

تقسیم برصغیر ہند و پاکستان سے پہلے کراچی میں کوئی ایسا عام کتب خانہ نہ تھا جہاں اردو، عربی، فارسی کتابیں عام مطالعہ کرنے والوں کو آسانی سے دستیاب ہو سکیں یا علمی کتابوں کا کوئی ذخیرہ ہو۔

پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد کراچی دس سال اس مملکت کا دارالخلافہ رہا۔ اس عرصہ میں کراچی کے مختلف شعبہائے زندگی میں نہایت تیزی سے ترقی ہوئی۔ تجارتی لحاظ سے تو تقسیم سے قبل کراچی تجارت اور بین الاقوامی ہوائی راستہ کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا۔ لیکن مشرقی علوم و فنون اور کتب خانوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کراچی کی کوئی حیثیت نہ تھی لیکن تقسیم اور ہنگامی دور گزر جانے کے بعد اب اس شہر میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ اسکول کھلے۔ کالج بنے اور یونیورسٹی قائم ہوئی۔ محکمہ آثار قدیمہ، اس کی لائبریری، نجی کتب خانہ مختلف تحقیقاتی اور علمی ادارے۔ پھر ان اداروں کو چلانے اور علمی و تحقیقاتی کام کرنے کے لئے کتابوں کی فراہمی اور کتب خانوں کا قیام ضروری ہوا۔ ہندوستان سے علمی ذخائر منتقل ہو کر آنے شروع ہوئے اور چند ہی دنوں میں قیمتی علمی ذخائر مختلف اداروں میں جمع ہو گئے اور صرف انہیں حضرات کو ان ذخائر کا علم ہے جو کسی خاص موضوع پر کام کرتے ہیں۔ اور کتابوں کی جستجو کرتے ہیں۔

ضروری معلوم ہوا کہ مختلف کتب خانوں کی کمیاب اور نادر کتابوں کا مختصر تعارف پیش کیا جائے۔

فی الحال پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کی چند کتابوں کے بارے میں مختصر معلومات درج کی جاتی ہیں۔

کراچی یونیورسٹی لائبریری کی اردو مطبوعہ نادر کتب کے عنوان سے علیحدہ مضمون درج ہے، کیا جا رہا ہے۔ دوسری قسط

Marfat.com

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ملک کا ایک مشہور ادارہ ہے تاریخ پر کام کرنے والوں کے لئے انگریزی عربی فارسی اور اُردو کتابوں کا ایک اچھا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔

اس فہرست کے آخر میں دو جدید العہد مطبوعات کا بھی ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ ان کا موضوع دلچسپ ہے اور مسلمانوں کے عہد علمی کی ایک شاندار مثال ہے۔

۱۔ فتاویٰ حمادیہ مصنف :۔ مولینا ابو الفتح رکن ابن حسام الناگوری

مطبع :۔ ایشیاٹک لیتھوگرافک کمپنی۔ کلکتہ

سن طباعت :۔ ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۵ء

یہ کتابت ۱۰×۱۴ سائز پر مولوی غلام مخدوم کے اہتمام سے چھپی ہے اور دو جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد ۴۰۰ صفحات پر دوسری جلد کے صفحات پہلی سے مسلسل ہیں۔ موضوع کتاب فقہ حنفیہ ہے فتاویٰ اور مسائل خط نستعلیق اعد ٹائپ

ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی کی مطبوعہ کتب میں یہ کتاب سب سے قدیم ہے اس کتاب کا اور کوئی نسخہ میری نظر سے کسی دوسری لائبریری میں نہیں گذرا۔

کتاب میں نہ کوئی مقدمہ ہے اور نہ فہرست عنوانات

(۲) فتوح الشام مصنف :۔ ابو اسمٰعیل محمد بن عبد اللہ الازدی البصری المتوفی ۱۷۸ھ

مُرتب :۔ ولیم ناسولیس

ناشر :۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۵۴ء

صفحات متن ۲۵۷ (فہارس اسماء ۷۹ صفحات (۲) فہارس اسناد ۸ صفحات

انگریزی تشریحات ، ۴۲ صفحات

یہ کتاب اسلامی دور کی ایک اہم تاریخ ہے مصنف نے واقعات وحالات مختلف اسناد کے حوالہ سے لکھے ہیں۔ درمیان میں ان واقعات پر اپنی رائے کا اظہار اور تبصرہ کیا ہے۔

کتاب کی ابتدا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شام پر افواج اسلام کی پیش قدمی سے ہوتی ہے۔ اختتام فتح قیاریہ اور یزید بن ابی سفیان کا افواج اسلامیہ کی سربراہی کے واقعات پر ہوتا ہے۔

Marfat.com

مرتب کتاب اور مصحح علمی دنیا میں جانی پہچانی شخصیت ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی کتنی ہی کتابوں کا
تب اور مصحح ہے۔ مرتب نے اس کتاب کے سلسلہ میں اپنے ۴۳ صفحات کے مقدمہ انگریزی میں مصنف اور
نیف کے سلسلہ میں فاضلانہ بحث کی ہے۔

الجامع الصحیح البخاری مصنف :۔ البخاری ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی

مرتب :۔ بودلف۔ تو ہل

ناشرین :۔ مطبع بریل لندن ۱۸۶۲ء

بخاری شریف کا یہ نسخہ جس زمانہ میں یورپ میں طبع ہوا۔ اس وقت ہندوستان میں طباعت میں نہ
ا ترقی ہوئی تھی اور نہ ایسا خوبصورت ٹائپ استعمال ہوتا تھا جیسا ٹائپ اس کتاب کی طباعت میں
مال ہوا ہے۔

زیر نظر نسخہ چار حصوں یا جلدوں میں منقسم ہے۔ طباعت و کاغذ ایسا دیدہ زیب اور نفیس ہے۔ کہ
یں روشن ہو جاتی ہیں۔

یہ چاروں حصے بغیر کسی مقدمہ، فہرست عنوانات یا کسی اور قسم کے حواشی وغیرہ کے ہیں
بخاری شریف کا یہ نسخہ ایک کتب خانہ کے لئے زینت و افتخار ہو سکتا ہے۔

۔ الفہرست لابن الندیم : مصنف :۔ ابن الندیم

مرتب :۔ فلوگل گستاؤ

مقدمہ :۔ جان روجر مطبوعہ :۔ لیپزگ جرمنی ۱۸۷۱ء

عربی زبان میں کتابوں اور علوم کی فہارس کی سب سے پہلی اور مشہور کتاب فلوگل جرمنی کا ایک مشہور
مستشرق تھا اس نے الفاظ قرآنی کی فہرست تیار کی اور اس فہرست کے استعمال کے لئے اپنے مقرر کردہ اصول
کے مطابق قرآن پاک طبع کرایا۔

فاضل مرتب نے الفہرست کے قلمی نسخوں اس کی تاریخ اور ندرت پر فاضلانہ اور محققانہ بحث کی ہے
جرمن زبان میں ۴۳ صفحات پر مشتمل الفاظ و اعلام کی مختلف صورتیں پیش کر کے تحقیقات کی ہے۔
یہ نسخہ پہلی بار ۱۸۷۱ء میں لیپزگ سے شائع ہوا

الفہرست کی ترتیب دس مقالات پر مشتمل ہے پھر ان دس مقالوں کو مختلف فنون اور فصلوں پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے مقالہ میں حروف و

Marfat.com

اصوات اور تحریر کے دستور اور دنیا کی مختلف زبانوں کی تحریروں کے نمونے بھی دیئے ہیں آخری دسواں مقالہ علم کیمیا
ماہرین تصنیفات میں جتنے مباحث و مسائل آئے ہیں اُن کا خلاصہ اور اپنی رائے دی ہے۔

ابن ندیم نے اس فہرست میں اپنے زمانہ کے تمام علوم و فنون اور ان پر تصنیف شدہ کتابوں مصنفوں کے
نام اور ان علوم سے بحث کی ہے۔

دست برد زمانہ سے کتنی ہی کتابیں فنا ہوگئیں لیکن الفہرست باقی رہ گئی اور اسی میں ان گم شدہ کتابوں کے
نام باقی رہ گئے زیر نظر نسخہ اب کم یاب ہوگیا۔ الغنۃ قاہرہ سے اس کا دوسرا ایڈیشن ایک مبسوط مقدمہ
کے ساتھ شائع ہوگیا ہے۔

۵۔ کتاب الموشیٰ، مصنف: ابو شام۔ ابوالطیب محمد بن اسحٰق بن یحییٰ المتوفی ۳۲۵ھ
مرتب :۔ برونو رودولف امریکائی۔ مطبع بریل لیڈن ۱۸۸۶ء

مصنف اس دور کا ایک ادیب و فاضل ہے جب خلافت بغداد معتمد باللہ کے دور سے گذر رہی
تھی مسلمان علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے بام عروج پر اپنا پھریرا لہرا رہے تھے مصنف نے اس کتاب
میں ایسے تمام الفاظ چلے مصرعے۔ اشعار و امثال پیش کئے ہیں جو اس وقت معاشرے کی اعلیٰ صحبتوں
محفلوں اور مجلسوں میں برمحل استعمال کیے جا سکتے تھے
چھچھورے مذاق اور گندے الفاظ کے استعمال سے روکا ہے ایسے اصول مرتب کئے ہیں جن کو ملحوظ
رکھتے ہوئے دوستوں اور بزرگوں کی صحبتوں کو پُر لطف و پاکیزہ بنایا جا سکتا ہے۔

اس وقت لباسوں۔ برتنوں انگوٹھیوں آلات موسیقیٰ جا بجائے شراب درہم و دنانیر پر کیسے کیسے
الفاظ چلے۔ مصرعے۔ اشعار۔ منقوش کئے جاتے تھے ان کے نمونے بھی لکھے ہیں۔

فاضل مرتب نے بڑی کاوش سے متعدد قلمی نسخوں سے مقابلہ کرکے تصحیح کی ہے آخر میں فہرست اسماء رجال و
نساء فہرست الفاظ و قوافی مرتب کی ہے۔

۶۔ الاخبار الطوال مصنف: الدینوری، ابو حنیفہ احمد بن داؤد
مرتب :۔ فلادیمیر جرجاس
ناشر :۔ مطبع بریل۔ لیدن ۱۸۸۸ء

مسلمان مورخین میں دینوری کا بلند مقام ہے اس کی اصابت رائے اور تحقیق مسلّم ہے یہ کتاب ۲۰۲

Marfat.com

صفحات پر مشتمل ہے حضرت آدم تا انقراض سلطنت ایران شہنشاہ یزدگرد بن شہریار بن کسریٰ۔ اس کے بعد خلفاء ائمہ تا خلافت عباسیہ معتصم باللہ کے حالات لکھے ہیں۔

مرتب نے متعدد قلمی نسخوں سے مقابلہ کرکے حواشی میں اختلاف نسخ دیئے ہیں۔

۷۔ معالم القربہ فی احکام الحسبہ مصنف :۔ ابن الاخوہ محمد بن محمد بن احمد القرشی، المتوفی ۷۲۹ھ

مرتب :۔ روبن لیوی

ناشر :۔ گب میموریل۔ لندن ۱۹۳۷ء

مسلمانوں نے اپنے دور عروج و ترقی میں ایک طرف تو کشور ستانی کی ملکوں کو آباد کیا۔ شہروں کو گلزار بنایا تو دوسری طرف علوم و فنون کی آبیاری کی اور زندگی کے ہر پہلو پر کتابیں لکھیں، علوم قرآنی، حدیث، فقہ، علم الانساب اسماء الرجال۔ تاریخ۔ صنعت و حرفت، غرضیکہ انسانی زندگی کا کونسا گوشہ ہے جس پر کوئی تصنیف نہ کی ہو۔ موجودہ دور کو علوم و فنون کی ترقی کا روشن دور کہا جاتا ہے۔ اور ہے بھی معاشرتی اور سماجی علوم کو بڑی ترقی ہوئی ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اپنے دور میں بھی سماجی زندگی اور معاشی زندگی کو صحیح راستہ پر گامزن کرنے کے لئے کام کئے تھے۔

زیر نظر کتاب مصنف نے شہری زندگی کو سنوارنے اور استوار کرنے کے لیے ایک رہنما اور گائیڈ کی طرز پر مرتب کی ہے منتظم کے لئے مشعل راہ، بادشاہ ہو یا اس کے نائب۔ امراء ہوں یا قرابن اعلیٰ خواص ہوں یا عوام سب کے لئے ایک دستور حیات

کتاب ستر ابواب پر منقسم ہے اور ہر باب میں متعدد فصلیں ہیں۔

پہلا باب محتسب کیسا ہونا چاہیئے۔ اور اس کی کیا کیا ذمہ داریاں اور فرائض ہیں؟ اس طرح حکام و امراء کے فرائض کی نشاندہی کی ہے اس کے بعد شہریوں کے فرائض ہیں مثلاً اگر کوئی دکاندار ہے تو اس کے کیا فرائض ہیں۔ پیشہ ور اپنے پیشہ کو پوری دیانت اور ایمانداری سے پورا کرتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً روٹی بیچنے والا روٹی میں کسی قسم کی ملاوٹ تو نہیں کرتا۔ مقررہ وزن سے کم تو نہیں ہے اسی طرح شربت فروش حلوائی دودھ فروش، باورچی، یہ سب کے سب ناقص اور نقصان دہ اشیاء تو نہیں فروخت کرتے دوسری طرف صحت سے متعلق کام کرنے والے مثلاً حکیم، فصد کھولنے والے یہ کسی قسم کی کوتاہی اور اچھوائی کا ثبوت تو نہیں دیتے۔ طبیب منجم۔ مدرس۔ موذن یہ اپنے مقررہ اصول و قواعد سے انحراف

Marfat.com

تو نہیں کرتے۔ اپنے علم سے لوگوں کو فائدہ کے بجائے نقصان تو نہیں پہنچاتے۔

غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو سے بحث کی ہے اور اگر مقررہ اصول اور حکومت کے نافذ کردہ قوانین انحراف کیا گیا ہے تو کن کن جرائم میں کیا کیا سزائیں دی جائیں۔

فاضل مرتب نے ایک مقدمہ کے ساتھ پوری کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی کیا ہے۔

سفر میں بھی کیسے کیسے نادر روزگار افراد سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ سفر محمد آباد (وسط فروری ۱۹۶۷ء) میں پہلا تعارف میرزا زاہد حسین صاحب سے ہوا۔ انیس صاحب نے موصوف کی شان میں صرف چند تعارفی جملے کہے تھے۔ اب جو در گفتگو باز ہوا تو اندازہ ہوا کہ کیسے باغ و بہار سے سابقہ پڑا ہے۔ زاہد صاحب کی سیرت کی پختگی اور سیاسی بصیرت، ان کی یہ دو خوبیاں ہی میرے دل میں اُن کی یاد تازہ رکھیں گی۔ سونے پر سہاگہ، موصوف کی لائبریری۔ ظالم نے کیا نادر اور بے مثل مجموعہ کتب جمع کیا ہے۔ اور آہ۔ کس بے نیازی سے اس ان مول خزانے کو بکھیر رکھا ہے۔ چار پونے چار ہزار کتابوں کا یہ کتب خانہ۔ بعض اعتبارات سے بڑی بڑی لائبریریوں پر فائق ہے۔ جوش۔ پنبہ و آتش کا اجتماع۔ برق و آشیاں کا امتزاج، کہاں لائبریری کا گوشۂ پرسکون۔ کہاں میدان سیاست کی ہنگامہ خیزیاں۔ مگر یہ شہسوار دونوں میدانوں میں گرم سفر ہے۔ تو اے برادر عزیز میرزا زاہد

گاہے گاہے جسے تم بھی نہیں کرتے محسوس
تم میں اک ایسی پُراسرار ادا اور بھی ہے

۱۹ر فروری ۱۹۶۷ء

(انیس امروہوی)

Marfat.com

مخطوطات کے ذخائر

Marfat.com

Marfat.com

محمد شفیع ایم۔اے

خزائنِ مخطوطات

کتاب خانہ وال میانہ شریف ضلع سرگودھا

مارچ ۱۹۵۲ء میں فرزندم احمد ربانی ایم۔اے اور عزیزم مسٹر محمود علی بی۔اے۔ ڈپٹی انسپکٹر مدارس ملتان
رہنمائی میں اس کتاب خانہ کو دیکھا گیا۔ صرف ایک دن میسر تھا۔ موٹر کے لمبے سفر کے بعد سات آٹھ
گھنٹے ملے۔ جو کتابیں دیکھنے اور یادداشتیں مرتب کرنے میں صرف ہوئے۔ اس ذخیرۂ کتب میں ڈیڑھ
سے زیادہ جلدیں قلمی کتابوں کی ہوں گی۔ متعدد مجموعے کئی کئی کتابوں پر شامل ہیں۔ اکثر اہم نسخے تو
دیکھ لیے گئے۔ مگر کوئی چالیس کے قریب چھوٹی چھوٹی کتابیں رہ گئیں۔ شام ہو گئی تھی۔ اور واپسی ضروری
بہر حال جو کچھ دیکھا گیا۔ اس کا حال درج ذیل ہے۔

یہ تمام مخطوطات میاں فضل الٰہی صاحب رانجھا سجادہ نشین وال میانہ شریف کی ملکیت میں۔ ان کے
والد نے یہ قیمتی ذخیرہ جمع کیا تھا۔ وہ خود ترک علائق کر کے اپنے بزرگوں کے مقابر پر معتکف ہیں۔
انہوں نے انتہائی مہربانی سے ان ذخائر کے معائنے کے لیے ہم کو ہر قسم کی ...

فارسی، عربی مخطوطات کے علاوہ سجادہ نشین صاحب کے پاس جاگیروں وغیرہ کے متعلق ...
... ات ہیں۔ ان میں سے بعض جو ۱۸۵۳ء اور ۱۸۵۸ء سے متعلق ہیں۔ ایسے ہیں ... ، ...
... اردو میں لکھا ہوا موجود ہے۔ جو ۱۸۵۳ء کی تحریر ہے۔

پنجابی مخطوطات کے سلسلے میں انہوں نے فرمایا۔ کہ ان کے ہاں دمودر داس کی ہیر ... تحریر ... بڑا
... تھی۔ نیز ہیر مقبل اور بیاض بزبان پنجابی یہ نسخے مسٹر چودھری شہاب الدین مرحوم نے ان سے مستعار
... شاید ان کے ذخیرۂ کتب میں اب بھی ہوں۔ متعدد بالکل معمولی نسخوں کا حال درج نہیں کیا گیا۔ مثلاً ایساغوجی
... میزان، بوستان، تحفۃ الاحرار جامی، قطبی، مختصر المعانی، سکندر نامہ ۲، ۳ نسخے، اوراد و
... معراج النبیؐ، بعض متفرق رسائل بزبان پنجابی

Marfat.com

۱۔ مخطوطاتِ فارسی

(۱) دیوان حافظ، نسخہ مکتوبہ سنہ ۲۶ سنہ جلوس سلطان اورنگ زیب، اس نسخہ میں دیباچہ نہیں ہے۔

(۲) مکاتبات علامی، ابوالفضل معمولی نسخہ (۳) مکتوباتِ مجددیہ۔ مختصر سا مجموعہ، ناقص الآخر، ایک حصے (ناقص الآخر) کا جامع محمد صدیق البدخشی ہے۔ اور دوسرے حصے (ناقص الآخر) کا عبدالحی بن خواجہ چاکر حصاری۔ مکتوباتِ امام ربانیؒ طبع لکھنؤ ۱۸۸۹ء جلد سوئم کے آخر میں صفحہ ۹ پر ہے۔ کہ جلد اوّل کو امام صاحب کے ارشاد کے مطابق شاہ یار محمد الجدید (؟) البدخشی نے جمع کیا۔ اور جلد دوم کو شاہ عبدالحق چاکر حصاری نے، مجدد صاحب کے مکتوبات کا ایک اور نسخہ بھی اس ذخیرہ میں ہے۔

(۴) مجموعہ مشتمل بر کتب ذیل (بزبان فارسی):۔

(ا) عجائب المخلوقات قذوینی باتصویر (ب) تزوکاتِ تیموری (ج) علم نجوم کا ایک رسالہ جس میں اختیارات درج ہیں۔ حدود ۱۰۶۸ھ کی تحریر، "طالع سال عالم بعمل افق بلدہ کشمیر اس میں دیا ہے شاید یہ رسالہ کشمیر میں تصنیف ہوا۔

(۵) تفسیر عباسی (سورۂ یوسف کی مفصل تفسیر) آغاز:۔ الحمد للہ الذی شهدت المکونات الخ۔ اسی سورۃ کی ایک اور تفسیر نمبر ۳۸ پر مذکور ہے۔

(۶) کتاب الصلوٰۃ و علم سیمیا۔ کتاب کی سرخیاں وصل اور فصل میں منقسم ہیں۔ مثلاً وصل دوم در دعواتِ کواکب سنبلہ، دعوتِ زحل کہ تعلق بہ زحل وارد مضمون اس قسم کا کہ فلاں نقش انگشتری پر لکھوا فلاں تیل ماتھے پر ملو۔ جہاں جاؤ گے لوگ نہ دیکھ سکیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۷) مجموعہ: (الف) شرح وردو مستغاث از نظام الدین بن محمد رستم بن عبداللہ الجندی الالہابادی (ب) مرغوب القارب، دس فصل میں سلوک پر مثنوی از شمس الدین تبریزی، یہ مشہور شمس تبریز (م ۶۴۵ھ) نہیں ہیں۔ اس لئے کہ مثنوی کے آخر میں تاریخ تصنیف ۷۵۰ ہجری دی ہے۔ دیکھیں فہرست ریویو صفحہ ۷۸۴ عدد ۳) اس کا ایک نسخہ شیرانی کالکشن میں بھی شمارہ ۵۷۵ پر ہے۔ (ج) محبوب العاشقین، از حضرت بایزید بسطامی، غیر مذکور در فہرست ریویو فہرست انڈیا آفس وکشف الظنون۔ (د) نان و حلوا، شیخ بہاؤالدین عاملی (م ۱۰۳۸ھ) کی مشہور مثنوی ایہا اللاھی عن العہد القدیم الخ

(۸) حکمت شہابی، تصنیف ۷۹۰ پرانا خط ہے۔ فہرست انڈیا آفس میں نمبر ۲۲۸۸ پر یوسف

Marfat.com

شہابی کی کتاب طب ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ حکمت شہابی کے آغاز کی عبارت نقل نہ ہوئی۔ جس سے معلوم ہوتا۔ کہ زیر نظر کتاب وہی کتاب ہے یا کوئی اور، کتاب خانہ اسلامیہ کالج پشاور (فہرست ۴۹۴ ۱۶) میں طب شہابی کے نام سے ایک منظوم کتاب موجود ہے۔

(۹) آداب الصالحین، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اچھا نسخہ۔

(۱۰) معارج النبوۃ از معین بن حاجی محمد فراہی۔ (م ۹۰۷)

آغاز:۔ حمدی کی صحائف لطائف الخ۔ انجام وہذا آخرالرکن الثانی، یہ نصف کتاب ہے۔ پوری کتاب میں چار رکن ہیں۔ شروع میں ایک مقدمہ بھی ہے۔ اور آخر میں ایک خاتمہ۔

(۱۱) مواہب علیہ، یعنی تفسیر حسینی از حسین بن علی الواعظ الکاشفی جس نے ۸۹۹ ھ میں یہ تفسیر تمام کی، اور یہ فہرست کتاب خانہ انڈیا آفس از آیتے عمود (۱۴۶۰) آغاز:۔ بعد از تمہید قواعد محامد الخ نسخہ ناقص الآخر ہے، خط معمولی۔

(۱۲) تعریف الحرمین، یہ نسخہ محمود بن محمد بن احمد من بلاد کیچ و مکران، نے ۹۹۱ ھ میں مدینہ شریف میں لکھا۔

(۱۳) مجموعہ:۔ (الف) کتاب خلاصۃ المعارف (فی) اسرار العقائد از سید آدم (بن) سید اسمٰعیل بن سید بہوہ (حنفی نقشبندی) یہ بزرگ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے مریدوں میں سے ہیں۔ اس کتاب کا حال فہرست انڈیا آفس جلد اعمود ۱۱۱۰ پر مفصل دیا ہے

(ب) مرج البحرین از شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲) - ۱۰۵۳) کتاب کے لئے دیکھیں فہرست ریو صفحہ ۸۶۳ الف۔

(ج) تفسیر آیۃ النور از شیخ عبدالحق مذکور (دیکھیں فہرست ریو محل مذکور) یہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ مگر خط صاف ہے۔

(۱۴) خزانۂ جلالی، اس میں اوراد وغیرہ ہیں مصنف پیر مخدوم جہانیاں ہیں۔ یا ان کا کوئی مرید تاریخ کتابت ۱۰۴۲ ھ ہے۔ مجھ کو بتایا گیا ہے۔ کہ یہ کتاب کمیاب ہے۔ البتہ ایک نسخہ اس کا اوچ میں ہے۔

(۱۵) مجموعہ، (۱) ایک نثر کا رسالہ جس کا آغاز ہے۔ وقتی کہ معمار اول عمارت وجود الخ، یہ نسخہ

Marfat.com

۱۰۹۲ھ میں "در مقام چھاونی گلشن آباد طرف ناسک نقل ہوا۔

(۲) قدحل منظوم (در علم نجوم) از عبد الجبار خجندی آغاز مردوانہ سخن ادا نہ کند الخ۔ یہ نسخہ ۱۰۶۷ھ میں برہان پور میں نقل ہوا۔ اس کے لئے دیکھیں فہرست ایتھے عمود ۱۲۳۰ھ نسخہ نمبر ۲۲۵۴) انڈیا آفس کے نسخہ میں مصنف کا نام نہیں ہے۔

(۱۶) مجموعہ (الف) کتاب الاشباہ والنظائر الفقیہہ از ابن نجیم المصری (رک بہ کشف الظنون، ۱: ۱۰۷)

(ب) آئینہ سکندری خسرو

آغاز:۔ نگارندہ نوع ایں داستاں الخ یعنی ناقص الاول ہے۔

انجام:۔ رسید از بیان جان خسرو بکام
بیک زخمہ کن کار او را تمام

(۱۷) مجموعہ :۔ (الف) سکندر نامہ

(ب) تہذیب المنطق والکلام علامہ تفتازانی تاریخ کتابت (۱۰۰۲ھ) دیکھیں فہرست کتب عربی (نمبر ا۔ ب)

(۱۸) دیوان عرفی غزلیات و رباعیات، آخر میں مثنوی مجمع الابکار ہے۔ ایک اور نسخہ قصائد عرفی کا بھی اس کتاب خانہ میں ہے۔ دیکھیں عدد ۵۱۔

(ب) کتاب مجموع سلطانی در بیان مسائل فقہ (فارسی) دیباچہ میں ہے کہ سلطان محمود غزنوی کو عجب مہم پیش آئی۔ اپنے ملک کے عالموں سے مسائل پوچھے یہ ان کا حل ہے۔ اس میں ۴۳ باب ہیں۔

(۱۹) کتاب (نثر فارسی) نام ندارد مصنف کا نام درج نہیں ہے بظاہر امام ابو محمد حسن عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات ہیں۔

باب چہارم کا عنوان " در بیان معجزات امام ہمام ممتحن ابی محمد الحسن باب سیزدہم کا عنوان :۔ در بیان بعض از معجزات باہرات صاحب علم مفاخر و سروری امام مفترض الطاعۃ ابی محمد حسن عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

Marfat.com

(۲۰) قصہ ہیر رانجھا فارسی از میاں غلام احمد ساکن مدھرا تحصیل پھالیہ مصنف کا خود نوشتہ نسخہ خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصنف ضعف بصارت میں مبتلا تھا۔ انہیں کی مثنوی در ردِ وبایہ نمبر ۳۱ پر مذکور ہے۔

(۲۱) بہار دانش از عنایت اللہ کنبوہ لاہوری (تصنیف ۱۰۶۱ھ)

(۲۲) درّ مجالس، از سیف الظفر نو بہاری (اس کتاب کے لئے ملاحظہ ہو فہرست ریو ص ۴۴) تاریخ کتابت ۱۰۴۲۔

(۲۳) اقبال نامہ جہانگیری، از معتمد خاں، صاف نسخہ ہے بس کتابت درج نہیں ہے۔ اس کتاب کے لئے ملاحظہ ہو فہرست ریو ص ۵۵ مواضع دیگر بامداد اشاریہ

(۲۴) رقعات عالمگیری معمولی نسخہ

(۲۵) مجموعہ کتب رمل، ان میں سے پہلی کتاب کا مصنف ناصر بن محمد بن حیدر رمال شیرازی ہے۔ حافظ محمود خاں شیرانی کی کتابوں میں بھی اس کا نسخہ ہے۔ (نمبر ۲۰۶۶) وہاں اس کا نام نہایت المعقول وغایۃ الاصول ہے۔ کشف الظنون ۲۶۸۰۱ پر اس کا نام التحفۃ فی الرمل ہے

(۲۶) کتاب الاشکال، یہ ایک مقدمہ اور دو مقالہ پر مشتمل ہے۔ باب ۶ جو کتاب کے آخر میں ہے۔ اس کا مضمون ہے۔ دربیان احوالی کہ عارض می شود سیارات را و آں چہار فصل است

(۲۷) دیوان محی۔ آغاز

بے حجابانہ بیا از درِ کاشانۂ ما
کہ کسی نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما

شمع انجمن ص ۴۶۴ پر اسی بحر اور قافیہ و ردیف کی ایک غزل ہے مگر یہ شعر نہیں ہے۔

(۲۸) قامع البدعہ (در شرح قصیدۂ بردہ) از حضرت جمال کیلبانوی تاریخ کتابت ۱۲۵۸ ہجری ہے۔ حافظ شیرانی مرحوم کی کتابوں کی فہرست میں نمبر ۲۰۶ ۱ پر اس کا نام ہے۔ مصنف عبداللہ سلطانپوری ہے۔ اور کتاب کا مضمون نصرت آئمہ اربعہ ہے۔

(۲۹) قصائد عربیہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کا فارسی شعر میں ترجمہ ہے۔ مترجم محمد واسع بیدل، پہلے قصیدے کے ترجمہ کو "حباب عباب" کیا ہے۔ دوسرے کو "عباب" چوتھے کو "لباب محیط"

Marfat.com

حاشی

(۳۰) ایک منظوم رسالہ از عبد النبی حاجی (عہد اورنگ زیب عالمگیر)

(۳۱) مثنوی در ردِ وہابیہ از میاں غلام احمدؒ ساکن مدھرا، صاحب قصہ ہیر و رانجھا فارسی دیکھیں نمبر ۲۰

(۳۲) اخلاق ناصری، جدید نسخہ مگر متن کا مقابلہ ایک اور متن سے باحتیاط کیا گیا ہے

(۳۳) فتاوٰی عالمگیری، آغاز :- حمد و سپاس و ثنا بیقیاس مر علیم مطلق و ملیک برحق الخ خط ہندوستانی نسخ، خطِ بہار سے ملتا جلتا، براکلمن ۲ - ۴۰۲ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فتاوٰی عالمگیر کی دو کتابوں کا ترجمہ فارسی محمد نجم الدین خاں قاضی القضاۃ نے کیا۔ اس کا نسخہ بانکی پور میں بھی ہے کلکتہ ۱۸۱۳ء میں یہ فارسی ترجمہ طبع بھی ہوا

(۳۴) شرح مخزن اسرار از محمد بن قوام بن رستم بن محمود المعروف بکرخی اس کتاب کیلئے دیکھیں فہرست ریوض ۲۔ ۵۷۰) آغاز :- حمد و سپاس مر خدای را کہ فاتحہ کتاب الخ، یہ نسخہ صاف خط میں لکھا ہے۔

(۳۵) مجموعہ (الف) رسالہ قراءت (بنہج کہ مختار شیخ شاطبی و شیخ جزائی است) عہد جہانگیری میں لکھا گیا۔ (ب) شرح قصائد خاقانی از شادیابادی (دیکھیں فہرست ریوض ۶۱ (ب) (ج) ذخیرۃ الملوک، مصنفہ سید علی ہمدانی

(۳۶) زیج الغ بیگی (در علم) نجوم، یہ نسخہ ۱۰۶۲ ہجری میں لکھا گیا۔ کتاب کا صحیح نام زیج جدید سلطانی ہے۔ دیکھیں فہرست انڈیا آفس از جلد ۳ عمود ۲۳۹ وہاں کا نسخہ (شمارہ ۲۲۴۳) ۱۰۹۹ ہجری میں لکھا گیا۔ یہ نسخہ مجدول نہیں۔ اس کتاب کا ایک بہت عمدہ قلمی نسخہ مکتبہ اسلامیہ کالج پشاور میں ہے۔ دیکھیں مکتبہ کی فہرست شمارہ ۱۷۷۶

(۳۷) فتاوٰی قراخانی :- اس کتاب کے لئے دیکھیں فہرست انڈیا آفس (ر آیتے)، ص ۱۶۱۰ شمارہ ۲۹۷۱ یہ نفیس پرانا نسخہ ۹۵۵ ھجری میں نقل ہوا۔ ذخیرہ کرزن کا نسخہ فہرست ایوانف ص ۲۵۵ پر مذکور ہے۔

(۳۸) تفسیر سورۂ یوسف، یہ نسخہ ۱۰۵۴ ھجری میں لکھا گیا، آیات قرآنی خطِ بہار میں لکھی ہیں، آغاز :- قال قاضی (کذا) سراج الدین الاوشی : یقو العبد فی بدء الامالی لتوحید بنظم کالسالی

Marfat.com

(۳۹) قصص الانبیاء، ناقص الابتداء، پہلی سرخی ا۔ قصہ مرگ ابلیس لعنتہ اللہ علماء مستند از کعب الاحبار رض الخ تاریخ کتابت ۱۰۳۰ ھ

(۴۰) کنز العباد فی شرح الاوراد، از حسام الدین علی الغوری رکشف الظنون میں ۲: ۲۳۵ جہاں اس کتاب کا حال دیا ہے۔ مصنف کا نام " علی بن احمد الغوری دیا ہے۔) کتاب میں ایک یہ ترجمہ احیاء العلوم کا حوالہ بھی نظر آیا۔ اس نسخہ میں ان کتابوں کی فہرست بھی دی ہے۔ جن سے اقتباسات لئے ہیں۔ عمدہ پرانا نسخہ، خط نسخ اس کتاب کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی (فہرست شیرانی کلکشن نمبر ۹۲ تا ۱۱) میں بھی ہے۔

(۴۱) تفسیر یعقوب چرخی، اس تفسیر کے لئے دیکھیں حاجی خلیفہ، ۲: ۳۱۶ اور سٹوری (ر: ۷) یہ حضرت بہاؤ الدین نقشبند ۷۹۱ ھ کے مرید تھے۔ یہ جلد " واعبد ربک حتی یاتیک الیقین " کی تفسیر سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی سورۂ الحجر کی آخری آیت سے، .... اس کے بعد سورۂ النحل شروع ہوتی ہے۔ یہ نسخہ ۱۰۶۸ ھ میں لکھا گیا۔ اس کتاب ایک اور نسخہ بھی اس کتاب خانہ میں ہے۔ جو ۱۱۱۸ میں لکھا گیا۔

(۴۲) مجموعہ (الف)، فرہنگ شہابی) او دیہ طبی کی فرہنگ مثلاً الالف اساس ای بنیاد مبین ای شہد الخ (ب)، خلاصۃ القوافی از سید عبدالقادر۔ (ج)، ایک طبی رسالہ

(۴۳) تاریخ طبری، آخری عنوان: ذکر خلافت الراضی باللہ (۳۲۲ تا ۳۲۹) اچھا نسخہ مگر بعض صفحے مطموس۔

(۴۴) مجموعہ، ریاضی کی کتابوں کا یہ نفیس مجموعہ ذیل کی دس کتابوں پر مشتمل ہے:۔ لیلاوتی از فیضی آغاز:۔

اوّل زستائش الٰہی گویم
وانگہ زثنائی پادشاہی گویم

تاریخ کتابت ۱۱۳۸ ھ

(ب) دار الضرب رعربی از امام الدین الریاضی بن لطف اللہ المہندس اللاہوری ثم الدہلوی) مصنف کے لئے دیکھیں رو داد ادارہ معارف اسلامیہ، لاہور (۱۹۳۳) ص ۳۳ بعد اس میں ضرب الضرب کا بیان ہے۔ آغاز:۔ الحمد للہ الواحد الذی ھو السرع العابدین الخ (ج)، در تحقیق ابطال جذر اصم و تصنیف مکعب از فقیر اللہ بن محمد شاہ

Marfat.com

انالوی در دو باب، تاریخ کتابت ۱۱۳۸ھ جری (د) خلاصۃ الحساب، عاملی (عربی) تاریخ ۱۰۷۹ھجری (ھ) حاشیہ در علم ہیئت (عربی) آخر میں ہے "ان وجدت فیہ شیئاً لیس طبعک العالی فادعو (کذا) للمغفرت (کذا) المذنب المقصر شمس الدین الحسینی الخلخالی" یہ خوشخط نفیس نسخہ ناقص الطرفین ہے۔ اس میں جگہ جگہ قولہ درج ہے۔ اور "قال المحقق الطوسی فی شرح الاشارات" بھی نظر پڑا، بظاہر یہ بہاؤالدین محمد بن حسین العاملی کی تشریح الافلاک کی وہ شرح ہے جس کا نام فوائد الافلاک ہے۔ رک بہ براکلمن تکملہ ۲: ۵۹۵ عدد ۶ (ہ)، تشریح الافلاک کا ایک نسخہ حافظ شیرانی مرحوم کی کتابوں میں مجموعہ نمبر ۱۹۳۰ میں شامل ہے۔)

(و) ہیئت کا رسالہ قاضی زادہ کی شرح ختمینی ہے۔ آغاز:۔ الحمد للہ الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نوراً ... وبعد فلا اُتیم مواقع النجوم .... انہ فی زماننا ھذا قد اندرس المدارس العلوم الحقیقۃ (کذا) و معالمہا لتعلیم لا سیما من بینہا الریاضی، پھر کہا ہے کہ المخلص با لمیتلہ (کذا) کی اکابر نے شرح کی اور اس کا درس دیا ہے۔ اب اس کی شرح لکھتا ہوں الخ بیگ کے لئے تصنیف ہوئی۔

آغاز شرح بہ الحمد ھو الثناء الخ اس عربی رسالے کے لئے دیکھیں۔ کشف الظنون، ۲: ۱۰۶۱ ۵ بعد

(ز) اقلیدس کی کتاب الاصول کا ایک جزء خاتمۂ کتاب ہے۔ ھذا الاشکال الخمسۃ الاخیرۃ من ثانیہ کتاب الاصول لاقلیدس

(ح) کتاب ریاض، آغاز:۔ الحمد للہ رب العالمین و بعد، ایں کتاب مشتمل بر یک مقدمہ و دو مقالہ۔

(ط) سی فصل، (در علم نجوم)، رک بہ فہرست انڈیا آفس (آیتے) شمارہ ۲۲۵۴ (۱)

(ح) مقدار (کذا) مفید ؟) المہندسین، از امام الدین الریاضی اللاہوری ثم الدہلوی (ایک ورق کا عربی رسالہ)

Marfat.com

(۴۵) الصراح من الصحاح، از جمال القرشی (رک بہ فہرست انڈیا آفس (آیتے) ، جلد ۱ عمود (۱۲۹۸ (عدد ۲۳۸۸)

خاتمہ: الایا اسلمی یا دارمی علی البلی ولا زال منہلا بجرعائک القطر

اس شعر پر یہ کتاب ختم ہوتی ہے۔ (دیکھیں طبع کلکتہ ۱۲۵۹ ھ ص ۹۸۰) لہٰذا یہ نسخہ جو صحت میں متوسط ہے۔ مکمل ہے۔

(۴۶) منتخب اللغات شاہجہانی از عبدالرشید تتوی، کتاب کا تاریخی نام "منتخب بے بدیل" (۱۰۴۶) ہے۔ اس کے حال کے لئے دیکھیں فہرست انڈیا آفس (آیتے) جلد ۱ عمود ۱۳۰۱، یہ نسخہ اورنگ زیب بادشاہ کے سنہ ۴۹ جلوس میں لکھا گیا، صاف اور عمدہ اور مقابلہ شدہ نسخہ ہے۔

(۴۷) لغت عربی بفارسی، کلاں، ناقص الطرفین، ترتیب کی مثال: باب التامع القاف سوقی آذ معنی دارد۔

(۴۸) شرح مقامات حریریہ از محمد فضل اللہ بن شیخ ابراہیم بن شیخ موسیٰ سرہندی خواہرزادہ و شاگرد مولوی عبداللہ بن مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی یہ دلچسپ شرح ۱۰۹۹ ھ میں تصنیف ہوئی۔ نادر نسخہ ہے۔

(۴۹) مجموعہ: (الف) محمود و ایاز

آغاز ای داغ بر دل از غم حال تو لالہ را
شرمندہ ساخت آہوئے چشمت غزالہ را

بعض اور غیر اہم رسائل۔

(۵۰) دیوان ناصر علی سرہندی، تاریخ کتابت ۱۲۸۴ ھ، صاف نسخہ ہے۔

(۵۱) الف - قصائد عرفی، معمولی۔ نیز دیکھیں شمارہ ۱۸ الف - (ب) انشاء جامی

(۵۲) مثنوی مولانا روم ایک جزء

(۵۳) جذب القلوب الی دیار المحبوب، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس عمدہ نسخہ کی تاریخ کتابت ۱۱۹۵ ھ ہے۔ یہ کتاب ۱۰۰۶ ھ میں تصنیف ہوئی۔ ملاحظہ ہو فہرست

Marfat.com

انڈیا آفس (آیتے) عمود ۸۷۸

(۵۴) اخلاق جلالی، اچھا نسخہ ہے۔

(۵۵) مجموعہ: (الف) ایک رسالہ جو آسان اور سلیس فارسی میں لکھا ہے۔ اس میں دو باب ہیں۔ "یکے در باب اجتناب اسباب درویشی، دوم در اقتراب استجلاب ثروت" اس دلچسپ رسالہ کا مصنف "محمد بن ابی القاسم ملقب نصیر المعروف بامام الملک المعظم اختیار الدولہ والدین ابی طالب بن جمال الدین المختص والمنصوب بالشغلین المعظمین الاول المیمون والمتبرک بنیابتہ باربک والثانی بالحکومت والولایت فی بلد اعظم البلاد وهی دیو کبرو دولت آباد" اس مصنف کا نام کسی اور کتاب میں نہیں ملا۔

(ب) شرح فرائض سراجی (فارسی)

(ج) شرح خلاصۂ کیدانی۔

(د) شرح بردہ کعب بن زہیر از جمال الجنابی (کذا)

در عربی تصنیف ۹۹۹ھ تاریخ کتابت ۱۱۰۲ ایک جلال بن نصیر چابی" ڈاکٹر زبید احمد کی کتاب CONTRIBUTIONS میں صفحہ ۲۴۴ پر آیا ہے۔

(ھ) نصاب الاحتساب، از سنامی، (عربی میں ہے)۔

(۵۶) شرح بیست باب، طوسی کے رسالہ بیست بابی کی شرح از نظام الدین عبدالعلی بن محمد البرجندی (درحدود ۹۳۰ھ) آغاز فاتحہ خطاب در ہر باب الخ اس کتاب کے لئے دیکھیں۔ ایوناف۔ فہرست کرزن کلکشن (کلکتہ، ۱۹۲۶ء) ص ۳۹۶۔

(۵۷) مجموعہ (الف) رشد المجالس، از موسیٰ بن محمد شروان افغان، مشتمل بر چند نصائح دینی و مسائل شرعی۔ اس کتاب کے لئے دیکھیں فہرست انڈیا آفس شمارہ ۲۶۰۹۔

(ب) کتاب سید الجہانی، (کذا)

(ج) تحفۃ السالکین، از شہاب الدین فضل اللہ بن التوربشتی (دیکھیں کشف الظنون ۱۶۲)

(د) مصباح فی علم النحو للامام ناصر بن عبد السید المطرزی (م ۶۱۰ھ)، رک بہ کشف الظنون

Marfat.com

۴۴۸۱۲

(۵۷) شرح وقایہ (عربی)

(۵۸) باب (۱) در معرفت اصطرلاب از علامہ طوسی، خوشخط نسخہ خط خفی نستعلیق، اس کتاب کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی میں ہے۔ دیکھیں ذخیرہ کتب مرحوم حافظ شیرانی کی فہرست کتب میں نمبر ۱۹۳۰

(۵۹) مجموعہ :۔ (الف) ایساغوجی (ب) شافیہ (ج) قال اقول (د) مرآۃ العارفین اس رسالہ کا آغاز :۔ قال الشیخ بدانکہ طریقہ شیوخ سلف رضی اللہ عنہم استقامت ست بر متابعت مہتر عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ اوّل .... مرتبہ دوم ..... مرتبہ سوم الخ

(۶۰) فتاوی برہنہ، خط قدیم عمدہ نسخہ آخری عنوان۔ کتاب النکاح، اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ کتاب خانہ اسلامیہ کالج پشاور میں ہے دیکھیں فہرست مکتبہ عدد مسلسل ۵۹۴

(۶۱) ثمرۃ الارواح خاتمہ میں ہے نسخہ معتبرہ ثمرۃ الارواح ثمرہ اتمام یافت امابلقیر از خطہ ہے۔ مخطوطات عربی (مخطوطات فارسی کے بعض مجامیع مثلاً شمارہ ۱۶، ۵۷ میں بھی عربی مخطوطات شامل ہیں

(۱) (الف) رسالہ نماز وغیرہ (ب) شرح تہذیب المنطق، از حبۃ اللہ الحسینی الشہیر بشاہ میر، آغاز : غایۃ تہذیب الکلام فتح المنطق بحمدہ المنعام الخ۔ تہذیب المنطق والکلام علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی، م ۷۹۲ کا مشہور متن ہے۔ اس کی کئی شرحیں لکھی گئیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔ دیکھیں کشف الظنون ۱: ۳۵۲ س ۸۔

(۲) شمائل شریف، خط نسخ، خفی و معلّا۔

(۳) حاشیہ خیالی یعنی المولی احمد بن موسیٰ الشہیر بخیالی المتوفی ۸۶۰ کا حاشیہ شرح العقائد النسفیہ پر، یہ شرح علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی (م ۷۹۰) کی تصنیف ہے اس میں انہوں نے شیخ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد (م ۵۳۷) کی کتاب عقائد النسفی کی شرح کی ہے۔ ملاحظہ ہو کشف الظنون ۲: ۱۱۹، آغاز کتاب۔

امابعد الحمد لمستاہلہ الخ، آخر میں ہے :۔ قد وقع الفراغ من تنقیحات تعلیقات الفاضل المدقق المولی الخیالی (علی الشرح) الذی للمحقق التفتازانی علی العقائد للامام

Marfat.com

النسفی سنۃ الف وتسعون ۱۰۹۰ نسخہ اچھا ہے۔ ایک اور نسخہ نمبر ۲۷ پر مذکور ہے۔

(۴) منہاج العابدین، للغزالی (م ۔ ۵۰۵) یہ نسخہ ہندوستان کے پرانے نسخ خط میں لکھا ہے تاریخ کتابت ۹۴۰ھ ہے۔ کتاب کا حال کشف الظنون ۲: ۵۵۲ پر تفصیل سے دیا ہے

(۵) رسالہ جس پر نام نہیں ہے۔ مصنف عبدالشکور، آغاز:۔ بعد الحمد الہادی سبل ارشاد الخ ۔ تاریخ کتابت ۱۰۸۰

(۶) ملتقی الابحر فی فروع الحنفیہ، للشیخ الامام ابراہیم محمد الحلبی م ۹۵۶۰) کتاب کے حال کے لئے ملاحظہ ہو کشف الظنون ۲ ۔ ۵۱۳، اس نسخہ کے آخر میں لکھا ہے کہ وہ عہد شاہجہاں بادشاہ ۱۰۳۷ تا ۱۰۶۸ میں لکھا گیا۔

(۷) فصول الاحکام فی اصول الاحکام، از ابوالفتح زین العابدین، عبدالرحیم بن ابی عماد الدین الفرغانی المرغینانی (م ۶۷۰)، اس کتاب کے حال کے لئے ملاحظہ ہو براکلمن جلد اصفحہ ۳۸۲، یہ ضخیم کتاب جس کی ۵۲۷ فصلیں ہیں ۱۱۶۳ھ میں احمد شاہ، بادشاہ دہلی، (۱۱۶۱ تا ۱۱۶۷) کے تیسرے جلوسی سال میں تحریر ہوئی۔

(۸) میر مطول، آغاز:۔ ھذہ حواش علی الشرح المشہور لتلخیص المفتاح ۔

(۹) شرح مواقف فی علم الکلام، علامہ عضد الدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی کی کتاب کی شرح آغاز:۔ سبحان من تقدس سبحات جمالہ عن سمۃ الحدوث الخ اچھا نسخہ، خط قدیم

(۱۰) شرح الوقایہ، تاریخ کتابت ۱۲۰۵ھ

(۱۱) النفیسی یعنی شرح الموجز از برہان الدین نفیس بن عوض الکرمانی (م بعد ۸۵۰ھ) اس کتاب کے لئے دیکھیں فہرست بانکی پور جلد ۴ کتب طبیہ بزبان عربی صفحہ ۶۴۔

(۱۲) مجموعہ (الف) فرائض شریفی (شرح سراجی) (ب) سراجی کی ایک اور شرح از عبدالحکیم بن شمس الدین تاریخ کتابت ۱۰۵۷ھ (ج) ایک رسالہ جس پر نام نہیں آغاز:۔ اللّٰہم باسمک ابتدء و بنور قدسک الخ، جہانگیر نگر یعنی تخت ہزارہ میں جو واں میانہ سے چھ سات میل پر ہے۔ تحریر ہوا۔

(۱۳) تفسیر بیضاوی، یہ عمدہ نسخہ، ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا، کی تفسیر پر ختم ہوتا

یعنی سورۂ کہف (پارہ ۱۶) کے آخر تک۔

(۱۴) شرح چغمینی کا شرح، محمود بن محمد الچغمینی الخوارزمی کی ملخص فی الھیئۃ البسیطۃ کی متعدد شرحیں حاجی خلیفہ نے (کشف الظنون ۲: ۱۷۵۵ پر) شمار کی ہیں۔ یہ ضخیم نسخہ جو ناقص الآخر ہے۔ ان شرحوں میں سے کسی کی شرح ہے۔ مالک نے اس پر بسائط الاحکام (کذا) العالم نام لکھا ہے۔ مگر حاجی خلیفہ نے یا براکلمن نے اس نام کی کوئی کتاب نہیں دی۔ افسوس ہے کہ اس کی آغاز کی عبارت ضبط نہ ہوئی۔

(۱۵) دار الضرب، از امام الدین الریاضی بن لطف المہندس اللاہوری ثم الدہلوی دیکھیں کتب فارسی شمارہ ۴۴ ب۔

(۱۶) خلاصۃ الحساب، للعاملی، دیکھیں فہرست کتب فارسی شمارہ ۴۴ (ہ)

(۱۷) فوائک الافلاک، رک بہ فہرست کتب فارسی شمارہ ۴۴ ہ

(۱۸) شرح چغمینی از قاضی زادہ کتب فارسی کی فہرست میں دیکھیں شمارہ ۴۴ (و)۔ اس کا ایک نسخہ کتاب خانہ پنجاب یونیورسٹی میں بھی ہے، دیکھیں فہرست ذخیرہ مرحوم حافظ شیرانی نمبر ۱۸۷۱۔

(۱۹) بستان للفقیہ ابی اللیث السمرقندی، خط ما یقرأ ہے۔ اوسط حیثیت کا نسخہ ہے۔

(۲۰) کنز الدقائق صاف نسخہ ہے۔ بعض جگہ سے کاغذ کا رنگ بدل گیا ہے۔ اور وہ بھربھر ہوگیا ہے۔

(۲۱) مشکوٰۃ المصابیح۔

(۲۲) دلائل الخیرات۔

(۲۳) کافیہ۔

(۲۴) مفید المستفیض (المستفید)، فی فروع الحنفیہ از علی ابن احمد الغوری ساکن بکورہ کڑہ رک بہ کشف الظنون ۲: ۴۹۱۔

(۲۵) حاشیہ ملا عبد الغفور لاری بر شرح ملا جامی، دیکھیں تکملہ براکلمن ۱ ؛ ۵۳۳ عدد ۱۴ صاف خط کا نسخہ۔

Marfat.com

(۲۶) مراح الارواح فی التصریف لاحمد بن علی بن مسعود

(۲۷) حاشیۂ خیالی، تاریخ کتابت نہیں دی گئی۔ مگر شاید یہ نسخہ دسویں صدی ہجری میں لکھا گیا۔ نیز دیکھیں اسی فہرست کا مخطوطہ نمبر ۳۔

(۲۸) شرح حصن حصین، از محمد بن محمد الجزری تصنیف ۸۳۱ھ مصنف نے شرح کا نام مفتاح الحصن رکھا۔ ملاحظہ ہو حاجی خلیفہ ۱: ۴۷۰

(۲۹) (الف) توضیح الاصول، اچھا نسخہ ہے۔ خط خفی نسخ۔ (ب) نصاب الاحتساب للسنامی۔ شاہ عالم کے ۵ جلوس میں در قصبہ نوشہرہ مابین ستلج و بیاہ میں اس کی کتابت ہوئی۔ نصاب الاحتساب کا ایک اور نسخہ فارسی کتابوں کی فہرست میں شمارہ ۵۵ میں مذکور ہے۔

(۳۰) شرح قصیدہ بردہ (قصیدہ کعب بن زہیر) از جمال الجنابی، رک بہ فہرست عربی مجموعہ نمبر ۵۵ (د)

(۳۱) حصرۃ الحقائق شرح فصوص الحکم (ناقص الاول) خاتمہ: واللہ یقول الحق بلسان الکاملین وھو یہدی السبیل المتوجھین الیہ بطالبین و ہو الموافق الی الرشاد ومنہ المبدأ والیہ المعاد، وھذا آخر ما اردنا بیانہ والحمد للہ علی التوفیق والشکر لمولی الحقائق والتحقیق اس شرح کا ذکر حاجی خلیفہ اور براکلمن نے نہیں کیا۔ کتاب میں م علامت متن اور ش علامت شرح ہے

(۳۲) فقہ کی ایک عربی کتاب، ناقص الطرفین۔ ابتدا: فصل الاجیر ہو المستاجر بفتح الجیم کما فی المقاییس من اجرت الاجیر مواجرۃ۔ دسویں صدی ہجری کا نسخہ ہو گا۔ بمقاییس اللغۃ لاحمد بن فارس کے لیے دیکھیں تکملہ براکلمن: ۱۹۸ شمارہ ۱۲۔

(۳۳) فقہ کی ایک اور عربی کتاب شروع کے ابواب: صلوۃ المسافر۔
باب الصلوۃ المریض من تعذر علیہ القیام
آخر کے ابواب: الباب السادس عشر فی الاجارۃ بحکم القرآن فی زماننا، الباب التاسع والعشرین الاستحلال و رد المظالم تصنیف ۷۰۳ھ سید غیاث شجری فی شروع کے ورق بعد کے شستہ ہیں، ۱۱۱ اوراق کے بعد قدیم خوبصورت خط

Marfat.com

(۳۴) حاشیہ قطبی :- پرانا نسخہ، قیاساً دسویں صدی ہجری کا ۔ شرح قطبی کا ایک اور نسخہ بھی اس کتاب خانہ میں ہے ۔

(۳۵) شرح وقایہ، رک بہ فہرست فارسی شمارہ ۵۵ (۶) اس کتاب کا ایک اور نسخہ بھی اس کتاب خانہ میں ہے ۔

(۳۶) مجموعہ : (الف) رسالہ خواجہ عبدالباقیؒ (ب) نعم المعیار والمقیاس لمعرفۃ مراتب الناس لعلی بن حسام الدین المتقی (م ۹۷۵ یا ۹۷۷ھ) اس کتاب کے لئے دیکھیں براکلمن ۲: ۳۸۵ شمارہ ۷ ۔ (ج) شمائل ترمذی ۔

(۳۷) فتاویٰ حمادیہ از ابوالفتح رکن الدین بن حسام المفتی الناگوری، کتاب خانہ پنجاب یونیورسٹی میں اس کے دو نسخے ہیں ۔ دیکھیں فہرست مخطوطات مرحوم حافظ شیرانی شمارہ ۴ و ۱۹۱۱

(۳۸) شرح عقائد نسفی از علامہ سعد الدین التفتازانی، گیارھویں صدی کا نسخہ معلوم ہوتا ہے

مخطوطات پنجابی

(۱) سیر مقبل (۲) معراج نامہ (۳) پکی روٹی پنجابی (۴) سراجی کی شرح، پنجابی شعروں میں

(۵) مجموعہ : (الف) جنگ نامہ حامد تصنیف ۱۲۵۹ھ، صاف نسخہ ہے ۔ (ب) یوسف زلیخا، از برخوردار (ج) الفاظ ادویہ اچھا نسخہ ہے مگر آخر کے چند اوراق خراب ہو گئے ہیں

۱۱ کتاب خانہ خانقاہ شریف سراجیہ داخلی کھولا کندیاں ۔ ضلع میانوالی ؎ اس کتاب خانہ کو اواسط اکتوبر ۱۹۵۲ء میں دیکھا گیا ۔ اس میں قلمی کتابیں کم ہیں مگر مطبوعہ کتابیں تعداد کثیر میں موجود ہیں ۔ سب کتابیں مجلد ہیں اور ان کی جلدیں خوش ذوقی سے بندھوائی گئی ہیں ۔ کتابوں کو گیر والماریوں میں سجایا گیا ہے ۔ اور ان کی فہرست موجود ہے ۔ میرا اندازہ ہے ۱۸۰۰ سے دو ہزار تک کتابیں یہاں ہیں ۔ یہ سب کتابیں مولانا احمد خاں صاحب مرحوم نے جن کی یہ خانقاہ ہے ۔ وقف کی تھیں ۔ مطبوعہ کتابیں زیادہ تر تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، کلام، سیر و مغازی، طبقات و تواریخ، تصوف اور ادب سے تعلق رکھتی ہیں ۔ اکثر و بیشتر کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں ۔ اس کتاب خانہ کی سیر میں جناب سید لے ۔ اے شاہ صاحب گردیزی ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ریلوے ملتان کی اعانت اور لفٹ جگرم احمد ربانی سلمہ

Marfat.com

ایم۔ اے کی اعانت سے ہر طرح کی سہولت میسر رہی۔ چند قلمی کتابیں جو یہاں موجود ہیں
ان میں سے کتب ذیل قابل ذکر ہیں۔ (۱) جواہر التفسیر کاشفی (م ۹۱۰) اس نسخہ پر
تاریخ نہیں ہے۔ مگر خط اور کاغذ سے پرانا نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ (۲) شرح تعرف
از علامۃ الملۃ والدین ابو المعالی علی بن اسمعیل القونوی (م ۷۲۹ھ) ابتداء اما بعد
حمد اللہ الخ، کتاب کے لئے دیکھیں کشف الظنون ۱: ۴۲۹، یہ نسخہ ۸۸۸ھ میں تحریر
ہوا۔ (دو ورق ناقص ہیں۔ متولی صاحب نے بتایا کہ یہ نسخہ کتاب خانہ کا نہیں بلکہ متعلقہ
(۳) طیبی شرح مشکوٰۃ، صرف نصف آخر اس نسخہ میں ہے۔ خط نستعلیق نما، تاریخ ۱۰۴۰
(۴) فرائض الاسلام، (محمد ہاشم بن عبد الغفور بن عبد الرحمن السندی التتوی چھوٹی تقطیع
کے ۹۹ ورق، خط معمولی۔ (۵) محاسن الاصطلاح فی تحسین ابن الصلاح از عمر بن
رسلان سراج الدین البلقینی الشافعی (م ۸۰۵) یہ نسخہ ناقص الآخر ہے؛ آغاز
الحمد للہ الذی فتح اھل الحدیث الخ اس کتاب کے لئے دیکھیں کشف الظنون ۲: ۴۸۹ (۶)
نھایۃ التوضیح الجامع الصحیح از عثمان بن ابراہیم الصدیقی الحنفی یہ نسخہ ۷۷۴ ورق پر مشتمل ہے
اور وزن میں ۱۲ سیر ۱۱ چھٹانک ہے۔ صحت کتابت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ کتاب
کے لئے دیکھیں براکلمن ۱: ۵۹ شمارہ ۲۶ (۷) مکتوبات سعدیہ، فارسی، خواجہ محمد سعید سعیدیہ
فرزند کلاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات، خواجہ صاحب کی تاریخ وفات ۱۰۷۰
ہے۔ یہ نسخہ ۱۳۴۳ھ میں لکھا گیا۔ اصل نسخہ مولٰنا ضیاء الدین احمد کے پاس بھوپال میں
تھا۔ یہ اس کی نقل ہے۔ (۸) سبع رسائل، (مجدد صاحب) (۹) شرح گلشن راز
(از لاھجی جو ۸۷۷ ہجری میں تصنیف ہوئی۔ (۱۰) التعرف، خوبصورت نسخ، کاتب
عبد السلام احمد سلامی، یہ کتاب قاہرہ میں ۱۳۵۲ھ میں طبع ہوئی۔ (۱۱) زاد اللبیب
فی سفر الحبیب از ملا عبد اللہ بن عبد الحکیم سیالکوٹی اس میں مسائل متعلقہ اموات ہیں
(مقدمہ، مقصد اور خاتمہ پر مشتمل)، زبان عربی، یہ نسخہ قریب زمانہ کا ہے، اس کتاب کا
ایک قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور میں ہے۔ دیکھو فہرست شمارہ ۵۹۱۔ (۱۲) دیوان حافظ
طلا کا نسخہ۔

Marfat.com

...الحق ایم۔ اے

کراچی کے دو نجی کتب خانے

پاکستان بننے سے پیشتر کراچی کی حیثیت محض ایک کاروباری شہر کی تھی۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد اس شہر نے ایک بڑے صنعتی، ثقافتی اور علمی مرکز کا درجہ بھی حاصل کر لیا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہاں کارخانوں اور ملوں کے علاوہ اسکولوں اور کالجوں کی ایک بہت بڑی تعداد منصۂ شہود پر آ گئی۔ اور اُن کے ساتھ ساتھ کتب خانے بھی جو علوم کے مخزن و معدن سمجھے جاتے ہیں اس زمانہ میں کافی تعداد میں قائم ہوئے۔ جو پہلے سے قائم تھے۔ اُن کے ذخائر میں معتدبہ اضافے ہوئے۔ اس وقت یہاں اچھے سرکاری اور نیم سرکاری کتب خانوں کی تعداد کئی درجن ہے۔ ان میں سب سے زیادہ وقیع لیاقت نیشنل لائبریری، کراچی یونیورسٹی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، اسٹیٹ بنک آف پاکستان اور نیشنل بنک آف پاکستان کی لائبریریاں ہیں۔ ان کے علاوہ غیر سرکاری کتب خانوں میں انجمن ترقی اردو کا کتب خانہ خاص۔ اردو کالج، مجلس علمی، دار العلوم شرافی، رباط العلوم کے کتب خانے بھی اپنے ذخائر علمی کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں۔

بعض اہلِ علم حضرات نے اپنی تشنگیٔ علم کی سیرابی کے لئے اپنے ذاتی کتب خانے بھی قائم کر لئے ہیں۔ اُن سب کی تعداد بتانا تو امکان سے باہر ہے۔ البتہ نمونتاً صرف دو نجی کتب خانوں کا اجمالی تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان میں ایک پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری کا کتب خانہ ہے۔ اور دوسرا سید محمد صاحب بیدی کا مجموعۂ نوادرات۔ ان دو حضرات میں سے اوّل الذکر اپنی علمی اور تحقیقی سرگرمیوں کی بدولت علمی حلقوں میں کافی عرصے سے متعارف ہیں۔ ثانی الذکر جب اپنے وطن بیدر میں تھے تو اپنے اس علمی سرمائے کی وجہ سے دور و نزدیک کے لوگ ان سے واقف تھے، اور جب سے پاکستان آئے ہیں اور کراچی میں مقیم ہیں اُس وقت سے صاحبانِ ذوق اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود اس معدنِ علم کی زیارت کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں۔

ان کتب خانوں کی اُن تمام کتابوں کا ذکر کرنا تو ممکن نہیں جو طبع شدہ ہیں البتہ مخطوطات اور بعض نادر و نایاب مطبوعات کا مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔ پہلے ایوب قادری صاحب کے کچھ حالات اور اُن کے کتب کا تذکرہ ہے۔ بعدہٗ سید محمد بیدی کا مختصر تعارف اور اُن کے ذخیرۂ علمی کے نوادر کی فہرست ہے۔

Marfat.com

پروفیسر محمد ایوب قادری کے حالات اور اُن کا کتب خانہ

حالات :- محمد ایوب قادری خلف مولوی مشیت اللہ قادری مرحوم یوپی (بھارت) کے ضلع بریلی کے مشہور تاریخی مقام آنولہ میں ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۲۶ء بروز چہار شنبہ پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے ہوا۔ قصبہ کے دو نامور حفاظ حافظ عبدالاحد اور حافظ عبدالغنی کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ بعدہٗ مدرسہ تعلیم المومنین میں داخلہ لیا۔ اور ۱۹۳۹ء میں پرائمری جماعت کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ اس کے فوراً بعد ضلع کے وظیفہ کے امتحان میں شریک ہوئے۔ اور اس میں کامیابی حاصل کر کے مڈل سکول کی جماعتوں میں تین سال تک وظیفہ لیا۔ ۱۹۴۲ء میں قصبہ کے مڈل سکول سے اردو مڈل کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا اور ریاضی میں امتیازی نمبر پائے۔ ۱۹۴۷ء میں یو۔پی (الہ آباد) بورڈ سے ہائی سکول کا امتحان پاس کیا۔ فرسٹ ڈویژن کے ساتھ ساتھ اردو اور ریاضی میں امتیازات حاصل کئے۔ ۱۹۵۰ء میں حافظ صدیق مسلم اسلامیہ کالج بدایوں سے یوپی بورڈ کے انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں شرکت کی اور درجہ دوم میں کامیاب ہوئے۔ اسی سال پاکستان آ گئے۔ کچھ روز دادو میں قیام رہا۔ بعدہٗ کراچی آکر ۱۲ ستمبر ۱۹۵۰ء کو محکمہ رسد و ترقیات حکومتِ پاکستان میں ملازمت کر لی۔ جب کچھ سکون نصیب ہوا تو پھر تعلیم کا سلسلہ جاری کیا۔ اور ۱۹۵۶ء میں کراچی یونیورسٹی سے بی اے پاس کیا۔ اس زمانہ میں مضمون نگاری کی مشق بھی جاری رہی۔ مختلف رسالوں خصوصاً "العلم" کراچی میں متعدد مضامین لکھے۔ مئی ۱۹۵۷ء میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے برصغیر ہند و پاکستان کے ایک مجاہد مولانا فیض احمد بدایونی کے حالات سے متعلق ایک کتابچہ مرتب کیا۔ یہ تمام چیزیں علمی حلقوں میں مقبول ہوئیں۔ اور محمد ایوب قادری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے اربابِ حل و عقد کی قدر شناسی کی بدولت کلرکی کے خارزار سے نکل کر مئی ۱۹۵۷ء میں پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کی علمی فضا میں پہنچ گئے۔ وہاں اُن کا تقرر لٹریری اسسٹنٹ کی حیثیت سے ہوا۔ اس کے بعد علمی کاموں میں بہت تیزی پیدا ہو گئی۔ وقائع عبدالقادر خانی کو علم و عمل کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں مرتب کیا۔ اور قیمتی حواشی دے کر اس کی اہمیت و افادیت میں چار چاند لگا دیئے۔ اس کے بعد مولوی رحمٰن علی مرحوم کی مشہور کتاب "تذکرہ علمائے ہند" کو فارسی سے اردو میں منتقل کیا۔ اور اس پر ایک طویل مقدمہ لکھ کر اور متن میں گرانقدر اضافے کر کے اس میں تالیف کا رنگ پیدا کر دیا۔ ان تصنیفی سرگرمیوں کے ساتھ اپنے تعلیمی سلسلہ کو بھی جاری رکھا۔ چنانچہ ۱۹۶۲ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا

Marfat.com

یونیورسٹی میں دوسری پوزیشن حاصل کی اور اُردو کالج (کراچی) میں جز وقتی لکچرار کی حیثیت سے کام کرنے لگے ۵ مارچ ۱۹۶۳ء سے اُردو کالج میں مستقل لکچرار کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ اور کراچی یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالر ہیں۔ اس زمانہ کے علمی کاموں میں کالا پانی فضائل صحابہ و اہل بیت اور وصایا ئے اربعہ دعہد بنگش کی سیاسی ثقافتی اور علمی تاریخ کی ترتیب۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور مولانا احسن ؔ نوزی کی تالیف اور ماثر الامراء کی تین ضخیم جلدوں کا ترجمہ بہت اہم ہیں۔ متفرق مضامین کی تعداد بھی کافی ہے۔

کتب خانہ:- قادری صاحب کو کتابیں جمع کرنے اور پڑھنے کا شوق بھارت کے قیام میں ہی کافی ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہاں بھی انھوں نے مطبوعہ اور قلمی کتابوں کا ایک اچھا ذخیرہ فراہم کر لیا تھا۔ کچھ کتابیں انھیں خاندانی ورثے میں بھی ملی تھیں۔ پاکستان آنے کے بعد اس شوق میں بے انتہا ترقی ہوئی۔ چنانچہ ناساعد حالات میں رہ کر اور علمی مشکلات کے باوجود انھوں نے اپنے اس شوق کو جس طرح پورا کیا اس کا تذکرہ ہر شخص کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ قادری صاحب نے اس شوق کے پیچھے بسا اوقات اپنی بنیادی ضروریات کو تج دیا۔ اور جس طرح ممکن ہوا کتابوں کی فراہمی کر کے وہ اپنے دماغ کو معلومات سے اور کتب خانہ کو ہر قسم کی مطبوعات اور مخطوطات سے پُر کرتے رہے۔ کتابیں بھارت سے منتقل کیں لیکن بیشتر پاکستان ہی میں جمع کی گئیں۔ یہ اسی شوق بے پایاں اور جہد مسلسل کا نتیجہ ہے کہ آج ہم اُن کے اس معدنِ علمی کو گہر ہائے آبدار اور جواہر بے بہا سے بھرا ہوا دیکھتے ہیں۔ ایک ایسے آدمی کے لئے جس کے ذرائع و وسائل محدود ہوں، اتنا بڑا نجی کتب خانہ اتنی کم مدت میں بنا لینا یقیناً حیرت خیز ہے۔ لیکن دیکھا جائے تو انسان کی لگن اور کوشش سے اس سے بھی زیادہ محیر العقول کام انجام پا جاتے ہیں۔

بہرحال اب اس گنج گرانمایہ کے بعض جواہر پاروں کو صاحبانِ ذوق کے سامنے پیش کیا جاتا ہے یقیناً اُن کے نظارہ سے اِن حضرات کی نگاہ شوق ایک گونہ انبساط محسوس کرے گی۔

مطبوعات کی تعداد مضامین کے اعتبار سے بتا دینا کافی ہے۔ لیکن یہ تعداد اس قدر حد تعین ہے البتہ مجموعی تعداد دس پانچ کے فرق سے صحیح ہے۔

۱- اسلامی علوم	۵۰۰ تقریباً	۲- دیگر مذاہب سے متعلق	۲۰۰ تقریباً
۳- سوانح علما، حکما اور مشاہیر	۲۰۰ "	۴- تاریخ اسلام	۱۰۰ "
۵- تحریکاتِ اسلامیہ و سیاسیات حاضرہ	۳۰۰ "	۶- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، دیوبند و بریلی و ہمایوں	۳۰۰ "

Marfat.com

۷۔ تاریخ ہند، پاکستان و سفرنامے وغیرہ	۵۰۰ تقریباً	۸۔ تذکرہ صوفیہ کتب تصوف	۴۰۰ تقریباً
۹۔ ادبیات معہ نظم و نثر و تذکرہ جات	۶۰۰ ″	۱۰۔ فارسی ادب	۲۰۰ ″
۱۱۔ کیٹیلاگ	۵۰ ″	۱۲۔ متفرقات	۳۰۰ ″

کل تعداد ۳۶۵۰ کتابیں

جہاں تک مخطوطات اور قلمی کتابوں کا تعلق ہے اُن کی مجموعی تعداد بھی کئی سو ہے۔ یہاں محض چند مخصوص کتابوں کے متعلق اختصار کے ساتھ بعض باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ گوہر منظوم۔ ۴۹ صفحات کا فارسی صرف و نحو کا منظوم رسالہ ہے۔ مولوی عظیم اللہ خان بدایونی کی تصنیف ہے۔ اس کی نقل خود قادری صاحب نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو احسان اللہ تلمیذ عظیم اللہ خان کے قلمی نسخے سے کی تھی۔

۲۔ ارمغانِ شیریں۔ مجموعہ کلام فارسی، حافظ احسان اللہ شیریںؔ خلف مبین جی سعد اللہ بدایونی۔ یہ اصل میں احسان اللہ مرحوم (ف ۱۹۳۲ء) کے منظوم خطوط کا مجموعہ ہے۔ اس میں ضمناً اکابر دیوبند کا بھی ذکر آگیا ہے۔ ضخامت ۶۶ صفحات ہے۔ اس کی نقل بھی قادری صاحب نے خود کی تھی۔

۳۔ وقائع عبد العلی خاں مراد آبادی۔ خود مولف کے ہاتھ کا خطی نسخہ ہے۔ مئی ۱۹۶۴ء میں روزنامہ "جنگ" میں چار قسطوں میں شائع ہو چکا ہے۔

۴۔ اخبار رنگین۔ مصنفہ سعادت یار خاں رنگین۔ خود قادری صاحب نے ۱۱ اگست ۱۹۵۹ء کو انڈیا آفس کے مخطوطہ سے نقل کیا تھا۔

۵۔ انتخاب دیوان ذوق۔ یہ انتخاب دیوان ذوق کے اس نسخہ سے لیا گیا ہے۔ جو آزاد مرحوم کے پاس تھا۔ اور جسے وہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران ساتھ لئے لئے پھرے۔ یہ نقل ۱۴ر جولائی کو مکمل ہوئی۔

۶۔ رسائل قرأت و تجوید۔ یہ فارسی کے تین رسالے ہیں پہلا رسالہ یار محمد ولد خداداد سمرقندی کا ہے۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۵۹ھ مطابق جون ۱۸۴۳ء میں نقل ہوا تھا۔ دوسرے اور تیسرے رسالے پر مصنفوں کے نام ہیں۔ نہ سنہ کتابت درج ہے۔

۷۔ پوتھی ہاتے وکما جیت۔ فارسی زبان کا ایک رسالہ ہے۔ آسارام ولد دیارام سنہ ۱۱۹۱ھ کی کتابت شدہ

Marfat.com

۸۔ کافیہ اور شرح جامی۔ عربی زبان کی معروف کتابیں ہیں۔ سنہ کتابت معلوم نہیں ہو سکا۔ تاہم چند شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ ڈیڑھ سو سال پرانا ہے۔ ترقیمہ یہ ہے۔ بدستخط حقیر بندہ کا بخی ل مالک کتاب ہر کہ دعویٰ کند باطل شود۔

۹۔ شرح گل کشتی۔ مصنفہ میر نجات شرح محمد حسین تتبّل۔ آخری حصہ ناقص ہے اس لئے کاتب کا نام اور سنہ کتابت معلوم نہ ہو سکا۔

۱۰۔ آثار بدایوں کا اقتباس ۱۹۱۵ء کی ایک مطبوعہ کتاب سے اقتباس کیا گیا ہے

۱۱۔ رسالہ فیض عام۔ از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ اس میں نعیم الدین ساکن بردوان پرگنہ حویلی ڈھاکہ کے بعض سوالوں کے جوابات ہیں۔ اس رسالہ کی پہلی مرتبہ کتابت ۱۲۲۹ھ میں محمد حبیب علی نے کی تھی۔ موجودہ مخطوطہ کے کاتب کا نام اور سنہ کتابت معلوم نہ ہو سکا۔

۱۲۔ مثنوی شہر آشوب۔ وہابی تحریک کے بعد حاذق پوری جماعت پر جو مظالم ہوئے اس کی لرزہ خیز داستان ہے۔ حکیم عبدالحمید اس فارسی زبان کی مثنوی کے مصنف ہیں ۱۹۶۲ء میں کسی مخطوطہ سے نقل کی گئی۔

۱۳ معجزہ نبوی۔ مصنف تھانیسری۔ یہ مختصر کتاب قدیم اردو زبان میں ہے۔ کتابت کا سنہ ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء ہے ممکن ہے یہی سنہ تصنیف ہو۔ اس مخطوطہ کی کتابت کا سنہ معلوم نہیں ہو سکا۔

۱۴۔ خلاصہ وھرم۔ فارسی زبان میں ہے۔ اس مخطوطہ کی نقل ربیع الاول ۱۱۹۴ھ بروز چہارشنبہ آسارام ولد دیارام نے کی۔ مصنف کتاب کے ہاتھ کا ترقیمہ یہ ہے کہ ترقیمہ بتاریخ دہم ماہ شعبان ۱۱۸۰ھ روز چہارشنبہ بوقت یکپاس شب گزشت از دست الفقیر العباد اودھے رام ولد مولومل ساکن جلدیہا تصنیف یافت۔

۱۵۔ گلستان رحمت۔ فارسی زبان میں ہے۔ مصنف محمد مستجاب خاں ابن حافظ رحمت خاں ہیں۔ یہ روہیلکھنڈ کی پہلی تاریخ ہے۔ ۱۲۴۱ھ کی تصنیف ہے ۱۲۴۴ھ میں نواب یوسف خاں المعروف خنگی خاں نے اپنے پیشکار تلا و ادھا اس رائے کالستھ سے نقل کرائی تھی اس نسخہ سے قاضی محمد خلیل بریلوی نے نقل کرا کر اپریل ۱۹۲۵ء میں مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کو پیش کیا۔ مخطوطہ کا سائز ۸/۲۰x۲۶ اور ضخامت ۲۹۷ صفحات ہے۔

۱۶۔ میر انیس کی چند رباعیات، ایک مرثیہ اور ایک اسلام۔ اس پر ۱۲۷۰ھ کی مہر ہے سید احمد علی سکنہ

Marfat.com

آنولہ کی ملکیت تھی۔ اس میں پہلی رباعی ہے۔ مرمر کے مسافر نے لبایا ہے مجھے ہے۔ مرثیہ ہے جس کا پہلا مصرع نور امامت دم زندان۔ کے ۹۶ بند ہیں۔ اور وہ سلام ہے۔ جس کا پہلا مصرع :۔

"لحد میں سامنے جب وفتر حساب آیا۔"

۱۷۔ بہار خلد۔ شمائل ترمذی کی منظوم اُردو شرح ہے مولانا کفایت علی کافی زش ۱۸۵۷ء) کی تصنیف ہے اس کے اختتام کی تاریخ اس قطعہ سے نکالی گئی ہے۔

ہوئی اتمام جب نظم شمائل بہار خلد اُس کا نام رکھا

کہی کافی نے جب حال تاریخ بیاں ہے عادت وخوئے نبی کا

نظم کے شروع میں ایک واسوخت ہے۔ آخر میں دو تین غزلیں ہیں۔ پھر الدنیا سجن المومن کی منظوم شرح ہے۔ اور آخر میں چند دعائیں ہیں۔

۱۸۔ شرح عقائد نسفی از تالیفات۔ ندوۃ المحققین حضرت سید احمد کاشفی۔ عربی زبان میں ہے۔ کاتب محمد جان ابن خان محمد نے رمضان ۱۲۹۶ھ میں نقل کیا۔ ایک چھوٹا سا رسالہ احتیاط ظہر کے سلسلہ میں شامل ہے۔ یہ رسالہ بھی عربی زبان میں ہے۔

۱۹۔ مسئلہ متعلقہ استعمال لاؤڈ سپیکر در نماز از مفتی عبد الحفیظ ساکن آنولہ مفتی شاہی مسجد آگرہ۔ اُردو زبان میں ہے۔ اور مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

۲۰۔ دیوان خندہ۔ سید شجاعت علی خندہ بریلوی (ف ۱۹۲۶ء) کا اُردو دیوان ہزلیات ہے۔ قادری صاحب نے خود نقل کیا۔

۲۱۔ مرقع شہباز نگر از سید احمد صبر شہباز نگر (ضلع شاہ جہان پور) زبان اُردو ہے۔

(ترقیمہ) میں نے مہاجرت کی حالت میں وطن عزیز قصبہ شہباز نگر (ضلع شاہجہان پور) قسمت روہیلکھنڈ کے یہ مختصر حالات بعض احباب کی تحریک پر قلم بند کئے اور آج ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو اختتام کو پہنچے ننگ خلائق : سید ایوب احمد صبر ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء

۲۲۔ مورک سجھانی۔ قدیم اُردو زبان کی ایک نظم ہے۔ جو مثنوی بوعلی قلندر کے حاشیہ پر چھپی تھی۔ مطبع اودھ اخبار سے محمد حسین آزاد نے شائع کی تھی۔ قادری صاحب نے ۱۵ اگست کو مثنوی مذکور کے حاشیہ سے نقل کی۔

Marfat.com

۲۳۔ مثنوی یوسف زلیخا۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی کی فارسی زبان کی مشہور مثنوی جس کو محمد احمد حسین ساکن بدایوں محمد جاہ میر نے ۱۲۵۹ھ میں نقل کیا تھا۔

۲۴۔ کتاب الصحاح فی اللغت۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، عربی لغت کی نہایت پرانی تالیف ہے آخری حصہ ناقص ہے۔ اور نون کی تقطیع پر ختم ہو جاتا ہے۔ تاہم کتاب نہایت جامع اور مفید ہے۔ یہ خطی نسخہ ۲ سو، ۲ ½ سو سال سے کم پرانا نہیں ہے۔

۲۵۔ رسالہ تکمیل الایمان وتقویت الایقان۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا فارسی زبان کا رسالہ ہے۔ ناقص الآخر ہے۔ اس لئے کتابت کا سنہ اور کاتب کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

۲۶۔ آثار احمدی۔ تالیف حکیم عنایت حسین ابن فتح اللہ کنبوہ مارہروی۔ فارسی زبان میں مارہرہ کے مشہور صاحب طریقت بزرگ حضرت شاہ اچھے میاں کے حالات ہیں۔ ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے کاتب کا نام اور سنہ کتابت معلوم نہیں ہو سکے۔ آخر میں غلام علی آزاد بلگرامی کے ایک فارسی رسالہ کے چند اوراق ہیں۔ یہ رسالہ نسب سادات بلگرام پر مولف غلام نے لکھنا شروع کیا تھا۔ تشنۂ تکمیل رہا۔

۲۷۔ مفتاح الجنان۔ اسلامی عقائد و مباحث پر فارسی زبان میں ایک مبسوط کتاب ہے مصنف کتاب شاہ نصیرالدین چراغ دہلی کے مرید ہیں۔ لیکن نام معلوم نہیں ہو سکا مخطوطہ کے کاتب ابو طالب کنبوہ ہیں۔ جنھوں نے روز چہار شنبہ ۵ رشوال ۹۹۲ھ کو کتابت مکمل کی۔ مالک کتاب حضرت میاں شیخ عبدالرزاق تھے۔

۲۸ قرابادین حکیم محمد حسین ابن محمد ہادی۔ اپنے والد بزرگوار کے کہنے پر ۱۱۸۳ھ میں بزبان فارسی تالیف کی۔ نہایت جامع ہے۔ جملہ امراض کے اسباب اور علاج سے بحث کی گئی ہے۔ ناقص الآخر ہے۔

۲۹۔ نعت منظوم۔ فارسی زبان کی نعت۔ مصنف: امان اللہ اور سنہ تصنیف ۱۱۰۰ھ ہے۔

۳۰۔ دلائل الخیرات۔ زبان عربی کی مشہور کتاب ہے۔ خواجہ احمد قادری رامپوری ابن حضرت محمد عاشق صاحب نے اپنے ایک بدایونی مرید کو بطور عطیہ مرحمت فرمائی تھی نہایت ناقص ہے۔

۳۱۔ نقود الصرف اور ہدایۃ النحو۔ فارسی زبان میں عربی صرف ونحو کے رسالے ہیں۔

(ترجمہ محمد علی خاں ولد بشارت خاں قوم افغان ساکن اندرون قلعہ شہر بدایوں نے بپاس خاطر

Marfat.com

محمد بخش ولد سلطان بخش بتاریخ ۵ ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ نقل کیا۔

۳۲۔ رسالہ تعویذات ونقوش بزبان فارسی۔ ناقص الطرفین۔

۳۳۔ مثنوی ناصر علی سرہندی اور فارسی کے دیگر منظوم رسالے۔ نہایت قدیم مخطوطہ ہے۔ سنہ کتابت معلوم نہیں۔

۳۴۔ رسالہ صرف۔ عربی علم الصرف کا فارسی زبان میں ایک رسالہ ہے جس کی کتابت محمد علی خاں بدایونی نے کی تھی۔

۳۵۔ رسالہ ظفرنامہ کابل۔ ۱۸۴۲ء میں سکھوں نے افغانستان پر جو حملہ کیا تھا۔ اور وہاں جو جنگ ہوئی۔ اس کے حالات اس رسالہ میں بزبان فارسی نظم ہوئے ہیں ناقص الآخر ہے کتابت کا سنہ معلوم نہیں ہوسکا۔

۳۶۔ شرح ابوالفضل۔ مکتوب بنام راجی علی خاں فاروقی تک سالم ہے۔ باقی حصہ ضائع ہوگیا۔ اس لئے سنہ کتابت معلوم نہیں ہوسکا۔

۳۷۔ مونس الارواح۔ از جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں فرمانروا ہند۔ فارسی زبان میں ہے لیکن ناقص الطرفین ہونے کی وجہ سے تفصیلات معلوم نہیں ہوسکیں۔

۳۸۔ مثنوی نل دمن۔ شیخ ابوالفیض فیضی کی مشہور فارسی مثنوی ۱۲۳۶ھ میں اس کی کتابت فریدالدین ابن امام الدین نے اپنے بیٹے کے لئے کی تھی۔

۳۹۔ خلاصہ استفتا۔ درجواز خطبہ فارسی و خطبہ منظومہ و دعا بین الخطبین والوداع از مفتی سعداللہ مرادآبادی رت ۱۲۹۴ھ فارسی زبان میں ہے۔ اور چار صفحات پر مشتمل ہے۔ ترقیمہ موجود نہیں۔

۴۰۔ چہل حدیث مولانا عبدالرحمٰن جامی کے کس مجموعہ احادیث کا فارسی ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ مولوی سید مردان علی بدایونی نے ربیع الاوّل ۱۲۶۵ھ میں چہارشنبہ کے دن مکمل کیا۔

۴۱۔ مقدمۃ الصلوٰۃ۔ حق تصنیف شرف الدین بخاری مع شرح اختیار الدین بن غیاث الدین الحسنی۔ یہ کتاب ۱۲۶۲ھ میں مطبع عبدالعزیز ولد ہدایت اللہ میں چھپی تھی اس سے یہ نسخہ نقل ہوا ہے۔

۴۲۔ صفت ضابطہ۔ (برائے خطوط نویسی۔ بطریق جدول) مولفہ علی نقی بن حشمت علی۔ فارسی زبان میں ہے آخر میں جدول شامل ہے۔ سنہ کتابت مذکور نہیں۔

۴۳۔ رقعات امان اللہ حسینی۔ فارسی زبان کی مشہور کتاب ہے۔ سید بہادر علی ولد جمعیت علی ساکن

Marfat.com

بلند شہر میں ۱۲۷۸ھ میں نقل کی گئی تھی۔

۴۴۔ رسالہ در بیان عقائد و عبادات بصورت سوال و جواب۔ فارسی زبان میں ہے سنہ کتابت درج نہیں۔

۴۵۔ رسالہ مولود شریف از رفیع الدین۔ فارسی زبان میں ہے۔ ۲۶ ذیقعدہ ۱۲۲۹ھ کو سید فتح علی نے کتابت کی تھی۔

۴۶۔ کشف النکات۔ مرتبہ شاہ عبدالقادر خلیفہ شاہ مرتضیٰ عرف شاہ میاں جی شریف الملتانی القادری طریقت سے متعلق بعض سوالات چند مشائخ کی خدمت میں بھیجے گئے۔ اُن کے جوابات موصول ہوئے وہ اس رسالہ میں مرتب کر دیئے گئے۔ زبان فارسی ہے۔ سنہ مذکور نہیں۔

۴۷۔ مجموعہ رسائل مختلفہ۔ یہ سات فارسی رسالوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی کتابت ۱۲۷۶ھ کی ہے۔ رسالوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) رجال غیب (۲) فال سفر (۳) فال نامہ محبوب سبحانی (۴) فال نامہ شیخ شرف الدین۔ (۵) چند تعویذات (۶) فالنامہ دیگر (۷) رسالہ علم نجوم۔

۴۸۔ القول الجمیل۔ فی بیان سواء السبیل (فارسی) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مشہور و معروف کتاب۔ کتابت کا سنہ معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ بہت قدیم نسخہ ہے۔ اور نہایت نستعلیق خط میں تحریر ہے۔

۴۹۔ شرح مواقف۔ عربی زبان میں۔ علم کلام عقائد کی مشہور کتاب ہے۔ اس کا مصنف قاضی عضد الدین ہے۔ جس کا مشہور شاگرد سعد الدین تفتازانی ہے۔ قاضی عضد الدین والی کرمان کی قید میں ۷۵۶ھ م ۱۳۵۵ء میں فوت ہوا۔ اس کتاب کی شرح مشہور عالم شریف جرجانی نے لکھی تھی۔ تیمور لنگ نے جب شیراز کو برباد کیا تو وہ ماوراء النہر پہنچا۔ سمرقند میں مجلس درس کو گرم کیا۔ ۸۱۶ھ / ۱۴۱۳ء میں فوت ہوا۔ یہ کتاب ۸۰۷ھ / ۱۴۰۴ء میں مکمل ہوئی اس کتاب کا موجودہ نسخہ ۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء میں دور اکبری میں نقل ہوا۔ یعنی مصنف کے انتقال سے ۱۸۳ سال بعد ۲۷ رمضان ۹۹۹ھ کو نقل مکمل ہوئی۔ کاتب محمد امین بن عبدالمجید ہے۔ اس کتاب پر مختلف علماء کے حواشی ہیں۔

۵۰۔ ڈائری مولوی محمد احسن نانوتوی (۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء) یہ ڈائری ۱۸۵۷ء میں لکھی۔ اس وقت انھوں نے جنگ آزادی کے ہنگامہ کی وجہ سے بریلی کو خیر باد کہا تھا۔ یہ درحقیقت اُن کی یادداشتوں کا مجموعہ ہے۔

۵۱۔ مکتوب مولوی سرفراز علی بنام سردار خاں۔ زبان فارسی ہے۔ مولوی سرفراز علی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

Marfat.com

کے نامور مجاہد اور عالم تھے۔ اُن کا تعلق جنرل بخت خاں سے تھا۔ مکتوب کی زبان میں اشارات اور ایمائیت کا انداز ہے۔ ان اشارات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خط عین جنگ کے دوران لکھا گیا تھا۔

۵۲ - مجموعہ رسائل مختلفہ - خاندانِ عزیزی (شاہ عبدالعزیز) کے فارسی زبان میں مختلف رسالے ہیں (۱) معاد روحانی وجسمانی (۲) قواعد مذہب (۳) شمار روایات از بزار وی حدیث (۴) مکتوب حضرت شاہ عبدالعزیز (۵) عقد الانامل نسخہ نہایت قدیم ہے۔ کل صفحات ۱۰۔

۵۳ - کتاب الفرائض من سراج المنیر عربی زبان میں پوری کتاب ہے۔ مگر ترقیمہ نہیں ہے۔ کل صفحات ۱۴ ایمان

۵۴ - مجموعۂ فتاویٰ علمائے کلکتہ بابتہ مقدمات دیوانی و فوجداری تا ۱۸۲۵ء ۱۸ ربیع الاول (فارسی) اس میں مختلف مقدمات کا بیان اور بعہدہ مفتیوں کے فتاویٰ ہیں۔ اُن کے نام (۱) عباس علی (۲) غلام سبحان اور (۳) حامد اللہ ہیں

۵۵ - رسالہ دُرِ تعزیرات شرعی مؤلفہ قاضی القضات مولوی محمد نجم الدین علی خاں کاکوروی (ف ۱۸۱۳ء ۱۲۲۹ھ)

آغاز کتاب کی چند سطریں درج ہیں

بعد الحمد و الصلوٰۃ می گوید بندہ سراسر جنایات محمد نجم الدین ملقب بہ قاضی القضات کہ ایں رسالہ الیست در باب تعزیرات مستخرجہ از کتب معتبرہ فقیہ

۵۶ - (فارسی) فوائد از خاندان شاہ عبدالعزیز - شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی بعض تصنیفات سے چند مباحث کو نقل کیا گیا ہے۔ پہلا اقتباس شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ہے۔ جس میں جبر و قدر کی بحث ہے۔ دوسرے اقتباس میں شاہ عبدالعزیز کی کسی کتاب سے انساب العرب کی بحث ہے۔ آنحضرت کا شجرہ عدنان تک دیا گیا ہے۔

۵۷ - عرصۂ منازل - مصنف کا نام معلوم نہیں - یہ فارسی زبان کا ایک مختصر رسالہ ہے جس میں لکھنؤ سے ہندوستان کے دیگر مشہور اور خاص مقامات کا فاصلہ اور منازل بتائی گئی ہیں۔ مصنف لکھتا ہے:۔ بر عاقلان روزگار سالکان ملک ہر دیار مخفی نہ ماند کہ تسوید و تحریر ایں کتاب در عہد دولت نواب عالیجناب معلی الالقاب خورشید رکاب، وزارت مآب رعیت پرور عدالت گستر بے کس نواز، ظالم گداز وزیر الممالک نواب آصف الدولہ بہادر دام ملکہٗ و دولتہٗ اتفاق افتاد

مصنف نے اس کے لکھنے کی وجہ یہ بیان کی کہ آصف الدولہ کو سیر و شکار اور فتح کرنے میں دوسرے دیار و امصار کے سہولت ہو۔

Marfat.com

۵۔ مجموعہ اعمال و وظائف و تعویذات۔ فارسی صفحات ۷، سہ شنبہ ۲۳ ۱۸۳۳ء کو تحریر ہوا۔

۵۔ رسالہ من تصنیف حضرت خواجہ عبداللہ انصاری۔ کاتب عبدالقادر، تاریخ ۱۶ ذی قعدہ ۱۲۰۱ھ بر آمدن یکم پاس روز در مسجد میاں فصیح عالم جیو دام برکاتہ صورت اہتمام یافت۔ شروع میں فارسی منظوم دعائے قنوت کا ترجمہ ہے۔ یہ ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۰۱ھ کو بروز پنجشنبہ لکھی گئی۔

۔ مجموعہ چہار رسائل (۱) وظائف شیخ عبدالقادر جیلانی مشتمل بر ۱۰ صفحات۔ (۲) اعمال کی بعض مکتوبہ ولی محمد (۳) فتویٰ شادی اور غمی کے مواقع پر کیا کیا چیزیں ضروری اور جائز ہیں اور کونسی شرک و بدعت ہیں (۴) احوال قیامت مولوی شاہ رفیع الدین۔ خط پاکیزہ اور صاف ہے۔ کاتب کا نام اور سنہ کتابت مرقوم نہیں۔

۔ کاشف الاسرار۔ مجموعہ حالات، ملفوظات، اوراد، تعویذات اعمال وغیرہ خاندان برکاتیہ مارہرہ، جس کو اس خانقاہ کے نامور شیخ شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی نے ۱۲۱۰ھ تا ۱۲۳۵ھ ۱۸۱۹ء مرتب کیا ہے۔ اس میں ان کے زمانہ کے بعض تاریخی واقعات جو روہیلہ اور بنگش پٹھانوں سے متعلق ہیں ملتے ہیں۔

۔ رسالہ عبدالواسع ہانسوی (جان پہچان) خالق باری کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ نمونہ:-

حمد پاک نرنجن جیان — نبی پیغمبر سبھ پہچان

ع۔ ت۔ ہ۔ ب — ع۔ ت۔ ہ۔ ب

ملک فرشتہ دیوتا جان — صحیفہ نامہ تے پاکھان

ع۔ ت۔ ہ۔ ب — ع۔ ت۔ ہ۔ ب

فلک سپہر منتر کہیئے — ارض زمین دھرتی کہیئے

ع۔ ت۔ ہ۔ ب — ع۔ ت۔ ہ۔ ب

شمس خورشید سورج ہوئے — قمر ماہ چندرما ہوئے

ع۔ ت۔ ہ۔ ب — ع۔ ت۔ ہ۔ ب

۔ دیوان نوشتہ سید فضل حسین بسمل کا اردو دیوان ہے۔ وہ قادر بخش صابر کے شاگرد تھے۔ ان کے دوسرے استاد خدا بخش تنویر تھے۔ قادر بخش صابر کے انتقال پر مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ لکھا ہے:-

Marfat.com

مر گئے آہ جناب صابر جن سے گلزار تھا باغِ دہلی
سر افسوس سے ہاتف بولا بجھ گیا آہ چراغِ دہلی
۱۲۹۹ھ

اے برشتہ ہو گیا تاریک آنکھوں میں جہاں جانب جنت گئے جب صابرِ انجم سپاہ
باسر افسوس لکھتا ہوں میں سالِ انتقال شمع بزم شاعری لو گل ہوئی دنیا سے آہ

برشتہ محکمہ پولیس میں ملازم رہے۔ دیوان کی ترتیب کی تاریخ ۹ رجون ۱۸۹۹ء بروز جمعہ بمقام مرادآباد۔ دیوان
یہ ہے۔ (۱) نعتیہ کلام (۲) بعض غزلوں کی تخمیس (۳) غزلیں ردیف وار، ہر غزل پر غزل کا سنہ اور مقام بھی درج
ہے۔ (۴) مختلف سہرے اور تاریخ وفات (۵) مشہور اساتذہ کی غزلوں پر خمسے :۔ نمونہ کلام :۔

روشن ہے وہ تری رخ پر نور کا چراغ ہے مہر جس کے سامنے اک دور کا چراغ
ہے آنکھ شرح نشۂ صہبائے یار کے روشن ہے بزم حسن میں بلور کا چراغ
اندھیر ہے کو باد جفا نے تری فلک روشن رکھا نہ مرقد مغفور کا چراغ
گھر نیش زن کے رہتا ہے اندھیر ہی سدا دیکھا سنا نہ خانۂ زنبور کا چراغ
بعد فنا برشتہ نہیں احتیاج شمع روشن دنوں کی ہووے گا دل گور کا چراغ

۶۴۔ رسالہ رد روافض (اردو) مصنف بدایوں یا بریلی کا رہنے والا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ متن
بعض جگہ بریلی کی بعض شخصیتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں امامیہ حضرات کے بعض اعتراضات
کا مدلل و مسکت طریقہ پر جواب دیا گیا ہے۔

۶۵۔ عقد ما لا ینحل لاہل الذلل یمانی۔ رد امامیہ (رد روافض) مصنف محمد نصیر عطا حسین نے سنہ
میں رسالہ کو نقل کیا۔ آخر میں مصنف کا منظوم کلام ہے۔ رسالہ اردو زبان میں ہے۔

۶۶۔ قصیدہ غیر منقوطہ۔ مولوی امام جیلانی رفعت (ت سنہ ۱۲۳۴ھ / ۱۸۱۸ء) شاگرد شاہ عبدالعزیز
میں فنان کی اردو غزل کے تین شعر ہیں :۔ مطلع یہ ہے :۔

سمجھ کے دیکھا تو بہتا ہے قافلہ دل کا کہ چشم تر نے ڈبویا معاملہ دل کا

عربی قصیدہ کا پہلا شعر :

صاح صاح الملک لا الہ علام مالک الملک واحد علام

Marfat.com

۶۷۔ رسالہ نکاح مصنفہ محمد باقر بن محمد تقی مصنف امامیہ مذہب کا ماننے والا ہے۔ یہ فارسی رسالہ ۱۲۶۱ھ کے مطبوعہ نسخہ لکھنؤ سے نقل کیا گیا ہے۔ نقل کی تاریخ درج نہیں ہے۔

۶۸۔ نور نامہ بسنہ ۱۲۹۵ھ کا مکتوبہ۔ عطا حسین کاتب۔

کروں پہلے میں اُس کی حمد و ثنا   کہ قدرت سے اُس کی ہے کیا کیا بنا

۶۹۔ رسالہ منظومہ فارسی بشکل مثنوی۔ آخر میں شاہ بہکہ کی تعریف میں ایک مخمس بزبان ریختہ درج ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رسالہ شاہ بہکہ کے کسی معتقد یا مرید کا لکھا ہوا ہے۔

سر کتاب   یا علی یا علی ابن طالب درج ہے۔

۷۰۔ نسخہ صرف ـــ مصنفہ سلطان علی خوانی۔ صرف کی مشہور و متداول کتاب۔

۷۱۔ رسالہ در فنِ خوش نویسی فارسی۔ اس پر مہر ۱۲۴۳ھ ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کا کتابت شدہ ہے۔ ملکیت قاسم علی کی ہے۔

۷۲۔ اظہار کرامت یعنی روزۂ مشکل کشا۔ ایک منظوم مختصر سا رسالہ ہے۔ جس میں حضرت علی کی کرامت کو بیان کیا گیا ہے (اردو) مطبع مجتبائی دہلی میں چھپا تھا۔ کتابت عبد القیوم مرحوم (المتوفی ۱۹۴۳ء) برادر محمد ایوب قادری نے ۱۹۴۸ء میں بمقام مبئی کی تھی۔

۷۳۔ رسالہ وصیت نامہ (شاہ ولی اللہ) منظومہ سعادت یار خاں رنگین جو ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء مطبع دار السلام دہلی سے نقل ہوا۔ آخر میں ترکیب نماز جنازہ درج ہے۔ یہ رسالہ اردو نظم میں ہے۔

۷۴۔ رسالہ در مدح معجزات و کرامات) میر عبد القادر گیلانی اردو نثر میں ہے۔ عطا حسین ولد تجمل حسین ساکن بدایوں نے ۱۲۹۵ھ میں نقل کیا تھا۔

۷۵۔ فال نامہ (فارسی) نقل عطا حسین۔ سنہ کتابت ۱۲۹۲ھ

۷۶۔ کلام الٰہی بخش معروف ذوب الٰہی بخش معروف کا دیوان نظامی پریس بدایوں سے [illegible] ہے۔ اس میں مطبوعہ دیوان کے علاوہ بھی کچھ کلام ہے۔ نسخہ ناقص ہے۔ [illegible] عمدہ نستعلیق خط ہے۔ پہلا شعر ہے

دن کو ظاہر میں گر آنا ہو نہیں سکتا تو آہ   خواب میں بھی رات کو کیا آپ آ سکتے نہیں

آخری شعر ہے

Marfat.com

مانگو میرے واسطے اب نہ شفا کی دعا   زلیست سے ہوں میں خفا زہر ہے مجھ کو شفا

۷۷۔ کاشف الامراض (منظوم فارسی رسالہ مصنف سید حشمت علی تخلص نگاہ و کامل نگاہ بن حبیب اللہ شاہ حسینی کانھوی ثم تاہری۔ تالیف سنہ ۱۲۲۸ھ نام سے مضمون کتاب ظاہر ہے۔ شروع میں مصنف نے فارسی نثر میں سبب تالیف بیان کیا ہے۔ پھر کتاب کا آغاز اکبر شاہ ثانی کی تعریف سے کرتا ہے۔

۷۸۔ دستور العمل مقصفان و صدر امینان و صدر الصدوران۔ دستور العمل" مشتمل بر جمیع ضوابط دزاهد کہ برائے انفصال مقدمات مرجوعہ محکمہ ایشاں واجب باشد از قوانین سرکار مستنبط و مرتب شدہ ۱۸۳۲ء میں مطبع سری رامپور میں طبع ہوا۔ جس کی یہ نقل ہے کتاب فارسی میں ہے۔ بہت خوشخط اور واضح لکھی ہوئی کرم خوردہ ہے گر مکمل ہے۔

۷۹۔ گلستان رحمت۔ مصنفہ محمد مستجاب خاں ابن حافظ رحمت خاں سنہ تالیف ۱۲۰۷ھ بہت خوشخط اور صاف ہے آخر میں ایک ضمیمہ ہے جو ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۷ء کی فرمائش پر لکھا گیا۔ جس میں ریاست رامپور کی ابتدا اور نواب فیض اللہ خاں کے حالات لکھے گئے ہیں اور نواب غلام محمد خاں کی معزولی تک کا بیان ہے۔ یہ ضمیمہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

۸۰۔ انشائے فائق۔ انشاء کا مشہور مجموعہ ہے۔ جسے اس کے جامع محمد فائق نے نواب قاسم علی خاں کی فرمائش پر مرتب کیا۔ اس کی کتابت ۱۲ رشعبان ۱۲۹۵ھ کو مکمل ہوئی ہے۔ کاتب تجمل حسین ولد غلام حسین ہیں جنھوں نے اپنے فرزندان اولاد حسین اور احمد حسین کے لئے لکھا تھا۔

۸۱۔ مراۃ العروس۔ از ڈپٹی نذیر احمد۔ کاتب سخاوت حسین ولد محمد عصمت اللہ بن قاضی نیاز اللہ بدایونی۔ انھوں نے یہ کتاب ۲۲ر اکتوبر ۱۸۸۳ء کو اپنے لئے وفاحت حسین کے لئے نقل کی۔

۸۲۔ النفس النفائس۔ مصنفہ پیر حسین ولد حضرت میر کامل ساکن محلہ محمود نگر بیت السلطنت لکھنؤ لغات ہے۔ جس میں ہندی، فارسی، عربی کے الفاظ بطریق جدول دیئے گئے ہیں۔ بتاریخ ۵ ررمضان ۱۲۶۷ھ روز یکشنبہ مطابق ۶ رجولائی ۱۸۵۱ء کو قاسم علی ساکن ٹانڈہ نے نقل کیا۔

۸۳۔ صفت ضابطہ انشار از احقر العباد سید علی نقی خاں بن سید حشمت علی متوطن قصبہ سانڈھی۔ کہ در عقل ناقص این لبس چنان مستحسن معلوم گردید کہ قبل از تعلیم فن خط و نویسی ضوابط چند بہ مبتدیان

Marfat.com

مستحضر گردا نیدہ شود تا بحالت تعلیم فرصت حاصل گردد" بنا براں ہمت ضابطہ رقم نمود"

۸۴۔ تقویت الایمان۔ شاہ اسمٰعیل شہید مشہور و معروف کتاب ہے۔ ترقیمہ نقل کیا جاتا ہے۔

"تمام شد رسالہ شریفہ مسمیٰ بہ تقویت الایمان من تصنیف مولوی محمد اسمٰعیل سلمہ اللہ تعالیٰ بہ جلیل او احمد بتاریخ ہفتم شہر ربیع الآخر ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۲۳۶ یوم جمعہ بہ خط ناقص بندۂ خدا، محمد سلیم اللہ برائے استفادہ خود و دیگر برادران مومن اہل سنت و جماعت ترقیم یافتہ"

مولوی سلیم صاحب بداوں کے رہنے والے تھے جس وقت، یہ نسخہ نقل ہوا حضرت شاہ اسمٰعیل شہید زندہ تھے۔ کتاب کرم خوردہ مگر مکمل ہے۔

۸۵۔ کتاب الصرف۔ ۲۰ رجمادی الاول ۱۲۸۵ھ کو بریلی میں نقل ہوئی۔ اس پر کسی عالم کے نہایت تفصیلی اور قیمتی حواشی ہیں۔ کتاب کے مصنف ابو داؤد احمد بن علی بن مسعود ہیں۔ ۹ اوراق حراشی۔ دبیر کا ایک مرثیہ اور ایک سلام ہے۔ لعبد میں چند ابیات ہیں، مرثیہ کا پہلا بند:

زندان شام میں جو حرم کو سحر ہوئی — زائل سیاہی شب غم سر بسر ہوئی

زینب کا رنگ فق ہوا اور چشم تر ہوئی — کلثوم بے قرار ہوئی نوحہ گر ہوئی

سن کر اذان سحر کی کسی کو نہ چین تھا

رونا تھا اور ذکر جناب حسین تھا

آخری بند:۔

آئی بگوش زینب بیکس جو یہ صدا — مرثیہ کا اس نے ہاتفوں سے بڑھ کے

بس اے دبیر خستہ یہ ہے وقت التجا — خالق سے کر دعا کہ خدا وند دو سرا

مشکل کشا سے کہہ کے مرے حقدہ وا کریں

صدقہ حسن کا قرض سے مجھ کو ادا کریں

ترقیمہ:۔ تمام شد از تصنیف لطیف میاں دبیر بخط بربط آصف زمان خاں در شہر جمادی الثانی بروز پنجشنبہ بمقام قصبہ شکوہ آباد در ۱۲۵۱ھ وقت یک پاس روز برآمدہ بہ مکان سید محمد حسین تحریر یافت۔

آخر میں ایک سلام اور چند ابیات ہیں۔

Marfat.com

۸۶۔ قصائد حضرت شاہ نعمت اللہ ولی۔ جامع۔ محمد ایوب قادری۔ دسمبر ۱۹۴۸ء۔ یمن قصیدے مولوی محمود الحسن بدایونی کی بیاض سے نقل کئے ہیں۔ آثار قیامت۔ تشریحات متعلقہ کلنکی اوتار اور اسمائے اصحاب کہف جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کی کتاب امام زماں سے نقل کئے گئے ہیں۔

دو قصیدے جو کرم حسین کے صرفہ سے طبع ہوئے۔ اور جس کا لفظی ترجمہ مولانا خلیق احمد صاحب فاضل مظاہر العلوم نے کیا تھا۔

ایک فارسی قصیدہ جس کا اُردو ترجمہ مولوی اختر حسین ایم اے ولد شیخ امین سکنہ سرائے موہری (بدایوں) کی بیاض سے نقل کیا۔

اسی فارسی قصیدے کا دوسرا ترجمہ حکیم معظم علی خاں رئیس آنولہ (ف مارچ ۱۹۵۰ء) کے کتب خانہ سے کیا گیا۔ دونوں میں تین چار اشعار میں اختلاف ہے۔ آخر میں ہمارے ہندوستانی مسلمان از ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی کتاب سے قصیدہ کا وہ حصہ نقل کیا ہے۔ جس کو ہنٹر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے

۸۷۔ خلاصہ صولت الضیغم عیسائیت کی مشہور کتاب ہے۔ مصنف لکھتا ہے "راقم اس رسالہ کا عباس علی بن ناصر علی بن فضل اللہ فاروقی جارچوی کہتا ہے کہ آگے میں نے کتاب صولت الضیغم علیٰ اعدائے ابن مریم مذہب نصاریٰ کے رد میں تصنیف کی تھی۔ لیکن چونکہ اس کا حجم بہت تھا اس واسطے میں نے یہ مختصر ترتیب دیا۔" کتاب صاف ستھری اور کتابت اچھی ہے۔

مالک کتاب محکم الدین کے دستخط اور مہر موجود ہے۔

۸۸۔ مکتوبات یکصدی از شرف الدین یحییٰ منیری -۱۳۰ ویں خط سے ۱۴۳ ویں خط تک موجود ہیں بقیہ خطوط غائب۔ خط نہایت ستھرا ہے۔ اور نسخہ کافی قدیم ہونے کے باوجود نہایت عمدہ ہے۔

۸۹۔ ہدایت المومنین از مولوی آل حسن قنوجی ۱۲۳۹ھ میں تصنیف ہوئی۔ مصنف نواب صدیق حسن کے والدین اور حضرت سید احمد شہید کے مرید و خلیفہ اُن کے ساتھ جہاد میں بھی شریک ہوئے۔ تمام عمر درس اور وعظ میں صرف کی ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۸ء میں انتقال ہوا۔ یہ رسالہ تعزیہ اور بدعات محرم کے رد میں لکھا ہے۔

۹۰۔ گلستان از شیخ سعدی مشہور کتاب ہے۔ سنہ کتابت درج نہیں۔ تاہم کتابت اچھی ہے اور

Marfat.com

نہایت قریب زمانہ کی معلوم ہوتی ہے۔

۹۱۔ روضات۔ شریعت و حقیقت کی تطبیق بین شیخ عبدالحق محدث کا رسالہ۔ ترقیمہ درج ذیل ہے:

الحمد للہ علی فضلہ و احسانہ وسلام علی رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ کہ نسخہ روضات من تصانیف عارف کامل، عالم باعمل شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بخط ناقص بندہ عبدالحمید سہسوانی مودودی بروز پنجشنبہ تاریخ نوزدہم شہر ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ بہ عرصہ اختتام رسید۔

اس نسخہ کی فارسی معہ اردو ترجمہ ادارہ تحقیق و تصنیف کراچی کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔ ترجمہ مولوی ثناء اللہ ندوی نے کیا ہے۔

۹۲۔ لطافت نامہ۔ مصنف لطافت علی۔ مجموعہ انشاء و اشعار۔ سنہ تالیف ۱۲۳۰ھ سنہ کتابت بحساب ۱۸۵۲ء

۹۳۔ تجنیس اللغات۔ تصنیف مولانا عبدالرحمن خاں۔ کاتب کا نام معلوم نہیں۔ ترقیمہ درج ذیل ہے:

این تجنیس اللغات من تصنیف مولانا عبدالرحمن خاں بتاریخ ۱۳ اگست ۱۸۳۵ء یکم ربیع الاول ۱۲۵۱ھ۔ خالق باری کے طرز کی کتاب ہے۔

۹۴۔ رسالہ منظوم فارسی کا ایک مختصر سا رسالہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات کو ذکر کیا گیا ہے۔ ناقص الآخر ہے۔ نہ مصنف کا نام معلوم ہو سکا نہ کاتب کا۔ سنہ تصنیف و کتابت بھی معلوم نہیں۔

۹۵۔ دیوان مسیح (حکیم رکنا کاشی وفات ۱۰۶۶ھ) نا مکمل دیوان ہے۔ ناقص الطرفین ہے۔ ردیف د سے شروع ردیف ک تک ہے۔ ترقیمہ وغیرہ نہیں۔

۹۶۔ رقعات بیدل مرزا عبدالقادر بیدل۔ ترقیمہ:-

رقعات مرزا بیدل از کتابت لالہ صاحب ...... متوطن چکلہ بریلی خاص ...

بتاریخ بست یکم ربیع الثانی ۱۲۱۴ھ بروز یکشنبہ نقل نمود۔

۹۷۔ نسخہ انشائے دلکشا۔ از تالیف محمد جعفر ولد شیخ محمد فاضل سکنہ قصبہ بجنور من مضافات لکھنو

قطعہ تاریخ:- بعد شکر لامتناہیت داور ذوالجلال | شد ختم ایں رسالہ رنگین و جانفزا

از بہر سال او چو کردم تاملے | دانش بگفت نسخہ انشاء دلکشا

Marfat.com

ترقیمہ :- تمام شد نسخہ کتاب انشار مسمٰی انشائے عجائب و غرائب بخط بدخط محمد ممتاز الدین ولد مولوی افتخار الدین ابن شیخ قمر الدین ساکن اندرون قلعہ قصبہ بدایون بوقت دوپہر ترقیم یافت۔

۹۸ - تزک جہانگیری (خلاصہ) ناقص الطرفین نسخہ بہت خوشخط اور صاف ہے۔

۹۹ - مثنوی مولانا روم دفتر سوم نہایت خوشخط اور اچھی حالت میں ہے

۱۰۰ - لواد غیب (رسالہ علم جوتش) از شولال علم جوتش میں ایک رسالہ اُردو زبان میں ہے آغاز اس طرح ہے

لبس از توحید ذات کبریائی مدح خواں جس کی ہے ساری خدائی
بنایا ہے اسی نے رات اور دن کیا پیدا اسی نے ہے ہر اک فن
اسی کی ذات سے علم و ہنر ہے وہی ایک کے کل سے خبر ہے
اُسی سے ہے یہ خورشید جہانتاب اسی کے نور سے روشن ہے مہتاب

لبس اپنے شولعل قصہ مختصر کر بیاں تاریخ کی بھی کچھ فکر کر
ہُوا ہاتف سے یوں الہام لاریب کہ اس کا نام کہہ تو لواد غیب

ترقیمہ :- تحریر بتاریخ ۲۵ جولائی ۱۲۶۰ھ خط بدخط کمترین علی بخش خاں قوم سید ساکن قصبہ آنولہ ضلع بریلی بروز دوشنبہ بوقت برآمدن دو تحریر یافت۔

اس کتاب کے آخر میں حضرت امیر خسرو کی وہ غزل بھی لکھی ہے جس کا مطلع ہے :-

زحال مسکیں مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں کہ تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں

۱۰۱ - انشائے ابوالفضل معہ حاشیہ ناقص الطرفین نہایت بدخط۔

۱۰۲ - مختصر مجموعہ انشار ناقص الآخر مصنف اور کاتب کے نام اور تصنیف اور کتابت کے سنہ معلوم نہیں

۱۰۳ - رسالہ معجزۂ نبی از تھانیسری منظوم مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا اس نے اپنا تخلص تھانیسری لکھا ہے۔ آغاز :-

اوّل تعریف سو ہے اس خدا کو
کہ جس نے پیدا کیا ارض و سما کو
دوجی تعریف سو ہے مصطفیٰ کو
کہ جس کی صفت میں پایا خدا کو

Marfat.com

(آخر) کی اُن نبی حق ثنا کی یہی التجا تھا نیسری کی
یہاں معجزہ بھی ہوا ہے تمام محمدؐ نبی پر درود اور سلام

(ترقیمہ) تمت تمام شد کار من نظام شد

تحریر:- بتاریخ یکم شہر ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ

۹۴۔ فقہ احمدی از تالیف قدرت احمد گوپاموی۔
آغاز کتاب :- بعد ادائے حمد و شکر پروردگار عالم اور درود نعت سید البشر فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جاننا چاہیئے۔ کہ ہر ایک مرد و زن پر واجب ہے۔ کہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اور اس کے دوست میں فرق نہیں جانتے اور احکام اس کے بدل و جان بجا لائے تا عذاب دوزخ سے نجات پائے۔ اس واسطے کمترین مستفیدان مدرسہ تعلیم و ارشاد مولانا و مرشدنا شاہ نصیر الدین بلگرامی عاصی قدرت احمد بن عاصی حافظ عنایت احمد فاروقی گوپاموی فرمائش حد بزرگوار اپنے جمال احمد خاں صاحب اور خواہش برادر مہربان منشی امیر احمد کی مدارس میں تھوڑی ضروریات دین و ایمان کی دو بابوں میں بیان کئے اور نام اس کا فقہ احمدی رکھا۔

۹۵۔ نور مدائح حضور پُر نور شاہ ابو الحسن نوری بارہروی (ف ۱۳۲۴ھ) کے سوانح حیات ہے جس کو مولوی غلام شبیر بدایونی نے لکھا ہے۔ اس کی کتابت ۲۵ مارچ ۱۹۴۹ء م ۲۵ جمادی الاولی ۱۳۶۸ھ بروز جمعہ بوقت چار بجے حافظ عبد الصمد قادری نوری (ف رمضان ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) بن مولوی منصور حسین نے برائے ایوب قادری صاحب بمقام روحجانی محلہ بجھیا نی ناکرر و ڈ ضلع بدایوں کی۔

۹۶۔ رسالہ صرف و نحو فارسی۔ اس کے آخر میں ایک اور چھوٹا سا رسالہ شامل ہے۔ جو مختلف نسخوں پر مشتمل ہے۔ ترجمہ وغیرہ نہیں ہے۔

۹۷۔ رسالہ عبد الواسع ہانسوی۔ مع حاشیہ۔ نسخہ صاف ستھرا اور خط عمدہ ہے۔ ترقیمہ نہیں ہے۔

۹۸۔ رسالہ علم تجوید- در زبان فارسی ناقص الآخر۔

۹۹۔ شاہنامہ (فردوسی) منثور۔ شروع میں شاہنامے کے کچھ اشعار ہیں۔ اس کے بعد رستم اور افراسیاب کے واقعات کو نہایت تفصیل سے فارسی نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ شاہنامہ پورا نہیں ہے بلکہ کچھ واقعات ہیں۔ ناقص الطرفین ہے۔ ترقیمہ وغیرہ نہیں ہے۔

Marfat.com

۱۰۰ - گنج نامہ شیخ عبداللہ انصاری۔ فن تصوف میں مشہور رسالہ ہے۔
(ترقیمہ) واقعہ نوزدہم شہر ربیع الاول سنہ ۲۵ جلوس معلّٰی در مقام جہانگیر نگر در حویلی محلہ بازار اعظم پور" شروع میں شیخ عبدالنبی کی مہر ہے۔ بہر حال نسخہ بہت پرانا ہے۔
۱۰۱ - نحو میر۔ نحو کا مشہور درسی رسالہ ہے۔ جا بجا حواشی دیئے گئے ہیں۔
۱۰۲ - بیاض شعرا۔ بیشتر برصغیر کے فارسی شعرا کے کلام کا انتخاب ہے۔ مرتب و کاتب کے نام اور سنہ کتابت معلوم نہیں۔
۱۰۳۔ رقعات ابوالفضل۔ نسخہ عمدہ ہے۔ مگر شروع حصہ غائب ہے۔ آخر میں ترقیمہ نہیں ہے۔
۱۰۴۔ مکتوبات امان اللہ حسینی۔ کتابت ربیع الثانی سنہ ۱۲۳۸ھ میں ہوئی کاتب محمد علی عابد تھے۔
۱۰۵۔ منہج الرشاد۔ ذکر خروج مہدی و نزول عیسٰی۔ آخر میں ایک حکایت درج ہے۔ جو کتاب غلام المعاخر تصنیف شیخ عبدالغنی سے ماخوذ ہے۔ اور شیخ عبدالقادر کی مدح میں ہے۔
۱۰۶۔ مثنوی طوفان عشق۔ از قاضی عبدالسلام بدایونی۔ مصنف بدایوں کے رہنے والے اور رامپور میں۔ نواب احمد علی خاں کے زمانہ میں پرگنہ راجپور کے قاضی تھے۔ انھوں نے فارسی میں یہ مختصر سی مثنوی لکھی ہے۔ (ترقیمہ) تمام شد نسخہ مثنوی طوفان عشق در قصہ ناز و نیاز از منظوم قاضی عبدالسلام صاحب بدایونی۔ بتاریخ چہاردہم شعبان سنہ ۱۲۵۶ھ۔ کاتب کا نام پڑھنے میں نہیں آیا۔
۱۰۷۔ انشاء طاہر وحید۔ انشاء کی مشہور کتاب ہے۔ (ترقیمہ) الحمد للہ کہ نسخہ طاہر وحید بتاریخ نہم جمادی الثانی سنہ ۱۲۵۵ھ ہوئی مطابق بست و ماہ ساون سنہ ۱۲۴۶ھ روز پنج شنبہ بخط خام عاصی غلام علی خاں ولد غلام رسول خاں باہتمام رسید۔
۱۰۸ - مجموعہ انشاء فارسی ناقص الآخر۔
۱۰۹۔ مجموعہ نسخہ جات۔ مختصر سا رسالہ ہے۔ مختلف امراض کے نسخے درج ہیں۔
۱۱۰۔ رسالہ تنبیہ الانسان۔ حلال و حرام جانوروں کی پہچان اور حکم میں یہ رسالہ ہے۔ فقہ حنفی کے موافق ہے۔ تالیف مولوی مقبول احمد حنفی گوپا موی۔ مطبوعہ رسالہ سے نقل ہوا ہے طباعت ۱۲۹۰
۱۱۱۔ گلشن خلافت۔ مصنف محمد حسن رضا خاں خلف محمد کامگار خاں (رحمت خانی بریلوی) نے یہ کتاب سنہ ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء تصنیف کی۔ شروع میں فضائل صحابہ ہیں چاروں خلفاء کے حالات ہیں۔

Marfat.com

(شروع) سپاس بے قیاس حضرت ذو الجلال و الاکرام کو سزاوار کہ جس کی توصیف عظمت و جلال میں

وصاف بہ مصداق للا و حصاء علیک بجز اعتراف تعدد کے چارہ متصور ہیں۔

(آخر) اللہ تعالیٰ ہر مسلمان خصوصاً بندہ گنہگا محمد حسن رضا خاں کو اپنی عنایت اور رحمت سے محبت

اور پیروی میں خلفائے نامدار چاریار بزرگوار کی رکھے۔ اور خاتمہ بخیر کرے۔ آمین ثم آمین۔

۱۱۔ رسالہ انشار مختصر۔ سنہ تصنیف و کتابت معلوم نہیں۔ نہ مصنف و کاتب کے اسماء کا پتہ چلا۔

۱۱۔ رسالہ مسائل فقہ در زبان اُردو۔ ناقص الطرفین۔

۱۱۔ رسالہ در بیان تصوف و معتقدات۔ ناقص الطرفین نہایت قدیم نسخہ ہے۔ تقریباً ۲۰۰ سال پرانا۔

۱۱۔ تاریخ اودھ۔ یہ کسی ہندو کی فارسی تصنیف ہے۔ اس کتاب کا بیشتر حصہ اودھ کے نوابین کے حالات پر مشتمل ہے۔ کچھ حالات سلاطین خاندان مغلیہ کے شامل ہیں۔ شروع میں سلاطین دہلی کا بھی ذکر ہے کتاب نواب سعادت علی خاں والیٔ اودھ کے انتقال کے بعد لکھی گئی ہے۔ مرتب نے اپنے ماخذ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اوّل میں ناقص ہے۔

۱۱۶۔ ہفت ہیکل۔ اس میں بعض قرآنی سورتیں اور بعض ادعیہ اور وظائف ہیں۔ خط نسخ کا کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ شروع میں لاجوردی جدول ہے۔

۱۱۷۔ مجموعہ رقعات فارسی۔ ناقص الآخر۔

۱۱۸۔ قصص قرآن (فارسی)، ترجمہ مرقوم بتاریخ بست و پنجم شہر ذی الحجہ ۱۲۱۱ھ سنہ ہجرۃ النبویہ مطابق سنہ جلوس بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ من مقام اکبر نورشاہ پور۔ مضاف مستقر الملک اکبرآباد نمودہ شد۔ فارسی کی ضخیم تصنیف ہے۔

۱۱۹۔ سر الشہادتین منظوم۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی سے منسوب کتاب کا منظوم ترجمہ ناظم محمد حسین۔ یہ کتاب ۱۲۵۰ھ میں نظم ہوئی۔ شاعر جہانگیر آباد ضلع بلند شہر [illegible] کا رہنے والا ہے۔ نمونہ کلام:

نامہ لکھنا کوفیوں کا جناب امام حسین علیہ السلام کو در باب بیعت کے۔

پس از حمد خلاق کون و مکاں   پھر اُس بعد نعت شہ انس و جاں

نبی کے جگر مقتدائے جہاں   علی کے پسر اور امام زماں

Marfat.com

خدا کے ولی تم ہو اے پاک تن
تمہاری طرف سے رکھو نیک ظن
تمہاری طرف ہم ہیں سارے رجوع
یہی التجا تم سے ہے با خشوع
یزید ہم سے کہتا ہے بیعت کرو
نہیں مجھ سے لڑنے کا ساماں کرو
کیا ہم نے انکار اُس سے یہی
نہیں کرتے بیعت تری اے شقی
نبی کا نواسہ علی کا پسر
نہیں اب ہے دُنیا میں اس سا بشر
ہیں بیعت کو حاضر تمہاری سبھی
عراقی و شامی و کوفی سبھی
غرض سب طرح سے ہیں حاضر شہا
پسینے کی جا خوں کو دیویں بہا

(ترقیمہ) الحمد للہ و المنۃ کہ نسخہ ترجمہ سر الشہادتین تمام خاکسار رسول الثقلین محمد حسین کہ از تصنیفات معتم العلماء، محکم الحکماء، افضل المتکلمین اشرف المتاخرین مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ بتاریخ ۳۰ شہر جمادی الاول ۱۲۷۷ھ

۱۲۰۔ مطالع الانوار فی ترجمۃ الآثار۔ مصنف عفیف نور کاشانی۔
مضمون کتاب مصنف کی زبان میں۔
"حقیقت حال سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو در صحیفہ متلوات و کتب مفردات و متفرق و پراگندہ بود در محالہا تے مختلف در نظر می آید۔ ہمہ یکجا ائتلاف دادہ آید۔ تا اہل دل را یادگارے بود"
پوری کتاب انیس فصلوں پر مشتمل ہے۔ آخر میں ناقص ہے۔ کسی اور کتاب کے چار صفحات آخر میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔

۱۲۱۔ حدید میلاد صمدی عرف غنچہ احمد نوری۔ مصنف مولوی حافظ عبد الصمد قادری (ف ۱۹۶۰) بدایونی بن مولوی مقصود حسین۔ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔ جس کے متعلق وہ خود کہتے ہیں یہاں خاطر بھائی محمد عبد الحمید اشرفی سلمہٗ کے یہ کتاب لکھی گئی ۱۹۴۵ء سے بہت پہلے کتابت ہوئی تھی۔ کیونکہ عبد الحمید اشرفی کا انتقال نومبر ۱۹۴۵ء میں ہوا۔

۱۲۲۔ اردو ترجمہ عم یتساءلون از شاہ عبد القادر دہلوی عربی عبارت سرخ روشنائی میں اور ترجمہ سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ ترقیمہ درج نہیں ہے۔ سو سال سے زیادہ پرانی ہے۔

۱۲۳۔ فوائد الفواد۔ پہلا صفحہ غائب ہے۔ مشہور کتاب ہے۔ از شیخ حسن سنجری ملفوظات شیخ

Marfat.com

نظام الدین اولیاء بدایونی نسخہ قدیم ہے۔

۱۲۴۔ تکملۃ الفارسی۔ پس از تمہید خدائے عزوجل و نعت سرور انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فقیر حقیر بے گناہ مکی قطب علی عرف تخلص بریلوی مرید و شاگرد سید غلام محمد عمر الحسنی والقادری سطرے چند لقوانین لابد فارسی کہ بہ کتب معتبرین اخبار ازاں رفتہ بہ تکملۃ الفارسی مسمیٰ گردانید۔ و ہفت باب مرتب ساخت۔

باب اول در حروف تہجی باب دوم در ایضاح معنی حروف مرکب و داخل و اضافت و ضمیر و شرط و اسم مصدر و انچہ بدو متعلق ہست باب سوم در ابرار الموزون از اصطلاح متعلق قدمحبوباں باب چہارم در اظہار اقسام نظم و نثر باب پنجم در افتتاح صنعت شعری باب ششم در افتتاح اسم ہائے بحور و ہرچہ بدان تعلق دارد۔ باب ہفتم در تنقیح قافیہ و متعلقات وے (باب ہفتم کا آخری حصہ غائب ہے)

۱۲۵۔ کشکول سندھ۔ (مسوداتِ عربیہ وغیرہ در فقہ) مخدوم محمد ہاشم سندھی (ف $\frac{\text{۱۱۷۴ھ}}{\text{۱۷۶۰ء-۶۱}}$) نیز دیگر علمائے سندھ کے فتاوے اور دیگر فقہی تحریرات کا مجموعہ ہے۔

۱۲۶۔ نافع خریداران مصنفہ مولانا محمد احسن نانوتوی (وفات $\frac{\text{۱۳۱۲ھ}}{\text{۱۸۹۵ء}}$) یہ کتاب ۱۲۷۲ھ میں نافع خریداران کے نام لکھی گئی۔ فرماتے ہیں۔

"بعد حمد و نعت کے سنا چاہیئے۔ کہ بہتر طریق معیشت کا بموجب حدیث شریف کے اپنے ہاتھ کی کمائی اور بیع مبرور ہے یعنی وہ بیع جو دیانت کے ساتھ ہو اس زمانہ کے اکثر لوگ اپنے ہاتھ کی کمائی تو کم کرتے ہیں اور تجارت وغیرہ کیا کرتے ہیں لیکن بیع و شریٰ میں بعض امور نامشروع ملا کر معاملہ کو فاسد کر دیتے ہیں لہذا لکھنا بیع و شریٰ کے ... کے لئے ضروری جان کر یہ رسالہ کہ تاریخی نام اس کا نافع خریداران ہے لکھا گیا ... مسائل فضائل کسب حلال اور برائیاں کسب حرام کی درج کی گئیں اور اکثر روایتیں اس رسالہ کی ہدایہ در مختار اور عالمگیری سے نقل ہیں۔ والمولف الحقیر محمد احسن الصدیقی النانوتوی (ترقیمہ) الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ نافع خریداران ۹ شوال ۱۲۹۴ھ از قلم عطا حسین بدایونی۔

۱۲۷۔ مجموعہ مختلف فالنامہ جات وغیرہ۔ جدول ساعات اور ہفت سیارگان (فارسی) ۱۲۷۸ھ فالنامہ

Marfat.com

قطب الاقطاب محبوب سبحانی فارسی ۱۲۷۶ھ د ملک حافظ غلام محی الدین) خانامہ حضرت شیخ
شرف الدین یحیٰ منیری ۱۲۷۸ھ (اردو)
مجموعہ نقش ۱۲۷۸ھ اسادتا جانامہ ۱۲۷۸ھ طالع نامہ ۱۲۷۸ھ رسالہ نجوم (اردو)
آخر میں چند نقش ہیں۔

۱۲۸- (۱) شرح ہفت بند ملا کاشی- از محمد شائق۔
(ترقیمہ) شرح ہفت بند کاشی من تصنیف زبدہ سخنوران دانش پناہ ندوۃ معنی شناماں پیش دستگاہ مجمع نفس وکمال مرجع علم وافضال معرفت آگاہ شائق شاہ خلف الصدق میاں شرف علی صاحب انار اللہ برہانہ بہ خسارکسبد خط عبد القادر بہ روز شنبہ تاریخ ہفتم شہر شوال المکرم ۱۲۱۰ھ بوقت برآمدن یکپاس روز صورت اختتام یافت۔
(۲) قصہ نوشیروان بوزرجمہر - در صورت سوال وجواب۔
(۳) نسخہ نکات منشیان .... بیست وہفتم شہر ربیع الاول ۱۲۱۰ھ

۱۳۱- کلیاتِ عرفی شیرازی نہایت بوسیدہ

۱۳۰- قصیدہ منسوب بہ ملا عبد القادر بدایونی- مع حالات مصنف- حالات مولوی ابوالحسن صدیقی بدایونی نے ۲۸ جنوری ۱۹۱۰ء کو لکھے ہیں۔ قصیدے کا پہلا شعر ہے ؎

اے صبا از من ببر اہل بداوان را سلام دوستان جانی و بر کین دشمن را سلام

اس قصیدہ میں بدایوں کے مختلف خاندانوں کا ذکر ہے۔ جس میں کسی کی ہجو کی گئی ہے۔ اور کسی کی تعریف۔ بدایوں کے اہل علم حضرات کا متعلقہ فیصلہ کہ یہ قصیدہ ملا کا نہیں ہے۔ بلکہ ملا کے کسی شخص نے اپنے ہمنوا خاندانوں کی تعریف اور دوسروں کی مذمت کے لئے وضع کیا ہے یہی شعر اس طرح بھی ملتا ہے۔

اے صبا از من ببر اہل بداواں را سلام برگ باشد یا کہ گل یا خار گلشن را سلام

۱۳۱- ہدایت المومنین۔ مصنفہ اولاد حسن قنوجی سالِ تصنیف ۱۲۲۳ھ کاتب محمد ایوب قادری

۱۳۲ - رسالہ فلسفہ درزبان عربی- ناقص الطرفین۔

۱۳۳- میلاد الشریف۔ تالیف مولوی حافظ عبد الصمد قادری بدایونی (وفات ۱۹۶۰ء)

Marfat.com

۱۳۴۔ رسالہ رد نصاریٰ۔ عیسائیوں کے رد میں یہ رسالہ ۱۲۴۲ھ میں لکھا گیا مصنف علاقہ بمبئی کا رہنے والا معلوم ہوتا ہے۔ کتاب کا انداز سوال جواب کا ہے۔ سوال عیسوی نے کیا ہے۔ اور جواب محمدی نے دیا ہے۔ کاتب محمد عطا حسین بدایونی نے ۸ محرم ۱۲۲۵ھ کو کتابت مکمل کی۔

۱۳۵۔ رسالہ تنبیہ الصلوٰۃ۔ اردو زبان میں مختصر سا رسالہ ہے۔ نماز کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس کو بھی عطا حسین صاحب نے ۴ ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ کو نقل کیا تھا۔

۱۳۶۔ طبقات الشعراء۔ از قدرت اللہ شوق صدیقی۔ اردو شعراء کا مشہور تذکرہ ہے۔ ۱۱۸۸ھ ۱۷۷۴ء کا لکھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی نے ۱۹۳۸ء میں اس تذکرہ کا خلاصہ اور مکمل فہرست شعراء علی گڑھ میگزین جلد ۱۶ نمبر ۳ (اگست ۱۹۳۸ء) میں شائع کی تھی اسی خلاصہ کی یہ نقل ہے جس کو خود محمد ایوب قادری نے ۱۳ ستمبر ۱۹۵۸ء کو مکمل کی تھی۔

۱۳۷۔ بیاض نمبر ۱۔ اس میں مختلف شعراء کا اردو کلام ہے۔ بیشتر نعتیہ کلام ہے۔ کاتب کا نام پڑھا نہیں گیا۔

۱۳۸۔ نمبر ۲۔ سیاسی اور نعتیہ نظموں کا انتخاب۔ عبد القیوم مرحوم (ف ۱۹۴۳ء) فروری ۱۹۳۱ء بمقام بمبئی۔

۱۳۹۔ بیاض نمبر ۳۔ اردو نعتیہ کلام۔ مالک قاسم سیٹھ چونے والا (بمبئی) ۱۳۰۱ھ

۱۴۰۔ رسالہ علم بیان بلاغت درزبان فارسی۔

۱۴۱۔ شرح مثنوی شریف۔ نسخہ نہایت قدیم اور ناقص الطرفین ہے۔ دفتر ششم مکمل نہیں۔

۱۴۲۔ حساب فال رمل۔ رمل کا ایک رسالہ ہے۔ مع حل۔ اس کے ساتھ چند رسائل اور اردو تعویذات کے بھی شامل ہیں۔ سنہ کتابت نہیں دیا ہے۔ مگر نسخہ قدیم ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو برس پرانا۔

۱۴۳۔ رسالہ علم دعروض۔ من تصنیف شمس الدین فقیر بخط خام عاصی غلام علی خاں ولد غلام رسول خاں غفر اللہ لہ والدیہ۔ بتاریخ یازدہم ماہ ربیع الاول ۱۲۵۴ھ۔

۱۴۴۔ انتخاب کلام نظامی مع حاشیہ (حل لغات)، یہ کتاب حافظ احمد الٰہی ولد شیخ فضل الٰہی نے محبوب نگر میں خریدی تھی۔ انھوں نے آخر میں لکھا ہے:۔ "امروز بتاریخ دہم شہر رجب المرجب ۱۲۴۲ھ روز یک شنبہ بار اول از مطالعہ و تصحیح دیوان نظام فارغ گشتم۔

۱۴۵۔ وقائع خاندان بنگش۔ مصنف کا نام معلوم نہیں ہوسکا تخلص صابر ہے۔ ورد کاکوروی نے یہ نسخہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ روز شنبہ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۴ء قادری صاحب کے لیے اس نسخہ

Marfat.com

سے نقل کیا۔ جو ۲۰ ربیع ۱۲۶۳ھ کا محمد یامین یعقوبی نانوتوی کا نقل کردہ تھا۔ یہ بنگش نوابوں کی تاریخ ہے۔

۱۴۶۔ نجیب التواریخ۔ مرزا نصیر الدین ولد عبدالہادی (ف ۱۹۰۹ء) نے نواب نجیب الدولہ کے حالات میں ۱۳۱۳ھ میں یہ کتاب لکھی تھی۔ ترقیمہ شامل کتاب نہیں کتاب مکمل ہے۔

۱۴۷۔ تاریخ بشیر شاہی از مظہر علی خاں جس کو قادری صاحب نے نقل کیا۔ (۱۹۶۰ء)

۱۴۸۔ سوانح عمری یوسفی۔ پیرجی محمد یوسف (پیدائش ۱۲۷۶ھ) ساکن جاوڑہ نے اپنے حالات ۱۳۲۱ھ میں لکھے تھے۔ اس کی نقل ہے۔ ترقیمہ درج ذیل ہے۔

(ترقیمہ) سوانح عمری یوسفی پیرجی محمد یوسف ساکن جاورہ کے خود نوشت حالات زندگی ہیں۔
اس کتاب کا قلمی نسخہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی (حیدر آباد)
کے کتب خانہ میں تھا۔ تاریخ کتابت ۸ شوال ۱۳۸۱ھ) ۲۶ جنوری ۱۹۶۲ء

۱۴۹۔ سوانح حیات المتاخرین آنولہ (۱۹۵۰ء) مع بیان براہین بالغہ (۱۳۶۹ھ) مصنفہ حکیم مولوی عبدالغفور صاحب عارف ۱۴ اگست ۱۹۶۴ء مصنف نے ایوب قادری صاحب کی درخواست پر آنولہ کے تاریخی اور اپنے آبا و اجداد کے ہمعصر مشاہیر کے حالات لکھے ہیں۔ بعض جگہ مذہبی مباحث بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ آخر میں اپنے حالات بھی لکھ دیئے ہیں۔ مصنف کا تحریر کردہ نسخہ ہے

۱۵۰۔ نسخہ اول سبع سیارہ رنگینی مشہور بہ تصنیف رنگین از سعادت یار خاں رنگین قادری صاحب نے خود نقل کیا۔ ترقیمہ درج نہیں۔

۱۵۱۔ معراج نامہ از میر ظفر حسین ضمیر (ف ۱۸۵۶ء) تالیف کتاب ۱۲۴۷ھ مطابق ۱۸۳۱ء۔
تاریخ اختتام از مصنف

یہ فرمائش صاحب تاج ہے مسمیٰ بہ ریحان معراج ہے
ہوا ختم معراج نامہ جو نہی ہوئی فکر تاریخ کی دلنشیں
ندا آئی ہاتف کی بے اشتباہ لکھو اس کی تاریخ فیضان شاہ
۱۲۴۷ھ

تاریخ کتابت ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ از میر رمضان علی بن امام علی۔

۱۵۲۔ تاریخ محمد خانی (فارسی) اس کتاب کے مصنف مطلق علی شاہ عرف حسام الدین گوالیاری ہیں۔

Marfat.com

یہ کتاب نوابان فرخ آباد کے حالات میں ہے۔ حسام الدین کا انتقال ۱۲۱۰ھ میں ہوا۔ محمد خاں بنگش سے غالب جنگ تک کے حالات ہیں۔ اس کی مائیکروفلم ہسٹاریکل سوسائٹی میں موجود ہے۔ اسی سے ایوب قادری صاحب نے ۵، صفحات نقل کئے ہیں۔

۱۵۳۔ تاریخ نجیب آباد۔ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے رسالہ عبرت جو جنوری ۱۹۱۶ء میں جاری ہوا تھا، اس کے چار شماروں فروری ۱۹۱۶ء تا مئی ۱۹۱۶ء میں لکھا تھا۔ ایوب قادری صاحب نے ان شماروں سے یکم دسمبر ۱۹۵۴ء کو نقل کیا۔

۱۵۴۔ عمدۃ التحقیق فی آل صدیق۔ مصنفہ حافظ حمید الدین دانشمندی بن سعید الدین وکیل (ت ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۹ء) یہ کتاب اُنھوں نے اپنے خاندان کے حالات اور انساب سے متعلق لکھی ہے۔ مصنف کا پہلا مسودہ ہے، جو ۱۳۳۱ھ کا ہے۔

۱۵۵۔ اقتباس وصال الجلیل تالیف محمد امان دہلوی بن عبدالرحیم دہلی کے جن علماء کا ذکرہ وصال الجمیل میں ہے ان کے حالات اس اقتباس میں نقل کئے گئے ہیں۔ یہ نقل ۱۳۲۵ھ کی مطبوعہ کتاب سے دسمبر ۱۳۶۴ھ میں کی گئی تھی۔

۱۵۶۔ تاریخ فرخ آباد (فارسی) از مفتی ولی اللہ فرخ آبادی۔ (ت ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء) اس کتاب کے دو مقالات مشتمل بر مشائخ و فقراء و علماء و حکماء کی نقل ہے۔ یہ نقل خود قادری صاحب نے ۱۹۵۹ء میں کی تھی۔

۱۵۷۔ تواریخ احمدی۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مشہور مجاہد و قائد مولوی احمد اللہ شاہ کے حالات و واقعات پر ان کے مُرید مولوی شیخ محمد نائب نے ایک طویل مثنوی لکھی تھی۔ اسی کی یہ نقل ہے۔ یہ مثنوی ۱۳۰۸ھ میں لکھنؤ میں طبع ہوئی تھی۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نے برٹش میوزیم سے فوٹو اسٹیٹ کاپی منگوائی تھی۔ اسی سے ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۶۵ء کو یہ نقل کی گئی۔

۱۵۸۔ تاریخ ضلع فرخ آباد۔ مصنفہ پنڈت دبی پرشاد وزیر ضلع فرخ آباد۔ گورنمنٹ پریس الہ آباد میں ۱۸۵۹ء میں چھپی تھی۔ اسی سے یہ نقل تیار کی گئی۔ نقل ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو شروع کی۔ اور ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو اختتام کو پہنچائی۔

Marfat.com

سید محمد بیدری صاحب کے حالات اور نوادر کا مختصر جائزہ

حالات :۔ بیدر جو سید صاحب کا مولد و وطن ہے۔ اور جس کی نسبت سے بیدری آپ کے نام کا جزو لاینفک ہے۔ مرحوم ریاست حیدرآباد کا ایک مشہور اور تاریخی مقام ہے۔ یہ شہر تقریباً دو صدی تک سلاطین بہمنی کا پایۂ تخت رہا۔ بعدہٗ سلاطینِ برید شاہی نے اس کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ اس خاندان کے خاتمہ کے بعد بیدر کی علمی اور ثقافتی مرکزیت بہت عرصہ تک قائم رہی۔ اب اگرچہ اس کو وہ مقام حاصل نہیں رہا۔ تاہم اپنے آثارِ ماضیہ کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے آج بھی یہ قدیم شہر اپنی عظمتِ رفتہ کا افسانہ بزبانِ حال سے سنا رہا ہے۔ اس وقت بھی وہاں بہت سی قدیم عمارتیں موجود ہیں۔ جو مسلمان فرمانرواؤں کی گذشتہ شان و شوکت اور اولوالعزمی کا مظہر ہیں۔ ان عمارتوں میں سلطنت بہمنی کے درویش صفت وزیر اعظم محمود گاواں کا مدرسہ اس کی علم دوستی کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

اسی تاریخی مقام بیدر کے ایک قدیم اور ذی وجاہت خاندان سے سید محمد بیدری کا تعلق ہے آپ اس مقام پر ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے بیدر ہائی سکول میں تعلیم پائی۔ ۱۹۲۱ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسی سال ریاست کے سررشتۂ تعلیم سے منسلک ہو گئے۔ ۱۹۳۱ء میں پرائیویٹ طور پر منشی کا امتحان پاس کیا۔ ضلع بیدر کے مختلف اسکولوں میں مدرسی اور صدر مدرسی کے عہدوں پر فائز رہ کر اور ۳۳ سال کی مدت ملازمت مکمل کر کے ۱۹۵۴ء میں ریٹائر ہو گئے۔ اس کے بعد تقریباً ۸ سال اپنے وطن مالوف میں گذار کر ۱۹۶۲ء میں اپنے لائق صاحبزادگان کے اصرار پر پاکستان تشریف لے آئے۔ اور اس وقت کراچی میں مقیم ہیں۔

سید صاحب کو شروع سے مطالعۂ کتب اور تصنیف و تالیف سے شغف رہا۔ چنانچہ آپ نے مختلف علمی اور تاریخی موضوعات پر بے شمار مضامین لکھے۔ جو ملک کے بعض مؤقر جرائد اور مجلوں میں شائع ہوئے پڑھنے اور لکھنے کے ساتھ ساتھ آپ کو قلمی کتابوں، نادر و نایاب مطبوعات، سکہ جات، فرامین اور تصاویر جمع کرنے کا بھی شوق رہا۔ اور رفتہ رفتہ یہ شوق اتنا بڑھا کہ آپ کے پہلے شوق پر غالب آ گیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بیدر کے قیام میں ہی آپ کے پاس نوادر کا ایک عظیم الشان ذخیرہ فراہم ہو گیا تھا۔ جس کو دیکھنے کے لئے صاحبانِ ذوق دور دور سے آتے رہتے تھے۔ جو لوگ کسی وجہ سے بیدر

Marfat.com

جاتے وہ ضرور اس ذخیرہ علمی کی زیارت کرتے۔ چنانچہ غلام محمد مرحوم (جب وہ ریاست حیدر آباد کے وزیر مالیات تھے) ڈاکٹر راجندر پرشاد آنجہانی صدر جمہوریہ ہند، پنڈت جواہر لال نہرو آنجہانی وزیر اعظم ہند مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم بیدر تشریف لے گئے۔ تو انھوں نے بھی اس نادر و نایاب مجموعہ کو دیکھا۔ اور نہ صرف زبانی اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا بلکہ تحریری طور پر بھی سید صاحب کے اعلیٰ مذاق اور ان کے اس ذخیرہ کی تعریف کی۔

سنہ ۱۹۶۲ء میں جب سید صاحب کراچی تشریف لائے تو بہت سی مشکلات کے باوصف وہ اپنے اس سرمایہ کو بھی اپنے ساتھ لیتے آئے۔ اور آج یہ مجموعہ کراچی کا ایک اچھا ذخیرہ نوادر سمجھا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ کچھ مخطوطات، سندات اور سکوں کی نمائش آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس۔ کراچی کی عمارت میں ہوئی تھی۔ اس میں شہر کے بہت سے فضلا نے شرکت کی تھی۔ اور ان اشیاء کو دیکھ کر سب حضرات نہایت محظوظ ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ بعض زعماء اور فضلاء "وقتاً فوقتاً" سید صاحب کے مکان پر بھی ان نوادر کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ اور انھوں نے زبانی اور تحریری دونوں طرح اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ ان حضرات میں جناب ممتاز حسین صاحب ستارۂ پاکستان، جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی، جناب نیاز فتح پوری صاحب، جناب مولانا محمد مصطفےٰ صاحب جوہر خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔

کتب خانہ اور دیگر نوادر:۔ سید صاحب کے کتب خانہ میں کتابوں کی تعداد تو زیادہ نہیں ہے۔ لیکن جس قدر کتابیں ہیں وہ سب نہایت اعلیٰ معیار کی ہیں مخطوطات تو اپنی قدامت و ندرت کی بنا پر قابل قدر ہیں ہی مگر مطبوعہ کتابوں میں بھی بہت سی ایسی ہیں جو فی زمانہ کم یاب بلکہ نایاب ہیں۔ ان کے علاوہ برصغیر کے بعض موقر جریدوں اور رسالوں کے خصوصی نمبر ہیں جس میں سے بعض کو تاریخی اہمیت حاصل ہے پھر مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کے فرامین اور ہندو اور اسلامی دور کے قدیم سکے کثیر تعداد میں اور نادر و نایاب تصاویر اور فن مصوری کے بہت سے اعلیٰ نمونے ہیں۔ غرض یہ پورا ذخیرہ ایسی مختلف النوع اور نادر اشیاء پر مشتمل ہے۔ کہ ان سب کو دیکھتے ہوئے اس سرمایہ پر کتب خانے سے زیادہ عجائب گھر کا اطلاق ہوتا ہے۔

یہاں عام دلچسپی کے لئے ان بہت سے سرٹیفکیٹس میں سے چند کی نقلیں یا ترجمے پیش کئے جاتے ہیں

Marfat.com

جو برصغیر کی بعض عظیم ہستیوں نے اس ذخیرہ نوادر کو دیکھ کر سید صاحب کو عطا فرمائے۔

۱۔ مجھے سید صاحب نے قدیم مخطوطات، تصاویر، سکہ جات وغیرہ کا ایک مجموعہ دکھایا۔ یہ جان کر بیحد خوشی ہوئی کہ وہ اِن معاملات سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور ہندوستان کی قدیم تاریخ سے متعلق معلومات فراہم کرنے میں نہایت جوش و ولولے کا اظہار کرتے ہیں۔

غلام محمد وزیر مالیات ۱۰ رمضان ۱۳۵۳ فصلی

۲۔ میں اُن قدیم سکہ جات، مخطوطات اور تصاویر کو دیکھ کر بیحد محظوظ و مسرور ہوا جن کی میرے لئے خاص طور پر نمائش کی گئی تھی۔ وہ تاریخی اہمیت کی حامل ہونے کی وجہ سے نہایت بیش بہا ہیں۔ میں اُن حضرات کے کام کو سراہتا ہوں جنھوں نے ان نوادر کو محفوظ کرنے میں سعی بلیغ سے کام لیا۔

راجندر پرشاد ۳۰ رجون ۱۹۵۶ء

۳۔ مجھے سید محمد صاحب کا ذاتی مجموعہ نوادر دیکھ کر دلی مسرت ہوئی۔ وہ تاریخ کے ایک متبحر عالم ہیں اور ہم صمیم قلب سے اُن کے ممنون ہیں کہ انھوں نے ہمیں تصاویر اور مخطوطات کے بہت سے دلکش اور نادر نمونے دکھائے۔ مجھے اُمید ہے کہ اُن کا (سید صاحب کا) خاص خیال رکھا جائے گا۔

ہمایوں کبیر ۳۱ راکتوبر ۱۹۵۷ء

۴۔ مجھے دلی مسرت ہے کہ حسن اتفاق سے مولوی سید محمد صاحب جیسے قابل قدر ملازم سررشتہ تعلیمات سے ملنے اور اُن کے پاس کے قدیم اور بعض نایاب قلمی کتب، اسناد، قلمی تصاویر، خطاطی کے نمونے اور قدیم سکے وغیرہ دیکھنے کا موقعہ ملا۔ ایک اہل و عیال والے جز معاش مدرس کے ایسے علمی اور تاریخی مذاق اور دلچسپی کو دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا کیونکہ سررشتۂ تعلیمات کی میری چونتیس سالہ ملازمت کے دوران صدہا مدارس اور اُن کے مدرسین کی طرزِ زندگی اور مذاق کو دیکھتے رہنے کا مجھے موقع ملتا رہا۔ لیکن ایسے مذاق اور تجسس والا ایک ہی نظر آیا۔ موصوف نے چار کتابیں لکھی ہیں۔ جو مسودہ کی صورت میں ہیں۔ اور ایک پانچویں زیر ترتیب ہے۔ ان میں کتاب امام المدرسین جامعہ محمود گاوان دو گو مزید اضافہ اور نظر ثانی کی محتاج ہے، سید صاحب کی حیثیت کے مدنظر اُن کا ایک دلچسپ قابل قدر علمی کارنامہ ہے۔ اگر اس میں مطلوبہ اضافہ اور نظر ثانی ہو جائے تو وہ ایک ممتاز علمی کارنامہ ہوگا۔ فقط

(مولوی) ذوالفقار علی خانی نائب ناظم تعلیمات حیدرآباد ۱۵ بہمن ۱۳۵۵ فصلی۔

Marfat.com

۵۔ جناب محمد صاحب بیدری نے مہربانی فرماکر مجھے دعوت دی کہ میں ان مخطوطات اور نوادر کے دیدار سے بہرہ اندوز ہوں۔ جو انھوں نے کمال بلند ہمتی اور خوش ذوقی سے جمع کیے ہیں۔ حقیقتاً یہ باقیات الصالحات ہیں۔ اس بڑے ذخیرہ کی جس کا کچھ حصہ حیدر آباد پر ہندوستانی افواج کی دست درازی کے موقع پر ضائع ہوگیا۔ اُن کی اس کامیاب کوشش پر کہ وہ ان نوادر کو پاکستان لے آئے۔ ہدیۂ تبریک پیش کرنا ضروری ہے۔ اس ذخیرہ میں کتابیں، اخبارات، دستاویزات اور سکے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں اور ان میں سے بعض فی الحقیقت بہت نادر ہیں۔ میں نے سید صاحب کی خدمت میں گذارش کی ہے کہ وہ ان کی ایک مفصل فہرست تیار کریں۔ کراچی کی آب و ہوا میں ان نوادر کی حفاظت کے لئے خصوصی تدبیر کی ضرورت ہے۔ یہ نوادر سید صاحب کی ملک ہیں۔ اور انھیں ظاہر ہے کہ ان سے بہت محبت ہے۔ لیکن شاید یہ تجویز ان کے لئے قابل قبول ہو کہ جب تک وہ ان کو خاطر خواہ طریقہ پر رکھنے کا انتظام نہ کر سکیں۔ اس وقت تک کے لئے عارضی طور پر وہ ان کو امانتاً قومی آثار قدیمہ میں رکھوا دیں۔ یہ نوادر ایک علمی سرمایہ ہیں۔ اور انھیں کسی قسم کا نقصان پہنچنا ایک علمی نقصان ہوگا۔

اشتیاق حسین قریشی (۱۵ر جنوری ۱۹۶۳ء)

۶۔ مولوی سید محمد بیدری دکن کے اُن مورخین میں سے ہیں جنھوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ تاریخ ہی کی جہاں بینی میں صرف کیا۔ اور اپنے نتائج مطالعہ سے لوگوں کو مستفید ہونے کا موقعہ بھی دیا۔ لیکن اُن کی وہ خصوصیت جس نے اُن کی انفرادیت کو متعین کیا۔ اُن کا آثاری ذوق تھا۔ انھوں نے اگر تاریخ لکھی تو تاریخ کا وہ مواد بھی فراہم کیا جو بنیاد ہے۔ تاریخ نویسی کی اس طرح انھوں نے اپنا ایک میوزیم بھی قائم کر لیا۔ جو مخزن ہے عجیب و غریب نوادر کا۔ آج کل وہ کراچی میں مقیم ہیں اور اپنے مکان کا بالائی حصہ انھوں نے اُن ہی نوادر کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ جن میں قدیم سکے عہد قطب شاہی سے لے کر عہد مغلیہ تک کے فرامین و توقیعات شاہان ہند کے اور متعدد تصاویر اکابر اور اعاظم کی سب کچھ شامل ہیں جس کو دیکھ کر سینکڑوں سال کی تاریخ سامنے آجاتی ہے اور سید محمد صاحب کے اس ذوق اور ان کی اس بے بہا دولت کو دیکھ کر حیرت ہو جاتی ہے۔ بعض قدیم مخطوطات بھی انھوں نے مجھے دکھائے جو اپنی قدامت کے لحاظ سے واقعی بڑے قیمتی ہیں۔ نیاز فتح پوری ۳ر مارچ ۱۹۶۵ء

ان چند اکابر کے علاوہ برصغیر کے اور بھی بے شمار مشاہیر کے سرٹیفکیٹ موجود ہیں جن کو بخوف

Marfat.com

طوالت چھوڑ دیا گیا۔ تاہم یہ بتا دینا غالباً نا مناسب نہ ہوگا۔ کہ ان مشاہیر میں جگر مراد آبادی، جوش ملیح آبادی اور قتیل شفائی جیسی صاحب ذوق ہستیاں بھی ہیں۔

سید محمد بیدری صاحب نے چند کتابیں بھی تحریر فرمائی ہیں۔ جو ابھی مسودہ کی حالت میں ہیں۔ اور جن کو آپ چھپوانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ ان میں اولیائے بیدر، تذکرہ شعرائے بیدر، اور جامعہ محمود گاواں قابل ذکر ہیں۔ —— آئندہ صفحات میں چند فہرستیں دی جا رہی ہیں۔ جن میں پہلے وہ مضامین ہیں۔ جو سید صاحب نے لکھے۔ اور برصغیر کے مختلف مجلّوں میں شائع کرائے۔ بعدہٗ ترتیب وار مخطوطات، مطبوعات، رسائل کے خاص نمبر اور فرامین ہیں۔

نشان سلسلہ	عنوان مضمون	نام مضمون نگار	نام رسالہ یا اخبار شائع شدہ مضمون	ماہ وسنہ رسالہ یا اخبار	کیفیت
۱	افلاس و ہمت	سید محمد بیدری	رسالہ لتالیق حیدرآباد دکن	بابت ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۲ء	
۲	سلطان ٹیپو	″	″	سنہ ۱۳۴۷ھ ۱۹۳۱ء	
۳	سلطان ابراہیم عادل شاہ	″	″	سنہ ۱۹۳۱ء	
۴	جامعہ محمود گاواں بیدر	″	دکن ہسٹری کانفرنس رجسٹر	پروسیڈنگس سنہ ۱۹۴۵ء	معہ فوٹو
۵	سلطان محمد قلی قطب شاہ اور علی برید شاہ	″	نذر محمد قلی قطب شاہ۔ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن	اپریل سنہ ۱۹۵۸ء	
۶	مدرسہ محمود گاواں بیدر کی تباہی	″	رسالہ سب رس حیدرآباد دکن	نومبر سنہ ۱۹۴۵ء	
۷	بیدر کی آبادی اور نام	″	″	مارچ و اپریل سنہ ۱۹۴۶ء	
۸	مثنوی چھو منتر	″	″	اکتوبر سنہ ۱۹۶۸ء	
۹	مخطوطات کتب خانہ سید محمد بیدری	″	″	ماہ ستمبر سنہ ۱۹۵۷ء	
۱۰	دکن میں عمارت مدرسہ کی ابتدا	″	″	جولائی سنہ ۱۹۴۵ء	
۱۱	بہمنی دور میں زراعت و تجارت کی ترقی	″	″	اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء	
۱۲	بیدر کا فن لطیفہ قسط اول	″	اخبار پاسبان بنگلور (میسور)	۳۱ مئی سنہ ۱۹۵۷ء	
۱۳	″ ″ قسط دوم	″	″	۲۱ جون سنہ ۱۹۵۷ء	
۱۴	کرناٹک کی قدیم تاریخ قسط اول	″	″	۱۴ دسمبر سنہ ۱۹۵۶ء	

Marfat.com

۱۵	کرناٹک کی قدیم تاریخ قسط دوم	سید محمد بیدری	اخبار پاسبان بنگلور (میسور)	۵ار دسمبر ۱۹۵۶ء
۱۶	میسور سے بیدر کا الحاق قسط اول	”	”	یکم نومبر ۱۹۵۶ء
۱۷	” ” قسط دوم	”	”	۲ر نومبر ۱۹۵۶ء
۱۸	بیدر اور خاندان آصفیہ	”	روزنامہ ریاست حیدرآباد	۲ر مئی ۱۹۶۰ء معہ فوٹو
۱۹	سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کا عرس	”	”	۶ر اپریل ۱۹۵۹ء
۲۰	میر سلطان علی طلب	”	”	۹ر اگست ۱۹۶۰ء
۲۱	نعلبِ دکن حضرت خواجہ ابو الفیض صاحب قبلہ رح	”	”	۱۶ر نومبر ۱۹۶۰ء
۲۲	بیدر اور ایران	”	”	۱۱ر جنوری ۱۹۶۹ء
۲۳	بیدر اور روس	”	”	۹ر جنوری ۱۹۵۹ء
۲۴	بیدر اور گولکنڈہ	”	رسالہ سب رس حیدرآباد	۱۲ر جنوری ۱۹۶۱ء بموجب پروگرام
۲۵	بیدر کی تاریخی اہمیت جاپانی مہمانوں کی نظر میں	”	اخبار ریاست حیدرآباد	۳ر مارچ ۱۹۶۰ء
۲۶	حضرت انوار اللہ قادری	”	رسالہ سب رس حیدرآباد	۱۹۴۵ء
۲۷	امریکہ کو ہندوستانیوں نے دریافت (ادعا) کیا تھا۔ جنگ مہابھارت سے قبل		اخبار ریاست	۱۵ر اکتوبر ۱۹۵۶ء

اخبار ریاست کے حوالہ سے کراچی کے اخبار جنگ نے بھی شائع کیا تھا۔ ملاحظہ جنگ مورخہ ۱۹۵۶ء

۲۸	میرے نوادر	سید محمد بیدری	رسالہ العلم ایجوکیشنل اکاڈمی کراچی معہ فوٹو و نمائش	جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
۲۹	ڈاکٹر زور مرحوم	”	رسالہ سب رس زور نمبر ۱۹۶۳ء	

یہ مقالہ اُردو ترقی بورڈ کراچی کے دفتر میں مرحوم کے تعزیتی جلسہ کے موضوع پر ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کی صدارت میں پڑھا گیا۔

۳۰	ڈاکٹر زور کے خطوط بنام سید محمد بیدری		رسالہ سب رس زور نمبر ۱۹۶۳ء	
۳۱	یوم خواجہ محمود گاوان بیدر		اخبار ریاست	۱۱ر جون ۱۹۶۱ء

Marfat.com

فہرست نمبر (۱) کتب قلمی و مطبوعہ مملوکہ سید محمد بیدری مورخ کراچی بابت ۱۹۶۴ء

نشان سلسلہ	نام کتاب	قلمی یا مطبوعہ	سنہ کتابت یا طباعت	نام مصنف	نام کاتب
۱	قرآن مجید	قلمی	عہد شاہجہاں ۱۰۲۵ھ	عبدالکریم	مطلا خوشخط
۲	"	"	تین سو سال قدیم	×	
۳	پارہ (۶)	"	عہد عالمگیری	مطلا خوشخط	کاغذ مہین
۴	فتاوی عالمگیری	"	ملا نظام الدین عہد عالمگیر	" "	جز د اول
۵	گلستان	"	سید میاں بن سید عبداللہ حسنی ۸۹۴ھ	بمقام ٹھٹھہ (پاکستان)	
۶	انوار سہیلی	"	۹۷۶ھ ہجری	میر جان بن شمس الدین	
۷	دیوان مرزا مقیمی بیجاپوری	"	عہد عادل شاہی ۱۰۰۰ھ	خوشخط ۔ مطلا	
۸	بہار دانش	"	دو سو سال قدیم	منشی عنایت اللہ لاہوری	
۹	اخلاق ناصری	"	تین سو سال کا قدیم	لوح ورق مطلا خوشخط	
۱۰	دیوان صائب	"	تین سو سال کا قدیم	چھ ہزار ابیات کا دیوان ہے	
۱۱	دیوان حافظ	"	"	"	"
۱۲	سلم العلوم	"	دو سال قدیم	مولانا احمد سعید کی مہر ثبت ہے۔	
۱۳	نور الانوار	"	تین سو سال کا قدیم	مولانا شیخ احمد ملا جیون	
۱۴	رسالہ فتح الرحمٰن	"	۱۲۰۶ھ	ملک العلماء ابو العیاش مولانا عبد العلی	
۱۵	شرح گلستان	"	۱۲۷۸ھ	مولانا تاج الدین بہجت رواہی	
۱۶	لغات سکندر	"	"	سید جعفر بن سید احمد اورنگ آباد	
۱۷	" پند نامہ	"	"	"	"
۱۸	تعبیر نامہ	"	"	"	"

Marfat.com

۱۹	جوہر نظام لغات	قلمی	۱۲۴۸ھ	اس میں مفردات ترکیب کلمات بدیع واستعارات ہیں۔ عبدالعزیز حسرتی کا مکتوبہ ہے۔
۲۰	نور تن عباسی	"		حاجی مرزا عباس بیگ مصنف ہیں۔ اس کے نو رتن ہیں اس میں دکن کے جغرافیائی تاریخی۔ علاج حیوانات ترکیب تخم ریزی وغیرہ
۲۱	قانونچہ چغمنی	"		ملا محمود چغمنی کا مشہور قانونچہ ہے۔ کاتب اشرف علی بن رجب علی ہیں۔ دو سو سال کا قدیم ہے۔
۲۲	رسالہ مرأة المنطق	"		اس میں ایک یونانی کتاب ایسا غوجی کا ذکر ہے جس کے معنی گل پنج برگ کے ہیں۔ اور یہ منطق سے متعلق ہے
۲۳	حاشیہ مولانا عبدالعلی میرزاہد	"		۱۲۷۵ھ مولانا احمد سعید کا مکتوبہ ہے انوار الدولہ بہادر کے کتب خانہ میں تھا۔
۲۴	روضۃ الطالب فی فروع الشافعیہ	"		شرف الدین ابو محمد اسمٰعیل بن ابی بکر یمنی۔ مولانا احمد سعید کاتب ہیں قاضی الملک نے اس کی قرأت سماعت فرمائی ہے
۲۵	بہمنی دور کا قلمی نسخہ	"		نام کا پتہ نہیں چلتا۔ آخری اوراق میں ۹۹۰ھ محمد بن سعید الدین بن محمد شاہ ترقیمہ میں لکھا ہے۔
۲۶	تفسیر بیضاوی	"		تصنیف اوّل امام الائمہ شیخ ناصر الدین ۱۲۹۱ھ [illegible]
۲۷	طوطی نامہ فارسی	"		ضیا نخشبی کی مشہور تصنیف۔ شیخ اللہ داد [illegible]
۲۸	حضرت جامی صاحب کی تصنیف			ہے۔ اس کے کاتب شیخ [illegible]
۲۹	قانون خوش نویسی	"	۱۲۴۷ھ	[illegible]
۳۰	منتخب بدائع الفنون	"	۱۱۸۷ھ	"
۳۱	تحفۃ الاستاد	"	۱۲۳۹ھ	"
۳۲	رسالہ دستور العمل	"	۱۲۷۴ھ	میر فدا علی عظیم آباد حیدر آبادی
۳۳	بحر الفضائل	"	۱۲۶۹ھ	لغت۔ محمد عمر دراز خاں حیدر آبادی

Marfat.com

۳۴	بدیع الانشاء	قلمی	سنہ ۱۱۳۷ھ	غلام حسین اور محمد حسین خاں اخبار نویس
۳۵	متہات ما	"	"	چگو یہ ضلع بیدر
۳۶	رسالہ صغری وکبری	"	سنہ ۱۲۴۲ھ	محمد سعید کی مہر ہے خوشخط
۳۷	رسالہ تحریر المناظر	اقلیدس قلمی	سنہ ۱۲۷۵ھ	مولانا ارتضا علی خاں بہادر
۳۸	مثنوی مولانا روم	"	سنہ ۱۱۴۷ھ	محمد انور اور مولانا خیرالدین قلعدار
۳۹	رسالہ مناظرہ	"	سنہ ۱۲۷۵ھ	ضلع بیدر حیدر آباد
۴۰	روضۃ القدسیان	"	"	ابو تراب جعفری
۴۱	روضۃ القدسیان ۲	"	"	"
۴۲	نسخہ باغ ارام	"	سنہ ۱۲۷۴ھ	مولوی انوار اللہ شاہ قادری تلنگوی بیدر
۴۳	چار کرسی	"	سنہ ۱۱۷۳ھ	عبدالحق صاحب کاتب غلام نبی جنجولی گلبرگہ
۴۴	منازل السائرین	"	سنہ ۱۲۰۰ھ	سید رسول قادری تلنگوی بیدر حیدر آباد
۴۵	روضۃ المعارف	"	سنہ ۱۱۲۲ھ	سید انوار اللہ شاہ قادری تلنگوی بیدر
۴۶	چوک نامہ	"	"	قدیم اردو
۴۷	مخطوطہ عمل عملیات	"	سنہ ۱۱۷۷ھ	نور شاہ راولپنڈی پاکستان
۴۸	" "	"	"	زبان سندھی ہے۔
۴۹	بیاض قدیم	"	"	
۵۰	پند نامہ	"	"	
۵۱	توبہ نامہ	"	"	
۵۲	انشائے ہرکرن (۱)	"	سنہ ۱۲۷۳ھ	فیض علی شاہ کاتب (بیدر حیدر آباد دکن)
۵۳	" " (۲)	"	سنہ ۱۲۳۸ھ	دھونڈیا ولد چلبیا۔
۵۴	خالق باری	"	سنہ ۱۲۷۳ھ	فیض علی شاہ بیدر
۵۵	رسالہ قاضی قطب الدین	"	سنہ ۱۱۷۸ھ	غلام نبی خطیب وقاضی جنجولی گلبرگہ

مذہبی رسالہ ہے اور دکھنی زبان میں ترجمہ ہے۔

Marfat.com

لباب الاخبار قلمی سنہ ۱۱۴۶ھ محمد محمود مصنف ۔ کاتب نبی خطیب ۔

۱ رسالہ عشقیہ تصوف ،، سنہ ۱۱۰۵ھ محمد مسکین اس میں شاہ علی قلندر کا کلام ہے ۔

۷ اتفاق المحققین ،، ،، ،، ،،

۵ رسالہ غوثیہ معہ

شرح بہاری ،، ،، ولی ملوک شاہ قادری

۶ اساس المصلےٰ سلسلہ نمبر (۵۶) کے ساتھ ہے دکھنی زبان ہے کاتب غلام نبی خطیب ہیں ۔

۶ شرح مقدمۃ الصلوٰۃ یعنی شرح نام حق سنہ ۱۰۸۰ھ مولانا شرف الدین بخاری ۔ کاتب غلام نبی ۔

۶ قصہ حالات منوہر (شمع و پروانہ) سنہ ۱۰۸۰ھ ۱۲۰۵ میر عسکری عاقل خاں رازی

۶۱ صواعق المحرقہ فی سنہ ۱۲۶۸ھ شیخ شہاب الدین کے شاگرد شیخ علم اللہ محدث

السیر و التاریخ قلمی بیجاپوری کی تصنیف ہے ۔ مولانا صبغت اللہ

اور احمد سعید کی مہریں ہیں ۔

۶۴ کتاب روضۃ الطالب ،، سنہ ۸۲۶ھ شرف الدین ایوبی ۔ احمد سعید کاتب سنہ ۱۲۷۶ھ

۶۵ مناقب غوثیہ ،، دو سو سال قدیم کا کاتب کا نام نہیں ہے ۔

۶۶ کلمۃ الحقائق ،، عادل شاہی زمانہ کا قدیم دکھنی زبان کا برہان الدین کی تصنیف ہے ۔

۶۷ دکھنی زبان کا مخطوطہ ،، دو سال کا قدیم

۶۸ ترغیب الصلوٰۃ ،، تقریباً تین سو سال کا عالمگیری مہر ہے آخری چند اوراق ہیں ۔

۶۹ راحت القلوب ،، مولانا فریدالدین سنہ ۶۵۵ھ

۷۰ حاشیہ زاہدیہ ،، حضرت قطب الدین رازی کی کتاب مولانا مولوی احمد علی سندھی

محمد علی کاتب ہیں

۷۱ اوراد صغیرہ ،، ملتان کے بزرگ ابراہیم قادری کے فرزند شاہ محمد قادری بیدری

کا نادر نسخہ ہے ۔ سنہ ۔۔۔ھ

۷۲ رسالہ اوراد ،، عزیز بن محمد نسفی کا مکتوبہ ہے ۔

۷۳ رسالہ خواص چہل اسم ،، دو سو سال قدیم حاجی عبدالکریم حیدرآباد دکن

Marfat.com

۷۴	ایک قلمی نسخہ	نام ندارد۔ ایرانی رسم الخط ہے۔ سعدالدین ذکریاؒ کا ذکر ہے۔		
۷۵	شرح منتبہ المصلیٰ	قلمی	سنہ ۱۲۵۶ھ	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم السلبخی سلطان محمود کی مہر ہے۔
۷۶	دستور الکمالات	״	تین سو سال قدیم	ملا شمس الدین فقیر در فن عروض
۷۷	رسالہ نفقہ محات	״	دو سو سال قدیم	ابو بکر محی الدین حبیب اللہ زبیری برہان پوری
۷۸	تفتازانی	شرح زنجانی	علامہ مسعود بن عمر تفتازانی کا قلمی نسخہ ہے۔	
۷۹	درۃ التاج	قلمی	تین سو سال کا قدیم	ملا قطب الدین
۸۰	مختصر وقایہ	״	״	مولانا عبید اللہ صدر شریعۃ
۸۱	معدن افغانی	״	تواریخ محمد خانی	سنہ ۱۳۳۷ھ اصل نسخہ ہے۔
۸۲	جواہر التفسیر	״	دو سو سال قدیم کا	ملا حسین واعظ کاشفی
۸۳	مخطوطہ	״	״	دکھنی زبان کا نسخہ ہے حضرت امیر خسرو کا
۸۴	طب کا مخطوطہ	״	״	
۸۵	تصنیف ملا حاجیؒ	״	״	خوشخط
۸۶	مخطوطہ	״	اس میں علی شاہ ساکن کوہیر بیدر دکن کا کلام ہے۔	
۸۷	انشاء نعمتی	״	سنہ ۱۲۶۴ھ حضرت شجاع الدین صاحب	دکن
۸۸	کشف الخلاصہ	״	مولانا رفیع الدین	دکن
۸۹	رازق باری	״	دو سو سال کا قدیم	مصنفہ سید محمد والہ
۹۰	رسالہ تکمیل الایمان	״	״	مصنفہ عبد الحق صاحب دہلوی
۹۱	رسالہ وظیفہ اعظم	״	״	״
۹۲	سورہ مزمل اور دیگر وظائف	״	خیر الدین علی شاہ کلیانی دکن	
۹۳	پنج سورہ	״	״	״
۹۴	گنجینہ وطن تاریخ بیدر دکن	״	مصنفہ سید محمد بیدری	

Marfat.com

۹۵ رسالہ روداد قلمی دوسو سال قدیم عسکر علی شاہ سنہ ۱۲۲۷ھ کلیانی دکن

۹۶ پارہ عم کی دکنی زبان میں تفسیر

۹۷ دکنی زبان کا فال نامہ قلمی۔ محمد شمس الدین کاتب

۹۸ نقود الحساب۔ مصنفہ ارتضا علی خاں بہادر سنہ ۱۲۶۰ھ

۹۹ ایک قلمی نسخہ محررہ قاضی القضاۃ ارتضا علی خاں بہادر

۱۰۰ حضرت مسعود بکؒ کا کلام قلمی

۱۰۱ رسالہ طب چھوٹی سائز قلمی

۱۰۲ بیاض کلام انوار اللہ شاہ قادری ملنگوی بیدر دوسو سال کا قدیم نسخہ

۱۰۳ انشائے میر قلمی قدیم نسخہ ہے۔

فہرست مطبوعہ کتب کتب خانہ سید محمدؒ بیدری کراچی (پاکستان) سنہ ۱۹۶۴ء

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	سنہ طباعت	فن
۱	دیوان ولی دکنی	مطبع حیدری بمبئی	سنہ ۱۲۸۰ھ	
۲	سلطان نامہ مع تصاویر		سنہ ۱۸۸۸ء	فارسی جنگ روم و روس کمیاب نسخہ
۳	شمشیر خانی	ترجمہ شاہنامہ	سنہ ۱۸۰۶ء	کمیاب نسخہ ہے
۴	نقائص ارتعنیہ	ارتضا علی خاں مطبوعہ	سنہ ۱۸۷۰ء	"
۵	روضۃ الاولیاء بیجاپور		سنہ ۱۳۱۴ھ	
۶	وفیات الاخیار	شاہم اودھ لکھنؤ		
۷	فتاوی سراجیہ	مطبع مدارس	سنہ ۱۲۴۳ھ	عربی
۸	تذکرۂ حالات روس	سید سجاد حسین طاہر بجنوری	سنہ ۱۸۸۷ھ	
۹	نگارستان آصفی	حیدر آباد	سنہ ۱۳۲۳ھ	
۱۰	حدیقۃ العالم	مطبع بیدری	"	فارسی
۱۱	" " مقالہ اول	"	"	"

Marfat.com

۱۲	اعمال نامہ روس	یعنی تاریخ روس	سنہ ۱۸۸۷ء	
۱۳	تذکرہ فرید الدین	عرب شاعران کا تذکرہ	پہلی صدی سے تیرھویں صدی تک	
۱۴	تاریخ سندھ حصہ اول (۱)	مولانا عبد الحلیم شرر		
۱۵	عبرت کدہ سندھ	مصنفہ سید اسعد اللہ مطبوعہ حیدر آباد دکن	سنہ ۱۹۰۳ء	
۱۶	گلشن تاریخ	مطبوعہ حیدر آباد دکن	سنہ ۱۳۱۳ھ	
۱۷	〃	〃	〃	
۱۸	آثار الصنادید	سر سید احمد خاں	سنہ ۱۸۴۷ء	
۱۹	شرح شمائل ترمذی	خاکسار علی محمد بجنوری	سنہ ۱۲۰۲ھ	
۲۰	خزانہ عامرہ	مطبوعہ	سنہ ۱۹۰۰ء	
۲۱	فتوح المصر	〃	سنہ ۱۸۸۹ء	
۲۲	غزوہ عرب	〃	سنہ ۱۸۷۳ء	
۲۳	سفینۃ النجابت	محمد اسلم سراج الدین	سنہ ۱۳۴۸ھ	
۲۴	سفرنامہ شاہ ایران		سنہ ۱۲۹۰ھ	
۲۵	گلزار آصفیہ		سنہ ۱۲۵۴ھ	
۲۶	باغ ارم	مطبوعہ	سنہ ۱۲۷۷ھ	دکنی زبان
۲۷	من لگن	قاضی محمود بحری	〃	〃
۲۸	کلیات آتش		سنہ ۱۸۸۸ء	
۲۹	دیوان آتش	جلد دوم	سنہ ۱۸۸۹ء	〃
۳۰	کلیات ظفر	〃	〃	
۳۱	دیوان ظفر	〃	〃	
۳۲	سیر المتاخرین			
۳۳	دربار آصفیہ			
۳۴	اخبار الصنادید			

Marfat.com

۲۵ رباعیات جذب
۲۶ حیات زاہدہ خاتون بیگم ہارون خان صاحب شیروانی حیدرآباد دکن
۲۷ تاریخ دکن بہمنیہ۔ پروفیسر عبدالمجید صدیقی صاحب حیدرآباد دکن
۲۸ ذکر و فکر۔ مصنفہ تہنیت النسا بیگم صاحبہ محل ڈاکٹر زور مرحوم حیدرآباد دکن
۲۹ آتشِ گل۔ مصنفہ جگر مرادآبادی مرحوم
۳۰ سوانح عمری سید حسین سیفی صاحب بیدری حیدرآباد دکن
۳۱ رباعیاتِ اکبر۔ اکبر الٰہ آبادی
۳۲ بانگِ درا۔ مصنفہ ڈاکٹر اقبال مرحوم
۳۳ سیف الملوک۔ مرتبہ پروفیسر اکبر الدین صدیقی حیدرآباد دکن۔ ترجمہ بزبان ہندی
۳۴ حالات حضرت ضیاء الدین بیابانی درگمن حیدرآباد دکن۔
۳۵ قربانی ویلوا۔ مصنفہ محمد یوسف کوکن عمری ریڈر مدارس یونیورسٹی
۳۶ حالات قاضی رضی الدین مرتضیٰ جدِ اعلیٰ قاضی مفتی بدالزالہ مدارس۔
۳۷ ہندراج کے منصوبے از فضل حسین ۱۹۳۱ء
۳۸ دیوانِ امیر
۳۹ فتوح المقرب
۴۰ خطباتِ رضوی۔ صدر اتحاد المسلمین سید قاسم رضوی کے خطبات
۴۱ بالِ جبریل۔ مصنفہ ڈاکٹر اقبال مرحوم
۴۲ یادگار ولی۔ از مولوی پروفیسر سید محمد صاحب حیدرآباد دکن
۴۳ شعر العجم۔ حصہ اول
۴۴ گلشنِ بے خار
۴۵ نغمۂ عندلیب
۴۶ زاہدہ ناول
۴۷ گلشنِ ہند

Marfat.com

۴۸ سیرۃ المحمدیہ ۔ مصنفہ سر سید احمد خاں صاحب مرحوم

۴۹ چند دن مرتبہ اکبر الدین صدیقی صاحب ۔ اس میں فدوی کا بھی ذکر ہے۔

۵۰ تذکرہ مخطوطات ۔ مرتبہ ڈاکٹر زور مرحوم حیدر آباد دکن ۔ حصہ سوم ۔

۵۱ تذکرہ مخطوطات چہارم مرتبہ ڈاکٹر زور مرحوم حیدر آباد دکن

۵۲ " " " " " حصہ پنجم

۵۳ مخزن الکرامات ۔ ترجمہ مولوی عبدالکریم صاحب بیدری

۵۴ دکن ہسٹری کانفرنس حیدر آباد دکن ۱۹۴۵ء

۵۵ تزک محبوبیہ حصہ دوم ۔ حیدر آباد دکن کی بھی تاریخ ہے۔

۵۶ تمدن ہند ۔ سید علی بلگرامی نمبر (۱)

۵۷ تمدن ہند " " نمبر (۲)

۵۸ سفینۃ النجات ۔ مطبوعہ ۱۲۴۸ھ

۵۹ شرح مقالات غوث المشارق والمغارب جلد ثانی

۶۰ کتاب فقہ اکبر

۶۱ دلائل الخیرات

۶۲ تزک آصفیہ

۶۳ مسدس حالی

۶۴ شیر بنگال ۔ سرزمین بنگال کی داستان از مولانا صادق حسین

۶۵ تاج ونشان ۔ مصنفہ محمد رفیع الدین رضوی عالی ملک آودھ

۶۶ گنج شائگان " " " " "

۶۷ خاتمہ شریعت ۔ مصنف حضرت خواجہ بندہ نوازؒ مترجم سید حسین علی ۱۳۳۳ھ

۶۸ رسالہ اذکار ۔ " " " " " "

۶۹ تسلیم ورضا ۔ مصنفہ تہنیت النساء بیگم صاحبہ (محل ڈاکٹر زور مرحوم)

۷۰ ہمارا قائد ۔ مصنفہ ضیاء الدین احمد ۱۹۴۶ء

Marfat.com

۷۱ ضابطہ ملازمت سول حیدر آباد دکن
۷۲ مجموعہ ضابطہ فوجداری حیدر آباد دکن
۷۳ مجموعہ تعزیرات حیدر آباد دکن
۷۴ دستور العمل آبکاری حیدر آباد دکن
۷۵ قانون آبکاری " " "
۷۶ شعر العجم حصہ دوم
۷۷ " " حصہ سوم
۷۸ " " حصہ چہارم
۷۹ سوانح حضرت عمر بن عبد العزیز رح
۸۰ مسلمانوں کی بے تعصبی۔ مصنفہ شبلی نعمانی
۸۱ علم الکلام " " "
۸۲ الکلام " " "
۸۳ اردوئے قدیم۔ مصنفہ شمس اللہ قادری صاحب
۸۴ تذکرۃ الشعراء۔ مصنفہ محمد عبد الغنی صاحب پروفیسر جامعہ
۸۵ روضۃ الاولیاء۔ بیجاپور
۸۶ حالات سید حسین سیفی بیدری
۸۷ ماثر الکرام موسوم بہ سرو آزاد
۸۸ رموز مطب مؤلفہ حکیم مرزا محمد بیگ صاحب بیدری دکن
۸۹ دلیل الجبران۔ مؤلفہ محبوب عالم صاحب
۹۰ لغات القرآۃ ۱۸۸۸ء مطبوعہ
۹۱ مفتاح القرآن " "
۹۲ تذکرۂ بہارانہ نصر اللہ خاں مؤلفہ حضرت نظامی صاحب قبلہ
۹۳ ماثر دکن۔ مؤلفہ مؤلفہ سید علی اصغر بلگرامی حیدر آباد دکن۔

Marfat.com

۹۴ سلسلہ آصفیہ جلد چہارم مؤلفہ سید علی بلگرامی
۹۵ لغاتِ ترندی۔ مؤلفہ غلام سرور صاحب
۹۶ تاریخ اسلام۔ مؤلفہ آنریبل سید امیر علی صاحب
۹۷ شجراتِ مسلمان عالم
۹۸ سفرنامہ ابن بطوطہ
۹۹ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم مولانا شبلی نعمانی رح
۱۰۰ وقائع نادری۔ مؤلفہ معصوم علی صاحب
۱۰۱ ناول جاں گداز
۱۰۲ کلیانی محرم۔ از نواب جمال الدین خاں کلیانی۔ بیدر دکن
۱۰۳ گزیٹیر گلبرگہ۔ از سید امیر علی گلشن آبادی
۱۰۴ شعر العجم
۱۰۵ لا عمر سہ پارہ ۔ از حضرت مرزا سردار بیگ صاحب قبلہ حیدر آباد دکن
۱۰۶ لغاتِ کشوری
۱۰۷ تاریخ یادگار میکن لال حیدر آباد دکن
۱۰۸ سیر المتاخرین۔
۱۰۹ فرہنگِ آصفیہ حصہ اوّل
۱۱۰ تفسیر حسینی (تفسیر قادری) ۱۸۸۰ء
۱۱۱ فسانۂ آزاد ۔ از محمد حسین آزاد
۱۱۲ سیر الصحابیات از مولانا سعید انصاری
۱۱۳ بساطین السلاطین تاریخ بیجا پور
۱۱۴ شرح قانون و دستاویزات حیدر آباد دکن
۱۱۵ قرأة الواعظین۔ ترجمہ اردو درۃ الناصحین جلد اوّل دوم
۱۱۶ مفید الواعظین

Marfat.com

ویر بہادرپور

۱۱۷ موعظت عظمیٰ یعنی تحفۂ رحیمی
۱۱۸ شرح عقائد نسفی اردو تہذیب العقائد
۱۱۹ ابطال الریاض
۱۲۰ میزان التوحید
۱۲۱ بنات النعش
۱۲۲ پیام عاشق
۱۲۳ مجموعہ
۱۲۴ رفیق مسافران
۱۲۵ گزیٹر ضلع گلبرگہ موضع کرناٹک
۱۲۶ وقائع ورنگل
۱۲۷ تاریخ ہندوستان جلد نہم زوال سلطنت
مغلیہ از مولوی ذکاء اللہ صاحب
۱۲۸ تاریخ خاندان عثمانیہ جلد اول از محمد انشاء اللہ خاں
۱۲۹ " " جلد دوم
۱۳۰ اساس ریاست کرناٹک
۱۳۱ گلشن سعادت
۱۳۲ سیاحت نامہ ابراہیم جنگ
۱۳۳ سوانح عمری نواب اکبر جنگ کوتوال
حیدرآباد دکن
۱۳۴ مراسلات قبل از جنگ از پنڈت منوہر لال
۱۳۵ دیوان غوثیہ حضرت غوث پاک رض
۱۳۶ نالۂ عشق۔ نواب سید احمد علی خاں

۱۳۷ سلسلۂ آصفیہ حصہ اول۔ از سید علی بلگرامی
۱۳۸ " " حصہ دوم " "
۱۳۹ " " حصہ سوم نظام اکبری
۱۴۰ روائع الاحکام ترجمہ شرائع الاسلام
۱۴۱ قصائد عرفی
۱۴۲ جادۂ تسخیر۔ از نواب حیدر علی خاں رئیس

رام پور

۱۴۳ گلزار صدلقی۔ از غلام احمد ترکی
۱۴۴ صولت عثمانیہ
۱۴۵ سیرۃ الفاروق
۱۴۶ وقائع عالمگیر
۱۴۷ المامون معہ الجزیہ۔ مولانا شبلی
۱۴۸ لذات مسکین جلد اول از حضرت مسکین شاہ صاحب حیدرآبادی
۱۴۹ " جلد ثانی " "
۱۵۰ " جلد ثالث " "
۱۵۱ یادگار ضیغم
۱۵۲ کتاب حالات جرائم پیشہ از مسعود علی صاحب حیدرآبادی
۱۵۳ صحیفۂ آسمان نیابی
۱۵۴ سیاحت ... صاحب
۱۵۵ دیوان حضرت غوث اعظم رض
۱۵۶ تاریخ انگلستان از سید علی بلگرامی
۱۵۷ گلستان سخن دیوان ظہیر الدین خاں ظہیر دہلوی
۱۵۸ تذکرۂ اولیاء جلد اول از مرزا محمد اختر دہلوی تا جلد نہم

Marfat.com

۱۵۹ لاثانی اوستانی از خوشتی محمد صاحب
ریاست جموں و کشمیر
۱۶۰ تحفہ شائق از حافظ الہٰی بخش کانپوری
۱۶۱ نالہ رفعت از مولوی رفیع الدین بیدری
دکن۔
۱۶۲ انشائے مفیض۔ از حاجی غلام زین العابدین
صدر مدرس دارالعلوم حیدر آباد
۱۶۳ اخلاق محسنی
۱۶۴ تزک محبوبیہ
۱۶۵ لیلیٰ مجنوں از مرزا محمد تقی
۱۶۶ انشاء بہار ہند
۱۶۷ ہفت ضابطہ
۱۶۸ انشاء بہار عجم
۱۶۹ مجموعہ قصص
۱۷۰ انشاء جامی
۱۷۱ چوہے نامہ، بلی نامہ، افیونی نامہ معہ تصاویر
۱۷۲ دل سوختہ ذکی از نواب محمد ذکی خاں
۱۷۳ مفید نامہ
۱۷۴ انشاء خالق
۱۷۵ شیدا
۱۷۶ مینا بازار
۱۷۷ تاریخ جوبلی ۱۸۸۸ء
۱۷۸ خم خانہ جاوید جلد دوم

۱۷۹ تاریخ ہند از سید شاہ علی مخلص خورشید ۱۲۶۷
۱۸۰ جوہر ترکیب ۱۸۲۴ء
۱۸۱ شمس التواریخ حصہ چہارم
۱۸۲ مرثیہ مرزا دبیر
۱۸۳ سوانح حیات حضرت قادر ولی مدراسی
۱۸۴ اندر سبھا
۱۸۵ جغرافیہ ۱۸۸۶ء
۱۸۶ قواعد زور حصہ دوم ۱۸۸۷ء
۱۸۷ مسدس حالی
۱۸۸ صفوۃ الاعصار
۱۸۹ سرسید کی لائف
۱۹۰ نصر الباری صحیح بخاری
۱۹۱ الف لیلہ جلد اول دوم سوم چہارم معہ تصاویر
۱۹۲ کتاب انساب الخلافت
۱۹۳ رپورٹ مردم شماری حیدر آباد دکن ۱۸۹۱ء
۱۹۴ شاہنامہ فردوسی معہ تصاویر
۱۹۵ سلطان التواریخ
۱۹۶ شمس التواریخ حصہ دوم
۱۹۷ محبوب الرغائب
۱۹۸ کلمۃ الحقائق از ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ
۱۹۹ " " اکبر الدین صدیقی
۲۰۰ طالب علم کی ڈائری از الطاف علی بریلوی
۲۰۱ گلمس آف حیدر آباد۔ انگریزی

Marfat.com

۲۰۲ پکٹوریل حیدر آباد دکن جلد دوم انگریزی

۲۰۳ تاریخ قسطنطنیہ انگریزی

۲۰۴ تاریخ بہمنی انگریزی از پروفیسر ہارون خاں شروانی

فہرست رسائل خصوصی نمبر، سالانہ نمبر موجودہ کتب خانہ سید محمد بیدری ۱۹۶۴ء

۱ انتخاب لاجواب جون تا اکتوبر ۱۹۰۸ء کراچی

۲ کوہ نور اخبار لاہور۔ فروری لغایۃ مئی ۱۸۸۴ء

۳ طلسم حیرت مدارس ۱۸۹۶ء

۴ اخبار رفیق ہند لاہور جنوری ۱۸۸۴ء

۵ الہلال مولانا آزاد اکتوبر ۱۹۲۶ء

۶ رپورٹ علی گڑھ کالج ۱۹۰۳ء

۷ رپورٹ جشن سالگرہ آصف سادس ۱۸۹۶ء

۸ رپورٹ انٹرنیشنل کانگریس ۱۹۰۴ء

۹ سالانہ رپورٹ حیدر آباد دکن ریڈنگ روم ۱۸۸۸ء

۱۰ رسالہ الندوہ جون ۱۹۰۶ء

۱۱ جنتری نامی جوبلی نمبر ۱۹۱۲ء

۱۲ رپورٹ سالانہ انجمن امداد باہمی ۱۹۱۴ء حیدر آباد دکن

۱۳ رسالہ جات المعلم حیدر آباد دکن

۱۴ سب رس ادارہ نمبر ۱۹۶۱ء ادارہ ادبیات آزاد حیدر آباد دکن

۱۵ ادارہ ادبیات اردو ۱۹۵۸ء

۱۶ ایوانِ اردو نمبر ۱۹۶۰ء

۱۷ المغرب

۱۸ عزم ۱۹۶۲ء ۱۹۶۳ء

۱۹ نقاد اکتوبر ۶۲ء مستقل سالنامہ ۱۹۶۲ء

۲۰ نقوش لاہور نمبر

۲۱ اردو نامہ جولائی تا ستمبر ۱۹۶۲ء

۲۲ دکن ہسٹری کانفرنس حیدر آباد دکن ۱۹۴۵ء

۲۳ ماہِ نو سیرت نمبر ۱۹۶۳ء

۲۴ تحفہ محمدیہ ۱۳۱۲ھ

۲۵ قریشی میگزین ۱۹۰۶ء

۲۶ معلم صحت ۱۹۰۵ء

۲۷ العلم ایجوکیشنل کانفرنس اکاڈمی کراچی جولائی ۱۹۶۳ء اس پرچے میں نمبر ۵ نوادرات کے عنوان سے ندوی کا مقالہ اور [illegible] پر تبصرہ دیا گیا

Marfat.com

فہرست قدیم فرامین ، اسناد ، دستاویزات ، خطوط وغیرہ

موجودہ میوزیم سید محمد بیدری مورخ بابت ۱۹۶۴ء - کراچی

۱ نقل فرمان علی عادل شاہ ۱۰۷۱ھ بھالکی ضلع میسور سے متعلق ہے۔ مہر ثبت ہے

۲ سند عالمگیری ۱۰۸۰ھ ظفرآباد بیدر یک مہری

۳ دستاویز محمد ترک ۱۰۹۰ھ

۴ سند عالمگیری ۴۵ جلوس

۵ سند عالمگیری ۳۵ جلوس

۶ سند سلام اللہ خاں اعظم خاں ۹۹۴ھ

۷ سند عادل شاہی ۱۰۰۰ھ اخلاص خاں وغیرہ کی مہر ہے۔

۸ محضر نامہ دور شاہجہانی ۱۰۰۰ھ

۹ نقل سند ۱۰۸۳ھ ۴۲ جلوس شیخ محمد سجادہ نشین

۱۰ نقل فرمان سلطان محمود شاہ مدرسہ محمود گاوان بکسی تصویر بھی ہے

۱۱ سند عالمگیری۔ اسد اللہ خاں کی مہر ہے۔

۱۲ سند شاہ عالم بادشاہ غازی ۱۱۹۴ھ

۱۳ تین مہری سند آصف الدولہ ۱۰۶۴ھ

۱۴ دستاویزات حضرت خواجہ ابوالفیض ۱۱۰۰ھ

۱۵ دستاویز اقرارنامہ (۷) مہری ۱۱۴۰ھ

۱۶ سند غازی الدین خاں فیروز جنگ ۱۱۰۰ھ

۱۷ شجرہ خلافت یک مہری حضرت خواجہ بندہ نواز ۱۱۸۲ھ

۱۸ شجرہ نواب ارسطو جاہ بہادر

۱۹ شجرہ خلافت ۱۱۳۳ھ

۲۰ سند احمد شاہ غازی ۱۱۶۱ھ

۲۱ سند عہد عالمگیری ۱۰۴۹ھ

۲۲ سند فتح اللہ خاں شاہ عالم بادشاہ غازی ۱۱۹۸ھ

۲۳ سند شاہ عالم بادشاہ غازی ۱۱۹۲ھ

۲۴ سند امیر الممالک ۱۱۷۰ھ

۲۵ سند نواب رکن الدولہ ۱۱۴۹ھ

۲۶ سند یک مہری مفتی برہان الدین راجہ خوشحال چند ۱۲۴۹ھ

۲۷ سند راجہ چند ولال ۱۲۴۷ھ

۲۸ تین مہری سند شاہ عالم بادشاہ غازی نظام علی خاں صمصام الملک بہادر ۱۱۷۶ھ

۲۹ محضرنامہ متعلقہ درگاہ حضرت تاج الدین راجہ ناگ سردار کلیانی دکن

۳۰ اقرارنامہ سید ہدایت علی ۱۲۶۸ھ

۳۱ تین سند راجہ ناگ سردار کلیانی دکن

۳۲ شہادت نامہ اعظم شاہ حضرت منصور عارف قاضی نظام تلنگانہ دکن

۳۳ دستاویز یک مہری بنام کھیاجی تعال بیدر دکن ۹۶

Marfat.com

۳۴ نقل سادہ ۱۲۲۹ھ قلعہ سید سند بنام قربان علی خاں

۳۵ سند ۱۱۵۶ھ محمد اسلم خاں دیوان پرگنہ چیت سرکار بیجاپور

۳۶ انگریزی سند بنام فخر الدین الیاس ۱۲۷۷ھ حیدرآباد دکن

۳۷ سند منتری مفتی محمد فخر الدین ۱۲۵۹ھ

۳۸ اصل خط مفتی بدرالدولہ بہادر

۳۹ سند ۱۱۷۹ھ عرضی وغیرہ

۴۰ نکاح سے متعلق تین مہری دستاویز شاہ محمد قادری وغیرہ

۴۱ دو عربی دستاویز شاہ احمد حسین بخش ۱۲۷۷ھ

۴۲ ایک مہری دستاویز شاہ معروف حسین قادری ۱۲؟ھ

۴۳ سند ایک مہری عبد الواسع ۱۱۴۳ھ قصبہ کوہیر

۴۴ سند ایک مہری خادم الرفاعی ۱۱۵۰ھ ۲۱ ۱۱ھ

۴۵ تحریر قدیم بر برگ تاڑ

۴۶ سند ایک مہری ۱۲۲۱ھ

۴۷ سند قاضی معین الاسلام خاں ۱۲۰۰ھ قاضی حیدرآباد دکن

۴۸ سند ایک مہری بیدر ۱۲۳۶ھ

۴۹ سند محمد امراء اللہ خاں ۱۲۳۰ھ خادم شرح فصیح اللہ

۵۰ نو مہری دستاویز مولانا محمد ترک ۱۲۲۹ھ کوہیر

۵۱ شجرہ خلافت شاہ انوار اللہ قادری تلنگہ۔

۵۲ سند شیخ محمد سجادہ نشین ۱۰۸۲ھ

۵۳ اصل تحریر شاہ کلیم اللہ گلبرگہ۔

مثنوی سیف الملوک (مترجم)

ملتانی بہاولپوری زبان کے قدیم شاعر مولوی لطف علی کی مشہور مثنوی سیف الملوک کا ترجمہ اردو میں محمد بشیر احمد ظامی نے کیا ہے اسمیں اشعار کی شرح کے علاوہ الفاظ اور محاوروں کی تشریح بھی کی گئی ہے۔

شروع میں مترجم نے مولوی لطف علی کی زندگی کے حالات اور شاعری کی خوبیوں پر سیر حاصل بحث کیا ہے۔ قیمت فی جلد (مجلد) سات روپے
(غیر مجلد) پانچ روپے

ملنے کا پتہ

دفتر اردو اکیڈمی بہاولپور

Marfat.com

کتب خانہ مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی کے مخطوطات

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی
(نائب الشیخ)
جامعہ اسلامیہ بہاولپور

مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی کا مشہور مدرسہ ہے جس نے اس گئے گذرے دور میں دین اور دینی تعلیم کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں اس دیار میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ مدرسہ کا نصاب تعلیم تھوڑے تغیر کے ساتھ وہی درس نظامی کا مروجہ نصاب ہے اس کی تاسیس ۱۳۰۲ھ میں مولانا عبداللہ صاحب مرحوم کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ جب سے لے کر آج تک شہر کراچی میں یہی واحد دینی درسگاہ ہے جو طلبۂ علوم دینیہ کے لئے شمع فروزاں کا کام دے رہی ہے۔ مدرسہ کے موجودہ مہتمم مولانا مفتی محمد صادق صاحب دامت برکاتہم ایک سن رسیدہ بزرگ ہیں جو بانی مدرسہ کے صاحبزادے اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ مولانا نہایت ہی نیک دل متواضع اور با اخلاق عالم ہیں جنہیں دیکھ کر پرانے بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی ہے مولانا

Marfat.com

کے عہد میں مدرسہ نے ترقی کی بہت سی منزلیں طے کی ہیں ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آج کل مسلمانوں نے دینی تعلیم اور مدارس دینیہ کی طرف سے جو بے توجہی اختیار کر رکھی ہے اس سے کھٹکا ہوتا ہے کہ خدانخواستہ کہیں لادینی کے موجودہ بے پناہ طوفان میں یہ دینی علوم کی ٹمٹماتی ہوئی شمعیں گل نہ ہو جائیں۔ فاللہ خیر حافظاً وھو ارحم الراحمین۔

مدرسہ میں سینکڑوں درسی کتابوں کے علاوہ جو کہ طلباء کے لئے مخصوص ہیں ایک اچھا خاصہ کتب خانہ بھی ہے۔ جس میں مختلف علوم و فنون کی تقریباً چار ہزار کتابیں ہیں جو مسجد کی بالائی عمارت میں الماریوں کے اندر قرینہ سے رکھی ہوئی ہیں۔ کتابوں کی فہرست فن وار حروف تہجی پر ترتیب ہے مخطوطات کی تعداد ۱۲۷ ہے۔ جن میں سے قابل ذکر کتابوں کے متعلق تفصیلی معلومات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں

ان کتابوں کا انتخاب یا توان کی ندرت کی بنا پر ہے مثلاً فرقہ زیدیہ کی کتابیں اس دیار میں ناپید ہیں۔ یا اس لحاظ سے ہے کہ وہ کسی مشہور عالم کی نقل کردہ ہے یا اس کے زیر مطالعہ رہ چکی ہے یا وہ خود مصنف کا اصل نسخہ ہے یا اس سے منقول ہے۔

(۱) **التعلیقۃ علی الثلاثین المسئلہ** تالیف الشیخ شمس الدین احمد بن الحسن الرصاص بقلم احمد بن ابراہیم الغذاری۔ تقطیع متوسط۔ تعداد اوراق ۱۴۱ خط واضح سنہ کتابت ۱۰۴۲ھ ہے۔ ذرا کرم خوردہ بھی ہے۔ یہ کتب خانہ کا سب سے قدیم مخطوطہ ہے۔

مصنف یمن کا کوئی زیدی عالم ہے جس نے زیدیہ کے اصول عقائد میں تیس مسائل کی شرح لکھی ہے۔ یہ مسائل تین قسم کے ہیں دس توحید سے متعلق ہیں دس عدل کے بارے میں ہیں اور دس میں وعد و وعید کا بیان ہے۔ مسائل علی الترتیب حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ اس عالم کا ایک صانع ہے۔ جس نے اس کو بنایا ہے۔ اور مدبر ہے جو اس کی تدبیر فرماتا ہے

۲۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے

۳۔ اللہ سبحانہ عالم ہے

۴۔ اللہ تعالیٰ حی ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ قدیم ہے۔

Marfat.com

۷۔ اللہ تعالیٰ کسی شے کے مشابہ نہیں یا اللہ تعالیٰ کا کوئی شبہ نہیں۔
۸۔ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔
۹۔ اللہ تعالیٰ کا نہ دنیا میں آنکھوں سے دیدار ہو سکتا ہے اور نہ آخرت میں ہوگا۔
۱۰۔ اللہ تعالیٰ واحد ہے نہ قدم میں کوئی اس کا شریک ہے نہ الوہیت میں۔
۱۱۔ اللہ تعالیٰ عادل اور حکیم ہے، اس کے افعال میں ظلم نہیں ہے نہ وہ عبث ہیں، ان میں سقاہت یا اور کسی قسم کی برائی نہیں ہے۔
۱۲۔ بندوں کے اچھے برے افعال بندوں ہی کی طرف ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔
۱۳۔ یہ کہنا جائز نہیں کہ معاصی قضا و قدر الٰہی سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔
۱۴۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو تکلیف مالا یطاق نہیں دیتا۔
۱۵۔ اللہ تعالیٰ بغیر عمل کے کسی کو ثواب نہیں دیتا اور بغیر گناہ کے کسی کو عقاب نہیں کرتا۔
۱۶۔ اللہ تعالیٰ ظلم کا ارادہ نہیں کرتا۔ کفر سے راضی نہیں۔ اور فساد کو پسند نہیں کرتا۔
۱۷۔ جو نقصانات اور مصیبتیں بچوں، دیوانوں نیز ان لوگوں پر نازل ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش و امتحان میں ڈالے جاتے ہیں۔ ان کا بدلا ملنا، نیز ان سے عبرت حاصل ہونا ضروری ہے۔
۱۸۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔
۱۹۔ قرآن جو کلام اللہ ہے مخلوق ہے۔
۲۰۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی صادق ہیں۔
۲۱۔ جن مومنین سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے ان میں سے جو کوئی تائب ہو کر مریگا اور کسی کبیرہ پر اس کو اصرار نہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔
۲۲۔ جن فساق سے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی وعید فرمائی ہے ان میں سے جو کوئی اپنے فسق پر مصر ہوگا اور بغیر توبہ کئے مریگا۔ وہ دوزخ میں جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیگا۔
۲۳۔ جن کفار سے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی وعید فرمائی ہے ان میں سے جو کوئی اپنے کفر پر مصر

Marfat.com

اس سے توبہ کیے بغیر مر گیا وہ آگ میں جلے گا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیگا۔

۲۴۔ اس امت میں جو لوگ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہیں وہ فساق و فجار سے موسوم ہیں نہ وہ مومنین کہلائیں گے نہ منافقین اور نہ کفار۔

۲۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مستحق نار کفار و فساق کے حق میں نہ ہو گی۔ صرف مومنین کے حق میں ہو گی جس کے ذریعہ ....

.... اللہ تعالیٰ .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی فرمائے گا۔

۲۶۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں جبکہ ان کی شرطیں مکمل طور پر موجود ہوں بقدر طاقت و امکان واجب ہیں۔

۲۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام امام بلافصل ہیں۔

۲۸-۲۹۔ امام حسن و امام حسین علیہما السلام اپنے باپ کے بعد یکے بعد دیگرے امام ہیں۔

۳۰۔ حسن و حسین علیہما السلام کے بعد ان دونوں کی اولاد میں سے جس نے بھی اٹھ کر امامت کا دعویٰ کیا اور صفات امامت کا جامع ہوا امامت اسی کی ہے۔ امامت کی دوازدہ صفات حسب ذیل ہیں (۱) علم (۲) ورع (۳) فضل (۴) شجاعت (۵) سخاوت (۶) قوت تدابیر (۷) .... (۸) مرد ہونا (۹) بالغ ہونا (۱۰) عاقل ہونا (۱۰) آزاد ہونا (۱۱) حسنین رض کی اولاد .... سے ہو (۱۲) اس سے پہلے کسی امام کی دعوت کا قبول نہ کیا ہو۔

یہ وہ نفیس مسائل ہیں جو زیدیہ کے اہمات عقائد کی بنا پر .... دوسرے .... فرقوں سے جدا اور ممیز نظر آتے ہیں۔ یہ عقائد معتزلہ سے ماخوذ ہیں چنانچہ مصنف نے .... میں جابجا ابو علی جبائی، ابو ہاشم، جاحظ، ابوالقاسم بلخی وغیرہ علماء معتزلہ کے اقوال کو بیان کیا ہے اور ان کا نام نہایت عظمت سے لیا ہے۔ کہیں علماء اہل اصول الدین کے شاندار الفاظ ان کے لیے استعمال کیے ہیں اور کہیں ان کو اصحاب المعارف کا لقب دیا ہے۔ کتاب میں دلائل کا بیان سرسری ہے تاہم زیدی عقائد سے واقفیت کے لئے اچھا خاصہ رسالہ ہے

Marfat.com

. . . . آخر میں کاتب کی طرف سے یہ عبارت تحریر ہے۔

تمت التعليقة المباركة بحمد الله ومنه وتوفيقه فله الحمد كثيرا بكرة واصيلا وافق الفراغ منها يوم تاسع وعشرين من شهر القعدة الحرام الذى هو من شهور ۱۰۴۲ من الهجرة النبوية على صاحبها افضل الصلوة والتسليم. بخط الفقير الخائف من عذاب الله البارى احمد بن ابراهيم بن محمد الفدارى غفر الله له ولوالده وللمسلمين ولمن قال امين

۲۔ شرح التكملة للاحكام والتصفية من بواطن الاثام تصنیف جمال الدین علی بن زید تقطیع متوسط تعداد اوراق (۲۵) کرم خوردہ ہے اور التعلیقة علی الثلاثین ہی کے ساتھ مجلد ہے اور اسی کاتب کے قلم کی لکھی ہوئی ہے۔ التکملة للاحکام فن اخلاق کا متن ہے اور یہ کتاب اس کی شرح ہے۔ ماتن اور شارح دونوں مسلک کے زیدی ہیں۔ شارح نے جا بجا ائمہ زیدیہ کے اقوال سے استناد کیا ہے اور حدیثیں سب بلا سند بیان کی ہیں۔ ماتن نے کتاب کی ابتداء اس طرح کی ہے۔

اعلم ان الفقه الاصطلاحى هو العلم بالاحكام الشرعية العملية المستدل على اعيانها بحيث لا يعلم ضرورة لكل احد من الناس وانما تكلم المصنفون فى الفروع منه على احكام افعال الجوارح دون افعال القلوب وقد جعل الله محرماتها شطرا حيث قال وذروا ظاهر الاثم وباطنه فوجب ان يجعل لها فى ابواب علم الحلال بابا يتضمن تفصيلها بحقائقها وتفريعا تها وهذا الباب اهم من غيره اذ لا يعرى مكلف بالشرعيات عن التكليف به۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ شریعت میں قلب کے جن افعال کی حرمت بیان کی گئی ہے وہ سترہ ہیں پھر بالتفصیل ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ فصل میں بیان کیا ہے۔ یہ سترہ افعال ممنوعہ حسب ذیل ہیں؛

Marfat.com

(۱) کبر (۲) عجب (۳) ریا (۴) فخر و مباہات (۵) مکاثرت یعنی مال وزر کی کثرت میں مقابلہ (۶) حسد (۷) بغض و کینہ (۸) سوء ظن (۹) موالات و معادات لغیر اللہ۔ یعنی دنیا کے لئے دوستی اور دشمنی (۱۰) بیجا حمیت (۱۱) مداہنت یعنی دینی امور کے بارے میں بے جا نرمی (۱۲) حب دنیا (۱۳) بزدلی (۱۴) بخل (۱۵) اسراف (۱۶) اترانا (۱۷) جزع و فزع۔

خاتمہ پر کاتب کی یہ عبارت ہے۔ وکان الفراغ من رقمہ وقت العصر یوم الثلاث یوم ۲ و ۲ فی شہر الحجۃ الحرام الذی ہو من شہور سنۃ ۱۰۴۲ من الہجرۃ النبویہ علی صاحبہا افضل الصلوات والتسلیم بخط العبد الفقیر الخائف من عذاب الباری احمد بن ابراہیم بن محمد بن حسن القذاری غفر اللہ لہ ولاخوانہ المومنین ولجمیع المسلمین ولمن قال آمین۔

۳۔ الارشاد الی نجاۃ العباد تالیف فخر الدین عبد اللہ بن زید تعداد اوراق ۲۲۷، تقطیع متوسط نہایت ہی کرم خوردہ ہے۔ التعلیقہ کے ساتھ مجلد ہے اور اسی کاتب کی لکھی ہوئی ہے۔

یہ کتاب اخلاق عقائد اور فقہ سب پر جامع ہے، اور مصنف یمن کا زیدی عالم ہے۔ کتاب کی ابتداء ان الفاظ سے کی اللھم انی معترف لک بالعبودیۃ الخ آگے چل کر دیباچہ میں لکھتے ہیں: اعلم ایہا الطالب ان نجاۃ العبد انما یحصل بطاعتہ سیدہ وانقیادہ لمولاہ فی امرہ ونہیہ فاذا النجاۃ انما تحصل بامرین احدھما الایقاد للاولہ الا لوھیۃ ثم حسب ما اقتضتہ ثم ثانی الانقیاد پھر موضوع کتاب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فلہذا ینبغی ان یقع الارشاد الی ما یصلح ان تعانتہ بہ العباد فہما قسمان قسم المعاشرۃ مع الخالق وقسم المعاشرۃ مع المخلوق وان کان یرجع الی باب المعاشرۃ مع الخالق ولکن بانقیادہ عباد فی جمیع المراد فتنقسم ذلک ثلاثۃ اقسام قسم اول وھو تہذیب النفس بترک المناہی علی الجملۃ وقسم ثان وھو تہذیب النفس بالطاعۃ للہ تعالی فی المعاشرۃ من خلقہ وقسم ثالث وھو تہذیب النفس بالخضوع للہ تعالی فی جمیع اوامرہ۔

پھر قسم اول پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اعلم ان تہذیب النفس وتطہیرھا لا یحصل الا بترک المعاصی والمعاصی انما تقع بالجوارح الظاہرۃ سبعۃ وھی

Marfat.com

العین والاذن واللسان والید والبطن والفرج والرجل فہذہ الاعضاء ہی التی یحدث منہا الخیر والشر وبسببہا یقع النفع والضر وعلیہا قیم واحد وھو رئیسہا وسببہ، نصدر افعالہا، ھو القلب فانہا اذا اصلح صلحت کلہا واذا فسد فسدت باجمعہا۔

پھر مصنف نے علی الترتیب ان اعضاء ہشتگانہ کے آفات و معاصی کو ۲۳ اوراق میں تفصیل وار بیان کیا ہے۔ یہ قسم ذمائم اخلاق کے بیان پر مشتمل ہے اور دوسری قسم یعنی تہذیب النفس بحسن الخلق مع المخلوق میں محاسن اخلاق اور حسن معاشرت کا تفصیلی بیان ہے .....

. . . .

اور قسم ثالث یعنی تہذیب النفس بالخضوع للہ تعالیٰ میں اوامر و عبادات کو تفصیل سے پیش کیا ہے۔ چنانچہ قسم ثالث کے موضوع بحث کو بیان کرتے ہوئے تحریر ہے۔ فاعلم ان اصول التکلیف خمسۃ احدھا التقرب الی اللہ تعالیٰ بمعرفتہ و توحیدہ و عدلہ وثانیھا التقرب الیہ بالصلوۃ وثالثہا التقرب الیہ بالزکوٰۃ ورابعھا التقرب الی اللہ تعالیٰ بمعرفتہ و توحیدہ وعدلہ۔ ثانیھا فالتقرب الیہ بالصلوۃ وثالثھا التقرب الیہ بالزکوٰۃ ورابعھا التقرب الیہ بالصیام وخامسھا التقرب الیہ بالحج پہلے اصول یعنی التقرب الی اللہ بمعرفتہ و توحید و عدلہ کے سلسلہ میں عقائد کا تفصیلی بیان ہے کتاب کے آخیر میں ایک فصل اہل بیت کے ذکر میں ہے جس میں ائمہ زیدیہ کی امامت کا ثبوت ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ زیدیہ کی احیاء العلوم ہے یہ کتاب ۶۳۲ھ کی تالیف ہے خاتمہ میں مصنف نے تصریح کی ہے فرغت من ھذا التصنیف یوم الجمعۃ آخر جمعۃ ربیع الآخر من شہور سنہ ۶۳۲ اثنتین وثلثین وستمائۃ والحمد للہ۔ وصلی اللہ علی محمد والہ وسلم۔

کاتب نے تاریخ کتابت یہ درج کی ہے :۔ فرغت من ھذہ النسخۃ المبارکۃ ضحوۃ یوم الاحد وھو الیوم الخامس والعشرون من شہر جمادی الاولیٰ الذی ھو من

Marfat.com

شہور سنہ ۱۲۰۲ھ من الہجرۃ النبویۃ علی صاحبہا افضل الصلوات والتسلیم بخط العبد الفقیر الی کرم الملیک الغنی القدیر وعفوہ المرجو من کل صغیر وکبیر احمد بن ابراہیم بن محمد الفداری دفقہ اللہ بحسن الخاتمۃ

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا یہ تینوں کتابیں ایک ساتھ مجلد ہیں اور ایک ہی کاتب کے قلم کی لکھی ہوئی ہیں۔ اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یمن کے شاہی خاندان کے ارکان نیز اکابر علماء زیدیہ کے مطالعہ اور ملکیت میں رہ چکا ہے۔

سرورق پر دو تحریریں ہیں (۱) الحمد للہ رب العلمین فی تولیۃ العبد الفقیر الی اللہ المتوکل علی اللہ رب العلمین القسم بن الحسین بن امیر المومنین وفقہ اللہ وتولاہ بمعونتہ وشملہ رضوانہ بحق محمد وآلہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم۔ (۲) فی ملک العبد الفقیر الی اللہ تعالی الغنی بہ عمن سواہ احمد بن علی بن احمد بن محمد ابن عز بن الہادی علی السلفی لطف اللہ بہ آمین

اسی طرح اخیر ورق پر بھی کچھ علماء کے دستخط ہیں مگر وہ اچھی طرح پڑھے نہیں جاسکتے

۴ ھدایۃ المرید بجوھرۃ التوحید از علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابراہیم المعروف لشرح الجوھرۃ الصغیر اللقانی المالکی المتوفی سنہ ۱۰۴۱ھ تقطیع خورد اوراق ۲۶۰۔ دو ورق (۴ و ۵) بیچ سے غائب ہیں۔ خط نہایت پختہ صاف اور واضح ہے پوری کتاب میں کہیں قلم نہیں بدلا ہے۔ کتابت ۲۷ محرم سنہ ۱۰۸۶ھ کو تمام ہوئی

مصنف مصر کے مشہور محدث اور اکابر علماء میں سے ہیں۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی کے شاگرد ہیں جوھرۃ التوحید علم عقائد و کلام میں علامہ موصوف کا مشہور عام اور مقبول نام منظومہ ہے۔ علامہ نے خود ہی بمصداق ع تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں اس منظومہ پر تین شرحیں لکھی ہیں۔ کبیر متوسط اور صغیر۔ شرح کبیر کا نام عمدۃ المرید ہے۔ شرح متوسط جو کبیر کی تلخیص ہے تلخیص التجرید لعمدۃ المرید سے موسوم ہے۔ یہ شیخ قاضی زادہ کے لئے تالیف کی گئی تھی اور پیش نظر کتاب۔ ہدایۃ المرید تیسری شرح ہے جو صغیر کہلاتی ہے۔

جوہرۃ التوحید کا پہلا شعر یہ ہے۔

Marfat.com

الحمد للہ علی صلاتہ ثم سلام اللہ مع صلاتہ

ہدایۃ المرید کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین و صلی اللہ علی نبیہ صاحب الخلق العظیم والدین القویم والمنہج المستقیم و علی الہ وصحبہ اھل المجد والعظیم۔

ملا کاتب چلپی مصطفی بن عبد اللہ معروف بحاجی خلیفہ المتوفی ۱۰۶۷ھ نے اپنی مشہور تصنیف کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون میں لکھا ہے کہ تلخیص التجرید کی تصنیف سے مصنف کو محرم ۱۰۳۵ھ کو فراغت حاصل ہوئی مگر ہدایۃ المرید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تلخیص التجرید، ہدایۃ المرید سے پہلے کی تصنیف ہے دیباچہ میں رقمطراز ہیں۔

اما بعد فان افضل العلوم علم دین اللہ وشرائعہ فان بہ حفظ الایمان والاسلام الذین ھما من اجل ودائعہ وافضلہ علم العقائد الدینیۃ فان بہ یھتدی المکلف الی المسالک السنیہ ویرتقی الی المراتب السنیۃ وقد وضعت فیہ منظومۃ المسماۃ بجوھرۃ التوحید وشرحتھا قبل ھذا شرحین جلیلین احدھما عمدۃ المرید وثانیھما تلخیص التجرید ثم ادرکتنی رحمۃ الضعاف نثنی عنان القلم الیھم حب الاسعاف حین طلب منی جماعۃ من الاخوان وجملۃ من الخلان شرحا لھا لا یکون قاصرا عن افادۃ القاصرین خالیا عن الاسھاب والاطناب وعما یصعب فھمہ من الایجاز عن المبتدین وغیر الممارسین لیعم نفعھا العباد ویتفرغ لہ العباد وبتعاطاہ الحضری والباد فاجبتھم الی ذلک واثقا باقدار الکریم المالک بھدایۃ المرید بجوھرۃ التوحید واللہ اسئل ان ینفع بہ العباد وان یلابہ الاقطار والبلاد الخ اور ہدایۃ المرید کی تصنیف کا سال فراغت خود مصنف نے ۱۰۱۹ھ بیان کیا ہے۔

یہ شرح اگرچہ صغیر کہلاتی ہے مگر درحقیقت جن محققانہ مباحث کی یہ حامل ہے اس اعتبار سے اگر اس کو کبیر کہا جائے تو بجا ہے کتاب کے ہر صفحہ سے مصنف کی جلالت علمی اور شان تبحر نمایاں ہے۔

اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے نسخہ سے منقول ہے اس کا ناقل بھی کوئی بڑا عالم

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے نسخہ صحت کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ خاتمہ میں مرقوم ہے۔

هذا آخر ما فی نسخة المؤلف رحمه الله رحمة واسعة واسكنه فراديس الجنان
بعون الله الرحيم الرحمن ووجد فيها كان الفراغ من جمعها غرة شهر
صفر الخير ثانی شهور تسع وعشر والف وفيه علقه جامعه الحقير ابراهيم
اللقانی المالكی بيده الفانية وفكرته الفاترة الوانية يرجو من الله
قبوله والى اعالی الدرجات وصوله انتهى وعلقه بيده الفانية
افقر العباد لربه واحوجهم اليه محمد بن الحاج حسن بن علی العاصمی
بلد الشافعی مذهبا وكان الفراغ من نسخه يوم الثلاث المبارك
سابع عشرين المحرم من شهور سنة ۱۰۸۶ھ ست وثمانين والف من الهجرة
النبوية على صاحبها افضل الصلاة والسلام۔

اس نسخہ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی علیہ الرحمۃ کے خاندان کی تولیت میں وقف چلا آیا ہے۔ چنانچہ موصوف کے ہر دو صاحبزادگان مخدوم عبدالرحمٰن اور مخدوم عبداللطیف کے اس پر دستخط ثبت ہیں اور مخدوم محمد ابراہیم بن مخدوم عبداللطیف کی اس پر مہر ہے جو اب مٹ جانے کے سبب پڑھی نہیں جاتی۔ چنانچہ سرورق پر تحریر ہے۔

ثانی الحال بشراء صحیحۃ شرعیہ ہر یہ عی (اس کے بعد ورق کا حاشیہ کٹ گیا ہے اس لئے کچھ پتہ نہیں چلتا کیا لفظ ہے) وقف کردہ شد

الفقیر عبدالرحمٰن حررہ الفقیر عبداللطیف

و تولیتہما کان لہما فلما توفی المخدوم عبدالرحمٰن المرحوم نصر دولاینہ الی المخدوم عبداللطیف المرحوم وھو ملاقی ھذا الکتاب (اس کے بعد مہر کا نشان ہے)

۵۔ **مطول** از علامہ سعدالدین مسعود بن عمر التفتازانی المتوفی ۷۹۲ھ تقطیع کلاں
تعداد اوراق ۲۳۰ سنہ کتابت ۱۰۹۰ھ

یہ علم بلاغت کی مشہور عام معرکۃ الآرا کتاب ہے جو مصنف کے عہد سے لے کر

Marfat.com

آج تک داخل درس ہے۔ اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ پوری کتاب مخدوم عنایت اللہ بن فضل اللہ المتوفی ۱۱۴۲ھ کے قلم کی لکھی ہوئی ہے جو مخدوم ملا معین ٹھٹھوی صاحب دراسات اللبیب کے استاد ہیں مخدوم عنایت اللہ کا خاندان علم و فضل کا خاندان ہے ان کا سلسلہ نسب تیرہ واسطوں سے حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے مل جاتا ہے میر علی شیر قانع نے تحفۃ الکرام میں ان کا تذکرہ کیا ہے کتاب کا پہلا ورق کسی اور کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس نسخہ پر بکثرت حواشی ہیں جن کا بیشتر حصہ مطول کے دوسرے مشہور حواشی سے التقاط کر کے لکھا گیا ہے ان حواشی کا بڑا حصہ بھی موصوف ہی کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ آخیر ورق پر مخدوم ابراہیم کا اپنا حاشیہ لکھا ہوا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ مخدوم محمد ہاشم کے خاندان کے مطالعہ میں بھی رہ چکا ہے۔

خاتمہ پر یہ عبارت مرقوم ہے۔

ثم تحریر الکتاب المسمی بالمطول بید الفقیر الحقیر عنایت اللہ ولد فضل اللہ بعنایۃ اللہ تعالیٰ وکرمہ وحسن توفیقہ وقت الضحوۃ من یوم الخمیس الرابع من الشھر المبارک شھر شعبان المعظم فی سلک شھور سنہ ۱۰۹ تسعین والف من من الھجرۃ المبارکۃ المصطفویہ صلی اللہ علی صاحبھا ما دام الدھر باقیا وعلیٰ آلہ واصحابہ ما دام الفلک دائرا اللھم اغفر لکاتبہ ولاسائذتہ ولاباءہ بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم آمین

(۶) التوضیح فی حل غوامض التنقیح از علامہ فقیہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ المتوفی ۷۴۷ھ تقطیع خورد، تعداد اوراق نہایت خوش خط ہے ۱۱۸۲ھ میں اس کی کتابت ہوئی ہے۔

یہ اصول فقہ کی مشہور و معروف کتاب ہے اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مخدوم ابراہیم کے زیر مطالعہ رہ چکا ہے۔ اور نیز سے ورق پر مخدوم موصوف کے ہاتھ کا اپنا لکھا ہوا حاشیہ بھی موجود ہے۔ اس نسخہ پر جا بجا مخدوم رحمت اللہ سندی اور مخدوم عبد الرزاق اور مخدوم وجیہ الدین علوی گجراتی اور نور اللہ کی شروح سے التقاط کر کے حواشی درج کئے گئے ہیں

Marfat.com

۷۔ **جامع الفصولین** از علامہ فقیہ بدرالدین محمود بن اسرائیل الشہیر بقاضی سماونہ المتوفی ۸۱۸ھ تقطیع متوسط تعداد اوراق ۲۶۷، کتابت واضح اور صاف، خط نستعلیق ہے سنہ کتابت درج نہیں ہے۔

سماونہ بلاد روم کا ایک قلعہ ہے جہاں مصنف کی ولادت ہوئی تھی۔ ان کے والد اس زمانے میں وہاں کے قاضی تھے۔ کتاب مذکور فصول محمد بن محمود الاسنروشنی المتوفی ۶۳۲ھ اور فصول عماد الدین دونوں کی جامع ہے اور فقہ کے صرف معاملات سے مخصوص ہے۔ فصل خصومات و دعاوی کا بیان اس کا موضوع ہے تصنیف اور مصنف دونوں مشہور و معتبر ہیں اور کتاب فقہا میں دائر سائر ہے نسخہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔ اور اہل علم کے مطالعہ میں رہ چکا ہے۔ آخر میں لطف اللہ کی مہر ہے جس کا ۱۱۹۳ھ ہے گو مخدوم ابراہیم کے دستخط موجود نہیں مگر میری رائے میں اس کے حواشی پر جو فوائد ثبت ہیں وہ مخدوم موصوف ہی کے قلم کے مرہونِ منت ہیں۔

۸۔ **خیر التجارب** (فارسی) از نواب خیر اندیش خان، تقطیع متوسط۔ خط واضح اور صاف۔

یہ فنِ طب میں ہے۔ آخر کتاب میں مرقوم ہے۔

"نسخہ خیر التجارب کہ نواب خیر اندیش خان فوجدار اتاوا دار بریلی وغیرہ از جمیع طب ہا دارد ہائے بہ تجربہ رسانیدہ اسم کتاب رابدیں نام موسوم ساختہ۔ راقم ایں کتاب الٰہی بخش متوطن کیرانہ تحریر ساختہ بتاریخ پنجم شہر رجب شاہ عالم بہادر بادشاہ غازی"

۹۔ **دیوان قتیل** (فارسی) تقطیع متوسط۔ خط واضح، کرم خوردہ نہایت ہی شکستہ حالت میں ہے اول سے کچھ اوراق بھی غائب ہیں۔ موجود نسخہ میں پہلی غزل کا مطلع یہ ہے۔

افگندہ بعارض زادا زلف دوتارا   آنی تو کہ برہم زدہ سلسلہ ہا را

اور دیوان کی آخری غزل کا مقطع یہ ہے۔

چو پرپاش قتیل افتاد فرمود   گذشتم زیں سلام روستائی

۱۰۔ **فرہنگ رشید فارسی** (لغت) از مخدوم ملا عبد الرشید الحسینی التتوی

Marfat.com

تقطیع خورد، تعداد اوراق (۲۰۴) کتابت باریک اور نہایت ردی ہے۔ کرم خوردہ اور سقیم حالت میں ہے اور ورق ۱۶۰ سے ناقابل استعمال سی ہے کتابت ۱۱۶۶ھ میں ہوئی ہے تصنیف اور مصنف دونوں مشہور و معروف ہیں۔

۱۱۔ **ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب الاربعۃ المتناسبات** از علامہ مخدوم عبداللطیف بن علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی سندی۔ تقطیع خورد، تعداد اوراق (۴۹۷) خط واضح اور صاف۔ کتابت ۱۰ ربیع الاول ۱۲۹۱ھ کو تمام ہوئی۔

یہ کتاب دراسات کے جواب میں لکھی گئی ہے جو ملا معین سندی کی تصنیف ہے۔ مخدوم ملا معین ٹھٹوی سندی المتوفی ۱۱۶۱ھ[1] مشہور عالم ہیں آپ کچھ عجیب آزاد مشرب بزرگ ہیں ایک طرف آپ اہل بیت کی محبت میں اس درجہ چور ہیں کہ ماتم حسین میں نوحہ زن و سینہ کوب ہیں حضرت معاویہؓ کی تنقیص میں پیش پیش ہیں۔ مروان کو کافر سمجھتے ہیں ابوطالب کے ایمان کے قائل ہیں۔ تفضیل کا معیار آپ کے یہاں بالکل الٹا۔ حضرت علیؓ سب امت میں افضل ہیں پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت عمرؓ کا درجہ ہے اور ان خلفاء ثلاثہ کے بعد پھر حضرت ابوبکرؓ کا مرتبہ ہے حضرت فاطمہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکہ کا وارث مانتے ہیں۔ دوسری طرف وحدت وجود کے عارف ہیں اور قوالی کے ایسے رسیا کہ محفل سماع ہی میں جاں بحق ہو گئے۔ ابن عربیؒ کے عاشق تھے اور ابن تیمیہؒ کے دشمن۔ اس پر طرہ یہ کہ عمل بالحدیث کے بہت زور شور سے داعی بھی ہیں۔ اور تقلید مذاہب اربعہ کے منکر بھی۔ سچ ہے۔

در کف جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

* دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب" مخدوم موصوف کا شاہکار ہے جس میں عمل بالحدیث اور ترک تقلید کی دعوت کا صور آپ نے اس بلند آہنگی اور دراز نفسی سے پھونکا کہ فقہاء عصر کے

---

[1] محمد محسن ٹھٹوی نے مصرعہ تاریخ کہا ہے ع۔ معین دین احمد رفت صد حیف۔ میر علی شیر قانع نے تحفۃ الکرام اور مقالات الشعراء میں ان کا سنہ وفات یہی لکھا ہے۔ تحفۃ الکرام چھپ چکی ہے اور مقالات الشعراء کا قلمی نسخہ مولانا دین محمد صاحب وفائی مرحوم مدیر توحید کے یہاں نظر سے گذرا ہے۔ تکملہ و تذییل مقدمہ نصب الرایہ میں ان کا سنہ وفات ۱۱۸۰ھ مذکور ہے صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

کے ایوانِ علم میں زلزلہ آگیا۔ بڑے بڑے لوگ ہل گئے۔ کتاب مذکور زبان بیان۔ انشاء زور استدلال ہراعتبار سے فائق اور مخدوم مذکور کی جلالت علمی پر شاہد عدل ہے۔

دراسات کا جواب ہر کسی کے بس کی بات نہ تھا۔ قدرت نے اس کے لئے پہلے ہی سے مخدوم محمد ہاشم کے خاندانِ علم کو انتخاب کرلیا تھا چنانچہ ان کے بیٹے عبداللطیف اور علامہ عبداللطیف کے بیٹے علامہ ابراہیم نے اس کا بڑا مبسوط رد لکھا۔ مخدوم معین حدیث میں مخدوم محمد ہاشم کے شاگرد ہیں اور ان کے فیضِ علم سے بہرہ ور ہیں۔ خدا کی شان صاحبزادہ نے نامور شاگرد کے سارے طلسم استدلال کا تار پود بکھیر کر رکھدیا اور ایسے لطیف پیرایہ میں جواب لکھا کہ معین بے یار و مددگار رہ گئے۔ ذب ذبابات اسی دراسات کا اس کے شایانِ شان جواب ہے۔ مخدوم عبداللطیف کی تحریر متین پیرایۂ بیان نہایت سنجیدہ اور طرز استدلال محققانہ ہے۔

دونوں کتابوں کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ سندھ کا یہ علمی مباحثہ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی اور امام ابن تیمیہ کے مباحثات علمیہ اور شیخ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی کے مناظرات حدیثیہ اور ان بزرگوں کے علمی دور کی یاد کو تازہ کر دیتا ہے۔

دراسات ... ہوا کہ ۱۲۸۴ھ ہجری میں اہلحدیث حضرات نے لاہور میں تصحیح و تحشیہ کے اہتمام کے ساتھ طبع کرائی تھی جس سے اہلحدیث تحریک کے فروغ میں خاطرخواہ نفع ہوا مگر اب مدت ہوئی کہ نایاب ہوگئی ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم نے شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک میں حسرت سے بیان کیا ہے کہ "کاش میرے پاس بھی اس کا کوئی نسخہ ہوتا۔ کراچی مدرسہ مظہر العلوم میں کتاب موجود ہے" اب مدرسہ مذکور میں تو کتاب موجود نہیں لیکن الحمد للہ خاکسار کے پاس اس کا ایک نسخہ موجود ہے جو اتفاق سے جے پور میں دستیاب ہوگیا تھا اس کا اچھا خاصا حصہ کرم کتابی کی نذر ہو چکا تھا۔ مگر خدا کا شکر ہے۔ خاکسار نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کتب خانے سے اس کو نقل کر کے مکمل کرلیا

مولانا سندھی نے مخدوم محمد معین کو مخدوم محمد ہاشم اور ان کے صاحبزادہ عبداللہ کا استاد بتایا ہے

لہ علامہ ابراہیم کی تصنیف پر تبصرہ آگے آرہا ہے۔

لہ اسی طرح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے بھی تکملہ و تذییل مقدمہ نصب الرایہ میں ملا معین کے متعلق لکھا ہے۔ ومن کبار شیوخ الشیخ هاشم (ص ۴۹)

Marfat.com

اور عبداللہ مذکور ہی کو ذب ذبابات کا مصنف بیان کیا ہے لیکن یہ دونوں باتیں غلط ہیں مخدوم محمد ہاشم کے صاحبزادے کا نام عبداللہ نہیں عبداللطیف ہے اور ملا معین مخدوم محمد ہاشم کے استاذ نہیں شاگرد ہیں چنانچہ القسطاس المستقیم میں علامہ مخدوم ابراہیم نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔

افسوس ہے کہ ذب ذبابات الدراسات ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی اس کا ایک اور عمدہ صحیح اور نہایت خوشخط نسخہ خطیہ مولانا دین محمد صاحب وفائی مدیر مجلہ توحید کے پاس بھی موجود ہے۔ جس کے چند اوراق اول و آخر سے غائب ہیں۔

(۱۲) القسطاس المستقیم فی الجواب عما وقع للفاضل المتبحر المخدوم محمد معین التسلیم من السقطات الوھیۃ والقول السقیم (جزء اول) از مخدوم ابراہیم ٹھٹوی، سندی

المتوفی سنہ ۱۲۱۱ھ تقطیع کلاں، تعداد اوراق (۲۵۶) خط بہت معمولی اس پر کتابت کی بہت بڑی غلطیاں ہیں۔ کتاب آخر سے ناقص ہے۔ کتاب کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے ۔

سبحانک یا من انت الحامد وانت المحمود علیہ صل وسلم علی حبیبک الخ

مخدوم ابراہیم مخدوم عبداللطیف کے بیٹے اور مخدوم محمد ہاشم کے پوتے ہیں اور اپنے والد بزرگوار اور جد امجد کی طرح فاضل روزگار ہیں آپنے تصانیف کثیرہ یادگار چھوڑی ہیں۔ ٹھٹھ ریاست کچھ میں جو پاکستان میں داخل نہیں ہے آپ کی وفات ہوئی اور وہیں سپرد خاک کئے گئے۔

القسطاس المستقیم جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فاضل مخدوم ملا محمد معین تسلیم کی تصانیف پر تفصیلی نقد ہے۔

مخدوم ابراہیم نے ملا معین کی جن تصانیف پر رد لکھا ہے وہ علی الترتیب حسب ذیل ہیں۔

(۱) "قرۃ العین فی البکاء علی الامام حسین" اس میں ملا صاحب نے ماتم حسین رضی اللہ عنہ کا اثبات کیا ہے۔

(۲) ایک رسالہ ملا موصوف نے حدیث لا نورث ما ترکنا صدقۃ کے بارے میں لکھا ہے اس میں اہل سنت کے برخلاف صدقہ کے نصب کی تصحیح کا دعویٰ کیا ہے اور علامہ عبدالباقی

Marfat.com

زرقانی شارح موطا نے جو اس سلسلہ میں روافض کی تغلیط کی تھی، اس کی تردید کی ہے۔

(۳) مواہب سید البشر۔ یہ رسالہ مرزا ان کی تکفیر اور ائمہ اثناء عشر کی عصمت اور ان کی وصایت کے ثبوت میں ہے۔ نیز اس میں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ انبیاء کے بعد بالاستقلال صلوٰۃ وسلام ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے اوروں کے لئے روا نہیں۔

(۴) الحجۃ الجلیۃ فی نقض الحکم بالافضلیہ۔ یہ رسالہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اہلِ سنت کے یہاں جو ترتیب تفضیل ہے اس کی تردید میں ہے۔ اس رسالہ کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء کے بعد حضرت علیؓ افضل ہیں پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہم موصوف نے اس میں دعویٰ کیا ہے کہ اہل سنت کے دلائل احاد المتن ظنی الدلالۃ اور باہم متعارض ہیں اور بہ نسبت حضرت ابوبکرؓ کے حضرت علیؓ کی فضیلت کے دلائل زیادہ واضح اور قوی ہیں نیز یہ کہ جو تفضیل شیخین کا قائل نہ ہو یا حضرت علیؓ کو شیخین پر فضیلت دے اس کو بدعتی کہنا جسارت ہے اس میں یہ بھی الزام لگایا ہے کہ اہلِ سنت نے اہل بیت نبوت کا پاسِ احترام نہیں کیا جس کی وجہ سے ائمہ اثنا عشر کے مذہب کا روئے زمین سے نام نشان مٹ کر رہ گیا۔

(۵) ایک مستقل رسالہ، ابو طالب کے مسلمان ہونے کے ثبوت میں لکھا ہے۔

(۶) ایک رسالہ تناسخ کے متعلق ہے

(۷) دراسات اللبیب جس کو بارہ دراسات پر مرتب کیا ہے۔

مخدوم ابراہیم نے جیسا کہ سابق میں عرض کیا گیا ان ساتوں کتابوں کا اسی ترتیب سے رد لکھا ہے۔ اول کے چھ رسالوں کا رد ۲۶ ورق پر ختم ہو جاتا ہے دراسات بارہ پر تفصیلا ہے جو اخیر کتاب تک چلتا ہے پھر بھی ۲۲۱ ورق تک چارہی دراسات کا جواب ... پانچویں دراسہ کا جواب شروع ہوتا ہے چونکہ ملا صاحب نے اس دراسہ میں شیخ اکبر ابن عربی کے کلام کی تلخیص پیش کی ہے اس لئے ۲۲۱ سے لیکر آخر تک جو ۲۵۶ ورق پر تمام ہوتی ہے ابن عربی ہی کے کشوف و معارف پر جو تحقیقات اور بحثیں کی ہیں انہیں استقصار کے ساتھ نقل کیا ہے ایچ جلد سوم کے تیئسویں مکتوب تک ہی پہنچے ہیں اور اقتباس ناقص ہی رہتا ہے کہ نسخہ تمام ہو جاتا ہے آگے خدا ہی کو معلوم کہ یہ کتاب مکمل بھی کہیں موجود ہے یا یوں ناقص و ناتمام رہ گئی ہے بہر حال نامتر

Marfat.com

محققانہ اور علمی مباحث پر مشتمل ہے۔ طرزِ بیان متین اور سنجیدہ ہے۔

کتب خانہ مظہر العلوم میں علامہ مخدوم محمد ابراہیم کے اور بھی متعدد رسائل ہیں جو بہ ترتیب حروف تہجی درج ذیل ہیں:۔

(۱) ابلاغ جهد الدمص فی مسئلة قص اللحی والنتف والانتماص والنمص

تقطیع خورد تعداد اوراق ۱۲ — "ابلاغ جہد الدمص" تاریخی نام ہے جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۱۷۱ نکلتا ہے۔ مصنف کا مقام مطرح میں جو کہ ارتق و مسقط کے قریب ہے گزر ہوا اور وہاں انہوں نے خاص و عام سب کو اس میں مبتلا دیکھا کہ انگشت دو انگشت سے زیادہ ڈاڑھی نہیں چھوڑتے اور اس پر بھی رخسار و ذقن پر استرہ، مقراض اور موچنہ کی عملداری ہے تو مصنف نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا جس میں ان امور کی ممانعت شرعیہ کو ثابت کیا ہے۔

یہ رسالہ خود مصنف کی ملکیت میں رہ چکا ہے سرورق پر مصنف کی مہر اور دستخط ثبت ہیں جس کی عبارت درج ذیل ہے:۔

ابلاغ جهد الدمص فی مسئلة قص اللحی والنتف والانتماص والنمص للفقیر ابراهیم بن الشیخ عبد اللطیف بن المخدوم محمد الهاشم عفی عنهم۔ آمین وقد ملکه الله تعالی به فختم

(مہر)

اس کی تصحیح بھی خود مصنف ہی نے کی ہے اور جا بجا اپنے قلم سے اس میں اضافہ بھی کیا ہے جو حواشی پر مرقوم ہے۔ اخیر میں تحریر ہے

قد قوبلت بید مولفها فلله الحمد سبحانه

۱۱۷۱ھ

(۲) اغناء الواصل فی جواز تلقی الجواب عن النوازل من متمذهب لمن تمذهب بمذهب آخر اذا افتی اصول مذهب السائل او جاء بعبارة صریحة فی واقعة المسائل

تقطیع خورد تعداد اوراق ۸ — یہ بھی ۱۱۱۲ھ کی تالیف ہے اور "اغناء الواصل" اس کا تاریخی نام ہے۔ اس میں مصنف نے اس امر کا اثبات کیا ہے کہ مذاہب اربعہ مشہورہ میں سے ہر مذہب کا مقلد دوسرے مذہب کے مفتی سے فتویٰ پوچھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ مفتی سائل کے مذہب کے اصول کے مطابق جواب دے یا سائل کے مذہب کی کتابوں ہی سے مسئلہ کا صریح جواب نقل کر دے

Marfat.com

اس رسالہ میں مصنف نے علامہ عبدالوہاب شعرانی کے حوالہ سے ان آئمہ فتویٰ کے نام بھی نقل کئے ہیں کہ جن سے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی چاروں مذاہب کے لوگ فتویٰ پوچھتے تھے اور وہ ہر ایک کو ان کے ہی مذہب سے جواب دیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مصنف نے شیخ عبدالعزیز دیرینی۔ شیخ الاسلام عزیزالدین جماعۃ، علامہ شیخ شہاب الدین رملی معروف بابن اقطع اور شیخ علی بن ضریر کے نام ذکر کئے ہیں۔ سرورق پر اور آخر میں مصنف کی مہر کندہ ہے۔ آخیر میں سرخ روشنائی سے تحریر ہے

تمت هذه الرسالة مقابلة في حضرة مؤلفه والحمد لله سبحانه

۳۔ اماطۃ اذی البید عن طریق جواز استعمال اموال الکافر العنید ۱۲۰۹ھ ۲۷ صحیح

تقطیع خورد، تعداد اوراق ۱۳۔ کاتب رسالہ کا نام محمد شفیع ہے خط صاف اور واضح ہے۔ اماطہ اذی البید بھی تاریخی نام ہے ۱۲۰۹ھ میں اس کی تالیف عمل میں آئی ہے۔ مخدوم موصوف سے سوال ہوا تھا کہ کفار کے وہ پیشوا اور ان کے وہ متبعین جو ہمارے دیار اسلامی میں مسلمانوں پر تفوق کا اظہار کرتے ہیں اور حاکم وقت ان کی جائداد ضبط کر لیتا ہے ان کے اموال کا کیا حکم ہے اور آیا اہل اسلام کا تصرف ان کے اموال میں باذن حاکم وقت مباح ہے یا نہیں۔ مصنف نے جواب میں مباح بتایا اور اسی اباحت کے اثبات میں یہ رسالہ سپرد قلم فرمایا۔

اس میں مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ کفار دیار اسلام میں رہتے ہوئے اگر مسلمانوں پر اپنے تفوق کا اظہار کریں تو پھر وہ ذمیوں کے حقوق کے مستحق نہیں رہتے اور ان کے اموال پر مسلمانوں کا تصرف صحیح ہے مخدوم موصوف لکھتے ہیں:۔

"ہمارے دیار میں تمام وہ کفار جن کو لوگ ذمی کہتے ہیں۔ میری رائے میں ذمی نہیں حربی ہیں اور درحقیقت متعدد وجوہ کی بنا پر ان کا عہد ٹوٹ چکا ہے۔"

اس کے بعد مصنف نے حسب ذیل (۴۵) وجوہ ان کے نقض عہد کے بیان کئے ہیں

۱۔ وہ سود لیتے ہیں۔ حالانکہ سود کا لین دین حقوق ذمیت کے حصول کا مانع ہے۔

۲۔ انہیں مسلمانوں کا سا لباس اور سواری استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ حالانکہ وہ مسلمانوں کا سا عمامہ باندھتے ہیں۔ ان کی سی قمیص پہنتے ہیں۔ اور ان کا سا قبا استعمال کرتے ہیں اور بہترین گھوڑوں پر زرکار اور نقرہ کار زینوں پر سوار ہوتے ہیں کہ قبا اور ذات کا فرو مسلمانوں میں تمیز

Marfat.com

نہیں ہوتی اور سلام کے بارے میں غلطی ہو جاتی ہے۔

۳۔ ذمی کو مسلمانوں کے مکانوں سے اپنا مکان اونچا تعمیر نہیں کرنا چاہیئے۔ حالانکہ ہمارے دیار میں ان کی حویلیاں اہل اسلام کے اکابر امراء، سادات، اشراف اور علماء و عرفا کے مکانات سے بلند ہیں۔

۴۔ ذمی کو مسلمانوں پر حاکم نہیں بنایا جا سکتا۔ حالانکہ یہ دیوان تک ہیں۔

۵۔ وہ دارالاسلام میں کسی نئے عبادت خانہ یا مقبرہ یا صنم کے بنانے کے مجاز نہیں۔ ہاں یہ تمام چیزیں جو دارالاسلام کے قیام سے پہلے اس دیار میں موجود تھیں باقی رکھی جائیں گی اور جو ان میں سے منہدم ہو گی اس کی تعمیر کی بھی اجازت رہے گی مگر یہ روز نئے نئے مندر، دھرم شالہ اور بھگت خانہ تعمیر کرتے رہتے ہیں جن میں کھلے بندوں رسوم کفر کی ادائیگی ہوتی ہے۔

۶۔ ذمیوں کو اسلحہ لگانے یا بنانے کی ممانعت ہے حالانکہ یہ دونوں کام کرتے ہیں۔

۷۔ ذمیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ زنّار ظاہر طور پر باندھے رہیں (زنّار وہ موٹی اونی ڈوری ہے جو کپڑوں کے اوپر کمر پر باندھی جاتی ہے) تاکہ وہ الگ پہچانے جا سکیں مگر وہ ایسا نہیں کرتے۔

۸۔ ان کی عورتیں مسلمانوں کی عورتوں سے ممیز نہیں رہتیں۔ حالانکہ یہ ضروری ہے۔

۹۔ جس شہر میں کوئی ذمیوں کا معبد نہ ہو تو وہاں ان کو کسی ایسے جدید مکان یا تعمیر کی اجازت نہیں کہ جس میں وہ جمع ہو کر فسق و فجور کا ارتکاب کریں مگر یہ اس کے پابند نہیں۔

۱۰۔ ناقوس بجانے کی ذمیوں کو ممانعت ہے مگر یہ بجاتے ہیں۔

۱۱۔ شراب خوری ذمیوں کو منع ہے مگر یہ کھلم کھلا شراب پیتے ہیں۔

۱۲۔ شہر ہو، گاؤں ہو یا باغ ہو، اہل ذمہ کو وہاں اظہار فسق مثلاً زنا و دیگر فواحش کے ارتکاب کی ممانعت ہے مگر یہ علی الاعلان اس کے مرتکب ہیں۔

۱۳۔ ساز اور مزامیر کی ذمیوں کو ممانعت ہے اور یہ رات دن بجاتے ہیں۔

۱۴۔ گانے کی ان کو ممانعت ہے اور ان کے یہاں عورت مرد سب بلا مضائقہ اس میں مبتلا ہیں۔

۱۵۔ ذمیوں کو اپنے تہواروں پر صلیب کی نمائش کی اجازت نہیں اور یہ اپنے آلات کی خوب نمائش کرتے ہیں۔

Marfat.com

۱۶۔ ذمیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے معابد میں مسلمان مسافروں کو قیام کرنے دیں۔ اور ان کے دروازے آنے جانے والے مسلمانوں اور راہ گیروں کے لئے کھلے رکھیں۔ مگر ان کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی مسلمان مسافر ان کے مندر میں اترنے کا ارادہ کرے تو یہ اس کو مارتے اور زخمی کر دیتے ہیں۔

۱۷۔ ذمیوں پر ضروری ہے کہ وہ ہر مسلمان مسافر کی جو اُن کے کسی معبد میں اترے تین دن تک ضیافت کریں اور اس میں قصور نہ کریں۔ مگر یہ مہمانی تو کیا اس کے پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے۔

۱۸۔ ذمیوں کو اہل اسلام کی جاسوسی کرنے یا کسی جاسوس کو اپنے معبد میں جگہ دینے کی ممانعت ہے مگر یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان کے بعض لوگ اہل اسلام کے خلاف جاسوسی کرتے ہیں جیسے کہ گیدو اور اس کے ساتھی ہیں اور بعض اپنے گھروں میں جاسوسوں کو ٹھہراتے ہیں جیسے کہ الیبر اور اس کی پارٹی ہے۔

۱۹۔ ذمیوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ اگر کوئی ان میں سے اسلام کی طرف راغب ہو تو اس کو مانع نہ ہوں مگر یہ اگر کوئی ایسا کرے تو مانع ہوتے ہیں اور نہ ماننے تو پھر اس کو ہلاکت کے درپے ہو جاتے یا پھر نہ بیچارہ مسلمانوں کے پاس پناہ لینے پر مجبور ہوتا ہے۔

۲۰۔ ذمیوں پر ضروری ہے کہ وہ اہل اسلام کی حرمت کا پاس کریں اور ان کا اکرام کریں لیکن یہ حکام اور بڑے لوگوں کا تو احترام و اکرام کرتے ہیں مگر ضعفاء مسلمین کی کچھ عزت نہیں سمجھتے

۲۱۔ ذمی کو چاہیئے کہ جب مسلمان اس کی مجلس میں آئیں تو وہ ان کی تعظیم و توقیر کے لئے اپنی جگہ چھوڑ دے۔ مگر یہ مسلمانوں کی اہانت کرتے ہیں۔

۲۲۔ ذمیوں کو ممانعت ہے کہ وہ مسلمانوں کے نام سے ان کی سی کنیت نہ رکھیں [illegible] نہیں کرتے۔

۲۳۔ ذمیوں کو اپنی کسی انگلی میں سونے یا چاندی کی انگوٹھی پہننا اور اس پر مہر کندہ کرانا ممنوع ہے۔ مگر یہ سب کچھ کرتے ہیں۔

۲۴۔ ذمیوں کو دیار اسلام میں شراب کی خرید و فروخت کی اجازت نہیں۔ مگر یہ بے دھڑک کرتے ہیں۔

Marfat.com

۲۵۔ ذمیوں کو علی الاعلان سب کے سامنے مراسم شرک کی بجاآوری کی اجازت نہیں مگر یہ خوب بجا لاتے ہیں۔

۲۶۔ ذمیوں کو مسلمانوں کے محلہ میں رہنے اور ان میں مکان بنانے کی اجازت نہیں مگر یہ اُن کے مکانات سے بھی اونچی عمارتیں تعمیر کرتے ہیں۔

۲۷۔ ذمیوں کو مسلمانوں کے مقابر کے پاس سے گزرنے کی ممانعت ہے۔ مگر یہ جانوروں کی طرح سے چلاتے ہوئے اپنے جنازوں کو مسلمانوں کے قبرستان کے پاس سے لے کر گزرتے ہیں۔

۲۸۔ ذمیوں کو اپنے جنازوں پر چلانے کی اجازت نہیں مگر یہ خوب شور مچاتے ہیں۔

۲۹۔ ان کو کسی مسلمان غلام یا مسلمان لونڈی کی خریداری کی اجازت نہیں مگر یہ خوب خریدتے ہیں۔ متعدد مسلمان لونڈی غلاموں کو میں نے اپنی خاص سعی و کوشش سے رہائی دلائی ہے۔

۳۰۔ ان کو کسی بھی مسلمان کو پیٹنے کی ممانعت ہے۔ مگر یہ کتے جہاں تک بس چلے اسی کی ہیں کرتے

۳۱۔ ان کو مسلمانوں کی سی مانگ نکالنے کی ممانعت ہے مگر ان میں سے بہت سے مسلمانوں کی سی ہئیت بنائے رہتے ہیں۔

۳۲۔ ان کو چاہیئے کہ یہ سر کا اگلا حصہ منڈا ڈالیں مگر ان میں بہت سے مسلمانوں کی طرح بال رکھے رہتے ہیں۔

۳۳۔ یہ اہل اسلام کی طرح کلام کے مجاز نہیں۔ مگر یہ نہیں مانتے۔

۳۴۔ مسلمانوں کے راستے میں ان کو اپنے جنازوں کے ساتھ آگ کی نمائش کی اجازت نہیں مگر یہ اعلانیہ ایسا کرتے ہیں

۳۵۔ ان پر یہ لازمی ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے معاملات میں بہتر بات کی طرف رہنمائی کریں۔ مگر ان میں بہت سے ایسے ہیں کہ جو موقع پائیں تو مسلمانوں کی دھوکہ دہی اور ضرر رسانی میں کمی نہ کریں۔

۳۶۔ مسلمانوں کے گھروں میں ان کو جھانکنے کی ممانعت ہے۔ مگر ان میں بہتیرے بے پرواہی سے جھانکتے رہتے ہیں۔

۳۷۔ ان کو قطعاً کسی مسلمان کی ضرر رسانی ممنوع ہے مگر ان میں بہتیرے ایسے ہیں جن کا مقصود

Marfat.com

ہی مسلمانوں کا قلع قمع ہے۔

۳۸۔ جب مسلمان نماز میں مصروف ہوں تو ان کو اپنے گھروں اور معبدوں اور مقامات پر چلانے کی ممانعت ہے مگر یہ نہیں مانتے خوب شور کرتے ہیں۔

۳۹۔ جب مسلمان قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہوں یا دینی علم کی قراءت کر رہے ہوں تب بھی ان کو اپنے معابد مکانات وغیرہ میں بلند آواز سے پکارنے کی ممانعت ہے مگر یہ برابر لغویات بکتے رہتے ہیں اور منع کرو تو لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

۴۰۔ ان کو چاہیئے کہ بمجرد مسلمانوں کے ان کے پاس آنے کے یہ ان کی توقیر کریں۔ مگر یہ تمرد کرتے ہیں ضعفاءِ اہلِ اسلام کی توقیر تو درکنار ان کو گالیاں دیتے ہیں۔

۴۱۔ ذمیوں کو مسلمانوں کے ساتھ تجارت میں اس وقت تک شرکت کی اجازت نہیں جب تک کہ اس کا پورا پورا اختیار مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں نہ ہو مگر ہمارے دیار میں معاملہ الٹا ہے۔

۴۲۔ جب وہ جزیہ قبول کرنے سے انکار کریں تو ان کا عہد ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ ہمارے دیار کے بہت سے کفار اپنے کو اکابر میں شمار کر کے جزیہ کے ماننے سے منکر ہیں۔

۴۳۔ قرآن مجید کی طرح ان کو علم دین کی کتابیں خریدنے کی بھی اجازت نہیں مگر یہ خریداری سے باز نہیں آتے

۴۴۔ جس طرح نقضِ عہد ذمیت کی پاداش میں ان کی سزا قتل ہے اسی طرح اگر دین اسلام پر طعن کریں تب بھی یہی سزا ہے۔ مگر یہ مردود کھلم کھلا دین حق پر طعن کرتے رہتے ہیں۔

۴۵۔ ان کو اپنے دین کی طرف دعوت دینا ممنوع ہے مگر یہ نہیں مانتے

ان تمام وجوہ کی بناء پر مصنف کے نزدیک ان کا قتل کرنا اور ان کے اموال میں مسلمانوں کا تصرف کرنا مباح ہے

اس کے بعد مصنف نے کتب حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس معاہدہ کے متن کو نقل کیا ہے جو شام کے نصاریٰ سے ان کے جزیہ قبول کرنے کے متعلق عمل میں آیا تھا اور جس میں مذکورہ بالا شرائط مذکور ہیں۔

اس رسالہ کے بھی سرورق پر مصنف کی مہر ہے اور آخر میں مصنف کے قلم سے تحریر ہے۔ تو بلت بمنہ تقدس فالحمد لہ سبحانہ و تعالیٰ۔ بیچ میں بھی حواشی پر متعدد جگہ خود مصنف کے قلم سے اضافہ ہیں۔

اس رسالہ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ عثمان ٹھارد کا جابجا اپنے قلم سے اس پر رد لکھا ہوا

Marfat.com

ہے جو اس کے حواشی پر تحریر ہے۔ عثمان ٹھارو مصنف کے معاصر ہیں اور بالغ نظر عالم معلوم ہوتے ہیں اور جودھپور کے دار الحرب ہونے نہ ہونے پر مصنف اور ان کے درمیان بحث رہ چکی ہے مصنف نے ایک قصیدہ میں ان کی ہجو بھی لکھی ہے جس کے بعض اشعار درج ذیل ہیں۔

القيت عثمان بن ٹھارو حاميا ۔۔۔ للكافرين بجودپور مراعيا
هي دار حرب اهلها حربية ۔۔۔ هو من حمية جهله جاغا وبا
اباءه من جملة الكفار كا ۔۔۔ قد ذاك يحميهم لذلك ناعيا
وكذا براهي حق قرب في النسب ۔۔۔ بهنود سند ناكثين مساعيا
ويل لمن صان الكفور بذيله ۔۔۔ فلمن تولاهم كهم جا عاصيا
اعداء خير الناس كيف تحبهم ۔۔۔ اولست ترضى عن نبيك هاديا
الله جاهدهم بقرآن كذا ۔۔۔ قلم ولوح والرسول مشاكيا
اولست تعرف كيف عادوا ديننا ۔۔۔ عميت بصارتك او بصيرتك ابيا
منعوا شعار الدين في انحاءهم ۔۔۔ وينفذون احكام كفر ناكيا
احكامهم احكام كفر جاسها ۔۔۔ متمردون على من امن طاغيا
المسلمون رعية في دارهم ۔۔۔ مقهورة كل لديهم شاكيا

پھر چند اشعار کے بعد کہتے ہیں:۔

لا ينبغي للسوهري ودلدها ۔۔۔ ان يفتنوا في دين ٹھارو عاديا

آخر میں ٹھارو کو نصیحت کی ہے۔ کہ علم ظاہر کے ساتھ علم باطن سے بھی آراستہ ہونا چاہیئے

یہ پورا قصیدہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا رسائل مذکورہ کے ساتھ مجلد ہے۔

عثمان ٹھارو کے رد کا حاصل یہ ہے کہ ذمیوں سے جو مسلمانوں کا عہد ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک عہد ہے ترک قتال کا یہ اس وقت تک قائم ہے۔ جب تک وہ جزیہ دینا قبول رکھیں۔ دوسرا عہد ہے ان سے کسی قسم کے تعرض نہ کرنے کا اس کی پابندی اس وقت تک لازم ہے۔ جب تک کہ وہ شرائط معاہدہ کی بجا آوری کرتے رہیں لیکن اگر وہ جزیہ قبول کر لینے کے بعد امور مذکورہ میں سے کسی کی پابندی نہ کریں تو ان سے اسی طرح تعرض کیا جائے گا جس طرح سے کہ کسی مسلمان سے گناہ کا مرتکب ہونے پر باز پرس کی جائے گی لیکن وہ بدستور ذمی ہی رہیں گے اور جب تک جزیہ سے منکر نہ

Marfat.com

ہوں گے حربی نہیں قرار دیئے جائیں گے۔

حضرت عمرؓ کے مذکورہ معاہدہ کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ ان شرائط کے مطابق کفار سے صلح کرنا اولیٰ ہے واجب نہیں ہے۔ اگر جزیہ دینے کے اور شرائط طے کئے جائیں مثلاً یہ کہ وہ نئے معابد کی تعمیر کے مجاز ہوں گے تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔

اس تقریر کی بناء پر عثمان مذکور کے نزدیک اس دیار کے کفار حربی نہیں کہ ان کا جان و مال مباح ہو۔ ہاں ان سے امور مذکورہ پر باز پرس کرنا حکام مسلمین کے ذمہ ہے۔

(۴) تالیف طریدۃ ۱۲۱۴ الحیاک ماطرہ الخصم بقطع الشباک فی مسائل التنباک

تقطیع خورد۔ تعداد اوراق ۴۶ خط معمولی۔ سرورق پر مصنف کے قلم سے تحریر ہے۔

والحقیقۃ ان الفقیر ابراھیم عفی عنہ الف رسالۃ فی تحریم التنباک اسمھا رشق الاستمساک ورد علیہ الشیخ عبد الرحمن الاحسائی وسمی رسالتہ قطع الشباک فی استحلال التنباک فرددت علیہ رسالۃ ھی ھذہ لا سیمتھا تالیف طریدۃ الحیاک وھی ھذہ الرسالۃ (ابراھیم)

"تالیف طریدۃ الحیاک" بھی تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۱۴ھ نکلتا ہے۔ یہ جیسا کہ مذکور ہوا عبد الرحمن احسائی کے رسالہ قطع الشباک فی استحلال التنباک کا رد ہے جس میں احسائی نے مخدوم موصوف کے رسالہ رشق الاستمساک کا رد لکھا تھا۔ احسائی کا رسالہ قطع الشباک بھی مخدوم موصوف کے رسائل کے ساتھ مجلد ہے۔

(۵) تطییب ۱۲۱۳ افواہ الاخوان فی الملتجئ من شرب الدخان تقطیع خورد۔ ناقص الاول تعداد اوراق (۶۸)۔ سرورق موجود نہیں ہے اسی طرح بیچ میں سے ورق نمبر ۳ پر چار اوراق کا اضافہ ہے جو اس ورق کو نکال کر خود مصنف نے لاحق کیا ہے یہ رسالہ تمباکو کی حرمت کے بیان میں لکھا ہے۔ اس کے تین تاریخی نام ہیں پہلا تو یہی جو مذکور ہوا (۲) رشق الاستمساک لوثی من استنشاہ بالتنباک (۳) وکذا الوتن فی براھین حرمۃ التتن التی نیول سے بحساب جمل سنہ ۱۲۱۳ نکلتا ہے جو اس کا سنہ تالیف ہے اس نسخہ پر بھی مصنف کے قلم سے حواشی مرقوم ہیں۔ ورق (۴۴) کے حاشیہ پر سید علوی بن احمد الحداد باعلوی کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر اور دستخط ہیں جس میں انہوں نے لکھا ہے قد اعجبنی جمیع ھذا الکتاب اسی طرح ورق (۶۵)

Marfat.com

اور خاتمہ پر بھی سید موصوف کی اپنے قلم کی تحریریں ہیں۔ عبدالرحمن احسائی نے اسی رسالہ کا رد لکھا ہے

یہ (۶) ورق کا چھوٹی تقطیع کا رسالہ

سنہ ۱۲۱۱

(۶) توثیق الاسباق فی مسئلۃ الصداق

کتابت مناسب ہے۔

سر ورق پر مصنف کے دستخط اور مہر ثبت ہیں ورق نمبر (۵) پر خود مصنف کے قلم کا اضافہ ہے۔ توثیق الاسباق بھی تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۱۱ھ نکلتا ہے۔ یہ رسالہ مہر سے متعلق ہے وجہ تصنیف ایک استفتاء تھا۔ ایک شخص نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا مہر میں ایک ہزار سکہ رائج الوقت معین کپڑے اور کچھ معین خوشبو کی شرط لگائی بایں طور کہ خواہ وہ تمام کپڑے اور خوشبو نیز نصف یا مقررہ نقدی، عورت کو عقد سے پہلے دیدے یا بعد میں۔ یہ سب باتیں خطبہ نکاح سے پہلے پیام نکاح کے وقت ہوگئی تھیں۔ لیکن عقد کے وقت مہر میں صرف نقدی کا نام لیتے۔ کپڑوں اور خوشبو کا ذکر کرتے شرماتے تھے۔ مگر عرف و عادت کے اعتبار سے یہ تینوں چیزیں مہر نکاح میں داخل سمجھی جاتی تھیں چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ عقد مناکحت کے وقت صرف نقدی کا بسلسلہ مہر ذکر ہوتا ہے اور کپڑے اور خوشبو کا ذکر نہیں آتا۔ نکاح منعقد ہو جاتا ہے پھر ایک مدت کے بعد شوہر طلاق دے دیتا ہے۔ بیوی مہر کا مطالبہ کرتی ہے۔ شوہر صرف نقد کا حساب کرتا ہے اور کپڑوں اور خوشبو کی ادائیگی سے انکار کرتا ہے کیونکہ وقت عقد ان کا ذکر نہ آیا تھا مصنف نے فتویٰ عورت کے حق میں دیا اور کپڑے خوشبو اور نقدی سب کو مہر کی رقم قرار دیا اور اس کے ثبوت میں یہ رسالہ تحریر فرمایا جس میں ۲۵ دلائل اپنے دعوے کے اثبات میں بیان کئے ہیں۔

(۷) تہذیب البیان فی اجوبۃ اسولۃ وحید من اکابر الاخوۃ والخلات

تقطیع خورد تعداد اوراق (۵) خط روشن اوصاف۔ یہ بھی تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۱۱ھ نکلتے ہیں۔ اور یہی اس کا سنہ تالیف ہے۔ شیخ محمد بن احمد بن عبدالرحمن بن عبداللطیف احسائی نے مصنف سے چند علمی سوالات کئے تھے یہ سوالات خود سائل کے قلم سے لکھے ہوئے ان ہی رسائل کے ساتھ مجلد ہیں۔ مصنف نے اس رسالہ میں ان کا جواب دیا ہے سر ورق پر مصنف کی مہر ہے اور متعدد مقامات پر مصنف ہی کے قلم سے اضافہ ہے جو حواشی پر تحریر ہے آخر میں سرخ روشنائی سے مرقوم ہے

تو بلت بمنہ سبحانہ علی ید مولفہ

سنہ ۱۲۰۹

✓ (۸) **دماج المغنم** یہ چھ ورقی رسالہ ہے جو چھوٹی تقطیع پر ہے۔ کاتب کا نام محمد شفیع

بلاد عرب میں کپڑوں اور خوشبو کی شرط ان کے ابنا جنس پر مروج تھی اور یہ بھی رواج تھا کہ عقد نکاح ۲ ح

ورق اول و آخر

Marfat.com

سعد اللہ ہے خط معمولی ہے۔

کھوسہ قوم کے بلوچ ریاست جودھپور پر تاخت کر کے وہاں سے مال اسباب لوٹ لاتے اور عورتوں اور بچوں کو بھی گرفتار کر لاتے تھے اس کے متعلق مصنف سے سوال ہوا کہ دیار اسلام میں کفار کو اسیر کر کے بحفاظت تمام لے آنے کے بعد ان کو لونڈی غلام بنا لینا اور ان کے اموال کا لے لینا مباح ہے یا نہیں۔ مصنف نے اس کو مباح قرار دیا اور اسی سلسلہ میں یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ "دماج المغنم" تاریخی نام ہے اور اس سے سنہ تصنیف ۱۲۰۹ نکلتا ہے مصنف نے رسالہ کو تین بحثوں پر تقسیم کیا ہے پہلی بحث میں یہ ثابت کیا ہے کہ جودھپور اور اس کے ماتحت کا علاقہ دار الحرب ہے دوسری بحث میں شرعی جہاد کو بتلایا ہے اور تیسری بحث میں یہ بیان کیا ہے کہ جہاد سے قبل کفار کو دعوت اسلام دینا مستحب ہے واجب نہیں ہے بلوچوں کے اس فعل کی تصویب کی ہے ان کی تاخت کو جہاد اور اسیران کفار اور ان کے اموال کو مال غنیمت میں داخل کیا ہے مصنف نے لکھا ہے کہ جب رئیس جودھپور نے سندھ کے امیر الامراء میر بجار کو دھوکہ سے اپنے آدمی بھیج کر قتل کروا دیا تو اب ان کے حربی ہونے میں کیا شبہ باقی رہا۔

اس رسالہ کے پہلے ورق پر مخدوم عثمان ٹھارو کے قلم سے مصنف پر بعض اعتراضات تحریر ہیں اور عثمان کے شاگرد محمد صادق نے دماج المغنم کا رد بھی لکھا ہے جس کا نام ذب الظلمہ عن مسائل اہل الذمہ ہے اس رسالہ کے دو نسخے رسائل مذکورہ کے ساتھ مجلد ہیں۔ دونوں رسالوں پر مخدوم ابراہیم کی مہر ثبت ہے ذب الظلمہ اپنے مصنف کے نام پر رسالہ صادقیہ سے بھی موسوم ہے اس کا ایک نسخہ تو مخدوم دین محمد بوبکائی نے مخدوم موصوف کو بھیجا تھا دوسرا خود مصنف رسالہ نے ارسال کیا تھا۔

(۹) رسالۃ فی الاجازۃ والتلقین بالطریقۃ النقشبندیہ الاحمدیۃ المجددیۃ المصفیہ۔

تقطیع خورد تعداد اوراق (۳) کتابت بہتر اس رسالہ کے ذریعہ مصنف نے سید قاسم بن علی بن محمد الاسکافی اور سید مصطفےٰ ابن السید محمد الرہاوی کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت عطا کی ہے اور اپنا شجرہ اجازت و تلقین نقل کیا ہے

(۱۰) سحق الاغبیاء من الطاعنین فی کمل الاولیاء واتقیاء العلماء تقطیع خورد تعداد اوراق

Marfat.com

۹۹ کتابت عمدہ۔ سید علوی بن سید احمد بن حسن بن قطب عبداللہ الحداد با علوی کا مصنف سے بعض مسائل پر اختلاف ہو گیا تھا انہوں نے ذی الحجہ ۱۲۱۳ھ میں مصنف پر ایک تحریر میں تنقید کی تھی سید علوی کی یہ تحریر خود ان کے قلم کی لکھی ہوئی مصنف کے رسالہ وصول الغنا فی تحریم اللہ فوف مع الجلاجل وا لغنا کے ساتھ مجلد ہے۔ سحق الاغبیاء سید علوی کے اس تحریر کا رد ہے۔ سحق الاغبیاء تاریخی نام ہے جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۱۴ھ نکلتا ہے مصنف نے یہ رسالہ ۱۴ جمادی الثانیہ کو تمام کیا تھا اس رسالہ میں جا بجا مصنف کے قلم سے فوائد کی نشاندہی کی گئی۔ اس رسالہ میں فقہ تصوف تاریخ و اصول حدیث کے مختلف مباحث ہیں جو علمی اور محققانہ ہیں اس سلسلہ میں مشاہیر علماء عرفا کے متعلق یہ بحث بھی چھیڑ دی گئی ہے کہ وہ فروع میں کس مسلک کے پیرو تھے امام عبدالکریم بن ہوازن ابوالقاسم قشیری صاحب رسالہ قشیریہ کے متعلق عام طور پر مشہور ہے کہ وہ شافعی تھے مصنف نے ورق ۲۶ کے حاشیہ پر اپنے قلم سے لکھا ہے کہ حسن عجمی نے کفایۃ المتطلع میں ان کے متعلق تصریح کی ہے وہ مالکی تھے۔ سید الطائفہ جنید بغدادی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ابو ثور کے مذہب پر تھے امام ابوالحسن اشعری اشاعرہ کے امام ہیں ان کو مالکیہ اپنے طبقات میں لکھتے ہیں۔ شافعیہ ان کو شافعی شمار کرتے ہیں مصنف نے غنیۃ الطالب کے حوالے سے علامہ طاش کوبری زادہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے طبقات الحنفیہ میں ان کو حنفیہ میں شمار کیا ہے[1] آئمہ حدیث میں مسلم ترمذی بلکہ بخاری کو بھی سید علوی نے شافعی بتایا تھا۔ مصنف کا بیان ہے کہ گو مشہور عوام یہی ہے کہ وہ شافعی تھے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ امام شافعی کے مقلد تھے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں مجتہد اور صاحب استنباط ہیں اور ان دونوں کی فقہ کا فقہ شافعی سے توافق ہو گیا ہے۔ چنانچہ امام مسلم کے اجتہاد کی طرف ابن حجر نے تقریب میں اور صاحب جامع الاصول نے جامع مذکور میں اشارہ کیا ہے۔ اور امام ترمذی کے اجتہاد کی طرف امام ذہبی شافعی کی میزان میں اشارہ ہے ہاں محمد بن احمد ترمذی شافعی ہیں اور صاحب السنن جن کا نام محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی ہے یہ مجتہد ہیں جس نسبان پر شافعی ہونے

---

[1] اور لطیفہ یہ ہے کہ حنابلہ کا اشعری کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ وہ اخیر میں حنبلی ہو گئے تھے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ شروع میں جب وہ معتزلی تھے تو فروع میں حنفی تھے پھر فروع میں بھی ان کا رجوع تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔ اگر وہ حنبلی ہوتے تو حنابلہ اور اشاعرہ میں اس درجہ بون بعید نہ ہوتا۔

Marfat.com

کا حکم لگایا ہے اس نے ترمذی کے نقطہ سے دھوکا کھا کر غلطی کی ہے اور تحقیق سے کام نہیں لیا ہے مصنف کا بیان ہے کہ بعد میں مجھ کو اتحاف الاکابر میں اس کی تصریح ملی کہ مسلم صاحب الصحیح مالکی المذہب ہیں ہاں امام بخاری کو بلا شبہ تاج الدین سبکی نے اپنے طبقات میں شافعی المذہب کہا ہے لیکن علامہ نفیس الدین سلیمان بن ابراہیم علوی نے ان کی تردید کی ہے۔ موصوف کے الفاظ یہ ہیں

البخاری امام مجتهد برأسه کابی حنیفة والشافعی و مالک واحمد و سفیان الثوری ومحمد بن الحسن[1] انتہی

سید علوی نے امام شافعی کے متعلق لکھا تھا وھو اول من صنف فی الاصول مصنف نے جواب میں تحریر کیا کہ اگر اصول سے کتب احادیث (جو فقہ کے لئے اصل اصیل ہیں) مراد ہیں تو حسب تصریح سیوطی۔ موطا امام مالک پہلی تصنیف ہے اور اصول فقہ مراد ہے تو امام ابو حنیفہ اور امام مالک سے یہ اس سے پہلے منقول ہو چکے ہیں اور اگر فقہ مراد ہے تو پہلے مدون اس کے امام ابو حنیفہ ہیں

امام نووی شافعی کے متعلق مصنف نے غنیۃ الظریف سے نقل کیا ہے کہ ان کی وفات پر ان کی عمر شمار کی گئی تو ۴۶ سال تھی پھر تصانیف کا حساب لگایا گیا تو یوم ولادت سے لے کر وفات تک ایک (کراسہ) جزء یومیہ ہوا۔ ان ہی امام نووی کی تہذیب سے نقل کیا ہے کہ شیخ عبد العزیز دیرینی بیان کرتے ہیں کہ میری مرویات میں ایک احکام القرآن کبری بھی ہے۔ جس کی چار سو جلدیں ہیں شیخ ابو حفص واعظ عمر بن احمد بن عثمان بن شاہین کے متعلق سیوطی کی کتاب منتہی العقول سے نقل کیا ہے کہ ان کی تصانیف تین سو اسی تک جا پہنچی تھیں۔ شیخ ابو الوفا علی ابن عقیل بن محمد بغدادی حنبلی کی کتاب الفنون کے متعلق ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ یہ کتاب دو سو جلدوں میں تھی۔

قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب امام غزالی کی احیاء العلوم کا ماخذ ہے اس کے مصنف امام ابو طالب محمد بن علی بن عطیہ مکی کے متعلق مصنف نے لکھا ہے کہ ان کے حنفی ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں اسی طرح التعرف لمذہب اہل التصوف جس کے بارے میں اکابر اولیا کا قول ہے کہ

---

[1] یہاں اس امر کا ذکر کرنا بھی خالی نہیں کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے جو ہندوستان کے گروہ اہل حدیث کے سرخیل ہیں اپنی مشہور کتاب ابجد العلوم (صفحہ ۸۱۰) میں امام بخاری ابو داؤد اور نسائی کو شوافع میں شمار کیا ہے اور اپنی دوسری تصنیف اتحاف النبلاء (ص ۴۰۰) میں امام مسلم کو شافعی لکھا ہے

و ۱۸ المتعرف لمذھب التصوف اس کے مصنف امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن یعقوب کلاباذی بخاری کے متعلق قاسم بن قطلوبغا کی تاج التراجم سے نقل کیا ہے کہ وہ حنفی المذہب تھے۔

اس رسالہ میں بحث تو شروع ہوئی تھی۔ تنباکو، ڈاڑھی اور گانے باجے کے مسائل سے مگر آگے چل کر تاریخی تحقیقات کا دفتر کھل گیا ورق ۱۳ میں صحیحین کے ان رواۃ کی تعداد بتائی ہے جن پر بدعت کا الزام ہے۔ مگر وہ خود صادق اللہجہ ہیں ورق ۲۰ پر کشف والہام کی حقیقت کا بیان ہے ورق ۲۲ پر خواجہ محمد پارسا نے جو فصول ستہ میں اپنا کشف بیان کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد مذہب حنفی کے مطابق عمل کریں گے اس کی تشریح کی ہے کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ نعوذ باللہ امام ابوحنیفہ کے مقلد ہوں گے بلکہ حنفی مذہب ان کے اجتہاد کے موافق ہے ورق ۲۷، ۲۸ پر جرح و تعدیل کی قبولیت پر نہایت لطیف بحث ہے اور اس کا ضابطہ کلیہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ بل الضابطہ عندنا ان ثابت العدالۃ لا یلتفت فیہ الی قول من یشھد القرائن بانہ متحامل علیہ لتعصب مذھبی او غیرہ پھر ورق ۲۹ پر اسی سلسلہ میں عبدالرؤف مناوی کی شرح شرح نخبہ سے نقل کیا ہے۔ وھذا الذھبی من ھذا القبیل لہ علم و دیانۃ و عندہ علی اھل السنۃ تحمل مفرط فلا یجوز الاعتماد علیہ یاد رہے یہاں اہل سنت سے مراد متکلمین اشاعرہ اور فقہاء احناف ہیں۔ کیونکہ ذہبی حنبلی المعتقد شافعی الفروع ہیں اسی طرح ابن معین کے متعلق مناوی کے حوالہ سے سبکی کا قول نقل کیا ہے۔ یقبل قول ابن معین فی ابراھیم بن شعیب المدنی شیخ روی عنہ ابن وھب انہ لیس بشیء وفی ابراھیم بن یزید المدینی انہ ضعیف وفی الحسین بن الفرج انہ کذاب وان لم یبین الجرح لانہ امام مقدم فی ھذہ الصناعۃ ولا یقبل قولہ فی الشافعی ولو فسروا تی بالف ایضاح لقیام القاطع علی انہ غیر محق بالنسبۃ الیہ

پھر ورق (۴۰) پر کرامت اور اولیاء اللہ پر انکار کی مذمت کا بیان شروع ہو گیا ہے ورق (۴۳ اور ۴۴) پر ان اولیاء اللہ کا نام بنام ذکر کیا ہے۔ جن کو اپنے اہل زمانہ کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ ورق (۷۱ سے ۷۵) تک امام ابوحنیفہ کے مناقب کا بیان ہے اور ورق ۸۲ اور ۸۳ میں ان مشاہیر مصنفین اہل علم کا ذکر ہے جنہوں نے اسلام

Marfat.com

اپنی بہترین تصانیف چھوڑی ہیں پھر مشاہیر عرفاء و اولیاء اللہ میں سے ۹۳ حنفی ۱۸ مالکی اور ۱۲ حنبلی مشاہیر
بقیت کو نام بنام بیان کیا ہے۔ آخر میں ورق ۸۰ و ۸۹ پر مقامات ولایت کی تفصیل ہے۔
یہ یاد رہے کہ مصنف نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جناب میں اپنی عقیدت ان لفظوں میں
ظاہر کی ہے۔ الامام الشافعی و لہ من مناقب جمۃ و فواضل عامۃ و فضائل
منۃ لو فصلنا ها لسودنا وجوہ الکراریس و لم یتم حسنۃ واحدۃ منا
منہ الخ (ورق ۷۷) اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے متعلق شروع ہی میں لکھ چکے ہیں۔
وغایۃ امامنا ابی حنیفۃ انہ کان من کمال المتابعۃ الخاصۃ فی مقام
عال و نعتقد نحن الحنفاء فیہ الصواب ابعد من الخطاء مع انہ لیس بمعصوم
من الخطاء و لولا برکات الانبیاء نقتبس بانفاسہم لما قضیناہ و لو کانت
علی غیر متابعۃ الانبیاء لبعضناہ (ورق ۲۱)

(۱۱) سیر التقریر بتحقیق مقاصد مسئلۃ استعمال الحریر۔ تقطیع
خورد تعداد اوراق (۴۵) کتابت درمیانے درجہ کی۔
یہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے استعمال حریر یعنی ریشم کے مسائل کے بیان میں ہے یہ رسالہ بڑا سیر حاصل اور
محققانہ ہے پندرہ مقاصد پر رسالہ کو تقسیم کیا ہے پہلے حدیثیں نقل کی ہیں پھر کتب لغت و شروح سے
الفاظ غریبہ کی شرح کی ہے پھر رجال و اسانید پر بحث ہے پھر فقہا کے مذہب کو تفصیل سے بیان کر
کے قول فیصل پیش کیا ہے۔
سیر التقریر تاریخی نام ہے جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۱۱ نکلتا ہے سر ورق پر مصنف کی مہر
ثبت ہے اور متعدد جگہ مصنف کے قلم سے مفید حواشی درج ہیں کتاب میں ورق (۹) پر ایک جگہ ضمناً
امام ابو داود سجستانی کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔
و ابو داود رحمہ اللہ من الحنابلہ و رایت بخط جدی رحمہ اللہ تعالیٰ فی حواشی
اتحاف الاکابر قال العلامۃ ابن حجر المکی فی فہرستہ الصغری انہ ذکر جماعۃ
فی کتبہم ان ابا داود کان شافعیا قال و فیہ نظر ظاہر بل الظاہر انہ حنبلی (انتہی)
(۱۲) غسل العباک عن تصویب قطع الشباک تقطیع خورد تعداد اوراق (۹)
سرورق پر مصنف کے قلم سے تحریر ہے۔ ھذہ رسالۃ للفقیر ابراھیم عفی عنہ

Marfat.com

فی المنع عن تعاطی التنباک واسمہا غسل العباک عن تصویب قطع الشباک وھو
علی رسالۃ الشیخ محمد الاحساوی الذی صنف فی استحلال التنباک تصریبا لہ
سالۃ الشیخ عبدالرحمن الاحساوی الحق فی استحسان التنباک و استحلا
شیخ محمد بن احمد بن عبدالرحمن بن عبداللطیف الشافعی الاحسائی نے شیخ عبدالرحمن احسائی کے رسالہ
قطع الشباک فی حکم مسائل التنباک کی تائید میں ایک رسالہ لکھا تھا غسل العباک شیخ محمد احسائی کے
رسالہ مذکورہ کی تردید ہے یہ اس کا تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۱۴ نکلتا ہے۔

(۱۳) القول الرضی بتصحیح حدیث الترمذی فی فضل معاویۃ الصحابی

کتب خانہ میں اس کے دو نسخے ہیں ایک خود مصنف کے قلم کا اصل مسودہ ہے جو چھوٹی تقطیع کے
چار ورق میں ہے اور جا بجا سے اس کے حواشی جلد ساز کی دست برد کے کچھ اس طرح نذر ہو
ہیں کہ متن کتاب کی سطریں زد میں آگئی ہیں دوسرا اس کا بیضہ ہے جو چھوٹی تقطیع کے آٹھ ورق
میں نہایت خوش خط لکھا ہوا موجود ہے۔ اس کے سرورق پر مصنف کی مہر ہے اور دوسرے
صفحہ پر خود مصنف کے قلم کا حاشیہ ہے۔

"القوال الرضی" تاریخی نام ہے اس سے سال تصنیف ۱۲۰۸ نکلتا ہے۔ ترمذی شریف میں
حضرت معاویہؓ کی فضیلت میں حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق
میں دعا فرمائی تھی۔ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ امام ترمذی نے اس حدیث
کی تحسین کی ہے یہ رسالہ جیساکہ نام سے ظاہر ہے اس حدیث کی تصحیح کے ثبوت میں ہے اور
تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔

(۱۴) نشر حلاوی المعارف والعلوم فی الرد علی من نصر الکفار واھل الرسوم

تقطیع خورد تعداد اوراق (۱۲۲) کتابت معمولی درجہ کی سرورق پر حاشیہ میں مصنف کے قلم سے
سرخ روشنائی سے یہی نام تحریر ہے اور نیچے مصنف کی مہر ثبت ہے لیکن خاتمہ کتاب میں خود مصنف
کی عبارت میں یہ نام اس طرح مذکور ہے۔ ولما حصل التمام وصار مسکی الختام وکان
اعداد لفظ نشر حلاوی المعارف والعلوم یعطی تاریخ عام الاختتام سمیتہ
بنشر حلاوی (۱۲۱۰) المعارف والعلوم علی اولیاء الاذھان الفھوم تقطع بنیۃ
اعداء الحق من اھل الشرک والعادات والرسوم اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ جا بجا

Marfat.com

نٹ کے قلم سے حواشی میں اصل کتاب پر اضافہ ہے۔ نشر حلاوی المعارف والعلوم جیسا کہ عبارت
لہ میں مصرح ہے تاریخی نام ہے جس سے اس کا سال تصنیف ۱۲۱۰ھ معلوم ہوتا ہے سابق میں گزر
ہے کہ ۱۲۰۹ھ میں مصنف نے دماج المغنم اور اماطۃ اذی ابید۔ دو رسالے تصنیف
تھے پہلا رسالہ جودھپور کے دارالحرب ہونے کے ثبوت میں تھا اور دوسرا سندھی ہندوؤں کے
نہ ہونے کے اثبات میں شیخ عثمان کی تحریک پر ان کے شاگرد محمد صادق نے ذب الظلمۃ عن عال
الذمۃ کے نام سے دماج المغنم کا جواب لکھا تھا جنہیں جودھپور کو دارالاسلام قرار دینے
کام کوشش کی تھی اور خود استاد نے اماطۃ اذی البید کی تردید میں قلم اٹھایا تھا۔ اور
ی ہندوؤں کو حربی قرار دینے کی مخالفت کی تھی یہ شیخ عثمان۔ شیخ نور محمد نصرپوری کے
رد تھے۔ جن کا شمار مصنف کے بزرگان خاندان کے تلامذہ میں ہے۔

نشر حلاوی المعارف والعلوم ان دونوں کا مبسوط رد ہے جسمیں اصل بحث تو ان ہی دونوں
دل سے متعلق ہے مگر ضمناً نحو بلاغت اصول فقہ اور تصوف کے متعدد مسائل زیر بحث آ گئے ہیں
کے مطالعہ سے مصنف کی جلالت علمی اور وسعت نظر کا پتہ چلتا ہے مصنف کے پاس مختلف علوم
ن کی کتابوں کا اچھا خاصہ ذخیرہ تھا جس پر مصنف کو کافی عبور تھا ورق (۵۳) پر خود مصنف
لفاظ ہیں وفی قبضۃ تملکی نحو من الفی مجلد من کتب العلوم ومہارتی بمعرفۃ
تب و میز بعضہا عن بعض علی حسب ذالک علامہ قاضی شہاب الدین احمد بن محمد
جی حنفی کا حاشیہ تفسیر بیضاوی بیس جلدوں میں مصنف کے پاس موجود تھا۔

ابتداء کتاب میں علماء حق کی فضیلت اور علماء سو کی برائی مذکور ہے پھر دماج المغنم کے
ہ پر شیخ عثمان کا جو اعتراض تھا اس کا تفصیلی رد ہے ورق (۱۲) سے ذب الظلمہ کی تردید
وع ہوتی ہے دارالاسلام کب دارالحرب ہوتا ہے اس پر مصنف نے بڑی سیر حاصل بحث
ہے۔ صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک جب دارالاسلام پر کفار احکام
ہ کا اجراء کر دیں تو وہ دارالحرب بن جاتا ہے لیکن امام اعظم کے نزدیک دو باتیں اور ضروری
(۱) وہ مقام دارالحرب سے اس طرح ملا ہو کہ دونوں کے بیچ میں مسلمانوں کا کوئی ایسا
رنہ ہو جہاں سے اس جگہ مدد پہنچ سکے (۲) امان اول باقی نہ رہے یعنی کفار کے استیلاء
قبل مسلمان کو جو اپنے اسلام کی بناء پر اور ذمی کو جو عقد ذمہ کی بناء پر امان حاصل تھی

Marfat.com

وہ ختم ہو چکی ہو اور مسلمان اور ذمی کفار سے اماں لئے بغیر وہاں قطعاً نہ رہ سکیں۔ مصنف نے لکھا
کہ یہ اختلاف درحقیقت اختلاف عصر و زماں ہے امام صاحب کے نزدیک دارالحرب ہونے کے
کفار کا پورا غلبہ اور قوت معتبر ہے جودھ پور امام صاحب کی ہر سہ مذکورہ بالا شرائط کی بناء پر
دارالحرب ہی ہے احکام کفر کا اجراء تو وہاں ظاہر ہی ہے بت پرستی عام ہے مسلمانوں کو با
بلند اذان کہنے کی ممانعت ہے حلال جانوروں کا ذبح کرنے پر دار و گیر ہے اگر کوئی مسلمان اپنے گھر
بھی خفیہ طور سے کسی مرغ یا پرند کو ذبح کر ڈالے اور انہیں خبر ہو جائے تو اس کی گردن اڑا ڈالیں
یا مار پیٹ گالی گفتار اور مال لے کر اسے اذیت پہنچا کر رہیں۔ ہم نے ایک معتبر شخص کی زبانی سنا
کہ ان ہی دنوں کسی مسلمان نے ایک حلال جانور کا ذبیحہ کیا جس پر کافروں نے اس کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیف
پہنچائیں اور آخر میں جب ایک عالم نے جو جودھ پور کے ہی نواح کا رہنے والا تھا حکام سے اس کی سفارش
تو اس غریب کو قتل کر دیا بیچارہ کا مال و اسباب لوٹ کر اس کے بیوی بچوں کو غلام اور لونڈی بنا لیا اور
کی مذہبی کتابوں کے ساتھ وہ نازیبا سلوک کیا کہ بیان کے لائق نہیں ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ وہاں محض
مسلمانوں کو چڑانے اور اسلام کا مذاق اڑانے کے لئے ایک نام نہاد مدعی اسلام کو جو محض جاہل مطلق
عہدہ قضا تفویض کیا گیا ہے۔ اور اس نالائق کا نام قاضی گنگا رام رکھ چھوڑا ہے کوئی مسلمان ان کے یہاں علا
ختنہ نہیں کرا سکتا۔ جمعہ جماعات کو کھلے بندوں قائم نہیں کر سکتا۔ کسی معروف شرعی کو علی الاعلان کہہ
سکتا اور کسی منکر دینی کو ظاہر میں روک نہیں سکتا اگر ہمارے دیار کا کوئی امیر ان کو اسلام کی دعوت د
یا جزیہ قبول کرنے کے لئے کہے تو فوراً آمادۂ پیکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب مرحوم میر بجار تالپور
سندھ کے اطراف میں ان کی خالی اور بنجر زمین کے قریب قلعہ تعمیر کیا تو انہوں نے دھوکہ سے اس کو
کرا کے دیار سندھ میں ایسا عظیم فتنہ برپا کیا کہ جس کی آگ کے شرارے ابھی تک نہ بجھ سکے پھر ان اشقیا
نے لشکر جمع کر کے ہمارے دیار کے امراء مسلمین کے ساتھ جنگ چھیڑ دی جس میں سخت معرکہ ہوا۔ م
فتح خان تالپور اسی جنگ میں زخمی ہوا بالآخر حق تعالیٰ نے اہل اسلام کو فتح نصیب فرمائی دوسری دفعہ
پھر ان کی فوج سے مقابلہ ہوا اور اسی میں میر سہراب خان کا بھائی غلام محمد مقتول ہوا۔ اور آج
سندھ کے مسلمان امراء سے یہ نہ ہو سکا کہ قلعہ عمر کوٹ کو ان سے خالی کرا لیتے جس کو انہوں نے ا
سے چھین لیا تھا اور نہ کسی کو میر بجار یا میر غلام محمد کے خون کا انتقام لینے کی مقدرت حاصل ہوئی
حالانکہ ان کے جانشینوں میں میر فتح علی خان۔ میر غلام علی خان میر مراد علی میر غلام حسین میر

Marfat.com

اور میر سہراب جیسے مشاہیر حکام اور صاحبان سپاہ و لشکر گذرے ہیں۔ کیونکہ امراء سندھ کے مقابلہ میں ان کی سپاہ کی تعداد کئی گنی زیادہ تھی۔ جودھ پور کی مساجد دو سو برس یا اس سے زیادہ ہونے کو آئے کہ کھنڈر پڑی ہوئی ہیں اور بعض مسجدیں جو باقی بچی ہوئی ہیں ان میں سے کسی میں اگر مسلمان نماز پڑھتے ہیں تو آواز بلند اذان نہیں کہہ سکتے۔ بعض مسجدیں پیشاب خانوں یا خانوں اور غسل خانوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ بعض میں اونٹ گھوڑے۔ گدھے اور گائے بھینسیں بندھتی ہیں۔ خدا جانے مسلمان کہاں ہیں اور غیرت اسلامی کیا ہو گئی۔

رہی دوسری شرط کہ وہ دار الحرب سے متصل ہو سو جودھپور میں یہ بھی ہے۔ شرق میں اودے پور اور مرہٹوں کا علاقہ ہے۔ غرب میں جیسلمیر اور سوڑھت ہے۔ شمال میں سکھ قوم اور سندھیا کی حکومت ہے جنوب میں کچھ۔ گجرات۔ کاٹھیاواڑ۔ جھالاواڑ وغیرہ ہیں اور تیسری شرط کہ وہاں کوئی مسلم اور ذمی امان اول پر باقی نہ ہو یہ بھی ظاہر ہے قرنوں سے جودھپور میں مسلمان بغیر مشرکین کے امان دیئے مامون نہیں اور ذمی کا تو وہاں سرے سے وجود ہی ندارد ہے۔

ہمارے دیار سندھ میں بھی اگرچہ اسلام کا غلبہ زائل ہو چکا ہے۔ علانیہ شرابیں کشید کی جاتی ہیں نرد و شطرنج کی بازی ہوتی ہے رنڈیوں سے ان کی خرچی کی آمدنی میں سے حکومت وصول کرتی ہے ہیجڑوں پر مالی ٹیکس مقرر ہے۔ چاول وغیرہ سے مسکرات تیار کیے جاتے ہیں دوکانوں پر بت پرستی ہوتی ہے۔ کفار کے معابد میں فضائے آسمانی میں چراغ روشن ہوتے ہیں تاکہ کفار کی شہرت ہوتی رہے مساجد غیر آباد ہیں نماز روزہ وغیرہ عبادات کے قیام کی کوشش نہیں ہے مقدمات کے فیصلوں میں مکھیاؤں کی طرف رجوع ہے اگر کوئی مسلمان قاضی مکھیاؤں کی مخالفت کرے تو اسے ایذا دی جاتی ہے یہی وجہ تھی کہ میں ٹھٹھہ سے جو اس وقت میر فتح علی خان تالپور کے زیر نگیں تھا بندر کراچی کو ہجرت کر گیا تھا اس زمانے میں میر محمد نصیر خان زندہ تھا۔ گو کراچی میں بھی بہت سی بدعتیں تھیں تاہم نواب میر فتح علی خان کی عملداری سے کم تھیں۔ نصیر خان کے انتقال پر جب میر فتح علیخان قلعہ کراچی کا وارث ہوا ہے تو پھر بدعات وغیرہ کی یہاں بھی ایسی اشاعت ہوئی کہ اس کے بیان سے دل تنگ اور زبان گنگ ہے[1] تالپوریوں کے عہد میں بہت سے

---

[1] اس سلسلہ کا ایک واقعہ خود مصنف نے ورق (۹۶) کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ پنیہ نامی گائے قصاب کو خود ہم نے کراچی میں مشاہدہ کیا کہ ان کافروں نے گھڑی بھر میں نکال باہر کیا اور اس کے گھر کو تاراج کر ڈالا مسلمان دیکھتے رہے ان کو یہ مجال نہ تھی کہ قصاب کو ان ظالموں کے پنجہ ظلم سے چھڑا لیتے اس قصاب کا سوائے اس کے کوئی قصور نہ تھا کہ وہ گائے قصاب تھا۔

Marfat.com

مشرکین نے مسلمہ عورتوں سے تسری کی۔ اور بہت سے مسلمان لونڈی غلام کافروں کے قبضہ تصرف میں تھے ان سب چیزوں کے باوجود نواب میر فتح علی خان کی عملداری میں گو اہل اسلام بہت ہی مغلوب ہوئے ہیں اور کفار حاکم مذکور کے اقبال سے بہت سر چڑھ گئے ہیں تاہم اس دیار پر دار الحرب ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اسی طرح ملتان اگرچہ سکھوں کے قبضہ میں ہے اور بندر سورت اور بندر بمبئی پر اگرچہ فرنگیوں کی حکومت ہے تاہم وہ دار الاسلام ہی ہیں کیونکہ وہ شرطیں جن کی بنا پر دار الاسلام دار الحرب بن جاتا ہے وہاں موجود نہیں ہیں۔ ان مقامات پر مسلمانوں کے مقدمات کے فیصلے مسلمان قاضیوں کی عدالت میں طے ہوتے ہیں یہ مقامات دیار مسلمین سے اس طرح متصل ہیں کہ ضرورت پر اہل اسلام کی مدد پہنچ سکتی ہے اور مسلمان اور ذمی امان اسلامی پر وہاں باقی ہیں اگرچہ ٹھٹھہ میں مسلمانوں کا اقتدار ہے اور ملتان، سورت اور بمبئی میں کفار کا۔

اس کے بعد مصنف نے ثابت کیا ہے کہ ان جودھ پوری کافروں کے ساتھ جنگ شرعاً جہاد ہے رہا نیت کا سوال سو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان تمام اعمال کی صحت کے لئے تو اس کا وجود ضروری ہے جو مقصود بالذات ہیں لیکن جو اعمال کہ مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بغیرہ ہیں جیسے نماز کے لئے وضو اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد تو ان میں نیت محض حصول ثواب کے لئے شرط ہے ان کی اعمال کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے کیونکہ مقصود اصلی یعنی اس وضو سے نماز کا ہونا اور اس جہاد سے دین کا اعزاز ہونا ہر حال میں حاصل ہے خواہ اس نماز و جہاد میں نیت ہو یا نہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آخرت میں ثواب و عقاب کا دار و مدار نیت ہی پر ہے مصنف نے اپنے اس دعوے کے اثبات میں بہت سی حدیثیں پیش کی ہیں۔ جیسے وہ حدیث جو حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مسند احمد میں مروی ہے رب قتیل بین الصفین اللہ اعلم بنیتہ اور حضرت عبادۃ بن الصامت کی وہ حدیث جو سنن نسائی میں ہے کہ من غزا فی سبیل اللہ وھو لا ینوی الا عقالا فلہ ما نوی اور طبرانی میں حضرت صہیب سے مروی ہے ایما رجل تزوج امراۃ فنوی ان لا یعطیھا من صداقھا شیئا مات یوم یموت وھو خائن اور طبرانی ہی میں حضرت ابو امامہ سے یہ بھی مروی ہے کہ من ادان دینا وھو ینوی ان یؤدیہ اداہ اللہ عنہ یوم القیامۃ و من ادان دینا وھو ینوی ان لا یؤدیہ بعثہ اللہ سارقا۔

ورق (٢٨) سے اماطۃ الاذی البید پر جو شیخ عثمان کے اعتراضات تھے ان کا جواب شروع ہوتا ہے یہ بڑا تفصیلی جواب ہے جو آخر کتاب تک چلا گیا ہے شیخ عثمان نے جو ذمیوں کے بارے میں لکھا تھا کہ ان سے جو مسلمانوں کا عہد ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک عہد ہے ترک قتال کا اور دوسرا ان سے

* وھو زان وایما رجل اشتری من رجل بیعا فنوی ان لا یعطیہ من ثمنہ شیئا مات یوم یموت

Marfat.com

عدم تعرض کا۔ مصنف نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ کسی عالم نے آج تک عہد کی دو قسمیں بیان نہیں کی ہیں (ورق ۴۴) بلکہ علماء کی تصریح کے مطابق معاہدہ عمریہ میں سے جب ایک دفعہ کی بھی ذمی خلاف ورزی کرینگے نقض عہد کے مرتکب سمجھے جائیں گے۔ مفتی الحنفیہ تلمیذ ابن الہمام علامہ قاسم بن قطلوبغا نے تخریج احادیث الاختیار میں لکھا ہے۔ ینبغی للامام اذا عقد الذمۃ ان یعقد ما علی ما عقدھا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وان ینقض العھد بکل ما بہ خلاف ذلک (ورق ۹۰) اور علامہ سبکی نے تصریح کی ہے۔ لیس لاحد من الائمۃ بعدہ (ای بعد عمر) ان یسقط عنھم بدون شیء من الشروط التی شرط عمر رضی اللہ عنہ وجمیع اھل الذمۃ انما ھم جارون علی شروط عمر رضی اللہ عنہ کانا لا نعرف احدا بعدہ من الائمۃ عقد لھم عقدا یخالف عقدہ بل کل الائمۃ یعتمدون شروطہ و یجرون علیھا (ورق ۹۵) اور اس معاہدہ کے متن کی آخری دفعہ میں خود ذمیوں نے تسلیم کیا ہے فان نحن خالفنا شیئا مما شرطناہ لکم فضمناہ علی انفسنا فلا ذمۃ لنا وقد حل لکم ما یحل لکم من اھل المعاندۃ والشقاق (اخرجہ الحافظ ابو علی محمد بن سعید الحرانی فی تاریخ الرقۃ وابن حزم فی محلاہ (ورق ۹۰)

یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ مصنف کو ان دو مسئلوں میں ان کی صحت کا یقین اس درجہ یقین ہے کہ وہ شیخ عثمان مذکور کو ان کی حقانیت کا فیصلہ چکانے کے لئے پورے جزم و یقین کے ساتھ مباہلہ کی دعوت دے رہے ہیں۔ چنانچہ ورق (۷۰) پر فرماتے ہیں۔

فانی الان ارید بنا بعثۃ النبی صلی اللہ والہ وسلم المباھلۃ مع الخصم فلیات الخصم یباھلنا فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین

سنہ ۱۲۱۲ھ

(۱۵) تشییح الضحی فی قص اللحی تقطیع خورد، تعداد اوراق (۹) کتابت مناسب، سرورق پر خود مصنف کے قلم سے اس رسالہ کا نام تحریر ہے اور نیچے مہر ثبت ہے ورق (۵) پر مصنف کے قلم سے حاشیہ پر اصل کتاب میں اضافہ بھی ہے

تشییح الضحی بھی تاریخی نام ہے جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۱۲ھ نکلتا ہے مصنف نے اس رسالہ میں داڑھی کے ایک مشت سے کم کرنے کی حرمت شرعیہ کو بیان کیا ہے۔

Marfat.com

(۱۶) وصول الغنا فی تحریم الدفوف مع الجلاجل والغنا تقطیع خورد، کتابت متوسط

تعداد اوراق (۱۷)

سر ورق پر خود مصنف کے قلم سے تحریر ہے۔ وصول الغنا فی تحریم الدفوف مع الجلاجل والغنا للفقیر ابراهیم عفی عنہ وهی رد رسالۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عبد اللطیف الشافعی الاحسادی المسمیٰ جذب اللتان فی استحسانہ واباحۃ الدفوف والغنا الموسیقی والجلاجل والصلاصل والاوطار

شیخ عبدالرحمٰن احسائی نے گانے اور دف بجانے کے جواز پر ایک رسالہ لکھا جو مصنف کے رسائل کے ساتھ مجلد ہے مصنف کا یہ رسالہ اسی کے رد میں ہے۔

اس رسالہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے آخری ورق پر مصنف کے قلم سے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ثقہ فی الحدیث ہونے کے بارے میں تخریج احادیث الاختیار سے حسب ذیل منقول ہے۔

نقل المزی فی کتابہ تهذیب الکمال عن یحیی بن معین انہ قال ابوحنیفہ ثقۃ فی الحدیث وروی ابن خسرو فی مسندہ حدثنا الشیخ ابو منصور الشیخی قال حدثنا القاضی ابوالقاسم التنوخی حدثنا ابی حدثنا ابوبکر حدثنا احمد سمعت یحیی ابن معین یقول وهو یسئل عن ابی حنیفہ اثقۃ هو فی الحدیث فقال نعم ثقۃ کان واللہ اورع من ان یکذب وهو اجل قدرا من ذلک وسئل عن ابی یوسف فقال صدوق ثقۃ وروی الامام الاجل عبدالخالق تاج الدین بن اسد بن ثابت فی معجمہ حدثنا محمد بن احمد بن محمد بن عمر الصوفی الباغبان باصبهان حدثنا عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مندہ اجازۃ (واخبرنا) محمد بن ابی زید بن محمد یعرف بحکۃ باصبهان حدثنا ابوالنصر محمد بن ابی الرجاء بن ابی النصر الحبیب حدثنا عبد الرحمٰن بن مندہ حدثنا عبدالصمد القاضی حدثنا نصر بن احمد الطوعی ابو منصور حدثنا ابوالقاسم احمد بن حمد الفقیہ سمعت عبداللہ بن محمد المصری یقول سمعت یحیی بن معین یقول ابوحنیفہ ثقۃ فی الحدیث وابو یوسف کذلک وهو اکثر حدیثا واما مناقبہ وفضائلہ

کالبدر لا تختفی الا اشعتہ الا علی اکمہ لا یعرف القمرا

وقال فی التهذیب روی نصر بن علی الجریبی قال الناس فی ابی حنیفۃ حاسد وجاهل

Marfat.com

[. . .]احسنہم عندی الجاہل ۱۲ تخریج احادیث الاختیار فی بیان حدیث من کان لہ امام
[. . .]قراءۃ الامام لہ قراءۃ للعلامۃ قاسم بن قطلوبغا الرومی الحنفی
[. . .]۱) ہدایۃ الناس فی ابقاء الشعر علی الراس ، تقطیع خورد، کتابت بخط دیوانی
[. . .]ہ، اوراق (۱۰)

میرے خیال میں یہ پورا رسالہ خود مصنف کے قلم سے لکھا ہوا ہے جابجا حواشی پر اصل کتاب میں اضافے
[. . .] کئے ہیں اس رسالہ کا موضوع یہ ہے کہ سر پر بال رکھنا اور ان کو سر سے نیچے تک چھوڑے رکھنا مسنون
[. . .]ہ اور عزیمت میں داخل ہے اور بلا ضرورت سر منڈوانے کی اگرچہ رخصت ہے تاہم چونکہ وہ خوارج
[. . .]شعار رہ چکا ہے اس لئے کراہت تنزیہی سے خالی نہیں۔

خاتمہ میں مصنف نے تصریح کی ہے کہ یہ رسالہ چوتھائی دن سے کچھ زیادہ دیر میں تمام ہو گیا اور
[. . .]مصنف کو خواب و بیداری کے درمیانی عالم میں اس کی تاریخ تالیف اغانی قوم الہام ہوئی جس سے
[. . .]ل کا سنہ تالیف ۱۲۰۸ نکلتا ہے۔ منقول [. . .]

بقیہ

انڈیا آفس لائبریری لندن

صفحہ ۵۴۸ سے آگے

جن کی تعمیر و ترقی میں ہمارے گذشتہ پچاس سال صرف ہوئے تھے۔ اس لائبریری
[. . .]ل ایک کتاب بھی پاکستان کو نہیں مل سکی۔ حیدرآباد اور بمبئی سے لے کر کلکتہ اور دلی تک
[. . .]بیسیوں کتب خانے موجود ہیں۔ جن کا بٹوارہ نہیں ہو سکا۔ تو پھر انڈیا آفس لائبریری کو
[. . .]ہندوستان منتقل کرنے پر پاکستان کو آیا کچھ مل جائے گا۔

Marfat.com

مخطوطات کا ایک نادر ذخیرہ

از مولانا عبدالحلیم چشتی ۔ ایم ۔ اے ۔

مولوی شمس الدین صاحب تاجر کتب نادرہ (مسلم مسجد لاہور) علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ لاہور میں ان کی دوکان اہل علم کا مرکز ہے۔ لاہور کا وہ کون سا عالم، مصنف، ادیب، یا شاعر ہے جس کی مولوی شمس الدین صاحب کی دوکان پر آمد و رفت نہ ہو۔ بقول مخدوم غلام جیلانی پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور "یہ کتابوں کی دوکان نہیں ہے۔ بلکہ اہل علم مرکز "ادارہ شمسیہ" ہے۔ واقعہ بھی یہی ہے شمس الدین صاحب کو اس سے غرض نہیں کہ کتابیں فروخت ہوں یا نہ ہوں۔ جو بھی مقامی یا صادر وارد اہل علم آجائے اس کی تواضع ضرور ہونی چاہیئے۔ چار کا دور چلتا ہے۔ دوپہر کو دسترخوان بچھتا ہے۔ جو موجود ہے وہ شریک دعوت شیراز ہے۔ مولوی شمس الدین صاحب کا ذاتی ذخیرۂ کتب بڑا قابل قدر ہے۔ نایاب اور نادر کتابیں نہ صرف وہ فروخت کرتے ہیں۔ بلکہ ان کا ذاتی ذخیرہ بھی نوادرات پر مشتمل ہے ہم نے اس ذخیرہ کی زیارت کی ہے۔

سنہ ۱۹۶۲ء میں مولوی شمس الدین صاحب نے مخطوطات کا ایک ذخیرہ نیشنل میوزم آف پاکستان (کراچی) کو فروخت کیا۔ اس کی تفصیلی فہرست جناب مولانا عبدالحلیم صاحب چشتی ایم۔ اے نے مرتب فرمائی ہے۔ مولوی شمس الدین صاحب اور مولانا چشتی صاحب کی عنایت سے اس فہرست کی ایک نقل ہمیں مل گئی ہے جس کو ہم الزبیر کے اس خاص نمبر میں پیش کر رہے ہیں۔

(محمد ایوب قادری)

Marfat.com

قرآن مجید ترجمہ فارسی معہ مختصر تفسیر

صفحات ۷۰۸ سائیز ۱۵½ × ۱۱½

یہ قرآن مجید ۷۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں متن و ترجمہ کی ۱۰ سطریں ہیں

یہ قرآن مجید اگرچہ خط نسخ میں ہے۔ مگر خط نسخ بھی نہایت قدیم ہے۔ اور اس کے طرز خط میں کوفی خط کی ادا
تی ہے۔ یہ ترجمہ متداول فارسی ترجموں سے بالکل مختلف ہے۔ اس ترجمہ کی زبان تمام تر قدیم فارسی ہے۔ سورہ
کا نام اور آیتوں کی تعداد کوفی رسم الخط میں ہے۔ جو کوفی آرٹ کا بہترین نمونہ ہے۔ اس کے علاوہ تمام سورتوں
ام اور تفسیر کے عنوانات سب آب زر سے لکھے ہوئے ہیں۔ اور رکوع کی علامات پھول کی شکل میں بنی ہوئی
۔ اور ان کے بیچ میں کوئی لفظ خط کوفی میں لکھا ہوا ہے۔ ہر پھول کی جدولیں نہایت ہی باریک ہیں۔ اور ان میں
زرافشانی کی گئی ہے۔ آیتوں کے اوقاف کے جو نشان بھی دائرہ کی صورت میں بنے ہوئے ہیں۔ اور وہ زرافشانی
مزین ہیں۔ اور ان کے اندر بھی علامات وقف کوفی خط میں لکھی ہوئی ہیں۔ ہر صفحہ پر متن کے چہار طرف نیلم سے
لیں بنی ہوئی ہیں۔ سورتوں کے ناموں کی ہر سطر زرافشانی کا اعلٰے نمونہ ہے۔ ان امور کی تصدیق دو قدیم عکسی تصویروں
بھی کی جا سکتی ہے۔ جو اسلامی انسائیکلو پیڈیا شائع دانش گاہ پنجاب کی چوتھی جلد کے تیسرے کراسہ میں موجود ہیں
یں سے ایک چوتھی صدی اور دوسری پانچویں صدی کے قلمی قرآن مجید کی ہیں۔ ان کے اندر ... اوقاف اور
ں ونگار میں سرمو فرق نہیں ہے۔ بلکہ اس میں سورۂ صاد کے اندر جو کوفی آرٹ کا نمونہ ہے ...
ے وہ دونوں قرآن مجید یکسر خالی ہیں۔ صرف یہی ایک بات اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے ... یہ قرآن
اور پانچویں صدی ہجری کے درمیانی زمانے کا لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح بوسٹن کے عجائب خانہ ...
سورۂ طٰہٰ کا ایک نسخہ موجود ہے۔ یہ پانچویں صدی ہجری کے اوائل کا ہے۔ اس کا عکس مستشرق اسکر دور

صفحہ ۲۲۹ نے آرٹ اسلامیکا

دیا ہے۔ اس کے اوقاف اور گلکاری ہو بہو اسی جیسی ہے۔

اس قرآن مجید کا رسم الخط وہی ہے۔ جو دنیائے اسلام کے مشہور خطاط ابن البواب علی بن ہلال المتوفی سنہ ۴۲۳ھ

Marfat.com

کا طرزِ نگارش ہے۔ خیر زرکلی نے الاعلام ج۔ ۵ ص۱۶۷ اور لوح نمبر ۷۹۴ ابن البواب کے خط کا جو نمونہ دیا ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابن البواب کے دائرے اور کشش اس قرآن مجید کے متن کے الفاظ کے دوائر اور کشش ایک ہی سی ہیں۔ اس لئے ممکن ہے۔ کہ متن قرآن اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہو۔ اگر قطعی شہادت نہ ہونے کی وجہ سے اس کو تسلیم نہ کریں۔ تو اس امر میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ یہ اس کے کسی باکمال معاصر کے قلم کا شاہکار تو ضرور ہے۔

کاغذ، کتابت اور نقاشی سنٹرل ایشیا، توران ماوراء النہر کے معلوم ہوتے ہیں۔ کاغذ نہایت قدیم طرز اور عجیب اجزاء سے تیار کیا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید کو پانی پہونچنے کے بعد بھی پانی کا اثر کاغذ پر خوب نمایاں ہوا ہے .... لیکن کاغذ ایک دوسرے سے نہیں چپکا ہے۔ سیاہی بھی کچھ ایسی بنی ہوئی استعمال ہوئی ہے کہ پانی اس کو پہنچا۔ لیکن سیاہی اس سے متاثر نہیں ہوئی۔

یہ قرآن مجید نہایت باریک وصلی پر لکھا ہوا ہے۔ وصلی کی صورت یہ ہے۔ کہ دو کاغذوں کو لے کر ایک کر دیا ہے۔ اور یہ کام کچھ اس ہنرمندی اور سلیقہ سے کیا گیا ہے کہ تمیز کرنا مشکل ہے۔ اور حیرت ہے کہ کاغذوں کو پانی پہنچا لیکن جوڑ نہیں کھلا۔ اور نہ کہیں اس امر کا سراغ ملتا ہے کہ یہ دو کاغذ ہیں۔ اور پھر اس کو اس خوبی سے گھوٹا گیا ہے۔ جس سے اس میں چکناپن آگیا ہے۔ اور اسی وجہ سے قرآن مجید وزنی ہوگیا ہے۔ ہم نے ایک مقام پر کاغذ کو تھوڑا سا جدا کرکے اس حقیقت کو وانشگاف کر دیا ہے۔ کہ یہ قرآن مجید وصلی پر لکھا گیا ہے کاغذ کی ساخت اور اور قدامت، سیاہی اور راس کی پختگی، خط اور زبان کی قدامت اس امر کی صریح دلیل ہے۔ کہ یہ قرآن مجید چوتھی پانچویں ہجری کا مخطوطہ ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل نظام الدین، عمدۃ النسابہ کا تحریر کردہ قرآن مجید ہے۔ جب وہ ۵۶۶ھ ہجری کا ہے تو یہ کم ازکم پانچویں صدی ہجری کا مخطوطہ ضرور تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

قرآن ترجمہ اور تفسیر تلفّظ اور املا کے معاملہ میں تورانی اور ماوراء النہری روایات کا پابند ہے یہی وجہ ہے۔ کہ ہر جگہ گاف کو کاف اور دال کو ذال لکھا گیا ہے۔ اور یائے مجہول کو استعمال کیا ہے۔ املار میں انہی امور کی رعایت کی گئی ہے جن کی تورانی یا ماوراء النہری کرتے ہیں۔

ترجمہ اور تفسیر کی زبان بھی نہایت قدیم ہے۔ اس میں حروف زائدہ اندر، بر اور مر وغیرہ کا بکثرت استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح مترجم مثلاً خواہید، چشید کو خوہیت اور چشیت لکھتا ہے۔ اسی طرح کی بہت

Marfat.com

سی باتیں ہیں۔ جن کو ہر صفحہ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اسلوب بیان اور صفائی عبارت سادگی اور سلاست کے اعتبار سے اس کی زبان تاریخ طبری وغیرہ کی زبان سے ملتی ہے۔ اس تفسیر میں بجز محمد بن جریر طبری اور ان کی تفسیر و تاریخ کے کسی اور مصنف اور کتاب کا نام تک نہیں آیا۔ محمد بن جریر طبری کا نام حسب ذیل سورتوں کی تفسیر میں آیا ہے۔

(۱) سورۂ عنکبوت

(۲) سورۂ احقاف

(۳) سورۂ صافات

(۴) سورۂ حجرات

(۵) سورۂ اذا السماء انفطرت

(۶) سورۂ بلد

(۷) سورۂ سجدہ اس میں تاریخ طبری کا حوالہ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے پیش نظر صرف محمد بن جریر طبری کی کتابیں ہیں۔ ور ترجمہ محمد بن جریر المتوفی ۳۱۰ھ ہجری کے بعد کی تالیف ہے۔ ترجمہ اگرچہ لفظی ہے۔ لیکن مترجم نے ترجمہ کے اندر سہل جامع اور مناسب تر الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ جس سے ترجمہ نہایت جامع بڑا معنی خیز، عام فہم اور رواں ہو گیا۔ جس طرح ترجمہ میں فارسی کے غیر مانوس الفاظ کے استعمال سے گریز کیا۔ اسی طرح یہی ترجمہ کے اندر عربی کے الفاظ بھی خال خال نظر آتے ہیں۔ وہ ایسے ہیں۔ جو مترجم نے مطلب کی وضاحت کے لئے بڑے ہی غور و فکر کے بعد رکھے ہیں۔ جو اس دور میں نہایت عام تھے۔ اس سے اس کا افادی پہلو اور بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔

اس وقت ترجمہ اور تفسیر کا جو حصہ موجود ہے۔ اس میں احکام سے متعلق آیتیں کم ہیں۔ اس لئے بھی اس مختصر تفسیر میں قصص کا بیان زیادہ ملتا ہے۔ اس میں بھی مترجم نے مضمون کے اعادہ سے گریز کیا اور حوالہ سابقہ پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن جہاں کلام سے متعلق کوئی بات آئی ہے اس کو نظر انداز نہیں کیا۔ بلکہ اس پر بحث کی ہے۔ چنانچہ خلافت کے مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ ایلا کی بحث میں اس مسئلہ پر بھی کلام کیا ہے۔

Marfat.com

اس ترجمہ کی جامعیت، سادگی اور خوبی کا صحیح اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے، جب نامور اہل زبان کے ترجموں یا دقیق النظر اہل علم کے فارسی ترجموں سے اس ترجمہ کی صرف چند ہی آیتوں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے۔ ہم مشتے نمونہ گلے از گلزارے یہاں صرف ایک دو آیتوں کا ترجمہ شہرہ آفاق فارسی تراجم سے نقل کرتے ہیں۔ جن میں سے بعض ایسے ہیں۔ جو انفرادی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہیں۔ بلکہ حکومت افغانستان نے انتخابِ زمانہ، دیدہ وروں اور باکمال علماء سے ترجمہ کرا کر نہایت صحت و اہتمام سے شائع کیا ہے۔ اس کو بھی ہم تقابلی ترجمہ میں نقل کرتے ہیں۔ پھر اس ترجمہ کو نقل کریں گے جو خود کہے گا۔

"دلے من چیزے دیگرم"

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ وَّمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (سورۃ بقر ۴)

(۱) ملا حسین بن علی واعظ کاشفی المتوفی سنہ ۹۰۶ھ ترجمہ کرتے ہیں۔

تو بیابی جہوداں را حریص ترین مرداں بر زندگانی و از آنکہ شریک آورندہ دوست دارد یکے از ایشاں کہ کاش عمر دادہ شود ہزار سال ونیست آنکہ او رہانندہ باشد از عذاب دوزخ آں کہ عمر دادہ شود وخدا بیناست بانچہ می کنند

(۲) وہ ترجمہ سعدیؒ سے منسوب ہے۔

تو بیابی جہوداں را حریص ترین مرداں بہ زندگانی و حریص تر از آنکہ شریک می آرند دوست دارد یکے از ایشاں کہ کاش عمر دادہ شود ہزار سال ونیست رہا کنندۂ او از عذاب دوزخ آنکہ عمر دادہ شود خدا بیناست وآنچہ می کنند

(۳) ترجمہ منقول از قرآن مجید موسوم بہ کشف الآیات مطبوعہ کتاب فروش اسلامیہ طہران

وہر آئینہ بیابی ایشاں را حریص ترین مرداں بر زندگانی واز آنکہ شرک آوردہ اند دوست میدارد واحد ایشاں را کہ کاش عمر دادہ می شد

Marfat.com

ہزار سال ونیست او دور کنندہ اش از عذاب ایں کہ عمر دادہ شود
خدا بیناست و آنچہ می کنند۔

(۴) ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

وہر آئینہ بیابی ایشاں را حریص ترین مردم بر زندگانی و حریص تر و از
آنانکہ مشرک اند دوست می دارد یکے از ایشاں کاش عمر دادہ شود
ہزار سال ونیست رانندہ وے از عذاب آن کہ عمر دادہ شود
خدا بیناست و آنچہ میکنند۔

(۵) ترجمہ شیخ الہند فارسی طبع کابل ۱۳۲۳ھ

وہر آئینہ بیابی ایشاں را حریص ترین مردم بر زندگانی و حریص تر از
کسانیکہ شرک آوردہ اند دوست میدارد یک یک از ایشاں کاش
عمر دادہ شود ہزار سال ونیست آں رانندہ وے از عذاب کہ عمر
دادہ شود و خدا نیک بیناست و آنچہ میکنند۔

(۶) ترجمہ ہذا نسخہ

و یابی ایشاں را آرزومند ترین مرداں بر زندگانی و از کساں انبازگرفتند
دوست دارند یکے از ایشاں اگر زندگانی باشد او را
ہزار سال و نباشد آں دور کنندہ او را ز عذاب کہ زندگانی
او دراز باشد و خدا بیناست بر آنچہ ہمیں کنند۔

اس ترجمہ سے جیسے عام فہم سادہ اور سلیس جامع اور مختصر الفاظ مترجم نے رکھے ہیں بیان
سے باہر ہیں۔

اب ذرا اس مقام کو بھی ملاحظہ فرمائیں جہاں مترجم نے عربی الفاظ کو ترجمہ میں جگہ دی ہے اس کا
اندازہ بھی ان مذکورہ بالا ترجمہ نگاروں کا ترجمہ پڑھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ ان ترجموں کے پڑھنے
کے بعد یہ بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ مترجم نے ترجمہ میں عربی الفاظ لاکر حقیقت سے ذہن انسانی کو کس قدر
قریب تر کر دیا ہے۔ اور مغز کلام کو کس طرح سے آشکارا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مترجم کے ترجمہ

Marfat.com

کا لطف الفاظ کی ترجمانی سے بالا تر ہے۔ نمونہ ذیل ہے۔

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَ أَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ ۝ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(۱) ترجمہ ملا حسین کاشفی

اے پروردگار ما گردان ما ہر دو را ثابت باسلام مر ترا و از فرزندانِ ما گروہے گردن نہندہ مر ترا و بنمائی ما افعال حج و قبول فرمائی بر ما توبہ بدرستیکہ توئی توبہ پذیرندہ مہربان اے پروردگار ما و بر انگیز در میان اینہا رسولے از اینہا کہ بخواند بر اینہا اشائی ترا و بیاموز و اینہا را کتاب و حکمت پاک گرداند اینہا را بدرستیکہ توئی غالب محکم کار۔

(۲) سعدیؒ کا ترجمہ۔

اے پروردگار ما و گرداں مارا ہر دو ثابت باسلام مر ترا واز فرزندانِ ما گروہے گردن نہندہ مر ترا و بنما مارا افعال حج و قبول فرما بر ما توبہ بدرستیکہ توئی توبہ پذیرندہ مہرباں اے پروردگار ما و بر انگیز در میاں اینہا رسولے از اینہا کہ بخواند بر اینہا آیتہائے ترا و بیاموز و اینہا را کتاب و حکمت و پاک گراند اینہا را آئینہ توئی توانا و دانا۔

(۳) ترجمہ ایرانی درکشف الآیات۔

پروردگار ما دیگراں مارا دو منقاد مر ترا و از ذریت ما آیتے منقاد مر ترا و بما مارا مناسکماں و بپذیر توبہ از ما بدرستیکہ توئی توبہ پذیر مہربان پروردگار ما و بر انگیز در ایشاں کہ بخواند بر ایشاں آیتہائے تو او بیاموز و ایشاں را کتاب و حکمت و پاک سازد و ایشاں را بدرستیکہ تو

Marfat.com

توئی غالب و درست کردار۔

(۴) ترجمہ شاہ ولی اللہؒ۔

اے پروردگار ما و بکن مارا فرماں بردار خود و از اولاد ما و بکن گروہے منقاد خود و بنما مارا طریق عبادت ہائے ما و بمہربانی باز آ بر ما ہر آئینہ توئی باز آئندہ مہربان اے پروردگار ما بفرست درمیان ایشاں پیغامبرے از ایشاں بخواند بر ایشاں اینہائے تو و بیاموز و ایشاں را کتاب و علم و پاک کند ایشاں را ہر آئینہ توئی غالب محکم کار۔

(۵) ترجمہ شیخ الہند۔

اے پروردگار ما بگرداں مارا فرماں بردار بخود و از اولاد ما گروہے فرماں بر بخود و بنمائی مارا مناسک مارا (قواعد حج) و بپذیر توبہ مارا بر آئینہ توئی پذیرندۂ توبہ مہرباں اے پروردگار ما و بفرست درمیان ایشاں پیغمبرے از ایشاں کہ بخواند بر ایشاں اینہائے ترا بیاموز و ایشاں را کتاب و حکمت و پاک کند ایشاں را ہر آئینہ تو توئی بسیار غالب بسیار با حکمت

ترجمہ نسخہ ہذا۔

بار خدائے ما بکن مارا دو مخلص ترا و ز فرزندان ما گروہے مخلص ترا و بنمائے مارا کارہائے حج ما و توبہ و بر ما کہ توئی تو توبہ دہندہ و بخشایندہ، بار خدائے ما بفرست اندر میان ایشاں پیغامبرے از ایشاں تا برخواند بر ایشاں آیتہائے تو و بیاموز ایشاں را کتاب و حکمت و پاکیزہ کند ایشاں را کہ توئی بے ہمتا با حکمت

افسوس ہے کہ سعی بسیار کے باوجود قرآن مجید کا پورا نسخہ دستیاب نہیں ہوا۔ اگر اول و آخر کا صفحہ مل جاتا۔ تو ہمیں شاید مصنف اور کاتب کا نام معلوم ہو جاتا۔ اور سن کا بھی تعین ہو جاتا لیکن کچھ یونہی مقدر تھا۔ تاہم ترجمہ قرآن مجید اور تفسیر کے بالاستعیاب مطالعہ سے اس حقیقت کا انکشاف ہو گیا ہے کہ اس کا مترجم اور مفسر کوئی چوتھی صدی ہجری کا نہایت جید عالم تھا۔ اس کو عربی اور فارسی دونوں زبانوں پر حصول عبور حاصل تھا۔ وہ بڑا معتدل مزاج انسان تھا۔ اختلافی مسائل سے کہیں تعرض نہیں کیا۔ اسی

Marfat.com

طرح مسلک حنفیہ کے اظہار میں کہیں پہلو تہی نہیں کی ہے۔ جس عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ مترجم چوتھی صدی ہجری کے وسط میں بقید حیات تھے۔ وہ درج ذیل ہے۔

پس بکتاب فتن اندر چنیں آمدہ است کہ ایں دجال بہ آغوز ماں بیروں آید و بیروں آمدن او و بیرون آمدن یاجوج و ماجوج و بیروں آمدن مہدی و عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام یک سال باشد و باز بروند ازیں جہاں چوں سال از چہار صد بگذرد و ایں را بر خاستے چشم باید داشتن۔

(حدیث دجال لعنت اللہ) سورۂ مومن

حافظ محمود شیرانی مرحوم نے ایک نہایت فاضلانہ مقالہ "قرآن مجید کی ایک قدیم تفسیر" کے عنوان سے اورنٹیل کالج میگزین لاہور کے اندر مئی ۱۹۳۳ء میں سپرد قلم کیا۔ جو بعد میں کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس میں موصوف نے فارسی میں تفسیر نگاری کا آغاز چوتھی صدی ہجری وسط یعنی ۳۴۵ھ قرار دیا ہے۔ اور پھر قدیم ترین پانچ تفسیروں کے حسب ذیل نام گنائے ہیں۔

(۱) تفسیر منصوری (یہ وہی تفسیر ہے۔ جو ابو صالح منصور بن نوح سامانی نے علماء کی ایک جماعت سے تفسیر طبری کا ترجمہ کرایا ہے۔)

(۲) تفسیر السور آبادی از ابو بکر عتیق بن محمد السور آبادی الہروی جو الپ ارسلان سلجوقی ۴۵۵ھ و ۴۶۵ھ کے بزرگ ہیں۔

(۳) تاج التراجم فی تفسیر القرآن للعجم المعروف طاہری از عماد الدین ابو المظفر طاہر بن محمد الاسفرائینی المخاطب بہ شہفور المتوفی ۴۷۱ھ

(۴) تفسیر زاہدی از ابو نصر احمد بن الحسن بن احمد بن سلیمان درواجکی۔ یہ تفسیر ۵۱۹ھ میں بخارا میں تالیف ہوئی۔

(۵) تفسیر بصائر یمینی بالبصائر فی التفسیر از محمد بن محمود النیشاپوری۔ یہ بہرام شاہ غزنوی ۵۱۱ھ و ۵۵۲ھ کے عہد کے بزرگ ہیں۔

یہ مذکورہ بالا پانچ تفسیروں میں سے تفسیر منصوری بلاشبہ چوتھی صدی ہجری کی تالیف میں سے ہے لیکن وہ کوئی مستقل تفسیر نہیں ہے۔ وہ تفسیر طبری کا ترجمہ ہے جو چالیس مجلدات پر مشتمل تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ مخطوطہ ترجمہ و تفسیر، تفسیر طبری کا ترجمہ تو کیا خلاصہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ

Marfat.com

ایک جداگانہ اور مستقل ترجمہ و تفسیر ہے۔ تفسیر منصوری کے علاوہ جو چار تفسیریں ہیں۔ وہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی تفاسیر میں سے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی یقینی طور پر چوتھی صدی ہجری کی تصنیف نہیں ہے۔ چونکہ آج مذکورہ بالا تفسیریں ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ یہ مخطوطہ بھی ان میں سے ایک ہو۔ اگرچہ یہ امکان بھی ایسا ہے۔ جس پر کوئی قوی قرینہ ثبوت میں پیش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس یہ کہنا بے جا نہیں کہ مخطوطہ ہذا کا مذکورہ بالا اقتباس اس امر کا شاہد ہے کہ ترجمہ و تفسیر چوتھی صدی ہجری کے اختتام سے قبل ہی پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔

بہت ممکن ہے۔ کہ یہی ترجمہ و تفسیر عہد سامانی کا وہ ناقابل فراموش علمی کارنامہ ہو۔ جو تاریخ طبری اور تفسیر طبری کے ترجمہ کے معاً بعد ہوا ہے۔ جیسا کہ بعض مستشرقین کا خیال ہے عصر حاضر کا نامور مؤرخ و ادیب ڈاکٹر رضا زادہ شفق تاریخ ادبیات ایران میں لکھتا ہے۔

تاریخ طبری اور تفسیر طبری کے ترجموں کے سوا۔

"قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر کا ایک قلمی نسخہ بھی ہے۔ جس کے بارے میں بعض مستشرقین کا خیال ہے۔ کہ یہ بھی سامانی دور سے تعلق رکھتا ہے۔"

(ملاحظہ ہو تاریخ ادبیات ایران مترجمہ سید مبارز الدین طبع ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۵ء صـ۷۷)

ان تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ کہنا حقیقت سے بعید نہیں۔ کہ یہ مخطوطہ مذکورہ بالا تمام تفسیروں سے جدا ہے۔ اس لحاظ سے یہ عظیم الشان نادر مخطوطہ دنیا بھر میں یکتا و منفرد ہے۔

قرآن مجید قلمی

اوراق ۱۰۸ ۔ کاغذ قدیم مہر زدہ

سائیز ۱۰ × ۶

خطاط :۔ نظام الدین احمد حسینی حسنی نسابہ اور سن کتابت ۱۰۰۸ھ ہے لوح اول نہایت اعلیٰ درجہ کی طلاکاری کا نمونہ ہے۔ اور نقش و نگار سے آراستہ ہے۔ اندر کے دوسرے اور تیسرے صفحہ کی لوحیں دس خوشنما رنگوں سے مزین ہیں اور اس میں بعض دھاریاں تو بلا مبالغہ بال سے باریک ہیں۔ نقش و نگار بھی خوب ہیں۔ ہر صفحہ کی جدولیں سہ رنگی اور طلائی ہیں۔ اور ہر سطر میں زرافشانی کی گئی ہے۔ متن نہایت عمدہ اور نسخ میں لکھا ہوا ہے۔ اور کمال یہ ہے۔ کہ شروع سے آخر تک قلم میں کہیں فرق نہیں آیا ہے۔ مد اور وقف شنگرفی ہیں۔ آیتوں کی نشانیوں میں طلائی چہار رنگی خوشنما پھول بنے ہوئے ہیں۔ اکثر پھول آب یاقوت، آب لاجورد و عقیق سے بنائے گئے ہیں

Marfat.com

بوجر ڈا ؤ نگینوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ حواشی پر علامات عشر و خمس سجدہ کے الفاظ میں زرافشانی کی گئی ہے ہر صورت کے آغاز میں نام اور سورتوں کی تعداد کے حروف میں بھی شاندار زرافشانی ہے اور ہر سطر کی جدولیں تمام تر نیلم کی ہیں۔ اور ہر پارہ کے آغاز میں حاشیہ پر جو طلائی کام ہے۔ وہ بھی بڑا ہی دیدہ زیب ہے۔ بین السطور ترجمے کی جگہ یکساں سادہ ہے۔ سورتیں لاجوردی زمین کی پیشانی پر طلائی قلم سے لکھی گئی ہیں خطاطی، کاغذ اور گلکاری تمام تر ترکی یا تورانی ہیں۔ ساتویں صدی ہجری کے آخر اور آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں خط نسخ کی ایسی حسن کارانہ شان کمتر ہی نظر آتی ہے۔

نظام الدین ان مشہور خطاط یاقوت مستعصمی کا معاصر ہے اور قرآن مجید اس کی قدرت قلم اور فنکارانہ شان کا آئینہ دار ہے۔ اس کے قلم سے لکھا ہوا پورا قرآن مجید ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

آخری صفحہ پر احمد شاہ ابدالی کے مقرر کردہ ناظم اور گورنر کشمیر سردار محمد عظیم خاں کے متعلق ایک تاریخی تحریر بھی موجود ہے۔ جس میں اس امر کی صراحت ہے۔ کہ محمد حسین خاں عرضی بیگی اور قاضی ملا نور محمد نے قرآن مجید کو حکم بنا کر سردار محمد عظیم خاں کے سامنے اس امر کا عہد کیا تھا۔ کہ وہ ہمیشہ اس کی اطاعت کریں گے۔ اور کبھی اس کی اطاعت سے روگردانی نہیں کریں گے۔ اس عہدنامہ کی تاریخ ربیع الاول ۱۱۷۵ھ ہے

یہ قرآن مجید اس لحاظ سے ہی منفرد نہیں ہے۔ کہ اس میں ایک تاریخی عہدنامہ تحریر ہے۔ بلکہ اس کی یہ اہمیت بھی کچھ کم نہیں۔ کہ قرآن مجید کو حکم بنانے اور اس کو درمیان میں رکھ کر عہد کرنے کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں کثرت سے آتا ہے۔ لیکن اس کی کیفیت صحیح علم اس قرآن مجید کو دیکھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ اس عہدنامہ میں کیا کچھ لکھا جاتا تھا اور کس عالم پر لکھا جاتا تھا عہدنامہ کی یہ تحریر تاریخ عہد ابدالی کے اہم جزئیہ سے متعلق ہونے کے باعث نہایت اہم ہے۔ اور اس امر کا بین ثبوت ہے۔ کہ اس قرآن مجید کا تعلق شاہی کتب خانہ سے بھی رہا ہے۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو "آئے معارک طبع کابل صفحہ ۹ تا ۵۰۔

واضح رہے کہ اس قلمی قرآن مجید کی مذکورہ بالا خصوصیات اور خصوصی اہتمام سے ایسا معلوم ہوتا ہے یہ نسخہ کسی بادشاہ یا وزیر کے لئے لکھا گیا ہے۔

حمائل شریف بخط بہار
(۲ نسخے)

کتابت غالباً نویں صدی ہجری کی ہے۔ جدولیں تمام تر شنگرفی و نیلگوں ہیں۔ یہ حمائل حسن کتابت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ تمام قرآن مجید میں اللہ کا نام سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ سورتوں اور پاروں کے

Marfat.com

عنوانات طلائی ہیں۔ سورۂ کھیعص کا آغاز جس صفحہ پر ہے، وہ اور دوسرا صفحہ نقاشی کا قدیم نمونہ ہیں
یوں تو خطِ بہار کے صرف چند قرآن ہی دنیا میں موجود ہیں۔ ان میں سے یہ ایک حمائل بھی ہے
لیکن خط بہار کا ہر نسخہ اتنا خوبصورت کتابت نہیں کیا گیا ہے۔ اگرچہ کاتب کا نام موجود نہیں ہے لیکن
خط کی پاکیزگی یہ بتا رہی ہے۔ کہ یہ کسی کہنہ مشق نامور استاد کے قلم کا شاہکار ہے۔ اس نسخے کی کتابت
کو پانچ سو سال سے زائد عرصہ گذر گیا ہے۔ لیکن نسخہ بہت عمدہ حالت میں موجود ہے۔

کاغذ کی نفاست اور باریکی بیان سے باہر ہے۔ ہر پارہ کی اول آیت میں زرافشانی کی گئی ہے اور
اس کے حاشیہ پر جو پھول بنایا گیا ہے۔ وہ اس دور کا بہترین آرٹ ہے۔

بحر الغراست (فارسی)

شرح

(دیوان حافظ شیرازیؒ) ۲ جلد

تالیف :۔ عبید اللہ خویشگی قصوری

سطر ۲۰ صفحات جلد اول ۴۸۰ } ۹۳۰ سائیز $6\frac{1}{2}$ × $10\frac{1}{4}$

صفحات جلد دوم ۴۵۰

یہ عبید اللہ خویشگی قصوری کی تالیف ہے۔ اور نہایت مبسوط اور جامع شرح ہے۔ جو
دو نہایت ضخیم جلدوں میں سمائی ہے۔ کاتب کا نام معین الدین ولد ملا مزین الدین مرید شیخ رحمکارؒ ہے
اور سن کتابت ۱۲۶۰ ہجری کا ہے کتابت نہایت عمدہ حالت میں ہے اور بالکل بے داغ نسخہ ہے۔
اور بڑے اہتمام سے لکھا گیا ہے۔ جدولیں خوبصورت اور عنوانات سُرخ قائم کیے گئے ہیں۔ ہر جلد
کے آغاز میں غزلیات کی فہرست بھی موجود ہے۔ ترتیب نہایت دلآویز ہے۔ مسودے کی ترتیب
شیخ انور ولد شیخ ابو الفتح نے کی تھی۔

شارح عبید اللہ خویشگی کا شمار عہد شاہجہانی کے نامور فضلاء و عمائد میں ہوتا ہے۔ موصوف
نے یہ کتاب شاہجہاں کے عہد میں تالیف کی۔ جیسا کہ کتاب کے دیباچہ میں مصنف نے ذکر کیا ہے۔
تالیف کا کوئی سن کتاب میں نہیں دیا گیا ہے۔ لیکن شاہجہانی عہد ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۸ھ کی یادگار ہے۔ اس
سے پیشتر ہندوستان میں دیوان حافظؒ کی مکمل شرح نہیں لکھی گئی۔ اس لیے اس تالیف کو اولیت کا

Marfat.com

شرف حاصل ہے مطالب کی تشریح انتہائی عالمانہ انداز میں کی گئی ہے ۔ جس کی وجہ سے یہ شرح ایک مستقل قاموس العلوم بن گئی ہے ۔ یہ کہیں طبع بھی نہیں ہوئی ہے ۔ قلمی نسخے نایاب ہی نہیں ہیں بلکہ ناپید دنیا بھر کے مشہور کتاب خانوں کے مخطوطات کی فہرستوں میں اس کا ذکر نہیں ہے ۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے ۔ کہ یہ واحد مخطوطہ ہے ۔ مطالب کی اہمیت اور اپنی نایابی و یکتائی کے باعث انتہائی قدر نسخہ ہے ۔

جناب ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب نے اورنٹیل کالج میگزین لاہور میں قصور کے پٹھان خاندان پر جو مضمون لکھا ہے ۔ اس میں عبیداللہ خویشگی کا بھی تذکرہ کیا ہے ۔ اور تاریخ قصور میں بھی مولف کا تذکرہ موجود ہے ۔ نیز ملاحظہ ہو معارج الولایت از عبیداللہ خاں خویشگی قصوری ۔ قصور کی افغان کالونی (مقالہ) از مولوی محمد شفیع صاحب ایم اے اسلامک کلچر حیدرآباد ۔ جولائی ستمبر ۱۹۲۹

شرح گلستان (عربی)

مصنف : مصطفےٰ بن شعبان رومی
سطر ۲۶ ۔ صفحات ۲۵۴ ۔ سائز ۱۱×۷

یہ نامور ادیب و قاضی استنبول مصطفےٰ بن شعبان رومی حنفی المعروف بسروری المتوفی ۹۶۹ھ کی تصنیف ہے علامہ سروری کو فارسی، ترکی اور عربی زبان میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ موصوف نے ترکی زبان میں بھی گلستان کی شرح لکھی ہے لیکن عربی زبان میں مذکورہ بالا شرح موصوف نے سلطان مصطفےٰ بن سلیمان خاں عثمانی کے حکم سے لکھی ہے ۔

عربی زبان میں گلستان کی شرحوں میں صحت اور جامعیت کے اعتبار سے اسی شرح کو اولیت کا فخر حاصل ہے ۔ کیونکہ شارح نے دیباچہ کتاب میں مختلف شرحوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس حقیقت کا بھی انکشاف کیا ہے ۔ کہ اس سے بیشتر جو شرحیں لکھی گئی تھیں اور شارحین کو فارسی محاورات اور اصطلاحات سے پوری واقفیت بھی نہیں تھی ۔ اس لئے میں نے یہ شرح لکھی ہے اور سابقہ شرحوں کی اغلاط پر تنبیہہ کی ہے ۔

اس شرح کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ شارح کو عربی اور فارسی دونوں زبانوں پر پورا پورا عبور حاصل تھا ۔ شرح میں لطائف وظرائف کا ذکر بھی خوب کیا ہے ۔ الفاظ کے ضبط اور فارسی ترکیبوں کا ہر جگہ ذکر کیا ہے ۔

Marfat.com

حاجی خلیفہ اس شرح کے متعلق کشف الظنون ج ۲ ک ۱۵۰۴ میں لکھتے ہیں:۔

شرح شرح الشافیہ بالعربیہ

کتاب میں جابجا مختلف علماء کے حواشی ہیں۔ اور بعض مواقع پر ان کے نام درج ہیں۔ البتہ مصحح محمد عبداللہ کا نام کثرت سے آتا ہے۔ آیتوں کی تفسیر میں مشہور تفسیروں مدارک، بیضاوی وغیرہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ شرح اب تک کہیں نہیں چھپی ہے۔ کاغذ مضبوط اور کتابت نہایت اچھی حالت میں ہے۔ جن کتب خانوں میں قلمی کتابیں محفوظ ہیں۔ ان میں سے صرف انڈیا آفس میں اس کتاب کا ایک نسخہ محفوظ ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ اسماعیل پاشا نے ہدیۃ العارفین ج ۲ ص ۴۳۴ میں بصراحت لکھا ہے۔ کہ موصوف کی تصانیف میں سے مثنوی اور دیوان حافظ کی شرح بھی ہیں۔ سروری نے یہ شرح سن ۹۵۷ ہجری میں اماسیہ میں مکمل کی ہے یہ شرح نہایت کمیاب ہے

قصہ مدہومالت و منوہر (فارسی نظم)
مصنفہ:۔ عاقل خاں رازی
صفحات ۵۰ سائز ۵½ × ۸½

عاقل خاں رازی اپنے عہد کے نہایت نامور فاضل اور بڑے پُرگو اور قادر الکلام شاعر تھے۔ مصنف تذکرہ مراۃ الخیال کے ہمعصر تھے جس کا ذکر تذکرہ مراۃ الخیال میں درج ہے۔ بعد کے تذکروں کے علاوہ تذکرہ آتش کدہ آذر، تذکرہ روز روشن اور تذکرہ شعرائے دکن میں بھی مثنوی اور مثنوی کے مصنف کے تفصیلی حالات درج ہیں۔ ان کا دیوان، مثنوی شمع و پروانہ، وقائع عالمگیری وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

عاقل خاں کو اورنگ زیب عالمگیرؒ کے عہد میں عروج حاصل ہوا۔ اور آخری زمانے میں وہ دہلی کا گورنر بھی ہو گیا تھا۔ یہ مثنوی عاقل خاں رازی کے واردات قلبیہ اور ان کی صبح وفا کی آئینہ دار ہے اور اپنی روانی کے اعتبار سے فارسی مثنویات میں ایک خاص امتیاز رکھتی ہے۔

یہ مثنوی ابھی تک کہیں نہیں چھپی ہے۔ اس مثنوی کے قلمی نسخے بھی نہایت درجہ کمیاب ہیں۔

اس کتاب کے شروع میں اسی کی ہم خط ایک اور کتاب شیرازہ بند ہے۔ اور وہ بھی ایک فارسی مثنوی ہے اس کا مصنف ابن عماد ہے۔ اور خاتمہ پر اس کا نام:۔

تعریف مختلف عشق بازان درج ہے۔

Marfat.com

تعریف عشق عشق بازان :-

سطر ۱۲ صفحات ۱۶۸
سائز ۵ ۱/۲ × ۸ ۱/۲

یہ مثنوی نہایت نادر ہے ۔ اور کہیں طبع نہیں ہوئی ہے یہ مثنوی ایک کہنہ مشق استاد کی طبع وقاد کا شاہکار ہے ۔ اس مثنوی کا کوئی اور مخطوطہ کسی کتب خانے کی فہرست میں نہیں پایا گیا اس لئے خیال ہوتا ہے ۔ کہ یہ غالباً اس مثنوی کا واحد مخطوطہ ہے ۔

وسیلۃ السعادات در بیان مسائل عبادات (فارسی)

تالیف عثمان بن محمد غزنوی رح

سطر ۲۴ ۔ صفحات ۶۳۸ ۔ سائز ۹ ۱/۲ × ۶

یہ نویں صدی ہجری کے نامور فقیہہ عثمان بن محمد غزنوی رح کی تالیف ہے ۔ اور مسائل فقہ پر نہایت جامع اور مستند کتاب فقہ پر جتنی اساسی کتابیں اس زمانے تک رائج و متداول تھیں ۔ مؤلف علام نے ان سب سے استفادہ کیا ہے اور نہایت مؤثر انداز میں مسائل فقہ کو بیان کیا ہے ۔ کتاب میں شروع سے آخر تک ترکستان (سنٹرل ایشیا) کا کاغذ استعمال کیا گیا ہے ۔ اس لئے بلا شبہ کہا جا سکتا ہے ۔ کہ یہ ترکستان کے علاقہ میں لکھا گیا ہے ۔ پانچ سو سال گذر جانے کے باوجود آج تک اس کی آب و تاب میں فرق نہیں آیا ہے اور نہ اس کی سیاہی کی پختگی تابندگی اور چمک دمک میں کوئی تغیّر و تبدل ہوا ہے ۔ اتنے قدیم الکتابت نسخے کا اتنی اچھی حالت میں محفوظ رہ جانا حیرت انگیز امر ہے ۔ یہ کتاب اس لحاظ سے بھی اہم نہیں ہے ۔ کہ یہ نویں صدی ہجری کے خط کی تاریخی یادگار ہے ۔ بلکہ یہ کتاب خط نسخ سے خط نستعلیق کے آغاز کی بھی غماز ہے اس کتاب کے کسی قلمی نسخے کا دنیا کے کسی کتاب خانہ کی فہرست (کیٹیلاگ) میں سراغ نہیں ملتا ہے ۔ اس لئے یہ یقیناً واحد مخطوطہ کی حیثیت رکھتا ہے ۔

نسخہ ہذا کے آخر میں سن کتابت ۸۹۶ ہجری درج ہے ۔

بشن پران (فارسی)

سطر ۱۲ صفحات ۲۹۶ سائز ۵ ۱/۲ × ۸"

برہمنوں کے مذہب کی وہ آخیر منظومہ کتب مقدسہ جن کے مسائل کو مصنفوں نے ہندوؤں کے پرانے عقیدے کے مطابق تصوّر کیا ہے ۔ انگریز محققوں کے نزدیک یہ کتابیں آٹھویں صدی عیسوی کے بعد کی ہیں ۔ ان کی تعداد "۱۸" ہے ۔ ان میں وشنو اور شیو کے معتقد فرقوں کے معائد کی تشریح ، دیوتاؤں کے مشہور قصے ، نسب نامے ، آفرینش عالم ، قیامت اور پھر از سر نو پیدائش مخلوقات

Marfat.com

کے حالات درج ہیں۔ بلکہ بعض میں بادشاہوں اور بہادروں کے کرسی نامے بھی دئیے ہیں۔ پرانوں میں تین دیوتاؤں کو مسلمہ رکھا گیا ہے۔ اول برہما یعنی خالق۔ دوم شیو یعنی ہلاک کرنے والا۔ سوم وشن یعنی پرورش کرنے والا۔ ان میں وشن اور شیو کی پرستش سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ بہت سے پرانوں کو بیاس جی نے لکھا ہے۔ یا جمع کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ ان میں ۴ لاکھ اشلوک یا شعر ہیں۔ لیکن باعتبار شمار تین لاکھ تراسی ہزار ایک سو میں (۳۸۳۱۰۰) ہیں (فرہنگ آصفیہ از سید احمد دہلوی جلد اول ص۵۱۱) پرانوں کی اہمیت کے سلسلے میں دیکھئے۔ ۵

(1) ENCYCLOPEDIA OF RELIGION AND ETHICS BY J HASTINGS V.L V P 447 DABLIS HID 1918

(2) CALCUTTA REVIEW APRIL 1908 P 258

موجودہ مخطوطہ وشن پران کا فارسی ترجمہ ہے۔ مترجم کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ آغاز کا ایک ورق کم ہے۔ یہ کتاب رنجیت سنگھ کے عہد میں ۱۸۸۲ھ بکرمی میں ہرداس عرف طوطہ برہمنی کشمیری نے کسی کے لیئے لکھی تھی۔ جس کے لیئے لکھی تھی۔ کسی نے اس کا نام مٹا کر اس کی جگہ منشی رادھا کرشن لکھا دیا ہے۔

یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔ قلمی نسخے بھی حد درجہ کمیاب ہیں۔ یہ سنسکرت کی کتابوں کے فارسی تراجم کی ایک مہتم بالشان کڑی ہے۔ اور تحقیقات علمیہ کے لیئے ایک عمدہ ماخذ و قابل قدر دستاویز ہے۔

مجموعۃ الغرائب (عربی)

سطر ۲۳ صفحات ۴۸۰ سائز ۷¾ x ۱۳

فقہی ترتیب کے ساتھ ائمہ کی کتب سے اخذ و التقاط کر کے یہ مجموعہ مسائل مرتب کیا گیا ہے۔ نسخہ مکمل ہے اور کہیں طبع نہیں ہوا ہے قلمی کتابوں کے ذخائر کی فہرستوں میں اس کا سراغ نہیں ملتا ہے۔ یہ غالباً واحد مخطوطے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور نہایت نادر الوجود ہے۔

سن کتابت ۱۷۹ ہجری اور کاتب کا نام رحمت اللہ خدایار بن مظفر تحریر ہے۔ بروکلمن نے مصنف کا نام ابو جعفر حنفی بیان کیا ہے۔ اس کتاب میں جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کے پیش نظر یہ کہنا بیجا نہیں۔ کہ اس کا مؤلف چھٹی صدی کا فقیہہ تھا۔

Marfat.com

عمدۃ الاسلام (فارسی)
مصنفہ:- مولٰنا ابو طاہر بن کمال ملتانی
سطر ۱۵ صفحات ۲۵۶ سائز $6\frac{1}{2}$ × $9\frac{3}{4}$

یہ مولٰنا ابو طاہر بن کمال ملتانی کی تصنیف ہے اس کی تالیف و ترتیب میں موصوف نے کم و بیش ۷۰ مستند و معتبر کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ اس کتاب میں فقہ کے مسائل اور فرائض کی مجتہدانہ انداز میں جس طرح سے تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ اس کی مثال ملنا مشکل ہے یہ کتاب بھی غیر مطبوعہ ہے۔ اور دنیا کے بڑے بڑے کتب خانہ جو نادر المخطوطات سے پُر ہیں۔ اس گوہر بے بہا سے عاری ہیں یہ نسخہ نعمت ہائے روزگار سے ہے۔

اس کتاب کا اختصار عبد العزیز نے کیا۔ اور عبد الرحمٰن ابن یوسف نے اس اختصار کو اضافہ کرکے اس کا ترکی میں ترجمہ کیا۔ اور اس کا نام "عماد الاسلام" رکھا۔ اس میں ضعیف حدیثوں پر بھی کلام کیا ہے۔

مجموعۃ الاعمال (عربی، فارسی)
مصنف:- احمد علی بن موسیٰ
سطر ۱۱ - صفحات ۱۵۱ سائز $6\frac{1}{4}$ × ۱۲

یہ احمد علی بن موسیٰ کی تصنیف ہے خط نستعلیق ہے۔ جدولیں طلائی ہیں۔ کتابت نہایت خوشخط ہے اور کتاب ۴۰ فصول اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے مؤلف نے اس تالیف کے لئے مستند و معتبر کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ مثلاً مصباح و کافی، مجموعہ الدعوات و الجنہ المکارم الاخلاق و تحفۃ الزاہر و حلیۃ المتقین مصباح العابدین، والصحیفہ وغیرہ۔

مؤلف نے یہ کتاب اودھ کے مشہور و معروف وزیر روشن الدولہ منیر الملک محمد حسین خاں بہادر قائم جنگ کے نام نامی سے منسوب کی ہے۔ روشن الدولہ کی وزارت کا زمانہ نصیر الدین حیدر کا زمانہ ہے۔ روشن الدولہ ۱۲۴۸ ہجری میں وزیر ہوئے تھے۔ نصیر الدین حیدر کی وفات ۱۲۵۳ ہجری تک ان کا اقتدار رہا۔ اس کی تالیف کا زمانہ سن ۱۲۴۸ ہجری اور سن ۱۲۵۳ ہجری کا درمیانی عرصہ ہے۔

کتابت بھی اسی عہد کی معلوم ہوتی ہے۔ اس نسخہ کی آب و تاب خوش قلمی اور اہتمام صحت کتابت سے یہ گمان گذرتا ہے۔ کہ یہ نسخہ روشن الدولہ کو پیش کیا گیا ہوگا۔ آخر میں کسی عدیم البصیرت نے

Marfat.com

اپنے قلم سے سن کتابت ۱۰۱۱ ہجری درج کر دیا ہے۔ جو صریحاً غلط ہے۔ کیونکہ کتاب اس سن کے ڈیڑھ سو سال بعد تالیف ہوئی ہے۔ زمانہ تالیف سے ڈیڑھ سو سال پہلے اس کا معرض تحریر میں آنا نہایت مضحکہ خیز صورت ہے۔ بہر حال یہ نسخہ اپنے زمانہ تالیف کے قریبی عہد کا نوشتہ ہے۔ اور یہ کہیں نہیں چھپا ہے۔ اور غالباً واحد مخطوطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

شرائف غوثیہ (فارسی)
تالیف:۔ محمد بن حضرت غلام غوثؒ
سطر ۱۴ صفحات ۲۷۵ سائز ۵½ × ۸¾

یہ محمد بن حضرت غلام غوثؒ کی تالیف ہے۔ اور ایک مقدمہ و تین شریفوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔
شریفۂ اول:۔ اس میں غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا حال ہے۔
شریفۂ دوم:۔ اس میں غوث الاعظم کے احباب اور ان کے سلسلے کے بزرگوں کے حالات ہیں۔
شریفۂ سوم:۔ اس میں مختلف طریقوں اور سلسلے کے بزرگوں کے حالات تحریر ہیں۔ اس میں زیادہ تر متاخرین اور معاصرین ہیں۔

زمانۂ تصنیف سن ۱۲۰۰ ہجری کے قریب کا ہو گا۔ کیونکہ صفحہ ۲۱۵ پر شیخ عبدالکریم کا سن وفات سن ۱۱۹۹ ہجری دیا ہے۔ اس کتاب میں چند ایسے بزرگوں کے حالات پر روشنی پڑتی ہے جن کے متعلق بڑی بڑی تاریخوں اور تذکروں میں ایک لفظ بھی نہیں ملتا ہے۔ یہ واقعات انتہائی مستند ہیں۔ بالخصوص معاصرین کے سلسلہ میں تو کوئی شک ہی نہیں کیا جا سکتا۔

پنجاب کے بزرگوں کے تذکرے بہت ہی کم ملتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ تذکرہ نعمت غیر مترقبہ روزگار سے ہے۔ کتاب تقریباً سو سال قدیم کی ہے۔

اخلاق المصطفیٰ (فارسی)
مصنفہ:۔ محدث شیخ عبدالہادی بن معصوم
سطر ۱۷ صفحات ۴۰ سائز ½۴ × ½۶

فارسی زبان میں شمائل ترمذی کی نہایت عمدہ شرح ہے۔ کتاب مذکور کے دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب محی الدین اورنگ زیب کے عہد کی تصنیف ہے۔ اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نسخہ مصنف ہی کے نسخہ سے منقول ہے۔

Marfat.com

اس نسخے کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ یہ نسخہ نہایت صاف ہے۔ اور خوشخط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ عنوان اور سرخیاں سب شنگرفی ہیں۔ جو نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ کاغذ بھی عمدہ اور پائیدار ہے۔ اور نسخہ ہر عیب سے بری ہے۔ یہ نسخہ ۱۱۰۸ھ ہجری کا لکھا ہوا ہے جو اورنگ زیب عالمگیرؒ کا عہد ہے۔ اور کتاب بھی اسی زمانے کی تالیف ہے۔ اس لئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ نسخہ اپنی صحت، قدامت اور خوشنما کتابت کی وجہ سے بڑی اہمیت کا مالک ہے

مجموعہ رسائل مکتوبہ ۱۲۶۴ھ ہجری بخط محمود ولائتی

اس مجموعہ میں تین کتابیں ہیں۔

(۱) مثنوی روشن ضمیر (۲) مثنوی نان و حلوہ (۳) رسالہ حرز صاحب التلاوت۔

(۱) مثنوی روشن ضمیر۔ فارسی، مصنفہ محمود ولائتی

سطر صفحات سائز

یہ فارسی زبان کی اچھی خاصی ضخیم مثنوی ہے۔

آغاز حمد گویم مر خدا را بہ دوام

چوں سزا وارست حمد اورا مدام

پہلے صفت شب معراج اور نعت نبی کریم ہے۔ اس کے بعد خلفائے راشدین کے مناقب، بعد امامین حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ کے اوصاف حمیدہ اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بارگاہ میں "گلہائے عقیدت" ہیں۔

محمود ولائتی بھوپال میں سکونت پذیر تھے۔ وہاں سے وہ نواب وزیر الدولہ کے عہد میں ٹونک چلے آئے .... اور پھر تین سال سے زائد عرصہ تک وہاں رہے۔ ٹونک کے دوران قیام میں ہی انہوں نے مثنوی لکھی اس کی تصنیف میں انہیں چھ ماہ عرصہ لگا۔ اس کتاب میں وزیرالدولہ کی مدح اور ٹونک کے عظماء و فضلاء کے محامد بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کی شہادت سن ۱۲۴۶ ہجری م سن ۱۸۳۱ عیسوی کے بعد ان کے رفقاء ٹونک میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ یہ قافلہ جس محلے میں آباد ہوا تھا۔ اس کو آج تک محلہ قافلہ ہی کہا جاتا ہے۔ ان رفقاء سید احمد شہیدؒ میں سے چند بہت نامور تھے۔ اس مثنوی میں ان کے اوصاف

Marfat.com

چند عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ خاص طور پر وزیرالدولہ کے لئے یہ مثنوی تصنیف کی گئی تھی۔ اس
ذی الحجہ ۱۲۶۴ھ کے خاتمہ میں مکمل کیا گیا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ۱۲۶۴ھ کے وسط
میں اسے لکھنا شروع کیا گیا ہوگا۔ یہ مصنف ہی کے قلم کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔ یہ کتاب کہیں نہیں
چھپی ہے۔ اس لئے کسی اور قلمی نسخہ کا موجودہ فہرستوں میں کہیں کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اور مصنف
کے ہاتھ کا لکھا ہونے کی وجہ سے یہ بہت نادر نسخہ ہے۔

۲۔ مثنوی نان وحلوہ (فارسی)
مصنف: بہاؤالدین آملی۔
سطر صفحات سائز

اس مجموعہ میں دوسری مثنوی "نان وحلوہ" ہے
یہ مثنوی بھی محمود ولائتی کی کتابت کردہ ہے۔
یہی اس کی ندرت ہے۔

۳۔ رسالہ حرز صاحب التلاوت
مصنفہ:۔
سطر ۱۲ صفحات سائز ۱/۲ ۵ × ۱/۲ ۸

اس مجموعہ میں یہ تیسرا رسالہ ہے۔ جو علم تجوید پر ہے
اور اپنے مطالب کے لحاظ سے بڑا نادر ہے اس
کی کتابت بھی محمود ولائتی نے کی ہے۔ اس لئے اس
کی اہمیت اور ندرت میں اضافہ ہوگیا ہے۔

یہ تینوں رسالے محمود ولائتی نے ۱۲۶۴ھ میں لکھے تھے۔ یہ سب عزیز الوجود ہیں۔

سکندر شاہی شرح فارسی شاطبی
فارسی در علم قرأت
سطر ۲۴ صفحات ۲۵۵ سائز ۱/۲ ۶ × ۱/۲ ۹

علم تجوید کی مشہور کتاب شاطبی کی فارسی شرح ہے
جو اب تک طبع نہیں ہوئی ہے۔ شاطبیہ کی یہ نہایت
جامع شرح ہے۔ علم تجوید پر فارسی زبان میں بہت کم
کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور فارسی میں اس شرح وبسط کے ساتھ تو کوئی کتاب ہی نہیں لکھی گئی ہے۔
غیر مطبوعہ ہونے کے علاوہ انتہائی نایاب ہے۔ یہ اس موضوع پر ایک عالمانہ ...
ہے۔ اور نادر الوجود ہے۔
سن کتابت ۱۲۶۶ ہجری ہے۔

شرح ملا جامی کی فارسی شرح
سطر ۲۵ صفحات ۴۹۴ سائز ۱/۲ ۶ × ۱/۲ ۱۱

فوائد الضیائیہ یعنی شرح ملا جامی کی فارسی شرح
کا موجودہ کیٹلاگوں میں سراغ نہیں ملتا۔ موجودہ مخطوطہ

Marfat.com

غالباً اس کی اولین شرح ہے یہ نہ صرف غیر مطبوعہ ہے بلکہ واحد مخطوطہ کی حیثیت رکھتا ہے بشار
اور کاتب کا نام کتاب میں درج نہیں ہے۔ اور سن کتابت بھی تحریر نہیں ہے۔

دستور الطب والطبیب (عربی)
مؤلفہ:۔ صفی الدین محمد الطبیب الگیلانی نزیل مکہ
سطر ۲۴ صفحات ۲۰۸ سائز ۸/۱۲ × ۵/۱۲

تالیف قرن دہم ہجری۔ سن کتابت ۱۰۸۸ھ
کاتب شیخ محمد۔

یہ کتاب عربی زبان میں طبی اصطلاحات اور ادویہ کے خواص اور حقائق اشیاء کے بیان میں ہے۔ اس وضع کی اکثر کتابیں۔ بحر الجواہر کے عنوان سے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ قلمی کتابیں موجود ہیں۔ لیکن موجودہ نسخہ کا متن ان کتابوں سے مختلف ہے یہ غیر مطبوعہ ہے۔ اس کتاب کے کسی قلمی نسخہ کا کسی کتاب خانہ کی فہرست میں نام نہیں ملتا۔ اس سے خیال ہوتا ہے۔ کہ یہ واحد مخطوطہ ہے۔

مؤلف علام نے، اس کتاب کی تالیف میں معرکتہ الآرا کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ مثلاً شفا، قانون اور اس کی شروح، موجز اور اس کی شرح، منہاج، جامع ابن بیطار، التقویم، نزہتہ الارواح، عین الخلیل، قاموس، الدستور، مجموعتہ الغتہ، السائغ، المغرب، التاج، الدیوان، صحاح، حیواۃ الحیوان، دیوان الحیوان للسیوطی ان کے علاوہ اطباء کے خطوط و مراسلت اور دیگر کتابوں سے بہت کچھ استفادہ کیا گیا ہے۔ مؤلف علام کے ماخذوں میں متعدد کتابیں ایسی ہیں جو آج ناپید ہیں۔ موجودہ نسخہ اپنے مطالب کی اہمیت اور ندرت کے پیش نظر مغتنمات روزگار سے ہے اور اس کی یکتائی اس پر مستزاد ہے۔

شفاء العلیل :۔ (فارسی) طب
مصنف :۔ حکیم عبد اللہ بن یوسف علی
سطر ۱۷، صفحات ۴۰۰ سائز ۷" × ۹"

یہ فرمانروائے ترکستان شاہ ابوالفتح محمد درویش بہادر خاں کے طبیب خاص حکیم عبد اللہ بن یوسف علی کی فارسی زبان میں علم طب پر نہایت محققانہ کتاب ہے۔ جو موصوف نے شاہ ترکستان ابوالفتح محمد درویش کے ایماء پر تصنیف کی تھی۔ زمانہ تصنیف ... آخر کتاب میں مصنف کا رسالہ قرابادین کے نام سے مذکورہ بالا کتاب میں شامل ہے جس میں موصوف مفردات اور مرکبات .... کو بیان کیا ہے۔ کاتب امیر نجم میر حیدی کا متوسل تھا اور امیر موصوف کے لئے ہی یہ نسخہ تیار کیا گیا تھا۔ یہ کتاب ترکستان ساخت کے اعلےٰ پیپر کاغذ

Marfat.com

ترکستانی طرز کے رسم الخط نستعلیق میں لکھی ہوئی ہے۔ پختگی خط، پاکیزگی صحت اور خوشنمائی میں یہ نسخہ اپنی نظیر آپ ہے۔ کتاب ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہے۔ بڑے بڑے کتب خانوں کی فہرستیں اس کتاب کے نام سے یکسر خالی ہیں۔ اس لئے واحد مخطوطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ کتاب بلخ میں ۱۱۰۰ھ ہجری میں لکھی گئی ہے۔ کاتب کا نام محمد عارف خوانی ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں قانون شیخ الرئیس، معالجات شیخ محمد زکریا رازی و حاوی و ابن ایاس و موجزابی الحسن قرشی و مختار بن سہیل و اسباب و علامات شیخ نجیب الدین سمرقندی و ذخیرہ خوارزم شاہی کے علاوہ دیگر استادان فن اور والد ماجد و برادران سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اس کتاب کے مطالب کی کیفیت یہ ہے۔ کہ آغاز میں ایک مبسوط مقدمہ ہے۔ جس میں موضوع طب، اغراض طب اور طب کی مقبولیت کے اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ مقدمہ کے بعد مقالات شروع ہوتے ہیں۔ ہر مقالہ چند ابواب پر مشتمل ہے۔ جملہ امراض از سرتا پا اسباب و علامات و معالجات وغیرہ کا بیان ہے۔ آخر میں فاضل مصنف نے ایک خاتمہ لکھا ہے جس میں ہر ایک مرض کی کیفیت، اس کی علامات، اس کے اسباب اور پھر اس کا علاج مذکور ہے خاتمہ کتاب کے بعد تکملہ کے طور پر ایک رسالہ اور لکھا ہے۔ جس میں ادویۂ مفردہ و مرکبہ کا بیان ہے۔ دواؤں کے تمام خواص تجربات سے ثابت شدہ ہیں۔ یوں تو طب یونانی پر فارسی زبان میں بکثرت کتابیں موجود ہیں۔ لیکن ان میں سے چند اسباب و علامات پر مشتمل ہیں۔ اور کچھ معالجات پر کلیات و معالجات پر جو کتابیں موجود ہیں وہ ضخیم المجم ہیں کہ ان سے استفادہ آسان نہیں ہے۔ مؤلف علام نے اس مشکل کا حل یہ نکالا۔ کہ تمام مستند و معتبر طب کی کتابوں کے مطالب کو نہایت اختصار کے ساتھ اس مجموعہ میں شامل کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ گویا طب کی تمام تصانیف کا مطالعہ کر لیا ہے۔ کتاب میں اتنے مطالب کا حسن ترتیب سے سمو دینا ایک اعجاز ہے۔ مؤلف علام نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس نے یہ کتاب سلطان ابو الفتح محمد درویش خان بہادر کی فرمائش پر لکھی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی تحریر کیا ہے۔ کہ اس کتاب کی تالیف سے اس کے ممدوح مربی کا نام زندہ رہے گا۔ ظاہر ہے کہ جو کتاب اس دعویٰ کے ساتھ لکھی گئی ہو۔ اس کی تالیف میں کیسی کچھ سعی کی گئی ہوگی۔ اور اسرار و نکات طب کا کوئی نکتہ فروگذاشت نہیں کیا گیا ہوگا۔ مؤلف

Marfat.com

کسی مشہور طبی گھرانے کا فرد معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے تالیف میں اپنے والد اور بھائیوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اتنے عظیم الشان خانوادے کے اس عالیمرتبت فاضل طبیب کا ذکر متداول کتابوں میں نہیں ملتا۔ یہ کتاب کہیں نہیں چھپی ہے۔ یہ نسخہ منفرد ہے۔

دیوان ثنائی :۔ (فارسی)
مصنفہ :۔ خواجہ حسین ثنائی۔
سطر ۱۹ صفحات ۱۵۸ سائز ۱/۲ ۵ × ۹

یہ فارسی زبان کے مشہور شاعر خواجہ حسین ثنائی المتوفی سن ۹۹۶ ہجری کا دیوان ہے۔ موصوف نے شباب کا زمانہ سلطان حسین جاہی صفوی کی خدمت میں گذارا۔ اس کے بعد جلال الدین اکبر کے عہد میں ہندوستان آئے۔ فیضی اور عرفی کے ہم جلیس رہے فیضی کے کلام میں جو شیرینی اور عذوبت بیان پائی جاتی ہے وہ خواجہ حسین ہی کی صحبت کا اثر ہے۔ ان کو امانتاً لاہور میں دفنایا گیا تھا اور پھر ان کو مشہد میں لے جا کر سپرد خاک کیا گیا۔

قدرت اللہ گوپاموی نے تذکرہ نتائج الافکار میں تصریح کی ہے۔ کہ ثنائی کا شمار اکبری عہد کے ممتاز ترین شعراء میں ہے۔ اس کا کلام انتہائی کمیاب ہے۔ دیوان کے نسخے بہت ہی کم ملتے ہیں۔ ثنائی کا دیوان کہیں نہیں چھپا ہے۔ دیوان کا یہ مخطوطہ نہایت نادر الوجود ہے۔

(ملاحظہ ہو تذکرۃ الشعراء مؤلفہ عبد الغنی مؤ فرخ آبادی)

تاریخ شمشیر خانی (فارسی)
مصنف :۔ توکل بیگ ولد تولک بیگ
سطر ۱۳ صفحات ۴۸۵ سائز ۱/۲ ۶ × ۱/۲ ۸

یہ توکل بیگ ولد تولک بیگ واقع نویس غزنین کی تصنیف ہے۔ سن تالیف ۱۰۶۶ ہجری بعہد شاہجہان ہے۔ مؤلف نے شمشیر خاں حاکم غزنین کی فرمائش پر شاہنامہ فردوسی کو نظم سے فارسی نثر میں منتقل کیا ہے اور اپنے ممدوح کے نام سے منسوب کرتے ہوئے اس کا نام شمشیر خانی رکھا۔ قدرے ناقص الآخر ہے۔ اور غیر مطبوعہ ہے۔ اسلامی کتب خانہ کے مؤلف کا خیال ہے کہ یہ حاکم غزنیں کی فرمائش پر شاہزادہ داراشکوہ کے لئے لکھی گئی ہے۔

ترغیب الصلوٰۃ (فارسی)
مصنف :۔ شیخ محمد بن احمد زاھد
سطر ۱۹ صفحات ۴۶۲ سائز ۱/۲ ۸ × ۱۲

یہ گیارہویں ہجری کے فقیہہ شیخ محمد بن احمد زاھد کی تصنیف ہے۔ اور فارسی زبان میں مسائل فقہ کی نہایت جامع کتاب ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ج ۱ ک ۳۹۹

Marfat.com

میں بصراحت لکھا ہے۔ کہ مؤلف نے اس کتاب کی تالیف میں سو کتابوں سے استفادہ کیا ہے یہ نہایت نادر الوجود کتاب ہے۔

ہندوستان میں اس کتاب کا ایک نسخہ (ہند و پاک) کے نامور عالم مولانا سخاوت علی رح جونپوری کے کتب خانہ میں بھی موجود تھا۔ چنانچہ مولانا عبد الاول جونپوری مفید المفتی (صدا) میں رقمطراز ہیں۔

"اس کا ایک نسخہ مولانا سخاوت علی جونپوری کے کتب خانہ میں موجود ہے کتاب خوشخط اور صحیح ہے۔ جگہ جگہ نہایت مفید حواشی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ نسخہ جید علماء کے زیر مطالعہ رہا ہے۔"

یہ نسخہ تالیف کتاب کے ۲۴ سال بعد نقل ہوا ہے۔ کیونکہ سن تالیف ۱۰۵۸ ہجری اور سن کتابت ۱۰۸۲ ہجری ہے۔

کاغذ اعلیٰ اور قلم نہایت پختہ ہے اس سے قدیم تر مخطوطہ آج دنیا کے کتاب خانوں میں محفوظ نہیں ہے۔

عشقیہ (فارسی)
مصنف:۔ عثمان انصاری
سطر ۹ صفحات ۴۸۶ سائز ۶" × ۸"

اسرار و رموز معرفت اور عشق الٰہی کے مباحث پر ایک اہم کتاب ہے۔ جس میں مصنف کا نام عثمان انصاری درج ہے۔ اور جگہ جگہ اس نے اپنا تخلص "عثمان" استعمال کیا ہے۔

یہ کتاب ۴ فصول اور ۴ ابواب پر مشتمل ہے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ ہے۔ "ایوناف" نے فہرست میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ دیکھئے

فہرست کتاب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال مرتبہ ایوناف مطبوعہ ۱۹۲۴ء ص ۱۲۶۴ ر ۲۰۱۰

انڈیا آفس لائبریری میں بھی اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ فہرست نگار نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ اس کے مصنف نقشبندی شیخ خواجہ عثمان متوفی (۱۵ ۹ھ) سنہ ۱۰۰۵ھ ہو سکتے ہیں۔ یہ کسی حد تک صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے متن میں جامی کے بعد کے کسی بزرگ کا نام نہیں آتا ہے۔ اس زمانے کی ایک شہادت اور اس میں موجود ہے۔ وہ شیخ عبد اللہ دسگنگہی کے نام کا خط ہے جن کا انتقال سنہ ۹۴۴ھ میں ہوا۔ اس کے بعد کے زمانے سے متعلق کوئی داخلی شہادت اس کتاب

Marfat.com

میں نہیں ملتی ہے اس لئے ہو سکتا ہے۔ کہ یہ کتاب خواجہ عثمان نقشبندی متوفی ۱۱۰۰ھ کی تصنیف ہی ہو۔ مصنف کے نقشبندی شیخ ہونے کی شہادت کتاب کے ابتدائی اوراق میں موجود ہے۔ یہ بزرگ پہلے قادریہ سلسلے میں بیعت تھے۔ بعد کو خواجہ نقشبند کے ارشاد سے پر نقشبندی طریقہ اختیار کیا۔ اور خواجہ اسحاقؒ کی صحبت سے نکل کر حضرت پیر دلی کوہیؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ دلی سے فیضیاب ہوئے۔ خواجہ نقشبند سے مُراد خواجہ باقی باللہ نقشبندیؒ ہو سکتے ہیں ان شہادتوں کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس کے مصنف خواجہ عثمان نقشبندی متوفی ۱۱۰۰ھ ہی ہیں۔

یہ کتاب اب تک کہیں طبع نہیں ہوئی ہے۔ قلمی نسخے بھی حد درجہ کمیاب ہیں۔ کتاب کا اسلوب بہت دلکش ہے۔ اور اس پر جابجا اتنا کلام آگیا ہے۔ کہ اس کو اگر علیحدہ کیا جائے تو خواجہ عثمان نقشبندیؒ کا ایک دیوان مرتب ہو جائے گا۔ کلام میں وہ سوز وگداز اور چاشنی وحلاوت ہے۔ جو فنافی العشق ہو کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ فن، موضوع اسلوب اور مباحث کے اعتبار سے بڑا قابل قدر نسخہ ہے۔ کتابت اگرچہ زیادہ قدیم نہیں ہے لیکن ستر ہویں صدی کی ضرور ہے۔ اس کے قلمی نسخوں کی نایابی کے پیش نظر یہ نسخہ بڑا عزیز الوجود ہے۔

شرح محبت یعنی شری بھاگوت (منظوم فارسی)

مصنف:- امانت رائے امانت (د ۱۱۴۰ھ)
سطر ۱۵ - صفحات ۳۱۶ - سائز ۳/۴ ۵ × ۳/۴ ۸"

شاعر کے متعلق ڈاکٹر سید محمد عبداللہ اپنی تالیف "ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ" صفحہ ۱۷۳ میں رقمطراز ہیں۔

بڑا پُرگو شاعر تھا۔ بھگت مالا - بھگوت یا جلوہ ذات، ترجمہ منظوم رامائن، مثنوی ناٹک وید وغیرہ اس کی تصانیف ہیں۔ اکثر کتابیں مذہبیات وتصوف سے ملتے ہیں۔ ...... تذکرہ حسینی میں امانت کے یہ اشعار دیئے ہیں۔ ....

....

شری بھاگوت (جو سری کرشن کے حالات ومقامات پر مشتمل ہے) کے گیارہویں ادھیائے سے آخر تک کے تمام ادھیاؤں کا منظوم فارسی ترجمہ ہے۔

امانت نہایت عمدہ شاعر تھا۔ اس نے تمام کتابوں میں اپنی غزلیات سمو دی ہیں۔ چنانچہ اس مخطوطے میں بھی اس کی غزلیں بکثرت موجود ہیں۔ یہ مخطوطہ غیر مطبوعہ ہے۔ سن کتابت ۱۲۲۴ھ مجرم ۱۸۶۶ بکرمی۔ اس کے قلمی نسخے بھی حد درجہ کمیاب ہیں۔

Marfat.com

لُبِ لُبابِ مثنوی (فارسی)
مرتبہ :- ملا حسین واعظ کاشفی۔
سطر :- ۱۵ ۔ صفحات ۲۹۶ سائز ۵ء×۹

اس کے سنِ تالیف میں اختلاف ہے۔ بعض تذکرہ نویسوں اور سوانح نگاروں نے اس کا سنِ تالیف ۸۸۵ ہجری لکھا ہے لیکن افغانستان کے مشہور محقق استاد خلیلی نے اس کا سنِ تالیف ۸۷۵ ہجری لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو مقدمہ نی نامہ :-

("نی نامہ" یعنی رسالہ نائیہ مولنا یعقوب چرخی و رسالہ مولنا جامی ۱۳۸۵ھ مطبوعہ افغانستان)

نسخہ ہذا میں بعض مقامات پر مفید حواشی درج ہیں۔ خطِ نستعلیق کا بہترین نمونہ اور خطاطی کا حسین شاہکار ہے .... کتابت دسویں صدی ہجری سے کم کی نہیں ہے۔ اس اعتبار سے یہ نسخہ تالیف سے قریب تر زمانے کا ہے۔ خاتمہ پر کاشفی کی وہ نظم ہے۔ جو اس نے مثنوی کے وزن پر کہی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب وغیرہ کا ذکر ہے۔

مجموعہ رسائل حمید الدین ناگوری رح (فارسی)
تالیف :- حمید الدین ناگوری رح
سطر ۱۹ ۔ صفحات ۲۳۲ سائز ۷ء×۱۰

اس مجموعہ میں حسبِ ذیل سورتوں کی تفسیریں اور رسالے شامل ہیں۔

(۱) تفسیر سورۂ والضحیٰ موسومہ بہ مصباح العاشقین (فارسی)

(۲) تفسیر سورۂ اخلاص (عربی)

(۳) رسالہ در بیان معجزات (عربی)

(۴) کنز الملک (فارسی)

مذکورہ بالا رسالے ہندوستان کے نہایت نامور عالم و صوفی قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی وچشتی کی تالیفات سے ہیں۔ قاضی موصوف اصلاً بخاری تھے۔ سلطان معز الدین بن سام کے زمانہ میں دہلی تشریف لائے تھے۔ اور ناگور میں قضا کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ تین سال تک فرائض منصبی کو انجام دیتے رہے۔ ایک رات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں۔ فوراً ملازمت چھوڑ کر گجرات میں خواجہ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور پھر تین سال مدینہ منورہ اور دو سال مکہ معظمہ میں قیام

Marfat.com

فرمایا۔ بغداد میں خواجہ بختیار کاکیؒ سے ملاقات ہوئی۔ تو ہندوستان واپس آ گئے۔ اور یہاں خواجہ کی صحبت سے استفادہ کیا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے تھے کہ میرے تین خلیفہ ہیں۔ لیکن قاضی سب سے بہتر ہیں۔ آپ کے حالات "اخبار الاخیار" "خزینۃ الاصفیاء" اور "نزہۃ الخواطر" میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

تحفۃ العاشقین سورۃ والضحیٰ کی اور کنز الملک سورۂ ملک کی فارسی زبان میں نہایت عمدہ تفسیریں ہیں۔ سورۂ اخلاص کی تفسیر اور معجزات کا رسالہ عربی زبان میں ہے۔ جو قاضی صاحب کے عربی انداز تحریر اور قدرت قلم کے شاہد ہیں۔ یہ رسائل اختصار کے باوجود جامع اور صوفیانہ نکات کے حامل ہیں۔

فارسی رسالوں میں ہر صفحہ کے اندر ۱۹ سطریں ہیں۔ اور عربی رسالوں میں ہر صفحہ میں ۱۵ سطر ہیں۔ سنِ کتابت ۱۲۵۵ ہجری ہے۔ اور خط نستعلیق ہے۔ رسالے نہایت اچھی حالت میں ہیں۔ اور غیر مطبوعہ ہیں۔ قلمی نسخے بھی حد درجہ کمیاب ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے کتاب خانوں میں ان رسالوں کا پتہ نہیں چلتا۔

مثنوی مولانا رومؒ (فارسی)

مصنف مولانا رومؒ

سطر ۲۱ صفحات سائز ½۶" × ۱۰"

اس نسخے کی کیفیت یہ ہے۔

دفتر اوّل :۔ دفتر اوّل کے اوّل اور درمیان سے چند اوراق نہیں ہیں۔ دفتر کے خاتمہ پر کاتب کا نام درج نہیں ہے لیکن سنِ کتابت ۸۴۴ ہجری دیا ہے۔

دفتر دوم مکمل ہے۔ اس کے خاتمہ پر کاتب کا نام شمس الدین محمد علی ترابی درج ہے لیکن سن کتابت تحریر نہیں ہے۔

دفتر سوم :- مکمل ہے۔ لیکن کاتب کا کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ جس سے کاتب کا نام یا سن کتابت معلوم ہو۔

دفتر چہارم :- مکمل ہے۔ لیکن کاتب کا کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ دفتر کا خاتمہ جس صفحہ پر ہوا ہے۔ اس کی دوسری طرف ایک بے نقط عربی تحریر ہے۔ یہ تحریر خط ہمایونی کا اعلےٰ نمونہ ہے۔ ص۱ جو رمضان المبارک ۸۶۸ھ کو قلمبند کی گئی ہے۔ یہ یادداشت ایک مبارکباد کی صورت میں ہے جو اس عہد کے ایک امیر مسمّٰی شمس الدین محمد بن الصدر الاعظم عماد الدین احمد بن الصدر السعید عز الدین کے

ص۱ :- خط ہمایونی کے لئے ملاحظہ ہو۔ تعلیم قراءۃ المخطوطات العربیہ از سلیم ابراہیم صادر مکتبہ صادر بیروت ۱۹۳۶ء ص ۵۱

Marfat.com

شہزادے کی آمد پر لکھی گئی ہے۔ اور اس میں ان کی آمد کا ذکر ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ صاحب خراسان یا روسی ترکستان کے کسی علاقے کے امیر تھے۔ اور وزیر اعظم کی حیثیت رکھتے تھے اس تحریر کا خط نہایت پختہ اور شکستہ نگاری کا شاہکار ہے۔

دفتر پنجم :۔ مکمل ہے۔ اس دفتر کے خاتمہ پر بھی کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

دفتر ششم :۔ مکمل ہے۔ کاتب کا ترقیمہ موجود ہے۔ جس میں کاتب کا نام :۔ "درویش محمد بن درویش علی الاصفہانی" ہے۔ اور سن کتابت ۸۴۶ ہجری ہے۔ اس صفحہ کے ایک گوشہ میں سُرخ روشنائی سے یہ الفاظ تحریر ہیں۔

در درس شیخ وجیہہ الدین گجراتی سی سال ماندہ "شیخ وجیہہ الدین گجراتی المتولد ۹۱۱ ہجری" المتوفی ۹۹۱ ہجری اکبری عہد کے نامور عالم دین فقیہہ، فاضل اور صاحب دل بزرگ تھے تمام کتاب میں سُرخ جدول ہیں۔ عنوانات سُرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ حواشی بعد میں چڑھائے گئے ہیں۔ جو زیادہ تر لطائف المعنوی اور لطائف اللغات مؤلفہ عبداللطیف بن عبداللہ عباسی سے ماخوذ ہیں۔ نسخے مذکور کی مختصر سی کیفیت کے بعد چند اہم امور بھی قابل توجہ ہیں۔

۱۔ مولانا رومؒ کا انتقال سن ۶۷۲ ہجری میں ہوا۔ اور موجودہ نسخہ کا زمانہ کتابت ۸۴۴ ہجری سے ۸۴۶ ہجری تک ہے۔ یعنی زمانہ تصنیف کے پونے دوسو سال بعد ہی اس نسخہ کی کتابت ہوئی ہے۔ مثنوی مولانا رومؒ کی تصنیف کو آج سات سو سال سے زائد عرصہ ہوگیا ہے۔ اس لئے اس کا زیب العہد مخطوطہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ نویں صدی ہجری کے نصف اوّل کے قلمی نسخے حد درجہ کمیاب ہیں۔ اس نسخے کی سب سے بڑی ندرت اس کا قدیم الکتابت ہونا ہی ہے۔ اس نسخے کی کتابت کو آج تقریباً ساڑھے پانچ سو سال گذر چکے ہیں۔ صحت متن کے لحاظ سے اتنا قدیم الکتابت نسخہ ایک معتمد علیہ دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۔ یہ نسخہ تیس سال تک شیخ وجیہہ الدین علوی گجراتی ر ۹۱۱ ھ تا ۹۹۸ ہجری کے درس میں رہ چکا ہے۔ اتنے بلند پایہ صاحب دل کے ہاتھوں میں اس نسخہ کا ...... اتنی مدت تک رہنا اس کی صحت کا ضامن ہے۔ اس نسخہ میں اس امر کا بڑا خیال رکھا گیا ہے۔ کہ کاتب نے متن اور حواشی کے ابیات کو ابیات منظوم و منثور کے نام شمار کر کے ان کی تعداد دفتر کے آغاز میں لکھدی ہے

Marfat.com

جس سے مثنوی کے ابیات کی صحیح تعداد کا پتہ لگتا ہے۔ اور الحاقی اشعار کا سراغ مل سکتا ہے۔ اسی طرح عنوانات اور سرخیوں کی بھی تعداد قلمبند کی گئی ہے۔ اس وصف میں یہ نسخہ مخطوطات میں اپنی مثال آپ ہے۔ اور ریسرچ اسکالروں کے لئے بڑی اہمیت کا مالک ہے۔

بدیں وجوہ یہ نسخہ صحت متن اور قدامت کتابت کے لحاظ سے قابل قدر ہے اور پھر شاہ وجیہہ الدین گجراتی جیسے کتنے عالی مقام فضلاء کے مطالعہ میں رہ چکا ہے۔ خود شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی سے اس کا نسبت اچھی خاصی وقیع ہے۔

موجودہ نسخہ ایک عزیز الوجود مخطوطہ ہے۔

تذکرۃ الشعراء (فارسی)

مصنفہ:۔ دولت شاہ سمرقندی

سطر ۱۴ صفحات ۶۱۴ سائز ۶ × ۹

دولت شاہ کا باپ علاؤالدین دولتبختی شاہ امیر تیمور کے بیٹے سلطان شاہرخ (۱۴۰۴ - ۱۴۴۷) کا درباری تھا۔ دولت شاہ نے پچاس سال کی عمر میں اس تذکرہ کا آغاز کیا۔ اور اپنے ممدوح و محسن سلطان حسین غازی کے نام پر اسے منسوب کیا۔

"مراۃ الصفا" کا مصنف دولت شاہ کا معاصر تھا۔ اس نے دولت شاہ کی وفات کا سن ۹۵۲ ہجری تحریر کیا ہے۔

دولت شاہ نے یہ تذکرہ ۸۹۲ ہجری م ۱۴۸۷ عیسوی میں تمام کیا تھا۔ دولت شاہ نے دعوٰی کیا ہے۔ کہ وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے تذکرہ الشعراء کے موضوع پر قلم اٹھایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عوفی کا تذکرہ "لباب الالباب" اس کی نظر سے نہیں گذرا تھا۔ دولت شاہ نے اپنے ماخذوں میں ایسی نادر الوجود کتابیں استعمال کی ہیں جن میں اکثر آج ناپید ہیں۔

یہ تذکرہ اگرچہ متعدد بار طبع ہو چکا ہے۔ اور قلمی نسخے بھی بکثرت ملتے ہیں اس کے باوجود یہ انتہائی قابل قدر نسخہ ہے۔ کیونکہ:۔

۱۔ یہ نسخہ دولت شاہ کے وطن میں لکھا گیا ہے۔ اسلوب نگارش اسی علاقہ کا ہے۔ اور کاغذ بھی سمرقندی استعمال ہوا ہے۔

۲۔ یہ نسخہ مصنف کے قریبی عہد کا مکتوبہ ہے۔ اس کی کتابت کسی صورت میں بھی دسویں صدی سے مؤخر نہیں قرار دی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

۳- اس نسخے کا متن مطبوعہ نسخوں سے قدرے مختلف ہے۔ قدیم الکتابت ہونے کی وجہ سے ہم اس متن کو زیادہ معتمد علیہ سمجھتے ہیں۔

۴- مطبوعہ نسخوں کے مقابلہ مطالب میں کچھ اضافہ بھی ہے۔ اس لئے یہ نسخہ انتہائی نادر ہے خاتمہ کے آخر سے چند ورق نہیں ہیں۔

نفحات الانس :- (فارسی)

مصنفہ :- مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ

سطر ۲۱ - صفحات ۴۴۵ - سائز ۹ × ۶ ۳/۴

یہ مولانا عبدالرحمٰن جامی کی نہایت مشہور تصنیف ہے۔ مولانا جامیؒ کا انتقال ۸۹۸ ہجری میں بعہد سلطان حسین مرزا ہوا - امیر شیر علی نوائی نے ان کی وفات بھی کہی تھی۔ یہ اولیائے عظام کا نہایت مبسوط اور مستند تذکرہ ہے سن کتابت بتاریخ "ہشتم شہر" ربیع الاول ۱۰۲۱ ہجری ہے۔ کاتب کا نام عبدالرحیم ابن مولانا محمود بکری (بعہد جہانگیر) ہے۔ یعنی زمانہ تصنیف کے ۱۵۰ سال بعد یہ نسخہ معرض تحریر میں آیا ہے۔

"نفحات الانس" کے قدیم ترین مخطوطوں میں سے ایک ہے۔ اس کی جدولیں طلائی نیلگوں ہیں۔ خط پاکیزہ پختہ اور بڑا دلآویز ہے۔ عنوانات شنگرفی ہیں۔ اور بڑی محنت سے لکھا گیا ہے مطبوعہ نسخے بڑے غلط چھپے ہیں۔ صحت متن کے اعتبار سے یہ نسخہ قدیم الکتابت ہونے کی بنا پر بڑا قابل قدر اور لائق اعتماد ہے۔ اول سے کچھ ناقص ہے پاکستان کے کتاب خانوں میں اس سے قدیم تر نسخہ کا پتہ نہیں چلتا ہے۔

مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب :- (عربی)

مصنفہ :- جمال الدین ابی محمد عبداللہ بن یوسف ہشام الانصاری

سطر ۱۹ صفحات ۶۵۸ - سائز ۹ ۱/۲ × ۵ ۳/۴

یہ امام فن جمال الدین ابی محمد عبداللہ بن یوسف ہشام الانصاریؒ کی نہایت مشہور و مقبول کتاب ہے۔ یہ مخطوطہ آخر سے ناقص ہے لیکن گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے نہایت اہم نسخہ ہے۔ یہ نسخہ قدامت اور صحت کے لحاظ سے ہی قابل دید نہیں ہے بلکہ اس کی لوح بھی لاجوردی اور طلائی ہے۔ جدولیں بھی طلائی ہیں خط نسخ نہایت دلآویز ہے۔ اور بصارت افروز بھی ہے۔ اور یہ نسخہ خوش قلمی کا اعلیٰ نمونہ ہے اس کی کتابت بھی دسویں صدی ہجری سے پہلے کی معلوم ہوتی ہے۔ حواشی اگرچہ مختصر اور کہیں کہیں ہیں۔ لیکن ان کے ماخذ بھی وہ کتابیں ہیں۔ جو آج نہیں ملتی ہیں۔ صحت متن کے اعتبار سے بھی کچھ

Marfat.com

کم نہیں۔ صحت کے اعتبار سے بلاشبہ اس نسخہ کو کسی لائبریری میں ہونا چاہیئے لیکن اپنی گوناگون ندرتوں کی وجہ سے یہ عجائب خانہ کی زینت میں اضافے کا موجب ہوسکتا ہے۔

الغرض یہ ایک عزیز الوجود مخطوطہ ہے۔ جو نمعلوم کس طرح دستبرد روزگار اور رورِ زمانہ سے محفوظ چلا آیا ہے صرف چند ورق نہیں ہیں۔

تفسیر احمدی الموسوم بتفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ (عربی)

مفسر:۔ ملّا جیون امیٹھوی رح

سطر۔ اوراق ۲۸۲ سائز ۶" × ۱۲"

یہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کے عالم ملّا جیون امیٹھوی کی نہایت مشہور تفسیر ہے اور احکام قرآن پر عربی زبان میں ہندوستان کے اندر یہ سب سے پہلی اور آخری کتاب ہے۔ گو کئی مرتبہ چھپ چکی ہے لیکن یہ نسخہ اپنی قدامت، کتابت، صحت، اور حُسن خط کے لحاظ سے بڑی اہمیت کا مالک ہے۔ مزید براں اس میں جابجا حواشی پر لفظ منہ کا بھی اضافہ ہے۔ لہٰذا یہ مخطوطہ مصنف کے منہیات کا بھی جامع ہے۔ پوری کتاب میں قلم ایک ہے۔ اور خط نستعلیق کا اعلےٰ نمونہ ہے۔ یہ نسخہ اپنی جامعیت اور ندرت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ کاغذ عمدہ اور دبیز ہے۔ مصنف کا سال وفات سنہ ۱۱۳۵ھ اور نسخہ کا سن کتابت ۱۱۹۴ ہجری ہے۔

مجموعہ خانی عز المعانی:۔ (فارسی)

مصنف:۔ کمال کریم ناگوری

سطر ۱۷ صفحات ۱۸۶ سائز ۶½" × ۱۰¼"

یہ فقہی مسائل و فتاویٰ پر نہایت معلومات افزا ہے۔ جو سلطان عز الدین الغ قتلغ اعظم اور معظم بہرام خاں کے عہد میں مرتب ہوئی ہے۔ فقہ حنفی کی تمام مشہور مستند کتابیں اس کا ماخذ ہیں۔ یہ کتاب پانچ فصلوں اور چار بابوں پر مشتمل ہے سن کتابت ۱۰۴۸ ہجری در عہد اورنگ زیب عالمگیر رحمہ ہے۔

یہ مخطوطہ نہایت خوشخط اور کامل ہے۔ اس مخطوطہ کی یہ نادر صفت ہے۔ کہ اس کی جدولیں شنگرفی و نیلگوں ہیں۔ پہلی لوح کی نقاشی میں زر کاری کم ہے۔ لیکن جواہر نگاری خوب ہے، دوسری لوح جو تقریباً تین چوتھائی صفحہ پر پھیلی ہوئی ہے۔ اپنی زر کاری سے نگاہوں کو اب بھی خیرہ کرتی ہے۔ عقیق۔ نیلم، زبرجد کی ترصیع ایسی صفائی اور چابکدستی سے کی گئی ہے۔ کہ دیکھتے ہی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ نکل جاتا ہے۔ یہ نسخہ مغلیہ نقاشی کا وہ شاہکار ہے۔ جس کی آب و تاب سے

Marfat.com

ب بھی نگاہیں روشن ہو جاتی ہیں۔

زاد اللبیب فی سفر الحبیب ۔۔ (فارسی)

ف:۔ عبداللہ اللبیب بن علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی

طر ۱۷ صفحات ۲۷۰ سائز ۶" × ۹½"

فقہ کے مسائل متفرقہ کو اساسی کتب سے نقل کر کے ترتیب دیا گیا ہے اور تشریحات و تعلیقات سے مزین کیا گیا ہے کاتب کا نام

ظ عبدالحکیم قریشی ساکن بھیرہ ہے۔ اور تاریخ اتمام کتابت ۱۱ ربیع الاوّل سن ۱۲۶۱ ہجری ہے۔

سرورق کی پشت پر جو تحریر موجود ہے۔ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ علامہ عبدالحکیم یالکوٹی کے فرزند عبداللہ اللبیب کی تالیفات سے ہے۔

غیر مطبوعہ، نادر الوجود ہے اس مخطوطہ کا نام کسی فہرست میں نہیں ملتا۔

انشائے منظومہ (فارسی)

منف: بدرالدین سطر ۹

فحات ۳۷۶ سائز ۵¾" × ۸½"

یہ بدرالدین کی تصنیف ہے۔ سال اتمام ۱۲۴۷ ہجری ہے موصوف نے اپنے عہد کے مشاہیر کے خطوط و رقعات کو فارسی نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ زبان نہایت صاف وال اور حلاوت سے پُر ہے۔ یہ نسخہ بڑے اہتمام سے خوشخط لکھا گیا ہے۔ جدولیں شنگرفی طلائی نقش و نگار ہیں۔ نسخہ انتہائی عمدہ حالت میں ہے اور غیر مطبوعہ ہے دوسرا قلمی نسخہ ہی کہیں محفوظ نہیں ہے۔ اس لیے یہ واحد مخطوطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

درالمجالس (فارسی) مصنفہ:۔ ظفر پوش بہاری

سطر ۱۵ صفحات ۳۲۸ سائز ۵½" × ۹½"

یہ ظفر پوش بہاری کی تصنیف ہے۔ درالمجالس ۴۴ ابواب پر شتمل ہے۔ جن میں انبیاء علیہم السلام و خلفاء راشدین و صحابہ کرام کے فضائل مندرج ہیں بعض ابواب میں فضائل رمضان، اہل بہشت، خانہ کعبہ وغیرہ کا بھی تذکرہ ہے۔ یہ نسخہ کرم [illegible] رم خوردہ ہے۔ اور آخر کے چند اوراق کسی نے بعد میں لکھ کر شامل کئے ہیں [illegible] یہ مخطوطہ کا ز سدیم ہے۔

دسویں صدی کے آخر یا گیارھویں صدی کے آغاز کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہے۔ اور ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔ قلمی نسخے بھی بہت کمیاب ہیں۔ بڑے بڑے کتب خانوں میں یہ کتاب نہیں پائی جاتی ہے لوح پر جواہر کی نیلگوں و طلائی نقش کاری نہایت دلاویز و دیدہ زیب ہے۔ جدولیں بھی طلائی ہیں۔

Marfat.com

حدائق الحقائق :۔ (فارسی) تفسیر سورۂ یوسف
مصنف :۔ معین الدین محمد بن عبد اللہ ہروی
سطر ۲۲ صفحات ۵۵۸ سائز ۱/۲ ۵ × ۳/۴ ۸

یہ فقیہہ معین الدین محمد بن عبد اللہ ہروی حنفی المتوفی سن ۹۰۷ ہجری جو مسکین کے عرف سے بھی مشہور ہیں۔ کی ہے۔ اس تفسیر کا ذکر حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ج ۱- ص ۶۳۲ میں اور اسماعیل پاشا نے ہدیۃ العارفین ج ۱- ص ۲۴۲ میں کیا ہے۔ مُلّا معین کی سورۂ یوسف علیہ السلام کی یہ تفسیر نہایت سلیس فارسی میں کی ہے۔ اور جا بجا صوفیا کے حکیمانہ نکات اور اشعار بھی نقل کئے ہیں۔

یہ کتاب اپنی قدامت اور مصنف سے قریب تر زمانہ کی کتابت کے لحاظ سے بڑی اہم ہے۔ کاتب کا نام محمد حکیم ولد شیخ محمد ہے۔ سال کتابت سن ۱۰۴۸ ہجری (عہد شاہجہاں) ہے۔ کتاب طبع نہیں ہوئی ہے۔ اور نہایت نادر الوجود ہے۔

مرأت العارفین :۔ سطر ۱۵ صفحات ۲۹۸ (دو کتب) سائز ۱/۲ ۶ × ۳/۴ ۹

یہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ کاتب کا نام کریم بخش اور سن کتابت ۱۳۱۵ ہجری ہے۔ اس کتاب میں الہیات سے بحث ہے۔ رسالہ نادر ہے اور غیر مطبوعہ ہے۔ اس کی شرح شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بعنوان "صفاء المرأت" کے نام سے کی تھی۔ جس کو غلام قادر شاہ نے ترتیب دیا تھا۔

صفاء المرأت :۔ مصنف شیخ عبد القادر جیلانی
سطر ۱۵ ۔ صفحات ۲۹۸ (ہر دو کتب) سائز ۱/۲ ۶ × ۳/۴ ۹

یہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف بتائی گئی ہے۔ اور مذکورہ بالا کتاب "مرأت العارفین" کی شرح ہے۔ کاتب کا نام کریم بخش ہے۔ اور سن کتابت ۱۳۱۵ ہجری ہے۔ غلام قادر شاہ نے اس کو ترتیب دیا۔ کتاب ضخیم الحجم ہے۔ خوشخط ہے۔ اور سیالکوٹ کا نہایت اعلےٰ اور چکنا کاغذ ہے۔ کتاب واضح ہے۔ اور نسخہ بالکل بے داغ ہے۔ کتاب بھی غیر مطبوعہ ہے۔ اور کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

بحر العشق (عربی) تفسیر سورۂ یوسف
سطر ۱۸ ۔ صفحات ۲۱۵ ۔ سائز ۱/۲ ۴ × ۱/۲ ۹

سورۂ یوسف کی بہت سی تفسیریں لکھی گئی ہیں لیکن بحر العشق میں تمام تر تشریح آیات قرآنی، احادیث نبوی، اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور علماء وصوفیا کے حکیمانہ اقوال کی روشنی میں کی گئی ہے۔ اسی طرح جا بجا عربی اشعار موقعہ اور محل کے لحاظ سے بھی خوب پیش کئے گئے ہیں۔

Marfat.com

یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے. قلمی نسخہ بھی اور کہیں نہیں ملتا ہے اور غالباً یہ واحد مخطوطہ ہے۔

انیس العاشقین (فارسی) سیرت
...مہ از سید شبیر محمدؒ بن سید شاہ علی محمدؒ
...ر ۱۵ - صفحات ۲۷۴ سائز ۶¾" × ۹½"

یہ سید شبیر محمد بن سید شاہ علی محمد بن سید حسین حسینی الرضوی المشہدی کی تصانیف سے ہے اور سال تالیف سن ۱۰۷۶ ہجری (عہد اورنگ زیبؒ) ہے. کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے. کہ مصنف نے سیرت رسول اکرمؐ پر تمام معروف کتابوں کا مطالعہ کیا. تو انہیں احساس ہوا. کہ اخبار و آثار اور اشغال سید الابرار ...میں بہت منتشر طور پر بیان کئے گئے ہیں. مؤلف نے ان سب کو نہایت عمدگی سے یکجا ترتیب ... انیس العاشقین اس کا نام رکھا۔

مؤلف نے اس تالیف میں معارج النبوۃ از ملّا معین الدین واعظ ہرویؒ، روضۃ الاحباب از میر ...الدین محدثؒ، روضۃ الشہداء از ملّا حسین واعظ کاشفی۔ شمائل ترمذی جواہر جلالی، شواہد النبوۃ سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔

خط نستعلیق نہایت عمدہ ہے. اور پورا نسخہ بے داغ ہے. کاتب کا نام فقیر محمد ولد شیخ بلاقی ...ہاشمی" ہے. اور سن کتابت ۱۱۷۳ ہجری ہے۔

یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے. اس کا کوئی قلمی نسخہ کسی فہرست میں نظر نہیں آتا. معلوم ہوتا ہے. کہ یہ ...طہ ہے. جو دستبرد زمانہ سے آج تک محفوظ رہا ہے. آغا بزرگ طہرانی نے بھی الذریعہ الی تصانیف ...یعہ میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔

تفسیر قرآن مجید ۱۔ (عربی)
...دائے سورہ فاتحہ تا سورہ اعراف اور } ۲ جلد
...، آیت لعلکم تذکرون

صفحات جلد اوّل ۳۶۸ جلد دوم ۳۲۴ کل ۶۹۲ -
سائز ۶½" × ۱۰"

عربی شرح کے ساتھ موقع اور محل کی مناسبت ...فارسی اشعار سے کام لیا گیا ہے. اشعار کا معیار نہایت بلند ہے. معلوم ہوتا ہے یہ نسخہ کسی جیّد عالم ...علم کا شاہکار ہے. زبان و بیان پر قدرت کاملہ کا غماز ہے۔

ہر دو جلد کے خاتمہ پر تاجر کے لیبل سے اندازہ ہوتا ہے. کہ یہ نسخہ مانڈلے (برما) سے ...ہے۔

Marfat.com

شرح المنیر فی مسائل الخطیر (فارسی)

مصنفہ :۔ نظام الدین ابو المرتضیٰ یار محمد حسینی

سطر ۱۷، صفحات ۱۷۲، سائز ۴½″ × ۸½″

مصنف علام نے قاضی قطب ال
کے مشہور و معروف رسالہ "فرائض
شرح لکھی ہے۔ علم الفرائض میں یہ نہا
جامع تالیف ہے۔ اور کہیں نہیں چھپی
بڑے بڑے کتب خانوں کی فہرستوں میں یہ کتاب موجود نہیں۔ اس کے قلمی نسخے بھی حد درجہ کیاب
ہیں۔ کتاب مکمل ہے۔ اور نہایت عمدہ حالت میں ہے۔ مفید حواشی و تعلیقات سے مزین ہے

کاتب کا نام محمد علی ولد میاں فتح محمد ہے۔ مگر سن کتابت درج نہیں۔ نبی احمد و گل حـ
کی مہریں اس نسخہ پر ثبت ہیں۔ ان مہروں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ نسخہ ان کی ملکیت میں رہا
سترہویں صدی کے آغاز کا مخطوطہ ہے۔

شمس المجالس :۔ (فارسی) قصہ حضرت علیہ السلام

سطر ۱۸، صفحات ۳۰۰ سائز ۵″ × ۹½″

حضرت یوسف علیہ السلام
مختلف حضرات نے لکھا ہے لیکن
ہذا میں زیادہ تر آیات قرآنی، احا
نبوی اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور علماء اور صوفیا کے اقوال بیان کئے گئے ہیں۔ کتا
اختتام پر کاتب کا نام "طاہر بن امام قلی" تحریر ہے۔

یہ کتاب بھی غیر مطبوعہ ہے۔ مخطوطات کے ذخائر کی فہرستوں میں اس کا وجود نہیں ہے۔
یہ واحد مخطوطہ ہے۔ اور اسی یکتائی کے اعتبار سے نادر الوجود ہے۔

رسالہ فضائل تلاوت قرآن مجید (فارسی)

تالیف :۔ علامہ عبد العلی بن محمد بن حسین رح

سطر ۱۸، صفحات ۲۲۲ سائز ۴¾″ × ۷″

یہ علامہ عبد العلی بن محمد بن حسین کی
ہے اور زمانہ تصنیف سن ۹۲۰ ہجری ہے
نے عربی کتابوں سے فضائل تلاوت قرآ
و آداب و شرائط فارسی زبان میں منتقل ک

یہ ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاتب کا نام ملا محمد حسین ہے۔ اور سن کتابت ۱۱۲۹ ہجری ہے۔
یہ نسخہ مکمل ہے۔ اور نادر الوجود مخطوطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔

Marfat.com

شرح قصیدہ بردہ :۔ (فارسی)
سطر ۲۱ - صفحات ۳۱۲ سائز ۶" × ۱۰"

یہ مشہور صوفی شرف الدین ابو عبداللہ بن سعید البوصیری المتوفی سن ۶۹۶ ہجری کے شہرۂ آفاق قصیدۂ بردہ کی فارسی شرح ہے۔ اگرچہ شارح کا نام مذکور نہیں لیکن قصیدہ کی جس طرح سے شرح کی گئی ہے۔ اور اشعار کے حقائق و غوامض کو جس طرح بیان کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شارح کوئی جید عالم تھا۔

ہر شعر جلی قلم اور سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ قلم پختہ اور خط نستعلیق ہے۔ یہ شرح زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہے۔

سن کتابت ۱۲۰۴ ہجری ہے۔ اور کاتب کا نام شاہ محمد ولد محمد پناہ بن فتح محمد ہے شرح غیر مطبوعہ اور نادر مخطوطہ ہے۔

قصۃ المعراج (۱) منقول من المعارج النبوۃ :۔ (عربی) ہر سہ جلد در یک جلد
(مؤلف و ناقل :۔ غلام محی الدین بن قطب الدین بن محمد عاقل لاہوری ۔
سطر ۱۵ - صفحات ۱۹۶ سائز ۷ × ۱۰ ۱/۲

اس کے مرتب و ناقل کا نام غلام محی الدین بن قطب الدین بن محمد عاقل لاہوری ہے۔ اور سال تالیف سن ۱۲۲۶ ہجری ہے۔ مؤلف کا انتقال ۱۲۵۹ھ ہجری لاہور میں ہوا۔

(۲) انتخاب طریقۃ المحمدیہ :۔ (عربی)
(باب الوسواس الی آخر الکتاب)
مرتب :۔ غلام محی الدین بن قطب الدین بن محمد عاقل لاہوری
سطر ۱۴ - صفحات ۵ سائز ۷ × ۱۰ ۱/۲

یہ بھی غلام محی الدین ولد قطب الدین ولد محمد عاقل لاہوری کی ترتیب کردہ کتاب ہے۔

شریفیہ شرح سراجی :۔ (عربی) در علم وراثت و ترکہ و تقسیم
شارح :۔ سید شریف جرجانی
سطر ۱۹ - صفحات ۱۱۶ سائز ۸ × ۱۳

یہ سید شریف جرجانی کی نہایت مشہور شرح ہے۔ حواشی مستند و نایاب کتابوں سے پُر ہیں۔ متن خوبصورت قلم یکساں ہے۔ حواشی باریک نفیس خط میں ہیں۔ یہ التزام مطبوعہ کتابوں میں مفقود ہے۔ آخر میں فقہی مسائل پر دو ورق مزید ہیں۔ کتاب اگرچہ طبع ہو چکی ہے۔ لیکن تعلیقات و حواشی کی ندرت کے پیش نظر یہ نسخہ غیر مطبوعہ ہی تصور کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

نگار نامہ منشی :۔ (فارسی)

مصنف :۔ منشی لال چند

سطر ۱۷ ۔ صفحات ۳۹۸ ۔ سائز ۳/۴ ۶ × ۱/۲ ۹

یہ منشی لال چند کی تالیف ہے۔ جو عہد عالمگیرؒ میں تالیف ہوئی ہے۔ اس کتاب کے اندر ابتداء میں مشہور فارسی انشاء پردازوں کے حالات اور ان کے کارناموں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے بعد شاہجہانی اور عالمگیری عہد کے اُمراء کے خطوط و فرامین نقل کیے گئے ہیں۔ مؤلف کی رسائی شاہی دارالانشاء تک تھی۔ اس لئے شاہی فرامین اور پروانہ جات بھی اس میں شامل ہیں۔ بعض خطوط ایسے ہیں۔ جو اور کسی مجموعہ میں نہیں ملتے ہیں۔ اور انتہائی اہم تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

کتاب اگرچہ ایک بار طبع ہو چکی ہے لیکن مدت سے مطبوعہ نسخہ بالکل نایاب ہے۔ اور مطبوعہ نسخہ بھی آج کسی قیمت پر نہیں ملتا ہے۔ اس نسخہ کا خط نہایت پاکیزہ اور شکستہ ہے۔ یہ صحت متن کے لحاظ سے خوب ہے۔ نہایت عمدہ اور بے داغ نسخہ ہے۔ سن کتابت ۱۸۷۶ بکرمی ہے۔

رسالہ در خواص بقولات (فارسی)

تالیف :۔ حکیم محمد شریف خاں دہلوی

سطر ۱۱ صفحات ۳۴ سائز ۱/۲ ۶ × ۱/۲ ۹

کاتب کا نام :۔ محمد اکرم بن حکیم محمد رخشی خاں مرحوم اور سن کتابت ۱۹۱۰ بکرمی ہے۔

مثنوی لیلیٰ مجنوں ہاتفی

مصنف :۔ عبداللہ ہاتفی برادر زادہ مُلّا نورالدین بن عبدالرحمٰن جامی

سطر۔ صفحات۔ سائز

یہ مثنوی عبداللہ ہاتفی کی تصنیف ہے۔ کاتب کا نام ارجن بن برہمن ہے اور سن کتابت ۱۸۹۲ بکرمی ہے خوشخط اور مکمل نسخہ ہے۔ کتاب اگرچہ طبع ہو چکی ہے۔ لیکن مطبوعہ نسخے حد درجہ غلط چھپے ہیں صحت متن کے اعتبار سے یہ نسخہ قابل قدر ہے۔

سفینۃ الاولیاء (فارسی)

تالیف :۔ شہزادہ داراشکوہ

سطر ۱۵ ۔ صفحات سائز ۱/۲ ۶ × ۱/۲ ۹

یہ فارسی زبان میں صوفیائے کرام کے حالات ہیں۔ شاہزادہ داراشکوہ کی نہایت مشہور تالیف ہے۔ یہ مکمل اور صحیح نسخہ ہے۔ اس میں کاغذ بھی تمام

Marfat.com

ہندی استعمال ہوا ہے۔ خط نستعلیق ہے۔ عنوانات اور سرخیاں شنگرفی رنگ میں ہیں۔ اور حاشیے سرخ نیلگوں جدول سے مزین ہیں۔ کاتب کا نام مذکور نہیں۔ تاہم مذکورہ بالا نسخہ تالیف سے قریب تر زمانے کا ہی معلوم ہوتا ہے۔

رسالہ فی فن اصول حدیث :۔ (عربی)
مصنف :۔ سید شریف جرجانی
سطر ۱۴ - صفحات ۱۸ سائز ½۵ × ¾۷

یہ نسخہ سید شریف جرجانی متوفی سن ۸۱۶ ہجری سے منسوب ہے۔ حاجی خلیفہ کے بیان کے مطابق سید شریف جرجانی نے علامہ شرف الدین طیبی المتوفی سن ۷۴۳ ہجری کی کتاب "خلاصہ اصول حدیث" پر جو حاشیہ لکھا تھا۔ موجودہ نسخہ اس سے مختلف ہے۔ اگر یہ واقعی سید شریف جرجانی کا رسالہ ہے۔ تو ایک نادر الوجود مخطوطے کی حیثیت رکھتا ہے۔

کاتب کا نام قادر بخش اور سن کتابت ۱۲۸۹ ہجری ہے۔

مطوّل (عربی)
مصنف :۔ علامہ سعد الدین تفتازانی
سطر ۲۵ - صفحات ۵۱۴ - سائز ½۶ × ۱۰

یہ علامہ جلال الدین خطیب دمشقی کی مشہور کتاب "تلخیص المفتاح" کی نہایت مبسوط شرح ہے۔ شارح علامہ سعد الدین تفتازانی المتوفی سن ۷۹۳ ہجری کی شاہکار تصنیف ہے۔ یہ نسخہ انتہائی مفید حواشی نادر تعلیقات سے مزین ہے۔ آخر سے کچھ ناقص اور دسویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔

علامہ تفتازانی نے تلخیص المفتاح کی دو شرحیں لکھی تھیں۔ کبیر و صغیر بڑی شرح "مطول" کے نام سے اور چھوٹی شرح "مختصر معانی" کے نام سے مشہور ہے۔ موصوف نے "مطول" کی تالیف سے سن ۷۸۹ ہجری میں فراغت پائی تھی۔ یہ مخطوطہ قدیم الکتابت اور حواشی و تعلیقات کی بنا پر نادر الوجود نسخہ ہے۔ اور جا بجا بلند خاں اور مفتی لطف اللہ کی مہریں ثبت ہیں۔ مفتی لطف اللہ کی مہر پر سن ۱۱۰۴ ہجری درج ہے۔ یہ کتاب فن ثالث کے خاتمہ تک مکمل ہے صرف آخر کے چند اوراق نہیں ہیں۔

Marfat.com

واقعات اسفار حاتم طائی (فارسی)

سطر ۱۶ صفحات ۴۲۶ سائز ۹ × ۴/۱ ۹

فارسی زبان میں پہلی مرتبہ حاتم طائی کا قصہ نمعلوم کس ذی علم نے لکھا تھا۔ لیکن اتنا یقینی ہے کہ اس کے بعد قصہ کی روح تو وہی رہی لیکن عبارت میں اتنا تغیر تبدل ہوتا چلا گیا۔ کہ قصہ حاتم طائی کے متعدد مختلف نسخے معرض وجود میں آگئے۔

قصہ کے ترکیبی اجزاء میں اگرچہ اشتراک رہا۔ لیکن عبارت کافی بدل گئی۔ اس قصے کے قلمی نسخے برٹش میوزیم، باڈلین لائبریری، بانکی پور، پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں۔ لیکن ان میں بھی کوئی ایک نسخہ دوسرے نسخے سے مطابق نہیں ہے۔ چنانچہ موجودہ مخطوطہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

قصہ حاتم طائی اگرچہ متعدد بار مختلف مطابع نے شائع کیا ہے لیکن مطبوعہ نسخے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بہرحال موجودہ مخطوطہ اس لحاظ سے انتہائی قابل قدر ہے۔ کہ اس جیسا دوسرا مخطوطہ بھی کہیں موجود نہیں ہے۔ یہ تمام مخطوطات سے بلحاظ عبارت مختلف واقع ہے۔ کتابت سترہویں صدی کے آغاز کی ہے۔ نسخہ عمدہ حالت میں ہے۔ مصنف کا نام آج تک کسی کو علم نہیں۔

رسالہ خواص الجواہرات (فارسی)

مصنف:- حکیم محمد شریف خاں دہلوی

سطر ۱۱ - صفحات ۱۴ سائز ۲/۱ ۶ × ۲/۱ ۹

یہ حکیم محمد شریف خاں کی تصنیف ہے اور سن کتابت ۳۵ شاہ عالم ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حکیم شریف خاں کی حیات میں لکھا گیا ہے۔

Marfat.com

ایوب قادری

فن خطاطی کا ایک نادر ذخیرہ

مسلمانوں نے ہر دور میں علوم و فنون کی بہت گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور بڑی قدر دانی پرستی کی ہے جس علم و فن سے بھی ان کو تعلق ہوا اس میں انہوں نے امتیاز حاصل کیا اور قابل اضافے کئے۔ خصوصاً فن خطاطی میں مسلمانوں کے بڑے کارنامے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم خطاطی خالص اسلامی فن کہہ سکتے ہیں۔ فن خطاطی سے مسلمانوں کے جمالیاتی ذوق کا اندازہ ہوتا ہے فن سے نہ صرف طلبا، مدرسین اور ذی علم حضرات ہی کو تعلق رہا بلکہ بڑے بڑے امیروں شہزادوں بادشاہوں نے بھی خطاطی کے بہترین نمونے یادگار چھوڑے ہیں۔ یہاں ہمیں خطاطی کے ایک نادر ذخیرہ کا تعارف کرانا مقصود ہے جس سے ہمارے ثقافتی ورثہ میں بعض گم شدہ نوادر کا اضافہ ہو گا اور فن خطاطی کی تاریخ کی تدوین میں مدد ملے گی۔

فن خطاطی کا یہ نادر ذخیرہ ۱۴۷ قطعات پر مشتمل ہے جس میں بعض مشہور و معروف خطاط مثلاً پنجہ کش، میر جلال الدین، عباد اللہ بیگ اور شنکر ناتھ دہلوی وغیرہ کے قطعات نیز عبدالرشید دیلمی اور میر علی کے قطعات کی نقول شامل ہیں۔ ہم اس مجموعہ کو مضمون کی ترتیب کی سہولت کے پیش نظر چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں

(ا) ان خوش نویسوں کے قطعات جن کے حالات عام طور سے ملتے ہیں

(ب) وہ قطعات جن میں خوش نویسوں کے نام اور دوسری معلومات دی ہوئی ہیں

(ج) وہ قطعات جن میں خوش نویس کا نام نہیں ہے مگر بعض دوسری مفید معلومات دی ہوئی ہیں

Marfat.com

ہوتی ہیں۔ مثلاً کس کی وصلی کا نمونہ یا چربہ ہے یا کس کی فرمائش پر لکھا گیا ہے وغیرہ وغیرہ

(د) وہ قطعات جن میں سوائے عبارت کے اور کچھ تحریر نہیں ہے۔

ان قطعات سے فن خطاطی کے متعلق بعض نئی اور مفید معلومات ہوتی ہیں مثلاً مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی ایک عالم و فاضل کی حیثیت سے متعارف ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ وہ بہترین قسم کے خطاط بھی تھے۔ اور اس فن میں انہوں نے سراج الدین ابوظفر شاہ دہلی سے استفادہ کیا تھا۔ تمام قطعات اب نیشنل میوزیم آف پاکستان (کراچی) کی ملکیت ہیں۔

میر پنجہ کش اصل نام محمد امیر رضوی ہے۔ دہلی کے مشہور خطاط تھے۔ فن پنجہ کشی میں استاد کامل تھے۔ اسی لئے میر پنجہ کش کے لقب سے مشہور ہیں۔ مؤلف تذکرۂ خوش نویساں لکھتے ہیں "در ہنر پنجہ کشی و بانک و مصوری و نقاشی و لوح و جدول و صحافی و علاقہ بندی و سنگتراشی وغیرہ دستگاہ کامل دارند" ابتدا میں قدیم اساتذہ کے طرز پر لکھتے رہے مگر بعد میں مولانا غلام محمد دہلوی مؤلف تذکرۂ خوش نویساں کے مشورہ پر آقا عبدالرشید دیلمی کا انداز اختیار کیا اور اس میں ایسا کمال پیدا کیا کہ آقا دیلمی اور میر پنجہ کش کے نوشتوں میں امتیاز مشکل ہو گیا۔ مہاراجہ الور کی فرمائش پر ستره سو روپیہ میں گلستاں لکھی[1]۔ مؤلف تذکرۂ خوش نویساں سے میر پنجہ کش کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ انقلاب ۱۸۵۷ء میں میر پنجہ کش کو گولی مار دی گئی[2]۔

سر سید احمد خاں نے آثار الصنادید میں خوش نویسوں میں سب سے اول میر پنجہ کش کا ذکر کیا ہے[3]

(۱) میر پنجہ کش کے دو قطعات ہیں، قطعہ اول پر مندرجہ ذیل عبرت آموز شعر ہے۔

سکندر آیا زمیں ناپتا جو تا لب گور صدایہ گوش میں آئی دہان تربت سے

بس اب نہ کیجیے گام و رسن سے پیمائش یہاں کی ہو گی مساحت جریب قامت سے

یہ قطعہ ۱۲۵۳ھ کا مخطوطہ ہے۔

---

(۱) مولانا غلام محمد دہلوی۔ تذکرہ خوش نویساں۔ ص ۱۷ (مطبع بیپٹس مشن کلکتہ ۱۳۲۸ھ)

(۲) یوسف بخاری۔ برصغیر میں خطاطی۔ ماہ نو کراچی جلد ۱۱، شمارہ ۶ (ستمبر ۱۹۵۸ء)

(۳) سر سید احمد خان بہادر۔ آثار الصنادید (باب چہارم)۔ ص ۱۲۰ (مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۶ء)

Marfat.com

دوسرا قطعہ میر پنجہ کش کی وصلی کا چربہ ہے۔ جس پر یہ شعر تحریر ہے۔

سگ حق ناشناس بہ از آدمی ناسپاس

(۱) میر پنجہ کش کا ایک خاکہ ہے جس میں تحریر ہے

"منهو مال لا یشبعان" نیچے تحریر ہے" مشقہ محمد امیر رضوی"

خط نستعلیق میں دو اشعار بھی تحریر ہیں:

خط از جملہ ہنرہا دلپذیر است اگر منعم بود آرائش او است

چو روح اندر تن برناؤ پیر است وگر درویش باشد دستگیر است

شنکر ناتھ کشمیری پنڈت، دہلی وطن اور نادر تخلص تھا۔ صالح، خلیق اور مؤدب تھے ابتداء میں خط نستعلیق و شفیعہ کی مشق مولانا غلام محمد دہلوی مؤلف تذکرہ ...... خوشنویسان دہلی سے کی۔[1] خط شکستہ مولوی حیات علی سے سیکھا۔ سید احمد خان لکھتے ہیں کہ مولوی حیات علی کے بعد خط شکستہ میں ان (شنکر ناتھ) سے بہتر شاہجہاں آباد میں کوئی نہیں ہوا۔[2] تقریباً ۱۲۶۰ھ انتقال ہوا۔

(۱) شنکر ناتھ کے ۳۲ قطعات ہیں جن میں سے چار پر واضح طور سے "شنکر ناتھ" تحریر ہے ایک بہادر شاہ کے سن جلوس ۲۱ مطابق ۱۲۵۲ھ کا ہے۔ دوسرا ابو ظفر بہادر شاہ کے سن جلوس ۔۔ مطابق ۱۲۵۷ھ کا ہے۔ شنکر ناتھ نے ایک قطعہ پر اپنے لڑکے کا نام امر ناتھ لکھا ہے

(۲) اٹھارہ نمونے ایسے ہیں جن پر شنکر ناتھ نہیں لکھا ہے۔ مگر واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شنکر ناتھ کی تحریر ہے۔ یہ اٹھارہ تختیاں حروف تہجی کے درج ذیل الفاظ کی مشقیں ہیں۔

ب ۔ عدد ج ۴ عدد س ۲ عدد ص ۲ عدد ط ۳ عدد ع ۱ عدد ف ۲ عدد

ک ۱ عدد اور ق ۱ عدد

ان تختیوں میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان میں خط شفیعہ کی مشق جن حروف میں کی گئی ہے۔ عام طور سے جلی حروف میں مشق نہیں ملتی ہے۔

---

(۱) تذکرہ خوشنویسان۔ صـ ۱۲۲ (۲) آثار الصنادید صـ ۱۲۲ (باب چہارم (۳) تذکرہ خوشنویسان صـ ۱۲۲ (حاشیہ)

Marfat.com

میر جلال الدین   میر جلال الدین کے والد میر امام علی اپنے زمانہ کے مشہور خطاط تھے۔ فن نسخ میں کمال رکھتے تھے۔ میر جلال الدین نے بھی خط نسخ اپنے والد سے سیکھا۔ ابو ظفر بہادر شاہ نے میر امام علی میر جلال الدین دونوں سے فن خوش نویسی سیکھا تھا[1] میر امام علی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن کریم بیس جلدیں اور میر جلال الدین کی ہاتھ کی لکھی ہوئی سات جلدیں انقلاب ۱۸۵۷ء میں دہلی میں ضائع ہوگئیں۔ یہ تمام جلدیں مطلا و مذہب تھیں[2]۔ میر جلال الدین مشہور شاعر ظہیر دہلوی کے والد تھے "مرصع رقم" کے خطاب سے سرفراز تھے۔ میر جلال الدین کا تحریر کردہ ایک قطعہ ہے جو خطِ نسخ کا بہترین نمونہ ہے۔ اس میں اشعار ذیل درج ہیں:

تا دو معنی بہر لفظ چنگ و قانون آورند   لفظ پردازان معنی ساز در بزم بیاں
باز اقبالش بصبد ملک رنگین چنگ باد   تار چنگ عبر نش باد از گسستن در اماں

هم برآهنگ ثنایش نغمهٔ قانون دهر

هم بوفق مدعایش رسم و قانون زماں

عباد اللہ   مرزا عباد اللہ بیگ دہلی کے رہنے والے، والد کا نام مرزا عبداللہ بیگ ہے میر پنجہ کش کے شاگرد تھے میر مرحوم نے بڑی محبت سے خط نستعلیق سکھایا۔ مسلم الثبوت استاد تھے۔ خوش نویسی میں "زمرد رقم" کے لقب سے مشہور تھے۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد دہلی چھوڑ کر پٹیالے چلے گئے۔ سرسید احمد خان لکھتے ہیں کہ ان کے رتبہ کو نستعلیق نویسی میں آغا صاحب کے بعد کوئی نہیں پہنچ سکتا[3]۔ مرزا عباد اللہ کے دو نمونے ہیں:

(۱) اول میں " ذرۂ بے مقدار عباد اللہ ۱۲۷۴ھ" تحریر ہے۔

(۲) دوسرے میں "عباد اللہ تلمیذ رشید میر محمد امیر پنجہ کش مرحوم" تحریر ہے اور یہ مشق "واحسن کما احسن اللہ الیک" کی ہے۔

مفتی صدر الدین آزردہ   مفتی صدر الدین آزردہ دہلی کے مشہور عالم تھے۔ حضرت شاہ عبد العزیز

---

(۱) تذکرہ خوش نویسان ص ۱۲۹ و آثار الصنادید ص ۱۴۱ (۲) ظہیر دہلوی۔ داستان غدر ص ۳۲ (کریسنٹ پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۵ء)
(۳) تذکرہ خوش نویسان ص ۷۳ (۴) آثار الصنادید ۱۲۱ (باب چہارم)

Marfat.com

رشاہ رفیع الدین وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔ دہلی کے صدر الصدور رہے مرزا غالب سے خوب تعلقات تھے
نگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مشہور فتوئ جہاد پر دستخط کیے اس جرم میں نصف جائداد ضبط ہوئی اور بڑی مشکل سے
ان بچی۔ ۱۲۸۵ھ میں انتقال ہوا[1]

مفتی صدر الدین آزردہ فن خوش نویسی میں ابو ظفر بہادر شاہ دہلی کے شاگرد تھے مفتی صاحب کا ایک نمونہ تحریر ہے جس میں "ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ" تحریر ہے۔

تلمیذ شاہ ظفر خاندان مغلیہ کے آخری تاجدار ابو ظفر بہادر شاہ فن خطاطی میں استاد کامل تھے میر امام الدین علی اور میر جلال الدین کے شاگرد تھے۔ ابو ظفر بہادر شاہ کے بعض کتبے ہماری نظر سے گذرے۔ فن خوش نویسی میں اکثر لوگ بادشاہ کے شاگرد تھے۔ مفتی صدر الدین آزردہ اوپر ذکر ہوا۔ بادشاہ کے کسی دوسرے شاگرد کے ایک کتبہ کا نمونہ ادر ملا ہے۔ افسوس کہ اس شاگرد کا م معلوم نہ ہو سکا۔ یہ کتبہ خطِ طغرٰی میں تحریر ہے۔ عبارت پڑھنے میں نہیں آتی نام چھٹ گیا ہے۔ "تلمیذ ظفر غفر لہما" صاف لکھا ہوا ہے۔

محمد حسین خط نسخ کے بہترین لکھنے والے تھے۔ احمد تبریزی کے انداز پہ لکھتے تھے۔ خط نسخ کا ایک نا مکمل نمونہ ہے جس میں "...... حوالیہ منکل فج عمیق" الٹا لکھا ہوا ہے

محمد ہادی اصل رہنے والے دہلی کے تھے مگر لکھنؤ میں سکونت اختیار کرلی تھی ..... لکھنؤ کے مشہور خطاط حافظ ابراہیم کے شاگرد تھے لکھنؤ میں خط نسخ، نستعلیق اور طغرٰی نویسی میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ محمد ہادی کا ایک کتبہ ہے جس میں یہ شعر تحریر ہے

---

[1] مفتی صدر الدین آزردہ کے مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہوں:

(۱) رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند ص ۹۳-۹۴ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۴ء)

(۲) فقیر محمد جہلمی حدائق الحنفیہ ص ۴۸۲-۴۸۴ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۶ء)

(۳) نواب صدیق حسین خان، ابجد العلوم ص ۹۰۳-۹۰۴ (مطبع صدیقی بھوپال ۱۲۹۵ھ) (۴) سر سید احمد خان، آثار الصنادید ص ۱۴۲-۱۵۱ باب چہارم (نولکشور پریس ۱۸۷۶ء) (۵) تذکرہ خوش نویسان ص ۱۲۹

۶ عبد الحلیم شرر، مشرقی تمدن کا آخری نمونہ (گذشتہ لکھنؤ) ص ۲۱۶-۲۱۸ (رشیا کارٹ پریس کراچی ۱۹۵۸ء)

Marfat.com

ہمیشہ بہ نیکی و نیک اختری　　بماں بر سر تخت اسکندری

میر علی　　میر علی ہرات کا باشندہ تھا اس کے باپ کا نام محمود تھا۔ میر علی سلطان علی کا شاگرد تھا تمام علوم میں دستگاہ رکھتا تھا۔ شعر سے بھی ذوق تھا رفیق تخلص تھا۔ اس کا خط نسب المثل تھا۔ صاحب تذکرہ خوش نویسان لکھتے ہیں " در نوشتہ سندی ایں بزرگ بہم رسیدن خیلے دشوار است ۔ ۔ ۔ ۔ و مردم در اکثر نوشتہ نام بزرگان در رندگان نوشتہ ثمن را در وہم انداختہ اند" اس ذخیرہ میں میر علی کے کتبہ کی ایک نقل ہے۔ کتبہ میں یہ عبارت لکھی ہے " مطابق نقل نہ گرفتند" نسخ و نستعلیق دونوں تحریروں کے نمونے ہیں۔ نسخ میں لکھا ہے:

قال امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

ایمان المرٔ یعرف بایمان اخوان ہذا الزمان

اسی طرح " انما المومنون اخوۃ " کی تشریح فارسی نثر میں بخط نستعلیق تحریر ہے ہو سکتا ہے میر علی کے کتبہ کی نقل کرنے والے نے اپنا نام نہیں لکھا ہے۔

عبدالرشید دیلمی　　عبدالرشید دیلمی میر عماد کا ہمشیرزادہ اور شاگرد تھا۔ فن خطاطی کا امام تھا شاہ جہاں کے زمانہ میں برصغیر ہند پاکستان میں آیا اور دارا شکوہ کی استادی پر مقرر ہوا۔ اکبرآباد میں سکونت اختیار کی عمارات عالی شان اور محل سرا وغیرہ تعمیر کرائیں۔ اکبرآباد ہی میں ۱۰۸۱ھ میں انتقال ہوا۔ سعیدای اشرف نے قطع تاریخ انتقال کہا ہے۔

شورش و غوغا فتاد از مرگ ایشاں در جہاں
باخبر شد چونکہ پیر عقل از ایں ماجرا
روئے بامن کرد و گفت اشرف بگو تاریخ آں
چوں ترا بودند ایشاں اوستاد و پیشوا
گفتم از ارشاد پیر عقل در تاریخ آں
بود با ہم مردن آقا رشید و صابیا
۱۰۸۱ھ

عبدالرشید دیلمی کی تحریر کے دو نمونے ہیں جو اس کے کتبوں کی نقل معلوم ہوتے ہیں پہلے نمونے میں یہ اشعار تحریر ہیں:

Marfat.com

صورت معنی فطرت معنی ایجاد خلق
سر فراز نسل آدم نفس خیر المرسلین
مقصد تنزیل بعث مظہر انوار غیب
مقطع تنبوہ شاہد مطلع حبل المتین
صاحب یوقون بالنذر آفتاب انما
قرۃ العین لعمرک نازش روح الامین
در جہاں از راہ حشمت چوں جہانے در جہاں
در زمیں از راہ رفعت آسمانے بر زمیں

ان اشعار کے نیچے یہ عبارت تحریر ہے

" الراجی الی اللہ المتین فقیر عبدالرشید دیلمی در مستقر الخلافۃ آگرہ فی ۱۰۸۷ھ درین شبہۂ آغائی بردستہ حافظ نوراللہ است"

تذکرۂ خوش نویساں میں دیلمی کی وفات ۱۰۸۱ھ تحریر ہے جب کہ اوپر قطعہ تاریخ انتقال لکھا گیا ہے اور تاریخ محمدی میں ۱۰۸۵ھ تحریر ہے لیکن اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرشید دیلمی ۱۰۸۷ھ تک زندہ تھا۔

دوسرے کتبہ پر صرف اتنا تحریر ہے :

" مشقہ العبد عبدالرشید غفر ذنبہ"

(ب)

احمد یار بیگ دہلی کا باشندہ فن خوش نویسی میں ماہر کامل تھا۔ اس خطاط کے نمونوں کے پانچ نمونے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے :

(۱) ۱۲۶۹ھ کا تحریر کردہ ہے پہلی سطر میں ہے " الدال علی الخیر کفاعلہ" دوسری سطر پڑھنے میں نہیں آتی۔

(۲) دوسرا نمونہ ۱۲۶۹ھ کا ہے اس میں " استعینوا علی الحوائج بالکتمان" تحریر ہے۔

(۳) ۱۲۷۰ھ میں تحریر ہوا ہے اور اس میں یہ عبارت لکھی ہے۔

Marfat.com

"کل شئی یرجع الیٰ اصلہ" اور ایک شعر بھی لکھا ہے۔

کبوتر با کبوتر باز با باز کند ہمجنس با ہمجنس پرواز

(۴) ۱۲۷۱ھ میں تحریر ہوا ہے اور اس میں یہ شعر تحریر ہے

یہ کھودو جلد بدرالدین[۱] نگین پر

امین الدین رہے احمد کے دین پر

(۵) یہ ۱۲۷۰ھ کا نمونہ ہے۔ عبارت پڑھنے میں نہیں آتی۔

احمد یار بیگ نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے،

"مشقہ عبدالمذنب احمد یار بیگ خان"

محمد فاضل اس شخص کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا اس خطاط کی تحریر کا ایک نمونہ بشکل خاکہ ہے جس میں درج ذیل شعر لکھا ہے:

چوں کنم وصف جود تو تحریر

ہمچو دستت زمانہ زر بچکد

حسن شاملو اس کا بھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا اس خطاط کا بھی ایک کتبہ ہے جس میں نسخ و نستعلیق دونوں خطوں کے نمونے ہیں۔ یہ شخص اپنے فن میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔

محمد انور خان محمد انور خان کے چار نمونے ہیں جن میں سے دو ۱۲۸۱ھ کے لکھے ہوئے ہیں

۱۔ بدرالدین مہرکن۔ میر پنجہ کش کے شاگرد تھے۔ مہر کنی میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ دریبہ کلاں دہلی میں مکان تھا۔ بدرالدین کی بنوائی ہوئی مسجد (۱۲۸۷ھ) دہلی میں موجود ہے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

تذکرہ خوشنویساں صفحہ ۸۴۔ ۸۵

آثار الصنادید صفحہ ۱۲۳ (باب چہارم)

بشیر الدین احمد دہلوی۔ واقعات دارالحکومت دہلی۔ حصہ دوم صفحہ ۲۱۳ (شمسی مشین پریس آگرہ ۱۹۱۹ء)

Marfat.com

ان میں سے ایک میں یہ رباعی لکھی ہے۔

اے تیر غمت را دلِ عشاق نشانہ خلقے بتو مشغول تو غائب ز میانہ
گہ معتکف دیرم و گہ ساکن مسجد یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ

اور دو نمونے ناتمام ہیں۔ محمد انور خاں نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے۔

"مشقہ راجی الغفران محمد انور خان غفرلہٗ"

میر لطیف الدین

میر لطیف الدین کے باپ کا نام نعیم الدین ہے۔ یہ ایک طغریٰ ہے عبارت کے اندر مسجد کا نمونہ بنایا گیا ہے۔ عبارت پڑھنے میں نہیں آئی۔ یہ نامکمل تحریر ہے۔ اور ایک قسم کا خاکہ ہے بعض خط پنسل کے بھی ہیں۔ حاشیے پر ہدایات دی ہوئی ہیں کہ کس خط اور کس رنگ سے اس کو مکمل کیا جائے۔ یہ طغریٰ رمضان ۱۲۷۷ھ میں تحریر کیا گیا۔

رضا علی

حال معلوم نہ ہو سکا۔ اس کی تحریر کے تین نمونے ہیں۔

(۱) عبارت نامکمل ہے۔

(۲) شعر کا مصرعہ اول مکمل ہے جو یہ ہے۔

"عمرت دراز باد کہ ریزد برائے خلق"

(۳) یہ مصرعہ تحریر ہے

"آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری"

یہ شعر بھی لکھا ہوا ہے۔

من درویش را کشتی بغمزہ الٰہی تا قیامت زندہ باشی

یہ تحریر ۱۲۸۳ھ کی ہے اس کتبہ پر یہ عبارت تحریر ہے

"خدمت محب درویشاں، عالی قدر نواب یاسین محمد خان دام عزتہ و حشمتہ"

یہ نمونے نستعلیق کے ہیں۔

میر کرام الدین

ان صاحب کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔ مشق کے دو نمونے ہیں۔

(۱) مفرد حروف کی مشق ہے پیمائش کے لیے نقاط بھی دیئے ہوئے ہیں دونوں پر لکھا ہوا ہے "مشقہ میر کرام الدین"

Marfat.com

عنایت حسین دہلی کے باشندے تھے فن خوش نویسی میں کمال حاصل تھا" حوالیہ مثکل فج عمیق الٹا لکھا ہے نیچے یہ عبارت تحریر ہے۔

"مشقہ عنایت حسین غفرلہ۔ ساکن دہلی چہارم ماہ جمادی الثانی ۱۲۸۶ھ تحریر نمودہ شد"

حافظ عبدالحق حافظ عبدالحق صاحب نے کسی استاد کی وصلی کی مشق کی ہے جو انہیں عبدالستار خان ذریعہ سے ملی ہے۔ ان دونوں بزرگوں کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ یہ اشعار تحریر

رفتم بسیر باغ دویدم بہر چمن ازبہر چیدن گل تاریخ پنجتن

ہر غنچہ را کشودم و دیدم بہر گلے تاریخ شاں نیافتم الا بہ یاسمن

اول دو حرف بہر محمد و فاطمہ آخر سہ حرف بہر حسین و علی حسن

یہ خط نسخ کا نمونہ ہے

عبدالعزیز اعجاز عبدالعزیز اعجاز کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔ خط نستعلیق کا ایک نمونہ تحریر ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے۔

"عز من قنع و ذل من طمع"

محمد جعفر خط نسخ میں ماہر کامل ہے۔ صرف ایک نمونہ خطاطی ہے جس کی یہ رباعی ہے۔

ناد علیا مظہر العجائب تجدہ عونا لک فی النوائب

کلہم و غم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی

نیچے تحریر ہے "مشقہ فقیر حقیر خادم الفقراء محمد جعفر"

سید غالب علی سید غالب علی کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا مگر خط نستعلیق و شکستہ میں مہارت رکھتے تھے۔ دو نمونے نستعلیق کے ہیں

(۱) اس میں "الٰہی تا جہاں باشد تو باشی" تحریر ہے۔

(۲) دوسرے میں یہ شعر لکھا ہے۔

"زنگوئے نگوش کشتۂ ناز میداد بہ قم باذنی آواز"

اس میں ایک شعر خط شکستہ بھی ہے جو پڑھنے میں نہیں آیا۔

دونوں کتبوں میں یہ نام اس طرح تحریر ہے۔ "کتبہ سید غالب علی غفر ذنوبہ"

Marfat.com

صالح خط نسخ میں ماہر تھے ایک نمونہ ہے۔ جس میں یہ رباعی تحریر ہے۔

اے معدنِ لطف وجود و احسان و کرم
باشی بجہاں ہمیشہ با طبل و علم
جاہ تو ز جاہ جمشید فزوں تر گردد
عمرِ تو بہ عمر خضر بادا توام

سید محمد صالح

عارف خط نسخ و نستعلیق میں استاد تھے۔ صرف ایک نمونہ ان کی تحریر کا ہے جس میں یہ رباعی لکھی ہوئی ہے۔

ناد علیا مظہر العجائب تجدہ عونا لک فی النوائب
کلہم و غم سینجلی بنبوتک یا محمد بولایتک یا علی

ان دونوں سطروں کے درمیان درج ذیل حدیث تحریر ہے۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تکثر الکلام
بغیر ذکر اللہ فان ابعد الخلق بغیر ذکر اللہ

یہ تمام عبارت خط نسخ میں لکھی ہے۔

ر علی خان خط نستعلیق میں کمال حاصل تھا۔ افسوس کہ حالات نہ مل سکے۔ ایک نمونہ نستعلیق کا ہے جس میں یہ رباعی تحریر ہے۔

یا رب کمال عافیت بر دوام باد
اقبال و دولت و شرف مستدام باد
سال نو مبارک و روز و شب بخیر
بخت بلند و گردش گیتی بکام باد

نیچے لکھا ہے "کتبہ اصغر علی خان"

لال معجز رقم یہ خوش نویس بھوپال کے رہنے والے تھے۔ ان کی تحریر کے دو نمونے ہیں (۱) عربی خط ثلث کے لکھنے کے قواعد تحریر ہیں اور آخر میں یہ عبارت لکھی ہے

Marfat.com

"قواعد عربی خط ثلث از ہیرا لال معجز رقم

خوش رقم رائے امانی در بلدۂ بھوپال نوشتہ شد" ۱۲۶۰ھ

(۲) یہ کتبہ ۱۲۸۴ھ کا لکھا ہوا ہے خط نستعلیق ہے بعض جگہ سے کرم خوردہ ہے اس لئے صاف پڑھنے میں نہیں آیا۔

رحیم اللہ دہلی کے باشندے اور آغا مرزا کے شاگرد تھے نستعلیق میں کمال حاصل تھا ان کا ایک نمونہ تحریر ہے جس میں درج ذیل رباعی لکھی ہے:

الہٰی عاصیم استغفراللہ　　توی فریاد رس الحمد اللہ

ندارم ہیچ گونہ توشۂ راہ　　بجز لا تقنطو من رحمۃ اللہ

نیچے تحریر ہے " شقہ رحیم اللہ غفرلہ"

محمد عبدالمعین خط نستعلیق میں کمال حاصل تھا ایک نمونہ تحریر ملا ہے اس میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جس میں سکندر نے ارسطاطالیس سے سوال کیا ہے اور اس نے اس سوال کا جواب دیا ہے ۔ آخر میں تحریر ہے

محمد عبدالمعین غفراللہ ذنوبہ ۱۲۶۷ھ

محمد قاسم خط شکستہ کے ماہر تھے۔ ایک تحریر ہے جس میں کچھ نصائح لکھے ہوئے ہیں آخر میں تحریر " محمد قاسم عفی اللہ عنہ، بپاس خاطر سعادت ..... محمد معظم علی نگاشتہ تاریخ بستم شہر ربیع الاول سنہ یکہزار و دو صد و شصت و ہفت ہجری روز شنبہ ۱۲۶۷ھ"

ذوالفقار احمد خط شکستہ میں کمال رکھتے تھے۔ شکستہ تحریر کا ایک نمونہ ہے جس میں گلستان سعدیؒ کی ابتدائی سطور لکھی گئی ہیں۔

" منت مر خدائے عز و جل را کہ طاعتش ...... نخل باسق شدہ" ترقیمہ یوں ہے

" مورخہ بست و نہم ۲۹ ربیع الاول ۱۲۷۹ھ ذوالفقار احمد عفی عنہ"

میر قاسم علی بھوپال کے ساکن، نواب شاہجہان بیگم والیہ بھوپال کے استاد تھے بیگم صاحبہ کے نام کا یہ طغریٰ ہے

ے مولانا ذوالفقار احمد سارنگ پور کے رہنے والے تھے۔ بھوپال کے ممتاز عالم اور نواب صدیق حسن خاں

Marfat.com

"نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ بہادر"

نیچے یہ عبارت تحریر ہے۔

"نقل طغریٰ میر قاسم علی استاد نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ بھوپال دام اقبالہا"

(ج)

(۱) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لفظ (دونوں جانب سے) تحریر ہے اور یہ عبدالرحیم کی وصلی کا چربہ ہے جو منشی محمد امجد کے فرزند تھے اور یہ خط غبار کا نمونہ ہے

(۲) خط گلزار کا نمونہ ہے اور مولوی تراب خان صاحب (استاد میاں نظیر اکبرآبادی) کے طغرے کی نقل ہے۔ دوسرے نمونہ میں "من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ" تحریر ہے۔

(۳) خط نستعلیق کا بہترین نمونہ ہے کسی خوش نویس نے صاحبزادہ محمد علی اکبر کے لئے چند رباعیاں لکھی تھیں۔ جیسا کہ درج ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے ان میں سے ایک رباعی یہ ہے

اے وسعت سینہ ات فزوں تر ز فلک

ادراک دروں تو بروں تر ز فلک

دستِ کرم خویش چہ آری ....

چوں ریگ بیابان بدے چندیں لک

(۴) کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" خط نستعلیق میں تحریر ہے منشی غلام احمد صاحب کی وصلی سے اس کا چربہ اول منشی عبدالرحیم والد منشی محمد امجد نے لیا پھر اس سے اس طرز پر لیا گیا۔

(۵) پنسل کا عکس ہے نیچے یہ عبارت تحریر ہے۔

"نقل جملہ اوراق ہذا از کتاب حافظ امجد علی داماد میاں سراج صاحب از معرفت محمد رشید

بقیہ مولانا ذوالفقار احمد:۔ ممتاز مصاحبین سے تھے۔ انہوں نے کئی کتابوں کے ترجمے کئے ہیں۔ جن میں سے حیات الصالحین، طے الفراسخ اور جامع العلوم (ملفوظات مخدوم جہانیاں جہاں گشت) بہت مشہور ہیں۔ آخری زمانے میں نواب سلطان جہاں بیگم نے انہیں صدر العلماء کا خطاب دیا تھا۔ آپ نیک نفس اور ممتاز بزرگ تھے

Marfat.com

فضل الرحمن بشکل تمام گرفتہ نمودہ شد و دریں فرقے نماندہ است معہ کرسی وغیرہ عکس برداشتہ وصحیح نمودہ ام"

(۶) عیدالاضحیٰ کے موقعہ کی "عیدی" ہے خط نستعلیق میں تحریر ہے۔ عیدی یہ ہے

مبارک باد برتو عید قرباں

ہزاراں شادیت باد از یزداں

بزیر دشنہ ات خصم بد اندیش

از د قربان برنگ گوسپنداں

نیچے یہ عبارت تحریر ہے:۔ "بخدمت برہان المشائخ سراج الدین صاحب زید عرفانکم پذیر آباد"

(۷) "یاسین محمد خان بہادر صاحب دام اقبالہ" بخط طغریٰ تحریر ہے۔ یہ عبارت لکھی ہے:

"ایں جملہ نقل از معرفت سید انور علی صاحب استاد جناب میاں یاسین محمد خان صاحب طلبیدہ ...."

(۸) ایک بشکل شجرہ ہے جو کہ عبدالکریم کی وصلی سے نقل کیا گیا ہے۔ عبارت صاف پڑھنے میں نہیں آئی "نواب محمد .... بہادر" لکھا ہے۔

(۹) محمد اشرف نو مسلم خوش نویس۔ بھوپال کے باشندے تھے۔ کوئی نمونہ نہیں ہے۔ مگر عبارت ذیل لکھی ہے۔

"ایں جملہ نقل از کتاب صد پند سود مند لقمان حکیم دستخطی جناب مرزا عباد اللہ بیگ صاحب خوش نویس تلمیذ رشید میاں امیر پنجہ کش مرحوم کہ محمد اشرف نو مسلم از صاحبزادہ میاں علی حسن صاحب آوردہ' الفاظ جوڑ جملہ عکس دچربہ گرفتہ شد ۱۳۰۱ھ"

(۱۰) تقطیع خط ثلث۔ یہ عبارت تحریر ہے۔

---

(۱) شاہ محمد اشرف بھوپال کے صاحب سجادہ مشائخ میں سے تھے جن کے بکثرت مرید بھوپال میں اب بھی موجود ہیں۔

Marfat.com

"ایں جملہ تقطع ہائے خط ثلث از وصلی ہائے قلمی کہ در تاج محل در چوکھٹہ ہا نصب بودند بمعرفت اصغر علی خاں داروغہ نوشتہ بودند فقط"

۱۴ عدد خط نستعلیق کے ایسے نمونے ہیں جن پر خوش نویسوں کے نام وغیرہ کچھ نہیں ہیں۔ صرف باعی کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ اے از کرمت امیدوارم ۔۔۔ جز رحمت تو کسی ندارم
رحمے کن و دستگیر من شو ۔۔۔ اے فیض رسان ہر دو عالم

۲۔ ان فی بستانا نارنجنا ۔۔۔ من جنی نارنجنا نا راً جنی

۳۔ کہ حنا بست دست یار مرا ۔۔۔ کہ ز کف برد اختیار مرا

۴۔ خط مسلسل میں عبارت تحریر ہے جو پڑھنے میں نہیں آتی۔

۵۔ تو بکار کسے نمی آئی ۔۔۔ بھنار کسے نمی آئی
بچہ امید می تواں مردن ۔۔۔ ببزار کسے نمی آئی

۶۔ مہر فلک سعادت و اقبالے ۔۔۔ با قدر تو ایں مرتبہ نبود عالے
جاوید بملک جلوہ باشی ۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔ پری ز حال مبادا ۔۔۔۔۔

۷۔ بفرقش سالگ گوہر ہیچو انجم ۔۔۔ تو گوئی شب در آمد در تبسم

۸۔ کہ سیہ کرد چشم یار مرا ۔۔۔ کہ سیہ کرد روزگار مرا

۹۔ دوش در حلقۂ زلف تو دلم جامی کرد ۔۔۔ ہردم از ہر شکن تو گرھے وا می کرد

۱۰۔ گردوں بمراد بخت فیروزت باد ۔۔۔ در ہفتہ سہ عید و چہار نوروزت باد

۱۱۔ بر تخت بنجہ مرجاں ز ابر مروارید ۔۔۔ قمر ز پشت شب مشکبار پیدا کرد

۱۲۔ کسے کو بے وصالش مردہ باشد ۔۔۔ معاذ اللہ چہ حسرت بردہ باشد

۱۳۔ "من اللہ فتح قریب"

چار نمونے خط نسخ کے ہیں جن کی رباعیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ دل گر ۔۔۔ در پردہ دل آرائے ہست ۔۔۔ ہر قطرہ دلیل است کہ دریائے ہست
ہر کہ در ملک عدم رفت نیامد بوجود ۔۔۔ ظاہرا در پس ایں پردہ تماشائے ہست

Marfat.com

۲۔ عید رمضان صبح طرب ایجاد است گل تازہ چمن شگفتہ دلہا شاد است
دستے کہ بہ تسلیم تو دارم بر سر گلدستہ مضمون مبارکباد است

۳۔ یہ کتبہ اکبر شاہ ثانی کے جشن بست ویکم (تخت نشینی) کے موقع پر لکھا گیا ہے۔

ہمیشہ خواہش اہل جہاں بہ رب ودود کہ شہریاری اقالیم ہر چہار حدود
ز جشن بست ویکم تا ہزار سال بہ ہر بشاہ اکبر فخر شہاں شود معمور

اس رباعی کے ہر چہار جانب مندرجہ ذیل اشعار خط نسخ میں تحریر ہیں۔

منبع لطف و عنایت سایۂ ذات الٰہ حامیٔ شرع محمد شاہ اکبر بادشاہ
خدایا تو ایں شاہ درویش دوست کہ آسائش خلق در ظل اوست
یا الٰہی سلطنت شاہ ارزانی بود تا ابد روشن چراغ ظل سبحانی بود
بسے سال بر خلق پائندہ دار بتوفیق طاعت دلش زندہ دار

۴۔ ایک نمونہ ہے جس میں "کلما دخل علیہا ذکریا المحراب" "ہذا مفتاح الجنۃ" "وانک لعلی خلق عظیم" "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" اور اللہ، محمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی حسن، حسین تحریر ہے یہ بمبئی کی ایک مطبوعہ وصلی کی نقل ہے۔ ساتھ ہی ہدایات درج ہیں کہ کس طرح ان کو تحریر کیا جائے۔

تین خط غبار کے نمونے ہیں۔ ا

۱۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تحریر ہے

۲۔ ایک طغریٰ ہے جسمیں بسم اللہ الرحمان الرحیم بشکل بط تحریر ہے

۳۔ کسی کے نام کا طغریٰ ہے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ (بھوپال) کا ہے۔

۴۔ ایک طغریٰ بصورت انسان ہے جسمیں چاروں خلفاء راشدین کے نام تحریر ہیں۔

۵۔ ایک طغریٰ بشکل بط ہے۔ نامکمل نمونہ ہے

خطِ گلزار کے چار نمونے ہیں

۱۔ قل کل یعمل علی شاکلتہ۔ الٓمٓ تحریر ہے۔

۲۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تحریر ہے۔

۳۔ "ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ" کے دو نمونے ہیں۔

(باقی صفحہ ۴۵۰ پر ملاحظہ ہو)

Marfat.com

محمد ایوب قادری ایم اے

ذخیرہ خان بہادر مولوی ظفر حسن مرحوم

مولوی ظفر حسن بن مولوی شریعت اللہ ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے ان کا قدیم وطن سنبھل تھا مرادآباد میں
لیم و تربیت ہوئی جہاں ان کی ننہال تھی۔ ایم اے او کالج علی گڑھ سے بی اے پاس کیا اور محکمہ آثار قدیمہ میں
بیت کے لئے ان کا انتخاب ہوگیا۔ تربیت کے بعد ۱۹۱۳ء سے اس محکمہ میں باقاعدہ ملازمت کا سلسلہ شروع ہوگیا
وں نے دہلی میں سکونت اختیار کرلی۔ ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے تک ترقی کی ۱۹۴۲ء میں پنشن لی۔ قیام پاکستان کے
عد لاہور آگئے اور کچھ دنوں عجائب خانہ لاہور نے بھی مولوی صاحب کی خدمات سے فائدہ اٹھایا۔ پھر کراچی آگئے
وہیں ۱۳ جنوری ۱۹۶۵ء کو ان کا انتقال ہوا۔

مولوی ظفر حسن نے ہندوستان کی تاریخ پر بڑا تحقیقی کام کیا ہے۔ ۱۹۱۸ء میں انہوں نے عہد عالمگیری کی مشہور کتاب
خلاصۃ التواریخ مؤلفہ سجان رائے بھنڈاری مفید حواشی اور مقدمہ کے ساتھ شائع کی۔ حکومت ہند نے اس علمی کام
پر مولوی صاحب کو انعام بھی دیا۔ ۱۹۴۹ء میں عاقل خان رازی کی کتاب "واقعات عالمگیری" کو ایک مفصل مقدمہ
کے ساتھ مرتب کیا جو علی گڑھ ہسٹاریکل انسٹی ٹیوٹ سے شائع ہوئی۔ مولوی صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ دہلی
اور اس کے نواح کی تاریخی عمارت کی مفصل تاریخ مرتب کرنا ہے جو چار جلدوں میں انگریزی میں شائع ہوئی جس
کا نام A LIST OF MUHAMMADAN AND HINDU
MONUMENTS OF DELHI. ہے اس کے علاوہ مولوی صاحب کی کتاب
BIBLIOGRAPHY OF INDOMUSLIM HISTORY (EXCLUDING PROVINCIAL MONARCHIES

Marfat.com

بھی قابل ذکر ہے یہ کتاب ۱۹۳۲ء میں طبع ہوئی ہے۔

مولوی صاحب کے کتابچے (ا)

(۱) رہنمائے قلعہ دہلی

(۲) MOSQUE OF SHEKH ANDUN NABI

(۳) GUIDE TO NIZAMUD-DIN.

(۴) SPECIMEN OF CALLIGRAPHY IN THE DELHI MUSEUM OF ARCHAEOLOGY.

بھی قابل ذکر ہیں۔

اس کام کے علاوہ مولوی صاحب نے بہت سے تاریخی و تحقیقی مقالے لکھے ہیں۔ بہت سی رپورٹیں مرتب کی ہیں مولوی صاحب نے خطاطی، کتبات اور سکہ جات پر بھی قابل قدر کام کیا ہے۔

مولوی ظفر حسن مرحوم کے کام کو گورنمنٹ انگلشیہ نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور حسن خدمات کے صلہ میں ان کو "خان بہادر" اور "او۔بی۔ای" کے خطابات مرحمت فرمائے۔

مولوی صاحب نے اپنی ملازمت کے زمانے میں مخطوطات کا ایک نادر ذخیرہ فراہم کیا۔ یہ ذخیرہ کم و بیش سوا سو کتابوں پر مشتمل تھا جن میں بعض نہایت نادر اور بیش قیمت کتابیں تھیں جیسے یاقوت معتصمی کا کاتب شدہ قرآن کریم اس کے علاوہ عہد مغلیہ کے بیش فرامین اور پروانہ جات وغیرہ تھے جن کی تاریخی اہمیت مسلّم ہے ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں مولوی صاحب کا خاصا نقصان ہوا مگر وہ مخطوطات کے اس نادر ذخیرہ کے بڑے حصے کو پاکستان منتقل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ نیشنل میوزیم آف پاکستان (کراچی) نے یہ ذخیرہ مولوی صاحب سے ایک لاکھ روپے میں خرید لیا۔

مولوی صاحب کے اس ذخیرہ کی ایک فہرست انگریزی زبان میں شیخ چاند حسن صاحب نے "A CONCISE CATALOGUE OF MANUSCRIPTS AND MUGHAL OFFICIAL DOCUMENTS." کے نام سے تیار کی تھی جو لطیفی پریس دہلی سے ۱۹۴۶ء میں شائع ہوئی

ہم نے اس فہرست کا ترجمہ الزبیر کے اس خاص نمبر کے لئے پیش کیا ہے۔

محمد ایوب قادری

ناظم آباد کراچی نمبر ۳۳ A/174/N

۷ مارچ ۱۹۶۷ء سہ شنبہ

Marfat.com

۱۔ عربی

۱۔ **قرآن شریف**:۔ ہر صفحہ زرافشانی سے مزین ہے۔ اس کا شروع وسط اور آخری سطور سونے سے بہترین خطِ ثلث میں تحریر ہیں۔ سبز اور لاجوردی جدول ہیں۔ آغاز اور آخر کی سطور نہری تحریر ہیں اور درمیان کی سطور نقرئی معلوم ہوتی ہیں۔ اور خراب ہو جانے کی وجہ سے سیاہ ہو گئی ہیں۔ یہ تینوں سطور صفحہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتی ہیں۔ اور ہر ایک حصہ میں پاکیزہ نسخ میں لکھی ہوئی چھ سطریں ہیں۔ دوہرا صفحہ۔ عنوان مطلا و مذہب ہیں۔ حاشیئے نقش و نگار سے آراستہ ہیں اوراق ۲۹۵، $11\frac{5}{8} \times 7\frac{1}{2}$ - ۱۵ سطور کی سطور خطِ ثلث میں تحریر ہیں۔ $\frac{1}{2}$ 4" طول اور دیگر 3" طول۔ جلد اچھی حالت کی بندھی ہوئی ہے۔ سرورق کے درمیان میں ایک سادہ باریک کاغذ لگا ہوا ہے۔ ایک نادر اور بہترین نسخہ۔ مالک کی خاندانی یادگار ہے۔

نقل معتصمی نے کی جو یاقوت معتصمی کے نام سے مشہور ہے جو بغداد کے آخری خلیفہ معتصم باللہ کا غلام اور دربار کا خطاط تھا۔ اس کا اصلی نام جلال الدین تھا اور خلیفہ نے اس کو یاقوت کا خطاب دیا تھا اور اس کی نسبت ہی سے وہ خود کو معتصمی کہتا تھا۔ پروفیسر مارگولیوتھ کی رائے ہے کہ قرآن کی یہ کتابت اس سے قبل ہوئی ہے جبکہ معتصمی نے یاقوت کا خطاب دیا تھا۔ وہ بغداد میں ۶۹۷ھ (۹۸-۱۲۹۷ء) میں ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہوا۔

۲۔ **قرآن شریف (حمائل) کے اجزاء**۔ نہایت باریک اور خوش خط نسخ سنہری اور لاجوردی جدول پہلے اور آخری اوراق سے قرآن کی آغاز و اختتام کا اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح مزین کیا گیا تھا۔ اوراق ۸۸ - $2\frac{1}{4} \times 1\frac{3}{8}$ ۱۰ سطور $\frac{1}{2}$ طول۔ تحفظ کی غرض سے ہر ورق شیشہ کی دو تہوں کے درمیان میں رکھا گیا ہے تاکہ پڑھا جا سکتا ہے جہاں تک سائز کا تعلق ہے ۱۰ سطور صرف $\frac{1}{4}$" میں آجاتی ہیں۔ یہ اجزاء خطاطی کا نادر اور بہترین نمونہ ہیں

۳۔ **قرآن شریف (حمائل)** عمدہ خط نسخ۔ دوہرا صفحہ عنوان نہایت مزین۔ سنہری اور سیاہ جدول۔ بین السطور میں سونے کا کام کیا گیا ہے۔ پہلے چار صفحے بڑے دلآویز طریقہ سے مزین کیے گئے ہیں جن میں سورتوں کی فہرست اور دعا کے ضمن میں ایسا جاتا ہے۔ اوراق ۱۵۱ - $3\frac{1}{2} \times 1\frac{3}{4}$ - ۱۰ سطور $\frac{1}{4}$ طول جلد نہایت نفیس بندھی ہے۔ مالک کی خاندانی یادگار ہے۔

Marfat.com

۴۔ **قرآن شریف**:۔ عمدہ خط نسخ۔ دوہرا صفحہ سنہری اور لاجوردی جدول' سورتوں کا سرنامہ اور تر
سرخ تحریر ہے۔ اوراق ۷۹۴' ½۱۰ × ۷' ۱۴ سطور' ۴ طول۔ چرمی جلد
بندھی ہے جس میں فارسی نظم اور نقش و نگار کے نمونوں سے منبت کاری کی گئی ہے۔ عالمگیر شہنشاہ اورنگزیب)
نے ۱۱۰۸ھ (۹۷-۱۶۹۶ء) میں کتابت کی ہے۔

۵۔ **قرآن شریف**: خطِ کوفی اور نسخ کے درمیانی خط میں جس کو عام طور سے خط بہار کہتے ہیں تحر
ہے۔ دوہرے صفحات۔ دو مختلف مقامات پر رنگین نقش و نگار سے مزین ہے
اوراق ۵۵۳' ½۱۰' ½۷' ۱۳ سطور ½۴ طول دو اوراق شروع کے بعد ۸ اوراق آخر کے دوس
خط میں تحریر ہیں اور بعد میں شامل کیے گئے ہیں۔ خط بہار کا انداز تحریر خیال کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں ترقی پذیر
اور چودھویں صدی (عیسوی) تک اس کا عام رواج تھا جس زمانے کا یہ قرآن معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ **قرآن شریف** قرآن کا متن عمدہ خط نسخ میں تحریر ہے۔ بین السطور فارسی کا ترجمہ عمدہ خطِ نستعلیق
میں۔ سرخ روشنائی سے تحریر ہے دوہرا صفحہ عنوان۔ سنہری اور لاجوردی
جدول۔ ۲۶۴ اوراق، ۷ × ۴ ۱۱ سطور، ۲ ½ طول۔ فارسی ترجمہ کسی شخص فتح اللہ نے نقل کیا
(نصف آخر حصہ)۔ قرآن کا متن جلی خط نسخ میں تحریر ہے بین السطور فارسی

۷۔ **قرآن شریف** کا ترجمہ مختلف خط نستعلیق میں سرخ روشنائی سے تحریر ہے۔ سنہری، زرد، سیاہ
سرخ اور لاجوردی جدول سے شروع کے چار سو اوراق بین السطور سنہری سطریں ہیں۔ اوراق ۵۳۹۔
اوراق ۵۳۹۔ ۱۳ × ۸' ⅝۵' ۷ سطور ۵ ⅝ طول' سورہ مریم سے آغاز ہوتا ہے۔ قدرے
کرم خوردہ ہے۔

۸۔ **قرآن شریف** قرآن کا متن مختلف خط نستعلیق میں تحریر ہے۔ فارسی اور اردو ترجمہ قلم بردا شتہ
نستعلیق میں تحریر ہے
اوراق ۶۹۰۔ ⅝۱۱ × ۸ ¾' ۱۳ سطور' ½۵ طول۔ متن سے پہلے زبان فارسی میں حضرت
شاہ ولی اللہ دہلوی کی تمہید شامل ہے۔ اور حضرت ولی اللہ صاحب ہی کا ترجمہ فارسی متن قرآن کے ساتھ
تحریر ہے حاشیہ پر قرآن کا اردو ترجمہ موضح القرآن شاہ عبدالقادر تحریر ہے۔ مولوی وزیر علی ولد مولوی
عصمت اللہ مراد آبادی نے نقل کیا ہے جو مالک کی والدہ کے دادا تھے متن اور فارسی ترجمہ از شاہ ولی اللہ

Marfat.com

کامل ۲۶ شعبان ۱۲۴۲ھ (۲۵ مارچ ۱۸۲۷ء) اردو ترجمہ از شاہ عبدالقادر صاحب رجب ۱۲۵۵ھ
(۱۰ نومبر ۱۸۳۹ء) کو مکمل ہوئی

قرآن شریف — قرآن کا متن عمدہ خط نسخ میں تحریر ہے۔ بین السطور اردو ترجمہ سرخ روشنائی سے عمدہ نستعلیق میں تحریر ہے۔ سرخ جدول اوراق ۶۴۴۔ ۸" × ۴" ۳/۴۔ ۹ سطور ۵/۸ طول۔ اردو ترجمہ ترتیب شروع سے چھبیسویں سیارہ کی چوتھائی تک ہے آخر میں زبان فارسی میں ایک فالنامہ ہے جو مالک کے والد مولوی شرف اللہ نے نقل کیا ہے ناقل کا نام اور نقل کی تحریر نہیں ہے لیکن روایت یہ ہے مالک کے دادا مولوی عظیم اللہ کا تعلق عربی متن یا فارسی ترجمہ سے بیان کیا جاتا ہے۔

قرآن شریف — (متفرق اوراق) عمدہ خط کوفی۔ آیات سنہری دائروں میں ہیں۔ لیکن غیر معمولی طور سے بڑے وقفے سے ہیں سورتوں کے سرنامے مزین و مطلا کوفی میں ہیں۔ اوراق ۸۔ ۱۳" × ۱۰ ۱/۲۔ ۱۷ سطور ۸" ۳/۴ طول۔ تاریخ کتابت تحریر نہیں ہے۔ لیکن تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ نویں صدی عیسوی سے بعد کی نہیں ہے۔

الف۔ خلاصۃ الحساب — مؤلف بہاؤالدین محمد بن حسن العاملی ہے خط نستعلیق ہے۔ اوراق ۱۰۱۔ ۹" ۵/۸ × ۷ ۱/۲ ۱۹ سطور۔ ۵" طول۔ بری طرح کرم خوردہ نمبر ب کے ساتھ مجلد ہے۔ جو فارسی میں ہے۔ دو اوراق کے درمیان میں ایک باریک ورق لگا ہوا ہے یوں شروع ہوتا ہے۔ نحمدك يا من لا يحيط بجميع نعمته عدد ولا ينتهى الخ ماشاءاللہ ابن محبوب نے نقل کیا ہے ۱۱ جمادی الاول ۱۲۳۲ھ (۱۹ مارچ ۱۸۱۶ء) کو نقل تمام ہوئی۔

ب۔ تذکرۃ الفادریہ — اس میں ... کے ... اصول بیان کئے گئے ہیں ... کی وضاحت ان نمبروں سے کی گئی ہے جو ... انگریزی عدالتوں میں مختلف مقدمات میں ۲۲ اکتوبر ۱۸۱۱ء تا ۲ دسمبر ۱۸۱۳ء کے درمیان ... مؤلف غلام علی بن عبدالرحمٰن ساکن کول (علی گڑھ) ہیں انہوں نے یہ کتاب اپنے بھائی عبدالقادر کے لئے لکھی ... ان کے نام پر اس کا نام رکھا ہے۔ خط نستعلیق ہے۔ اوراق ۶۲، ۹" ۵/۸ × ۷ ۱/۲، ۱۹ سطور، ۵" طول۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے نمبر ا کے ساتھ مجلد ہے جو عربی میں ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے۔ لك الحمد وانت خبير الوالدين لا علم لنا الخ

Marfat.com

۲۔ فارسی

(ا) مذہب اور تصوف

۱۲۔ معارج النبوة : حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری ہے مؤلف معین ابن حاجی محمد الفارابی ہے۔ تصنیف ربیع الاول ۸۹۱ھ (م مارچ ۱۴۸۶ء) میں شروع ہوئی خط عمدہ نستعلیق ہے سنہری، سیاہ اور لاجوردی جدول ہے۔ دو صفحات پر عنوان نہایت مرصع طریقہ سے بنائے گئے ہیں۔ ایک آغاز میں اور دوسرا اوسط میں، ۱۷۶' اوراق ۱۴" × ۹" ، ۲۵ سطور ۵½" طول۔ جدول کا رنگ کاغذ کو کھا رہا ہے

آغاز :۔ ربنا اتنا من لدنك رحمة وهی لنا من امرنا رشداً

۱۳۔ مطالع الانوار فی ترجمة الآثار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے چاروں خلفاء راشدین کی تاریخ ہے۔ اموی خلافت کے بھی مختصر سے حالات شامل ہیں۔ مؤلف عفیف نور کا شانی ہے خط عمدہ نستعلیق ہے۔ سرخ اور سیاہ جدول ہے۔ اوراق ۱۳۴۔ ۹ ۳/۴" × ۵ ۶/۷"، ۱۴ سطور۔ ۳½" طول، کرم خوردہ۔ نہایت اہم مخطوطہ ہے۔

آغاز :۔ الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین

عبداللطیف نے ۴ محرم ۱۱۰۳ھ (م ۲۷ ستمبر ۱۶۹۱ء) کو اس کی کتابت مکمل کی۔

۱۴۔ تحفہ اثناء عشریہ : شیعہ عقائد کا بیان ہے مؤلف حافظ غلام حلیم ابن شیخ قطب الدین احمد ابن شیخ ابو الفیض دہلوی ہیں مختلف خط نستعلیق میں تحریر ہے۔ اوراق ۱۲۶۔ ۱۰ ۳/۴" × ۷½" سطور کی تعداد یکساں نہیں ہے ۸ سے ۱۴ تک ہے۔ سطور کی لمبائی ۵½" سے ۶" تک ہے۔ کتاب ناقص ہے

آغاز :۔ الحمد للہ وکفیٰ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

۱۵۔ کفایت السامعین : سماع کی حمایت اور اس کے قواعد کے بیان میں ہے۔ مؤلف رحمت علی، ضیاء النحوی ہے تالیف ۱۷ صفر ۱۲۲۸ھ بروز ہفتہ (م ۱۹ فروری ۱۸۱۳ء) کو شروع ہوئی۔ مختلف خط نستعلیق میں تحریر ہے۔ اوراق ۲۸ ۵ ۳/۴" × ۴"، ۱۴ سطور ۲ ۵/۷" طول ۱۵ ب مخطوطہ کے ساتھ جلد بندھی ہے

آغاز :۔ الحمد للہ رب العلمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة علیٰ رسولہ محمد

نواب مرزا خان نے ۲۳ ربیع الآخر کو نقل مکمل کی۔ سن تحریر نہیں ہے۔

۱۵ (ب) برهان المستعجین :۔ متذکرہ بالا مضمون (سماع) پر کتاب ہے۔ مؤلف پھر وہی رحمت علی

Marfat.com

...تف خط نستعلیق میں ہے اوراق ۹۹۔ ۵ ۳/۴" × ۴"، ۱۴ سطور ۲ ۵/۸" طول ۱۵ الف کے ساتھ مجلد ہے

آغاز :- **الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد**

نواب مرزا خان نے نقل کی ہے۔ جو ماہ جمادی الاول ۱۲۴۷ھ (م نومبر ۱۸۳۱ء) کو ختم ہوئی

ضیاء الدین رحمت علی خان کے لیے نقل کی گئی ہے

۱۶۔ **سراکبر یا سرالاسرار** اپنشدوں کا فارسی ترجمہ ہے مترجم محمد دارا شکوہ (فرزند اکبر شہنشاہ شاہجہان) رسالہ **تصنیف** ۱۰۶۷ھ (م ۷-۱۶۵۶ء) ہے خط نسخ میں تحریر ہے۔ سرخ اور لاجوردی جدول ہے اوراق ۲۵۷، ۹ ۷/۸" × ۵ ۳/۴"۔ ۱۹ سطور۔ ۳ ۵/۸" طول

شروع میں اصطلاحات کی فرہنگ ہے مثلاً اوم (اللہ) و پرنو ہم نام ہمیں اسم است اسکے بعد تمہید ہے آغاز یوں ہے۔ آغاز :- **الحمد للہ الذی نزل علیٰ عبدہ الکتاب ولم یجعل لہٗ عوجا۔**

اس کے بعد اصل کتاب یوں شروع ہوتی ہے ۔ اپنکہت جہاندوک از سام بید اوم ایں کلمہ را گیتہ دانستہ چنان مشغول کن کہ ہمیں کلمہ۔ ورق ۱۵۵، اور کسی قدر ورق نمبر ۲۵ مختلف خط نستعلیق میں تحریر ہیں اور بعد میں شامل ہوئے ہیں۔ تاریخ کتابت ۲۲ جمادی الآخر ۱۰۶۵ھ دم ۲۹ اپریل ۱۶۵۵ء) ہے جو یقینی طور سے غلط ہے۔ کیونکہ سال تصنیف سے قبل کی ہے

۱۷۔ **نسخہ دیگر**: شکستہ آمیز نستعلیق میں تحریر ہے۔ اوراق ۱۰۶۔ ۹ ۱/۲" × ۶ ۳/۴"۔ ۱۹ سطور ۴ ۱/۲" طول۔ کرم خوردہ۔ نمبر ۱۶ کے موافق آغاز ہوتا ہے۔ کتابت ۵ رشوال ۱۱۸۰ھ دم ۲ مارچ ۱۷۶۷ء) کو ختم ہوئی۔

۱۸۔ **نسخہ دیگر**: شکستہ آمیز نستعلیق ہے۔ اوراق ۲۱۹ ہیں۔ ۱۰ ۳/۴" × ۵ ۱/۲" سطور کی تعداد یکساں نہیں ہے۔ ۱۹ سے ۲۴ تک ہے ۴ ۱/۲" طول ہے۔ کرم خوردہ۔ فرہنگ اور تمہید شامل کتاب نہیں ہے۔

آغاز :- ایں کلمہ را او گیتہ دانستہ چنان مشغول کن کہ ہمیں کلمہ ۔

جھبیلے رام اور اس کے بیٹے بھوانی شنکر نے نقل کیا ہے جو مبارز الدولہ سلیمان خان بہادر ارسلان جنگ کی ملازمت میں تھے اور نقل کا کام ۱۴ رشوال ۱۱۹۴ھ (م ۳ اکتوبر ۱۷۸۰ء) حویلی مظفر خان شاہجہان آباد میں تکمیل کو پہنچا۔

Marfat.com

(۱۹ ل) **مجمع البحرین** :۔ مسئلہ وحدت وجود پر ہندو اور صوفیاء میں جو مترادف اصطلاحات ہیں ان پر ایک رسالہ ہے۔ سنسکرت میں اس کا ترجمہ سمدر سنگم (SAMUDR SANGAM) ہے۔ اس کتاب کا مؤلف داراشکوہ ہے۔ سال تصنیف ۱۰۶۵ھ (۵-۱۶۵۴ء) ہے اس وقت مصنف کی عمر ۴۰ سال تھی۔ خط شکستہ میں تحریر ہے۔ اوراق ۲۴، "۸ × "۵½۔ سطور کی تعداد یکساں نہیں ہے۔ ۱۲ سے ۱۶ تک ہے۔ "۳⅝ طول۔ ۱۹ ب کے ساتھ مجلد ہے۔

آغاز :۔ بنام آں کہ او نامے ندارد

(۱۹ ب) **کتاب کیمیا ساز** تصوف پر ایک رسالہ ہے خط شکستہ ہے۔ اوراق ۱۶، "۸×"۵، ۱۵ سطور۔ "۳⅝ طول ۱۹ الف کے ساتھ مجلد ہے۔

آغاز :۔ اے عزیز عالم جاں کہ از ہستی مطلق بظہور آمد

نقل :۔ ۵ جمادی الآخر ۱۲۱۵ھ (م ۵ اکتوبر ۱۸۰۰ء) کو تمام ہوئی۔

(۲۰) **مجمع البحرین** :۔ خط نستعلیق ہے صفحات ۲۸، "۱۰ × "۶½، ۱۱ سطور، "۴½ طول نسخہ ناقص ہے یہ نسخہ بھی ۱۹ ل کی طرح شروع ہوتا ہے۔

(۲۱) **رسالہ حق نما** : شیخ عبدالقادر جیلانی سے صوفیوں کے جن سلسلوں کا اجراء ہوتا ہے ان کی تعریف پر یہ رسالہ مشتمل ہے۔ مؤلف محمد داراشکوہ (فرزند اکبر شہنشاہ شاہجہان) ہے تصنیف ۸ رجب ۱۰۵۵ھ (م ۸ مئی ۱۶۴۵ء) کو شروع ہوئی۔ خط نستعلیق ہے۔ اوراق ۳۶ صرف ایک طرف تحریر ہے "۷¾ × "۶⅜، ۱۳ سطور۔ "۴¾ طول

آغاز :۔ **ھوالاول وھوالآخر وھوالظاھر وھوالباطن**

ذاتے را کہ امراست موجود مطلق و نعت نبی را کہ اوست مظہر کل

زمانہ حال کا کتابت شدہ نسخہ ہے۔

(۲۲) **گلزار اسرار** :۔ المشہور بہ سوال و جواب، بابا لعل جیو و داراشکوہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس کا خلاصہ ہے۔ جادو داس نے مرتب کیا اور فارسی میں ترجمہ کیا ہے عمدہ نستعلیق ہے اوراق ۸۲، "۸½ × "۵⅝۔ ۲۰ سطور، "۳¾ طول ۷، ۸ ورق ناقص ہیں مگر ان کو درست کر دیا گیا ہے۔ آغاز :۔ حمد و ثنا ایزدے بے ہمتا را سزد کہ عالم را

Marfat.com

نقل آتمارام نے ملک پربھائے کپور کے لئے کی ۔۴؍ار کاتک بروز چہارشنبہ کو نقل مکمل ہوئی ۔ سن تحریر نہیں ہے۔

(ب) تاریخ

(۲۳) **تجزیۃ الامصار و تزجیۃ الاعصار** تاریخ وصاف کے نام سے مشہور ہے فارس میں مغلوں کی جو حکومت رہی ہے اس کی تاریخ ہے ۔ کچھ ہمعصر بادشاہوں کا بھی ذکر ہے ۔ جن میں سلاطین دہلی بھی شامل ہیں ۔ زمانہ ۶۵۶ھ تا ۷۲۸ھ مطابق ۱۲۵۸ء تا ۱۳۲۸ء ہے ۔ مصنف عبداللہ بن فضل اللہ ہے جو وصاف کے نام سے مشہور ہے ۔ سن تصنیف ۷۲۸ھ ۔ (۸ - ۱۳۲۷ء) ہے خط نستعلیق میں تحریر ہے مختلف لوگوں نے لکھا ہے ۔ کتاب دو جلدوں میں بندھی ہوئی ہے ۔ پہلی جلد میں پہلا حصہ ہے ۔ جس میں ۱۰۱ ورق ہیں اور دوسری جلد میں دوسرے اور تیسرے حصے ہیں ۔ جن کے ۱۵۰ ورق ہیں ۔ ″۱۲ ⅝ × ۸ ۳/۴ ، ۲۱ سطور ۔ گ طول کرم خوردہ ۔

پہلی جلد کا آغاز یوں ہوتا ہے : حمد و ثنا ئیکہ انوار اخلاصش آفاق و انفس را

دوسری جلد یوں شروع ہوتی ہے : فرخ ترین نوائے کہ مانتے مرغ زمزمہ سرائے زبان

تیسرا حصہ جو دوسری جلد میں شامل ہے وہ نامکمل ہے ۔ خاتمہ کی عبارت یہ ہے ۔

"در آں سفر بعضے افاضل شیراز اصدار کردہ معلوم می تواں کرد"

(۲۴) **ذکر ملوک معروف بہ تاریخ حقی معہ تکملہ** ۔ مسلمانوں کی فتح ہند سے اکبر کے عہد تک کی تاریخ ہے تکملہ ۱۱۹۴ھ (۱۷۸۰ء) تک کے حالات پر مشتمل ہے ذکر ملوک شیخ عبدالحق دہلوی کی ۱۰۱۶ھ (م ۸ - ۱۶۰۷ء) کی تالیف ہے ۔ تکملہ مولوی رفیع الدین مراد آبادی نے لکھا ہے ۔ خط صاف نستعلیق ہے اوراق ۱۶۰ جن میں ۱۲۲ ذکر ملوک کے ہیں اور بقیہ تکملہ کے ہیں

″۸ ⅝ × ۵ ½ - ۱۷ سطور ۔ ۵ ۳/۸ طول

ذکر ملوک کا آغاز : اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء ۔

تکملہ کا آغاز : بداں کہ دانایان فن تاریخ در احوال ملوک و سلاطین

سید نورالہدیٰ بن سید محمد علی ساکن ٹونک نے نقل کیا ہے جو ۵ صفر ۱۲۵۸ھ (م ۱۸ مارچ ۱۸۴۲ء)

Marfat.com

کو تمام ہوئی۔

(۲۵) **تاریخ فرشتہ** :۔ گلشنِ ابراہیمی یا تاریخ نو اس نامہ بھی کہلاتی ہے۔ ابتدائی عہد سے سن تالیف تک کے حالات شامل ہیں۔ محمد قاسم ہندو شاہ جو فرشتہ کے نام سے مشہور ہے وہ اس کتاب کا مؤلف ہے سن تالیف، ۱۰۱۵ھ (۷-۱۶۰۶ء) ہے۔ خط نستعلیق، جدول۔ زرد، سرخ اور لاجوردی ہے اوراق ۴۹۱ ہیں ۱۲½" × ۸½"۔ ۲۱ سطور، ۵⅝" طول ناقص الطرفین ہے۔

آغاز :۔ ...... رسالت بر طبق کلام معجز نظام آں

(۲۶) **مرات العالم** : ابتدائی زمانہ سے عہد تالیف تک کی مشرقی ممالک کی تاریخ ہے۔ مؤلف محمد بختاور خان ہے مؤلف کے بیان کے مطابق ۱۰۷۸ھ (۸-۱۶۶۷ء) میں ختم ہوئی۔ لیکن کچھ واقعات اور بعض لوگوں کے حالات ۱۰۹۴ھ (م ۱۶۸۳ء) تک کے موجود ہیں۔ خط نستعلیق، اوراق ۴۱۶، ۱۰¾" × ۶"، ۱۹ سطور ۴" طول، ناقص الطرفین۔

آغاز : ..... می گریم نصیحتے یاد دارم ہر کہ

(۲۷) **خلاصۃ التواریخ** :۔ عہد قدیم سے عالمگیر اورنگ زیب کی تخت نشینی ۱۶۵۸ء تک کی تاریخ ہے۔ مؤلف سجان رائے بھنڈاری ساکن بٹالہ ہے۔ سن تالیف ۴۰ سن جلوس عالمگیر، ۱۱۰۷ھ (۱۶۹۶ء) ہے۔ خط صاف نستعلیق، جدول زرد، سیاہ، سرخ اور لاجوردی ہے اوراق ۵۰۵، ۹½" × ۶"، ۱۵ سطور، ۳½" طول۔

آغاز :۔ نقاش نگارخانہ کائنات و مصور کارگاہ مملکات۔ نقل سوائی جے پور میں ۲۶ شعبان ۱۲۰۰ھ کو بعہد اکبر شاہ ثانی بن شاہ عالم ثانی، مہاراجہ سوائی جگت سنگھ بہادر میں مکمل ہوئی۔

(۲۸) **نسخہ ثانی** : صاف نستعلیق ہے سرخ اور لاجوردی جدول ہے اوراق ۷۸۲، ۱۰½" × ۶¼" ۲۱ سطور ۴¼" طول۔ کرم خوردہ۔ نمبر ۲۷ کی طرح شروع ہوتی ہے۔

(۲۹) **نسخہ ثالث** خط شکستہ ہے۔ مگر کچھ اوراق شروع اور آخر کے مختلف نستعلیق خط میں ہیں اور بعد میں شامل کئے گئے ہیں اوراق ۷۲۰، ۱۲" × ۸½"۔ تحریر ترچھی ہے۔ آغاز، وسط اور آخر کی دو دو سطور عرض میں ہیں۔ کرم خوردہ۔ ورق ۷۱۳۔ الف پر ختم ہو جاتی ہے۔ اوراق ۲۱۶ تا ۲۲۰، تیمور سے احمد شاہ تک شاہان مغلیہ کا حال ہے۔

Marfat.com

نقل ۱۹ ربیع الثانی ۱۱۶۸ھ (م ۱۲ فروری ۱۷۵۵ء) مطابق اول سن جلوس معزالدین عالمگیر ثانی (اصل نام عزیز الدین عالمگیر ثانی) کو ہوئی۔

(۳۰) ایک نامعلوم الاسم مؤلف کی تاریخ کی کتاب ہے اوائل عہد حکومت سے محمد شاہ کے عہد حکومت پر ختم ہوتی ہے۔ عالمگیر اورنگ زیب کی حکومت کے پہلے دس سال کے حالات غائب ہیں۔ کتاب کے آخر میں منصب داروں، حکومت کے دوسرے مختلف عہدیداروں، شہزادوں اور شہزادیوں کی فہرست منسلک ہے جو نہایت اہم ہے۔ نستعلیق۔ شکستہ۔ شکستہ آمیز۔ رجدول سرخ ہے کتاب دو جلدوں میں بندھی ہوئی ہے پہلی جلد میں ۴۵۴ ورق ہیں۔ ۷ ۵/۶ × ۴" ۱۴ سے ۱۶ تک سطریں ہیں۔ ۲ ۳/۴ طول ہے کچھ اوراق سادہ ہیں۔ کتاب چیپو یا ورق کے بعد یوں شروع ہوتی ہے۔

"سلاطین دہلی از مشروع دور کلجگ لغایتہ سن ۲۱ جلوس میمنت مانوس حضرت صاحب قرآن ثانی محمد شاہ بادشاہ"

دوسری جلد میں ۳۰۱ ورق ہیں (جو ۴۵۵ سے ۷۵۵ تک ہیں)، ۷ ۵/۶ × ۴" ۱۴ سے ۱۸ تک سطریں ہیں ۲ ۳/۴ طول ہے ۴۷۲ ویں ورق سے یوں شروع ہوتی ہے

"غرہ رمضان المبارک سال یازدہم شروع شد

(۳۱) لب التواریخ ہند سلطان شہاب الدین غوری کے زمانے سے ۱۶۰۹ء تک ہندوستان کی تاریخ ہے۔ مؤلف رائے بندرابن ہے ۱۱۰۶ھ (م ۱۶۹۴-۹۵ء) سن تالیف ہے۔ خط نستعلیق ہے۔ ۱۸۰ ورق ہیں۔ ۱۰ ۳/۴ × ۷ ۱/۲ ۔ ۱۷ سطور ۴ ۱/۲ طول۔ شروع کے چھ اوراق پر فہرست مضامین درج ہے۔ کتاب کرم خوردہ اور مرمت شدہ ہے۔

آغاز:۔ بادشاہی بے زوال مر خدائے مراست

نقل:۔ ۱۱ ذی قعدہ ۱۲۳۲ فصلی کو تمام ہوئی۔

(۳۲) نسخہ ثانی خط نستعلیق اور اوراق ۱۶۲ ہیں۔ ۸ ۱/۲ × ۴ ۳/۴ ۔ ۱۹ سطور ۳ ۱/۲ طول شروع میں ناقص ہے۔

آغاز:۔ ..... کرد ملک کبیر خان ایاز راکہ اطاعت اد کردہ

Marfat.com

(۳۳) **چہار گلشن** :- ابتدائے سال تصنیف (۱۱۷۳ھ م ۶۰-۱۷۵۹ء) تک کی ہندوستان کی تاریخ ہے مؤلف چترمان ہے۔ پیش لفظ مؤلف کے پوتے رائے بھان منشی نے لکھا ہے جس نے اس کی ... آخری ترتیب دی۔ اصل کتاب ۱۱۷۳ھ (م ۶۰-۱۷۵۹ء) میں لکھی گئی پیش لفظ ۱۲۰۴ھ (م ۹۰-۱۷۸۹ء) میں لکھا گیا۔ خط شکستہ ورق ۲۲ ہیں ۹½ × ۵¾ سطور پر صفحہ سب یکساں نہیں ہیں۔ بہت سے صفحات ترچھے لکھے ہوئے ہیں آخر میں ناقص ہے۔

آغاز: احیزلئے چند سی چہار گلشن

(۳۴) **مرآت آفتاب نما** مشرقی ممالک کی تاریخ ہے۔ سوانح اور جغرافیائی حواشی بھی شامل ہیں ابتدائے عہد سے شاہ عالم ثانی کے عہد کے سن جلوس ۴۵ م (۱۸۰۳ء) تک کے حالات ہیں۔

مؤلف :- عبدالرحمٰن المخاطب بہ شاہ نواز ہے۔ ۱۲۱۸ھ (۴-۱۸۰۳ء) میں مکمل ہوئی۔ خط صاف نستعلیق۔ سرخ۔ لاجوردی اور سنہری جدول ہے۔ اوراق ۴۳۱، ۱۲¾ × ۸⅞ ۲۱ سطور ۵¾ طول

آغاز :- متعالی کر نوشائی لالی متعالی الفاظ آبدارش

شیخ احمد نے پنڈت ٹھاکر پرشاد ابن استاد بلرام جی کے لئے الور میں لکھی اور ۴ شوال ۱۲۴۶ھ میں م ۱۸ مارچ ۱۸۳۱ء کو نقل ختم کی

(۳۵) **مجمع الملوک** :- ہندوستان کی عام تاریخ ہے جس میں مغل حکومت کے دور آخر کا مفصل بیان ہے شروع میں ایک تمہید ہے مؤلف محمد رضا ابن ابوالقاسم ہے خط نستعلیق۔ اوراق ۳۷۵، ۱۲¼ × ۷½ سطور کی تعداد یکساں نہیں ہے۔ ۱۹ سے ۲۱ تک تعداد ہے۔ کرم خوردہ ہے خاص حصہ آخر میں ناتمام ہے یوں شروع ہوتی ہے۔

"اما بعد عرض محمدت کبریائی ذوالجلال و نعت رسول"

آخر میں تمہید بھی نامکمل ہے۔ ۶۰ ورق پر مشتمل ہے یوں شروع ہوتی ہے۔

"آنچہ در توہمات بشری نہ گنجد و نفوس ملکی بمیزان خرد"

(۳۶) **مجمع السلاطین** : مسلم حکمراں خاندانوں کا ایک خاکہ ہے جس میں ہندوستان کا بھی مختصر سا ذکر ہے مؤلف غلام محمد خان ہے ۱۲۹۰ھ م (۴-۱۸۷۳ء) میں تالیف ہوئی

خط نستعلیق ہے۔ ۳۶ ورق ۱۲¾ × ۸" ۱۱ سطور ۵½" طول

Marfat.com

آغاز :- حمد فراواں و ستائش بے پایاں شائستہ شان جلالت نشاں
مجاہد... محمد نے نقل کی جو ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ (م ۱۰ فروری ۱۹۰۳ء) کو ختم ہوئی۔

(۳۷) **فتوحات فیروز شاہی** فیروز شاہ تغلق بادشاہ نے جو مذہبی اور رفاہ عام کے کام
...ئے ہیں۔ ان کا مختصر سا بیان ہے اس کا مصنف خود فیروز شاہ ہے صاف نستعلیق ہے ۱۴ ورق
$\frac{3}{4}$ ۴'' × ۴ $\frac{7}{8}$'' ۱۳ سطور، ۳'' $\frac{1}{4}$ طول
آغاز :- حمد بے حد و شکر بے عدد مر خالق غفور شکور را۔

(۳۸) **تاریخ مظفری** :- ہندوستان کے تیموریوں کی تاریخ کے آغاز سے کتاب کی تالیف کے
زمانہ تک ہے۔ محمد علی خان انصاری پانی پتی کی تالیف ہے۔ ۱۲۲۵ھ م (۱۸۱۰ء) کی تالیف ہے
خط نستعلیق ہے دو جلدوں میں بندھی ہوئی ہے۔ جلد اول میں ۲۱۲ ورق ہیں۔ ۹'' $\frac{3}{4}$ × ۶'' $\frac{5}{8}$،
۱۱ سطور، ۴'' $\frac{1}{2}$ طول۔ شروع میں فہرست مضامین ہے جو پانچ صفحات پر مشتمل ہے یوں شروع ہوتی ہے
"حمد از حد اعتداد افزوں نثار بارگاہ شاہنشاہے"
۲۱۳ واں ورق سادہ ہے۔ اور ورق ۲۱۴ میں تیرھویں صدی کی پہلی چوتھائی کے کچھ حالات
کا بیان ہے۔ دوسری جلد میں ۱۱۴ ورق ہیں ۹'' $\frac{1}{2}$ × ۶'' $\frac{5}{8}$ ۱۵ سطور، ۴ $\frac{3}{4}$ طول یوں شروع ہوتی
ہے۔ "ذکر سلطنت ابو المظفر جلال الدین محمد عالی گہر شاہ عالم"
اوراق ۱۱۴-۱۱۵ میں سکھوں کے متعلق کچھ تاریخی واقعات ہیں۔
۲۷ اپریل ۱۸۲۸ء کو نقل تمام ہوئی۔ پہلے ورق کی پشت پر ایک نوٹ لکھا ہے۔ کہ اس
مخطوطہ کی ایک نقل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے لئے ۱۸۷۲ء میں کی گئی۔

(۳۹) **ظفرنامہ** :- امیر تیمور کی پیدائش سے اس کی موت تک کے حالات ہیں اس میں ایک مقدمہ
یعنی مقدمہ ظفرنامہ بھی تاریخ جہانگیر کے عنوان سے شامل ہے۔ جس میں ترک خوانین کے انساب چنگیز خان
کی تاریخ اور اس کی اولاد کا حال تیمور کے زمانہ تک لکھا ہوا ہے۔ مؤلف شرف الدین علی یزدی ہے
۸۲۸ھ (م ۵-۱۴۲۴ء) میں تصنیف ہوئی۔ خط نستعلیق، سرخ اور لاجوردی جدول ہے۔
اوراق ۶۵۰، اگر ۱۱'' × ۶'' $\frac{5}{8}$ ۲۱ سطور ۴'' $\frac{3}{4}$ طول تمہید یا مقدمہ کا ایک عنوان ہے جو ۱۰۷
اوراق پر مشتمل ہے۔ شروع یوں ہوتا ہے۔

Marfat.com

"افتتاح تاریخ جہاں داری و نامہ ظفر بختیاری زرد سپاس"

ظفر نامہ کا بھی ایک عنوان ہے جو ۱۰۸ تا ۵۰۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ شروع یوں ہے۔

"حمداً کثیراً مبارکا لمن یؤتی الملک من یشاء و ینزع الملک من یشاء"

(۴۰) **تیمور نامہ الملقب بہ ظفر نامہ** :۔ نظم میں امیر تیمور کی تاریخ ہے۔ مؤلف عبداللہ ہاتفی ہے خط نستعلیق ہے۔ اوراق ۱۴۴ شروع اور آخر میں کچھ اوراق سادہ ہیں ۷ × ۴ ۳/۴، ۱۴ اسطور ۲ ۳/۸ طول، ہر ورق کے بعد سادہ ورق لگا ہوا ہے۔ کتاب یوں شروع ہوتی ہے۔

بنام خدائے کہ فکر خرد نیارد کہ ماکنبہ او پے برد

(۴۱) **وصیت نامہ تیمور** :۔ ایسا خیال ہے کہ اس کو امیر تیمور نے لکھا ہے صاف نستعلیق عنوان کے ساتھ ہے۔ زرد، لاجوردی اور سرخ جدول ہے۔ اوراق ۲۲۶، ۷ ۳/۴ × ۴ ۳/۸، ۱۵ سطور ۲ ۱/۴ طول ورق ۱-۱۴ تک۔ وصیت نامہ کا حصہ الف ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔

"طالع امیر تیمور جدی میزان حمل ثور"

صفحہ ۱۰ سے ۲۲۶ تک حصہ ب ہے جس میں مخطوط تاریخی واقعات اور خاص خاص واقعات کا تاریخی گوشوارہ جو عرب، فارس اور ہندوستان میں پہلی صدی ہجری سے آٹھویں صدی ہجری تک وقوع پذیر ہوئے۔ وصیت نامہ کی نقل ۱۹ ربیع الاول ۱۲۲۵ ھ م (۲۴ اپریل ۱۸۱۰ء) کو مکمل ہوئی۔

(۴۲) **توزک تیموری** :۔ مجموعہ مبادیات جس کو تیمور کی تالیف خیال کیا جاتا ہے جو اس اپنی اولاد کے واسطے مرتب کیا ہے خط صاف اور نستعلیق ہے۔ عنوان بھی ہیں۔ زرد، سیاہ اور لاجوردی جدول ہے۔ بین السطور سونے کا پانی پھرا ہوا ہے۔ ۱۷ تصاویر ہیں۔ اوراق ۲۶ ہیں ۱۱ ۱/۴ × ۶ ۵/۸ ۱۱ سطور، ۴ طول، کتاب کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

"فرزندان ملک کبر کامگار"

(۴۳) **تذکرۃ الواقعات** شہنشاہ ہمایوں کی سرگذشت ہے۔ مؤلف جوہر آفتابچی ہے آغاز تصنیف ۹۹۵ ھ م (۱۵۸۶ء) میں ہوا خط صاف نستعلیق ہے۔ ۹۱ ورق (۱۸۲ صفحات) ۹ ۳/۸ × ۶ ۱/۴، ۵ سطور ۳ ۳/۴ طول

آغاز یوں ہوتا ہے۔ "الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین"

Marfat.com

مرزا حسین ہمدانی نے نقل کیا ہے اور ۴ جمادی الاخر ۱۲۸۷ھ م (یکم ستمبر ۱۸۷۰ء) کو نقل ختم ہوئی"

(۴۴) **تاریخ شیر شاہی یا تحفہ اکبر شاہی** : شیر شاہ سوری کے عہد اور زندگی کی تاریخ ہے ...لف عباس سروانی ہے۔ خط نستعلیق۔ دو عنوان ہیں۔ زرد، سرخ اور لاجوردی جدول ہے۔ اوراق ۵ - $13\frac{1}{4} \times 7\frac{1}{4}$ ، ۱۹ سطور $4\frac{5}{8}$ طول، کرم خوردہ۔ یوں شروع ہوتی ہے۔

"اے ہمہ در پردۂ نہاں راز تو"

آخر میں ۹۹۱ کا عدد ہے۔ جو غالباً نقل کی سن ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ مخطوطہ یقینی ...ر سے بعد کے زمانہ کا ہے۔

(۴۵) **آئین اکبری** اکبر نامہ کا ایک حصہ ہے۔ اکبر کے زمانہ کے اداروں اور شاہی صیغہ جات مکمل بیان اور سلطنت سے متعلق مختلف اعداد و شمار ہیں۔ مصنف ابوالفضل ہے۔ خط نستعلیق۔ دو عنوانوں ...ں زرد، سرخ اور لاجوردی جدول ہے۔ ۵۱۲ ورق۔ $13\frac{1}{4} \times 7\frac{1}{4}$ - ۱۹ سطور $4\frac{5}{8}$ طول کرم خوردہ

آغاز:۔ اے ہمہ در پردۂ نہاں راز تو

آخر میں ۹۹۱ کا عدد ہے۔ جو شاید سن کتابت کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ یقینی ہے کہ یہ نسخہ بہت بعد کا ہے۔

(۴۶) **توزک جہانگیری** : شہنشاہ جہانگیر کی یہ سرگزشت ہے۔ مؤلف شہنشاہ جہانگیر ہے خط نستعلیق ہے۔ ۱۶ صفحات $9\frac{1}{2} \times 6\frac{1}{4}$ - ۱۵ سطور $3\frac{5}{8}$ طول۔ کرم خوردہ

آغاز:۔ حمد بے غایت و شکر لا نہایت مدعی را کہ

(۴۷) **بادشاہ نامہ** :۔ شاہ جہاں کے ابتدائی زمانے کے حالات اور اس کے عہد کے شروع کے دس سال کے واقعات پر مشتمل ہے۔ مؤلف محمد امین قزوینی ہے آغاز تالیف ۱۰۴۳ھ (م ۱۶۳۳ء) ہے خط نستعلیق نہایت پاکیزہ ہے۔ ۴۹۳ ورق کتاب دو جلدوں میں بندھی ہوئی ہے۔ پہلی جلد میں ا تا ۲۴۹ ورق ہیں اور دوسری میں ۲۵۰ تا ۴۹۳۔ ورق $10\frac{5}{8} \times 6\frac{5}{8}$ ۔ ۱۵ سطور $4\frac{1}{4}$ طول کرم خوردہ لیکن مرمت شدہ ہے۔ نئے کاغذ سے حاشیے درست کر دیئے گئے ہیں۔

آغاز:۔ "طراوت چمن الفاظ و تازگی گلشن معانی"

نقل کی تاریخ درج نہیں ہے لیکن شروع کے سادہ اوراق پر کچھ عبارتیں لکھی ہیں اور مہریں لگی ہیں

Marfat.com

جو سن ۴۷ سن جلوس اورنگ زیب عالمگیر تک پہنچتی ہیں۔

(۴۸) **بادشاہ نامہ** :- شاہجہان کی زندگی کے حالات اور اس کے عہد کے پہلے دس سال کے واقعات پر مشتمل ہے۔ مؤلف مرزا ابو طالب کلیم ہے۔ خط نستعلیق، اوراق ۴۳۰، ۱۰" × ۵" ۵/۸، ۱۷ سطور، ۳ ۱/۴ طول پہلا ورق غائب۔ کتاب یوں شروع ہوتی ہے۔

کشادش چہ محتاج ہمزد بود

درے را کہ بندش ازیں رو بود

(۴۹) **شش فتح کانگڑہ** :- یہ مخطوطہ شش نثر کانگڑہ کے نام سے مشہور ہے اس رسالہ میں اس مہم کا ذکر ہے جو شاہجہان گورنر گجرات نے راجا بکرما جیت کے زیر کمان کانگڑہ کے خلاف ۱۳ سن جلوس جہانگیری میں روانہ کی تھی۔ مؤلف مرزا جلال الدین طباطبائی ہے جہانگیر کے انتقال کے بعد مرتب ہوئی ہے خط نستعلیق ہے اوراق ۷۶، ۸" ۱/۴ × ۵" ۔ ۱۳ سطور ۲ ۵/۸ طول۔ کتاب یوں شروع ہوتی ہے۔

حضرت حکیم علی الاطلاق جل جلالہ،

گنگا پرشاد بن دین دیال کاتب ہے۔ ۱۲ رمضان ۲۷ سن جلوس اکبر شاہ ثانی کو ختم ہوئی ہے

(۵۰) **چہار چمن برہمن** :- یہ رسالہ شاہجہان کے دربار تیوہاروں کی شان وشوکت کے بیان اس کی سلطنت اور خاص شہروں کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ کچھ لوگوں کے نام خطوط اور کچھ مختلف موضوعات پر صحیح مرصع فارسی عبارت میں مضامین ہیں۔

مؤلف چندر بھان برہمن ہے۔ شاہجہان کے عہد میں تالیف ہوا ہے۔ خط نستعلیق میں ۱۲۵۔ اوراق ہیں۔ ۸" ۱/۴ × ۵" ۱/۲۔ ۱۱ سطور ۳ ۱/۴ طول یوں شروع ہوئی ہے۔

چوں ادائے شکر نعمت حضرت صمدیت و اظہار الخ

(۵۱) **عالمگیر نامہ** :- شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے عہد حکومت کے پہلے دس سال کی تاریخ ہے۔ مؤلف محمد کاظم ابن محمد امین قزوینی ہے تقریباً ۱۶۶۸ء میں تالیف ہوئی خط نستعلیق کے اوراق ۳۵۴۔ ۱۰" ۱/۴ × ۶" ۱/۲۔ ۱۹ سطور۔ ۶" ۱/۲ طول پہلے ورق کی پشت پر مختلف مہریں اور تحریرات ہیں۔ ایک مہر ۱۱۲۷ھ ۱۷۱۵ء کی ہے۔ کتاب یوں شروع ہوتی ہے

اے دادہ بعقل پر تو آگاہی شاہاں ز تو کامیاب شاہنشاہی

Marfat.com

نقل ۱۷ شوال ۱۰۹۹ھ (مطابق ۱۵ اگست ۱۶۸۸ء) کو اجین میں ختم ہوئی۔

(۵۲) **واقعات عالمگیری** :- اورنگزیب نے حصول تخت کے لئے جو جد وجہد کی ہے اس کی سرگزشت اجمیں اس کی خوبیوں، دکن میں اس کی مہمات۔ دارا شکوہ اور شاہ شجاع سے جھگڑے۔ شاہجہان اور سلطان مراد کی نظر بندی اور اورنگ زیب کی تخت نشینی کے واقعات کا بیان ہے۔ مؤلف عاقل خان رازی ہے ہر کتاب کی تالیف ۱۱۰۸-۱۰۷۸ھ (۱۶۹۶-۱۶۶۸ء) میں ہوئی ہے۔ خط نستعلیق ہے اوراق ۳۹ $9\frac{1}{2} \times 6\frac{1}{2}$ - ۱۹ سطور ۳ طول کچھ اوراق میں ترچھی تحریر ہے۔ یوں شروع ہوتی ہے۔

آں قطبِ فلک سلطنت و جہانداری الخ

خوش وقت رائے نے نقل کیا ہے۔ ۳ رجمادی الآخر ۱۲۳۴ھ (۳۰ مارچ ۱۸۱۸ء) کو دارالامارت لکھنؤ چھاؤنی میں نقل تکمیل کو پہنچی۔

(۵۳) **نسخہ دیگر** اوراق ۸۱، $8\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$ سطور کی تعداد یکساں نہیں ہے۔ ۱۱-۲۱ سے ہیں۔ $3\frac{5}{8}$ طول، نمبر ۵۳ کے ساتھ مجلد ہے نمبر ۲۵ کی طرح شروع ہوتی ہے۔

وکشارائے بن بدھ سنگھ نے نقل کی ہے۔ ۲۹ رجمادی الاول ۱۱۸۳ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۷۶۹ء میں لیواڑی میں نقل کی تکمیل ہوئی ہے۔ فتح نامہ راؤ متر سین کی ایک انگریز کیسر (KAISER) سے ریواڑی کے نزدیک جو لڑائی ہوئی ہے اس کا منظوم احوال ہے "مؤخر الذکر کامیاب ہوا۔ خط نستعلیق ہے اوراق ۸ - $8\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$ سطور کی تعداد یکساں نہیں ہے۔ ۱۵-۱۸ سے ۱۸ تک ہے $3\frac{5}{8}$ طول آخری ورق ترچھا لکھا ہوا ہے نمبر ۳ د کے ساتھ مجلد ہے یوں شروع ہوتی ہے۔

خدائے کہ فتح و شکست آفرید۔ بقدرت بسے کار آرد پدید

نقل ۲۴ ذوالحجہ ۱۲۴۷ھ (۲۵ مئی ۱۸۳۲ء) کو لکھی ہوئی ہے۔

(۵۴) **وقائع نعمت خان عالی**۔ جو وقائع حیدرآباد کہلاتے ہیں۔ اورنگ زیب نے ۱۰۹۷ھ (۱۶۸۶ء) میں حیدرآباد کا جو محاصرہ کیا تھا اس کا بیان ہے۔ مؤلف نعمت خان عالی ہے۔ سال تصنیف ۱۰۹۷ھ (۱۶۸۶ء) ہے خط نستعلیق۔ جدول لاجوردی ہے اوراق ۶۱ - 10×8 ہے۔ ۹ سطور ۳ طول یوں شروع ہوتا ہے

دمے کہ مدرس کشاف صبح در صدق و صفا۔

Marfat.com

(۵۵) **عالمگیر نامہ** :- اورنگزیب اور اس کے جانشینوں کی تاریخ ہے۔ مولف کرپارام شاہجہان آباد
ہے۔ خط نستعلیق ہے اوراق ۱۳۲، ۲ ¹⁄₂ × ۵″ ۱۲ سطور، ۳ ⁵⁄₈ طول۔ یوں شروع ہوتا ہے۔
"ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر شاہ عالمگیر غازی۔ کہ انوار عدالتش الخ مجلس رائے بن مہا...
نے نقل کیا ہے ۲۷ ربیع الاول (بغیر سن) کو شاہ عالم ثانی کے عہد میں مکمل ہوئی ہے۔

(۵۶) **جنگ نامہ شاہزادہ اعظم و معظم** : شہنشاہ اورنگ زیب کے شہزادوں اعظم اور
معظم میں جو جنگ ہوئی ہے اس کی تاریخ ہے۔ خطِ نستعلیق ہے اوراق ۲۴۔ ۹″×۶″۔ ۱۵ سطور۔ ۳ ³⁄₄ طول
یوں شروع ہوتی ہے۔

زیب دیباچہ سخن بنایش پسے نیاز لیست الخ

(۵۷) **تذکرہ آنند رام مخلص** : محمد شاہ کے زمانہ کی تاریخ ہے جس میں نادر شاہ کے حملے اور دہلی کی بربادی
کا مفصل ذکر ہے۔ مولف آنند رام مخلص ہے۔ سال تصنیف ۱۲۵۲ھ (۱۷۳۹ء) ہے خط نستعلیق ہے
صفحات ۱۲۲۶۔ ۱۲ ⁵⁄₈ × ۹″ ⁷⁄₈۔ ۱۹ سطور ۶″ طول یوں شروع ہوتا ہے
"واقعہ البیت نادر وسانحہ البیت غریب الخ"
نقل کی تاریخ درج نہیں ہے مگر یہ زیادہ پرانا نسخہ نہیں ہے۔

(۵۸) **شاہ عالم نامہ** :- شاہ عالم ثانی کی تاریخ ہے جس میں احمد شاہ کی موت کے بعد کے حالات
شامل ہیں۔ مولف غلام علی خان ہے سال تصنیف تقریباً ۱۲۰۳ھ (۱۷۸۸ء)۔ خط نستعلیق، سرخ
اور لاجوردی جدول ہے۔ اوراق ۱۷۴، ۱۰ ⁵⁄₈ × ۶″ ⁷⁄₈، ۱۹ سطور، ۷″ ³⁄₈ طول۔ شروع اور آخر کے
اوراق غائب ہیں۔ درمیان سے بھی کچھ کم ہیں۔ پہلے ورق پر جو ناقص ہے یہ سُرخی ہے۔
"تشریف بردن بادشاہزادہ ولیعہد مرزا جواں بخت جہاندار شاہ بموجب حکم اقدس ادفع و اعلیٰ بنا بر
رسم تعزیت بخانہ آں مرحوم" الخ

(۵۹) **دیوان پسند** :- ایک سرکاری کتابچہ زمین اور لگان کی وصولیابی سے متعلق ہے مولف چھترا
بن رائے پورن چند ہے۔ تصنیف اوائل انیسویں صدی عیسوی ہوئی۔ خط نستعلیق ہے۔ اوراق ۱۲۰۔
۸″ ¹⁄₈ × ۵″ ¹⁄₈۔ ۱۳ سطور ۶″ طول۔ یوں شروع ہوتی ہے
در تخم ریزی حمد و ثنا در زمین عجز و نیاز کشاورز حقیقی راست الخ

Marfat.com

برج لال نے نقل کی ہے جو اکبر آباد (آگرہ) میں ۷ رجب ۱۲۴۰ھ (۲۵ فروری ۱۸۲۵ء) میں تمام ہوئی

(۶۰) **تاریخ ناصر شاہی** :- ناصر الدین خلجی بادشاہ مالوہ کی تاریخ ہے خط نستعلیق ہے۔ اوراق ۶۲ - ۱۰½" × ۶⅞" ، ۴⅝" ۱۱ سطور، ۳" طول یوں شروع ہوتی ہے۔

الحمد للہ الذی صدق وعدہ ونصر عبدہ واعز نصرہ الخ

بھوپال میں ابھی حال میں اس مخطوطہ سے نقل ہوئی ہے جسے بہاری لال نے ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۶۵ھ (۲۹ اکتوبر ۱۸۴۹ء) میں کتابت کیا تھا۔

(۶۱) **تاریخ کشمیر** :- کشمیر کی تاریخ ابتدائی زمانہ سے اکبر کی فتوحات تک۔ مؤلف حیدر ملک چدورہ۔ سال تصنیف ۱۰۲۷ھ (۱۶۱۸ء) ہے۔ خط نستعلیق ہے اوراق ۱۱۸، ۷½" × ۴" ۱۱ سطور ۲⅝" طول۔ یوں شروع ہوتی ہے۔

"اے آنکہ جہاں موجدت ہست گواہ الخ۔ تاریخ کتابت یا کاتب کا نام درج نہیں ہے کتاب کے آخری ورق پر ایک تحریر ہے۔ "اصل مخطوطہ مورخہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۱۰۷ھ (۱۳ جون ۱۶۹۶ء)

(۶۲) **عماد السعادت** :- نواب اودھ برہان الملک اور اس کے جانشینوں کی تاریخ ہے۔ مؤلف غلام علی نقوی ابن سید احمد خان ہے۔ ۱۲۲۲ھ (۱۸۰۷ء) میں کرنل جان بیلی ریزیڈنٹ دربار لکھنؤ کی درخواست پر مرتب ہوئی۔ خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے۔ اوراق ۱۳۰، ۱۰" × ۸" ، ۵¾" ۱۹ سطور ۴½" طول۔ آخر میں نامکمل ہے اور کرم خوردہ یوں شروع ہوتی ہے۔

نغمہ نو روشنی منقار عندلیباں بیاد رخسار گلگشت کرنگ و بوئی گلہائے الخ

(۶۳) **محامد حیدریہ** :- نواب اودھ غازی الدین حیدر کی سرگزشت ہے۔ مؤلف محمد صادق اختر ہے۔ سال تصنیف ۱۲۳۶ھ (۲۱-۱۸۲۰ء) ہے۔ خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے اوراق ۱۲۸ ۹⅞" × ۷" ، ۱۹ سطور ۵" طول کرم خوردہ یوں شروع ہوتی ہے

شگفتگی غنچہ دہاں و نغمہ سنجی عندلیب زباں الخ

(۶۴) **وقائع دلپذیر** :- نواب اودھ غازی الدین حیدر کی بیوی پادشاہ بیگم کی سرگزشت ہے مؤلف عبدالاحد ابن مولوی محمد خالق ہے۔ ۱۲۵۳ھ (۳۸-۱۸۳۷ء) میں کرنل جان بارلو متعینہ دربار لکھنؤ کے نائب دوم۔ لفٹیننٹ جون ڈونیل شیکسپیئر کی درخواست پر مرتب ہوئی۔ خط نستعلیق، سرخ اور لاجوردی

Marfat.com

جدول ہے۔ اوراق ۶۹ ۱۰ ۳/۸ × ۶ ۱/۲ ، ۱۵ سطور ۳ ۱/۲ طول۔ کرم خوردہ۔ یوں شروع ہوتی ہے

ابداری سبوحت بارقہ السنہ کشورکشایان الخ

نقل ۹ ربیع صفر ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۸۵۰ء میں مکمل ہوئی۔

(وقائع دلپذیر کا اردو ترجمہ مع ایک طویل مقدمہ کے مولوی محمود احمد عباسی امروہوی صاحب نے دسمبر ۱۹۶۶ء میں مکتبہ محمود کراچی ۱۹ سے شائع کردیا ہے (محمد ایوب قادری)

(۶۵) **بساط الغنائم**:۔ مرہٹوں کی تاریخ ان کے آغاز سے جنگ پانی پت ۱۱۷۴ھ تک ہے۔ مؤلف لچھمی نارائن شفیق اورنگ آبادی ہے۔ کتاب ۱۹ جمادی الآخر ۱۲۱۴ھ (۱۸ نومبر ۱۷۹۹ء) کو مکمل ہوئی خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے۔ اوراق ۷۴ ۸ ۱/۲ × ۶ ۵/۸ ، ۱۶ سطور ۔ ۳ طول کرم خوردہ۔ یوں شروع ہوتی ہے۔ ...... اللہ البدایہ ایں جریدہ آمد گوش الخ

موہن لال بن اودھے سنگھ نے نقل کی ہے اور تکمیل ۳ چیت سدی متبر ۸۹۸ ۱۸ء کو تکمیل ہوئی

(۶۶) **وقائع هولکر**:۔ مہاراجہ جسونت راؤ ہولکر کی سرگذشت ہے جو ملہار راؤ ہولکر کے حالات سے شروع ہوتی ہے۔ مؤلف موہن سنگھ، بھوانی سنگھ کا ساکھی ہے۔ سن تالیف ۱۲۲۳ھ (۹-۱۸۰۸ء) ہے خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے۔ ۱۷۲ اوراق ۹ × ۵ ۳/۴ ، ۱۱ سطور ۔ ۳ ۱/۲ طول۔ یوں شروع ہوتی ہے

"خداوندا ادای مراتب ثنای کہ اولیا و انبیاء

(۶۷) **امیرنامہ**:۔ نواب امیرالدولہ امیرخان نواب ٹونک کی سرگذشت ہے جن کے حکم سے کتاب تالیف ہوئی۔ بساون لال المتخلص بہ شادن بلگرامی مؤلف ہے ۱۲۴۰ھ (۲۵-۱۸۲۴ء) سن تالیف ہے خط نستعلیق۔ سرخ اور لاجوردی جدول پہلے دو صفحات پر بین السطور سنہری رنگ سے آراستہ ہے۔ ۲۶۲ اوراق ۹ ۳/۴ × ۶ ۱/۲ ، ۱۵ سطور ۳ ۳/۴ طول۔ یوں شروع ہوتی ہے۔

"بنام سپہ دار کون و مکان الخ میاں امید علی شاہ نے امیرالدولہ محمد امیرخان کے کیمپ میں ٹونک میں نقل کی جو ۴ جمادی الآخر ۱۲۴۸ھ (۲۹ اکتوبر ۱۸۳۲ء) کو ختم ہوئی۔

(۶۸) **محاربہ کابل**:۔ میکناٹن (MACNAUGHTON) کے زیر کمان کابل وقندھار اور لاہور پر جو مہمیں ہوئیں ان کا بیان ہے۔ مؤلف منشی عبدالکریم بہ تقریب ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۷ء) میں تالیف ہوئی یوں شروع ہوتی بعد حمد مالک الملک تؤتی الملک من تشاء الخ۔ لالہ اننگد رائے نے ۱۱ جون ۱۸۶۸ء کو نقل کی ہے

Marfat.com

(۳) (ج) سوانح اور تذکرے

(۶۹) **نفحات الانس** : صوفیا اور شعراء کے حالات' مؤلف مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی آغاز تالیف ۸۸۱ھ (۷-۱۴۷۶ء) میں ہوا۔ خط نہایت عمدہ نستعلیق۔ سرخ۔ سنہری اور سیاہ جدول۔ ۲۸۷' اوراق ۹ ۱/۸" × ۶" - ۱۹ سطور ۳/۴ طول۔ کرم خوردہ۔ یوں شروع ہوتی ہے ۔

الحمد للہ الذی جعل مرائی قلوب اولیاء بہ مجالی وجہہ الکریم الخ

محمود کاشی نے نقل کی ہے کسی شخص نے جس کا نام تحریر نہیں ہے۔ ۹۹۹ھ (۹۱-۱۵۹۰ء) میں خریدی ہے۔

(۷۰) **ثمرات القدس من شجرات الانس** ہندوستان کے مشائخ کے حالات' مؤلف لال بیگ ہے۔ جو شہنشاہ اکبر کے بیٹے سلطان مراد کا بخشی رہ چکا تھا۔ ۱۰۱۷ھ (۹-۱۶۰۸ء) سے پہلے تالیف ہوئی ہے۔ خط نستعلیق، عنوان، پہلے دو صفحات میں درج ہیں بین السطور سنہرا کام کیا ہوا (اوراق ۷۶۷' (۶۹۹ - اوراق نہیں ہیں) صفحات پر نمبر غلط ڈال دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ ۱۴۳-۱۴۸ اور ۳۰۳-۳۴۳ شامل کتاب نہیں ہیں) ۹ ۳/۴ × ۶ ۱/۲" - ۱۷ سطور ۳ ۱/۴ طول۔ ۹ صفحات پر فہرست مضامین ہے۔ مخطوطہ دو جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پہلی جلد میں ۱-۳۲۹ اوراق اور دوسری میں ۳۴۴-۶۸۹ اوراق شامل ہیں۔ کتاب یوں شروع ہوتی ہے" حمد بے انتہا و منت بے منتہا' حکیمے را سزد الخ آخری ورق کی تحریر کی بناء پر مخطوطہ ۱۰۱۷ھ (۹-۱۶۰۸ء) میں مصنف کی کاپی سے نقل ہوا

(۷۱) **مونس الارواح** : حضرت شیخ خواجہ معین الدین چشتیؒ اور ان کے کچھ مریدین کے حالات ہیں مؤلف شاہجہان بادشاہ کی بیٹی جہاں آراء (سال تصنیف ۸ رمضان ۱۰۴۹ھ (۲ جنوری ۱۶۴۰ء) خط نستعلیق۔ ۴۹ - اوراق، ۸" × ۵ ۱/۲"' ۱۴ سطور، ۳" طول کتاب یوں شروع ہوتی ہے۔

حمد و سپاس افزوں از عدد و شمار الخ

منشی محمد قاسم علی نے ۲ جمادی الاول ۱۳۰۰ھ (۱۱ مارچ ۱۸۸۳ء) کو نقل تمام کی جو خانقاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے حاضر باشوں میں سے تھے۔

Marfat.com

(۷۲) نسخہ ثانی :۔ مختلف خط نستعلیق ہے۔ صفحات ۸۹، ۸ x ۶ ۳/۴، ۱۴ اسطور، ۳ ۱/۴ طول۔ حال کا نسخہ ہے صفحہ ۱۷ کی طرح آغاز ہوتا ہے۔ مارچ ۱۹۲۶ء میں نقل کیا گیا ہے۔

(۷۳) سکینۃ الاولیاء۔ میر محمد الملت میاں میر کے سوانح حیات شہنشاہ شاہجہان کے بیٹے دارا شکوہ کی تالیف پر ۱۰۵۲ھ (۴۳-۱۶۴۲ء) میں تالیف ہوئی۔ خط نستعلیق ہے۔ اوراق ۱۲۱، ۸ ۱/۲ x ۵ ۳/۸، ۱۵ اسطور، ۲ ۷/۸ طول، کرم خوردہ، شروع میں ناقص ہے۔ یوں شروع ہوتی ہے۔

..... ہ تحریر گنجد در عبارت و آبشارت مطلب حاصل شد الخ عبداللہ ابن محمد پناہ نے سن ۱۲ میں نقل کیا ہے جو شاید کہ مغل شہنشاہ کا سن جلوس ہے۔

(۷۴) سراج الخیال :۔ شعراء کے حالات ابتدائی زمانہ سے شاعر کے وقت تک کے ہیں۔ مؤلف شیر علی ابن علی احمد خان لودھی ہے۔ سال تالیف ۱۱۰۲ھ (۹۱-۱۶۹۰ء) ہے۔ مختلف نستعلیق خط میں تحریر ہے سرخ اور لاجوردی جدول۔ اوراق ۲۷۶، ۱۰ ۱/۲ x ۶۔ ۱۷ اسطور ۴ ۳/۸ طول یوں شروع ہوتا ہے "اے زتو بند بزبان نطق سخنا سرائے را الخ

سرب سکھ ابن تن سکھ رائے کا نسخہ۔ قانون گو پرگنہ تجارہ صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد نے نقل کیا ہے۔

(۷۵) حالات خوشنویسان :۔ خوش نویسوں کے حالات۔ مؤلف نواب ضیاء الدین خان ہیں خط نستعلیق میں تحریر ہے۔ اوراق ۱۵، ۱۳ ۱/۴ x ۷ ۷/۸ سطور کی تعداد یکساں نہیں ہے ۲۲ سے ۳۳ تک ہیں۔ ۵ ۳/۴ طول۔ حال کا نسخہ ہے۔ یوں شروع ہوتی ہے

حمد یکہ قلم از تحریر آں قاصر است و خامہ از نوید الخ

مولوی شریف اللہ اس ذخیرہ کے مالک کے والد نے نقل کی ہے۔

(۵) انشاء اور نثر مرصع

(۷۶) مکتوبات ... یا انشائے ابوالفضل :۔ خطوط کا مجموعہ جو شہنشاہ اکبر اور خود مصنف کی طرف سے لکھے گئے ہیں۔ شیخ ابوالفضل المشہور بہ علامی ہے ان خطوط کو عبدالصمد ابن افضل محمد (مؤلف کے خواہرزادہ) نے مرتب کیا ہے۔ مصنف کی موت کے فوراً بعد مرتب کیا گیا

Marfat.com

مدت ۱۰۱۱ھ (۱۶۰۲ء) میں واقع ہوئی۔ خط نستعلیق۔ سرخ جدول ہے۔ اوراق ۶۵ '۸ ×۳½ ۶x ½
سطور کی تعداد یکساں نہیں ہے۔ ۷ا سے ۲۰ تک ہے ½ ۴ طول۔ دفتر اول مکمل ہے اور دفتر ثانی کے کچھ
خطوط نہیں ہیں۔ کتاب یوں شروع ہوتی ہے۔ گونا گوں نیایش مرد اور سے راکہ وجود بشر را الخ

(۷۷) **مکتوبات احمد سرہندی** :۔ ان خطوط کا مجموعہ ہے جو شیخ احمد فاروقی نقشبندی نے
اپنے مریدوں، ہمعصر مشائخ و علماء اور مغل دربار کے کچھ امراء کے نام مذہب اور تصوف کے مسائل پر
لکھے تھے۔ مصنف شیخ احمد فاروقی نقشبندی المشہور بہ مجدد الف ثانی ہیں۔ یار محمد بدخشانی نے
مصنف کی حیات ہی میں ان خطوط کو مرتب کیا تھا خطوط کا مجموعہ ۱۰۲۵ھ (۱۶۱۶ء) میں مرتب ہوا۔ نہایت
عمدہ نستعلیق خط ہے۔ کاغذ پر سنہرا کام کیا ہوا ہے۔ سیاہ اور سنہری جدول ہے۔ اوراق ۳۸۰،
½ ۱۱ x '۵ ¾ - ۱۵ سطور، '۳ ¾ ۳ طول۔ کچھ اوراق مثلاً ۹۸ سے ۱۰۲، ۱۴۴ سے ۱۵۱ اور ۱۶۸ سے
۱۷۲ بعد میں شامل کئے گئے ہیں۔ شروع میں ۳۱۲ مخطوط کی ایک فہرست شامل ہے جو اس مجموعہ
میں شامل ہیں۔ پہلے ورق کی پشت پر کچھ تحریرات اور تین مہریں ہیں۔ ان میں سے ایک ۱۰۸۲ھ (۱۶۷۱-۲ء)
کی ہے آخر میں نامکمل مخطوط ہے۔ کرم خوردہ بھی ہے۔ یوں شروع ہوتا ہے

الحمد للہ رب العالمین اضعاف ما حمدہ جمیع خلقہ الخ

(۷۸) **مکتوبات سیف خان** :۔ نہایت عمدہ انداز تحریر کے خطوط کا مجموعہ ہے۔ مؤلف
سیف خان اور مرتب ابوالبرکات منیر ہے۔ ترتیب کا کام ۱۹ ذی قعدہ ۱۰۵۰ھ (مطابق
۲ مارچ ۱۶۴۱ء) کو ختم ہوا۔ شکستہ آمیز نستعلیق۔ اوراق ۹۵، '۹ ½ x '۶ ۱۵ سطور
'۳ ⅛ طول (ب) کے ساتھ مجلد ہے۔ مکتوبات سیف خان کے اوراق ۱-۶۱ ہیں۔ مکتوبات
سیف خان۔ یوں شروع ہوتا ہے

بعد از حمد ایزد جل و علی پیر از درود سید المرسلین الخ

جگن ناتھ شاگرد نے ناصر علی کے لئے نقل کیا ہے۔ کتاب ۲ ۔ ۲ تک ۱۲۳۲ فصل
کو ختم ہوا ہے۔

(ب) **رقعات منیر** : نہایت عمدہ نثر میں خطوط کا مجموعہ ہے جس میں چار مناظرات ہیں
مؤلف ابوالبرکات منیر ہے۔ خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے (الف) کے ساتھ مجلد ہے رقعات منیر

Marfat.com

کے اوراق ۸۱ سے ۹۵ تک ہیں۔ یوں شروع ہوتی ہے۔

آغاز سخن بنام سخن آفرینے کہ زبانہارا باسخن آشنا کردہ الخ

(۷۹) ریاض فیض : ایک کتابچہ ہے جسمیں خطوط اور مرصع نثر کے نمونے شامل ہیں۔ مؤلف مرزا جلال الدین طبا طبائی ہے۔ خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے ۵۱ اوراق ۸" ۱/۴ × ۵" ، ۷ اسطور ۳" ۱/۲ طول۔ یوں شروع ہوتی ہے۔

یگانہ ایزد سخن آفرین دبرارندہ چرخ بریں الخ

(۸۰) نوباوا (NAUBAWA .) نہایت عمدہ نثر میں خطوط کا مجموعہ۔ مؤلف سیف خان اور مرتب ابوالبرکات منیر ہے۔ جمع و ترتیب کا کام ۷ رشعبان ۱۰۵۱ھ (۱۱ نومبر ۱۶۴۱ء) کو شروع ہوا۔ خط شکستہ ہے ۸۱ اوراق ۷" ۳/۴ × ۵" ۳/۴۔ ۱۱ سطور۔ ۴" طول۔ جلد میں ہر دو ورق کے درمیان ایک سادہ ورق لگا ہوا ہے۔ آغاز یوں ہوا ہے۔

ایں منتخب از بخت نیکو فرجامش الخ

ہرسہائے کیلئے نقل کی گئی کتابت کا کام ۱۴ رمضان ۴۶ جلوس ہے۔ جو مغل بادشاہ کا سن جلوس ہے جس کا نام نہیں دیا ہوا ہے۔ شاید اورنگ زیب ہو۔

(۸۱) بہار سخن : خطوط کا مجموعہ جو شاہجہان۔ اورنگزیب۔ آصف خان وغیرہ کی طرف سے لکھے گئے ہیں۔ نثر کے نمونے کچھ اعلیٰ نمونے ہیں۔ اور صوبوں اور ہندوستان کے خاص شہروں کے حالات کے بھی شامل ہیں۔ مؤلف محمد صالح کنبوہ ہے۔ ابوالبرکات منیر نے پیش لفظ لکھا ہے مؤلف نے ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۴-۵ء) میں مرتب کیا ہے۔ شکستہ آمیز نستعلیق عنوان مرجود ہیں سرخ اور لاجوردی جدول، ۱۱۲۔ اوراق ۱۰" ۳/۴ × ۶"۔ ۲۷ سطور ۳" ۳/۴ طول۔ پہلے ورق کی پشت پر کئی تحریریں، اور مہریں لگی ہوئی ہیں۔ یوں شروع ہوئی ہے۔ ایزد سخن آفرین راسپاس کہ چراغ گفتار ازتاب خرد الخ فیض اللہ شیخ محمد ہاشم نے نقل کیا ہے۔

کتابت ۲۱ ذی الحجہ ۱۱۰۶ھ (۲ اگست ۱۶۹۵ء) کو ختم ہوئی۔

(۸۲) منشات برھمن : خطوط کا مجموعہ ہے جو شاہجہان۔ اس کے دربارہ کے دوسرے امراء اور مؤلف کے دوستوں اور رشتہ داروں کو لکھے گئے ہیں۔ مؤلف چندربھان برہمن

Marfat.com

کے اوراق ۸۱ سے ۹۵ تک ہیں۔ یوں شروع ہوتی ہے۔

آغاز سخن بنام سخن آفرینے کہ زبانہا را بسخن آشنا کردہ الخ

(۷۹) ریاض فیض : ایک کتابچہ ہے جس میں خطوط اور مرصع نثر کے نمونے شامل ہیں۔ مؤلف مرزا جلال الدین طباطبائی ہے۔ خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے ۵۱ اوراق ۸ ۱/۲ x ۵" ، ۷ اسطور ۳ ۱/۴" طول۔ یوں شروع ہوتی ہے۔

یگانہ ایزد سخن آفرین و برارندہ چرخ بریں الخ

(۸۰) نوباوا (NAUBAWA.) نہایت عمدہ نثر میں خطوط کا مجموعہ۔ مؤلف سیف خان اور مرتب ابوالبرکات منیر ہے۔ جمع و ترتیب کا کام ۷ ربیع شعبان ۱۰۵۱ھ (۱۱ نومبر ۱۶۴۱ء) کو شروع ہوا۔ خط شکستہ ہے ۸۱ اوراق ، ۷" ۳/۴ x ۵" ۳/۴ - ۱۱ سطور - ۴" طول۔ جلد میں ہر دو ورق کے درمیان ایک سادہ ورق لگا ہوا ہے۔ آغاز یوں ہوا ہے۔

ایں منتخب از بخت نیکو فرجامش الخ

برسہائے کیلیے نقل کی گئی کتابت کا کام ۱۴ رمضان ۴۶ جلوس ہے۔ جو مغل بادشاہ کا سن جلوس ہے جس کا نام نہیں دیا ہوا ہے۔ شاید اورنگ زیب ہو۔

درنثر (۸۱) بہار سخن : خطوط کا مجموعہ جو شاہجہان۔ اورنگزیب۔ آصف خان وغیرہ کی طرف سے لکھے گئے ہیں۔ نثر کے نمونے کچھ اعلیٰ نمونے ہیں۔ اور صوبوں اور ہندوستان کے خاص شہروں کے حالات کے بھی شامل ہیں۔ مؤلف محمد صالح کنبوہ ہے۔ ابوالبرکات منیر نے پیش لفظ لکھا ہے مؤلف نے ۱۱۶۵ھ (۵-۱۶۵۴ء) میں مرتب کیا ہے۔ شکستہ آمیز نستعلیق عنوان مرجہ دلیں سرخ اور لاجوردی جدول ، ۱۱۲۔ اوراق ۱۰" ۳/۴ x ۶" - ۲۷ سطور ۳" ۳/۴ طول۔ پہلے ورق کی پشت پر کئی تحریریں اور مہریں لگی ہوئی ہیں۔ یوں شروع ہوئی ہے۔ ایزد سخن آفرین را سپاس کہ چراغ گفتار از تاب خرد الخ فیض اللہ شیخ محمد ہاشم نے نقل کیا ہے۔

کتابت ۲۱ ذی الحجہ ۱۱۰۶ھ (۲ر اگست ۱۶۹۵ء) کو ختم ہوئی۔

(۸۲) منشات برہمن :۔ خطوط کا مجموعہ ہے جو شاہجہان۔ اس کے دربارہ کے دوسرے امراء اور مؤلف کے دوستوں اور رشتہ داروں کو لکھے گئے ہیں۔ مؤلف چندربھان برہمن

Marfat.com

خط نستعلیق ہے۔ اوراق ۱۶۱۔ ۱۱ ۱/۲ × ۵ ۵/۸ ۔ ۱۰ اسطور ۳ ۳/۴ طول۔ یوں شروع ہوتی ہے۔
"چوں از عنفوانِ شباب ایں برہمن عقیدت کیش" دلیر سنگھ نے نقل کیا ہے۔ کتابت ۱۶ ربیع صفر ۳۹ سنہ جلوس شاہ عالم ثانی مطابق ۱۲۱۲ھ (۱۰ اگست ۱۷۹۷ء) کو ختم ہوئی۔

(۸۳) **انشائے طاہر وحید** :۔ خطوط کا مجموعہ جو شاہجہان، دارا شکوہ، اورنگ زیب مراد بخش اور شاہ بیجا پور وغیرہ کے نام ہیں اس کے علاوہ مرصع نثر کے کچھ نمونے بھی ہیں۔ مؤلف مرزا طاہر وحید مجلس نویس ہے۔ خط نستعلیق ہے اوراق ۱۱۸۔ ۸ ۵/۸ × ۵ ۱/۴ -۱۵ اسطور ۳ ۳/۸ طول۔ یوں شروع ہوتی ہے

انامل تقدیم محمدت قدیمی مفتاح گنجینہ مقال الخ

نقل ۱۷ محرم ۱۲۴۵ھ (مطابق ۱۹ جولائی ۱۸۲۹ء) کو مکمل ہوئی۔

(۸۴) **آدابِ عالمگیری** :۔ خطوط کا مجموعہ جو اورنگ زیب کے نام ہیں۔ زیادہ تر اس کی تخت نشینی سے قبل کے ہیں۔ اس لڑائی کا حال بھی شامل ہے جو شاہجہان کے بیٹوں کے درمیان تخت کے لئے ہوئی تھی۔ منشی الممالک ابوالفتح المخاطب بہ قابل خان مؤلف اور صادق مطلبی مرتب ہے ۱۱۱۵ھ (۵-۱۷۰۳ء) میں مرتب ہوئے۔ خط شکستہ ہے۔ ۲۳۹، اوراق ۱۲ ۱/۴ × ۷ ۱/۲ - ۱۷ اسطور۔ ۵ ۱/۲ طول۔ یوں شروع ہوتی ہے "خداوند علیم حکیم خرد بخش سخن آفریں را بکدام مرتبۂ سخنوری ستائش کنم۔

نقل ۲ محرم ۱۱۴۵ھ (مطابق ۱۴ سن جلوس محمد شاہ بادشاہ ۱۵ جون ۱۷۳۲ء) کو گذرہ کر پورہ۔ شاہجہاں آباد (دہلی) میں مکمل ہوئی۔

(۸۵) **دستور العمل آگاہی**۔ شہنشاہ اورنگزیب کے خطوط کا مجموعہ جو اس نے ... شاہجہان، بیٹوں اور دوسرے عمال کو لکھے کہ اس میں اس کا وصیت نامہ بھی شامل ہے یہ رقعات عالمگیری کے نام سے بھی مشہور ہے۔ مؤلف اورنگزیب ہے راجہ آیا مل کی درخواست پر مرتب ہوئے ہیں۔ مرتب کا نام نہیں دیا ہے۔ سن تالیف ۱۱۵۶ھ (۴-۱۷۴۳ء) مطابق ۲۶ سنہ سن جلوس محمد شاہ بادشاہ۔ شکستہ آمیز نستعلیق۔ اوراق ۷۳۔ ۸ ۱/۴ × ۵ ۳/۴ - ۱۳ اسطور۔ ۳ ۷/۸ طول اس مخطوطہ کے شروع میں مجموعہ مرزا مہدی خانی (نمبر ۸۵ ب) شامل ہے۔ اس طرح اس میں ۸ + ۷۳ اوراق شامل ہیں۔ یوں شروع ہوتا ہے" بعد حمد رب العلمین و نعت خاتم المرسلین الخ

Marfat.com

نقل نذیر علی ابن شیخ محمد جمال الدین ساکن امروہہ نے کی ہے۔ جو حیدرآباد تلاش ملازمت میں گیا وہاں اس کی کتابت ۲۵ رجب ۱۲۵۹ھ (۱۱ اگست ۱۸۴۳ء) کو مکمل ہوئی

(ب) **مجموعہ مرزا احمدی خانی**: تیموریوں کی تاریخ کا ایک مختصر ساخاکہ زمانۂ تصنیف تک کا جو صرف ہندوستان سے متعلق ہے۔ مؤلف نظام الدین محمد ہادی الحسینی الصفوی المخاطب بہ شاہ مرزا المعـ مرزا احمدی خاں سال تصنیف ۱۱۴۴ھ (۲-۱۷۳۱ء) شکستہ آمیز نستعلیق نمبر ۸۵ ا کا ایک جزء ہے اس کے شروع میں لگا ہے آٹھ اوراق پر مشتمل ہے یوں شروع ہوتی ہے۔

"سپاس بے قیاس سزاوار ملکیست کہ انتظام جہاں بوجود فائض الجود" الخ

نذیر علی امروہوی نے حیدرآباد میں ۲۵ رجب ۱۲۵۹ھ کو کتابت کی ہے۔

(۸۶) **دستور العمل آگاہی**: خطوط کی فہرست نسخہ نمبر ۸۵ ا سے مختلف ہے خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے۔ اوراق ۳۳۔ ۸" × ۴ ۳/۴" ۷ ۴/۳" ۵ ۵/۸" سطور کی تعداد یکساں نہیں ہے ۱۵ سے ۱۲ تک ہے ۳" ۵/۸ طول کچھ اوراق ترچھے تحریر ہیں۔ نمبر ۸۵ ا کی طرح آغاز ہے۔ کتابت ۲۹ شعبان ۱۱۶۸ھ (۱۰ جون ۱۷۵۵ء) مطابق ۳ جلوس عالمگیر ثانی ہوئی۔

(۸۷) **نسخہ دیگر**: خطوط کی ترتیب اس نسخہ میں بھی مختلف ہے خط شکستہ ہے۔ ۳۸۔ اوراق ۸" ۵/۸ × ۴ ۳/۴" ۷/۸۔ ۱۲ اسطور، ۳" ۵/۸ طول۔ اس کے شروع میں رباعیات عمر خیام (۸۸ ب) شامل ہیں اس کے علاوہ کچھ اوراق نامعلوم الاسم مخطوط کے بھی شامل ہیں۔ غلام علی نے ۷ ربیع الاول ۱۲۱۴ھ (۹ اگست ۱۷۹۹ء) نقل مکمل کی۔

(۸۸ ب) **رباعیات عمر خیام**: (رباعیات تصوف کے خیالات پر مشتمل ہیں) مؤلف عمر خیام خط شکستہ ہے ۸۸ ا کے ساتھ جلد بندھی ہے۔ ۱-۳ ورق پر مشتمل ہے۔ آغاز یوں ہے

" زیادہ از لعل لعل شد گوہر ما
آمد بفغاں ز دست آں ساغر ما

(۸۹) **رقعات عالمگیری**: شہنشاہ اورنگزیب کے خطوط کا مجموعہ ہے جو اس کے بیٹوں اور عمال کے نام لکھے گئے ہیں۔ مؤلف اورنگ زیب ہے، محمد صالح جعفری الواسطی نے لالہ سیوک رام کے اصرار پر مرتب کئے ہیں۔ خط نستعلیق ہے۔ اوراق ۶۴، ۸" ۱/۲ × ۵" ۱/۲ سطور کی تعداد یکساں نہیں ہے

Marfat.com

سے ۱۵ تک ہے۔ کچھ اوراق میں سطور ۱۲ اور بعض میں ۱۴ ۴½ طویل ہیں آخر میں ناقص ہے۔ آغاز یوں ہوتا

" نوید مرایت کلام و تشئید معارج مرام تمجید خالق الخ

۹) انشائے حمید الدین :۔ خطوط کا مجموعہ جو اورنگزیب اس کی بیگم نورس بانو بیگم اور اس دربار کے امراء کے نام ہیں اس زمانہ کے کچھ تاریخی واقعات بھی شروع میں مندرج ہیں۔ مؤلف حمید الدین۔ خط نستعلیق اور لاجوردی جدول اوراق ۱۵۵ ، ۸ ۳/۴ × ۵" ، ۱۴ سطور ۲ ۱/۲ طول آغاز یوں ہوتا ہے۔

" چوں محمد عادل خان از بادۂ نخوت و غرور مغرور گشتہ الخ

۹) نسخہ دیگر :۔ خط نستعلیق پر صفحات ۱۸۶۔ ۱۰ ۱/۴ × ۷" ، ۱۶/۱۷ سطور ۱۲ ۱/۴ طول۔ زمانہ حال کا مخطوطہ ہے

۹) رقعات حمید الدین :۔ خطوط کا مجموعہ جو شہنشاہ اورنگ زیب۔ اس کی بیگم نورس بانو اور اس کے دربار کے کچھ افراد کے نام ہیں۔ ان رقعات میں سے کچھ نمبر ۹ میں بھی شامل ہیں۔ میں سرکاری دستاویزوں کے کچھ نمونے بھی تحریر ہیں۔ مؤلف حمید الدین۔ خط نستعلیق ہے۔ صفحات ۲۱۸ ، ۸" × ۶ ۱/۲ ' ۱۲ سطور ۴ ۱/۲ طول۔ زمانہ حال کا مخطوطہ ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے۔

" ملالِ خاطر حزم است دست بقلم آشنا نشد الخ

۹) انشائے بدیع :۔ خطوط کا مجموعہ جو شہزادہ اورنگزیب اور اس کے دربار کے کچھ امراء کے نام ہیں۔ سرکاری عمال کو جو ہدایات دی گئی ہیں ان کے پروانے بھی شامل ہیں۔ مؤلف بدیع الزمان المخاطب بہ رشید خان ہے۔ ملائے بھداون قانون گو نے خواجہ بھوگ چند مولف کے ... ن بخشی کی زیر نگرانی مرتب کیا۔ حیدر آباد میں ۳۵ جلوس اورنگزیب میں حیدرآباد میں مرتب ہوئے ... شکستہ آمیز نستعلیق ہے۔ اوراق ۱۲۹۔ ۱۰ ۱/۲ × ۶"۔ ۱۴ سطور۔ ۳ ۵/۶ طول

آغاز یوں ہوتا ہے " انشا حمد و ثنائے ذات والاصفات منشی صحیفہ روزگار الخ

کروپ مل ابن لالہ صاحب رائے ابن کھب رائے نے ۱۳ بیساکھ ۱۲۲۹ ؁ میں نقل تمام کی

۹) رقعات بھاگ چند :۔ خطوط کا مجموعہ جو شہنشاہ اورنگ زیب کا اس کے دربار کے کچھ سرکاری عمال اور مؤلف کے کچھ چند رشتہ داروں اور عزیزوں کو لکھے گئے ہیں۔ مؤلف بھاگ چند۔ خط نستعلیق ہے۔ ۷۷ اوراق ۸" × ۵" ۱۵ سطور۔ ۳" طول آغاز یوں ہوتا ہے۔

Marfat.com

"از ذرہ بخورشید اظہار سازی و از مور سلیمان آداب عجز طرازی　الخ
نقل ۱۲ ذوالحجہ سنہ ۳۰ جلوس محمد شاہ بادشاہ کو مکمل ہوئی۔

(۹۵) **منشآت مادھو رام** :۔ خطوط کا مجموعہ جو نواب لطف اللہ خان اور نواب کوکا ناشر خان نے شہنشاہ اورنگ زیب۔ اس کے جانشینوں کو لکھے ہیں ان کے ساتھ مرتب کے خطوط اس کے رشتہ داروں اور اس کے دوستوں کے نام پر ہیں۔ مرتب مادھو رام ہے۔ ۱۱۴۵ھ (۳۳-۱۷۳۲ء) میں مرتب ہوئے۔ خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے اوراق ۱۰۷، ۱۱½ × ۶"، ۱۵ سطور، ۴" ½ طول آغاز یوں ہوتا ہے۔
بعد از توحید واحد مطلق و نعت سرور کائنات بر حق بر دبیران　الخ
میر حیدر علی قنوجی نے ۲۳ شوال ۱۲۵۳ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۸۳۸ء کو نقل مکمل کی

(۹۶) **منشآت نصیرائے ہمدانی** :۔ خطوط کا مجموعہ اور نثر مرصع کے کچھ نمونے۔ مؤلف نصیرائے ہمدانی، خط نستعلیق ہے اوراق ۶۵، ۷½ × ۵ ⅝، ۱۰ سطور ۳" ½ طول آغاز یوں ہوتا ہے۔ "مبدع کہ سبعہ معلقات ہفت آسمان از بدائع انشاء لطیف ابداع اوست الخ
کتابت ۵ شوال ۱۲۴۰ھ (۲۳ مئی ۱۸۲۵ء) کو مکمل ہوئی۔

(۹۷) **منشآت منشی لچھمی نرائن** :۔ خطوط اور نثر کے کچھ نمونے جو منشی لچھمی نرائن اور مرتب منشی محمد فیض بخش ابن غلام سرور ساکن کاکوری ہیں۔ ۱۲۰۵ھ (۹۱-۱۷۹۰ء) میں ترتیب دی گئی خط نستعلیق ہے اوراق ۱۰۱، ۱۰" × ۶" ½، ۱۵ سطور، ۳" ⅝ طول۔ آخر میں کرم خوردہ ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے
ہر چند طوطی شکریں مقال خامہ را در برابر آئینہ بیان می گزارم　الخ
ملکی لال نے منشی دولت رائے کے لئے نقل کی

(۹۸ ک) **چمنستان** : نثر مرصع کے نمونوں کا مجموعہ جس میں چار چمن اور آٹھ گلستان ہیں مؤلف آنند رام مخلص ہے۔ سال تصنیف ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ء) خط نستعلیق ہے اوراق ۳۶، ۸" ½ × ۶"، ۱۳ سطور ۳" ½ طول۔ آخر میں ناقص ہے۔ کرم خوردہ ہے۔ ۹۸ ب کے ساتھ مجلد ہے۔
آغاز یوں ہوتا ہے۔
"بعد نگار رنگ آرائش چمنستان حمد و ستائش　الخ

Marfat.com

(۹۸ ب) **رقعات امان اللہ حسینی** :۔ مرصع نثر میں خطوط کا مجموعہ مؤلف امان اللہ حسینی۔ خط نستعلیق ہے اوراق ۲۹ ۔ "۸ ۳/۴ × "۶ ۔ ۱۱ سطور۔ "۳ طول۔ کرم خوردہ ۔۔ ۹۸ الف کے ساتھ مجلد ہے آغاز یوں ہوتا ہے

حمد وافر خدائی را کہ یا قوت قوت ناطقہ بے بہا در عقد انشائے کبریائی او الخ

شنکر سہائے نے ۲۰ ذی القعدۃ ۱۲۵۵ھ (۲۵ جنوری ۱۸۴۰ء) کو نقل مکمل کی۔

(۹۹) **چمنستان** (نسخہ دیگر) از آنندرام مخلص خط نستعلیق۔ سرخ اور لاجوردی جدول۔ اوراق ۸۱ ۔ "۱۰ ۱/۴ × "۶ ۔ ۱۱ سطور۔ "۳ ۱/۴ طول۔ آغاز ۹۸ الف کی طرح ہے۔

(۱۰۰) **خطوط کا مجموعہ** :۔ مرصع نثر کے نمونے بھی شامل ہیں خط شکستہ۔ کچھ اوراق نستعلیق بھی ہیں۔ اوراق ۶۳۔ "۹ ۱/۴ × "۵ ۱/۴ تحریر عرض میں ہے آغاز یوں ہے۔

" ہوالغنی مکتوب .... زین العابدین۔ ابوبکر کہ بصاحبقراں نوشتہ شد الخ

(۱۰۱) ایک رسالہ ہے جس میں خطوط کا مجموعہ ہے۔ خط نستعلیق پر کچھ اوراق شکستہ میں ہیں۔ اوراق ۹۹ "۸ ۱/۴ × "۵ ۳/۴۔ سطور کی تعداد یکساں نہیں ہے۔ "۳ ۳/۴ طول۔ آغاز یوں ہوتا ہے۔

" حضرت ظل سبحانی خلیفہ الرحمانی خلداللہ ملکہ فدوی جانباز زمین خدمت الخ

(۱۰۲) اسی انداز کا یہ بھی رسالہ ہے خط نستعلیق ہے ۔ ۱۴۰ ۔ اوراق "۸ ۳/۴ × "۵ ۳/۴۔ سطور کی تعداد یکساں نہیں ہے۔ "۷ ۳/۴ طول۔ آغاز یوں ہوتا ہے

" نظم پرداز بدنامی شور بر آورد نمک حرامی مورد نفرین و لعنت الخ

(۱۰۳) **طوطی نامہ** :۔ فارسی زبان میں طوطے کی ۵۲ کہانیاں (ان کہانیوں کی اصل ہندوستانی زبان (سنسکرت) ہے۔ مؤلف ضیاء الدین بخشی ہیں۔ ۹۲۔ اوراق نستعلیق میں لکھے ہیں۔ باقی شکستہ میں ہے "۶ ۳/۴ طول۔ کرم خوردہ۔ آغاز یوں ہوتا ہے۔

" مناجات بحضرت رازق التواب فی غشتہ کہ رزاق وحوش وطیور نعیم عمیم ادست الخ

نقل ۲۶ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ (۲۵ فروری ۱۸۱۶ء) کو مکمل ہوئی۔

Marfat.com

ع ۔ نظم

(۱۰۴) **اسکندر نامہ بری** :۔ اسکندر نامہ بری، شرف نامہ بھی کہلاتا ہے مثنوی ہے جس میں سکندر کے کردار کو بحیثیت فاتح کے بیان کیا گیا ہے۔ تالیف نظامی گنجوی کی ہے۔ سن تالیف ۵۸۷ھ (۱۱۹۱ء) ہے نہایت عمدہ نستعلیق خط ہے سرخ و لاجوردی جدول ہے۔ ۱۷۷ اوراق، ۹½" × ۵¾" ۔۲۴۔ اوراق تک ۱۷ سطور اور باقی پر ۲۰ سطور ہیں ۳" طول۔ آغاز یوں ہوتا ہے۔

"خدایا جہاں بادشاہی تراست

(۱۰۵) **رباعیات اوحد الدین کرمانی** :۔ مسائل تصوف پر ہیں مؤلف اوحد الدین کرمانی ہیں۔ بہت عمدہ نستعلیق ہے۔ ۱۵۲۔ اوراق ۶" ۳¾ × ۳½" ، ۱۰ سطور، ۲" طول پہلا ورق غائب ہے کچھ اوراق کرم خوردہ ہیں۔ آغاز یوں ہوتا ہے۔

"گر رب ز برائے حق پرستی دوزی الخ

۱۷ صفر ۸۹۱ھ (۵ مارچ ۱۴۸۵ء) کو نقل مکمل ہوئی۔

(۱۰۶) **مثنوی مولانا روم** : صوفیاء کی پسندیدہ کتاب جس میں تصوف و اخلاق پر بہت مواد ہے۔ قرآن و حدیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ مؤلف مولانا جلال الدین بلخی ہیں جو مولانائے روم کے نام سے مشہور ہیں۔ خط نستعلیق ہے۔ چار کالموں میں ہے۔ چاروں طرف سرخ سطور ہیں۔ جدول سرخ اور لاجوردی ہے۔ اوراق ۳۳۴، ۹¾" × ۷" ، ۲۱ سطور ۵" طول۔ ناقص الآخر ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند الخ

(۱۰۷) **مثنویات مولانا جامی** :۔ (ا) سلسلۃ الذہب (ب) سلامان و ابسال۔ (ج) تحفۃ الابرار (د) سبحۃ الابرار چار مثنویاں ہیں جو مجموعہ ہفت اورنگ میں سے ہیں۔ جو سات مثنویوں کا مجموعہ ہے۔ یہ مثنویاں مذہب کے موضوع سے متعلق ہیں۔ مؤلف مولانا عبدالرحمٰن جامی ہیں تقریباً ۸۸۶ھ (۱۴۸۱ء) سال تصنیف ہے۔ خط عمدہ نستعلیق ہے۔ چار کالموں میں تحریر ہے۔ چاروں طرف سرخ سطور ہیں۔ سنہرا سیاہ اور لاجوردی جدول ہے۔

Marfat.com

اوراق ۱۲۷، (الف) ۱-۵۰ اوراق (ب) ۵۱ - ۶۷ - اوراق (ج) ۹۰-۶۸، اوراق (د) ۹۱-۱۲۷
اوراق، ۱۱ × ۶ ۳/۴، ۱۲ سطور، ۴ ۳/۴ طول۔ کرم خوردہ۔ یہ جلد ہفت اورنگ کے نثر کے مقدمہ
کے ساتھ یوں شروع ہوتی ہے

حمد الرب الجلیل من عند الرسل والسلام علی محب صادق الخ

کتاب کی تاریخیں یہ ہیں۔ (الف) ۲۰ رمضان ۹۹۳ھ (۱۵ ستمبر ۱۵۸۵ء)
(ب) ۹۹۳ھ مہینہ تحریر نہیں ہے (۱۵۸۵ء)
(ج) تاریخ درج نہیں ہے (د) شعبان ۹۹۳ھ (جولائی اگست ۱۵۸۵ء)
کاتب کا نام درج نہیں ہے

(۱۰۸) **دیوان دارا شکوہ**: غزلوں اور مثنویوں کا مجموعہ۔ جن میں تصوف کا بیان ہے مصنف کے رجحان و عقیدہ کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ مصنف دارا شکوہ ابن شہنشاہ شاہجہان ہے۔ خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے اوراق ۴۸، ۶ ۱/۲ × ۴، ۱۳ سطور ۳ ۳/۴ طول، کرم خوردہ اور درمیان سے ناقص ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے۔

گنج مخفی است ایں نمود ما
ہم موجود در وجود ما

تاریخ کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ آخر کتاب میں ایک قطعہ موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان دارا شکوہ ختم ہوتا ہے۔

(ف) متفرقات

(۱۰۹) الف: **سیر طالبی فی بلاد افرنجی**: ابو طالب کے سفر کی داستان جو اس نے کلکتہ سے انگلینڈ تک کیا ہے اور واپسی میں فرانس، سوئٹزرلینڈ، مالٹا، استنبول، ایشیا کوچک اور عراق ہوتے ہوئے بمبئی پہنچا ہے۔ یہ سفر ۱۸-۱۲۱۳ھ (۱۷۹۹-۱۸۰۳ء) میں کیا ہے۔ مصنف ابو طالب ابن محمد اصفہانی ہے۔ ۱۳۱۹ھ (۵-۱۸۰۴ء) (قطعہ) خط نستعلیق ہے۔ اوراق تین صد (۳۰۰) ۱۱ ۱/۸ × ۶، ۱۵ سطور ۴ ۱/۴ طول۔ کرم خوردہ، ۱۰۹ ب کے ساتھ جلد بندھی ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے

"بعد حمد خدا وند عالم کہ بخشندہ ہم الخ

تفضیح الغافلین [illegible]

Marfat.com

(ب) کبوتروں کے علاج پر ایک رسالہ ہے۔ جو اکبر کے دربار کے امیر خاں خاناں کے تجربات پر مبنی ہے۔ خط نستعلیق ہے۔ اوراق ۸، ۱۱ × ۶ ۱۵ سطور ۴ طول۔ آخر میں ناقص ہے کرم خوردہ ہے ۱۰۹ الف کے ساتھ مجلد ہے۔ یوں شروع ہوتا ہے

"در علاج کبوتراں از تجربات خانخانان اکبر شاہی اول زحمت عرق کردن"

(۱۱۰) **عین الظہور**:۔ برہم وترا پران (برہموترا پران) کا فارسی ترجمہ ہے جس میں شری کاشی ناتھ بنارس کے تقدس و عظمت کا بیان کیا ہے۔ مؤلف (مترجم) رائے کشن سنگھ برادر ہرگوبند بھنڈاری ہے خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے۔ اوراق ۱۰۷۔ ۹ × ۶ ۱۵ سطور۔ ۴ طول۔ کرم خوردہ۔ خود رائے کشن سنگھ کا نسخہ ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے:۔

می سراید قلم سحر طراز و زبان ۔۔۔ از سر شوق و ادب نغمہ حمد یزداں

آں جہا دیو پرستہ بنارس باسم است ۔۔۔ عقل درماندہ و ادراک بجنبش حیراں

زیب افزائے مشاطہ زبان شیریں بیاں ۔۔۔ آرائش عروس ستایش الخ

خود مؤلف رائے کشن سنگھ نے نقل کیا ہے۔ ۹ ر شعبان ۲۹ سن جلوس محمد شاہ مطابق ۱۱۵۷ھ (۷ ر ستمبر ۱۷۴۴ء) میں نقل تمام ہوئی ہے۔

(۱۱۱) **سیر المنازل**:۔ شہر دہلی کے حالات اور اس کی خاص خاص عمارات کا بیان ہے۔ اور ان عمارات پر جو قطعے ہیں ان کی نقول بھی شامل ہیں۔ مؤلف سانگی بیگ ابن اکبر علی بیگ ہے۔ خط نستعلیق سرخ اور لاجوردی جدول ہے ۸۷، اوراق، ۱۰ × ۶، ۱۵ سطور ۴ طول۔ آغاز یوں ہوتا ہے

"معمارے کہ بمعماری کن وجود کائنات را با ہزاراں نقش و نگار بنا فرمودہ الخ

گھنشیام داس نے ۱۴ ر شعبان ۱۲۶۳ھ (۲۸ ر جولائی ۱۸۴۸ء) کو نقل مکمل کی۔

(۱۱۲) **تاج محل کے حالات** میں ایک مخطوطہ ہے موتی مسجد (قلعہ آگرہ) اور اکبر کا مقبرہ بمقام سکندرآباد (آگرہ) کے کتبات کی نقول بھی شامل ہیں۔ خط نستعلیق ہے۔ اوراق ۴۱، ۹ × ۶ ۷ سطور، ۳ طول آغاز یوں ہوتا ہے۔

خلاصۂ احوال بانو بیگم مخاطب بہ ممتاز محل عرف تاج بی بی الخ

(۱۱۳) نسخہ دیگر خط نستعلیق ہے۔ اوراق ۴۱، ۹ × ۵، ۶ سطور۔ ۳ طول آغاز ۱۱۲ کی طرح

Marfat.com

ہوتا ہے۔

(۱۱۴) آگرہ کی تاریخ۔ آثار قدیمہ اور مقامی حالات پر رسالہ ہے اس رسالہ میں آگرہ کی قدیم عمارات کے حالات بھی شامل ہیں۔ مؤلف میل چند ہے۔ اوراق ۱۶۹، ۸ ½ × ۵ ½، ۲۰ سطور، ۳ ⅞ طول۔
آغاز یوں ہوتا ہے۔

"سبحان اللہ ذرہ بے تاب را بحضور خورشید دستگاہ عجز طرازی الخ

محمد فاضل نے نقل کی ہے جو ۱۰ محرم ۱۲۵۱ھ (۸ مئی ۱۸۳۵ء) نقل کی تاریخ سال عیسوی میں ہے۔ ۷ اپریل ۱۸۳۷ء دی ہوئی ہے جو اوپر دی ہوئی ہجری سن کے مطابق نہیں ہے۔

(۱۱۵) **تحفۃ الملوک** :۔ اس مخطوط میں مختلف مضامین کا بیان ہے۔ خط نستعلیق ہے اوراق ۲۷، ۱۰ × ۶، ۱۵ سطور ۳ ¾ طول' آغاز یوں ہوتا ہے۔

"الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الخ

(۱۱۶) **لطائف اللغات** :۔ مثنوی مولانا جلال الدین رومی میں جو الفاظ بطور اصطلاح استعمال ہوئے ہیں ان کی فرہنگ۔ خط نستعلیق کے اوراق ۱۰۵، ۱۰ ½ × ۷ ⅝، ۲۵ سطور ۶ ¾ طول بری طرح کرم خوردہ ہے۔ آغاز یوں ہے۔

بعد حمد خدا و نعتِ رسول	بر ہمہ شرح من شود قبول
کہ ایں فرہنگیست مشتمل بر حلِ لغات	الخ	۲۷ جولائی ۱۸۳۲ء

(۱۱۷) **جنگ کابل** :۔ اس رسالہ میں ۱۸۳۹ء کی مہم کابل کا بیان ہے مؤلف فدا حسین عرف نبی بخش ہے خط نستعلیق ہے۔ ۹۷ صفحات ۸ × ۵، ۱۵ سطور ۳ ½ طول آغاز یوں ہوتا ہے۔

" حمد بے حد جناب پروردگار عالم کو واجب ہے کہ جس نے ہژدہ ہزار عالم الخ

ا۔ فرامین

(۱) شہنشاہ ہمایوں کا فرمان جو مرزا عسکری کے حکم سے جاری ہوا جس کی مہر اس پر لگی ہے۔ اور جمادی الآخر ۹۴۶ھ (۲۰ اکتوبر ۱۵۳۹ء) کو جاری ہوا اور یہ ایک گاؤں کی معافی کے متعلق ہے

Marfat.com

جو شیخ سعد اللہ کو ملی۔ اس کی پیمائش ۱۰ ۱/۸" × ۶ ۳/۴" ہے اس میں باستثنائے سرنامہ پانچ سطور ہیں

(۲) شہنشاہ اکبر کا فرمان جس پر اس کی مہر لگی ہے موضع پرانی پور خطہ سنبھل میں ۴۰۰ بیگہ زمین شیخ بڈن اور شیخ احمد کو مرحمت فرمائی گئی۔ ربیع الآخر ۹۶۶ھ (۱۵۵۸ء) میں جاری ہوا۔ ۱۹ ۳/۸" × ۹" باستثنائے سرنامہ ۷ سطور۔ پشت پر سرکاری عمال کی نئی مواہیر ثبت ہیں۔ ان میں سے ایک خانخانان بیرام خان کی ہے لیکن معافی کے متعلق سرکاری تحریر کا کوئی تتمہ نہیں ہے۔

(۳) شہنشاہ اکبر کا فرمان جس پر اس کی مہر لگی ہے پرگنہ سہس پور سرکار سنبھل میں ۲۰ بیگہ اراضی (پیمائش شدہ بہ طناب بانس) ہے مولانا حامد HAMID ابن قاضی جمال کو مرحمت ہوئی تاریخ ربیع الآخر ۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء ہے۔ ۲۷" × ۱۰ ۱/۸" باستثنائے سرنامہ ۹ سطور پشت پر سرکاری عمال کی چند مواہیر ثبت ہیں۔ لیکن معافی سے متعلق سرکاری تحریر کا کوئی تتمہ نہیں ہے۔

(۴) شہنشاہ جہانگیر کا فرمان جس پر اس کی مہر لگی ہے موضع بنتری پرگنہ رجب پور سرکار سنبھل میں۔ ۱۰ بیگہ اراضی بطور معافی حاجی عبدالغفار کو باغ لگانے کے لئے مرحمت ہوئی۔ تاریخ ۲ ماہ تیر (طبر) سن جلوس جہانگیر ۲۹ ۵/۸" × ۱۴ ۱/۸" باستثنائے طغریٰ اور

پشت پر سرکاری عمال کی کئی مواہیر ثبت ہیں اور معافی سے متعلق سرکاری تحریرات کے تتمہ جات بھی ہیں۔

(۵) شہنشاہ شاہجہان کا فرمان جس پر اس کی مہر ثبت ہے۔ ۱۵۰ بیگہ قابل زراعت زمین شیخ عبدالرسول وغیرہ کے لئے پرگنہ حویلی سنبھل سرکار سنبھل میں پیمائش شدہ بہ الہر گز مرحمت ہوئی۔ یہ فرمان مورخہ ۷ ماہ آذر کا ہے ۳ سن جلوس شاہجہان۔ پیمائش ۲۶ ۳/۴" × ۱۰ ۳/۴" ، ۹ سطور ہیں۔ باستثنائے طغریٰ انشگرف میں تحریر ہے پشت پر سرکاری عمال کی مہریں ثبت ہیں اور معافی سے متعلق سرکاری تحریرات کے تتمہ جات بھی ہیں یہ دستاویز جو خراب شدہ ہیں بری طرح درست کیا گیا ہے۔

(۶) شہنشاہ شاہجہان کا فرمان جس کی اسپر مہر ثبت ہے۔ ۲۰۰ بیگہ قابل زراعت اراضی پیمائش شدہ بہ گز الہرا پرگنہ امروہہ سرکار سنبھل میں۔ ایک خاتون مسماۃ خالقدی اور اس کے لڑکوں کو معافی ملی ہے یہ دستاویز ماہ آذر کی ۱۲ تاریخ ۵ سن جلوس شاہجہان کا ہے۔ پیمائش ۲۹" × ۱۵" ۵/۸ ۹ سطور باستثنائے طغریٰ اور ایک مقدس اسم مذکورہ بالا معنوں میں شنگرف میں تحریر ہے پشت پر کئی سرکاری عمال کی مہر ثبت ہیں

Marfat.com

ور معافی سے متعلق سرکاری تحریرات کے تتمہ جات بھی ہیں۔

(۷) شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا فرمان ہے جس پر اس کی مہر ثبت ہے دو سو بیگہ قابل زراعت زمین پرگنہ ہادی آباد صوبہ الہ آباد میں ایک خاتون مسماۃ نعمت وغیرہ کو مرحمت فرمائی ہے یہ فرمان ۲۵ صفر ۳۸ھ سن جلوس اورنگ زیب کا ہے اسکی پیمائش ۳۰ × ۱۷ ½ ہے اور سات سطور ہیں باستثنائے طغریٰ اور ایک مقدس اسم مذکورہ بالا متون میں جو شنگرف میں تحریر ہے۔ پشت پر کئی سرکاری عمال کی مہر ثبت ہیں اور معافی سے متعلق سرکاری تحریرات کے تتمہ جات بھی ہیں۔

(۸) شہنشاہ فرخ سیر کا فرمان ہے جس کی اس پر مہر ثبت ہے۔ حافظ محمد حسن کو ایک روپیہ یومیہ خرچ شاہجہان کے مقبرہ (تاج محل واقع آگرہ) کے خزانہ سے منظور ہوا ہے۔ اسکی پیمائش ۲۹ ¾″ × ۱۸″ ہے۔ ۵ سطوریں اور آخری سطر کسی قدر غائب ہے۔

آغاز میں تین مقدس اسمائے الٰہی شنگرف میں تحریر ہیں اور طغریٰ نہیں ہے۔ پشت پر کئی سرکاری عمال کی مہریں ہیں اور معافی کے متعلق سرکاری تحریرات کے تتمہ جات بھی ہیں۔ دستاویز خراب ہو کر اس کی مرمت کی گئی ہے

سندات

(۹) سند جو سید احمد صدر الصدور کی مہر سے جاری ہوئی ۱۰۲ بیگہ قابل زراعت معافی کی تصدیق کرتی ہے جو پرگنہ انبروہہ (امروہہ) سرکار سنبھل میں شیخ عمر حسین وغیرہ کو شہنشاہ جہانگیر کے ایک فرمان مورخہ ۹ امرداد ۱۱ سن جلوس جہانگیر کے ذریعہ معافی ملی ہے کی تصدیق کرتی ہے۔ اس پہ اسی سال کی مہر کی تاریخ ہے۔ اور ایک اور مہر جہانگیر کے دربار کے ایک افسر غیاث الدین کی ہے پشت پر اشخاص کے نام پہ زمین کے قطعات جو ہر ایک کو منظور ہوئے ہیں۔ ان کی تفصیل ہے۔ پیمائش یہ ہے ۹ ½ × ۷ ¾ اور سرنامہ کے علاوہ ۵ سطور ہیں۔

(۱۰) یہ سند صدر الصدور موسوی خان کی مہر سے جاری ہوئی ہے۔ ۲۵ بیگہ قابل زراعت اراضی پرگنہ امروہہ سرکار سنبھل میں ایک خاتون مسماۃ بی بی جیو اور اس کے بیٹوں کو جو معافی ہوئی ہے اس کی تصدیق کرتی ہے یہ معافی شاہجہان کے ایک فرمان مورخہ ارشتوار ۱۱ سن جلوس شاہجہانی کے تحت ہوئی ہے۔

یہ اس سال کی ۲۹ آبان کی مورخہ ہے۔ اور پشت معافی سے متعلق ایک تتمہ بھی ہے۔ پیمائش ۱۱ ½ × ۷ ½ اور سرنامہ کے علاوہ ۸ سطور ہیں۔

Marfat.com

(۱۱) یہ سند فتح محمد صدر الصدور کی مہر سے جاری ہوئی ہے جو ۹۴۹ ۳ بیگہ اور ۱۰ لبوہ زمین پیمائش
موضع سرائے شیخ داؤد پرگنہ امروہہ سرکار سنبھل میں ..... کو شہنشاہ اکبر کے ایک فرمان مورخہ
۲۹ ذی قعدہ ۹۸۳ھ (۲۹ فروری ۱۵۷۶ء) کے ذریعے معافی ملی ہے اس کی تصدیق کرتی ہے
یہ ۲۹ شوال ۱۰۵۶ھ (۸ دسمبر ۱۶۴۶ء) کی ان اشخاص کے نام اور زمین کے قطعات جو ہر ایک کو
منظور ہوئے ہیں۔ کی تفصیلات بھی درج ہیں۔ پیمائش ۲۳ ۳/۴″ × ۷ ۵/۸″ ہے۔ باستثنائے سرنامہ اور
معافی کی تفصیلات کے ۹ سطور ہیں۔

(۱۲) یہ سند جعفر کفایت خاں کی مہر سے جاری ہوئی ہے جو ۱۳۵ بیگہ قابل زراعت اراضی پرگنہ ڈھکا سرکار
سنبھل میں ایک خاتون مسماۃ عائشہ وغیرہ اورنگ زیب کے ایک فرمان کے ذریعے مورخہ ۱۵ ربیع الثانی
۱۷ سن جلوس عالمگیری کو معافی ہوئی ہے اس کی تصدیق کرتی ہے۔ اور یہ ۱۹ جمادی الثانی کی مورخہ ہے
اور پشت پر ایک تتمہ ہے جس میں معافی کی تفصیلات مندرج ہیں۔ پیمائش ۱۵″ × ۶″۔ سرنامہ کے حوالے کے علاوہ ۱۰
سطور ہیں۔

(۱۳) یہ سند جعفر کفایت خان کی مہر سے جاری ہوئی ہے جو ۶۰ بیگہ قابل زراعت اراضی پرگنہ امروہہ سرکار
سنبھل میں ایک خاتون رابعہ وغیرہ کو اورنگ زیب کے ایک فرمان کے ذریعے مورخہ ۲ صفر ۱۹ سن جلوس
عالمگیری کو معافی ملی۔ اس کی تصدیق کرتی ہے اور اسی سن کی ۱۱ ربیع الثانی کی مورخہ ہے اور پشت پر ایک
تتمہ ہے جس میں معافی کی تفصیلات درج ہیں پیمائش ۱۵ ۱/۸″ × ۶ ۳/۴″ اور سرنامہ کے حوالہ کے علاوہ ۹
سطور ہیں۔

(۱۴) یہ سند محمد سمیع صدر الصدور کی مہر سے جاری ہوئی ہے۔ ۱۰۲ بیگہ زمین پیمائش شدہ بہ گز
موضع ..... سرائے پرگنہ امروہہ سرکار سنبھل میں عمر حسین وغیرہ کو جہانگیر کے ایک فرمان کے ذریعے ۱۹ امرداد
۱۱ سن جلوس جہانگیری کو معافی ہوئی ہے اس کی تصدیق کرتی ہے یہ ۱۱ ربیع الثانی ۶ سن جلوس
فرخ سیر جس کا لقب عالمگیر ثانی ہے کی مورخہ ہے پشت پر تتمہ ہے جس میں معافی کی تفصیلات درج ہیں پیمائش
۱۶″ × ۶ ۱/۴″ ہے۔ سرنامہ کے دو حوالوں کے علاوہ ۱۱ سطور ہیں۔

(۱۵) یہ سند میر بزرگ موسوی کی مہر سے جاری ہوئی ہے۔ ۱۰ بیگہ زمین پیمائش شدہ بہ گز پرگنہ
رجب پور سرکار سنبھل میں شیخ محمد حارث وغیرہ۔ شیخ مصطفےٰ کے ورثاء کو شاہجہان کے ایک فرمان کے ذریعے

Marfat.com

جو ۱۷ مرداد سنہ ۳ سن جلوس شاہجہانی کو جاری ہوا کی تصدیق کرتی ہے۔

یہ سند ۳ صفر سنہ ۸ سن جلوس فرخ سیر کی مورخہ ہے جس کا لقب عالمگیر ثانی ہے۔ پشت پر ایک تتمہ ہے پیمائش ۱۶ ۱/۲ × ۶ ہے سرنامہ کے دو حوالوں کے علاوہ ۱۴ سطور ہیں۔

(۱۶) یہ سند میر بزرگ موسوی کی مہر سے جاری ہوئی ہے۔ ۳۵۳ بیگہ ۶ البسوہ اراضی پیمائش شدہ ... موضع عزیز پور اور قاضی سرائے وغیرہ پرگنہ امروہہ سرکار سنبھل میں سید ولی محمد وغیرہ ورثاء سید کبیر وغیرہ کو شہنشاہ اکبر کے فرامین جو مختلف تاریخوں کے ہیں کی رو سے معافی شدہ ہے اس کی تصدیق میں ہے یہ سند ۲ صفر سنہ ۸ سن جلوس فرخ سیر کی ہے جس کا لقب عالمگیر ثانی ہے اور اس کے آخر میں ان اشخاص کے نام اور زمین کے قطعات جو ان کو منظور ہوئے ہیں کی تفصیلات درج ہیں پیمائش ۲۴ × ۹ ۱/۲ ہے خاتمہ کی معافی کی تفصیلات اور سرنامہ کے دو عنوانوں کے علاوہ ۱۳ سطور ہیں۔

(۱۷) یہ سند سید ظہور اللہ خان کی مہر سے جاری ہوئی ۷۶ بیگہ اراضی پیمائش شدہ ...... موضع ..... پرگنہ رجب پور سرکار سنبھل میں مولانا ایوب وغیرہ ورثاء مولانا احمد وغیرہ شہنشاہ اکبر کے زمان مورخہ ۴ جمادی الثانی سنہ ۹۸۳ھ (۱۰ ستمبر ۱۵۷۵ء) معاف ہوئی یہ سند ۲ جمادی الثانی سنہ ۲ سن جلوس محمد شاہ کی ہے۔ پشت پر جائیداد کی تفصیلات جس سے ان اشخاص کے نام اور زمین کے قطعات جو ان کو منظور ہوئے ہیں کی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

(۱۸) یہ سند عبداللہ خان قطب الملک کی مہر سے جاری ہوئی ایک جاگیر چالیس ہزار دام کی سالانہ آمدنی (ایک ہزار روپے) کی پرگنہ اسلام آباد صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد میں سید غلام حیدر ابن سید یار محمد کو جن کا کشن سروپ کی جگہ تقرر ہوا کو معاف ہوئی یہ ۱۱ رجب سنہ ۲ جلوس محمد شاہ کو جاری ہوئی اس کی پشت پر معافی کے متعلق ایک تتمہ ہے۔ پیمائش ۱۶ ۵/۸ × ۶ ہے۔ ۵ سطور ہیں۔

(۱۹) یہ سند آصف جاہ نظام الملک کی مہر سے جاری ہوئی۔ جاگیر کی معافی دو ہزار دام سالانہ کی آمدنی (۵۰ روپے) کی ہے۔ پرگنہ کنور کی سرکار سنبھل میں سید مراد سے ان کے بیٹے سید عنایت غوث کو منتقل ہوئی ہے۔ ۱۱ ذوالحجہ سنہ ۲ سن جلوس عالمگیر ثانی کی ہے پشت پر ایک تتمہ ہے جس میں انتقال کا اندراج ہے۔ پیمائش ۱۸ ۳/۴ × ۷ ۱/۲ ہے اور ۵ سطور ہیں۔

(۲۰) یہ سند محمد خان کی مہر سے جاری ہوئی۔ ۲۵ بیگہ اراضی پرگنہ جلال پور صوبہ دارالخلافہ

Marfat.com

شاہجہان آباد میں شیخ محمد باقر کو معافی ہوئی۔ یہ دو شوال ۱۴ھ سن جلوس شاہ عالم ثانی کی ہے۔ پشت ایک تتمہ معافی سے متعلق ہے $12\frac{1}{2} \times 10\frac{1}{2}$ ہے طغری کے علاوہ ۷ سطور ہیں۔

پروانہ جات تقرری

(۲۱) یہ پروانہ عبداللہ تبرخان صدر الصدور کی مہر سے جاری ہوا۔ جو احسن اللہ ابن شیخ بلاقی کے متعلق پرگنہ اعظم پور سرکار سنبھل کے قاضی ہونے کی تصدیق کرتا ہے (عہدۂ قضا پر) ان کا تقرر ایک پروانہ کے ذریعہ ہوا تھا جو مورخہ ۲۲ شوال ۳ سن جلوس محمد شاہی کو جاری ہوا تھا۔ یہ پروانہ مورخہ ۱۴ محرم ۱ سن جلوس احمد شاہ ہے۔ اور پشت پر تقرری کے باب میں ایک تتمہ تحریر ہے۔ پیمائش $18\frac{1}{2} \times 8$ اور طغری کے علاوہ ۷ سطور ہیں۔ جس کاغذ پر یہ تحریر ہے وہ سنہرے پھولوں سے مزین ہے۔

(۲۲) یہ پروانہ جلال الدولہ میر جلال الدین خان بہادر صدر الصدور کی مہر سے جاری ہوا جو احسن اللہ شیخ بلاقی کو پرگنہ اعظم پور سرکار سنبھل میں قاضی کی تقرری کی تصدیق کرتا ہے جس پر ان کا تقرر ایک پروانہ کے ذریعہ سے ہوا جو مورخہ ۱۲ شوال ۳ سن جلوس محمد شاہی ہے۔ یہ پروانہ ۱۹ رجب ۵ سن جلوس عالمگیر ثانی ہے اور پشت پر تقرری کے باب میں ایک تتمہ تحریر ہے۔ پیمائش $19\frac{7}{8} \times 8\frac{1}{2}$ ہے اور طغری کے علاوہ ۷ سطور ہیں جس کاغذ پر یہ تحریر ہے وہ سنہرے نقش و نگار سے مزین ہے۔

(۲۳) یہ پروانہ مولوی عاقبت محمد صدر الصدور کی مہر سے جاری ہوا۔ جو اختر الدین شیخ بلاقی کے پرگنہ اعظم پور سرکار سنبھل میں قاضی کی تقرری کے باب میں ہے یہ تقرری ذوالفقار علی کی بجائے ہوئی یہ پروانہ [illegible] شوال ۳ سن جلوس عالمگیر ثانی کا ہے اور پشت پر تقرری کے باب میں ایک تتمہ ہے پیمائش [illegible] ہے۔ طغری کے علاوہ ۷ سطور ہیں کاغذ جس پر یہ تحریر ہے وہ سنہرے نقش و نگار سے مزین ہے۔

(۲۴) یہ پروانہ ضیاء اللہ خان بہادر [illegible] صدر الصدور ہیبت جنگ مختار الدولہ سید مرتضیٰ خان بہادر مہر سے جاری ہوا جو سید اللہ بخش ابن سید محمد طفیل کی پرگنہ امروہہ سرکار سنبھل میں عہدہ قضا کی تقرری کی تصدیق کرتا ہے۔ اس عہدہ پر کچھ زمانہ سے ان کا تقرر ہوا۔ یہ پروانہ مورخہ ۶ صفر ۱۱۹۰ھ (۷ مارچ ۱۷۷۶ء) ہے۔ پشت پر چند سرکاری تحریرات ہیں لیکن کوئی تتمہ نہیں ہے۔ پیمائش [illegible] اور ۱۱ سطور ہیں۔ سرنامہ پر کوئی طغری نہیں وہ کاغذ جس پر یہ تحریر ہے طلائی و نقرئی افشاں سے مزین

Marfat.com

(۲۵) یہ پروانہ صدر الصدور حافظ غلام احمد نائب شجاعت خان بہادر وفدوی نواب آصف الدولہ بہادر
بر جنگ کی مہر سے جاری ہوا۔ یہ پروانہ سید عنایت رسول کی بجائے سید رحمان بخش پرگنہ امروہہ درجب پور سرکار
سنبھل میں عہدہ قضاء کی تقرری کے باب میں ہے جو وزیرا لممالک نواب آصف الدولہ یحییٰ خان بہادر ہزبر
ۓ کے احکام کی تعمیل میں ہے۔ یہ پروانہ مورخہ ۲۷ رجب ۱۲۰۶ھ (۲۱ مارچ ۱۷۹۲ء) کا ہے۔ اور
شت پر چند سرکاری تحریرات ہیں پیمائش ۲۲" × ۷" ہے اور پشت پر چند سرکاری تحریرات ہیں ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ طغریٰ کے علاوہ ۱۱ سطور ہیں۔ کاغذ جس پر یہ پروانہ تحریر ہے بغیر کسی آرائش کے سادہ ہے۔

(۲۶) **پروانہ راہداری** :۔ یہ پروانہ خانخانان مرزا خان بہادر (عبدالرحیم ابن بیرم خان) کے حکم
ور مہر سے جاری ہوا۔ اس میں مندرج ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ علی خان کو نمائندہ بناکر کابل بھیجا جا رہا ہے اور جلال آباد سے
راستہ میں راہ گیروں اور کاشتکاروں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ وہ اور
س کے ساتھی سفر میں بحفاظت تمام رہیں اور ان کی جو خدمات انجام دی جائیں۔ اس کا کوئی معاوضہ طلب
نہ کیا جائے۔ یہ پروانہ ۲۷ شوال ۹۹۷ھ (۸ ستمبر ۱۵۸۹ء) کا مورخہ ہے۔ سائز ۱۱" × ۷" ہے۔ سرنامہ
کے علاوہ ۴ سطور ہیں۔ شروع میں ایک مقدس اسم اور آخر میں تاریخ درج ہے۔

(۲۷) **تصحیح نامہ** :۔ سرٹیفکیٹ جو گھوڑوں، سپاہ اور اسلحہ جات کی تصدیق کرتا ہے جو سید مراد سے
متعلق ہیں جن کا منصب ۲۵۰ ذات کا ہے یہ پروانہ ۱۰ صفر ۱۱ سن جلوس محمد شاہ کا مورخہ ہے اس پر
دو مہریں سید عسکر خاں اور مہر چند کی ثبت ہیں پیمائش ۲۳" × ۸" ہے اور پشت پر دو سرکاری تحریریں
درج ہیں۔

(۲۸) **روبکار** :۔ یہ ایک دستاویز ہے جو شاہی حکم کا اعلان ایک اراضی کی معافی کے متعلق کرتی ہے جو
شہنشاہ اکبر، جہانگیر اور شاہجہان کے فرامین سے پرگنہ گوہد متعلقہ سرکار۔ صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد میں
ہوتی ہے یہ ۲۴ ربیع الاول ۔۔ سن جلوس اورنگ زیب کی ہے اور اس پر راجہ رگھنا تھ کی دستخط
ہے پیمائش ۱۸" × ۸" ہے اور ۲۰ سطور ہیں۔ پشت پر ایک سرکاری تحریر ہے جس کا خذ پر یہ
لکھی ہوئی ہے۔ اس پر نقرئی نقش و نگار ہیں۔

(۲۹) **دستک** :۔ یہ ایک دستاویز ہے جس میں تحریر ہے کہ جو سرکاری واجبات زمینداران پرگنہ رجب پور
کے ذمہ مرحوم رستم خان کی جاگیرداری کے زمانہ سے واجب الادا ہیں حکم ہوا کہ وہ تمام واجبات دیوان عالم

Marfat.com

زمیندار کے ذریعہ سے شاہی خزانے میں داخل کر دیئے جائیں۔ یہ دستاویز ۵ ر شوال ۱۶ سنہ جلوس اورنگ کی ہے۔ چار مہریں ثبت ہیں ایک محمد رضا کی اور دوسری عبدالستار کی ہے۔ بقیہ دو مہریں صاف پڑھنے میں نہیں آئیں ان میں ایک ہندو کی مہر ہے۔ پیمائش ۸ ۱/۲ × ۸ ۱/۲ ہے پشت پر چند سرکاری یادداشتیں تحریر ہیں۔

(۳۰) **ابراء نامہ** :- یہ ایک دستاویز ہے جو محمد زاہد کے حق میں اسد خان کی مہر سے جاری ہوئی کہ چار ہزار اسی سے کچھ زائد رقم جو درویش خان وغیرہ زمیندار و مزارعین رجب پور کے ذمہ رستم خان مرحوم کی جاگیرداری کے زمانے سے واجب الادا تھی وہ شاہی خزانہ میں داخل ہو چکی ہے اور اسکی رسیدیں مل چکی ہیں۔ محمد زاہد کو جو ایک ریونیو افسر ہے ہدایت ہے کہ وہ واجبات کا تقاضا نہ کرے۔ یہ دستاویز جو ہر ذی قعدہ ۱۶ سنہ جلوس اورنگ زیب کی ہے وہ انہی واجبات کے متعلق ہے جن کا ذکر دستاویز نمبر ۲۹ میں ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے میں جو تقاضا کیا گیا ہے اس کی بلا تاخیر دس روز میں تعمیل کر دی گئی پیمائش ۱۵ ۱/۲ × ۶ ۳/۴ ہے۔ ۵ سطور ہیں اور پشت پر دو سرکاری یادداشتیں تحریر ہیں اور وہ کاغذ جس پر یہ تحریر ہے نقری نقش و نگار سے مزین ہے۔

(۳۱) **تصحیح** :- تصحیح کی یہ نقل مورخہ ۱۵ ربیع الثانی ۳ سنہ جلوس فرخ سیر کو مرتب ہوئی جس پر حافظ فخر الدین صدر شاہجہان آباد کی مہر ہے۔ دستاویز ایک تصحیح کی مصدقہ نقل ہے جو قاضی محمد فضل کی مہر سے جاری ہوئی ہے اور ۱۱۰۷ بیگھہ اراضی کی معافی سے متعلق ہے جو قاضی نور محمد وغیرہ کو پرگنہ گڑھ مکتیشر میں شہنشاہ اکبر کے فرمان کے ذریعے معاف ہوئی تھی۔ متذکرہ بالا معافی داران کے ورثاء کے حصص میں سے ۸۷ بیگھہ ۱۰ بسوہ زمین کی گزاہی کے مطابق کمی کی اجازت دے دی گئی۔ سائز ۴ ۵/۸ × ۱۰ ۱/۴ ہے۔ آخر میں ایک مفصل فہرست ان اشخاص کی ہے جن کے قبضے میں زمین کے قطعات ہیں۔ یہ فہرست پشت پر بھی درج ہے۔

(۳۲) **بیع نامہ** :- یہ بیعنامہ شیخ خواجہ احمد بن شیخ عبدالشکور نے آموں کے ۱۹ درختوں کے ایک باغ کا جو موضع عطاپور پرگنہ بدایوں میں ہے کے متعلق مرتب کیا اور اس لئے یہ باغ ایک سو سولہ روپے چودہ آنے میں شیخ محمد امان ابن شیخ محمد منیر کے ہاتھ فروخت کیا پیمائش ۱۹ ۳/۴ × ۵ ۳/۴ ہے۔ 25 سطور ہیں۔ ۲۷ ر رجب ۱۱۷۸ھ (۱۰ر جنوری ۱۷۶۵ء) کا ہے۔

Marfat.com

ذوق کتب اندوزی

Marfat.com

Marfat.com

عبدالمجید قریشی

میں اور میرا کتب خانہ

عالم آب و گل میں آنکھیں کھلیں۔ تو اپنے آپ کو ایک علمی اور دینی گھرانے کی آغوش میں پایا۔ میرے دادا صاحب مرحوم متوسط درجہ کے عالم اور ایک اچھے حکیم تھے۔ فن مناظرہ سے اپنی دلچسپی کی بناء پر انہوں نے اپنے گرد و پیش قرآن حکیم کی مختلف تفسیروں، احادیث کے جامع مجموعوں اور فقہ کی تمام کتابوں کا ایک انبار لگا رکھا تھا۔ ان کتابوں کے علاوہ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی، مولانا اسمٰعیل شہید، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی مولوی وحید الزماں حیدر آبادی مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اہل علم حضرات کی تصانیف سے الماریاں پڑی تھیں۔ ان کا یہ علمی اثاثہ ہزار بارہ سو کتابوں پر مشتمل تھا۔ علوم و فنون کے اس ذخیرہ میں بیشتر کتابیں ایسی تھیں۔ جنہیں آج بجا طور پر نادر و نایاب کا نام دیا جا سکتا ہے۔ میرے والد صاحب سرکاری ملازمت کی گوناگوں مصروفیات کے باوجود مطالعہ کتب کے لئے ضرور وقت نکالتے تھے۔ اور آج بھی جب ملازمت کی ذمہ داریوں سے دست کش ہو چکے ہیں۔ مطالعہ ہی ان کی واحد دلچسپی ہے۔ مجھے فخر ہے کہ کتابوں سے یہی دلچسپی مجھے بھی ورثہ میں ملی۔ مرزا غالب مرحوم کا تو خیر بقول سو پشت سے پیشہ آبا سپہ گری تھا۔ لیکن میرے خاندان میں کم از کم تین پشتوں سے کتابوں سے غیر معمولی انسیت اور دلی عقیدت دائمی ذریعہ عزت چلا آتا ہے۔

میری تعلیم کی بسم اللہ اردو کے اس قاعدے سے ہوئی جس کے مصنف لالہ رنگ بہاری لال اور ناشر عطر چند کپور اینڈ سنز تھے۔ یہ قاعدہ میری سب سے پہلی پسندیدہ کتاب تھا۔ اس قاعدہ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا۔ کہ اسے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک پنجاب کے سرکاری مدرسوں میں پڑھایا جاتا رہا۔ آج سے بیس پچیس برس ایسی مثالیں کافی مل جاتی تھیں۔ کہ دادا نے بھی یہی قاعدہ پڑھا۔ اور پوتا بھی اسی قاعدہ کو پڑھ رہا تھا۔ ہمارے یہاں آج کل جو قاعدے رائج ہیں۔ وہ کسی لحاظ سے بھی اس قاعدہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خدا جانے اس قاعدے میں کیا خوبی تھی۔ کہ بچہ اسے فر فر پڑھتا چلا جاتا۔

Marfat.com

اور کہیں کوئی الجھن محسوس نہ کرتا۔ ہمارے زمانے کے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈی لٹ اور ایم۔ اے۔ ڈی کی
بھر کم ڈگریاں رکھنے والے حضرات نے تو قاعدوں اور دوسری درسی کتابوں کو اس درجہ پیچیدہ
اور نا قابل فہم بنا کر رکھ دیا ہے۔ کہ طلبا رتو طلبا ر اساتذہ کرام تک ان حضرات کی ان بوالعجبیوں
کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اگر ہمارے یہ عالم اور فاضل دوست تعلیم و تدریس کے لئے نسبتاً
اور ہموار راہیں تلاش کر سکتے تو آج ایک مبتدی کو ف سے فوارہ کی بجائے ف سے بر
کہنا پڑتا۔

قاعدہ ختم کرنے کے بعد مجھے اردو کی پہلی کتاب پڑھنے کے لئے ملی۔ یہ کتاب شمس العلماء مو
محمد حسین صاحب آزاد کی تصنیف تھی۔ اور اسے رائے صاحب منشی گلاب سنگھ نے شائع کیا تھا
کے لئے کتابیں لکھنا کس قدر دشوار اور محنت طلب کام ہے اس کا اندازہ لگانے کے لئے مولانا
کے ایک مکتوب کا یہ ٹکڑا ملاحظہ فرمائیے۔ مولنا تحریر فرماتے ہیں کہ بڑا حصہ عمر کا سررشتہ تعلی
ابتدائی کتابوں کی تصنیف میں صرف ہوا۔ وہ کتابیں نام کو ابتدائی ہیں۔ مگر مجھ سے انہوں نے انتہا سے بڑھ
محنت کی۔ پھر انہیں بار بار کاٹنا اور بنانا، لکھنا اور مٹانا یعنی بڈھا ہو کر بچہ بننا پڑا۔ چلتے پھر
سوتے، جاگتے، بچوں ہی کے خیال میں رہا۔ مہینوں نہیں برسوں صرف ہوئے جب وہ بچوں کے کھلونے
مجھے یاد ہے۔ میری اس کتاب کا پہلا سبق " ماں کی محبت تھا۔ جس میں بڑے خلوص سے ماں کی ما
کو واضح کیا گیا تھا۔ سبق کی ابتدا یوں ہوتی تھی۔ "ماں بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہے۔ باپ حقہ پی رہا
اور بچہ کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ بچہ آنکھیں کھولے پڑا ہے۔ انگوٹھا چوس رہا ہے۔ ماں محبت
بھری نگاہوں سے اس کے منہ کو تک رہی ہے۔ اور پیار سے یہ کہتی ہے۔ میری جان وہ دن ک
جب تو میٹھی میٹھی باتیں کریگا۔ بڑا ہو گا سہرا باندھیگا۔ دولہا بنے گا۔ دلہن بیاہ کر لائیگا۔ ہم بڈ
ہوں گے تو کمائے گا۔ آپ کھائے گا۔ ہمیں کھلائیگا۔ بچہ مسکراتا ہے تو ماں کا دل باغ باغ ہو جا
اس کتاب کے دوسرے سبق بھی اسی طرح ہلکے پھلکے اور آسان تھے۔ یہی حال نظموں کا تھا۔ بڑی
رواں اور سبق آموز، پچھلے دنوں جب اس کتاب کی ایک نظم "صبح کی سیر" کو فیروز سنز کے مرتبہ
کے ایک مجموعہ" قدرت کے نظارے" میں پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ تو فرط انبساط سے میری عجیب
حالت ہوئی۔ مجھے پینتیس ۳۵ سال پہلے کا وہ زمانہ یاد آگیا۔ جب میں نظم کو ترنم سے پڑھا کرتا تھا

Marfat.com

اس کا لطف اٹھایا کرتا تھا۔ جتنے سادہ الفاظ میں اور جسقدر سلیس طریقہ سے فطرت کی رنگینیوں اور بہار رعنائیوں کی عکاسی اس نظم میں کی گئی ہے۔ اردو زبان میں اس کی مثالیں بہت ہی کم ملیں گی۔

اس کتاب سے میری محبت کا یہ عالم تھا۔ کہ ۱۹۲۷ء میں اسے ختم کرنے کے بعد میں نے اسے اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا۔ میں باوجودیکہ کالج کا چکر بھی لگا آیا تھا۔ اس کتاب کو گاہ بگاہ پڑھتا۔ اپنے بچپن کی یاد کو تازہ کرتا۔ اور خوشی محسوس کرتا۔ یہ کتاب میرے پاس ۱۹۴۷ء تک رہی۔ اور پھر ۱۹۴۷ء میں دوسری کتابوں کے ہمراہ اس زمانہ کے فسادات کی نذر ہوگئی۔ ۱۹۴۷ء کی ابتدا میں میں نے اس کتاب کو ازسرنو جلد کرایا تھا۔ لیکن افسوس کہ آں قدح بشکست و آں ساقی نماند مجھے ۱۹۴۷ء کے بعد سے آج تک یہ کتاب بار بار اور بے اختیار یاد آتی رہی لیکن آج کل یہ مفقود و نایاب ہے۔ کہ تلاش بسیار کے باوجود اس کا صرف ایک نسخہ حاصل کرنے میں ابھی تک کامیاب نہ ہوسکا۔ اس کتاب کی زبان میں جو حلاوت شیرینی اور مٹھاس تھی وہ آج کہاں۔ زمانہ کتنی بھی ترقی کیوں نہ کرے۔ اب شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد پیدا نہ ہوں گے۔ اردو ادب کے دربار میں جن کرسیوں پر وہ لوگ متمکن تھے۔ ہمیشہ خالی ہی رہیں گی۔ اور کبھی پُر نہ ہوں گی۔ بڑے بڑے ادیب، شاعر اور عالم عالم وجود میں آتے رہیں گے میر ہوں یا سودا، غالب ہوں یا ذوق، مومن ہوں یا درد، شبلی ہوں یا حالی، نذیر احمد ہوں یا ذکاء اللہ، سرسید ہوں یا آزاد، ان کے کارنامے ہمیشہ اپنی انفرادیت منواتے رہیں گے جب تک اردو زبان زندہ ہے۔ انشاءاللہ زندہ رہیں گے۔

مجھے زمانۂ طالب علمی میں میرے والد صاحب نے ہمیشہ یہی نصیحت کی۔ کہ میں سوائے اپنی درسی کتاب کے کسی اور کتاب کا مطالعہ نہ کروں۔ میں نے ان کی نصیحت پر عمل پیرا ہونے کی پوری پوری کوشش کی۔ لیکن افسوس کہ میری یہ سعی، سعی ناتمام ہی رہی۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا کتابوں سے میرا فطری رجحان مجھے ہمیشہ ایسی ہدایات سے بغاوت کا مشورہ دیتا رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ اچھے طالب علم کے طور پر میں اپنا کام انتہائی توجہ اور محنت سے کرتا۔ اور اس میں کبھی لاپرواہی یا کوتاہی نہ کرتا۔ کھیل کود سے مجھے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے سوائے اس کے کہ میں اپنے فرصت کے لمحات اخبارات، رسائل اور کتابوں کے مطالعہ کے لئے وقف کردوں۔ مجھے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ یہ شغف مجھے اپنے دادا صاحب مرحوم کی کتابوں تک لے گئی۔ اور مجھے ان سے والہانہ محبت ہوگئی۔

Marfat.com

یہ کتابیں اگرچہ میری علمی استعداد سے کہیں بلند تھیں۔ تاہم مجھے ان کی خدمت کرنے میں بڑا سکون محسوس ہوتا۔ میں ان کتابوں کی فہرستیں مرتب کرتا۔ ان پر نمبر اور ناموں کی چیٹیں لگاتا انہیں الماریوں میں باقاعدگی سے رکھتا اور انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا۔ کبھی کبھی کسی کتاب کو اپنی کم علمی کے باوجود پڑھنے اور سمجھنے کی بھی کوشش کرتا۔ مبالغہ نہ ہوگا۔ اگر میں یہ کہوں کہ میرا مزاج لڑکپن سے عاشقانہ تھا۔ میں نے اپنے مدرسہ کی لائبریری سے بھی مطالعہ کے لئے کثرت سے کتابیں برآمد کرائیں۔ اور اس طرح ہر جماعت میں اپنے شوق کی تکمیل کی۔ اس زمانہ میں خدا جانے کون کون سی کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا لیکن ایک کتاب کے متعلق مجھے اپنے تاثرات بخوبی یاد ہیں۔ یہ کتاب نذر سجاد حیدر صاحبہ کی "اختر النساء بیگم" تھی۔ سوتیلی ماں کی زیادتیوں اور حقیقی باپ کی بے اعتنائیوں کے اظہار کے لئے اس کتاب میں جو پیرایۂ بیان اختیار کیا گیا تھا۔ وہ بہت کم لکھنے والوں کو نصیب ہوتا ہے۔ ہر چند کہ کہانی تخیلی تھی۔ مگر حقیقت کا گمان ہوتا تھا۔ مجھے جب یہ کتاب ملی۔ میں ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ اور میری عمر تیرہ سال کے لگ بھگ تھی سردی کا موسم تھا۔ میں نے مدرسہ کا کام ختم کرنے کے بعد قریب نو ساڑھے نو بجے شب اسے پڑھنا شروع کیا۔ اور اس کی دلچسپیوں میں گم ہو گیا۔ یقین کیجئے مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ تمام کی تمام رات اس کتاب کے مطالعہ میں گذر گئی ہے۔ فجر کی اذان کی آواز کان میں پڑی تو میں چونکا اٹھا۔ میں نے دیکھا کہ سحر کی آمد کے ساتھ ساتھ کتاب بھی اختتام کی طرف رواں دواں ہے مطالعہ کے دوران میں ایسے ایسے رنجیدہ اور الم انگیز واقعات سامنے آئے۔ کہ میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ میں یہ آنسو پونچھتا رہا۔ اور کتاب پڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ میں نے اسے ختم کر دیا۔ یہ سطور قلمبند کرتے وقت مجھے زوال حیدرآباد کے متعلق مسٹر کے۔ ایم منشی کی انگریزی کتاب THE ENDOFAN ERA (ایک دور کا خاتمہ) پر مولانا عبدالماجد دریا بادی کے تبصرہ کے الفاظ یاد آ گئے "شری منشی نام ہی کے منشی نہیں۔ ان کے قلم میں جان ہے۔ روداد گو تلخ اور عبرت ناک سہی، پھر بھی تصویر واقعات بڑی جاندار ہے، اور مرقع دلکش اتنا کہ چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ زنجیدگی پڑھنے والے کو کیا آپ نے نہیں دیکھا۔ کہ آنسو برابر نکلتے جا رہے ہیں لیکن یہ نہیں ہوتا۔ کہ کتاب ہی بند کر دی جائے۔"

اسی زمانہ کا ایک اور واقعہ میں آج تک فراموش نہیں کر سکا۔ میری عمر ان دنوں گیارہ بارہ سال

Marfat.com

کی تھی۔ کہ ایک صاحب ہمارے محلہ میں آباد ہوئے۔ یہ کہیں باہر سے تبدیل ہو کر آئے تھے سرکاری ملازمت میں منسلک تھے۔ اور کسی اچھے عہدہ پر فائز تھے۔ ان کی اہلیہ بھی تعلیم یافتہ تھیں۔ ان کا صرف ایک لڑکا تھا۔ جو میرا ہم عمر اور ہم جماعت تھا۔ اور اسی ناطے سے ہمارا ایک دوسرے کے یہاں آنا جانا تھا ایک روز میں ان کے یہاں موجود تھا۔ کہ محلہ کی ایک خاتون ان کے یہاں آئیں۔ صاحبۂ خانہ اُن سے بڑی خوش خلقی سے پیش آئیں۔ اور انہیں اپنے پاس بٹھایا۔ پھر مختلف موضوعات پر جیسا کہ عورتوں کا دستور ہے باتیں ہونے لگیں۔ دوران گفتگو مہمان خاتون نے از راہ مزاح کہا۔ کہ میں ایسے خوبصورت جسم پر زیور بہت کم دیکھ رہی ہوں۔ کیونکہ صاحبۂ خانہ نے اس وقت صرف کانوں میں ہلکے پھلکے سنہری بُندے پہنے ہوئے تھے۔ صاحبۂ خانہ مسکرائیں اور کہنے لگیں زیور میرے پاس بہت ہیں۔ آئیے آپ کو بھی دکھلاؤں۔ چنانچہ وہ اُٹھیں اور انہیں اپنے ہمراہ اوپر لے گئیں۔ میں بھی شوق کی وجہ سے ان کے ساتھ ہو لیا۔ وہاں پہنچکر انہوں نے ایک مقفل کمرہ کھولا۔ اور اس میں داخل ہوئیں۔ اس کمرہ میں کئی خوبصورت الماریاں تھیں۔ جس میں ہزاروں کتابیں بڑے سلیقہ اور نفاست سے رکھی ہوئی تھیں۔ میزبان خاتون نے بڑے فخر سے ان کتابوں کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگیں۔ میرے زیورات ہماری یہ کتابیں ہیں۔ میں نے دیکھا۔ کہ ان کا چہرہ فرط مسرت سے تمتما رہا تھا۔

اینگلو عربک کالج دلی میں داخل ہوا۔ تو اس کی چھوٹی سی لائبریری مجھے بہت بڑی معلوم ہوئی۔ مطالعہ کے بے پایاں اشتیاق نے اس لائبریری کا بڑے ہی پُر کیف انداز میں استقبال کیا۔ لطف یہ کہ میں سائنس کا طالب علم اور ادب کا دلدادہ، والدین بچارے مجھے آئندہ زندگی میں غالباً انجنیئر یا حساب یا سائنس کا پروفیسر دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن میری یہ حالت تھی۔ کہ علم کیمیا اور علم طبیعات کی لیبورٹریوں کی خشک اور روکھی پھیکی فضا سے دل گھبراتا۔ تو اس لائبریری کی ٹھنڈی چھاؤں میں مجھے آرام و سکون محسوس ہوتا۔ اور اس میں رکھی ہوئی سینکڑوں کتابیں میری ہمدم و ہمراز بن جاتیں۔

تعلیم سے فراغت پانے کے بعد میری زندگی میں ایک زمانہ ایسا بھی آیا۔ جب میں نے "بیکار مباش کچھ کیا کر" کے طور پر اپنے آپ کو مختلف متنازعہ دینی مسائل پر بحث و مباحثہ کی راہ پر ڈال دیا۔ میرا یہ مشغلہ ایک طرح سے میرے لئے اچھا ہی ثابت ہوا۔ کیونکہ اس بہانہ مجھے کئی دینی کتابوں کے مطالعہ کا موقع مل گیا۔ جس سے میری معلومات میں کافی اضافہ ہوا۔ اس زمانہ میں ایک پُر لطف

Marfat.com

واقعہ مجھے بھولتا نہیں۔ ہوا یوں کہ احباب نے ایک روز تفریح کے طور پر یہ طے کیا۔ کہ آج فلاں مولوی صاحب سے مناظرہ کیا جائے اور انہیں ایسا زچ کیا جائے۔ کہ بس مزا آجائے۔ یہ مولوی صاحب اللہ مغفرت فرمائے، تھے تو دھان پان قسم کے آدمی، لیکن نہایت غصہ ور" بلکہ سراپا غیظ و غضب، جب جلال میں آتے۔ تو اپنے پرائے کسی کو نہ بخشتے۔ زمان و مکاں کی قید سے آزاد ہو جاتے۔ اور دشنام طرازی چھوڑ، دھول دھپہ تک پر آمادہ ہو جاتے۔ خیر ان کی مسجد میں پہنچے ظہر کی نماز وہیں ادا کی۔ اور نماز کے بعد پوری سنجیدگی سے ایک مسئلہ ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مولوی صاحب نے مسئلہ کی توضیح کی۔ تو میں نے اس پر چند اعتراضات کر دئیے۔ مولوی صاحب جواب دینے لگے لیکن دورانِ گفتگو ایک مقام پر میری گرفت اتنی شدید ہوئی۔ کہ مولوی صاحب کو جواب بن نہ آیا۔ وہ بغلیں جھانکنے لگے۔ مولوی صاحب کی یہ حالت دیکھ کر مجھے قدرے ہنسی آگئی۔ گو میں نے ضبط کرنے اور مولوی صاحب کی طرف اپنا منہ پھیرنے کی کوشش بھی کی لیکن مولوی صاحب کی نظر میرے مسکراتے ہوئے چہرہ پر پڑ ہی گئی۔ اب کیا تھا۔ مولوی صاحب مارے غصے کے لال ہو گئے۔ اور چیخ اٹھے۔ "او کم بخت! تیرے دادا نے ہم سے پڑھا، اور تو ہم پر اعتراض کرتا ہے۔ ٹھہر تو سہی، تیری کیسے گت بناتے ہیں؟" ان الفاظ کے ساتھ مولوی صاحب ہماری تواضع کے لئے اپنا عصا تلاش کرنے لگے۔ اس فرصت کو ہم نے غنیمت جانا۔ اور وہاں سے ایسے رفوچکر ہوئے۔ کہ گھر پہنچ کر ہی دم لیا۔ واضح رہے کہ مولوی صاحب کا عصا کو ہم نے سوچی سمجھی سکیم کے تحت پہلے ہی ان سے علیحدہ کر رکھا تھا۔

اس زمانہ میں دو کتابوں نے میری طبیعت پر بڑا گہرا اثر ڈالا۔ ان میں سے ایک کتاب شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی "تقویت الایمان" تھی۔ اور دوسری مولانا سید الطاف حسین حالی کی مشہور مسدس "مسدس حالی" شاہ صاحب نے اس دور میں جب ہندوستان کے مسلمان بدعقیدگی اور بے دینی کا شکار ہو کر صراط مستقیم سے بھٹک چکے تھے۔ اور شرک و بدعت کی ظلمت پوری طرح ان کے ذہنوں پر مسلط ہو چکی تھی۔ "تقویت الایمان" کی شکل میں اللہ جل جلالہٗ کی توحید کا چراغ روشن کیا۔ دشمنانِ دین نے اسے بجھانے کی بھرپور کوششیں کی۔ لیکن ان کی پھونکوں سے اسلام کا یہ چراغ گل نہ ہو سکا۔ تقویت الایمان کا یہی چراغ ڈیڑھ صدی سے تاباں و درخشاں چلا آتا ہے۔ اس طویل مدت میں اس چراغ کی ضیا پاشیوں

Marfat.com

نے ہزاروں لاکھوں نہیں کروڑوں دل و دماغ کو منور کیا۔ اور آج بھی یہ چراغ گم گشتہ رہوں کیلئے نشانِ منزل کی صورت میں اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ ہم میں موجود ہے۔ اللہ کا شکر ہے تقویت الایمان نے میرے ایمان کو وہ تقویت پہنچائی۔ کہ باوجود بے عمل ہونے کے شرک و بدعت اور جملہ بیہودہ رسوم سے میری طبیعت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تنفر پیدا ہوگیا۔

مولانا حالی مرحوم نے "مسدس حالی" میں مد و جزرِ اسلام کی تصویریں اتنی کامیابی سے کھینچیں کہ اس کے تمام دھندلے نقوش نکھر کر سامنے آگئے۔ مسدس حالی مرثیہ نہ تھی رجز تھی۔ جس کی آتش بیانی نے مسلمانانِ ہند کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ لوگ مسدس حالی کو پڑھتے اور سر دھنتے۔ پھر آہستہ آہستہ اس کتاب نے مسلمانوں کے دلوں میں احساس محرومی کو زندہ اور ان کی قوتِ عمل کو بیدار کیا۔ اس مرحلہ پر یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ جن محرکات کے سہارے ہم آزادی کی منزل کی جانب بڑھے۔ مسدسِ حالی" بھی اُن میں سے ایک تھی۔ حالی کی اس نظم نے اردو شاعری کو ایک نئے راستے پر لا ڈالا۔ اور یہی وہ راستہ تھا۔ جس پر بعد ازاں، اقبال، ظفر علی خاں اور ملت کے دوسرے شاعر گامزن ہوئے۔ مجھے ان دنوں "مسدس حالی" کے بند کے بند یاد تھے۔ جب میں یہ شعر پڑھتا تھا۔

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

تو طبیعت میں عجیب طرح کا احساس پیدا ہوتا۔ اور آنکھیں نمناک ہو جاتیں۔ مسدس کے مطالعہ کا مجھ پر یہ اثر بھی ہوا۔ کہ میرا بحث و مباحثہ اور مناظرہ بازی کا شوق رفتہ رفتہ دھیما ہو کر آخر کار بالکل ختم ہو گیا۔ میری تحقیق کے مطابق نثر میں "تقویت الایمان" اور نظم میں "مسدس حالی" ایسی کتابیں ہیں جن کی مثال باعتبار اشاعت پورے اردو ادب میں نہیں ملتی۔ "تقویت الایمان" کے متعلق تو بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں قیمتاً فروخت اور ہدیۃً تقسیم ہوتی رہی۔ اور یہ بات میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاءُ۔

یہ واقعات جو میں نے تحریر کیے۔ ان کا تعلق ۱۹۴۷ء کے پیشتر کے زمانے سے ہے ۱۹۴۷ء میں قیام کے بعد مجھے مولانا حکیم محمد عبداللہ صاحب مالک دوا خانہ سلیمانی روڑی ضلع حصار سے (بہاولپور) میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حکیم صاحب موصوف سے غائبانہ طور پر تو میں اس زمانہ سے واقف

Marfat.com

تھا۔ جب ۱۹۳۶ء میں اخبار اہلحدیث امرتسر ہمارے یہاں آیا کرتا تھا۔ اور اس میں ان کے دوا کے اشتہارات چھپا کرتے تھے۔ لیکن ایک ہی ضلع سے تعلق رکھنے اور عقیدہ کی ہم آہنگی کے باوجو ان سے ملنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ اور اس کا واحد سبب یہ تھا کہ مجھے پیشتر ازیں یہ معلوم نہ ہو سکا تھا۔ کہ وہ مولوی اور حکیم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اتنے بڑے کتب خانہ کے مالک بھی ہیں جس کی مثال ضلع حصار تو کیا شاید پورے انبالہ ڈویژن میں بھی نہ ہو۔ اور اب حکیم صاحب کی زبانی اس عظیم کتب خانہ کی تباہی اور بربادی کی داستان سن کر میں اپنی بدقسمتی پر ماتم کناں تھا۔ کاش میں حکیم صاحب کے اس کتب خانہ کی زیارت کر سکتا۔ کاش یہ کتب خانہ کسی طرح یہاں منتقل ہو سکتا۔ بہرحال قدرت کو جو منظور تھا۔ وہ ہو کر رہا۔ الحمدللہ کہ جہانیاں میں قیام فرما ہونے کے بعد انہوں نے ۱۹۴۷ء ہی میں ایک نئے کتب خانہ کی بنیاد رکھ دی۔ اور آج اس کتب خانہ میں کتابوں کی تعداد آہستہ آہستہ بڑھ کر چار پانچ ہزار کے قریب جا پہنچی ہے۔

ہاں تو جہانیاں میں حکیم صاحب سے ملاقاتوں پر ملاقاتیں ہونے لگیں۔ ان ملاقاتوں میں وجہ اشتراک ایک ہی تھی اور وہ کتابیں تھیں کتابوں سے ہماری محبت اور شیفتگی کا یہ عالم تھا۔ کہ مصرع:-

"خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو"

ہم پر پوری طرح چسپاں ہوتا تھا۔ حکیم صاحب لاکھ فرزانے سہی لیکن کتابوں کا تو میں ان کو دیوانہ ہی کہوں تو بجا اور درست ہوگا۔ انہیں نے عمدہ غذائیں نہ کھائیں۔ انہوں نے تن ڈھانپنے کے لئے موٹا جھوٹا پہنا۔ ان کے سر پر معمولی سی ٹوپی ہوتی۔ ان کے پاؤں میں بیش قیمت جوتا نہ ہوتا۔ وہ لاہور جیسے شہر میں بڑے سے بڑا فاصلہ پیدل طے کر لیتے۔ لیکن ان تمام تکالیف اور مشکلات کو برداشت کر کے انہوں نے کتابیں خریدیں۔ کتب خانہ بنایا۔ اور پھر کتب خانے کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا۔ مبالغہ نہ ہوگا اگر میں یہ کہوں۔ کہ میں نے ان کی طبیعت میں وہ فقر و غنا دیکھا۔ جو کبھی مولانا حسرت موہانی کا طرہ امتیاز تھا۔ حکیم صاحب فرمایا کرتے ہیں۔ کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول کے بعد دنیا میں کتابوں سے زیادہ پیارا اور کوئی نہیں۔ ان کا یہ قول بھی میرے دل پر نقش بن کر رہ گیا ہے۔ کہ کتاب اور دوا کی کوئی قیمت ہوتی۔ ان کی قیمت ان کی ضرورت ہے۔ مطالعہ کا رسیا تو میں پہلے ہی تھا لیکن مولانا حکیم محمد عبداللہ صاحب کی ہم نشینی اور ہم جلیسی نے میرے سمند اشتیاق پر سراسر تازیانہ کا کام کیا۔ ان کی صحبت میں مجھے کتابیں غیر

Marfat.com

پڑھنے اور اُنہیں کتب خانہ کی صورت میں مرتب کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ میرے پاس آہستہ آہستہ کتابوں کا ایک ایسا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ جس کا مجھ ایسے محدود ذریعہ آمدنی رکھنے والے آدمی کے پاس جمع ہونے کا بادی النظر میں تصوّر ہی نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے الفاظ میں یُوں کہنا چاہئیے۔ کہ اگر حکیم صاحب کے کتب خانہ میں چار پانچ ہزار کے قریب کتابیں موجود ہوں تو چار پانچ سو کے لگ بھگ کتابیں ان سطور کا راقم بھی اپنے کتب خانہ سے برآمد کر سکتا ہے۔ رسائل اور اخبارات کے خصوصی شمارے جو اس تعداد سے یقیناً دوچند ہوں گے اس کے علاوہ ہیں۔

یہاں میں بہت ہی ڈرتے ڈرتے اپنی چار پانچ سو کتابوں کو ایک کتب خانہ کا نام دے رہا ہوں، وہ بھی محض اس وجہ سے کہ لغات میں اس سے کمتر درجہ کا کوئی لفظ نہیں پایا، ورنہ جہاں تک کتب خانہ کی اصطلاح اور اس کی وسعت اور ہمہ گیری کا تعلق ہے۔ مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ کہ میں اپنی کتابوں کے اس انتہائی محدود سے ذخیرہ کو کتب خانہ کہوں۔ میں کیا اور میرا کتب خانہ کیا۔

"دل بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے"

والی بات ہے۔ کتب خانہ کا مقام حقیقت میں بہت ہی بلند ہے۔ اور اس مقام تک پہنچنے کے لئے ذوقِ سلیم کے ساتھ وافر سرمایہ کی اشد ضرورت ہے۔ ہمارے معاشرہ میں علم اور دولت گو دو بالکل متضاد سی چیزیں ہیں لیکن جب یہ دونوں چیزیں خوش قسمتی سے کہیں یکجا ہو جائیں۔ تو وہاں کتب خانہ کی تعمیر و تشکیل ہوتے ہوئے دیر نہیں لگا کرتی۔ ہمارے یہاں خدابخش اورنٹیل لائبریری پٹنہ۔ کتب خانہ حبیب گنج رعلی گڑھ) اور کتب خانہ سلیمانی جہانیاں جیسے عظیم علوم و فنون کے گہوارے دراصل علم و دولت کے اسی قِرانُ السعدین کا مظہر ہیں۔

میں نے اپنے اس کتب خانہ میں کتابوں کو ان کی قلیل تعداد سے قطع نظر ایسی نفاست سلیقہ اور ندرت سے ترتیب دیا ہے۔ کہ ایک چمن سا کھلا ہوا معلوم ہوتا ہے آپ میری ان کتابوں کو ایک جگہ منظم بکھری اور بالکل نئی نئی پائیں گے، اور آپ کو ایسا محسوس ہو گا۔ جیسے یہ سب کتابیں آج ہی خریدی گئی ہیں۔ حالانکہ ان میں سے بیشتر کو خریدے ہوئے ایک زمانہ ہو گیا۔ اس کی واحد وجہ کتابوں سے میرا وہ حقیقی عشق ہے۔ جس کا تذکرہ میں گذرے ہوئے اوراق میں کر چکا ہوں۔

میرے معیار کے مطابق کتابیں خریدنے کا صحیح مقام تو دراصل کسی ناشر کی دکان ہے۔ جہاں ہمارے

Marfat.com

سامنے ایک ہی کتاب کے درجنوں نسخے موجود ہوتے ہیں۔ اور ہم ان میں سے عمدہ سے عمدہ کتاب کا انتخاب اپنی پسند کے مطابق کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک باذوق آدمی کو دقت اس وقت پیش آتی ہے۔ جب یہی کتابیں وہ ڈاک کے ذریعے منگاتا ہے۔ کیونکہ ہمارے ناشرین اور تاجران کتب واضح ہدایات کے باوجود پیکنگ کے معاملے میں عموماً لاپرواہی اور بے توجہی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کتابوں کی جلدیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور اگر جلدیں نہ ٹوٹیں تو بھی کتاب کے اوپر بندھی ہوئی رسّی کے نشانات جلد پر ضرور ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جو بذات خود ایک بڑا عیب ہے۔ کتابوں کے پیکنگ کے یہی نقائص میرے ذہنی کوفت اور دلی رنج کا باعث ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان سے بچنے کی خاطر اپنے اور اپنے احباب کے واسطے کتابیں ہمیشہ اکٹھی منگوایا کرتا ہوں۔ تاکہ کوئی کتاب تو صاف اور ستھری نکلے۔ ایسی کتابوں کا حق انتخاب احباب کی طرف سے دائمی طور پر میرے نام محفوظ ہے۔ ان کی اس شفقت اور عنایت سے مجھ خود غرض کو کتاب قریب قریب اسی حالت میں مل جاتی ہے۔ جس حالت میں کبھی وہ ناشر کے یہاں سے چلی تھی۔ گو بعض دفعہ کوئی نہ کوئی شکوہ پھر بھی میرے لب پر آ جاتا ہے۔ مگر اس کا علاج؟

کبھی کبھی ایسا بھی ہوا۔ کہ کسی خاص کتاب کے متعلق میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ اور میں نے اسے اپنے مقررہ معیار اور مزاج کے مطابق نہ پایا۔ جیسے گذشتہ دنوں میں نے جناب غلام محمد بی۔ اے، عثمانیہ کی تازہ کتاب تذکرہ مولانا سلیمان ندوی کو کمال اشتیاق کے ساتھ منگوایا۔ جب اس کتاب کا مطالعہ کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سید صاحب مرحوم تو بچارے نرے صوفی ہی صوفی تھے۔ ادیب۔ صحافی۔ عالم۔ مورخ اور سیاستدان کچھ بھی نہیں۔ فاضل مصنف اگر اس کتاب کو اس رنگ میں لکھتے۔ جس رنگ میں کبھی انہوں نے نواب بہادر یار جنگ مرحوم کے سوانح حیات قائد ملت قلمبند فرمائے تھے۔ تو سیّد صاحب کی زندگی کے یہ تمام پہلو بھی اچھی طرح سامنے آ جاتے۔ کاش وہ اس کتاب کی تصنیف کے وقت سید صاحب ہی کی "حیات شبلی" کو پیش نظر رکھتے۔ ایسی کتابیں مستقلاً میری طبیعت پر بار ہو جاتی ہیں۔ اور میں بار بار پچھتایا کرتا ہوں۔ کہ فلاں کتاب اگر نہ خریدی جاتی۔ تو کتنا اچھا ہوتا۔ ویسے مناسب موقع آ جانے پر میں ایسی کتابوں سے اپنا دامن چھڑا بھی لیا کرتا ہوں

میرا یہ کتب خانہ جن کتابوں سے عبارت ہے۔ ان میں سے بیشتر کا موضوع آپ بیتی، سوانح حیات رپورتاژ۔ تاریخ۔ سیاسیات۔ خطوط۔ سفرنامے۔ شکار اور مہاتی ادب ہے۔ ان عنوانات کے تحت میں نے ان منتخب کتابوں کو اپنے گرد اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جن کی دلکشی اور پُرلطفی کے سامنے میں

Marfat.com

پ سے دلچسپ ناول کو بھی ہیچ سمجھتا ہوں۔ ناول اور افسانے کا میرے کتب خانے میں گذر نہیں اور میں ان وں پر پیسہ خرچ کرنا گناہ تصور کرتا ہوں۔ کتابوں کی پسندیدگی کے متعلق میرا پہلا اصول یہی ہے۔ کہ کتاب کا انداز شگفتہ اور اس کا طرزِ نگارش ہلکا پھلکا ہو۔ اور وہ کسی اعلیٰ مقصد کی حامل ہو۔ خشک اور ٹھوس کتابیں چاہے ی ہوں یا ادبی، میری طبیعت سے مناسبت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ میں عالم ہوں نہ فلاسفر۔

کتابوں کی تلاش میں بعض اوقات میری یہ عجیب وغریب خواہش (آپ اسے مجذوب کی بڑ کہہ لیجئے) سا ہ گرم کوششوں کا روپ دھار لیتی ہے۔ کہ میرے کتب خانہ میں کچھ ایسی نادر ونایاب قسم کی کتابیں جمع ہو ں۔ جو دُور ونزدیک کسی کے پاس نہ ہوں۔ اور جب میں یہ دیکھتا ہوں۔ کہ میرے اس چھوٹے سے کتب ے میں بعض ایسی کتابیں موجود ہیں۔ جو کسی بڑی لائبریری میں بھی نہیں۔ تو میرے دل میں اپنے کتب خانے ظمت اور ان کتابوں کی اہمیت کا احساس جاگ اٹھتا ہے۔ اور میرا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے۔ لیکن ا ایک لمحہ کے لئے، کیونکہ میں بخوبی جانتا ہوں۔ کہ دوسروں کے یہاں بھی ہزاروں کی تعداد میں ایسی کتابیں ود ہیں جو میرے کتب خانہ میں نہیں ہیں۔ اس مرحلہ پر اس لطیفہ کا اعادہ غالباً باعث دلچسپی ہوگا۔

ایک روز دوا خانہ سلیمانی کی ایک محفل میں کتابوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ حکیم صاحب فرما رہے تھے۔ کہ کے کتب خانے میں محض سفرنامے کے موضوع پر دو ڈھائی سو کے لگ بھگ کتابیں موجود ہیں۔ جن کی ل ہمارے ملک کی بڑی سے بڑی لائبریری میں بھی نہ ملے گی۔ میں نے انہیں چھیڑنے کے انداز میں کہا۔ کہ میرے ب خانے میں فلاں فلاں سفرنامے (ان کی تعداد تین یا چار تھی) موجود ہیں۔ جو آپ کے یہاں نہیں ہیں۔ حکیم حب نے زیر لب مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ کہ "آپ کا ان سینکڑوں سفرناموں کے متعلق کیا خیال ہے۔ جو آپ ے کتب خانہ میں نہیں ہیں۔" اس پر محفل میں ایک زبردست قہقہہ پڑا۔ اور چند لمحوں کے لئے محفل سے سنجیدگی ست ہو گئی۔

اب میں چند واقعات ایسے سپرد قلم کرتا ہوں۔ جن سے معلوم ہوگا۔ کہ میں نے اپنی پسندیدہ کتابیں حاصل کرنے کی خاطر کس طرح اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹا۔ کس قدر ذہنی پریشانیاں مجھے اس راہ میں لاحق ہوئیں۔ کیسے میرے روز وشب ان کے فراق میں گذرے۔ اور کس کس در کی خاک میں نے ان کی تلاش میں چھانی۔ تب کہیں جا کر یہ گوہر مقصود ہاتھ آئے۔ آپ حیران ہونگے۔ کہ سر سید رضا علی کی "آپ بیتی" "اعمال نامہ" کی جستجو میں میری زندگی کے نو دس سال بیت گئے۔ قیام پاکستان کے سال سوا سال بعد کا ذکر

Marfat.com

ہے۔ کہ "آج کل" دہلی کے ایک پرانے شمارے میں "اعمال نامہ" پر ایک مفصل مضمون نظر سے گز[را]
یہ مضمون اسقدر دلچسپ تھا۔ کہ مجھے اصل کتاب دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ ان ہی ایام میں معلوم ہوا
یہ کتاب نذاں کالج کی لائبریری میں موجود ہے۔ وہاں سے اس کو منگوایا۔ پڑھا تو یک گونہ سر[ور]
حاصل ہوا۔ اور دل میں بے اختیار یہ خواہش پیدا ہوئی۔ کہ کاش یہ کتاب اپنی ہوتی۔ ساتھ ہی ایک
لمحہ کے لئے یہ خیال بھی کہ کیوں نہ اس کتاب ہی کو رکھ لیا جائے۔ اور اس کی قیمت ادا کر دی جا[ئے]
اگرچہ کتب خانوں کی دنیا میں اس قسم کے اقدامات جائز اور درست سمجھے گئے ہیں۔ لیکن جب میں
اپنی اس خود غرضی کو اخلاق۔ دیانت اور وسیع تر قومی مفادات کی کسوٹی پر رکھا اور پرکھا۔ تو مجھے
شرم محسوس ہوئی۔ میں نے فوراً اس خیال کو ترک کر دیا۔ اور کتاب واپس کر دی۔ اب میں نے اس کتاب
کی فراہمی کے لئے تگ و دو شروع کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ کتاب اپنی اشاعت کے سال ۱۹۴۲ء ہی میں
نادر و نایاب کا مرتبہ حاصل کر چکی ہے لیکن میرا حوصلہ پست نہ ہوا۔ میں ہر سال تین چار خط مختلف ذریعوں
سے کسی نہ کسی کتب خانے کو لکھتا رہتا۔ کہیں سے تو جواب ہی نہ آتا۔ کہیں سے آتا تو نفی میں آتا۔ اعمال
نامہ کے ناشر جو آجکل کراچی میں کتابوں کا کاروبار کر رہے ہیں۔ کو لکھا تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ اعمال نامہ
کی کوئی کاپی باقی نہیں ہے۔ بس اس کی یاد باقی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ "یاد" کا وی۔ پی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ
حوصلہ شکن جواب آنے پر بھی ہمت نہ ہارتا۔ اسی کشمکش میں ۱۹۵۷ء آ گیا۔ اس سال میرا تعارف
نظامی بک ایجنسی بدایوں سے ہوا۔ ایک خط میں ان سے کتب خانہ کو بھی لکھ ڈالا۔ ان کا جواب ملا۔ کہ
اعمال نامہ کی ایک جلد مستعمل (سیکنڈ ہینڈ) موجود ہے۔ قیمت پندرہ روپے ہوگی۔ (اصلی قیمت
آٹھ روپے تھی۔) اور محصول ڈاک ڈھائی روپیہ ہوگا۔ میں نے اسی روز تار دے دیا کہ کتاب
محفوظ کر لیں۔ رقم ارسال کر رہا ہوں۔ چنانچہ اس طرح یہ کتاب میرے کتب خانہ تک پہنچ گئی۔

... جب نواب بہادر یار جنگ ... کی خود نوشت ... زندگی "مشاہدات" پر جب صدق
میں ... مولانا عبدالماجد دریابادی کا طویل تبصرہ پڑھا۔ تو میں بیتاب ہو گیا۔ کہ اگر یہ کتاب مجھے
نہ ملی۔ تو میرا کتب خانہ کبھی مکمل نہ ہو سکے گا۔ میں نے پاکستان اور ہندوستان کے ہر بڑے تاجر کتب
سے اس موضوع پر خط و کتابت کی لیکن سوائے ناکامی اور نا امیدی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ "صدق" کے بانی
مدیر اور ناظم الحاج حکیم عبدالقوی دریابادی جن کے راقم الحروف سے دیرینہ مراسم ہیں۔ نے میرے

Marfat.com

خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ "مشاہدات" نہ صرف ضبط ہو چکی۔ بلکہ مصنف کی موت کا سبب بن
گئی ہے۔ مشفق محترم جناب ضیاء الدین احمد برنی مدیر "کتابی دنیا" نے جواب دیا۔ کہ مشاہدات کراچی میں کہیں
دستیاب نہیں ہوتی۔ البتہ اس کا ایک نسخہ ایک دوست کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ وہ اُسے
اپنے سے جدا نہیں کرتے۔ جب کبھی مانگا۔ یہی جواب دیا۔ کہ میرے یہاں تشریف لائیے۔ چائے پیجئے
کھائیے۔ اور ساتھ ہی مشاہدات سے بھی دل بہلائیے۔ ان اطلاعات نے میری آتش شوق کو بجھانے
کی بجائے اور بھڑکا دیا۔ اور میری کوششیں تیز سے تیز تر ہو گئیں۔ آخر ایک عرصہ دراز کے بعد ایک دن
وہ بھی آ گیا۔ کہ یہ کتاب مجھے مل گئی، گو دگنی قیمت یعنی بیس روپے میں اور تلاش بسیار اور شدید انتظار
کے بعد۔ ہوش بلگرامی کی زندگی کی یہ داستان خود ان کے قلم سے خوب بلکہ خوب تر ہے۔ "ہوش"
نے رامپور کے نواب حامد علی خاں اور حیدرآباد دکن کے نظام نواب میر عثمان علی خاں کے عشرت
کدوں، عیش گاہوں اور درباروں کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا۔ کاش یہی رنگ تمام کتاب پر غالب ہوتا
شمس العلماء ڈاکٹر مولوی سید علی بلگرامی مترجم "تمدن عرب" و "تمدن ہند"۔ بیگم بلگرامی بابائے اردو
مولوی عبد الحق، علامہ تاجور نجیب آبادی، مولانا سید سلیمان ندوی، اور مولانا عبد الماجد دریابادی
کے متعلق اپنے تعلقات کی روشنی میں انہوں نے جو کچھ لکھا۔ بہت ہی اچھا لکھا۔ لیکن مہاراجہ کشن پرشاد شاد
اور نواب عماد الملک بلگرامی پر تو وہ پورا ایک باب ہی لکھ گئے۔ اس باب میں انہوں نے ان دونوں
عظیم شخصیتوں کے رنگا رنگ مرقعے بہت ہی خوبصورتی اور کمال چابکدستی سے کھینچے ہیں۔ افسوس کہ
"مشاہدات" کا ایک بڑا حصہ انہوں نے حیدرآباد کی سیاسیات کی نذر کر دیا۔ یہاں وہ اس بری
طرح جھکے۔ کہ انہوں نے نام نہاد ہندوستانی پولیس ایکشن کی تعریف کرنے سے بھی گریز نہ کیا۔ اس کی وجہ
غالباً یہ تھی۔ کہ ان کے حیدرآباد کے اس زمانے کے ہندوستانی ایجنٹ جنرل مسٹر ... کے ... منشی
... دوستانہ تعلقات تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے نظام حیدرآباد کے ... کے ...
... کھلا لکھا۔ اور بعض اندرون خانہ اور خالص ذاتی قسم کی چیزیں مشاہدات ... اوراق ...
... آئے۔ چنانچہ جب یہ کتاب منظر عام پر آئی۔ تو اس کی بعض ... ہوئی۔ کہ
مصنف کو بعد میں متعدد مقامات پر اصل اوراق پھڑوا کر ان کی جگہ نئے اوراق چھپوا کر لگوانے پڑے
اور سطروں کی سطریں محذوف کرنا پڑیں۔ اور ان پر نئی عبارتوں کی چٹیں چسپاں کروانا پڑیں۔

Marfat.com

اس ردّ و بدل سے یہ کتاب غالباً اپنی نوعیت کی واحد کتاب بن گئی۔ اس تمام اہتمام کے باوجود مخالف کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی۔ اور آخر کار اس کتاب کو حیدر آباد میں ضبط کر لیا گیا۔ کتاب کی اس ضبطی سے مصنف کو دلی صدمہ پہنچا۔ اور چند دنوں بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

مجھے آپ بیتیوں سے بے حد شغف ہے۔ اور اس موضوع پر ہمارے یہاں جتنی کتابیں اب تک شائع ہوئیں۔ میں نے بڑی کاوش و جستجو کے بعد قریب قریب وہ تمام کی حاصل کر ڈالی ہیں۔ ان کتابوں میں کالا پانی (مولنا محمد جعفر تھانیسری) "ابقاء المنن" (نواب صدیق حسن) "تذکرۂ وحید" (مولنا وحید الزماں حیدر آبادی) "آپ بیتی" (خواجہ حسن نظامی) اعمالنامہ (سر رضا علی)، خون بہار (احمد شجاع)، مشاہدات (ہوش بلگرامی) مشاہدات کابل و یاغستان" (مولوی محمد علی قصوری ایم۔ اے کنٹب)، عمر رفتہ (خان بہادر نقی محمد خاں) میرا افسانہ (چوہدری افضل حق)" ناقابل فراموش " (دیوان سنگھ مفتون)، "جہاد زندگی" (مولوی فیروز الدین) "تذکرہ" (مولنا آزاد) "سرگذشت" (مولنا عبد المجید سالک) "ابو الکلام کی کہانی" (عبد الرزاق ملیح آبادی) "کارنامہ سروری" (نواب سرور جنگ) "آتشکدہ" (جانباز مرزا) "آپ بیتی" "شکار" (خان بہادر حاجی حکیم الدین) "آئینہ فرنگ" (مولنا حسرت موہانی) "میرے زمانہ کی دلی" (ملا واحدی) اور "تذکرہ" (مفتی سید عبد القیوم) شامل ہیں۔ چھ سات برس ہوئے۔ غالباً "نقوش" لاہور میں مجھے خاکہ نگاری پر ایک مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس مضمون میں فاضل مضمون نگار نے ایک مقام پر نواب سر احمد سعید خاں (نواب صاحب چھتاری) کے خود نوشت سوانح حیات "یادِ ایام" کا ذکر بھی کیا تھا۔ یہ کتاب میرے علم میں نہ تھی چنانچہ اپنے اشتیاق کے پیش نظر اس کتاب کے حصول کی مہم شروع کی گئی۔ تین چار سال تک یہ جد و جہد جاری رہی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اب سوائے اس امر کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کہ میں نواب صاحب کی خدمت میں براہِ راست اپنی اس تمنا کا اظہار کروں۔ چنانچہ میں نے انہیں علی گڑھ کے پتہ پر ایک خط تحریر کر دیا۔ پندرہ روز بعد "یاد ایام" میرے کتب خانہ میں موجود تھی۔

اسی طرح سنہ ۱۹۵۳ء کا ذکر ہے۔ جناب رئیس احمد جعفری کے ماہنامہ "ریاض" کراچی میں ضیاء الدین احمد برنی صاحب کے مضامین جن کا موضوع پاک و ہند کی اہم شخصیات تھا، نکل رہے تھے۔ یہ مضامین میری طبیعت کو کچھ ایسے بھائے۔ کہ میں برنی صاحب کو ایک توصیفی خط لکھا

Marfat.com

ور اس میں اپنی اس آرزو کا اظہار بھی کیا، کہ ان مضامین کو جلد ہی کتاب کی شکل دیدی جائے۔ یہ قصہ بعد ازاں زلفِ محبوب کی مانند طویل ہوتا چلا گیا۔ یعنی اس موضوع پر باہمی مراسلت میں ہی آٹھ سال سے زیادہ مدت صرف ہو گئی اور کوئی ساٹھ ستر خطوط کا آپس میں تبادلہ بھی ہُوا۔ کتاب "عظمت رفتہ" اپریل ۱۹۶۱ء میں چھپنا شروع ہوئی۔ تو میں نے بے چین ہو کر اس کے کچھ ابتدائی صفحات برنی صاحب سے منگا ڈالے، تاکہ کچھ عرصہ ان سے دل بہلاؤں۔ جب یہ صفحات آئے تو میں نے دیکھا، کہ کتاب گھٹیا قسم کے نیوز پرنٹ پر چھاپی جا رہی ہے۔ اب تو میرے ارمانوں پر اوس پڑ گئی۔ میں نے اسی روز برنی صاحب کو لکھا، کہ اگر آپ کی یہ عظیم کتاب نیوز پرنٹ پر چھپی تو میرے لئے اس سے بڑا المیہ اور کوئی نہ ہوگا۔ ان کا جواب آیا، کہ خاطر جمع رکھیئے۔ یہ اوراق محض پروف ہیں۔ اصل کتاب آپ کے تخیل سے کہیں زیادہ خوبصورت ہوگی۔ جولائی ۱۹۶۱ء میں آخر کار کتاب شائع ہوگی۔ کیا گرد و پوش۔ کیا جلد۔ کیا کاغذ۔ کیا ٹائپ۔ کیا نفسِ مضمون۔ ہر چیز اعلےٰ اور دیدہ زیب سچ تو یہ ہے، کہ اتنی حسین و جمیل اور اس قدر دلاویز کتاب اب تک ہمارے یہاں چھپی ہی نہ تھی۔ اس کتاب کی ایک جلد راقم الحروف کو ہدیۃً ملی۔ اور ساتھ ہی مصنف کی طرف سے یہ اعزاز بھی، کہ فی الحال اس کتاب کی پندرہ جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ جن میں سے دس آدم جی انعام کے لئے رائٹرز گلڈ کو بھیجی جا رہی ہیں۔ ایک مولانا عبدالماجد دریا بادی صاحب کو، دوسری نیاز فتح پوری صاحب کو، اور تیسری ان سطور کے راقم کو۔ مجھے "عظمت رفتہ" کے متعلق پورا یقین تھا، کہ ۱۹۶۱ء کا آدم جی انعام یہ کتاب جیت لے گی لیکن لے گئیں جمیلہ ہاشمی صاحبہ۔ سچ ہے۔

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ کیوں نہ خوبیٔ قسمت پہ اپنی ناز کرے

Marfat.com

سید زاہد حسین

میرا ذوق کتب اندوزی

دوسری تیسری جماعت کا طالب علم تھا کہ رسالہ "پھول" پڑھنے لگا۔ اس میں جن کتابوں کے اشتہار شائع ہوتے تھے ان میں سے کچھ کتابیں وی پی کے ذریعہ منگا لیتا تھا۔ ان کتابوں میں ہندوستان ہمارا، چابلی نامہ اور گدگدی کے نام اب تک یاد ہیں۔ اسی قسم کی ہلکی پھلکی کتابوں کا مطالعہ غالباً پانچویں جماعت پاس کرنے کے بعد بھی جاری رہا۔ اس زمانے میں دو اور رسالے نیرنگ خیال اور عالمگیر بڑی شہرت رکھتے تھے اور میں ان دونوں کا خریدار تھا۔ ان دنوں ہمارے ہاں زمیندار اخبار آتا تھا۔ بچپن ہی سے مجھے اخبار بینی کا شوق رہا ہے۔ پھول نے مطالعہ کا شوق پیدا کیا اور زمیندار نے سیاسی اور علمی ذوق کو میرے خون میں رسا بسا دیا۔ مدتوں مولانا ظفر علی خان کی ہنگامی شاعری کو بڑی حد تک نہ سمجھنے کے باوجود میں اس شاعری کا رسیا بنا رہا۔ اور اب کہ ظفر علی خان کی شاعری کا دور مدت ہوئی بیت چکا، میں ان کے کلام سے اکثر وجد حاصل کرتا ہوں۔

میرٹھ کی نوچندی کے بڑے چرچے سن رکھے تھے۔ یہ نوچندی ہمارے خاندان ہی کی کچھ زمین میں لگتی تھی۔ ۱۹۴۰ء میں والد مرحوم کے ہمراہ نوچندی دیکھنے گیا۔ اتنا پر رونق میلہ، اتنا ہمہ گیر میلہ، اتنا بڑا میلہ نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا۔ کتابوں کی بڑی بڑی سٹالیں بڑی شائستگی سے سجی ہوئی تھیں۔ پہلی بار پچاس ساٹھ روپے کی کتابیں خریدیں۔ اس وقت مجھے کچھ علم نہ تھا کہ کون اچھا شاعر، کون اچھا ادیب اور کون اچھا مصنف ہے۔ ان دنوں میرٹھ میں جوش کا بڑا چرچا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کا زمانہ تھا اور جوش کی نظم "ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام" لوگ چوری چھپے ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے۔ یہ نظم انگریزوں کے خلاف تھی اس لئے حکومت نے اس کو ضبط کر لیا تھا۔ اس نظم کے باعث گھر گھر جوش کے چرچے تھے جو کتابیں خریدیں ان میں "جوش" کی اکثریت تھی۔ اسی سال میٹرک پاس کر کے صادق ایجرٹن کالج بہاولپور میں داخلہ لیا۔ پروفیسر حاجی احمد صاحب مرحوم، پروفیسر صادق علی صاحب، پروفیسر ڈاکٹر [illegible] اور خاص طور سے پروفیسر محمد ساجد صاحب نے میرے علمی ذوق کو مہمیز کیا۔ میں نے ان اساتذۂ کرام سے بہت کچھ

Marfat.com

ال کیا۔ کالج کے ابتدائی ایام میں اپنے ایک بزرگ سید رفیق احمد صاحب کی رفاقت کی سعادت میسر آگئی انہوں نے ری تربیت کچھ اس انداز سے کی کہ اپنی درسی کتب سے مجھے کبھی شغف رہا ہو یا نہ رہا ہو علمی ادبی کتابیں میرا اوڑھنا بچھونا بن گئیں یہ انہیں کی راہنمائی کا اثر ہے کہ اس وقت میرے کتب خانہ میں چار ہزار سے منتخب کتابیں موجود ہیں۔ ان میں سے ت سی کم یاب اور نایاب ہیں۔ اور سوائے ناول و افسانہ کے تقریباً ہر سنجیدہ موضوع پر کافی مواد موجود ہے۔ میں افسانہ ول کو اخلاقی انحطاط کا ذمہ دار سمجھتا ہوں یہ درست ہے کہ بعض ناول نویسوں نے دنیا میں بڑے انقلاب پیدا ہیں لیکن یہ انقلاب بھی میرے نقطۂ نظر سے کسی اعلیٰ مقصد کے حامل ثابت نہیں ہوتے۔ ان سے اسلامیت و انسانیت کو صان عظیم پہنچا ہے۔

میں نے اپنے کتب خانہ کو حسب ذیل شعبوں میں تقسیم کیا ہے:۔

اسلامیات، اقبالیات، جناحیات (قائد اعظم، مسلم لیگ، پاکستان) غالبیات، حافظیات (حافظ شیرازی) شعر اعری، تذکرہ، ادب، سوانح، نامہ، پیام (مکتوبات) سیاست، تاریخ، زراعت، طب، نسوانیات، نفسیات، ر سیاحت، تہذیب و تمدن، فلسفہ، اخلاقیات، لغت، تصوف، فقہ، منطق، صنعت و حرفت، آرٹ، [illegible] ل و تدریس، لسانیات، تلاش و تجسس، آثار قدیمہ، جغرافیہ، نعتیات، جنسیات، نباتات، ضبط تولید، مخطوطات متفرقات۔

میرا کتب خانہ روز افزوں وسعت پذیر ہے اور میرا مطالعہ [illegible] پڑھتا کم ہوں اور کتابیں زیادہ کرتا ہوں۔ مسلم مسجد چوک انار کلی لاہور کے نامور تاجر کتب مولوی محمد شمس الدین کے خلوص اور تاجرانہ عظمت کا اعتراف ہر ہندوستان، ایران و افغانستان تک میں کیا جاتا ہے۔ انہوں نے میرے شوق کتب اندوزی کو جنون میں بدل کر رکھ دیا۔ مولوی صاحب کی زندگی کا مقصد ہی صرف ایک ہے کہ نادر و نایاب کتابیں کم سے کم قیمت پر ارباب ذوق کو مہیا کے ملک میں زیادہ سے زیادہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ کتب خانوں کا جال سا بچھا دیا جائے۔ میرے کتب خانے کی تعمیر از مولوی شمس الدین صاحب کی مشفقانہ راہنمائی میں مضمر ہے۔ بلا خوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ ملک میں قدر اعلیٰ کتب خانے ہیں ان میں سے اسی نوے فیصدی مولوی شمس الدین صاحب کے مرہون فیض ں سے

یک چراغست کہ از پرتو آں   ہر کجا کہ می نگرم انجمنے ساختہ اند

کتابیں مستعار لے کر پڑھنا اور دوسروں کو اپنی کتابیں مستعار دینا مجھے گوارا نہیں۔ پڑھے لکھے ہونے کے مدعی ں اتنی قیمتی کتابیں ضائع کر چکے ہیں اگر اب کوئی صاحب مجھ سے کتاب مانگ بیٹھتے ہیں تو مجھے

Marfat.com

مجھے بلڈ پریشر کی شکایت ہو جاتی ہے جی چاہتا ہے کہ ان کا منہ نوچ لوں اور دھکے دے کر ان کو گھر سے نکال باہر کروں۔ مجھے کتابی بھک منگوں سے اسی قدر نفرت ہے جس قدر نفرت مجھے ان نیشنلسٹ مسلمانوں سے ہے جنہوں نے ۱۹۴۷ء سے قبل تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی۔

میری ازدواجی زندگی قابلِ رشک ہے۔ ہم دونوں میں کبھی سوائے ایک معاملہ کے کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ اختلاف ہمارے ہاں کم وبیش دو چار روز بعد پیدا ہونا ناگزیر سا ہو گیا ہے۔ اور اکثر شدت اختیار کر جاتا ہے۔ میری عادت ہے کہ برآمدہ ہو یا ڈرائنگ روم، میز ہو یا کرسی، صوفہ ہو یا فرش۔ اپنے ارد گرد اخبار رسالے اور کتابیں جمع کر لیتا ہوں کبھی کسی کتاب پر نظر ڈالی کبھی کسی رسالہ کو دیکھ کر خوش ہو لیا" نوائے وقت" اور اس کی مطبوعات بالالتزام پڑھتا ہوں۔ عمر میں شاید ہی کوئی دن ایسا گزرا ہو کہ نوائے وقت کا مطالعہ نہ کیا ہو۔ سفر میں بھی نوائے وقت ہر قیمت پر حاصل کرتا ہوں۔ ملک میں شریفوں، ثقہ اور محب وطن لوگوں اسلام پسندوں اور جمہوریت کے شیدائیوں کا یہی ایک نقیب روزنامہ ہے۔ گھر میں جہاں کہیں بیٹھتا ہوں ارد گرد کتابیں رسالے اخبار اور خطوط جمع ہو جاتے ہیں۔ آس پاس بکھری ہوئی ان چیزوں میں مجھے عجیب لطف و سرور میسر آتا ہے لیکن یہ بات میری شریک حیات کے ذوق سلیم پر گراں گزرتی ہے۔ وہ ان تمام چیزوں کو سمیٹ سماٹ کر کتب خانہ میں پہنچا دیتی ہیں اور میں اپنے پر رونق ماحول کو ویرانی سی ویرانی میں بدلا دیکھ کر افسردگی کی حالت میں اپنا سر پیٹ لیتا ہوں۔ نہ وہ اپنی یہ خو چھوڑنے پر آمادہ ہوتی ہیں اور نہ میں اپنی وضع بدلنے کو تیار ہوتا ہوں اور اسی ــــــ اک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق۔

میرے والد میر عابد حسین صاحب، دادا میر محمد یسین صاحب اور پردادا میر محمد یامین صاحب وزیر اعظم ریاست مالیر کوٹلہ کو علم و ادب سے خاصا شغف رہا ہے۔

والد مرحوم صاحب تصنیف تو نہ تھے لیکن ان کا بچپن علمی گہوارہ میں گزرا تھا۔ جد ماجد میر محمد یامین صاحب جید عالم تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں انہوں نے ہی سب سے پہلے .... کی تفسیر مظہری کا سراغ لگایا اور اس تفسیر کو طبع کرا کے اہل علم تک پہنچانے کی سعادت حاصل کی دنیاوی طور سے انہیں یہ سودا بہت مہنگا پڑا۔ اتنا مہنگا کہ تقریباً دیوالیہ سے ہو کر رہ گئے۔ میر محمد یسین صاحب بھی کثیر المطالعہ بزرگ تھے۔ فقہ تصوف اور صرف و نحو میں ان کا مقام اعلیٰ و ارفع تھا۔ ان کی ایک کتاب " حج بلا معلم " کے متعلق اہل علم حجاج کرام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ کتاب اپنی قسم کی ایک

Marfat.com

باکمال تصنیف ہے۔ میرے یہ تینوں بزرگ اپنے مطالعہ اور کتابوں کی دیکھ بھال اور رکھ رکھاؤ میں بڑے نفیس مذاق کے مالک تھے۔ میری بیوی اور میری بہن مجھے طعنے دیتی ہیں کہ "باپ دادا تو کس قدر سلیقہ اور شائستگی سے مطالعہ فرماتے تھے اور آپ کس قدر پھوہڑ ہیں کہ جہاں گھڑی دو گھڑی بیٹھ جاتے ہیں کباڑی کی دکان کا سا منظر آنکھوں میں پھر جاتا ہے ......"

ہمارے خاندان میں چار کتب خانے ہیں۔ سید سعید احمد ہاشمی (میرے والد کے چچا) اعلیٰحضرت امیر بہاولپور کے وزیر حضوری ہیں۔ ہاشمی صاحب کے ہاں انگریزی کتب کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ ان کے چھوٹے بھائی سید جمیل الدین احمد صاحب نے میرے جد امجد محمد یامین صاحب کا بہت بڑا کتب خانہ ورثہ میں حاصل کیا ہے۔ میرے دادا میر محمد یٰسین صاحب نے جو ذخیرہ مذہبی کتب کا جمع کیا وہ میرے چچا صاحبان کے پاس اس قدر محفوظ ہے کہ آج تک میں نے اس کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی انہوں نے اس تبرک کو حرز جاں بنا کر رکھا ہوا ہے۔ میرے کتب خانہ میں انگریزی کتب بہت کم ہیں اتنی ہی کم جتنا آٹے میں نمک۔ عربی مجھے آتی نہیں لیکن کچھ کتابیں اس کی بھی میرے پاس نایاب قسم کی ہیں۔ اردو اور فارسی کی مطبوعات میرا اصل سرمایہ ہیں۔ کتابوں کے عشق نے مجھے رسوائیوں سے بھی ہمکنار کیا ہے — ایک مرتبہ سر بازار چلا جا رہا تھا کہ ایک مقامی ہوٹل والے نے میرا راستہ روک کر دریافت کیا "میر صاحب! حضور! اتفاق سے بڑی بڑھیا کتابیں ہاتھ لگی ہیں ......" کتاب میری سب سے بڑی کمزوری ہے۔ کتاب کا نام سنتے ہی میرے قدم آگے بڑھنے کی بجائے واپس گھر کی طرف اٹھنے شروع ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ ہوٹل کا مالک سر پر ایک بہت بڑا گٹھڑ اٹھائے کمان بنا چلا آ رہا ہے اسے دیکھ کر خوشی کے مارے میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ بڑھ کر اس کی پذیرائی کی اور سہارا دے کر اس کے سر پر سے کتابیں فرش پر رکھوائیں۔ وہ پسینہ پونچھنے لگا اور میں کتابیں دیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ دو چار ہی لمحوں میں میری خوشی نے مایوسی سے بڑھ کر افسردگی کی سی صورت اختیار کر لی۔ سب کتابیں انجینئرنگ سے متعلق تھیں۔ مشق کی حاصل مطالعہ کاپیوں میں ذہین اور محنتی طالب علم نے الفاظ کی بجائے موتی بکھیر رکھے تھے۔ سواد تحریر اتنا حسین تھا کہ باید و شاید۔ تھوڑی سی دیر میں خوش قسمتی سے اس کا شناختی کارڈ بھی مل گیا۔ اس کا نام اسلم میمن تھا۔ وہ کراچی کا رہنے والا تھا۔ اور انجینئرنگ کالج لاہور کا طالب علم۔ شناختی کارڈ پر اس کے گھر کا پتہ تحریر تھا۔ اب تمام معاملہ

Marfat.com

آئینہ کی طرح میرے سامنے تھا۔ میں نے ہوٹل والے سے کہا "محمد شاہ" یہ کتابیں تو چوری کی ہیں سچ سچ بتلاؤ کہ یہ تمہارے پاس کہاں سے آئیں؟" اور محمد شاہ نے بتلایا "کہ کریم بخش نامی ایک شخص گاہے گاہے اس کے ہوٹل پر رہائش پذیر رہا کرتا تھا جب اس کے ذمہ بہت سا روپیہ ہو گیا تو وہ "اپنا" یہ سامان چھوڑ کر چلا گیا اور پھر نہیں لوٹا۔ کئی ماہ انتظار کرنے کے بعد میں نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ایک سوٹ کیس میں سے یہ کتابیں برآمد ہوئیں۔ سوٹ کیس تو میں نے رکھ لیا ہے۔ کتابیں میرے کام کی نہیں آپ کو ان کا شوق ہے۔ اس لئے آپ کے پاس لے آیا ہوں"

جب میں نے محمد شاہ کو یہ بتلایا کہ یہ کتابیں ایک طالب علم کی ہیں اور اگر اُسے فوراً نہ پہنچائی گئیں تو اس کا ایک قیمتی سال ضائع ہو جائے گا تو محمد شاہ یہ کہکر واپس چلا گیا کہ "آپ شوق سے یہ کتابیں اصل مالک کو بھیجدیں لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ کہیں میں نہ پھنس جاؤں" میں نے اس سے وعدہ کیا کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا

والد مرحوم ان دنوں فالج کے باعث شکن بستر بنے ہوئے تھے۔ ان کی بیماری سے میرے اعصاب مضمحل ہو چکے تھے میں نے مزید پریشانیوں سے بچنے کی خاطر قانون کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے کتابوں کو ایک صندوق میں بند کیا اور پسنجر ٹرین کے ذریعہ والد مرحوم کے پریشان حالی و درماندگی کے دوست جناب فتح محمد صاحب شیفتہ ریٹائرڈ ڈپٹی چیف کنٹرولر درآمد و برآمد کی خدمت میں ارسال کر دیں تاکہ وہ یہ کتابیں اسلم امین صاحب کے ہاں پہنچادیں اس واقعہ کا علم جب والد مرحوم کو ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے اور مجھے شاباش دی۔ کوئی ایک ماہ کا عرصہ گزرا ہوگا کہ ریلوے پولیس خانپور کا ایک ہیڈ کانسٹیبل میرے پاس آیا اور مجھ سے کتابیں طلب کرنے لگا میں نے اس کو تمام واقعہ سنایا۔ ریلوے کی بلٹی کا نمبر دکھایا اور عم محترم شیفتہ صاحب کے گرامی نامے دکھائے مجھے یقین تھا کہ وہ اصل صورت حال سے آگہی کے بعد میرے اقدام کی تعریف کرے گا لیکن وہ مجھے گرفتاری اور خانہ تلاشی کی دھمکیاں دینے لگا۔ میں اُسے جاہل سمجھکر اس کی ہر بات ہنسی میں ٹالتا رہا۔ اور وہ نٹوں کی طرح بانس پر چڑھتا رہا۔ آخر مجھے بھی غصہ آگیا میں نے اس سے دریافت کیا "کیا آپ کے پاس میرا وارنٹ گرفتاری یا وارنٹ خانہ تلاشی ہے .... ؟ وہ کرسی سے اچھل کر بولا "کیسا وارنٹ ؟ تم کو علم نہیں کہ یہ مارشل لاء کا زمانہ ہے ۔" مارشل لاء کا نام سنتے ہی میں پہلے تو سہم گیا لیکن پھر اپنے حواس مجتمع کر کے میں نے ہیڈ کانسٹیبل سے کہا "مارشل لاء کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ جس شریف کے گھر میں چاہیں بغیر روک ٹوک داخل ہو جائیں۔ میں سمجھتا ہوں آپ نے میرے گھر میں مداخلت بے جا کی

Marfat.com

آپ کے خلاف آپ کے انچارج تھانہ کو تار دیتا ہوں اور مارشل لاء کے حکام کو بھی ٹیلی فون کرتا ہوں ....."
تے ہی ہیڈ کانسٹیبل کے منہ پر ہوائیاں اڑ گئیں اور وہ یہ کہہ کر چل دیا "میر صاحب آپ نے میرے ساتھ
سلوک نہیں کیا۔ میں اپنے حکام کو اس کی رپورٹ کروں گا ....." ہیڈ کانسٹیبل کے جاتے ہی میں نے ممتاز
ی وکلاء سے قانونی راہنمائی حاصل کی۔ سب اس بات پر متفق تھے کہ بغیر وارنٹ تلاشی کے یا ناقابل ضمانت
ٹ گرفتاری کے نہ گھر کی تلاشی لی جا سکتی ہے اور نہ گرفتار کیا جا سکتا ہے اس واقعہ کو ہفتہ عشرہ گزرا ہوگا
ان پور ریلوے پولیس کا ایک اے ایس آئی ایک کانسٹیبل کے ہمراہ پھر میرے ہاں آن دھمکا۔ اس کا رویہ
ی ناشائستہ تھا۔ میں نے اس سے شریف آدمیوں کا سا انداز تخاطب اختیار کرنے کو
لیکن وہ شخص ذہن بگڑا ثابت ہوا یہاں تک کہ میں اس سے یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ اپنے منہ کو لگام دیجئے اور
پ کے پاس میری گرفتاری یا خانہ تلاشی کا کوئی قانونی جواز موجود ہے تو شوق سے اسے پورا کر لیجئے لیکن
رکھیے کہ قانون کے خلاف آپ کی ہر حرکت آپ کے لئے ایک ایسی مصیبت بن جائے گی جس سے چھٹکارا آپ
انی سے حاصل نہ کر سکیں گے۔ یہ سن کر اے ایس آئی مارے غصہ کے تھر تھر کانپتے ہوئے یہ کہہ کر چلا گیا
قانون کو ہم جانتے ہیں ..... قانون ہمارا ہے ..... ہم بہت جلد بتلائیں گے کہ قانون آپ کی امداد
ا ہے یا ہماری ---- " تھوڑی ہی دیر میں نہ جانے شہر میں یہ کس طرح مشہور ہو گیا کہ خدانخواستہ
ری خانہ تلاشی ہوئی ہے بہت سے معززین شہر اور دو ایک سرکاری افسر پہنچ کر میرے پاس اظہار ہمدردی
آئے اور جب انہیں اصل واقعات کا علم ہوا تو وہ حیران سے رہ گئے۔ ان میں سے بہت سے پولیس
ے رویہ سے آزردہ خاطر ہوئے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس افواہ سے میری بہت ہوا خیزی ہوئی
ری ایک ماہ بعد میں اپنی زمینوں پر گیا ہوا تھا۔ شام کو واپسی پر اہلیہ نے بتلایا کہ کتابوں کے سلسلہ میں اس
رتبہ سکھر سے پولیس آئی ہے۔ یہ لوگ صبح سے والد جان کے پاس بیٹھے ہیں اور پریشانیوں کی وجہ سے
ن کا بلڈ پریشر بہت بڑھ گیا ہے ---" پولیس کی آمد اور والد مرحوم کے بلڈ پریشر کے اضافے نے مجھے
خاصا پریشان کر دیا اور مجھے چکر سے آنے لگے۔ تاہم میں فوراً والد صاحب کے پاس پہنچا۔ ان کی چارپائی
کے ارد گرد پولیس والے پہرہ جمائے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی والد مرحوم نے فرمایا "بیٹا گھبراؤ نہیں۔
تم نے جو نیکی کی تھی اس کا علم تھانیدار صاحب کو ہو چکا ہے ..... اللہ تمہاری امداد کرے گا" یہ سن کر
او ہڑی ریلوے سٹیشن کے اے ایس آئی (افسوس ان کا مجھے نام یاد نہیں رہا) آگے بڑھے پر جوش مصافحہ

Marfat.com

کے بعد بڑی تپاک معانقہ کرتے ہوئے فرمانے لگے "میر صاحب یقین کیجیے میں آپ کی شرافت اور بے لوث خدمت کے جذبہ سے بہت متاثر ہو رہا ہوں۔ تمام عرصہ ملازمت میں آپ دوسرے فرشتہ خصلت انسان ہیں جن کے کردار نے میرے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ مجھے ندامت ہے کہ میں اس وردی میں ملبوس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آپ ایسے شریف انسان کے ہاں آیا ہوں۔ کیا کروں' ملازمت پھر ملازمت ہے اس کیس کو خاص طور سے میرے سپرد کیا گیا تھا۔ میں نے کراچی تک کی خاک چھانی ہے معاملہ یہ ہے کہ ایک ملزم کریم بخش چلتی ٹرینوں میں مختلف سنگین وارداتوں کے سلسلہ میں ہمیں مدت سے مطلوب تھا۔ بڑی مشکل سے ہم نے اسے گرفتار کیا تو اس نے جہاں دوسری وارداتوں کا انکشاف کیا وہاں اس چوری کا بھی اقرار کیا۔ پہلے یہ کیس خانپور پولیس نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ لیکن واردات ہمارے حلقہ میں ہوئی تھی اس لئے یہ کیس سکھر ریلوے پولیس کے سپرد کر دیا۔ میں نے یہاں آپ کے ہاں آنے سے پہلے مکمل تفتیش کی ہے۔ کراچی بھی گیا ہوں۔ شیفتہ صاحب سے بھی ملا ہوں آپ نے ریلوے پارسل کے ذریعہ جو مسروقہ کتابیں انہیں بھیجی تھیں وہ اب تک ان کے پاس ہیں کیونکہ اسلم میمن کے والد محکمہ فنانس میں ڈپٹی سیکرٹری ہیں۔ شیفتہ صاحب نے انہیں ٹیلی فون کر دیا تھا کہ وہ کتابیں منگالیں۔ لیکن ڈپٹی سیکرٹری نے اکھڑ لہجہ میں شیفتہ صاحب سے کہا کہ وہ کتابیں ان کے مکان پر پہنچا دیں۔ شیفتہ صاحب مخصوص مزاج کے بزرگ ہیں۔ ان کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ دوستوں کے تو جاں نثار دوست ہیں۔ لیکن فرعون مزاجوں کے لئے موسلے ہیں۔ انہوں نے ڈپٹی سیکرٹری کو حقارت سے جواب دے کر ٹیلی فون بند کر دیا۔ اس لئے یہ کتابیں ابھی تک شیفتہ صاحب کے پاس ہیں۔ میں آپ کو اور شیفتہ صاحب کو پریشان کرنا نہیں چاہتا۔ آپ مجھے کتابیں منگا دیجیے۔ میں آپ سے شریفانہ وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے گی ..... "

اے۔ ایس۔ آئی صاحب کے شریفانہ رویہ سے مسحور ہو جانے کے باوجود' کیونکہ پولیس گزیدہ تھا اس لئے ان پر اعتماد کرنے کو جی نہ چاہا۔ میں نے ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں یہ کتابیں محمد شاہ ہوٹل والے کے ذریعہ ہی اس شرط پر ان کے حوالہ کرنے کو تیار ہوں کہ وہ محمد شاہ کو بھی اس مقدمہ میں ملوث نہ کریں کیونکہ میرے نزدیک اس کا دامن صاف ہے۔" انہوں نے مجھ سے وعدہ کر لیا۔ اور میں نے اگلے ہی روز کراچی سے کتابیں واپس منگا کر محمد شاہ کے ذریعہ ان کے پاس بھیج دیں اے۔ ایس آئی موصوف نے اپنے وعدہ کو نبھایا اور مجھے اور محمد شاہ کو گواہوں کی فہرست میں رکھ لیا

Marfat.com

...مہ کی سماعت سکھر کے ایک مجسٹریٹ کی عدالت میں ہوئی۔ غالباً دو تین ماہ یہ مقدمہ چلتا رہا۔ میں نے ...سٹریٹ سے سفر خرچ طلب کیا تو پہلے تو انہوں نے صاف انکار فرمایا پھر بمشکل تھرڈ کلاس کا کرایہ دینے پر ... ہوئے میں نے سیکنڈ کلاس کے ٹکٹ کا نمبر ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے مجھے اپنے پیش کار ...سپرد کر دیا۔ پیش کار نے دوسرے کمرے میں جا کر بلا کسی تامل کے اپنا "خرچہ" طلب فرمایا۔ میں نے حیران ہو ...ما۔" بھائی میں کوئی ملزم تو نہیں۔ میں تو گواہ ہوں۔ ۔ ۔ ۔"

اس پر پیش کار صاحب نے سیکنڈ کلاس کا کرایہ یہ کہہ کر ادا کرنے سے معذرت کا اظہار کیا کہ "خزانہ ...ں اتنا روپیہ موجود نہیں۔ ۔ ۔" ٹرین کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ میں نے سفر خرچ پر تین حرف بھیجے۔ کمرے ...ر نکلا۔ تو مجسٹریٹ کے چپراسی نے سلام دے مارا۔ میں نے پانچ روپے اس کی نذر کئے۔ کیونکہ اس غریب نے ...ے برآمدہ میں دھکے کھاتا دیکھ کر کرسی لا دی تھی۔ اس واقعہ کو کئی سال گذر چکے ہیں۔ لیکن جب کبھی ...د آتا ہے تو ایک بار پھر یہ اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں کوئی پریس والا پھر نہ آن دبوچے۔

ایک مرتبہ مجھے خود بھی کتابیں چرانے کا شوق ہوا۔ کئی ہفتے تک منصوبے باندھے ایک دن ...صاحب خانہ کی غیر حاضری میں بڑے ڈرامائی انداز میں ان کے مکان کی چھت پر کود کر صحن میں پہنچا۔ ...ابیوں کے کئی گچھے ہمراہ تھے۔ اتفاق سے پہلی ہی چابی سے تالہ کھل گیا۔ اب الماریوں میں سے دو تین ...رجن کے قریب کتابیں نکالیں۔ تالے بند کئے اور گھر آ گیا۔ یہاں پہنچتے ہی ضمیر نے شکنجے میں کسنا شروع کیا ...دو تین دن انتہائی پریشانی میں گذرے۔ بار بار جی چاہتا کہ صاحب کتب کے پاس جا کر اعتراف جرم ...کروں اور معافی چاہوں۔ لیکن اس کیلئے جسقدر اخلاقی جرأت کی ضرورت تھی اسی قدر اس کا یہاں فقدان ...تھا۔ آخر پھر مالک مکان کا پروگرام معلوم کیا لیکن اس مرتبہ پہلے کا سا نہ حوصلہ تھا نہ جرأت اس لئے ...دو ایک کو اپنا راز بنایا۔ مناسب موقع پر ان کو متعین کیا۔ اور خود لرزاں ترساں مکان میں داخل ہوا ...اور جہاں جہاں سے کتابیں چرائی تھیں وہیں رکھ دیں۔ دل کی دھڑکن کا یہ حال تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ...سینہ شق ہو جائیگا۔ اور دل باہر نکل پڑے گا۔ بارے خدا خدا کر کے یہ منزل بھی آسان ہوئی۔ اب جب بھی اس کا خیال آ جاتا ہے نادم سا ہو کر رہ جاتا ہوں۔

ایک لطیفہ بھی سن لیجئے۔ میرے ایک دوست ہیں نورالزمان اوج۔ ایک دن وہ ایک فرشتہ خصلت اسلام دوست اور منکسر المزاج سی ایس پی آفیسر۔ ایس ایم اے اشرف صاحب کے ملازمت میں

Marfat.com

غریب خانہ پر تشریف لائے اشرف صاحب عام سی- ایس پی آفیسرز کی ڈگر سے ہٹ کر اسلامی کتب کے مطالعہ سے خاص شغف رکھتے ہیں میں نے اپنے کتب خانہ میں ان کو سب سے پہلے مذہبی کتابیں دکھانی شروع کیں- ایک مقامی زمیندار بھی میرے ہمراہ کتب خانہ میں آ گئے تھے- اشرف صاحب ایک مذہبی کتاب پر نظر ڈال رہے تھے کہ زمیندار نے مجھے اشارہ سے ایک طرف بلایا اور دریافت کیا "جناب کے ہاں اصلی اور بڑی کتاب بھی ہے؟" میں سمجھا' یہ قرآن پاک کے متعلق دریافت کر رہا ہے میں نے کہا "قرآن کریم کے تو میرے پاس نادر ہی نہیں نایاب نسخے بھی ہیں ـ" زمیندار نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جواب دیا- "آپ تو بھولے بادشاہ ہیں- میرا مطلب اصلی ہندوستانی کوک شاستر سے ہے"

—— کہنے سننے کو تو یہ ایک لطیفہ ہے- لیکن اس لطیفے میں کس قدر المیے پوشیدہ ہیں جب بھی اس کا تصور کرتا ہوں- کانپ اٹھتا ہوں ـ

غالب نے تو یہ کہکر شوخیٔ طبع کا سامان پیدا کیا تھا کہ

ع چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مرے مرنے کے بعد تصویر بتاں بھی ملیں گی "حسینوں" کے خطوط بھی برآمد ہوں گے اور علم نافع کے دفینے بھی

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے فراغت بھی میسر ہے- کتابوں کی دولت سے بھی مالا مال ہوں- گو تندرستی بھی رشکِ فردوس خسم کا دکھتا ہوں- لیکن "لوگ" جینے نہیں دیتے- "قائد اعظم" تری دہائی ہے

(بقیہ فن خطاطی کا ایک نادر ذخیرہ)

تین متفرق نمونے ہیں-

۱- مشق کا نمونہ ہے جس میں مرکب الفاظ کی مشق کی گئی ہے ـ

۲- حاشیہ کی بیلوں کا نمونہ ہے-

۳- خط نسخ میں آیتہ الکرسی تحریر ہے- دو سطروں میں مفرد و مرکب الفاظ کی مشق کا نمونہ ہے

Marfat.com

زاہد حسین

مبارک اردو لائبریری محمد آباد (سنجرپور)

۳۵ سال قبل کا دھندلا سا ایک خاکہ اب تک ذہن میں محفوظ ہے۔ والد مرحوم بہت خوشی خوشی گھر میں تشریف ے۔ ہاتھ میں ایک رسالہ تھا فرمانے لگے۔ "اللہ کی شان ہے اس لق و دق ریگزار کے ایک زمیندار سید مبارک شاہ نجرپور سے یہ رسالہ نکالنا شروع کیا ہے" والد مرحوم کئی روز تک آنے جانے والوں کو یہ رسالہ دکھلاتے رہے شاہ صاحب کے ادبی ذوق کو سراہتے رہے کہ انہوں نے اس رسالہ کا نام بھی "لالۂ صحرا" رکھا۔ ۴۲-۱۹۴۱ء میں جب ادر درسگاہ صادق ایجرٹن کالج بہاولپور کی لائبریری میں مختلف رسالے رکھے دیکھتا تو میرے لاشعور میں "لالۂ صحرا" ہور گھوم جاتا۔

۱۹۳۲ء میں شاہ صاحب نے برصغیر کے مشہور شاعر جناب روش صدیقی کے اشتراک و تعاون سے "لالۂ صحرا" ئع فرمایا تھا۔ اے کاش ان دنوں شاہ صاحب کے مالی حالات سازگار ہوتے اور اس رسالہ کی اشاعت کا سلہ جاری رہتا۔ جہاں تک میری معلومات ہیں لالۂ صحرا نے صرف ایک بار اپنا دل داغ داغ، دنیا والوں کو دکھایا ر پھر ایسا غائب ہوا۔ کہ اب اس کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔

ماموں رفیق احمد صاحب کچھ ماہ کیلئے بسلسلہ ملازمت اقامت فرمائے سنجرپور ہوئے۔ انہوں نے ہ صاحب کے ہاں کتب و رسائل کو پڑھا بھی، چاٹا بھی اور کھنگالا بھی اور جب وہ یہاں آتے تو ان ے دل و دماغ پر مبارک شاہ صاحب چھائے ہوئے تھے۔ اور ان کی آنکھوں میں شاہ صاحب کا تب خانہ سمایا ہوا تھا۔ ان کی باتیں سن سن کر میرے دل میں بھی سنجرپور جانے کا شوق ہوا لیکن معلوم ہیں کیوں سنجرپور یہاں سے بیس میل دور ہونے کے باوجود بیس ہزار میل دور ہو کر رہ گیا۔ وقت پر قت گزرتا چلا گیا۔ آخر چند سال قبل دوستی کے معاملہ میں نا قابل رشک لیکن مذاق علمی سے بہرہ ور اپنی ہمگنگ

Marfat.com

شاف کے انسپکٹر پولیس سید دبیر حسین کے ہمراہ مبارک لائبریری کا شوق دید کشاں کشاں محمد آباد (سنجر پور) لے گیا مبارک شاہ صاحب کے متعلق سنا تھا کہ کتابیں مستعار دینا تو بڑے دل و گردے کا کام ہے وہ لائبریری کی زیارت کراتے ہیں بھی غیر معمولی محتاط قسم کے بزرگ واقع ہوئے ہیں لیکن شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

شاہ صاحب انتہائی شفقت سے پیش آئے ہال میں کارنس اور میزوں پر بے ترتیبی سے رکھی ہوئی کتابیں دیکھ کر۔ کشد کرشمہ دل کر جا اینجا است۔ کا سا سماں بندھ گیا۔ دل و دماغ کتابوں میں کھوئے ہوئے تھے اور گفتگو شاہ صاحب سے ہو رہی تھی کہ تصور عرش پہ ہے اور سر ہے پائے ساقی پر کا سا منظر تھا۔ دوران گفتگو مجھے کنکھیوں سے ادھر ادھر بکھری ہوئی کتابوں کو دیکھتے ہوئے شاہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ "میر صاحب! ذرا ان کتابوں پر نظر ڈال لیجئے۔ پھر لائبریری دکھاؤں گا" یہ سنتے ہی دل کا کنول کھل گیا اور محسوس ہوا کہ مجنوں کے ہاتھ لیلیٰ کا آنچل آ گیا۔ پروانے کو شمع میسر آ گئی۔ پیاسا سالب آب جو آپہنچا۔ بلبل سر شاخ رہنے کی بلائیں لینے لگا اور میخوار کو شراب صد سالہ مل گئی۔

اس کتاب کو ہاتھ میں لیا۔ اس پر نظر دوڑائی۔ اس پر جھکا۔ اس کو دیکھا۔ اتنے میں شاہ صاحب مجھے ملحقہ کمرے میں لے گئے۔ اور یہی کمرہ دراصل میرا حاصل جستجو اور مرکز آرزو تھا۔ کچھ الماریاں نگار اور معارف اور دوسرے رسالوں کی فائلوں سے اٹی پڑی تھیں اور کچھ میں سینکڑوں کتابیں اوپر نیچے بھری ہوئی تھیں دل نے سوال کیا۔ شاہ صاحب کا یہ ذوق موروثی ہے یا ذاتی؟ انہیں کب مطالعہ کا شوق ہوا؟ انہوں نے علم و ادب کے سمندر کو اس کمرے کی دیواروں کے اندر کس طرح محیط کر لیا؟ انہی خیالات میں غلطاں پیچاں اپنے مشفق میزبان کی علمی فتوحات کے حضور خاموش خراج تحسین وارادت پیش کرتا ایک الماری سے دوسری الماری کی جانب بڑھا چلا جا رہا تھا کہ اچانک قدم رکے اور ہاتھ نادانستہ طور سے ایک کتاب کی جانب بڑھا۔ اس کتاب کو کھولا تو جی چاہا۔ کہ علم کے اس شیدائی اور ہمالہ استقامت۔ مبارک شاہ کو سجدۂ تعظیم بجالاؤں۔ لیکن میری "وہابیت" آڑے آئی۔ کتاب کے آغاز ہی میں ایک صفحہ سید مبارک شاہ صاحب کے قلم گوہر رقم سے کچھ یوں مزین تھا۔

"......... مجھے اس کتاب کو خریدنے کا شوق تھا۔ مالی حالت سقیم ہونے کے باعث اپنا یہ ارمان پورا کرنے کی کوئی سبیل دکھائی نہ دیتی اس زمانہ میں روسا کے ہاں موڑھے کرسیوں کا کا

تے تھے اور کرسیاں ڈھونڈے سے بھی نہ ملتی تھیں۔ میں نے آری بسولہ سنبھالا اور ایک کرسی بنا ڈالی جو ایک رئیس کو پسند
ئی۔ میں نے موقع غنیمت سمجھا۔ کرسی فروخت کی اور یہ کتاب خرید لی......"

نا کرتے تھے کہ عاشق کمر باندھے تو دِلّی سو اکوس رہ جاتی ہے اب اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خار و خس
جھونپڑی میں رہنے والے ایک فقیر بے گلیم کے عشق کتابی نے دیکھتے ہی دیکھتے وحشت آباد ویرانہ کو ایک رشک فردوس نظر علمستان میں بدل کر رکھ دیا۔ حضرت اسماعیلؑ نے نجد کے بے آب و گیاہ صحرا میں ایڑیاں رگڑیں اور ان سے زم زم کا چشمہ پھوٹ بہا اور سنجر علم محمد مبارک شاہ نے محمد آباد کے بنجر علاقہ کو اپنی آبلہ پائی سے نم کیا۔ اس میں علم کی زرخیزی کی بیج پھوٹے کلے نکلے شاہ صاحب نے خون جگر سے ان کو سینچا اور دیکھتے ہی دیکھتے علم و ادب ہر صنف کے گل و بوٹے تین ہزار اشجار جھوم اٹھے۔ لہلہا اٹھے۔ گلستان علم کے ہزار داستان عنادل برصغیر کے کونے کونے سے آکر یہاں اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہیں۔ طیور چمن علم و ادب شاخ شاخ جھومتے ہیں۔ اور اپنی منقاروں میں مطالعہ کے سدا مہکتے پھول لے کر اپنے آشیانوں میں جا بسیرا کرتے ہیں۔ کہیں کسی ٹہنی پر کوئی بلبل شیراز کا وجد آور راگ الاپ رہا ہے کہیں کوئی پپیہا انیس کا مرثیہ سنا کر عشق کو سینہ کوبی پر آمادہ کرتا دکھائی دے رہا ہے کہیں ہزار گلستان سعدی نغمے بکھیر رہا ہے تو کہیں اقبال کا شاہین اڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ کہیں کوئی مرغ سحر ــــ "تو کجائی تا شوم من چاکرت" کی بانگیں دے رہا ہے بھانت بھانت کے "پنکھ پکھیرو" اپنی اپنی لن ترانیوں میں مست تلاش و تجسس میں سرگرم نغمہ ریزیوں میں محو غور و فکر میں گم دکھائی دیتے ہیں اور ...... سامنے ...... بوڑھا باغبان ......

مبارک شاہ اپنی موروثی خس و خاشاک کی جھونپڑی میں بیٹھا انہیں دیکھ دیکھ کر ہنس رہا ہے مسکرا رہا ہے اور دامن پھیلا پھیلا کر اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر دردمندی سے اقبال کا یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

پھلا پھولا رہے یا رب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

۱۹۳۶ء میں بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق اور جناب نیاز فتح پوری کی ہدایت و مشورہ سے آنجہانی ریاست بہاولپور کی تاریخ میں یہ اولین کتب خانہ قائم ہوا۔ نیاز نے اس کا نام مبارک جیلانی لائبریری تجویز کیا لیکن سید مبارک شاہ کو اردو سے جو عشق ہے اس کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ان کا بس چلتا تو وہ اپنا اسم گرامی ان اردو شاہ یا اردو مبارک شاہ رکھ لیتے اور اگر شاعر ہوتے تو تخلص تو یقیناً اردو ہی رکھتے۔ انسان

Marfat.com

وضعدار اور سعید ہیں۔ خود تو سینہ پر پتھر رکھ کر بڑوں کے رکھے ہوئے نام پر ہی اکتفا کیا۔ کہیں کتب خانہ کا نام مبارک اردو لائبریری پڑ گیا۔ ریاست بہاول پور میں یوں تو ایسے بزرگ بھی موجود ہیں جو بحوالۂ نوائے وقت لاہور اپنے ہاں کے دو ہزار سالہ قرآن پاک کے نسخے پر ناز کرتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مبارک اردو لائبریری میں قرآن پاک کے بہت سے ایسے نسخے موجود ہیں جو دو ہزار سال پرانے تو یقیناً نہ ہوں گے لیکن سینکڑوں سال کی قدامت کے ضرور حامل ہوں گے۔

شاہد صاحب نے لائبریری کی ترتیب میں برصغیر کے نامور حضرات سے استفادہ کیا ہے لیکن موجودہ دور میں حضرات "رئیسین" جناب رئیس امروہوی اور جناب رئیس احمد جعفری) شاہد صاحب کے مشیران اعلیٰ ہیں۔ ان دونوں شاہد صاحب اردو اور فارسی کے ادبیات عالیہ کا ایک ایسا انتخاب فرمانے میں مصروف ہیں، جس کی تشنگی تو بقول ان کے معلم و متعلم ادیب اور شاعر، مقرر اور محرر پیر و جوان مرد و زن ہر ایک کو بری طرح محسوس ہوتی ہے لیکن جس کی اصل افادیت کا علم و احساس اس کی اشاعت کے بعد ہی ہو سکے گا۔

شاہد صاحب اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں، ایک ادارہ ہیں، ایک تحریک ہیں۔ ایک متحرک کتب خانہ ہیں۔ ذرا اس متحرک "کتب خانہ" کے متعلق برصغیر کے مشاہیر کی نگارشات عالیہ ملاحظہ فرمایئے۔

"...... یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ وہ (سید مبارک شاہ صاحب) ادب اردو کا ذوق رکھتے ہیں اور ایک عرصہ دراز سے مختلف صورتوں میں اردو کی خدمت کر رہے ہیں اور اس مفید زبان کا شوق اس علاقہ میں پھیلا رہے ہیں۔ اس خدمت کے لئے وہ بہت ایثار کر رہے ہیں اور اپنی محنت کی کمائی کا بہت سا حصہ اس کام کی انجام دہی میں انہوں نے صرف کیا ہے

یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ ان کے علاقے کے معزز اور مخیر رئیس جناب سردار نور محمد خان صاحب لغاری بھی اس لائبریری کے سرپرستوں میں ہیں اور انہوں نے اس کی موجودہ عمارت کے قیام میں قابل قدر و قابل شکریہ امداد دی ہے ......" (سر شیخ) عبدالقادر

" آپ ایسے ادبی اور علمی مذاق کے بزرگ سمندر میں جزیرے یا صحرا میں نخلستان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جہاں پہنچ کر مسافر اپنے سفر کی زحمت و کوفت اور محنت کشی و محنت کوشی سے عارضی فراغت حاصل کرتے ہیں اور دوبارہ گامزنی کے لئے تازہ دم ہوتے ہیں...... " (جگر)

Marfat.com

"...... آپ بہت یاد آتے ہیں۔ اسی کے ساتھ آپ کی سنجیدگی، کم سخنی۔ آپ کی بہت سی باتیں جو آپ کی تیز عقل کا اظہار کرتی ہیں آپ کا مذاق۔ آپ کی خودداری" کاش خدا آپ کو جلد جلد لکھنؤ آنے کا موقع دیتا ....

ہماری آپ کی مراسلت اس طرح ہے گویا ہم آپ شب کو بند کمرے میں بے تکلفانہ، افسانہ گوئی کر رہے ہیں۔ کوئی مخل ہونے والا نہیں ہے ......"

(ریاض خیرآبادی)

"...... آپ صاحب علم بھی ہیں اور صاحب عمل بھی ......"

(عرش ملسیانی)

"...... سید صاحب میرے دیرینہ مخلص اور عنایت فرما ہیں۔ زبان اردو کی خدمت و اشاعت ان کا مقصدِ حیات ہے ......"

(روش صدیقی)

"........ سید مبارک شاہ صاحب جیلانی کی خدمت میں مجھے ایک عرصہ سے نیاز حاصل ہے آپ دولت عباسیہ بہاولپور کی قلمرو میں اس حیثیت سے مشہور ہیں کہ آپ صحیح ذوق علمی رکھنے کے ساتھ دل میں سچی اسلامی تڑپ رکھتے ہیں ...."

(مولانا ظفر علی خان)

"...... مجھے ان سے مل کر اور ان کی باتیں سن کر بہت خوشی ہوئی ....

بہت پرانی باتیں یاد آئیں ...... سید مبارک شاہ صاحب کو اردو سے غیر معمولی لگاؤ ہے۔ ان کی مادری زبان ملتانی ہے۔ لیکن اردو ایسی بولتے ہیں جیسے اردو بھی مادری زبان ہے"

(ملا واحدی)

"... صاحب ذوق ہیں۔ کثیر الملاقات ہیں۔ تجربہ کار ہیں اور ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں ...."

شاہد احمد دہلوی

Marfat.com

"........ آج اللہ کا فضل ہے کہ میں سید مبارک شاہ صاحب سے ملا.... مجھے نہایت مسرت ہوئی کہ وہ ایک علمی انسٹی ٹیوشن کے بانی ہیں۔ ریاست بہاولپور مسلمانوں کی ایک اچھی ریاست ہے۔ اس کے اہالی علمی روشنی پیدا کرنے کا سامان نہایت مبارک کوشش ہے۔
قرآن عظیم کو حجۃ اللہ البالغۃ کے اصول پر اگر اس زمانہ کا نوجوان تفسیر کر کے یقین پیدا کرے تو وہ آج کی دنیا میں مجمع اقوام کا سرکردہ بن سکتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ لائبریری اس کام کو پورا کرے گی۔ واللہ الموفق"...

(مولانا عبیداللہ)

"....... آپ نے اپنے قصبہ سنجر پور میں اردو کا ایک کتب خانہ عام لوگوں کے فائدے کے لیے کھول رکھا ہے۔ اردو ادب اور زبان سے ان کو مخلصانہ محبت معلوم ہوتی ہے.... میں ان کی ادبی مساعی اور گرم جوشی سے بہت متاثر ہوا۔
جو کچھ اردو کی خدمت اور ادب کا شوق پھیلانے میں آپ کر رہے ہیں وہ آپ کے ذاتی ذوق اور انتہائی کوشش کا نتیجہ ہے"

(برجموہن تامریہ کیفی)

"........ سید مبارک شاہ سے ملنا ملاقات خضر و مسیحا جیسا مبارک سمجھتا ہوں"
خواجہ شفیع

"....... ان کی جواں ہمتی قابل رشک ہے۔ بہاولپور کے ریگستان میں ادب اردو کا چمن کھلایا ہے۔ ہندوستان بھر میں گئے ہیں۔ ارباب علم سے ملے ہیں۔ ایسے بزرگوں کو صوفیوں کی اصطلاح میں ابدال کہتے ہیں...."
چراغ حسن حسرت

"...... مجھے سید مبارک شاہ سے مل کر ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی ہم خیال سے مل رہا ہوں ہیں ادبی ذوق کے ہمراہ تعمیر ادب کے خیال اور خیال کے دامن بدامن ارادہ ہیں

Marfat.com

احسان دانش

بے تاب پاتا ہوں

"........ انہوں نے ریاست بہاول پور کے ایک مقام میں اردو کتب خانہ قائم کیا ہے اور وہ ان کا محنتوں کا ثمر ہے ......"

ہیچمدان سید سلیمان ندوی

"........ اتنے مخلص، سیدھے سادے اور سچے لوگ اس غرض پرست دنیا میں کہاں"

ماہر القادری

"...... اردو ہندوستان میں دم توڑ رہی ہے لیکن پاکستان میں اگر ایسے نفوس مبارک موجود ہیں تو اردو کا مستقبل روشن اور تابناک ہے اسے کبھی زوال کا اندیشہ نہیں ہو سکتا ..."

رئیس احمد جعفری

"........ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان نہیں کوئی دیوتا سامنے آ گیا ہے ....

بہاول پور ایسے ریگزار میں شجر علم و ادب کی آبیاری کوئی آسان بات نہ تھی لیکن اس دشواری کو انہوں نے جس مردانہ عزم و استقلال سے آسان بنایا اس کا اندازہ ان کی لائبریری اور اسی نوع کی دوسری علمی و ادبی خدمات سے ہو سکتا ہے۔

نیاز فتح پوری

"...... میں نے بے شمار علم دوست اور ادب نواز حضرات کو قریب سے دیکھا ہے ان سے گفتگوئیں کی ہیں۔ شعر ترازیاں بھی ہوئی ہیں اور چھیڑ خوانیاں بھی۔ لیکن ہر ب کب۔ اس عمر میں آپ کے ذوق شاعرانہ کی لطافت اور اس فن میں آپ کو جو انہماک و استغراق ہے اور جس طرح آپ شعر و ادب کے منتخب حصوں، جملوں، مصرعوں اور فقروں کو یاد رکھتے ہیں اس کی مثال میری نظر سے نہیں گزری آواگون کا مجھے کوئی ثبوت نہیں ملا تھا۔ اب آپ کے وجود میں ایک زندہ دلیل مل گئی ہے عجب نہیں کہ پچھلے جنم میں آپ میر کے ہمنشین، سودا کے رفیق ۔ غالب کے محرم اسرار اور داغ کے رازدار رہے ہوں۔

Marfat.com

"........ یہ لائبریری - یہ مجموعہ کتب یہ علمی نادر کا ذخیرہ - یہ بیاضیں سب اسی جذبہ پنہاں کے مظاہر ہیں - جس کا عکس آپ کی ہر نقل و حرکت میں نظر آتا ہے"

رئیس امروہوی

"........ تاریخ شاہد ہے - بادشاہوں کے تاج نااہل شہزادوں کی بدتدبیریوں کے باعث خاک میں مل گئے - جن دیوان خانوں میں علم و فضل کی محفلیں جما کرتی تھیں وہاں چوسر و شطرنج کی بازیاں ہوتی دیکھی گئیں - جن کمانداروں سے جاندار کانپتے تھے ان کی اولاد کے ہاتھوں میں غلیل دیکھتے ہی لرزہ پیدا ہو گیا جو شاہسواروں مارا کرتے تھے ان کے بیٹے رؤسا کے اصطبلوں میں گھوڑوں کی لید اٹھاتے دیکھے گئے ہم سے پہلے اور ہمارے سامنے یہ تماشا روز و شب ہوتا آیا ہے اور ہو رہا ہے

بابر کے ہاں ہمایوں' اکبر کے ہاں جہانگیر' شاہجہان کے ہاں عالمگیر' سرسید کے ہاں جسٹس محمود - اور جسٹس محمود کے ہاں راس مسعود - ڈپٹی نذیر احمد کے ہاں مولوی بشیر الدین اور مولوی بشیر الدین کے ہاں شاہد احمد روز روز پیدا نہیں ہوا کرتے - ممکن ہے آگے چل کر بہت سے سی ایس پی حضرات کے ہاں سی ایس پی بچے پیدا ہوں لیکن تی زمانہ سید مبارک شاہ کے ہاں انیس جیلانی کا پیدا ہونا مغتنمات میں سے ہے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات' دیکھ کر اپنے زور بازو سے حاصل کردہ اقلیم علم و ادب کا علَم شاہ صاحب نے اپنے اس بیٹے کے سپرد کر دیا - انیس نے آنچہ پدر نتواند پسر تمام کند کی مشہور کہاوت کو تھوڑے ہی عرصہ میں سچ کر دیا - انہوں نے اپنی مملکت حیرت شملوی اکادمی کو مبارک اردو لائبریری کا جزو لاینفک بنا دیا - وہ آجکل حیرت شملوی کے کم و بیش تین چار ہزار مکتوبات کی اشاعت کیلئے ان کی ترتیب میں مصروف ہیں - حیرت سے متعلق کم و بیش ڈیڑھ درجن کتابیں شائع کرنے کا قصد رکھتے ہیں - بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق مرحوم پر تحقیق ان کا من بھاتا مشغلہ ہے - حالات نامساعد ہیں لیکن ان نامساعد حالات نے کبھی اگر ان سے مساعدت کی تو وہ دن دور نہیں جب برصغیر کے پڑھے لکھے اس "ان پڑھ" نوجوان کے آگے خراج ہنر پیش کرنے حاضر ہوں

...... ابا ڈار ڈار تھے بیٹا پات پات ثابت ہوا -

Marfat.com

حافظ غلام نصیر الدین شبلی مہری

حضرت الشیخ الجامع لائبریری

(مہر منزل محلہ گنج شریف بہاولپور)

حضرت الشیخ الجامع مولانا غلام محمد گھوٹوی قدس اللہ سرہ العزیز کا نام نامی و اسم گرامی برصغیر پاک و ہند کے علمی حلقوں میں بلکہ عالم اسلام میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ حضرت کا آبائی وطن ضلع گجرات ہے جہاں ۱۸۵۰ء کے قریب آپ کی پیدائش ہوئی۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد ختم فارسی اور ابتدائی صرف و نحو تک تعلیم آپ نے اسی گرد و نواح میں حاصل کی۔ دس گیارہ سال کی عمر میں تحصیل علوم کا شوق آپ کو جمال العلماء فخر الاساتذہ حضرت حافظ جمال الدین گھوٹوی کے درس میں لے آیا۔ استاذ کی دقت آفریں نگاہ نے اپنے اس ہونہار طالب علم کو دیکھ کر پوری توجہ اور کمال محبت سے صرف و نحو کی تکمیل کرائی اور قطبی میبذی تک پہنچتے پہنچتے یہ شاگرد رشید اتنی استعداد حاصل کر گیا کہ استاذ کو مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ "پانی سر توں ٹپ گئے" شاگرد کو وقت کے سب سے زیادہ سربرآوردہ مدرسین کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ حضرت ممدوح نے کچھ دن ضلع مظفر گڑھ کچھ ضلع میانوالی کے علاقہ داؤدخیل میں کچھ دن نعمانیہ ہند لاہور میں حضرت مولانا غلام احمد صاحب جو فنون ریاضی میں یکتائے روزگار تھے سے فنون ریاضی حاصل کرنے کے بعد حضرت استاذ الاساتذہ و فخر الجہابذہ مولانا احمد حسن کانپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے علوم عقلیہ اور عربی ادب کی تکمیل فرمائی ہی تھی کہ اجل نے حضرت استاذ کو ان کے ہاتھوں سے چھین لیا چنانچہ اس کے بعد آپ نے حضرت فضل حق صاحب رامپوری کی خدمت رامپور میں حاضر ہو کر الٰہیات بالخصوص امور عامہ بلاغت فقہ و اصول فقہ کی تکمیل فرمائی اور حضرت مولانا رئیس الاطباء استاذ المحدثین حکیم وزیر حسن صاحب کی خدمت میں طبعیات طب اور حدیث کی تکمیل فرمائی تقریباً تین سال تک مدرسہ عالیہ رامپور میں سرکاری مدرس بھی رہے اور اس تمام دوران میں

Marfat.com

حضرت کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جو کچھ وقت کی سعادت سے مالی طور پر میسر آتا اس کو یا تو دماغی قویٰ کی اصلاح و تقویت پر صرف فرماتے یا کتابیں خرید کرتے پر لیکن یہ ذخیرہ محدود تھا۔ آپ ابھی رام پور میں مدرس تھے کہ آپ کے استاد حضرت جمال العلماء گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے اور آپ کو اندازہ ہو گیا کہ اب سفر آخرت قریب ہے چنانچہ آپ نے اپنے مدرسہ کے معاونین کو بلایا اور فرمایا کہ یہ درس میں نے جان جوکھوں میں ڈال کر آباد کیا ہے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر قیمت پر اس کو باقی رکھا جائے اور اس کے باقی رکھنے کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ مولوی غلام محمد جس طرح بھی یہاں آسکیں ان کو یہاں لایا جائے چنانچہ ان لوگوں نے حضرت کا ایک خط حضرت ممدوح کے نام لیا اور جس طرح بھی بن پڑا آپ کو رام پور سے گھوٹہ میں لے آئے حضرت حافظ گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند جنہیں سے حضرت حافظ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاولد فوت ہوئے وہ حضرت ممدوح کے شاگرد تھے نہ صرف شاگرد بلکہ فریفتہ دل عاشق تھے ان کی وفات کے وقت جو کتابیں ان کے پاس تھیں انہوں نے وہ آپ کے نذر کر دیں اس طرح ابتدائی کتابوں کا خاصا ذخیرہ آپ کے پاس جمع ہو گیا حسن اتفاق کہ مولانا عبدالتواب صاحب نے جو ملتان کے مشہور کتب فروش تھے حضرت کے فضیلت علمی سے اپنے خاندان کو مستفیض کرنے کے لیے اپنا ایک لڑکا مولوی عبدالواسع حضرت ممدوح کے درس میں گھوٹہ میں داخل کر دیا اس طرح چونکہ ایک بڑے کتب فروش کے ساتھ خصوصی تعلقات قائم ہو گئے تھے اس لیے دیار عرب یا ہند کی جو بھی کتاب شائع ہوتی حضرت کو اس کا بر وقت علم ہو جاتا اور آپ اپنے وسائل کے مطابق کتابیں خرید فرماتے رہتے اور اس طرح سے کافی مصری اور دیگر ممالک کی کتابوں کا ذخیرہ آپ کے پاس جمع ہو گیا۔ فتح الباری شرح بخاری قسطلانی شرح بخاری مرقات شرح مشکوٰۃ۔ اشعۃ اللمعات مصنف ابن ابی شیبہ۔ حدیث میں فتح القدیر مصری حاشیہ علامہ ابن عابدین فتاویٰ عالمگیری قاضی خان، بزازیہ ہدایہ جامع صغیر امام محمد فقہ میں کشاف تفسیر ابن جریر بیضاوی (مقام درس) وغیرہ فقہ میں اور اس قسم کی چند اور کتابیں بھی آپ نے اس وقت خرید فرمائیں۔ پھر اس کے بعد جب بہاولپور میں بحیثیت شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور تشریف لائے تو مالی حیثیت بڑھ جانے کی وجہ سے آپ نے عبدالتواب صاحب مرحوم سے اور زیادہ خریداری کی چنانچہ طبقات کبریٰ ابن سعد مطبوعہ یورپ۔ کتاب الاغانی تفسیر خازن مدارک روح المعانی سراج منیر اور عینی شرح بخاری نیل الاوطار صحاح ستہ، تصنیفات ابن تیمیہ رسائل ابن عابدین، المجلہ، مغنی اللبیب کتاب سیبویہ

Marfat.com

مشنی، و دیگر شروح الفیہ حاشیہ صبان، فتوحات مکیہ، احیاء العلوم، حجۃ اللہ البالغہ، قوت القلوب تصنیفات ابن قیم وغیرہ تاریخ طبری تاریخ بغداد للخطیب شذرات الذہب وغیرہ کافی کتابیں خرید فرمائیں آپ کی وفات تک الشیخ الجامع کی لائبریری میں کافی کتابیں جمع ہو چکی تھیں آپ کی وفات کے بعد میرے والد ماجد حضرت کے خلف الصدق مولانا حافظ محمد عبدالحی صاحب چشتی بقول الولد سر لابیہ اسی طرح کتابوں کے شائق تھے وہ بھی اپنی بساط کے مطابق حتی الامکان کتابوں کی خریداری اور ان کو جمع کرنے میں لگے رہے۔ حدیث میں سنن کبری، امام بیہقی سنن دار قطنی شروح ترمذی شروح موطا تفسیر روح البیان تفسیر مظہری بیضاوی کامل حاشیہ شہاب بربیضاوی فقہ میں مبسوط امام سرخسی ذیلعی شرح کنز بحر الرائق عینی شرح کنز نصب الرایہ نحو میں خصائص ابن جنی الاشباہ والنظائر صفوۃ الصفوہ وغیرہ جمع ہوئیں چنانچہ اس وقت فن وار کتابوں کی تقریباً تعداد حسب ذیل ہے۔

حدیث	۲۶	اصول حدیث	۲۷۲		
تفسیر	۲۲۴	اصول تفسیر	۷	معقولات	۲۳۰
فقہ	۲۱۵	اصول فقہ	۳۵	علم الکلام	۱۵
تاریخ	۲۸۵	سیر	۱۵	فارسی کتب	۹۹
اصول تاریخ	ایک عدد (مقدمہ ابن خلدون)	صرف	۵۵		
نحو	۲۱۳	اصول نحو	الاشباہ والنظائر الاقتراح [illegible] ایک عدد		
لغت	۳۵	اصول لغت المزہر	ایک عدد		
تصوف	۲۸۰	ادب	۸۳		
علم المعانی	۴۵	علم اسماء الرجال	۲۶۴		

قلمی کتابوں کا زیادہ ذخیرہ حضرت جد امجد رحمہ کے بعد فراہم ہوا ہے جن میں سے کچھ وہ کتابیں ہیں جو حضرت والد ماجد کو اپنے ننھیال کے اجڑے ہوئے علمی گھرانے سے حاصل ہوئیں انہی میں شرح عقائد کے حاشیہ پر اس کا وہ اصل مسودہ بھی شامل ہے جس کے مصنف علامہ مولانا عبدالعزیز صاحب پرہاروی کے اپنے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ سنہ ۱۲۰۰ھ کا لکھا ہوا ایک قرآن مجید بھی ہے کافیہ کی

Marfat.com

شرح متوسط معروف بوانیہ اور شرح جامی کے حاشیہ عصام کا ایک قدیمی نسخہ بھی ہے ریاضیات مع ارشاد النحو شرح تھذیب النحو۔ فتوحات مکیہ نصف آخیر اشعۃ اللمعات دو جلد مولانا علی قاری کا حاشیہ جلالین وغیرہ نادر قلمی کتابیں شامل ہیں یہاں یہ امر ذکر کر دینا زیادہ مناسب ہے کہ پچھلے سال مولانا عبدالعزیز صاحب میمن جامعہ اسلامیہ میں تقاریر فرمانے کے لئے ورود فرمائے بہاولپور ہوئے تھے تو آپ کتابی ذوق کے پیش نظر بہاولپور کی تمام لائبریریوں میں گھومے تھے مگر ان کی نگاہ کہیں ہیں ٹکی تھی لیکن جب حضرت الشیخ الجامع لائبریری کو انہوں نے دیکھا تو نہ صرف یہ کہ نہایت خوش اور متعجب ہوئے تھے بلکہ ان کو یہاں کچھ ایسی کتابیں دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا تھا جو شاید ان کی جہاں گشت نگاہوں میں آج تک ان کو کسی اور جگہ دست یاب ہونی نظر نہ آئیں چنانچہ انہوں نے نہایت گراں قیمتوں پر خرید کرنے کا ارادہ بھی ظاہر فرمایا لیکن حضرت والد ماجد نے یہ گوارا نہ فرمایا اور اپنے .... ذوق کے پیش نظر ان کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکی یہاں یہ عرض کر دینا مناسب ہے کہ آج کل زمانہ میں کسی کو مطالعہ کے لئے ہی سہی کتاب دینا بڑی غلطی ہے۔ اس لئے ہم اپنی کتاب الانساب للسمعانی مطبوعہ یورپ اور تذکرۃ الخلیل اور اخبار الاخیار سے محروم ہو چکے ہیں اس لئے ہم یہ درخواست بھی ساتھ ہی کرتے ہیں کہ مضمون ہذا کو دیکھ کر کوئی شخص ہم سے کتاب مانگنے کی زحمت نہ فرمائے

بقیہ

قاہرہ میوزیم میں چند گھنٹے

صفحہ ۵۶۰ سے آگے

ذریعہ اس عالم بے مثل نے عربی ادب اور تاریخ پر بیش بہا مضامین سپرد قرطاس کئے علامہ تیمور پاشا کا کتب خانہ بھی دار الکتب کے سپرد کیا گیا ہے جس کی فہرست چھاپی جا رہی ہے اور خزانۂ تیموریہ کے نام سے چار جلدیں اب تک چھپ بھی چکی ہے۔

Marfat.com

... زبیر بہاولپور
... ل الحق محمود
ایم اے

میرا کتب خانہ

میں شروع ہی میں عرض کر دوں کہ وہ کتب خانہ جسے میں اب اپنا کہتا ہوں وہ بیشتر میرے والد پروفیسر قاضی فضل حق (صدر شعبۂ فارسی گورنمنٹ کالج لاہور) کا فراہم کردہ ہے اور اگرچہ میں نے اس کتب خانہ میں خود بھی کوئی ایک ہزار کتابوں کا اضافہ کیا ہے۔ میرا اس پر استحقاق صرف اسی قدر ہے کہ میں اسے زمانہ کی دستبرد سے محفوظ رکھے ہوئے ہوں۔ میں خود بھی اس سے مستفید ہوتا ہوں۔ اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ دوسرے لوگ بھی اس سے مستفید ہوں۔ چنانچہ اس کتب خانے کا یہ تعارف میری اسی خواہش کے اظہار کی ایک صورت ہے۔

مجھے ذاتی طور پر فارسی زبان و ادب کے چار مختلف ادوار سے زیادہ لگاؤ ہے۔ پہلا دور ایران میں اسلام کے تسلط سے پہلے کا ہے۔ دوسرا دور اس برعظیم میں فارسی زبان و ادب کی ترویج و اشاعت کا دور ہے۔ تیسرا دور ایران میں عہد مشروطہ کی فارسی زبان و ادب سے تعلق رکھتا ہے اور چوتھا دور جدید فارسی زبان و ادب کا دور ہے۔ چنانچہ میں اپنے کتب خانے کی ان کتابوں کو ترجیح دیتا ہوں جو ان چار مختلف ادوار سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن اس کتب خانے میں آموزی، عبرانی، عربی، فارسی، اردو، پنجابی، انگریزی، جرمن فرانسیسی زبان و ادب سے متعلق کئی ہزار مطبوعہ کتابیں اور نادر و نایاب قلمی نسخے موجود ہیں۔

جو لوگ میرے والد کے حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ موصوف جس گاؤں کے رہنے والے تھے، وہ ضلع گجرات (مغربی پاکستان) کا ایک دور افتادہ گاؤں ہے۔ اس گاؤں میں ان کے خویش و اقارب یعنی میرے بزرگ آج بھی مقیم ہیں جن کے گھرانوں میں عربی اور فارسی کے نادر و نایاب قلمی نسخوں کے ذخیرے اب تک محفوظ ہیں۔ قیاس چاہتا ہے کہ جب والد بزرگوار کو کتابیں جمع کرنے کا شوق ہوا ہوگا تو سب سے پہلے

Marfat.com

اپنے ہی خاندان کے علمی و ادبی ذخیروں سے اپنی پسند کی کتابیں چن کر لاہور لے آئے ہوں گے اور جیسے جیسے ان کا شوق بڑھتا گیا ہو گا انھوں نے خود بھی کتابیں خریدنا شروع کر دی ہوں گی۔ میں صرف اسی قدر جانتا ہوں کہ لاہور سے فارغ التحصیل ہو کر وہ میکلوڈ عربک ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے علی گڑھ تشریف لے گئے اور وہاں جرمن مستشرق پروفیسر ڈاکٹر جوزف ہوروٹز کی نگرانی میں عربی زبان و ادب کے استدراک میں مشغول ہو گئے۔ اور اسی سلسلے میں آسوری اور عبرانی زبانوں پر عبور حاصل کیا۔ بلکہ جرمن اور فرانسیسی بھی سیکھی تاکہ مستشرقین کی تحقیق و تدقیق سے بھی مستفید ہو سکیں۔ میرے کتب خانے میں آسوری، عبرانی، جرمن، فرانسیسی، عربی اور فارسی کی متعدد کتابیں اسی عہد کی یادگار ہیں۔ پھر وہ راج شاہی کالج (مشرقی پاکستان) میں السنۂ شرقیہ کے پروفیسر مقرر ہوئے اور اسی زمانے میں انھوں نے بنگالہ کے مشہور مخطوطہ فروشوں سے کئی قلمی نسخے خریدے۔ راج شاہی کالج کی ملازمت ترک کر کے وہ پھر چلے آئے اور یہاں گورنمنٹ کالج میں فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ جہاں وہ رفتہ رفتہ فارسی کے صدر بن گئے۔ اور ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء کو لاہور میں انتقال کیا۔ اور اپنی خواہش کے مطابق اپنے آبائی وطن تاجکے ضلع گجرات میں سپرد خاک کئے گئے۔ اس وقت ان کی عمر غالباً باون برس کی تھی کیونکہ حکومت کی ایک سول لسٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اگست ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے۔

کتابوں کا ان کو آخر دم تک شوق رہا۔ اور جیسے جیسے ان کے اساتذہ، احباب، شاگردوں اور مداحوں کا حلقہ وسیع ہوتا گیا۔ دور دور سے کتابیں اور رسالے ان کے ہاں پہنچنے لگے۔ بنگالہ کے سر بدل الرحمٰن (جن کے نام پر میرا نام بدل حق رکھا گیا)، پروفیسر عطا الرحمٰن، پروفیسر ایم اے غنی، چودھری سر شہاب الدین، سر فضل حسین، پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، پروفیسر حافظ محمود شیرانی، پروفیسر سراج الدین آذر، مولوی نیک عالم فیضی، عبدالعزیز میمن، مولوی ڈاکٹر محمد صدر الدین، پروفیسر گلبہار سنگھ، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال (اورینٹل کالج)، بابا بدھ سنگھ، ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ، پروفیسر قاضی محمد اسلم، پروفیسر احمد شاہ بخاری پطرس، پروفیسر ڈی کلوسن، پروفیسر گیرٹ، پروفیسر سوندھی، پروفیسر رچرڈسن، پروفیسر ڈکنسن اور کئی دیگر اصحاب ان کے خاص احباب تھے۔ ان میں سے بعض کے اپنے کتب خانے تھے۔ والد بزرگوار ان کے کتب خانوں سے مستفید ہوئے۔ کہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ علم کے معاملے میں بخل کو بہت بڑا گناہ تصور کیا جاتا تھا۔ یہ اصحاب بلا تکلف انھیں اپنی کتابیں مرحمت فرما دیتے۔ اس وقت میں جن نادر قلمی نسخوں کا آپ سے تعارف کرانا چاہتا ہوں ان

Marfat.com

اس پہلا بیتا چنابی کی کتاب عشقیہ پنجاب کا خطی نسخہ ہے۔ بیتا چنابی اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کا ایک دیہاتی
فارسی گو شاعر ہے۔ اس نے اپنی یہ تصنیف سنہ ۱۱۱۲ھ میں مکمل کی۔ اس کتاب کا دوسرا نسخہ دنیا کے کسی کتب خانے
میں محفوظ نہیں۔ اور یہ واحد نسخہ ہے۔ جو زمانے کی دستبرد سے بچ گیا ہے۔ اس پر تاریخ کتابت درج نہیں۔ لیکن
گمان غالب ہے کہ یہ بارھویں صدی ہجری کی تحریر ہے۔ بیتا چنابی کے والد حکیم زردیش شاہجہان کے عہد میں
مشہور طبیب اور وید تھے اور گڑھ کیلاس (ضلع گوجرانوالہ) کے رہنے والے تھے۔ چنابی اپنے والد کی طرح
فن طب کا ماہر تھا۔ اور اضافی شغل کے طور پر شعر کہتا تھا۔ وہ نواب محبت خان کھرل سے وابستہ تھا۔ جو گرد
نمالیہ ضلع منٹگمری کے رئیس تھے اور اورنگ زیب عالمگیر کے دربار میں خاصا اثر و رسوخ رکھتے تھے۔

چنابی نے عشقیہ پنجاب میں ہیر و رانجھا کا عشقیہ قصہ فارسی مثنوی میں نظم کیا ہے اور اس کا ایسا دعویٰ
ہے کہ فارسی نظم میں اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ لیکن حال کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ چنابی
سے پہلے تین فارسی گو شاعر اس موضوع پر مثنویاں لکھ چکے تھے۔ ان میں سے ایک حیات جان باقی کولابی
تھا۔ جو اکبری عہد میں گزرا ہے۔ اور جس نے اپنی مثنوی ہیر و رانجھا سنہ ۹۸۳ھ سے سنہ ۹۸۷ھ کے درمیان
مکمل کی۔ اس مثنوی کا ایک ہی نسخہ ہے جو چودھری سر شہاب الدین کے کتب خانے میں تھا۔ اور آج کل
نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ چودھری صاحب کے زمانہ حیات میں پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع
صاحب کی نظر سے بھی گزرا تھا۔ کیونکہ انھوں نے سندر داس آرام کی مثنوی گلشن راز عشق دو جو ہیر رانجھا
ہی کے موضوع پر ہے۔ اور سنہ ۱۱۷۱ھ میں تصنیف ہوئی اس کے ضمن میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ چودھری صاحب
نے یہ نسخہ میرے والد مرحوم کو بھی مستعار دیا تھا۔ کیونکہ انھوں نے اس کی ایک نقل تیار کرائی تھی۔ جو اب
میرے پاس محفوظ ہے

اس موضوع پر دوسری فارسی مثنوی افسانہ دلپذیر ہے۔ جس کا واحد نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری [illegible]
محفوظ ہے۔ یہ سعید سعیدی کی تصنیف ہے۔ اور [illegible] کے درمیان شاہجہان کے عہد میں مکمل ہوئی۔ اس
نسخے کا تعارف استاد مکرم ڈاکٹر محمد باقر اپنی تالیف پنجابی قصے فارسی زبان میں بھی کرا چکے ہیں۔ تیسری مثنوی
... کی ہیر رانجھا ہے۔ جو سنہ ۱۰۶۵ھ ہجری میں مکمل ہوئی۔ اس کا واحد قلمی نسخہ جو زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہ گیا
ہے۔ میرے اپنے کتب خانے کی زینت ہے۔ والد مرحوم نے اس کے بارے میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں
بتایا تھا کہ اورنگ زیب عالمگیر کے درباریوں میں عیسیٰ بن اسلام خان مشہدی گزرا ہے جس کا خطاب ہمت خاں

Marfat.com

اور تخلص میرن تھا۔ اس نے قصہ کامروپ کام لتا کا ہندی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ اور اس کا نام دستور ہمت رکھا اور لائق سے اس کی فرمائش پر اس کو فارسی نظم میں منتقل کیا۔ اور اپنے منظوم کی تاریخ "نقش دلخواہ" سے کہی جس کے اعداد ۱۰۹۶ھ ہوتے ہیں۔ لیکن والد مرحوم تذکروں کے مطالعے سے اس لائق کی درست تشخیص نہیں کر سکے تھے۔ اُن کا قیاس تھا کہ لائق کا نام عاشق یا محمد مراد تھا۔ یا وہ ہمت خاں کا بیٹا خان جہان خاں تھا۔ مگر اب ڈاکٹر محمد باقر نے "تذکرہ شمع انجمن" سے استدراک کیا ہے۔ کہ اس لائق کا نام عاشق یا محمد مراد جونپوری تھا۔ اور وہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں کچھ عرصے کے لئے لاہور کی سوانح نگاری پر بھی مامور رہا تھا۔ فارسی میں ہیر رانجھا کا قصہ نظم کرنے والوں میں بیتا چنابی کا نام اسی لائق کے بعد آتا ہے بیتا چنابی نے عشقیہ پنجاب میں صرف ہیر و رانجھا کی مثنوی ہی نہیں لکھی بلکہ مثنوی کی ہر فصل کے شروع میں منتخب غزلیں بھی درج کی ہیں۔ اور یوں عشقیہ پنجاب میں مثنوی کے ساتھ ساتھ چنابی کے دیوان کا ایک جامع انتخاب بھی ملتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کا ایک بلند پایہ غزل گو شاعر بھی تھا اور عشقیہ پنجاب کے نثری دیباچے سے پتا چلتا ہے کہ وہ شعری اسلوب کی سادگی اور صفائی کو پسند کرتا تھا۔ اور ناقابل فہم اشاروں اور کنایوں سے اجتناب کرتا تھا۔ خاص طور سے وہ صائب تبریزی اور اس کے متبعین کی "خیال بندی" یا "خیال آفرینی" کا سخت مخالف تھا۔ اور سعدی اور خسرو کا دلدادہ تھا۔ اس کا ایک شعر ہے :-

سعدی و خسرو بہ طاق افتادہ، صائب در بغل
خندہ می آید مرا بر شعر فہمی ہائے خلق

ڈاکٹر محمد باقر کی تالیف "پنجابی قصے فارسی زبان میں" چنابی کے متعلق والد بزرگوار کا ایک مضمون میرے تکملہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے اور اپنے تکملہ میں میں نے چنابی کی مثنوی کا خلاصہ خود اسی کے اشعار سے مرتب کیا ہے۔ اس لئے میں چنابی کی مثنوی کے بارے میں کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ البتہ یہ ضرور عرض کر دوں گا کہ چنابی کا قصہ ہیر و رانجھا کے مشہور قصے سے کسی قدر مختلف ہے اور اس میں رانجھا کے لئے ناہی کا نام استعمال کیا گیا ہے۔

لائق کی مثنوی کا یہ واحد نسخہ جو میرے کتب خانے کی زینت ہے۔ ۱۹۰۲ بکرمی میں قصبہ مجیٹھہ کے ایک کاتب امام الدین بن پیر بخش نے تحریر کیا۔ گو یہ نسخہ والد مرحوم کے زمانہ حیات میں مکمل تھا۔ لیکن اب یہ ناقص الآخر ہو گیا ہے۔ موجودہ صورت میں ۱۸ عنوانات کے ماتحت مثنوی کے کل سات سو ساٹھ شعر باقی رہ گئے

Marfat.com

اور لائق کے اندازِ بیان سے گمان ہوتا ہے کہ اس نے ایک سو نئیں شعر اور کہے ہوں گے جو اب تلف ہو چکے ہیں۔

لائق کی مثنوی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے یہ قصہ ہندی یا پنجابی میں کہا تھا۔ اور لائق نے اپنی مثنوی کی بنیاد اسی قصے پر رکھی ہے۔ لیکن اس کا خیال ہے کہ ہندی یا پنجابی قصہ کچھ ایسا قابل قدر نہیں۔ یہ ہندی یا پنجابی تصنیف یا دمودر کی پنجابی ہیر ہے۔ جس نے باختلاف روائے اکبر، شاہجہاں یا اورنگ زیب کا زمانہ پایا ہے۔ یا پھر لائق نے بھائی گوردا س بھلہ کی پنجابی واریں دیکھی ہیں۔ جن میں لیلیٰ مجنوں اور سسی پنوں کے ساتھ ساتھ ہیر رانجھا کی داستان بھی بیان کی گئی ہے۔

لائق کی مثنوی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کسی خوش گو شاعر نے بھی یہ قصہ نظم کیا تھا یہ خوش گو شاعر باقی کولابی ہو سکتا ہے۔ یا سعید سعیدی، جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ میرا اپنا قیاس یہ ہے کہ لائق نے سعید سعیدی کی مثنوی دیکھی، یا سنی ہو گی۔ کیونکہ اس کے ہاں ایک شعر ایسا ہے جو سعید سعیدی کے شعر سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔ وہ شعر یہ ہے:۔

من جرعہ خور ز جام جامی من بندۂ خسرو و نظامی

اس کے مقابلے میں سعید سعیدی نے (جس کا ایک نام سعید جامی بھی تھا) یہ شعر کہا ہے۔

امروز منم سعید جامی خاک کفِ خسرو و نظامی

اگر سعیدی کے شعر میں سعید جامی کو سعیدی ہی کا دوسرا نام تسلیم کیا جائے تو پھر کہا جا سکتا ہے کہ لائق نے سعیدی کی مثنوی پڑھی ہے۔ لیکن اگر سعیدی کے شعر کو یوں پڑھا جائے

امروز منم سعید جامی خاک کفِ خسرو نظامی

تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ سعیدی اور لائق نے معروف مولوی عبدالرحمٰن جامی ہی کا ذکر کیا ہے

یوں لائق اور سعیدی بلکہ اس موضوع پہ دیگر مثنوی کہنے والوں کے ہاں بھی ہیر رانجھے کے واقعات میں جزوی اختلافات موجود ہیں۔ لیکن لائق کا امتیاز یہ ہے کہ اس نے سب سے پہلے ہیر رانجھے کے قصے کے ضمن میں سہتی اور مراد کے معاشقے کا ذکر بھی کیا ہے۔ لائق کے بعد بھی کنھیا لال ہندی کے سوا جس نے اس موضوع پر اپنی فارسی مثنوی نگارین نامہ ۱۸۵۸ء میں مکمل کی کسی فارسی گو شاعر نے ہیر ورانجھا کے واقعات میں سہتی اور مراد کے معاشقے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ البتہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ لائق سہتی کو رشتہ میں ہیر کی نند کی بجائے ہیر کی بہن کی سہیلی کہتا ہے۔

Marfat.com

شعر کے معاملے میں لائق، چنابی کے برعکس صائب تبریزی کا مداح ہے۔ بلکہ تذکرہ شمع انجمن میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ لائق مرزا صائب سے ملاقات کے شوق میں ایک بار پا پیادہ اصفہان بھی گیا تھا۔ لائق کی مثنوی کا انتخاب میں نے "پنجابی قصے فارسی زبان میں" کی دوسری جلد میں شامل کیا ہے۔ اہل ذوق اس کی طرف رجوع کر کے خود دیکھ سکتے ہیں کہ لائق کے ہاں چنابی کی سادگی اور صفائی نہیں بلکہ صائب کی سی خیال آفرینی اور اسلوب کی تزئین و آرائش ہے۔ لیکن باین ہمہ جو اختصار لائق کے ہاں ہے وہ چنابی کے ہاں نہیں ہے۔

ہیر و رانجھا کے قصے کو فارسی میں نظم کرنے والے بعد کے شاعروں، مثلاً یکتا، آفرین اور ہندی کے قلمی اور مطبوعہ نسخے بھی میرے کتب خانے میں ہیں۔ لیکن جن چند لوگوں نے اس قصے کو فارسی نثر میں لکھا ہے، اُن میں سب سے قدیم گورداس کوہلی کھتری ہے۔ اس کی کتاب کا صرف ایک ہی قلمی نسخہ موجود ہے۔ جو میرے کتب خانے میں ہے۔ اس کتاب کی کتابت کتاب کے سب سے پہلے مالک گلاب رائے ساکن بھیرہ کے قلم سے ۱۲ ذی الحجہ ۱۱۲۱ھ کو مکمل ہوئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۱۲۱ھ سے پہلے کی تصنیف ہے۔ یہ نسخہ ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحے پر پندرہ سطریں ہیں۔ کتاب شکستہ نستعلیق میں لکھی گئی ہے۔ لیکن صاف پڑھی جا سکتی ہے۔ قدیم ایشیائی کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔ جو اب تک کرم کتابی سے محفوظ ہے۔ عنوانات سرخ مرکب سے درج کئے گئے ہیں۔ کتاب کے حاشیوں میں کہیں کہیں والد مرحوم کے قلم سے بعض ضروری اشارات درج ہیں جن سے کتاب کے مندرجات پر روشنی پڑتی ہے۔

گوردا س کوہلی کھتری نے دمودر کی ہیر کی پیروی کی ہے۔ لیکن گوردا س کے قصے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے بعض تفصیلات پر دمودر سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اور بعض ایسی جزئیات بھی بیان کی ہیں جو دمودر کے ہاں موجود نہیں۔ گورداس نے قصے کے کرداروں کے نام مکمل اور احوال درج کئے ہیں اور سعی کی ہے کہ اس قصے کو ایک تاریخی دستاویز کی صورت میں پیش کرے۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ اپنی اسی سعی میں بہت حد تک کامیاب ہوا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ سید وارث شاہ کے بعد شاعروں نے بالعموم انہی کا تتبع کیا ہے اور اصل قصے کو نظر انداز کر دیا ہے۔ متاخرین میں صرف سید حامد شاہ عباسی نے اصل قصے کی طرف رجوع کیا ہے۔ سید حامد شاہ کی پنجابی ہیر ۱۲۲۰ھ میں مکمل ہوئی اور ۱۳۲۶ھ میں ایک صاحب "شاہ غنی" نے چھپوا دی۔

Marfat.com

فارسی میں پنجابی قصوں کے ضمن میں میں اندجیت کی فارسی مثنوی سسّی پنوں یا نامۂ عشق" کا ذکر
نا چاہتا ہوں۔ میرے پاس اس کا ایک ناقص الاوّل قلمی نسخہ ہے' جو اسی کاتب کے قلم کا لکھا ہوا
بس نے لائق کی مثنوی ہیر و رانجھا کی کتابت کی ہے۔ یعنی "نامۂ عشق" کا یہ نسخہ لائق کی مثنوی کے
کے ساتھ امام الدین بن پیر بخش نے سنہ ۱۹۰۰ بکرمی میں ختم کیا۔

سوہنی مہینوال کے موضوع پر فارسی مثنویوں میں ایک شیخ عطا محمد زیرک کی تصنیف ارژنگ عشق ہے
۱۲۲۰ھ میں مکمل ہوئی۔ یہ مثنوی دراصل مولانا محمد اکرم غنیمت کنجاہی کی مشہور فارسی مثنوی نیرنگِ عشق
اب میں لکھی گئی ہے۔ ارژنگ عشق کو ایک بار پشاور کے ایک ناشر نے زیورِ طبع سے آراستہ بھی کیا
لیکن اس کے مطبوعہ نسخے اب نایاب ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کے صرف دو ہی قلمی نسخوں کا حال معلوم
ایک پروفیسر ضیاء محمد ضیاء صاحب کے کتب خانے کی زینت ہے۔ اور دوسرا قلمی نسخہ میرے پاس
میرا قلمی نسخہ پروفیسر ضیاء کے قلمی نسخے سے پرانا معلوم ہوتا ہے۔ اور مولانا غنیمت کی مثنوی نیرنگِ
کے ایک قلمی نسخے کے ساتھ مجلّد ہے۔ مثنوی میں زیرک کی ۲۸ منتخب غزلیں بھی درج ہیں لیکن مثنوی
مون سے اُن کا کوئی تعلق نہیں۔ مثنوی کا انتخاب پروفیسر ضیاء محمد ضیاء نے اپنے مضمون میں دیا ہے۔
قصے فارسی زبان میں شائع ہوا ہے۔

میرے کتب خانے میں غنیمت کی مثنوی نیرنگِ عشق کے تین چار نادر قلمی نسخے ہیں۔ لیکن میں اُن کے
ت پہ دیوان غنیمت کے ایک قلمی نسخے کے ذکر کو ترجیح دیتا ہوں۔ دیوان غنیمت کا ایک قلمی نسخہ برٹش
لندن میں موجود ہے۔ جس کا حال وہاں کی فہرستِ کتب خانہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ میرے کتب
میں دیوانِ غنیمت کا جو قلمی نسخہ ہے اس کے بارے میں والد بزرگوار کا قیاس تھا کہ اس کی کتابت
میت یا اس کے خاندان کے کسی فرد نے کی ہے۔ یہ شکستہ نستعلیق میں چھوٹی تقطیع پر لکھا ہوا ہے۔
کے اسیابائی کاغذ کی ساخت اس کی قدامت کا پتہ دیتی ہے۔ یہ نسخہ والد مرحوم کو کنجاہ کے قریب
ر کے ایک گاؤں میں ملا تھا۔ اس قلمی نسخے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں چند ایسی غزلیں بھی
یں جو برٹش میوزیم لندن کے قلمی نسخے میں نہیں۔ اور نہ نول کشور کے مطبوعہ نسخوں یا اب محمد نبیغ
کے مطبوعہ نسخوں میں ملتی ہیں۔ اس اعتبار سے دیوانِ غنیمت کا یہ نسخہ میرے کتب خانے کے نوادر میں
جا سکتا ہے۔ میں اس نسخے سے ایک غزل یہاں نقل کرتا ہوں جو برٹش میوزیم لندن کے قلمی نسخے

Marfat.com

میں موجود نہیں۔

اے محوِ تمنائے جمالِ تو خرد ہا   گم گشتہ راہ سپر کردئے تو خرد ہا
فریاد کہ در خاک نشاند ست چو تیرم   مانندِ کمان قوس بہ بازوئے ہدہا
در جلوہ کہ خار رہِ عشق تو بہ خاک   چوں سایہ فرو ریختہ رعنائی قدہا
باقیست ہماں گرمی عشقِ تو پس از مرگ   افروختہ ایں شمع چو فانوسِ لحدہا

گر زلف دراز تو شود عمر غنیمت
شاید کہ ببیند رخ انجام ابدہا

اور اب ایک غزل اور ملاحظہ ہو۔ جو مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملتی۔

بسکہ مست آمدہ صیاد ستم پیشۂ ما   خنجر گردنِ مینا است مے شیشۂ ما
ہر بنیاد آئینۂ جلوۂ نازِ دگر است   لبکہ لبریز خیالت شدہ اندیشۂ ما
اندر آں سوختہ کہسار کہ ماکوہ کنیم   چشمۂ نیست بجز آب لبِ تیشۂ ما

در نظر نیست غنیمت بجز از طفل سرشک
دلبر رنگ (کذا) دل عشم پیشۂ ما

یوں تو رودکی اور فردوسی سے لے کر گرامی اور اقبال تک تمام فارسی شاعروں کے دواوین کلیات یا مثنویات کے اکثر قلمی اور مطبوعہ نسخے میرے کتب خانے میں موجود ہیں۔ لیکن ان میں دیوان شاہنامہ فردوسی، سکندر نامہ، دیوان حافظ، دیوانِ ابن یمین، کلیاتِ جامی، دیوان فغانی، دیوان ہلالی اور دیوانِ غنی کشمیری کے قلمی نسخے خاصے قدیم ہیں۔ ان کے علاوہ بعض قلمی بیاضیں ہیں مغربی پاکستان کے بعض شعراء کا نادر اور نایاب فارسی، اردو اور پنجابی کلام محفوظ ہے۔ چنانچہ پروفیسر حافظ محمود شیرانی نے پروفیسر سراج الدین آذر کے کتب خانے سے استفادہ کر کے اپنی پنجاب میں اردو لکھی تو والد مرحوم نے اورنٹیل کالج میگزین میں چند طویل مقالات شائع کئے میں شعراء کا ذکر تھا جن کا حال یا جن کا کلام پروفیسر شیرانی کو دستیاب نہ ہو سکا تھا۔ یا جن متعلق پروفیسر شیرانی کی تحقیق کامل نہ تھی۔ ان شعراء میں فدوی لاہوری، شیخ ابوالفرح محمد فاضل بٹالوی، علامہ قادر شاہ، شیخ نصیر الحق نصیر، میاں امام بخش امامی، ناظمی، حیات، حلیم، مشتاق

Marfat.com

خ محمد حاجی، امام بخش قادری پروانہ، علی، کامی، حافظ جان محمد، دانا کنجاہی، محمد علی سید میرک، اشرف
ناہی، جانی، ہاشم، منصو شاہ لاہوری حکیم، ریختہ رام سنگھ، عالم گجراتی، مقبل، طالب، شیخ احمد اور
بدالرحمن خندی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

ایک قلمی بیاض کا میں خاص طور سے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں دیوانِ خالص کے چند پریشان اوراق
ی ہیں۔ سید حسن خالص عالمگیری عہد کا ایک بلند پایہ فارسی گو شاعر ہے اور لاہور اور ملتان کا حاکم رہ چکا
ہے۔ تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ مخلص خاں عالمگیری نے خالص کا دیوان مرتب کیا تھا۔ مگر اس دیوان کا کوئی
نسخہ کسی کتب خانے میں موجود نہیں۔ صرف اس دیوان کے چند پریشان اوراق ہیں جو میرے کتب خانے کی
زینت ہیں۔ صاحب بیاض نے غالباً پورا دیوان نقل کیا تھا۔ مگر زمانے کی دستبرد سے صرف یہی اوراق
تی رہ گئے ہیں۔ ان اوراق میں خالص کے سات قصیدے اور پانچ غزلیں درج ہیں۔ چونکہ خالص کا
استقدر کلام کسی اور کتب خانے یا تذکرے میں موجود نہیں اس لئے میں اس پہ جس قدر فخر کروں کم ہے۔
یہاں میں خالص کی ایک غزل نقل کرتا ہوں:-

چہ خوش است آنکہ یارم ز سفر رسیدہ باشد
بہ برش کشیدہ باشم بہ برم کشیدہ باشد

شب و روز بیقرارم ہمہ چشم انتظارم
کہ سفر کشیدہ یارم بہ کجا رسیدہ باشد

چو شود زرہ نمایاں من و او نشستہ باہم
سخنش شنیدہ باشم سخنم شنیدہ باشد

ہمہ گو شمالِ ہجراں ہمہ قصہ ہائے غربت
من از و شنیدہ باشم ز من او شنیدہ باشد

سخنم اثر نماید بدل کسے کہ عمرے
ز وطن عزیز او ہم سفرے گزیدہ باشد

دلِ خالص این تمنا بہ کسے امید دارد
کہ سخن نگفتہ باشد بہ سخن رسیدہ باشد

دراصل انھیں بیاضوں سے استفادہ کرکے ایک مرتبہ میں نے گجرات (مغربی پاکستان) کے فارسی گو
شعراء کے بارے میں ایک مضمون لکھا تھا جو کراچی کے فارسی مجلہ "ہلال" کے دسمبر ۱۹۵۶ء کے شمارے میں
شائع ہوا ہے۔ اس میں غنیمت کنجاہی، صداقت کنجاہی، لطف اللہ مرسب کنجاہی، دانا کنجاہی، منشی لچھمن
نرائن دبیر، سید میران فاضل گجراتی، شیخ محمد زاہد کنجاہی، اللہ جوایا خوشی کنجاہی، محمد صالح گجراتی، راجا سکھ
جیون اور منشی بھوج راج کے مختصر احوال اور ان کے کلام کے نمونے شامل کئے تھے۔ ان میں شیخ محمد زاہد

Marfat.com

کنجاہی رنجیت سنگھ کے عہد میں گزرے ہیں۔ انھوں نے شوکت بخاری کے تتبع میں ایک غزل کہی ہے
میں اپنے کتب خانے کی ایک قلمی بیاض سے نقل کرتا ہوں:۔

خیال گرمی خویشش بہ لہامی رسید ایں جا | برنگ برق در آئینہ جوہر می تپید ایں جا
زمین نالہ شد مشہد دریں وادی نمی دانم | کدامیں شعلہ رخسار ست خونریزہ شہید ایں جا
بجائے گرد بوئے نافہ زیں ویرانہ می خیزد | ندانم آہوئے چشمے کہ از دلہا رمید ایں جا
رگ یاقوت گردد جادہ ما در دامن صحرا | بیاد لعل او اشکے زچشم من چکید ایں جا
برنگ برق بے آرام گردیدہ ازیں وادی | بیاد چشم شوخ او کہ رنگ من پرید ایں جا

خیال مصرع شوکت زہوشم می برد ناہید
"نگر" وقتی مصور صورت پاکی کشید ایں جا

میرے والد کو پنجابی ادب کی تاریخ سے بھی شغف تھا۔ چنانچہ انھوں نے کئی سو کے لگ بھگ
شعراء کو متعارف کرایا ہے اور ان کا کلام فراہم کیا ہے۔ یہ کلام اب تک قلمی نسخوں اور بیاضوں کی صورت
میں میرے پاس محفوظ ہے۔ ان میں سید حامد شاہ عباسی، ہیلد ستھرا، صدیق لالی، حافظ برخوردار اول، حافظ
برخوردار ثانی، حافظ شمس الدین، مولوی غلام رسول، میاں امام بخش محروم، فرد فقیر، مستانہ، غلام نبی
یارا، رانجھا، ساون، فاضل بٹالوی، سکندر میاں صاحب دین، بدھ سنگھ، محمد شاہ، نگاہ، دلیل
مہدی، میاں باقی، شاہ امام، رمضانی، محمود حسین، عبداللہ ترنوتی، غلام بٹالوی، نور جمال، مراد علی، عظیم
سلیم، ظریف، مشتاق، جمال، لال دیالی، میاں واصل، ہاشم اور حافظ خان محمد قابل ذکر ہیں۔

یہاں میں نے اپنے کتب خانے کے بعض قلمی نسخوں اور بیاضوں کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن اس کتب خانے
میں کئی نادر و نایاب مطبوعہ نسخے بھی ہیں۔ جو اب نایاب یا کم یاب ہیں ان کا تعارف میں کسی اور فرصت
میں کراؤں گا۔ آخر میں اپنے والد کی اپنی تالیفات کے چند مسودات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ مرحوم فارسی
شاعری کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں انھوں نے فل سکیپ سائز کے تین تین سو
صفحات پر مشتمل آٹھ جلدیں لکھ لی تھیں۔ وہ اب میرے کتب خانے کی زینت ہیں۔ مرحوم عہد مشروطہ کی فارسی
شاعری پر بھی ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ جو نامکمل صورت میں فل سکیپ سائز کے تین سو صفحات کی دو
جلدوں پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے مختلف موضوعات پر متفرق مضامین کا ایک مجموعہ بھی یادگار چھوڑا

(باقی صفحہ ۵۹۲ پر)

Marfat.com

غیر ممالک کے چند کتب خانے

Marfat.com

کتب خانہ

زبیر بہاولپور

Marfat.com

کتب خانہ نمبر

لٹریچر بہاولپور

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی

انڈیا آفس لائبریری ـــــ لندن

گزشتہ چند سال سے لندن کی انڈیا آفس لائبریری کی ملکیت کے بارے میں جھگڑا چلا آرہا ہے۔ پاکستان، ہندوستان اور برطانیہ تینوں اس پر اپنا اپنا حق جتاتے ہیں۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ لائبریری کب اور کیوں کر وجود میں آئی تھی اور اسے موجودہ حالت تک پہنچنے میں کن کن مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ پاکستان اور ہندوستان سے جو طلبہ یا اہلِ علم لندن آتے ہیں۔ اُن میں سے بعض نے اس کتب خانے سے استفادہ تو کیا ہوگا۔ لیکن شاید کسی نے اس کے ماضی پر ایک نظر ڈال کر اس کی مختصر سی تاریخ قلم بند کرنے کی کوشش نہیں کی۔

اس لائبریری کا تخیل پہلے پہل ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک ملازم رابرٹ اوم کے ذہن میں پیدا ہوا تھا۔ اوم عرصۂ دراز تک ہندوستان میں رہ چکا تھا۔ اور اس نے دیکھا تھا کہ مغلیہ حکومت کے زوال کی وجہ سے ہندوستان میں جو طوائف الملوکی برپا تھی۔ اُس نے سب سے زیادہ علم وادب کو نقصان پہنچایا تھا۔ شاہانِ وقت کی سرپرستی اُٹھ جانے سے فارسی اور عربی کی نئی کتابوں کی اشاعت بے حد محدود ہو گئی تھی۔ ادھر آئے دن کی خانہ جنگی سے امراء و اکابر کے کتب خانے بھی لُٹتے جا رہے تھے۔ ان حالات سے فائدہ اٹھا کر کمپنی کے اکثر ملازم بڑی نایاب کتابیں کوڑیوں کے مول خرید کر انگلستان لے آتے تھے لیکن یہاں بھی چونکہ ان کا کوئی قدر دان نہیں تھا۔ اس لئے آہستہ آہستہ یہ ادبی نوادر ہندوستان اور انگلستان دونوں جگہ ختم ہوتے جا رہے تھے۔

اوم نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ کمپنی کے مرکزی دفتر واقع ہال سٹریٹ میں دو کمرے اس قسم کی کتابوں کے لئے مخصوص کر دیئے جائیں۔ تاکہ عربی، فارسی اور سنسکرت کی وہ کتابیں جو کمپنی کے ملازم لا کر بے احتیاطی سے ضائع کر دیتے ہیں۔ ایک جگہ محفوظ ہو سکیں۔ یہ تجویز مئی ۱۷۹۸ء میں پیش ہوئی۔ اس لئے بعض مبصروں کا خیال ہے کہ اس لائبریری کی بنیاد کی بھی گویا یہی تاریخ سمجھنی چاہیئے۔

ابھی یہ مسئلہ ڈائرکٹروں کے زیرِ غور تھا۔ کہ ایک اور شخص چارلس ولکنز نے، جس کے کان میں یہ بھنک

Marfat.com

پڑ گئی تھی کہ اس قسم کی لائبریری قائم ہونے والی ہے۔ اپنی خدمات ڈائرکٹروں کے سامنے پیش کر دیں۔ ولکنز کمپنی کے ملازم کی حیثیت سے، مدت تک بنگال میں رہ چکا تھا۔ اور بنگلہ فارسی اور سنسکرت تینوں زبانوں میں اچھی خاصی مہارت رکھتا تھا۔ ۱۷۸۵ء میں اس نے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کے ایما پر بھگوت گیتا کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا۔ چارلس ولکنز کی ذہانت اور کوشش سے بنگلہ، ناگری اور فارسی حروف کے ٹائپ بھی تیار ہو گئے تھے۔ چنانچہ اٹھارھویں صدی کے ربع آخر میں، بنگال میں ان تینوں زبانوں کی کتابیں ٹائپ میں چھپنا شروع ہو گئی تھیں۔

ولکنز نے اوم کی ابتدائی تجویز پر بہت کچھ اضافہ کر کے لائبریری کا گویا بالکل نیا خاکہ ڈائرکٹروں کے پاس بھیجا تھا۔ اس خاکے میں مجوزہ کتب خانے کے علاوہ ایک میوزیم کا نقشہ بھی درج تھا جس کے تین حصے تجویز کئے گئے تھے۔ پہلے حصے میں ہندوستان کے تمام حیوانات، نباتات اور معدنیات کے نمونے رکھے جائیں گے۔ دوسرے حصے میں ہر قسم کی مصنوعات ہوں گی۔ اور تیسرے حصے میں عہد عتیق کے تاریخی نوادر جمع کئے جائیں گے۔

آخر کار سنہ ۱۸۰۱ء میں وارن ہیسٹنگز کی سفارش پر کمپنی کے ڈائرکٹروں نے چارلس ولکنز کو دو سو پونڈ سالانہ تنخواہ دے کر لائبریرین مقرر کر دیا۔ لائبریری کا نام اورینٹل ریپازیٹری تجویز کیا گیا۔ اور اس کی روز بروز کارروائی کی مکمل روئیداد، ڈے بک کے نام سے اس وقت بھی محفوظ ہے۔ جس کے مطالعہ سے اس لائبریری کے تدریجی ارتقاء کی پوری تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔

کتابوں میں آہستہ آہستہ اضافہ ہونے لگا۔ ——————— لیکن سب سے بڑی وقت یہ تھی کہ خود ہندوستان میں کمپنی کے حکام نے اسی قسم کے دو ادارے قائم کر رکھے تھے۔ جو اورینٹل ریپازیٹری کے سب سے بڑے حریف تھے۔ ایک ایشیاٹک سوسائٹی بنگال اور دوسرا فورٹ ولیم کالج کلکتہ ہندوستان کے مختلف حصوں سے جتنی اچھی کتابیں ہاتھ لگتی تھیں۔ وہ لندن پہنچنے کی بجائے ان دونوں اداروں کے قبضے میں چلی جاتی تھیں۔ کمپنی کے ڈائرکٹروں نے اس نقصان کو محسوس کر کے ۵ رجون ۱۸۰۸ء کو گورنر جنرل کے نام ایک سخت ڈانٹ سے بھرا ہوا خط لکھا۔ آئندہ تمام اچھی کتابیں، مسودے، پرانے سکے اور فنون لطیفہ کے نمونے کلکتہ میں رکھ لئے جانے کی بجائے لندن بھیجے جائیں۔ اسی خط میں گورنر جنرل سے بازپرس کی گئی تھی۔ کہ سرنگا پٹم کی فتح کے بعد ٹیپو سلطان کا جو کتب خانہ ہاتھ آیا تھا۔ وہ اب تک لندن کیوں نہیں بھیجا گیا۔

Marfat.com

لائبریری کی وڑے تک کا مطالعہ کیا جاتے تو اس قسم کے اکثر اندراجات نظر آتے ہیں۔ کہ آج فلاں شخص
ہاتھی کا ایک سر پیش کیا۔ آج فلاں شخص نے ہندوستان کے چند قدیم سکے پیش کئے آج فلاں شخص نے
بھی ہندو کا ایک سنگین مجسمہ پیش کیا۔ چونکہ کتب خانے اور میوزیم کی عمارت ایک تھی۔ اس لئے جو کچھ دستیاب
اسی عمارت میں محفوظ کر لیا جاتا۔ تاہم لائبریری کے قیام کے بعد پہلے ہی سال میں جو قابل ذکر ذخیرہ
ب۔ ناتھ آباد و رابرٹ اوم کا ترکہ تھا۔ جو مرتے وقت اس نے اس لائبریری کو وصیت کیا تھا۔
۱۸۰۱ء میں نوو ومب دل اور جان نیلہ نے فارسی مخطوطات کا ایک ذخیرہ پیش کیا۔ اسی سال کے
ریں ڈیوڈ لانس نے چینی زبان کی بہت سی کتابیں پیش کیں آہستہ آہستہ ہندوستان کے علاوہ بغداد،
بول اور بخارا تک سے عربی اور فارسی کے قلمی مسودے آنا شروع ہو گئے۔
۱۸۰۸ء میں چارلس ولکنز کو اس اسکول کا وزیٹر اور ممتحن بھی مقرر کر دیا گیا۔ جو ایسٹ انڈیا کمپنی
لندن سے پچاس ساٹھ میل کے فاصلے پر ہرٹ فورڈ میں قائم کر رکھا تھا۔ اس سکول میں کمپنی کے ان
میوں کو جو ہندوستان میں ملازمت کرنے کے خواہاں تھے۔ اردو اور فارسی کی درسی تعلیم دی جاتی تھی۔
سکول جس نے انگلستان میں اردو کی اچھی خاصی خدمت کی تھی۔ ۱۸۵۷ء تک قائم رہا۔ اس کی داستان
ی دلچسپ ہے

لائبریری کے بارے میں کمپنی کا رویہ کچھ اس قسم کا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو کتابیں مفت مہیا کی جائیں۔
ت ادا نہ کرنی پڑے۔ چنانچہ لوگ جو کچھ عطا کرتے تھے محض اپنی خوشی سے دیتے تھے۔ ۱۸۰۷ء میں اس
عدے میں تبدیلی کی گئی۔ اور فیصلہ ہوا کہ اگر اچھی کتابوں کی قیمت بھی ادا کرنی پڑے تو بخل نہیں کرنا چاہیئے
انچہ اس نئے قاعدے کے تحت جو قابل ذکر ذخائر حاصل کئے گئے ان میں رچرڈ جانسن کا کتب خانہ تھا۔
ں کا معاوضہ تین ہزار گنی دیا گیا۔ ۱۸۰۹ء میں آٹھ سو پونڈ میں وارن ہیسٹنگز سے اور ۱۸۲۴ء میں پان
پونڈ کے بدلے میں لیڈن کی کتابیں خریدی گئیں۔
رچرڈ جانسن تقریباً تیس سال کمپنی کی ملازمت میں کام کر چکا تھا۔ ۱۷۷۰ء میں وہ کلرک بھرتی ہو کر
لکتہ گیا تھا۔ پھر ترقی کرتے کرتے نظام حیدرآباد کے دربار میں ریذیڈنٹ کے عہدے تک پہنچ گیا تھا۔
ب واپس انگلستان آیا تو اس کے پاس فارسی اور عربی کی گیارہ سو کے قریب نہایت بیش قیمت کتابیں
تھیں۔ اور تیرہ سو کے لگ بھگ مصوری و نقاشی کے گراں قدر نمونے بھی تھے۔ وطن پہنچ کر جانسن کی صحت

Marfat.com

یکایک خراب ہو گئی۔ اور بعض خانگی مصائب نے اس کی مالی حالت کو بھی سخت مخدوش کر دیا مجبوراً کے عالم میں اس نے کتابوں اور تصویروں کا یہ سارا ذخیرہ لائبریری کے پاس فروخت کر دیا۔ نقادوں کی رائے ہے کہ یہ ذخیرہ تین ہزار گنی سے زیادہ ملکیت کا تھا۔ وارن ہیسٹنگز نے جو کتابیں فروخت کیں ان کا بیشتر حصہ فارسی شعراء کے دواوین پر مشتمل تھا۔ جن کی جلدیں بڑی مطلاً و مذہب تھیں جان لیڈن پیشہ کے لحاظ سے ڈاکٹر تھا۔ لیکن زبان دانی کے اعتبار سے ایک حیرت انگیز شخص تھا۔ ۱۸۰۳ء میں جب اس کی عمر اٹھائیس سال تھی۔ اس کا تعزر مدرا س میں ہوا۔ ہندوستان جانے سے پہلے اس نے یورپ کی تمام زبانوں میں مہارت پیدا کرنے کے علاوہ عربی اور فارسی بھی سیکھ لی تھی جنوبی ہند کے قیام نے اس کو تلنگو اور ملیالم سے بھی آشنا کر دیا۔ ۱۸۰۷ء میں اسے فورٹ ولیم کالج میں ہندوستانی یعنی اردو پڑھانے پر مامور کیا گیا۔ وہیں اس نے سنسکرت اور فارسی کے بہت انگریزی تراجم کئے۔ کلکتہ سے وہ جاوا اور سماٹرا کے دورے پر چلا گیا۔ جہاں اس نے جاوی زبان بھی سیکھ لی جسے وہ بڑی روانی سے بولنے اور سمجھنے لگا تھا جان لیڈن کی زندگی اگر وفا کرتی تو کمالات زبان دانی کی بنا پر وہ اس دور کے مستشرقین میں غالباً سب سے نمایاں مقام حاصل کر لیتا۔ لیکن افسوس کہ عین عالم شباب میں جبکہ اس کی عمر صرف چھتیس سال تھی یکایک اس کا انتقال ہو گیا۔ انڈیا آفس لائبریری نے پانچ سو پونڈ ادا کر کے اس کی کتابیں خرید لیں۔

۱۸۷۶ء میں لائبریری نے سر ولیم جونز کی عربی، فارسی اور سنسکرت کی کتابوں کا ذخیرہ رائل سوسائٹی سے حاصل کیا۔ ولیم جونز کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ چالیس مختلف زبانیں جانتا تھا۔ جن میں تیرہ زبانوں پر تو اسے استادانہ عبور تھا۔ اور ستائیس زبانوں میں وہ نوشت و خواند کا کام کر سکتا تھا بیتیس سال کی عمر میں اس نے سبعہ معلقہ کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔

جونز ۱۷۸۳ء سے ۱۷۹۴ء تک کلکتہ ہائیکورٹ کا جج رہا۔ یہیں اس نے بنگال ایشیاٹک سوسائٹی قائم کی سنسکرت میں جونز کو ایسا کمال تھا کہ اس دور کے بڑے پنڈت اس سے استفادہ کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے کالیداس کے بیشتر ڈراموں اور وید مقدس کے بعض حصّوں کو جونز نے انگریزی میں منتقل کیا تھا مسلمانوں کے قانون وراثت اور ہندوؤں کے دھرم شاستر پر سب سے پہلے ولیم جونز نے دو بڑی بیش قیمت کتابیں تصنیف کی تھیں۔ ۱۷۹۴ء میں اس کا سینتالیس سال کی عمر میں کلکتہ ہی میں انتقال ہوا۔

لائبریرین چارلس ولکنز کے اختیارات کا حلقہ اب خاصا وسیع ہو گیا تھا ہرٹ فورڈ کالج کا وزیٹر

Marfat.com

درمستقل ہونے کے علاوہ کمپنی کے ہندوستانی رجسٹرار کا دفتر بھی اس کے تحت کردیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ کمپنی کے وقائع نگار کا عہدہ بھی اس کے سپرد ہوگیا تھا۔ لائبریری کے سٹاف میں بھی تین نئی آسامیاں پیدا کی گئی تھیں۔ اور پورے سٹاف کا نگران ولکنز ہی تھا۔ چنانچہ اس کی سالانہ تنخواہ بڑھتے بڑھتے اب سات سو پونڈ تک پہنچ گئی تھی۔

۱۸۰۹ء میں مہاراجہ بڑودہ نے فارسی اور سنسکرت کی کتابوں کی خاصی تعداد لائبریری کو نذر کی۔ ۱۸۱۹ء میں ہنری کول بروک نے سنسکرت کی دو ہزار کتابوں کا گراں بہا ہدیہ لائبریری کو پیش کیا۔ جہاں تک لائبریری کے حصہ سنسکرت کا تعلق ہے۔ کول بروک کے اس عطیہ کو گویا لائبریری کا پشتی بان تصور کرنا چاہیئے۔

ہنری کول بروک کا باپ سر جارج کول بروک، ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں کے بورڈ کا صدر تھا۔ ہنری ۱۷۸۲ء میں کمپنی کی ملازمت اختیار کرکے ہندوستان چلا گیا۔ اکاؤنٹنٹ اور اسسٹنٹ کلکٹر کے ابتدائی عہدوں سے ترقی کرتے کرتے وہ جج اور سفیر کے منصب پر پہنچ گیا۔ اور آخرکار ۱۸۰۷ء میں اسے گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل کا رکن مقرر کیا گیا۔ جس سے بڑا سرکاری اعزاز اس زمانے میں کوئی نہیں تھا۔ اسی دوران میں لارڈ ویلزلی کی درخواست پر، ہنری کول بروک نے کچھ مدت فورٹ ولیم کالج میں درس و تدریس کا کام بھی کیا۔

ہندوستان پہنچ کر کول بروک نے سنسکرت کی تحصیل میں بڑی محنت کی تھی۔ چنانچہ ۱۷۹۴ء تک اسے سنسکرت میں فضیلت کا مرتبہ حاصل ہوگیا تھا۔ گورنر جنرل کے حکم سے ایک برہمن پنڈت جگن ناتھ نے مسلسل پندرہ سال کی محنت سے ہندو دھرم شاستر کو جدید طرز پر مرتب کیا تھا۔ اب اس عظیم الشان کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کا کام کول بروک کے سپرد ہوا۔ جسے اس نے بڑی خوش اسلوبی اور محنت شاقہ سے انجام دیا۔

کول بروک کو ویدوں پر تو فاضلانہ عبور تھا۔ اور ان صحائف کے ایک ایک لفظ کا اس نے بغور مطالعہ کیا تھا۔ چنانچہ سنسکرت کے نقادوں اور ہندو دھرم کے عالموں کی رائے ہے کہ کول بروک نے ویدوں پر جو تنقید لکھی تھی، وہ اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔

سنسکرت کے علاوہ کول بروک کو ریاضی، علم ہیئت، علم النباتات، علم الحیوانات اور معدنیات میں بھی فضیلت کا مرتبہ حاصل تھا۔ ہندوستان میں بتیس سال ملازمت کرنے کے بعد وہ ۱۸۱۵ء میں واپس انگلستان آگیا۔ اور یہاں پہنچ کر اس نے سنسکرت کی نایاب کتابیں جن کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی انڈیا آفس

Marfat.com

لائبریری کو مفت نذر کر دیں۔ لائبریری کے کارپردازوں نے اظہارِ تشکر کے طور پہ کولبروک کا ایک مرمریں مجسمہ لائبریری کے برآمدے میں رکھ دیا جو آج تک وہاں موجود ہے۔

سنہ ۱۸۷۰ء میں آرتھر برنل نے سنسکرت کی ساڑھے تین سو کتابیں لائبریری کو مفت نذر کیں اور برنل کے انتقال کی بقیہ ساڑھے تین سو کتابیں لائبریری نے قیمت ادا کر کے خریدلیں۔ آرتھر برنل سنہ ۱۸۶۰ء میں جب کہ اُس کی عمر بمشکل بیس سال تھی۔ انڈین سول سروس میں بھرتی ہو کر ہندوستان چلا گیا تھا۔ اس کی ملازمت کا پورا دور جنوبی ہند میں بسر ہوا۔ جہاں اس نے محنتِ شاقہ اور زرِ کثیر خرچ کر کے سنسکرت کے بڑے نایاب نسخے حاصل کئے۔ سنسکرت کے علاوہ برنل کو عربی، فارسی، تامل، اردو اور جاوی پر بھی پورا عبور حاصل تھا۔ لیکن اس کی علمی کاوشوں کا بیشتر حصہ سنسکرت پر صرف ہوا۔ سنہ ۱۸۷۸ء میں اس نے حکومتِ مدراس کی درخواست پر مہاراجہ تنجور کے کتب خانے کے تمام مخطوطات کو ترتیب وار مرتب کر کے ان کی ایک نہایت جامع فہرست تیار کی تھی۔ تنہا یہی کارنامہ برنل کے نام کو حیاتِ جاوداں بخشنے کے لئے کافی ہے اس کے علاوہ اس نے منو کے دھرم شاستر اور ہندوؤں کے قانونِ وراثت پر بھی کتابیں لکھیں سنہ ۱۸۸۲ء میں بیالیس سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوگیا۔

سنہ ۱۸۹۰ء میں ایک جرمن فاضل بوہلر نے سنسکرت کی ۳۲۱ کتابیں لائبریری کی نذر کیں۔ بوہلر سنسکرت کا بہت بڑا عالم تھا۔ جسے اُس نے پیرس، لندن اور آکسفورڈ میں مسلسل کئی سال مقیم رہ کر طالب علمانہ حیثیت سے سیکھا تھا۔ ابتدا میں اس کا تقرر بمبئی کے الفنسٹن کالج میں سنسکرت پڑھانے پر ہوا تھا۔ لیکن بعد کو اس کی خدمات حکومتِ ہند نے حاصل کر لی تھیں۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ بوہلر کی کوشش سے سنسکرت کے پانچ ہزار مسودے حکومتِ ہند کو میسر آئے ہندوستان میں اپنی ملازمت کی معینہ میعاد ختم کر کے ویانا یونیورسٹی میں ہندوستانی زبانیں پڑھانے کا کام مل گیا تھا۔ وہیں سنہ ۱۸۹۹ء میں اس کا انتقال ہوا۔

مخطوطات و مسودات کا ایک اور نادر مجموعہ سرآرل سٹین کے توسل سے لائبریری کو حاصل ہوا تھا۔ سرآرل سٹین وطنیت کے اعتبار سے ہنگری کے باشندے تھے۔ لیکن بعد کو انھوں نے برطانوی قومیت اختیار کر لی تھی۔ اُن کا تقرر پہلے پہل لاہور میں اورینٹل کالج کے پرنسپل کے عہدے پر ہوا تھا۔ جہاں وہ سنہ ۱۸۸۸ء سے سنہ ۱۸۹۹ء تک پرنسپلی کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ لاہور ہی میں اُن کے تعلقات سر ٹامس آرنلڈ، پروفیسر پی۔ ایس ایلن۔ سر ایڈورڈ ڈگلس میکلیگن اور ہنری اینڈ ریوز سے

Marfat.com

استوار ہوتے۔ جنھوں نے آگے چل کر مدت العمر کی دوستی کی صورت اختیار کر لی تھی۔ پی۔ ایس ایلن گورنمنٹ کالج میں پڑھاتے تھے۔ ہنری اینڈ ریوز آرٹ سکول کے پرنسپل تھے۔ اور ڈگلس میکلیگن سول سروس کے اہلکار تھے۔

آرل سٹین طبعاً ایک صحرانورد اور جہاں گرد قسم کے انسان تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی صحرانوردی کے لئے وسط ایشیا کو منتخب کیا۔ جہاں انھوں نے ایک بار نہیں بلکہ تین بار ہزاروں میل کا سفر پیدل کیا۔ انہی صحرانوردیوں کے دوران میں انھوں نے قدیم تبتی اور چینی زبانوں کے بے شمار مسودے حاصل کئے۔ جو لکڑی کے تختوں اور پتھر کی سلوں کے علاوہ درختوں کی چھال اور پتوں پر مرقوم تھے۔ سر آرل سٹین نے یہ تمام مسودے انڈیا آفس لائبریری کو مفت پیش کر دیئے تھے۔

برائن ہاجسن نے دو ہزار کے لگ بھگ قلمی مسودے انڈیا آفس لائبریری کو نذر کئے۔ ان میں چار سو کے قریب مسودے سنسکرت کے تھے۔ اور باقی نیپالی زبان کے۔ ہاجسن ۱۸ سال کی عمر میں بھرتی ہو کر کلکتہ چلا گیا تھا۔ جہاں اس نے فورٹ ولیم کالج میں داخل ہو کر فارسی کی تحصیل کی۔ پھر اس کا تقرر اسسٹنٹ کمشنر کی حیثیت سے کمایوں کے علاقے میں ہوا۔ وہیں سے اس کا تبادلہ نیپال ہو گیا۔ نیپال پر انگریزوں کا قبضہ بالکل تازہ تھا۔ اور ہنوز ان کے پاؤں اچھی طرح جمے نہیں تھے۔ ہاجسن نے بہت جلد گورکھوں کی عسکری صلاحیت کو محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ اسی کی سفارش پر ہندوستانی فوج میں گورکھوں کی بھرتی شروع کی گئی تھی۔ ہاجسن، لارڈ مکالے کی اس تجویز کا سخت مخالف تھا۔ کہ ہندوستان میں انگریزی کو ذریعۂ تعلیم قرار دیا جائے۔ اس نے ہندوستان کی مقامی زبانوں کی حمایت میں بار بار آواز بلند کی۔ لیکن لارڈ مکالے کی زبردست شخصیت کے سامنے اس کی پیش نہ جا سکی۔

سنہ ۱۸۲۰ء سے سنہ ۱۸۴۳ء تک مسلسل تیئیس سال ہاجسن نیپال میں رہا۔ اور آخر مستعفی ہو کر واپس انگلستان آ گیا۔ لیکن سال بھر بعد وہ پھر ہندوستان چلا گیا۔ اور اب کے اس نے نجی طور پر ایک عام باشندے کی حیثیت سے دارجیلنگ میں قیام کیا۔ جہاں آئندہ تیرہ سال تک وہ تحقیق و تفتیش کے کام میں مصروف رہا۔

نیپال کی سیاسی، ادبی، معاشرتی اور زرعی و اقتصادی زندگی کے تمام پہلوؤں پر جتنی کتابیں ہاجسن نے جمع کیں اور کوئی شخص نہیں کر سکا۔ یہ سارا ذخیرہ اس نے انڈیا آفس لائبریری کو مفت پیش کر دیا۔ مئی ۱۸۹۴ء میں ہاجسن کا لندن ہی میں انتقال ہوا۔ سر ڈینی سن راس نے بھی تبت پر بہت سی قلمی کتابیں جمع کی تھیں۔ جو سنہ ۱۹۰۸ء میں لائبریری نے حاصل کر لی تھیں۔

کالن میکنزی کا ذخیرہ کتب بھی انڈیا آفس لائبریری نے خرید لیا تھا۔ میکنزی کا انتقال سنہ ۱۸۲۱ء میں کلکتہ

Marfat.com

میں ہوا تھا۔ تیس سال کے قریب ہندوستان میں بسر کئے تھے۔ پانڈی چری کے محاصرے اور سرنگا پٹم کی فتح کے
وقت وہ برطانوی فوج میں شامل تھا۔ جاوا اور لنکا کو جو برطانوی مہمیں بھیجی گئی تھیں ان میں بھی میکنزی کی مو
ثابت ہوتی ہے۔ اس نے سرکاری طور پر جنوبی ہندوستان کے تمام علاقوں کا سروے کیا تھا۔ اور اسی سلسل
میں اُسے جنوبی ہند کے ایک ایک گوشے سے واقفیت ہو گئی تھی۔ موت سے پہلے میکنزی کو پورے ہندوستا
کا سرویئر جنرل بنا دیا گیا تھا۔ عربی، فارسی اور سنسکرت کی تمام کتابیں جن کی تعداد دو ہزار سے کم نہ تھی میکنز
کی وفات کے بعد اس کی بیوہ نے لارڈ ہیسٹنگز کے پاس فروخت کر دی تھیں۔ اور وہاں سے یہ ذخیرہ انڈیا آفس
لائبریری میں پہنچا۔ کتابوں کے علاوہ پرانے سکے، سنگ تراشی کے مجسمے اور نقاشی کے نمونے بھی میکنزی کے
پاس جمع تھے۔ وہ بھی لندن آ گئے۔

سر فلپ فرانسس کا ذخیرۂ کتب بھی لائبریری نے خریدا۔ اس ذخیرے میں سب سے بیش قیمت چیز سر فلپ کی
دستاویزیں، رپورٹیں، شہادتیں، بیانات اور مطبوعہ و غیر مطبوعہ مضامین ہیں۔ جو پچاس جلدوں میں بند ہیں
سر فلپ فرانسس اور ہندوستان کے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کی باہمی نزاع پر ان جلدوں کے مطالعہ سے نئی
روشنی پڑتی ہے۔

۱۸۲۵ء میں انڈیا آفس لائبریری نے فرانسس بکینن کی کتابوں کا مجموعہ بھی خرید لیا۔ بکینن ۱۸۰۳ء
تک ہندوستان میں مقیم رہا تھا۔ ابتدا میں وہ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت میں شامل ہو
تھا۔ بعد کو اسے میسور اور مالا بار کی تاریخی، تمدنی اور زرعی تحقیقات کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ اس
نے نیپال میں بھی بسر کیا تھا۔ پھر اسے حلقۂ بنگال کی نباتات پر تحقیق کرنے کا کام دے دیا گیا تھا۔ اور ملازمت
کے آخری دو برسوں میں وہ کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈن کا مہتمم مقرر ہو گیا تھا۔

۱۷۹۹ء میں جب سرنگا پٹم پر انگریزوں کا قبضہ ہوا۔ تو ٹیپو سلطان کا کتب خانہ بھی انگریزی فوج
کے ہاتھ آیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کتب خانے میں عربی، فارسی، ترکی، دکنی وغیرہ مختلف زبانوں کے دو
ہزار نسخے تھے۔ یہ کتب خانہ مسلسل کئی سال تک فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں پڑا رہا۔ جب کمپنی کے ڈائرکٹروں
نے بار بار طلبی کے خطوط لکھے تو ۱۸۰۶ء میں یہ کتب خانہ انڈیا آفس لائبریری میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد جب دہلی کے لال قلعہ پر انگریزوں نے قبضہ کیا تو شاہانِ مغلیہ کی عظمت
رفتہ کے ساتھ ان کا لٹا پٹا کتب خانہ بھی انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ شاہجہاں کے وقت میں اس کتب خانے میں چوبیس ہ

کتب خانہ نمبر

از میر بہاولپور

ہزار نسخے تھے۔ اٹلی کے مشہور سیاح سینتین منریکے نے شاہجہاں کے عہد میں ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ اس کے سفرنامے کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ان چوبیس ہزار کتابوں کی جلدوں پر اس کثرت سے سونا چاندی منڈھا ہوا ہے کہ محض جلدوں کی مجموعی قیمت کا اندازہ کیا جائے، تو یہ رقم چونسٹھ ہزار سات سو اکتیس روپے تک پہنچ جاتی ہے۔

بہادر شاہ ظفر کے وقت اس حیرت انگیز کتب خانے کا مشکل ایک چوتھائی حصہ باقی رہ گیا تھا، اور اس چوتھائی حصے میں بھی شاہجہاں کے عہد کی کتابوں کا عنصر ⅕ سے زیادہ نہ تھا۔ سونے چاندی کی جلدیں تخت طاؤس اور خزانۂ شاہی کی طرح ایرانیوں، ابدالیوں، روہیلوں، اور مرہٹوں کی ترکتازیوں کا شکار ہو چکی تھیں۔ تاہم ۱۸۵۷ء میں لال قلعہ کا جو بچا کھچا کتب خانہ انگریزوں کے ہاتھ آیا، اس میں صرف ۳ ہزار چھ سو نسخے موجود تھے، جن میں عربی کی ۱۹۵۰، فارسی کی ۱۵۰۰ اور اردو کی صرف ایک سو کتابیں تھیں۔ یہ مجموعہ ۱۸۶۵ء میں انڈیا آفس لائبریری میں شامل کر دیا گیا تھا۔

میں نے اوپر صرف چند ذخائر کا ذکر کیا ہے، جو وقتاً فوقتاً انڈیا آفس لائبریری کی نذر ہوتے رہے، بعض مفت حاصل ہوئے اور بعض کی قیمت ادا کی گئی۔ اگر اسی طرح تمام ذخیروں کی تفصیل بیان کی جائے تو یہ داستان بہت طویل ہو جائے گی۔ انفرادی طور پر انگریز حکام نے لائبریری کو جو کچھ عطا کیا، اس کی تفصیل کے لئے بھی ایک دفتر درکار ہے۔ انڈین سول سروس اور فوج کے انگریز افسر پنشن لینے کے بعد جب واپس انگلستان آئے تو اپنے مسودے، یادداشتیں، خطوط اور قلم بند کئے ہوئے سیاسی و غیر سیاسی تاثرات بھی لائبریری کو نذر کر دیتے تھے۔ ان چیزوں کے مطالعہ سے ہماری معلومات میں اتنا ہی اضافہ ہوتا ہے جتنا مطبوعہ تصانیف دیکھنے سے۔

اسی سلسلہ میں گزشتہ چند مہینوں میں لائبریری کو جو کچھ ملا ہے اس میں اٹھارھویں صدی کے مسودات کا ایک مجموعہ ہے جسے لارڈ ارمنڈ ویٹ نے لائبریری کے حوالے کیا ہے۔ اس مجموعے میں کلائیو کے بہت سے خطوط بھی موجود ہیں۔ لارڈ نارتھ بروک نے اپنے جد اعلیٰ کے تمام کاغذات لائبریری میں جمع کر دیئے ہیں۔ لارڈ نارتھ بروک اول ۱۸۷۲ء سے ۱۸۷۶ء تک ہندوستان کے وائسرائے تھے۔ لارڈ ہیلی ۱۸۹۹ء سے ۱۹۳۳ء تک انڈین سروس میں منسلک رہے، اور اس اثنا میں وہ چار سال تک پنجاب کے گورنر بھی تھے۔ انھوں نے اپنے تمام کاغذات لائبریری کے حوالے کر دیئے ہیں۔

Marfat.com

مئی ۱۸۳۶ء میں چارلس ولکنز کا انتقال ہوگیا۔ اور لائبریرین کا عہدہ خالی ہوا۔ چارلس ولکنز نے نہایت جاں نشانی سے ۵۴ سال تک لائبریری کی خدمت کی تھی وہ خود بھی عربی فارسی اور سنسکرت کا ایک منجھا ہوا عالم تھا۔ مرنے سے تین سال پہلے اسے نائٹ ہڈ کا اعزاز عطا ہوا تھا۔ آکسفورڈ یونیورسٹی نے اسے اعزازی ڈاکٹریٹ بھی عطا کی تھی۔ ۱۷۸۸ء میں اسے رائل سوسائٹی کا فیلو منتخب کیا گیا تھا۔ فرانس نے بھی اسے اپنی انسٹی ٹیوٹ کا ممبر مقرر کیا تھا۔ ولکنز کی بیوہ نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد عربی فارسی اور سنسکرت کی تمام کتابیں انڈیا آفس لائبریری کو نذر کر دیں۔

سر چارلس ولکنز کے بعد پروفیسر ہارس ولسن کو لائبریرین مقرر کیا گیا۔ ولسن پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر تھا۔ اور ایک ڈاکٹر ہی کی حیثیت سے ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازم ہو کر ہندوستان گیا تھا۔ وہیں اس نے اردو فارسی اور سنسکرت میں مہارت پیدا کی تھی۔ کالی داس کے دو ڈراموں کو از سر نو ایڈٹ کر کے اس نے شائع کیا۔ اور ۱۸۱۹ء میں اس نے انگریزی اور سنسکرت کی لغت مرتب کی۔ جسے اس کی زندگی کا ایک عظیم الشان کارنامہ سمجھنا چاہیے اور جب تک کہ ۱۸۷۵ء میں جرمنی سے لغت شائع نہیں ہوئی تھی۔ پروفیسر ولسن کی یہ لغت اپنی نوعیت کی بہترین تالیف تسلیم کی جاتی تھی۔ انڈیا آفس لائبریری کے تقرر سے پہلے ہارس ولسن آکسفرڈ میں سنسکرت کا پروفیسر تھا۔

ولسن کے زمانے میں لائبریری کی کتابوں میں قابل قدر اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ ایک ضروری تبدیلی یہ بھی ہوئی کہ میوزیم جو ابتدائے کار میں لائبریری کا ایک حصہ تھا اب پھیلتے پھیلتے اور بڑھتے بڑھتے اتنا وسیع ہو گیا تھا کہ اس کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے ایک الگ آدمی رکھنا پڑا۔

۱۸۵۷ء میں جب ہندوستان میں غدر برپا ہوا۔ تو لائبریری کا انچارج ہارس ولسن ہی تھا۔ غدر کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کا دور دورہ ختم ہوا۔ تو ہندوستان کی حکومت بھی براہ راست پارلیمنٹ کے قبضے میں چلی گئی۔ اب لائبریری کو لیڈن ہال سٹریٹ کی عمارت سے ہٹا کر کینن رو کے ایک مکان میں منتقل کر دیا گیا۔ اور میوزیم کو لائبریری سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ کر دیا گیا۔

یہ لائبریری جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اورنٹیل ریپازیٹری کہلاتی تھی۔ لیکن جب غدر کے بعد ہندوستان کے نظم و نسق کی نگرانی کے لئے لندن میں ایک الگ انڈیا آفس کے نام سے کھولا گیا۔ تو لائبریری بھی اس دفتر کا ایک جزو قرار پائی۔ اور آئندہ اس کا نام انڈیا آفس لائبریری تجویز کیا گیا۔ انڈیا آفس کے دیگر

Marfat.com

شعبوں کی طرح یہ لائبریری بھی وزیرِ ہند کے تحت تھی۔

سنہ ۱۸۶۰ء میں پروفیسر ہارسیس ولسن کا انتقال ہوا۔ تو ڈاکٹر جیمز بیلنٹائن کو لائبریرین مقرر کیا گیا۔ جو اس سے قبل پندرہ سال تک گورنمنٹ سنسکرت کالج بنارس کے پرنسپل رہ چکے تھے۔ اور اُن کا نام ہندستان کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا تھا۔ موصوف نے بنارس کالج کی ترقی و تنظیم کے جتنی کوششیں کیں، اُن کے نتائج آج ہندو یونیورسٹی کی صورت میں نظر آ رہے ہیں۔

ڈاکٹر بیلنٹائن سنسکرت، فارسی اور اردو کے عالم تھے۔ بالخصوص سنسکرت سے انھیں بے حد شغف تھا۔ انھوں نے ایک طرف سنسکرت کی کتابوں کے انگریزی تراجم کر کے اہلِ انگلستان کو ہندوستان کی سندھ تہذیب اور ہندو دھرم سے آشنا کیا، اور دوسری طرف مغربی سائنس اور فلسفہ کو سنسکرت میں منتقل کر کے ہندوؤں کو یورپ کی موجودہ علمی ترقیوں سے بھی روشناس ہونے کا موقعہ دیا۔ موصوف اردو، فارسی اور سنسکرت کی کم سے کم سولہ کتابوں کے مصنف ہیں۔

ڈاکٹر بیلنٹائن کی صحت خراب تھی۔ اس لئے صرف چار سال انڈیا آفس لائبریری میں کام کر سکے۔ فروری سنہ ۱۸۶۴ء میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ تب نئے آدمی کی تلاش شروع ہوئی۔ بالآخر پروفیسر فٹز ایڈورڈ ہال کا انتخاب عمل میں آیا۔ جو ہارورڈ یونیورسٹی (امریکہ) کے تعلیم یافتہ اور اُردو فارسی اور سنسکرت سے بخوبی آشنا تھے۔ سنہ ۱۸۶۹ء تک انھوں نے لائبریرین کے عہدے پر کام کیا۔ اور پھر بعض ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے استعفیٰ دے دیا۔

ڈاکٹر ہال بنارس کالج میں سنسکرت کے پروفیسر بھی رہ چکے تھے۔ اس کے علاوہ لندن کے کنگز کالج میں بھی اردو اور سنسکرت پڑھاتے رہے تھے۔ سول سروس کے امتحان میں وہ ہندی، اُردو اور سنسکرت کے ممتحن بھی تھے۔ ڈاکٹر ہال کے بعد ڈاکٹر رائن ہولڈ روسٹ لائبریرین مقرر ہوئے۔ قومیت کے اعتبار سے ڈاکٹر روسٹ جرمن تھے۔ اور اُن کی تعلیم و تربیت بھی تمام تر جرمنی میں ہوئی تھی۔ شروع میں وہ جرمن زبان کے معلم کی حیثیت سے انگلستان آئے تھے۔ اور کنٹربری میں اُن کا تقرر ہوا تھا۔ ڈاکٹر روسٹ کے متعلق مشہور ہے کہ کم و بیش تیس زبانوں سے واقف تھے۔ جن میں عربی، فارسی، سنسکرت، اردو، ہندی، تامل، تلگو کے علاوہ افریقی، جاوی، تبتی اور چینی زبانیں بھی شامل تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک ہمہ گیر زباں دان کی حیثیت سے صرف سر ولیم جونز کو اُن پر فوقیت دی جا سکتی ہے۔

ڈاکٹر روسٹ بہت سی کتابوں کے مصنف، مؤلف اور مترجم ہیں۔ لیکن اُن کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ

Marfat.com

یہ ہے کہ انھوں نے مسلسل چونتیس سال انڈیا آفس لائبریری میں محنت سے کام کیا جس کے گہرے نقوش آج بھی لائبریری کے در و دیوار پر نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر روسٹ کے عہد میں دو بڑی تبدیلیاں وقوع میں آئیں۔ ایک یہ کہ لائبریری کو کینن رو سے اٹھا کر وائٹ ہال کی موجودہ عمارت میں منتقل کیا گیا۔ اور دوسری یہ کہ ۱۸۶۷ء میں ایک قانون وضع کیا گیا۔ کہ آئندہ ہندوستان میں جو کتاب چھپے گی۔ اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری کو لازماً بھیجا جائے گا۔

اس قانون کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان میں مختلف زبانوں کی جو چھپی ہوئی بڑی اچھی بُری اور معمولی غیر معمولی کتابیں تھیں۔ اُن کی ایک ایک جلد بلا قیمت یہاں پہنچنے لگی۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے انڈیا آفس لائبریری میں کتابوں کا ایک ایسا بیش قیمت، رنگا رنگ اور نادر ذخیرہ جمع ہو گیا جس کی مثال شاید دنیا کا اور کوئی کتب خانہ پیش نہیں کر سکتا۔ یہ قانون ۱۹۴۷ء تک نافذ رہا۔

ابتدا میں انڈیا آفس لائبریری کے ساتھ جو میوزیم قائم کیا گیا تھا۔ اس کے لیے بدقسمتی سے کوئی مستقل عمارت مہیا نہ ہو سکی۔ وزیر ہند کی خواہش تھی کہ برطانوی حکومت اپنے خرچ سے ایسی عمارت بنوا دے۔ لیکن برطانوی حکومت نے انکار کر دیا۔ چنانچہ میوزیم کی تمام چیزیں لندن کے متعدد عجائب گھروں میں تقسیم کر دی گئیں۔ آج وہی نوادر ہمیں جیالوجیکل میوزیم، سائنس میوزیم، نیچرل ہسٹری، وکٹوریہ البرٹ میوزیم، کیو گارڈن میوزیم وغیرہ میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر روسٹ کے بعد پروفیسر ٹانی کا تقرر بطور لائبریرین کے ہوا۔ پروفیسر ٹانی کیمبرج کے تعلیم یافتہ اور سنسکرت کے عالم تھے۔ اس سے قبل پریذیڈنسی کالج کلکتہ کے پرنسپل اور احاطۂ بنگال کے سررشتۂ تعلیمات کے ڈائرکٹر بھی رہ چکے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں پروفیسر ٹانی نے لائبریری سے سبکدوش ہو گئے۔ ان کی جگہ ڈاکٹر ایف ڈبلیو ٹامس کا تقرر ہوا۔ اور ان کے ساتھ سر ٹامس آرنلڈ اسسٹنٹ لائبریرین مقرر ہوئے۔ سر ٹامس آرنلڈ وہی بزرگ ہیں جو لاہور کے گورنمنٹ کالج میں اقبال کے استاد تھے اور جن کی یاد میں اقبال نے اپنی مشہور نظم نالۂ فراق لکھی تھی۔ آرنلڈ صرف چھ سال اسسٹنٹ لائبریرین رہے۔ لیکن اس مدت میں انھوں نے لائبریری میں عربی اور فارسی کی جتنی کتابوں کا اضافہ کیا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ موجودہ لائبریرین کا نام ایس سی سٹن ہے۔ جو بہت ذی علم اور وسیع المعلومات شخص ہیں۔ لائبریری میں کتابوں کی تعداد تین لاکھ کے لگ بھگ ہے لیکن کتابوں کا اضافہ برابر جاری ہے۔ یورپین زبانوں کے

Marfat.com

تحت ستر ہزار کے قریب کتابیں موجود ہیں جن میں انگریزی، فرنچ، جرمن وغیرہ زبانوں کی مطبوعات شامل ہیں۔ قلمی مسودے علیحدہ ہیں جن کی صحیح تعداد کا تعین کرنا مشکل ہے۔ میرے اندازے کے مطابق ایک ہزار کے قریب بڑی بڑی جلدوں میں یہ مسودے بند ہیں۔ ان کے علاوہ کئی ہزار مسودے غیر مجلد بھی ہیں۔

ایشیائی زبانوں کے تحت عربی، فارسی، سنسکرت، پالی، تبتی، گجراتی، بنگلہ، ہندی، کشمیری، [illegible]، آسامی، مراٹھی، ملتانی، نیپالی، اوریائی، پنجابی، سندھی، اردو، پشتو، کناڑی، تامل، تلگو، ملیالم، ہمالی، ترکی، سہلی وغیرہ کی کتابیں اور غیر مطبوعہ مسودے موجود ہیں۔

ان مسودوں میں بعض سونے چاندی کے پتروں پر مرقوم ہیں۔ بعض درختوں کی چھال اور پتوں پر بعض ہاتھی دانت اور لکڑی کے ٹکڑوں پر اور بعض جانوروں کی کھال پر لکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً ۱۶۹۱ء میں کالی کٹ کے راجہ زمورن اور ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا۔ وہ ملیالم زبان میں سونے کے ایک پترے پر درج ہے۔ جس کا وزن تقریباً چودہ اونس ہے۔

اردو کی مطبوعہ کتابوں کی تعداد بیس ہزار کے قریب ہے۔ اور قلمی مسودے ۲۷۰ ہیں۔ جو دینیات، تاریخ، سوانح، تذکرے، قصص و حکایات، شعر و سخن، اخلاقیات، لغت، علم الادویہ، موسیقی وغیرہ متعدد موضوعوں پر مشتمل ہیں۔ تذکروں میں قائم چاندپوری کا مخزنِ نکات، میر قدرت اللہ خاں قاسم کا مجموعۂ نغز، مرزا لطف علی کا گلشنِ ہند، غلام قطب الدین باطن کا گلشنِ بے خزاں، خوب چند ذکا کا عیار الشعراء موجود ہیں۔

دواوین میں بعض نادر چیزیں ملتی ہیں مثلاً سید عبدالوالی عزلت سورتی کا دیوان جو ۱۷۵۵ء کے لگ بھگ لکھا گیا تھا۔ نواب آصف الدولہ والیٔ اودھ کا دیوان، [illegible] کے چار نسخے، حافظ الملک نواب محبت خاں کا دیوان، میر قدرت اللہ خاں قاسم دہلوی کے صاحبزادے میر عبرت اللہ خاں حیدرآباد کی مشہور مغنیہ ماہ لقا بیگم چندا کا دیوان۔ علاؤ الدولہ [illegible] سید محی الدین فقیر دہلوی، حلف نواب [illegible] الدولہ کا دیوان، مرزا محمود بیگ شور، شاگردِ انشا، کا دیوان۔

کتابوں کے علاوہ انڈیا آفس لائبریری میں تصویروں کا بھی ایک لاجواب ذخیرہ موجود ہے۔ جس میں فوٹوگرافی اور مصوری کے نمونے شامل ہیں۔ بیشتر تصویریں دورِ مغلیہ سے تعلق رکھتی ہیں جن کی مجموعی تعداد ساڑھے تین ہزار کے قریب ہے۔ ان میں دارا شکوہ کا مشہور البم بھی ہے۔ جو اس نے اپنی محبوب بیوی نادرہ بیگم کے لئے تیار کرایا تھا۔ اور جس میں ایک سو چالیس تصویریں ہیں۔

Marfat.com

فوٹوگرافی کے ذخیرے میں کم و بیش پچیس ہزار کے قریب تصویریں ہیں۔ جن میں ہندوستان کے باشندوں سے لے کر معدنیات و نباتات تک ہر چیز کی عکاسی کی گئی ہے خطاطی و خوش نویسی کے بھی بعض بے مثال قطعے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی قدیم پارچہ بافی کے نمونے بھی ہیں۔ مثلاً ڈھاکے کی ململ، بنارس کی زری، کشمیر کا شال دلی کا گوٹا۔ لاہور کی سوسی، مرزا پور کے قالین، امرتسر کے دھسے۔

اگست ۱۹۴۷ء میں چونکہ برِ اعظم ہند سے برطانوی قبضہ اُٹھ گیا تھا اور بھارت اور پاکستان دو آزاد ملک معرضِ وجود میں آئے تھے۔ اس لئے وزیر ہند کا پرانا دفتر یعنی انڈیا آفس بھی ٹوٹ گیا۔ لیکن لائبریری کا نام بدستور انڈیا آفس لائبریری رہا۔ اس کا موجودہ انتظام دفتر کامن ویلتھ کے سپرد ہے

لائبریری کی عمارت کامن ویلتھ آفس کی تیسری منزل پر ہے جس کے عین وسط میں ریڈنگ روم ہے جہاں روزانہ صبح ½۹ بجے سے شام ½۵ بجے تک علم و ادب کے شائقین لکھنے پڑھنے میں مصروف رہتے ہیں میں نے ۱۹۵۳ء سے گاہے ماہے یہاں آنا شروع کیا تھا۔ اس وقت سے اب تک ان لوگوں میں برابر کا اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء میں یہ تعداد ۵۹۰۵ تھی، ۱۹۵۸ء میں ۶۸۲۸ ہوئی اور ۱۹۶۱ء میں آٹھ ہزار کے لگ بھگ ہو گئی ہے ——— اب میں خاتمہ کلام پر یہ عرض کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس لائبریری کا یہیں لندن میں رہنا ہر اعتبار سے مستحسن اور ضروری ہے۔ اسے کسی قیمت، کسی شرط اور کسی معاہدے پر یہاں سے ہٹانا نہیں چاہیئے، اگر علم و ادب کا یہ گراں بہا خزانہ یہاں سے اٹھا۔ تو یقین کیجئے کہ سو میں سے نوّے کتابیں ہندوستان چلی جائیں گی اور مشکل سے دس کتابیں پاکستان کے حصے میں آئیں گی، پھر اس قسم کی نقل مکانی سے فائدہ؟

میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ پاکستان کے بعض لوگ آٹھ آٹھ دس دس سال سے یہاں آتے ہیں، اور بحد استعداد اس لائبریری سے استفادہ کر رہے ہیں کوئی شخص اُن سے تعرض نہیں کر سکتا۔ سال بہ سال سینکڑوں طلبہ پاکستان سے یہاں آتے ہیں، اور اس لائبریری کے دروازے ہر وقت ان کے لئے کھلے رہتے ہیں لیکن دہلی کون جا سکے گا۔ اور جائے گا بھی تو کتنے دن ٹھہر سکے گا؟ بلاشبہ آج کل لاہور سے لندن آ جانا آسان ہے لیکن لاہور سے دہلی جانا مشکل ہے۔ تعجب ہے کہ پاکستان کے بہت سے اخبار اور سیاستدان ان حالات کا جائزہ لئے بغیر یہ تقاضا کر رہے ہیں کہ انڈیا آفس لائبریری کو فوراً لندن سے منتقل کیا جائے، یہ شور و غوغا جس قدر جلد بند ہو جائے اچھا ہے۔

لندن کے ہندوستانی ہائی کمیشن میں اس وقت ایک نہایت مفید اور بیش قیمت لائبریری موجود ہے

(باقی صفحہ ۴۸۹ پر)

Marfat.com

...ز الدین احمد

کتاب خانہ مانچسٹر کے بعض مخطوطات

...ا ریلینڈ لائبریری مانچسٹر میں عربی و فارسی کی قلمی کتابوں کا بہت اچھا ذخیرہ موجود ہے اور ان کی ...رستیں شائع بھی ہو چکی ہیں۔ وہاں مجھے اس بات کی اطلاع ملی کہ اردو کی بھی کچھ قلمی کتابیں یہاں موجود ... عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں ہیں۔ میں نے پہلی فرصت میں ان کتابوں کو جو تعداد میں ... منگوا کر دیکھا۔ اس ... خاص طور پر پسند آئے جن میں اردو فارسی کے کچھ رقعات ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس [illegible] کی کچھ ... کا بہت مختصر طور پر ذکر کر دوں۔ فارسی کے مخطوطات میں حسب ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں

...یات مرزا زین الدین خان عشق دہلوی[1] (نمبر فارسی ۲۱۹) یہ بڑی تقطیع پر ... ۱۲ اوراق ... کا کلیات ہے۔ یہ نسخہ خود مصنف نے وارن ہیسٹنگ گورنر جنرل کو پیش کیا تھا ... ہاتھ کی تحریر ہے جو اس نسخے پر ثبت ہے معلوم ہوتا ہے ایک بہت دلچسپ بات ... کے ابتدا ... [illegible] ... کس موقع پر کس ... مشاعرے ... [illegible] ... غزل ہے ... [illegible] ... ورق ۱۹۲ ... اس کے متعلق لکھا ہے ... [illegible] نواب علی ابراہیم خان خلیل ۱۱۹ [illegible]

... غزل ہے ... [illegible] ... کے متعلق یہ ... [illegible] ... در عظیم آباد بہ مسجد ... شاہ رکن الدین ... ۱۱۹۱ھ ... [illegible] ... علی ابراہیم خان تذکرہ گلزار ابراہیم کے مؤلف ہیں اور شاہ رکن الدین نے ان کی مراد ... [illegible]

... مختصر حال اور کچھ اردو اشعار تذکرہ مسرت افزا میں ملیں گے ۱۴۳٥ و ۱۴۴ مرتبہ جناب قاضی ... د صاحب +

عشق عظیم آبادی ہیں۔ اسی طرح عظیم آباد، دہلی اور دوسرے مقامات کے بہت سے مشاعروں کے متعلق اطلاعیں ملتی ہیں اور اس کلیات پر بھی کام کیا گیا تو بہت سے نئے معلومات حاصل ہو سکتے ہیں۔

۲۔ دیوان مبتلا، عشق　زمانۂ کتابت تقریباً ۱۷۸۰ء (فارسی: ۲۱۹)

۳۔ دیوان سراج الدین حسین　زمانۂ کتابت تقریباً ۱۸۰۰ء (فارسی: ۲۸۰)

۴۔ راحۃ الافراس مصنفہ آنندرام مخلص دہلوی متوفی ۱۱۶۴ھ (فارسی: ۲۳۱)

۵۔ تذکرۂ ہمیشہ بہار مرتبہ اخلاص تقریباً ۱۸۳۰ء (فارسی: ۳۲۴)

۶۔ تذکرۂ لامعلوم　تقریباً ۱۸۷۰ء (فارسی: ۳۲۸)

۷۔ دیوان حشمت　تقریباً ۱۷۵۰ء (فارسی: ۶۲۱)

اوراق ۳۴۔ ناقص الآخر۔ یہ نسخہ ہملٹن کے کتب خانے کا ہے وہاں اس کا نام نمبر ۸ س

۸۔ عطار الکرم فی شرح طور الکلم از انشاء اللہ خان انشاء دہلوی (فارسی: ۶۱۶)

یہ انشاء کی نادر تصنیف ہے اور شائع کرنے کے لائق۔ راقم کا ارادہ اس پر ایک مختصر سا مضمون لکھنے کا ہے۔

۹۔ نکات غالب مصنفہ مرزا غالب دہلوی صفحات ۱۹ سطور ۱۷ (فارسی: ۶۱۴)

سرورق: "رسالہ لغات فارسی تالیف اسد اللہ خان غالب معروف بہ مرزا نوشہ مسمیٰ بہ نکات غالب۔" اس پر اغلاط کی تصحیح کسی اور قلم سے موجود ہے۔ اور مجھے شبہ ہے کہ خود مرزا کے قلم کے تصحیحات ہیں۔ یہ نسخہ ہملٹن کے کتب خانہ کا ہے۔ تعجب نہیں کہ خود مرزا نے تصحیح کر کے یہ نسخہ ہملٹن کو بھیجا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ جو ۱۸۶۷ء میں چھپا تھا۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے تفصیل کے لئے دیکھئے ذکر غالب ص۱۷۴ طبع سوم۔

۱۰۔ قصیدہ در مدح ملکۂ انگلستان و ہندوستان مصنفہ مرزا غالب (فارسی: ۶۱۳) سرورق پر عبارت درج ہے۔ قصیدۂ برگزیدہ در مدح .. ملکۂ معظمہ انگلستان خلد اللہ ملکہ (کذا) بالعدل والاحسان۔ یہ قصیدہ وہی ہے جو شمار یافت، روزگار یافت جو دستنبو طبع اول کی ابتدا میں چھ صفحے میں درج ہے۔

اس قصیدے کے بعد دستنبو شروع ہو جاتی ہے۔ اس نسخے میں بھی ترمیمیں اور اصلاحیں اور غالباً بہ خط غالب۔ یہ نسخہ بھی کرنل ہملٹن کے کتب خانے کا ہے اور تعجب نہیں جو مرزا نے خود

Marfat.com

ہو۔

اب فارسی مخطوطات کے بعد اردو کی قلمی کتابوں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے:

۔ دیوان ولی (ہندوستانی: ۲۷) سلیمان جاہ اور ہملٹن کے کتب خانوں میں یہ نسخہ رہ چکا ہے۔ ...ہ ۲۷ مکتوبہ میر نیاز علی بست و ہشتم محرم الحرام ۱۲۲۳ھ بروز یکشنبہ سلیمان جاہ کی سرخ مستطیل جس میں ۱۲۴۴ کے اعداد منقوش ہیں ان کے کتب خانے میں یہ کتاب غالباً ماہ رمضان ۱۲۴۷ کو پہنچی محمد علی شاہ کی مہر بھی موجود ہے اور جائزہ نہم ربیع الاول ۱۲۶۲ھ کا۔

کلیات جرأت (ہندوستانی: ۲۵، مکتوبہ بست و ہفتم ذی الحجہ ۱۲۲۱ھ ۔ ابتدائی اور آخری ...سادہ اوراق پر کسی نے "غزل ولی عہد بہادر" کے عنوان سے ظفر کی متعدد غزلیں نقل کی ہیں یہ بھی کرنل ہملٹن کے کتاب خانے کا ہے۔

۔ کلیات سودا مکتوبہ ۱۸۰۶ء (ہندوستانی، ۱۷)

۔ کلیات سودا (ہندوستانی: ۴۳)

۔ دیوان ناسخ مکتوبہ ۱۸۴۳ء (ہندوستانی: ۲۶)

مثنوی بحر الحقیقت از مولوی محمد حسن نوشتہ غلام محمد خان ۱۲۵۶ھ (ہندوستانی: ۲۳)

ہزلیات جعفر زٹلی مکتوبہ ۱۷۷۱ء (ہندوستانی: ۳۲)

قصہ چندر بدن (منظوم) از مقیمی مکتوبہ ۱۸۰۱ء (ہندوستانی: ۳۴)

رقعات و مکتوبات وغیرہ از میر جعفر زٹلی مکتوبہ ۱۷۶۰ء (ہندوستانی: ۱۸)

ترجمہ بھگوت پران مکتوبہ ۱۷۷۱ء (ہندوستانی: ۱۰)

تواریخ آگرہ مصور مکتوبہ ۱۸۳۵ء (ہندوستانی: ۳۰)

۔ رسالہ اصطلاحات فن موسیقی مکتوبہ ۱۸۰۱ء (ہندوستانی ۲۰)

۔ قصہ کامروپ منظوم از تحسین مکتوبہ ۱۸۰۱ء (ہندوستانی: ۳۳)

سندر سنگار منظوم مصنفہ شاہ عمل گجراتی؟ مکتوبہ ۱۷۱۹ء (ہندوستانی: ۲۶)

عمارات دہلی مکتوبہ ۱۸۵۰ء (ہندوستانی: ۳۷)

حالات کمال صاحب ترمذی شاہ اور سلطان محمد تغلق (ہندوستانی: ۳۹)

۔ فرس نامہ سعادت یار خان رنگین مکتوبہ ۱۸۲۴ء (ہندوستانی: ۴۰) (باقی صفحہ ۵۶۹ پر)

Marfat.com

پیر حسام الدین راشدی

قاہرہ میوزیم میں چند گھنٹے

میں چند روز بیشتر بھی قاہرہ کے اس عظیم الشان عجائب گھر کو دیکھ چکا تھا لیکن اس موقع پر میرے ساتھ پاکستان کا صحافتی وفد بھی ساتھ تھا۔ یہ قوم تو جانی پہچانی ہے۔ لکھتے لکھاتے تو یہ لوگ رات دن ہیں۔ لیکن کتاب جس چیز کا نام ہوتا ہے وہ نہ کبھی پڑھتے ہیں۔ اور شاید نہ وہ اس لذت سے آشنا ہیں۔ چنانچہ جب ہم پندرہ بیس آدمی سب ایک ساتھ ان کمروں میں پہنچے تو ایک ہلڑ مچ گیا۔ اچھی طرح دیکھنا اور ان میں دلچسپی لینا تو خیر دور کی بات تھی ان کے منہ میں فقط کتابوں کی میناکاری اور ان پر سونے چاندی کا کیا ہوا کام دیکھ کر پانی بھر آیا۔ یہ دیکھا وہ دیکھا۔ ادھر بھاگے، ادھر بھاگے الغرض ایک ڈیڑھ گھنٹہ یوں ہی ضائع کر کے چلے آئے۔ بعض حضرات نے غیر معمولی دلچسپی دکھانے اور اپنا شغف ظاہر کرنے کے لئے ساتھ میں کاغذ اور پنسل بھی لیا تھا کہ کچھ نوٹ کریں اور ان کی تاریخی اہمیت لکھیں۔ لیکن جب کتابوں کے نام اور ان کے ہجے دیکھے۔ تو غالباً نوٹ کرنے کا خیال ترک کر دیا اور پھر کسی نے کچھ نہ لکھا۔

میں چند دن کے بعد تنہا گیا تاکہ ایک دفعہ اچھی طرح اس بیش بہا ذخیرہ کو دیکھ لوں۔ چنانچہ دروازہ پر رکھی ہوئی کتاب میں اپنا نام اور پتہ درج کیا۔ سیڑھیاں طے کرتے ہوئے پہلے تو جا کر دار الکتب کی شائع کردہ کتابیں خریدیں۔ اس کے بعد اطمینان کے ساتھ میوزیم میں پہنچ کر ایک ایک کتاب دیکھنی شروع کی۔ شیشہ کی بہت سی الماریاں قرینہ سے رکھی ہوئی تھیں۔ دیواروں پر خطاطی کے نمونے اور وصلیاں آویزاں تھیں۔ تصاویر بھی دیواروں پر لگی ہوئی تھیں۔

Marfat.com

میرے سامنے سینکڑوں نوادر کھلے ہوئے رکھے تھے۔ بعض کتابوں کے نوٹ لئے۔ اور پہلے تو بہ نگاہ غائر دیکھنا شروع کیا لیکن جب دیکھا کہ شاید وقت گزر جائے اور میں ایک بھی کمرہ ختم نہ کر سکوں گا۔ تو پھر میں نے سرسری جائزہ لینا شروع کیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ خاص خاص کتابوں کی فہرست بھی مرتب کرتا گیا۔ اس سرسری مطالعہ میں بھی میرے پانچ گھنٹہ صرف ہوئے اور جب میں نیچے اترا تو اس وقت شام ہو چکی تھی کتب خانہ بند ہو رہا تھا۔ اور کلرک کارندے اور افسر اپنا اپنا کام سمیٹ کر تھکے ہارے نیچے اتر رہے تھے۔

اس وقت جو میں نے فہرست مرتب کی تھی اس کو یہاں پیش کر رہا ہوں۔ تاکہ پڑھنے والوں کو بھی اس میوزیم کے نوادرات کا تھوڑا بہت اندازہ ہو جائے۔

مصحف:۔

(۱) بخط ابی سعید الحسن البصری — کتابت ۷۷ھ

(۲) فوٹو گراف کاپی مصحف سیدنا عثمان رض
(یہ بہت چھوٹی تقطیع کی حمائل کے دو صفحہ تھے)

(۳) بخط احمد بن الاسکاف اوراق — کتابت رمضان ۳۶۰ھ

(۴) بخط امام جعفر صادق المتوفی ۱۴۸ھ

(۵) بخط علاء الدین محمد الحسینی — کتابت ۱۱۴۰ھ

(۶) بخط فارسی۔ نسخہ فارسی — کتابت سنہ ۱۲۶۷ھ

(۷) بخط محمد بن محمد بن جعفر نسخہ فارسی۔ سلطان فتح علی شاہ (قاچار کی فرمائش پر لکھا) — ۱۲۲۲ھ

بعض کلام مجید مطلا اور مذہب کلاں اور خورد تقطیع کے نہایت ہی خوش خط بڑے کمرے میں رکھے ہوئے ہیں جن کی کتابت کے سال یہ ہیں، ۷۰۴۔ ۸۴۱۔ ۸۸۵۔ ایک کلام پاک غزن شاہ کی ملکیت کا بے انتہا دیدہ زیب رکھا ہوا تھا۔ ارغون شاہ کا انتقال ۷۰۵ھ میں ہوا ہے بعض کی کتابت حسب ذیل سنین میں ہوئی تھی

۷۱۴۔ ۸۲۳۔ ۵۶۰۔ ۹۱۲۔ ۹۴۴۔ ۹۵۷۔ ۹۶۹۔ ۸۴۵۔ ۹۶۴۔ ۸۷۶ھ،

Marfat.com

لاہور کے ایک مشہور خطاط حافظ روح اللہ کے لکھے ہوئے دو تین کلام مجید بھی موجود تھے بعض کی تقطیع بڑے سائز اور ایک کی جیبی تقطیع تھی۔ حافظ کا پورا نام یوں لکھا ہوا تھا۔ حافظ روح اللہ بن حافظ محمد حسین! لاہوری!

بعض کا خط موٹا اور بعض کا باریک لیکن اتنا دلکش اور دیدہ زیب تھا کہ دیکھنے سے آنکھیں روشن ہوتی تھیں۔ کتابت کے سال یہ تھے۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۰۸ھ

ایک کلام مجید بخط قطب الدین ۱۱۹۷ھ بھی اسی شوکیس میں رکھا ہوا ہے جسمیں حافظ روح اللہ کے کتابت شدہ کلام مجید رکھے ہوئے ہیں۔

یہ تمام کلام مجید مختلف سائز اور مختلف قسم کے کاغذوں پر لکھے ہوئے تھے۔ خط کا حسن طلا کاری اور نقش سازی کی تعریف کرنے کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں۔ بس یہ دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

ترکی سلاطین کے کتبخانوں کے یا خاص ان کے مطالعہ کے کلام مجید بھی بڑی تعداد میں رکھے ہوئے ہیں۔ جن میں بعض کے نام یہ ہیں:-

(۱) مصحف بخط یاقوت سنہ ۶۹۰ھ

(۲) " " " " ۶۸۹ھ

(۳) " " " " لکھا ہوا نہیں

(۴) " " " الیاس محمد بن الیاس " ۷۲۰ھ

(۵) " " " " عبدالرحمن بن ابی الفتح فرغ " ۵۹۹ھ سلطان سلیم کے لئے لکھا گیا تھا۔

(۶) " " " نسخہ فارسی بقلم محمد بن احمد التبریزی " ۹۸۸ھ

(۷) سورہ الفتح " " " شاہ محمود النیشاپوری " ۹۶۵ھ

(۸) مصحف " بہاء الدین محمد بن ابی الفضل لاهیجانی کتابت " ۱۰۹۷ھ

عربی کی کتابیں:-

اسی بڑے کمرہ میں جس میں کلام مجید رکھے ہوئے ہیں بعض شوکیس ایسے بھی ہیں جن کے اندر عربی

Marfat.com

ان کی ایسی کتابیں رکھی ہوئی ہیں جو یا تو مصنف کے اپنے خط میں ہیں یا پھر کسی باکمال کاتب یا مصنف کے ہمعصر کی کتابت شدہ ہیں۔ ہر صدی کے لئے جدا جدا الماری مخصوص کی گئی ہے اس ترتیب سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ خط اور کتابت کے فن نے کس طرح ارتقائی منزلیں طے کی ہیں۔ چند کتابوں کی فہرست پیش کرتا ہوں جس سے اندازہ ہو سکتا ہے

۱۔ المجالسۃ وجواہر العلم۔ شیخ ابی بکر احمد بن مروان الدینوری۔ بخط علی بن محمد المعروف بسخاوی بتاریخ ۶۳۶

۲۔ تاریخ بغداد للخطیب، بخط عبدالقادر بن ابی صالح الجیلی بتاریخ ۵۳۱

۳۔ مقامات حریری، ابی محمد القاسم الحریری البصری بخط مصنف بتاریخ ۵۰۴

۴۔ مختارات اشعار العرب، لابن الشجری المتوفی ۵۴۲ بخط مصنف

۵۔ مختصر المسند الجامع الصحیح الامام مسلم۔ کتابت ۶۴۰ھ

۶۔ التحریر فی شرح الجامع الکبیر الجزء السابع، جمال الدین محمود بن احمد بن عبدالسید الحصیری البخاری المتوفی ۶۳۶ بخط مصنف بتاریخ ۶۱۶

۷۔ الجامع الابہی لدعوات النبی صلعم۔ شیخ ابی الکریم عبدالسلام بن احمد الاندرسبانی بخط مصنف بسال ۵۶۴

۸۔ المختصر المحتاج الیہ من تاریخ بغداد۔ للذہبی المتوفی ۷۴۸ھ بخط مصنف ۷۰۴

۹۔ مصباح المتہجد وکفایۃ المتعبد۔ محمد بن الحسین التنوخی بخط مصنف سال ۵۶۹

۱۰۔ شرح الکافیہ ابن الحاجب۔ تالیف رضی الدین محمد بن الحسن الاسترابادی المتوفی ۶۸۶ بخط عماد الدین یحیی ابن القاسم الصنعانی شارح الکشاف سال ۷۳۲

۱۱۔ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی المصری المتوفی ۱۰۶۹ھ بخط مصنف سال ۱۰۵۸ھ

۱۲ طبقات الکبری لابن السبکی، بخط مصنف

۱۳ المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ۔ شہاب الدین ابی العباس احمد بن محمد القسطلانی المتوفی ۹۲۳ بخط مصنف سال ۹۰۴ھ

Marfat.com

۱۴۔ المنن والاطلاق فی بیان وجوب التحدث بنعمۃ اللہ علی الاطلاق، شیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی المعروف بالشعرانی، المتوفی ۹۷۳ بخط مصنف سال ۹۶۰ھ

۱۵۔ الالقاب، لابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۰۲ھ بخط مصنف

۱۶۔ طالع انوار من مطالع الانظار للبیضاوی المتوفی ۶۸۵۔ بخط ابی عبداللہ محمد المعروف بابن جماعت سال ۸۰۹

۱۷۔ مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب، جمال الدین عبداللہ بن ہشام الانصاری المتوفی ۷۶۱ بخط حافظ ابن ہشام، شہاب الدین احمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ۔ سال ۸۳۵ھ

۱۸۔ مشکل القرآن، ابی محمد عبداللہ بن مسلم المعروف با ابن قتیبہ الدینوری المتوفی ۲۷۶، بخط محمد بن احمد بن یحییٰ کتاب ۳۷۶

۱۹۔ درالحکم للثعالبی النیسابوری المتوفی ۴۲۹، بخط یاقوت المستعصمی کتابت ۶۸۱

۲۰۔ کتاب الاغانی الجزء الرابع۔ ابوالفرج الاصفہانی المتوفی ۳۵۶ بخط محمد ابی طالب البدری کتبہ ۶۱۴ھ

۲۱۔ المدونۃ الکبریٰ۔ مالک بن انس رحم المتوفی ۱۷۹۔ دو صفحات کے فوٹوگراف رکھے ہوئے ہیں یہ اس نسخہ سے لئے گئے ہیں جو سلطان مراکش کی ملک تھا اور جس کی کتابت ۲۳۸ھ میں ہوئی تھی۔ یہ سب سے قدیم ترین نسخہ اس کتاب کا ہے۔

۲۲۔ الجامع الصحیح للامام بخاری المتوفی ۲۵۶ بخط بن احمد بن عبداللہ القزوینی کتابت ۷۳۱

۲۳۔ " " " اس نسخہ پر سال ۴۲۴ کے نوٹ حاشیوں پر ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتابت اس سے بھی قبل ہوئی ہے

فارسی ادب :۔

فارسی ادب اور زبان کی بھی بہت سے نادر مخطوطہ الماریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں نقش ونگار اور طلا کاری اور خط کی گلکاری دور سے دیکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتی ہیں ایک خاص کمرہ ان چیزوں کے لئے مخصوص ہے جہاں ۱۰۔۱۲ شوکیس مخطوطوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ دیواروں پر مختلف خطاطوں کی وصلیاں اور مصوری کے نمونے

Marfat.com

آویزاں ہیں شاہنامہ۔ خمسہ نظامی جامی۔ حافظ اور مثنوی مولانا روم کے بیشمار خطوط اور مطلا نسخہ کھلے ہوئے رکھے ہیں بعض نسخوں کی فہرست یہ ہے۔ یہ تمام نسخے ہر لحاظ سے نادر روزگار تھے آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں:

(۱) دیوان حافظ مصور مذہب منقش۔ سنہ ۹۷۰ھ و ۱۰۹۱ھ

(۲) خمسہ نظامی کے مصور نسخے گیارھویں صدی اور اس سے پیشتر کی صدیوں کے

(۳) دیوان قاسم الانوار

(۴) دیوان جامی

(۵) جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر ملا کاشفی

(۶) بوستان سعدی بخط میر علی الحسینی الکاتب السلطانی۔

(۷) دیوان محمد اصفہانی ۱۲۱۴ھ

(۸) انتخاب شعراء فارسی اس دیوار پر لگے ہوئے شوکیس میں رکھا ہوا تھا بہت حسین اور منقش۔ یہ ہندوستان میں لکھا گیا ہے ایک صفحہ پر ایک تصویر ہے جسمیں چند مشہور شعرا بیٹھے ہوئے شعر و سخن ایک دوسرے کو سنا رہے ہیں اس مرقع میں یہ شعراء ہیں حسن۔ جامی۔ متین۔ سعید۔ نوید۔ نظمی۔ حیا۔ عطاء اللہ ہما۔ موبد۔ جامی سفید ریش خوبصورت اور وجیہ ہے۔ اسی طرح ہر شاعر کی صورت کو حسین اور جمیل بنایا گیا ہے جامی کے سوا باقی شعراء جوان ہیں سب کے چہرے پر ڈاڑھیاں ہیں اور سر پر پگڑیاں۔ یہ نسخہ ۹۲۱ھ میں لکھا گیا ہے۔ دوسرے صفحہ پر سعید اور شاہ کی غزلیں ہیں ہم وزن اور ہم قافیہ غالباً نام کتاب میں انتخاب کا طریقہ یہی ہوگا۔

سعید کی غزل کا مطلع یہ ہے:

ہر کس نامہ از بہر دوست مختصر گیرد
چہ زنجیر زحسن او شہد راحت کام برگیرد

مقطع:

مہارا جہ چو خورشید جہاں تابست اے سعید
چہ کم گردد از دگر ذرہ را از خاک برگیرد

Marfat.com

شاہ آن کی غزل کا مطلع یہ ہے :-

عطا کن نالۂ یارب کہ رنگ از اثر گیرد
دگر دستِ دعائے دہ کہ دامانِ سحر گیرد

(۹) بوستان سعدی المتوفی ۶۹۱ھ بخط سلطان علی الکاتب سال ۸۹۳۔ اس نسخہ کی تصاویر بہزاد کی موقلم کی رہین منت ہیں۔

(۱۰) سلسلۃ الذہب جامی المتوفی ۸۹۸۔ کتابت ۹۵۰ھ

(۱۱) دیوان عرفی المتوفی ۹۹۹۔ کتابت ۱۰۶۳ھ

(۱۲) دیوان خسرو دہلوی المتوفی ۷۲۵ھ بخط شمس الدین الاوحدی الحسینی سنہ ۹۲۱ھ

(۱۳) کلیات سعدی المتوفی ۶۹۱ھ یہ جمع کی ہوئی ہیں علی بن احمد بن ابی بکر المتوفی ۷۲۶، کتابت ۹۴۹ھ

(۱۴) تحفۃ الاحرار۔ جامی۔ بخط علی سنہ ۹۱۱ھ

(۱۵) المواہب العلیۃ حسین واعظ کاشفی المتوفی ۹۰۶ بخط علی بن محمود الکرمانی سنہ ۹۰۴ھ

(۱۶) تحفۃ الاحرار جامی۔ کتابت ۹۰۹

(۱۷) ہفت اورنگ جامی۔ کتابت قورک باقر سنہ ۹۷۰ھ

(۱۸) خمسہ نظامی المتوفی ۵۹۶۔ کتابت ۹۸۳

(۱۹) " خسرو دہلوی " ۱۱۰۲ھ

(۲۰) دیوان حافظ المتوفی ۷۹۲ھ بخط علاء الدین رزہ کتابت ۹۷۶۔ مصور

(۲۱) دیوان گلشنی۔ شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم المعروف بگلشنی المتوفی ۹۴۰ھ

(۲۲) گل و زمہ۔ مصور

(۲۳) مثنوی مہر و مشتری۔ احمد عصار۔ کتابت ۸۹۸

(۲۴) شاہنامہ فردوسی المتوفی ۴۱۶ھ بخط صفی قلی بن الفرہاد کتابت ۱۰۶۶ھ

(۲۵) " " " نامعلوم " ۹۰۵

(۲۶) " " " السمرقندی معیتی " ۸۴۴

Marfat.com

(۲۷) شاہنامہ فردوسی المتوفی ۴۱۱ھ بخط صفی لطف بن علی شیرازی کتابت ۹۹۶ھ
شاہنامہ کے یہ چاروں نسخے مصور، مطلّا اور دلفریب خط کے ہیں۔

(۲۸) مانی اور بہزاد کی تصاویر کے البم بھی دیواروں کے شو کیسوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ اور کئی خوبصورت اور خوش خط وصلیاں دیوار پر آویزاں ہیں۔ جن میں کاتبوں نے مختلف خط کے نمونے دکھائے ہیں بعض وصلیاں آیات کی ہیں اور بعض پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

(۲۹) انتخاب شعراءِ فارس :- یہ انتخاب سلطان علی کے خط کا ہے اور سنہ کتابت ۹۱۰ھ ہے اور یہ سلطان ابو النصر بایزید کے لئے لکھا گیا تھا۔ انتخاب ان شعراء کا ہے۔ حافظ۔ امیر خسرو خواجہ خسرو۔ شیخ کمال۔ خواجہ سلمان۔ جامی ثنائی عصمت بخاری آصفی بخاری

(۳۰) منتخب کلام شاہی :- پہلے صفحہ کی لوح پر فتح علی شاہ قاچار کی سنہری مہر لگی ہے۔ کاتب معز الدین محمد الحسین ہے اور سن کتابت ۹۸۷ھ

صفحہ اول پر یہ اشعار ہیں :-

اے نقش بستہ نام خطت با سرشت ما
این حرف شد ز روز ازل سرنوشت ما
کارم بسینہ تخم وفائے تو کشتن است
خود عقل خندہ می زند از کار و کشت ما
ما شرمسار ماندہ ز تقصیر ہائے خویش
لطف تو خود نمی نگرد خوب و زشت ما

صفحہ دوم :-

اے شیخ شہر اگر بخرابات بگذری
رشک آیدت بکلبۂ ہمچوں بہشت ما
بگذر بسوئے تربت شاہی کہ بشنوی
بوئے وفا ز طینت عنبر سرشت ما

Marfat.com

بتقصیر وفا عیبم مکن کز آب چشم من
ہنوز اندر دہم تخم وفا میروید از گل ہا
گر از گردون ملامت باشدت بر عشق الاکن
کہ عشق آمد دریں مشکل مدد در حل مشکل ہا

اسی کمرہ کے بغل میں ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس کے دروازہ کا عنوان یہ ہے:۔ کرۃ الاوراق البردیۃ۔ اس میں PAPYRUS پر لکھے ہوئے قدیم ترین خطا اور مکاتیب شیشیوں کے شوکیسوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ بعض خط ثابت ہیں بعض بالکل بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ روشنائی پھیکی پڑ چکی ہے۔ ان خطوط کے سنین یہ ہیں:۔ ۱۴۲ھ۔ ۱۶۸ھ۔ ۱۸۶ھ۔ ۲۳۶ھ۔ ۲۴۱ھ۔ ۲۶۴ھ۔ ۲۸۵ھ۔ ۲۷۲ھ۔ ۲۹۹ھ۔ ۳۴۷ھ۔ ۴۵۰ھ۔ ۴۵۹ھ۔

ایک کتاب یہاں اور بھی نظر آئی۔

الجامع الحدیث تالیف ابی محمد عبداللہ بن وہب الفہری القرشی اس مصنف کی پیدائش سال ۱۲۴-۱۲۵ھ میں ہوئی ہے یہ تیسری صدی کی ابتدا میں کتابت کیا گیا ہے

ایک خط ولید بن عبدالملک (۸۶-۹۶ھ) کے زمانہ کا اسی کاغذ پر یونانی اور عربی زبان میں لکھا ہوا رکھا تھا۔ ایک اور خط بھی ولید کا اس کے بھائی عبداللہ بن عبدالملک کے نام ہے جو اس وقت مصر کا گورنر تھا۔ ان خطوط کے متعلق دار الکتب المصریہ نے انگریزی زبان میں تین جلدوں کی ایک کتاب شائع کی ہے اور عربی زبان میں ایک جلد کی کتاب ہے۔

بڑے کمرے میں جہاں کلام مجید کے قدیم نمونے اور مصنفوں کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں وہاں چند شوکیس ایسے بھی ہیں جو ترک سلاطین کے کلام مجید دکھلاتے ہیں اور ان میں ترکی زبان کے مخطوطے ہیں۔ میر علی شیر نوائی کے ترکی دیوان کے چند بہترین نسخے بھی شوکیسوں میں کھلے ہوئے اپنے حسن اور زینت کی بہار دکھا رہے ہیں۔

اسی کمرہ کے ایک حصہ میں چند شوکیس رکھے ہوئے ہیں جن میں علامہ مرحوم تیمور پاشا کی ذاتی استعمال کی چیزیں ہیں۔ مثلاً قلمدان۔ فاؤنٹین پن۔ پیپرویٹ۔ خوردبین۔ دوات۔ ہاتھ کی لکڑیاں چائے کے پیالے۔ کھانے کی پلیٹیں وغیرہ وغیرہ۔ غالباً یہی قلم اور دوات ہوں گے جن کے

(باقی صفحہ ۵۲۲ پر)

Marfat.com

متفرقات

Marfat.com

Marfat.com

کتاب

زندگی کا عنصر اور بے لوث ساتھی

کامیابی کی لگن نوع انسان میں ازل سے موجود ہے کامرانی کی تڑپ ہر نہاں خانۂ دل میں مستور ہے۔ ہر وسیلہ اسرسہ پارا اور ہر تکنیک جو حصول مقصد میں ممد و معاون ہو استعمال میں لائی جاتی ہے کیونکہ ایک دوسرے کی امداد اعانت اور رفاقت کے بغیر کامیابی تک رسائی ممکن نہیں امیر غریب، کارخانہ دار و مزدور، قائد و مقلد اور راجا و پرجا ایک دوسرے کے تعاون کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ لیکن حالات کی موافقت و مساعدت میں ثبات نہیں۔

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

اس نگار خانۂ ہستی میں یاس و امید، بیم و رجا اور شکست و فتح کا چولی دامن کا ساتھ ہے شکست کو مومن کے [illegible] سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس پر پہنچ کر ہمتیں مفقود ہو جاتی ہیں عزائم مسدود ہو جاتے ہیں [illegible] کی جگہ افسردگی اور بیداری کی جگہ غفلت ڈیرا جما لیتی ہے۔

[illegible] ہو چکی ہو اور دھار ٹوٹ چکا ہو تو ایک ایسے رفیق کی ضرورت پڑتی ہے جو ہماری ہمت [illegible] [illegible] وفا اور یاس زدہ حالی کی وجہ سے فکر کی عمارت منہدم [illegible] ساتھی کی تلاش ہوتی ہے [illegible] و تفکر [illegible] نکال کر امید و مراد اور مسرت و شادمانی کی منزل پر پہنچا دے [illegible] ہے۔ جو کوشش پیہم کا سبق دے، ایک مونس و غم خوار کی ضرورت پڑتی ہے جو رونے کو مسکرانے اور آہوں کراہوں کو قہقہوں میں تبدیل کر سکے۔ سعدی شیرازی نے اسی ضرورت کی طرف اشارہ کیا تھا۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست ــــ در پریشاں حالی و درماندگی

دوست مشمار آں کہ در نعمت زند ــــ لاف یاری و برادر خواندگی

Marfat.com

حکیم شیراز نے کس قدر سچی حقیقت اور کیسا صحیح فلسفۂ رفاقت بتایا ہے لیکن ایسے وفاشعار احباب مانند عنقا ہیں۔ انھیں ڈھونڈھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

اس کے برعکس کتاب اس محاکمہ پر پوری اتر سکتی ہے۔ اس جانچ۔ پڑتال اور اس اندازہ و تخمینہ پر تل سکتی ہے۔ دوست آپ کو آڑے وقت میں چھوڑ سکتے ہیں مصیبت کے وقت اعانت سے انکار کر سکتے ہیں۔ مشکلات کے وقت دست رفاقت جھٹک سکتے ہیں۔ ورنہ کسی زخم خوردہ کو یہ کہنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

سیاہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے — کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے

لیکن کتاب آپ کو بے دست و پا نہیں چھوڑے گی جب ایمان کمزور اور یقین متزلزل ہو تو یقین محکم کی گتھی سلجھائے گی۔ جب شاہراہ کامیابی خاردار جھاڑیوں کے پیچ و تاب سے بھول بھلیاں بنا ہو تو نہ صرف رفیق مسافرت بلکہ خضر راہ کے فرائض بھی انجام دے گی۔ کوتاہ نظری اور احساس کمتری کی طرف ہمیشہ انگشت نمائی کرے گی۔ وسعت قلب، بلند نظری اور احساس برتری کا درس برابر دیتی رہے گی۔ اور فطرت انسانی کی پوشیدہ قوتوں کی نشان دہی کرے گی ملٹن ایسی کتاب کی بابت کہتے ہیں کہ وہ کتاب بہت قیمتی ہے۔ جو ہمیں انسانی فطرت سے قریب تر کرتی، اس کی باطنی قوتوں کے خزانے کے دروازے کھولتی اور مخفی قوتوں کو بے نقاب کرتی ہے۔"

اچھے دوستوں کی تعداد ریاضی کے اعداد و شمار کی مرہون منت نہیں۔ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ عشرت میں دوست بے شمار ہیں۔ لیکن عسرت میں کوئی ساتھی نہیں مسکرانے کے وقت قہقہے لگانے والے بکثرت ہیں۔ لیکن روتے وقت کوئی رفیق نہیں۔ زبانی دوستوں کی افراط ہے۔ لیکن جانی دوستوں کی تفریط، زبانی دوست کثرت سے ہیں مگر روحانی دوستوں کی قلت ہے لیکن کتاب — ع — زبانی است و نانی است و جانی

کی تفسیر میں صرف لفظ جانی کی شناسا ہے۔ ایسے ...... دسترخوان کی مکھی اور فصلی بٹیرے کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ غالب اس حرص و ہوس کی رفاقت کی بے ثباتی سے آگاہ ہیں فرماتے ہیں۔

فروغ شعلۂ خس یک نفس ہے — ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

فرض کیجیے کہ ایسا مجھے مل جاتا ہے جس کی فہم و فراست دیانت و قناعت اور خوش گوئی

Marfat.com

پر آپ کو ناز ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ آپ دونوں کا مزاج بھی یکساں ہو۔ اس کا کیا کیا جائے کہ آپ دونوں کی راہیں الگ الگ ہیں۔ طرزِ فکر اور نقطۂ نظر جدا جدا ہے۔ جو بات آپ چاہتے ہیں اسے وہ نہیں چاہتا۔ جو وہ چاہتا ہے اسے آپ اختیار نہیں کرتے۔ آپ جدت پسند ہیں لیکن وہ قدامت پسند۔ آپ مغز پر فریفتہ ہیں اور وہ چھلکے کا دلدادہ۔ آپ سرد مزاج ہیں، مگر وہ گرم طبع ہے۔

دوست سے ملاقات کرنا آسان نہیں بعض اوقات طویل مسافت طے کرنا پڑتی ہے باایں ہمہ ملاقات کا یقین نہیں کیا جا سکتا۔ گھر پر موجودگی اور صحت کی درستگی کا علم نہیں ہوتا۔ اور اگر یہ تمام باتیں معلوم بھی ہو جائیں پھر بھی طبیعت کی کیفیت کا کیا پتہ۔ انسانی دوستی زمان و مکان کی مقید ہے لیکن کتاب نزدیکی و دوری اور یمین و یسار کا فلسفہ نہیں جانتی۔ انسانی دوست مٹ جانے والے ہیں۔ یہ انمٹ ہے۔ نہ تو نگاہ پھیرے والے نہ دم کے تقاضے اس کی پیشانی پر بل ڈال سکتے ہیں نہ کارزارِ حیات کی مصروفیات اُسے کبیدہ خاطر بنا سکتی ہیں جس وقت اور جتنی دیر تک آپ کا جی چاہے اس سے باتیں کر سکتے ہیں۔ ہر جگہ اور ہر وقت پر اپنی بیش قیمت آرا اور انمول مشوروں سے آپ کو باخبر رکھے گی۔ احباب و رفقاء کی گلہ مندیاں اور نکتہ چینیاں ہمیں بار خاطر دکھائی دیتی ہیں لیکن یہ کبھی شکوہ سنج نہیں ہوتی۔ انھیں ہر وقت خوش نہیں رکھ سکتے۔ لیکن وہ کبھی خفا نہیں ہوئے۔ وہ ہر وقت پاس نہیں ہوتے یہ ہر وقت موجود رہتی ہے۔ [illegible] ہر وقت حاضر [illegible] لیکن کبھی غیر حاضر نہیں ہوسکتی۔ کتاب کی ان گوناگوں افادیتوں کے مدِ نظر لارڈ میکالے [illegible]

"اگر مجھے دنیا کا شہنشاہ بنا دیا جائے اور میری [illegible] ہوں، سیر و تفریح کے لئے باغیچے، کھانے کے لئے لذیذ [illegible] عمدہ ملبوسات، سواری کے لئے اعلیٰ بگھیاں اور خدمت کے لئے سینکڑوں خادم مہیا کئے جائیں، لیکن ساتھ ہی یہ شرط ہو کہ انعامات کی یہ بارش اسی صورت میں ہو سکتی کہ میں کتابیں نہ پڑھوں گا۔ تو میں شہنشاہ بننے سے انکار کر دوں گا، اور ان نعمتوں سے دستکشی کر لوں گا بلکہ ایسے شہنشاہ بننے پر ایک مفلس انسان کی حیثیت سے ایک تنگ و تاریک کٹیا میں جہاں کتابیں موجود ہوں زندگی بسر کرنے کو

Marfat.com

ترجیح دوں گا۔"

جائے حیرت نہیں۔ ہر کتاب دوست انسان اس پیش کش کو ٹھکرا دینے میں حق بجانب ہوگا۔
تلاش و جستجو انسان کی قدرتی خواہش ہے۔ تاسیس و اختراع اس کا خاصہ فطرت ہے
وہ دوسروں کے خیالات سننے کا اشتیاق رکھتا ہے۔ اوروں کے مشاہدات جاننے کے لئے
بے چین رہتا ہے۔ علم کے مختلف شعبوں پر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ سائنس کے مطالعہ سے ہم آسمانوں
کی پیمائش کر سکتے ہیں۔ سمندر کی گہرائیاں ناپ سکتے ہیں۔ روشنی کی رفتار معلوم کر سکتے ہیں۔ پرندوں کی طرح
آسمان پر اڑ سکتے ہیں۔ خشکی پر لکڑی کے گھوڑے اور تری پر لوہے کے مگرمچھ دوڑا سکتے ہیں۔
زراعت کی کتابیں موجودہ آئین فلاحت بتاتی ہیں۔ فصلوں کے ہیر پھیر کی اہمیت جتاتی ہیں۔ جدید
آلات کاشتکاری سے آشنا کرتی ہیں۔ طبی مطالعہ سے امراض کی اقسام اور ان کی تشخیص سے
آگاہ ہوتے ہیں۔ متعدی امراض کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ جغرافیہ کی کتابیں استوائی حرارت کی توضیح اور
قطبی برودت کی توضیح بتاتی ہیں۔ ان کے ذریعے ماؤنٹ ایورسٹ کی سیر کر سکتے ہیں۔ قطبین تک
پرواز کر سکتے ہیں۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتھر کا زمانہ سامنے آجاتا ہے۔ ازمنہ وسطیٰ کا نقشہ آنکھوں
کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ ماضی کے زعماء حال کے مشاہیر سے مل سکتے ہیں۔ ان کے نصائح سے مستفید
ہو سکتے ہیں۔ اقوام و ملل کے عروج و زوال کے قوانین اخذ کر سکتے ہیں۔ الہامی کتابوں کا مطالعہ
تزکیۂ نفس اور سکون قلب کے لئے ناگزیر ہے۔ اس سے دل اطمینان کی نعمت، ذہنی سکون
کی دولت اور ضمیر چین کی لذت سے آشنا ہوتا ہے۔ جہالت کے ہر عہد میں اور تاریکی کے
ہر دور میں الہامی تعلیم نے ظن کی جگہ یقین، جہل کی جگہ علم بصیرت اور قیاس و تخمین کی جگہ برہان و
عرفان کا درس دیا۔ اور کذب و افترا دیا اور حرص و آز کے جراثیم کا قلع قمع کیا۔ قرآن
حکیم ہی کو لیجئے۔ اس میں ہر دکھ کا درمان ہے۔ ہر درد کا مداوا ہے۔ دنیا بھی ہے اور دین بھی۔ انفرادی
زندگی کے لئے قانون بھی ہے اور اجتماعی زندگی کا لائحہ عمل بھی۔ اول درجہ کی سیاست کی برتری کا اعلان
بھی ہے اور تیسرے درجہ کی سیاست کی بہتری کا بطلان بھی۔ الہامی تعلیم نے ماضی میں امتوں کی تقدیریں
بدلی ہیں۔ اور حال و استقبال میں بھی قوموں کی قسمت پلٹ سکتی ہے۔
تاریخ ایسے ولی شہیر کو پہچانتی ہے۔ جنھوں نے اپنی قسمت خود بدلی، غربت و نادار افلاس

Marfat.com

وفلاکت اور عسرت و یاس نے ان کا راستہ روکنا چاہا لیکن وہ جوش و ولولہ عزیمت و استقامت اور ایثار و قربانی سے دولت بیکراں اور سعادت بے بہا سے شاد کام ہو گئے۔ ان کے سوانح حیات ہر قدم پر مددگار اور ہر موڑ پر رہنما کا کام دیتے ہیں۔ ایسے کتابیں صحیح معنوں میں رفیقۂ حیات اور شریک زندگی ہیں۔ غیر فانی عظمت کی مالک اور بلند کردار شخصیتوں نے کتاب دوستی کو اپنا شعار بنایا ہے اسی لئے ان کے علمی تبحر کا ایک دور معترف رہا ہے۔ رالف والڈو ایمرسن اس قابلیت کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ اگر ہم غیر معمولی ذہانت و فطانت کی مالک ہستی سے ملاقات کریں، تو ہمیں پوچھنا چاہیئے کہ اس نے کونسی کتابیں پڑھی ہیں۔ سرسید کی دقیقہ رس نگاہیں کتاب کے صفحات میں عروج و کامرانی کو تاڑ گئی تھیں۔ لکھتے ہیں وہ شخص کامیاب ہے جس کا مطالعہ وسیع ہے۔

مغرب آج شہرت و ترقی کے اوج ثریا کا مکین ہے۔ زمین سے قدم رشتہ توڑ کر فضائے خلا سے پیمانِ وفا باندھ رہا ہے اس کایا پلٹ میں زندگی بخش کتب کا بڑا حصہ ہے۔ ان کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ کئی کئی ایڈیشن شائع کئے جاتے ہیں اور لاکھوں نوجوان فیض یاب ہوتے ہیں مگر بدقسمتی سے ہمارے ملک میں کتاب کی اہمیت پر چنداں توجہ نہیں دی جاتی۔ اس کی افادیت کا قولی اقرار ہے لیکن زندگی میں اس کی ضرورت سے عملی انکار۔ کتاب کی احتیاط اور اس کا احترام ملحوظ نہیں۔ امیرزادوں کا تو ذکر ہی کیا۔ لہو و لعب اور زندگی کو ہم معنی سمجھتے ہیں۔ انہیں سکندر سے سبق لینا چاہیئے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں باپ سے زیادہ اپنے استاد ارسطو کا ممنون ہوں

ہمارے ملک میں خواندہ افراد کل آبادی کا چھٹا حصہ ہیں تعلیم یافتہ حضرات کا اوسط ایک فیصدی بھی نہیں۔ تحقیق و تجسس سے شغف رکھنے والے نہ ہونے کے برابر ہیں۔

بنجمن فرینکلن نے کتاب خرید کر پڑھنے کی تلقین کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر ایک آدمی اپنا بٹوہ دماغ میں خالی رکھتا ہے تو اسے کوئی نہیں چرا سکتا۔ رابرٹ ماسک ونیلے لائبریری کی اہمیت کے نقیب ہیں۔ کہ دانا ترین اشخاص حوالہ کے لئے بہترین لائبریریاں قائم رکھتے ہیں۔ اول تو ہمارے ملک میں لائبریریوں کا فقدان ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ استفادہ کرنے والے محدود۔ اگر چند عاشقان کتاب لائبریری کا طواف کرنے بھی نکلیں تو

Marfat.com

سمجھ لیجئے کہ کتاب کی شامت آگئی۔ واپس کی ہوئی کتاب کی اوراق گردانی کریں جا بجا صفحات غائب، تصویر نہ دارد۔ ان کا توسن قلم صرف حاشیہ آرائی کے لئے چلتا ہے رائے زنی کیا ہے پنسل سے اچھی خاصی تزئین و آرائش کی گئی ہے۔ چارلس لیمپ نے انہی مجنونانِ کتاب کی شناخت بتاتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مجموعہ کتب کی قطع و برید کرنے والے۔ الماری کے قرینہ کو خراب کرنے والے اور ناکارہ جلد کے خالق ہیں۔ اور پھر معاملہ یہاں پر ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ طول پکڑتا ہے۔ ابھی کتاب چور حضرات کا تذکرہ باقی ہے جو کتاب مستعار لے کر واپس نہیں کرتے۔ اُن کے طاق کا معائنہ کیجئے۔ مال مسروقہ کا انبار لگا ہوا ہے۔ اناطول فرانس نے انہی افراد کی زبانی کہا ہے یہ اور بات ہے کہ وہ خود بھی اسی گھرانے کا ایک فرد ہے۔ رقمطراز ہے کتاب کبھی مستعار نہ دو۔ کیوں کہ کوئی واپس نہیں کرتا ہے میری لائبریری میں جو کتابیں موجود ہیں وہ دوسرے لوگوں نے مجھے عاریۃً دی تھیں۔ چارلس لیمپ اس تلخ حقیقت سے آشنا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ واپس کی ہوئی کتاب کو نادر نسخوں میں شمار کرتے ہیں۔

اگرچہ زندگی کا نظام مکمل اور واحد ہے لیکن ہر انسان اسے مخصوص زاویۂ نگاہ سے دیکھتا ہے جس کی وجہ سے حقیقت متنوع نظر آتا ہے۔ کسی نے ان حقائق کو ناول کے روپ میں پیش کیا کسی نے شعر و شاعری اور ڈرامہ اور افسانہ نویسی کو طرز بنایا۔

ادیبوں نے زندگی کے حقائق سے عطر تیار کیا۔ مصنفوں نے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ شہد کی شکل میں پیش کیا۔ اور نہ صرف زندگی کا ٹٹلے بلکہ سدھارنے کا درس دیا۔ اسی لئے ادب کو زندگی کا ترجمان کہتے ہیں۔ جو ادب زندگی کی عکاسی نہیں کرتا ادب نہیں کہلا سکتا۔ اسی لئے نقاد ٹکن کرویا۔ ادیبوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں "تم مصنف بننے کی آرزو رکھتے ہو تو اپنے ملک کے مصائب کی داستان پر نظر ڈالو۔ اور اس کے بعد اگر تمہارا دل خون نہیں ہو جاتا۔ تو اپنے قلم کو پھینک دو۔"

بعض لوگ مطالعہ کتب میں ایک خاص نظریہ پر کاربند ہیں اُن کے نزدیک ایک کتاب کا مطالعہ فائدہ مند ہے۔ تو دوسری کا نقصان دہ۔ ایک اگر بلندی کا درس دیتی ہے تو دوسری پستی کا۔ ایک اخلاقی اقدار کی خالق تو دوسری بداخلاقی کی موجد۔ ایک کے پہلو میں تریاق ہے تو دوسری کی بغل میں زہر ہلاہل لیکن آسکروائلڈ اس پابندی کے خوگر نہیں۔ لکھتے ہیں اس سخت اور

Marfat.com

بے لچک قانون پر عمل کرنا کہ کون سی کتاب پڑھنی چاہیئے اور کونسی نہیں، فضول ہے کیونکہ نصف سے زائد جدید ثقافت کا انحصار اس مطالعہ پر ہے۔ جو انسان کو نہیں کرنا چاہیئے کتاب کی اہمیت سے انکار کرنا شہد کو نمکین کہنا ہے۔ اس کی افادیت کا انکار دودھ کو سیاہ بنانے کے مترادف ہے جب تک رات کو دن اور دن کو رات کہنا غلط ہے اس وقت تک کتاب کی ہمہ گیر فضیلت، ہنگامہ رستاخیز میں اس کی افادیت کا اعتراف نہ کرنا گناہ ہے۔ بلا مبالغہ اگر کارگاہ سعی وعمل میں پُرمسرت اور رواں دواں زندگی کے دروازے کھولے ہیں کسی نے بے لوث رہنمائی کی ہے۔ تو وہ بہترین ساتھی کتاب ہے ؎

بقیہ

کتب خانہ مانچسٹر کے بعض مخطوطات

صفحہ ۵۵۱ کے بعد کا مضمون

۱۸۔ صنم کدۂ چین سید حسین شاہ حقیقت مکتوبہ ۱۸۶۱ء (ہندوستانی: ۱۴)

۱۹۔ راگ مالا مصور مکتوبہ ماۃ ۱۸ (ہندوستانی، ۲۴)

۲۰۔ بارہ ماسا کاظم علی جواں مکتوبہ ۱۸۰۲ء (ہندوستانی: ۴۴)

Marfat.com

محمد ناظم ندوی

میرا مطالعہ

غالباً ۱۹۲۷ء یا ۱۹۲۸ء کا زمانہ ہوگا۔ روزانہ اخبارات کو میں جانتا بھی نہیں تھا لیکن اخبار دیکھتے ہی میں اسے پڑھنے کے لئے بیتاب ہو جاتا۔ یہ یاد نہیں کہ کونسا اردو اخبار پہلی مرتبہ پڑھا مگر مطالعہ کرنے کا ذوق اخبار ہی سے پیدا ہوا۔ غالباً میری عمر ۱۴-۱۵ برس کی ہوگی جب پہلی مرتبہ اخبارات و رسائل کی شکل دیکھی۔ مصر کا "المصور" اور "کل شیٔ" نامی دو پندرہ روزہ یا ہفتہ وار اخباروں کو جب پہلی مرتبہ نہایت عمدہ کاغذ اور ٹائپ میں چھپا دیکھا تو مجھے یہ دونوں اخبارات بہت پسند آئے۔ خصوصاً ان میں طرح طرح کی رنگین تصویریں دیکھ کر جی چاہتا کہ پورا اخبار ایک آن میں پڑھ ڈالوں۔ رنگین تصویروں کے نیچے دی ہوئی تشریحات کو خوب جی لگا کر پڑھتا۔ کچھ سمجھتا اور بہت کچھ سمجھ میں نہ آتا۔ کیونکہ میری عربی زبان کی استعداد و خصوصاً اخبارات و رسائل کی زبان سمجھنے کے معاملہ میں بہت کم تھی۔ مگر میں اسے پڑھتا رہتا۔ میرے ادبی ذوق کا آغاز مصر کے انہی دونوں اخبارات کے مطالعہ سے ہوا۔

جورجی زیدان کے چند ناول عروس فرغانہ۔ غادۃ کربلا۔ سکینۃ بنت حسین کا اسی زمانہ میں مطالعہ کیا۔ ان ناولوں کے مطالعہ سے عربی زبان سے والہانہ محبت پیدا ہوگئی۔ نئے الفاظ نئی ترکیبیں جاننے کا ذوق و ولولہ پیدا ہوا۔ مشکل الفاظ کے معنی معلوم کرنے کے لئے اکثر و بیشتر لغت کی کوئی کتاب سامنے رکھتا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک لفظ کے معنی معلوم کرنے کے لئے بہت سے نئے الفاظ معلوم ہو جاتے اور مجھے لغت کی کتاب کا مطالعہ کرنے میں ایک لذت محسوس ہونے لگی۔ اور میرے لئے نئے مادہ کے الفاظ کے معانی کا علم ایک نامعلوم جزیرہ کی دریافت سے کم لطف اندوز

Marfat.com

نہ تھا۔

نصاب کی کتابوں کا مطالعہ تو ناگزیر تھا کیونکہ امتحان میں کامیابی کا دارومدار اسی پر تھا مگر غیر درسی کتابوں خصوصاً رسائل اخبارات اور ناول وغیرہ کے مطالعہ میں زیادہ دلچسپی محسوس کرتا۔

ایک روز میرے ایک دوست محمد شفیع صاحب جو مجھ سے سینئر تھے محمد حسین آزاد مرحوم کی آب حیات پڑھ رہے تھے اور اس کی زبان اور اسلوب سے بے حد متاثر ہو کر مجھے بھی اس کے کچھ حصے سنانے لگے۔ غالباً آزاد مرحوم نے کسی شاعر کا ایسا نقشہ کھینچا تھا کہ گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں اس کا سراپا، اس کی وضع قطع، خد و خال شعر پڑھنے کا ڈھنگ سب کچھ اس انداز میں بیان کیا تھا کہ ہم دونوں بڑے مزے لے لے کر پڑھتے رہے اور لطف اندوز ہوتے رہے۔ اردو ادب کے مطالعہ کا ذوق آب حیات کے مطالعہ سے ہوا۔ ۳۷، ۳۸ برس قبل کی بات ہے غالباً آب حیات کے مصنف نے ولی دکنی کو اردو شاعری کا باوا آدم لکھا ہے اور اسی طرح رودکی کو فارسی کا پہلا شاعر اور امرأ القیس کو پہلا عربی شاعر لکھا ہے اس وقت آزاد نے جو کچھ لکھ دیا اسے حرف اخیر مان لیا۔ ولی دکنی کے چند شعر اب تک یاد رہ گئے ہیں غالباً غزل کا یہ ابتدائی شاعر ہے اور مجھے بھی غزل کے یہی دو تین شعر اس وقت یاد ہوئے تھے جو اب تک یاد ہیں

ے یاں لعل فسوں ساز نے باتوں میں لگایا دے پیچ ادھر زلف اڑا لے گئی دل کو

بہار شریف کے مدرسہ عزیزیہ میں اس زمانہ میں غیر درسی کتابیں بہت کم تھیں اور بہت کم اخبارات و رسائل آتے تھے مگر ہمارے مطالعہ کا ذوق انہی اخبارات رسائل اور اردو اور عربی کے ناولوں سے شروع ہوتا ہے لیکن ۱۹۲۹ء میں جب اپنے مرحوم دوست مولانا مسعود عالم صاحب ندوی کی تحریک و ترغیب پر مدرسہ عزیزیہ کو چھوڑ کر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ آیا تو اس درسگاہ کا ماحول بالکل مختلف پایا۔ طلباء کی اپنی انجمن اصلاح تھی جس کا ایک وسیع کتبخانہ تھا۔ اس کی شان نرالی تھی اپنی مختصر سی تعلیمی زندگی میں پہلی مرتبہ طلباء کی اس قدر اچھی لائبریری کے دیکھنے کا موقع ملا جس کا سارا نظم و نسق طلباء کے ہاتھ میں تھا۔ بچوں کا شعبہ علیحدہ تھا اور بڑے طلباء کا شعبہ علیحدہ تھا بڑے طلباء اپنے چھوٹے بھائیوں کی مطالعہ کرنے میں مدد کرتے ان کے علم استعداد اور ذوق کے لحاظ سے ان کی رہنمائی کرتے وہاں پہنچکر آب حیات کے علاوہ گل رعنا

Marfat.com

مؤلفہ مولانا عبدالحیؒ' تاریخ ادب اردو از بابو رام سکسینہ مترجمہ حسن عسکری اور دوسری ادبی کتابوں اور بہت سے اردو دواوین کے مطالعہ کا موقع ملا۔ پریم چند کے بہت سے مختصر افسانوں کے مجموعے۔ پریم پچیسی' پریم بتیسی وغیرہ اور عبدالحلیم شرر کے تاریخی ناول پڑھنے کا موقع ملا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا ادبی وعلمی ذوق بہت بلند تھا۔ وہاں جاکر محسوس ہوا کہ جب تک اردو کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ نہ کیا جائے کسی ادبی وعلمی مجلس میں گفتگو نہیں کی جاسکتی۔ مولانا مسعود عالم صاحب مرحوم اور مولانا عبدالسلام صاحب قدوائی ندوی (صدر شعبۂ دینیات جامعہ ملیّہ دہلی) دونوں ان دنوں زیر تعلیم تھے اور دونوں مجھ سے بیشتر تھے مگر ہم سب ایک دوسرے کے بے تکلف دوست تھے یہ دونوں حضرات مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے علم وفضل کے بڑے مداح تھے اور ان کی مجلسیں مولانا ابوالکلام کے ذکر سے خالی نہ ہوتیں (مولانا) عبدالسلام صاحب قدوائی "الہلال" کے فائل ہم لوگوں کو سناتے تھے کبھی تذکرہ کا ذکر کرکے مطالعہ کرنے کے خوابیدہ ذوق کو بیدار کرتے۔ ان دونوں حضرات کی صحبت کے طفیل مجھ میں اردو ادب اور تاریخ کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوا۔ اگرچہ میں عربی زبان کی شمع کا پروانہ بن چکا تھا اور میرا اکثر وقت عربی زبان کے مطالعہ میں صرف ہوتا مگر دارالعلوم ندوۃ العلماء کا علمی وادبی ماحول ایسا تھا کہ وہاں کوئی اچھا طالب علم انجمن اصلاح کے کتب خانہ کی کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز نہیں ہوسکتا تھا۔ قدیم طلباء ہمیشہ نو آمد طلباء کی بڑے اچھے طریقہ پر رہنمائی کرتے اور ان میں علمی وادبی ذوق پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ دونوں میرے مقابلہ میں زبان کا پختہ ذوق رکھتے تھے' خصوصاً مولانا عبدالسلام صاحب قدوائی تو نہایت پختہ ذہن وفکر کے طالب علم تھے اور اپنے زمانہ میں طلباء میں کافی مقبول اور عجیب شخصیت کے مالک تھے اور ان کی گفتگو' فکر اور رائے سے طلباء بہت متاثر ہوتے تھے۔ چنانچہ ان سے میں بھی متاثر ہوا۔

ایام طالب علمی میں مولانا شبلی نعمانی' مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا سید سلیمان ندوی کی تصنیفات کا مجھ پر زیادہ اثر پڑا۔ مولانا سید سلیمان ندوی کے تعمق فکر اور غائر نظر' مولانا ابوالکلام آزاد کے نبوغ اور مولانا شبلی کی تاریخ دانی اور بلیغ زبان کا اتنا اثر پڑا کہ ایک عرصہ تک شاید ہی ادب اردو' ادب عربی اور تاریخ وسیرت نبی کے سوا دوسرے مضامین کا دلچسپی سے مطالعہ

Marfat.com

کیا ہو گا۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) آنے کے بعد ہمیں خوش قسمتی سے مراکش کے مشہور عالم و ادیب و لغوی شیخ تقی الدین الہلالی جیسے شفیق استاد مل گئے وہ اپنے علم، اپنی جرأت، بیباکی اور عرب کی خوش گوئی کے جوہر کے باعث طلباء میں بہت محبوب اور باعظمت بن گئے وہ بے انتہا متواضع، خلیق اور خوش خلق تھے وہ اپنے شاگردوں سے بہت گھل مل کر رہتے۔ اس بے تکلفی کے باوجود ہم لوگ ان کا ادب کرتے تھے اور کوئی بات ان کے مزاج کے خلاف نہ کرتے اور ان کی خفگی اور ناراضگی کا ہم بڑا خیال رکھتے انہی کی راہنمائی میں مجھے اور میرے[1] دوستوں میں عربی زبان کا ذوق و شوق پیدا ہوا اور ان کی بار بار کی ہدایت سے زبان و ادب کے معاملہ میں شکی ہو گئے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ تم لوگ لغت کا بار بار مطالعہ کرو اور لفظ کی تحقیق میں شکی ہونا بہت مفید رہتا ہے کوئی بات بلا تحقیق ہرگز تسلیم نہ کرو۔ وہ خود بھی علم و فضل کے باوجود بڑی صفائی سے کہتے مجھے یہ معلوم نہیں یا مجھے اس کی تحقیق نہیں ہے تحقیق کرو۔ اختلاف کر سنتے اور اپنی رائے پر کبھی اصرار نہ کرتے۔

طالب علمی کا زمانہ تھا، عمر بھی کوئی زیادہ نہ تھی غزل کے کسی شعر پر کبھی زیر لب مسکرا دیتا۔ ایک مرتبہ ہلالی صاحب سے عبدالقاہر جرجانی کی دلائل الاعجاز پڑھ رہا تھا۔ اس کے ایک شعر پر مجھے ہلکی سی ہنسی آ گئی جو ہلالی صاحب نے بھی محسوس کر لی وہ بہت خوش مزاج اور باوقار استاد تھے۔ کہنے لگے اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں ؎

إِنِّي عَشِيَّةَ رُحْتُ وَهِيَ حَزِينَةٌ تَشْكُو إِلَيَّ صَبَابَةً لَصَبُورُ
وَتَقُولُ بِتْ عِنْدِي فَدَيْتُكَ لَيْلَةً أَشْكُو إِلَيْكَ فَإِنَّ ذَاكَ يَسِيرُ
غَرَّاءُ مِبْسَامٌ كَأَنَّ حَدِيثَهَا دُرٌّ تَحَدَّرَ نَظْمُهُ مَنْثُورُ

جس شام کو میں اس کے پاس گیا وہ غم سے نڈھال جذبات میں ڈوبی ہوئی شکوہ شکایت کرنے لگی۔ میں نے بڑے صبر و ضبط سے کام لیا وہ کہنے لگی میں تم پر قربان

---

[1] اشارہ مسعود عالم صاحب مرحوم، صدیق مکرم مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی اور مولانا ابو اللیث صاحب وغیرہ کی طرف ہے۔

Marfat.com

ایک شب میرے پاس تو بسر کرو تا کہ میں اپنی داستانِ غم تم کو سنا سکوں اور ایک شب کا قیام کوئی بڑی چیز نہیں۔

ہلالی صاحب کہنے لگے کہ عرب شعراء عموماً اپنی بیویوں سے محبت کرتے ہیں اور یہ سب محبت وعشق اور وصال وفراق کا ذکر اپنی بیویوں سے متعلق ہے میں چپ سنتا رہا۔

ندوہ کے علمی وادبی ماحول کا تمام طلباء پر گہرا اثر تھا۔ طلباء عموماً اپنے ذوق کے مطابق مطالعہ کرتے، کوئی حدیث وقرآن پر مراجع کا مطالعہ کرتا تو کوئی تاریخ کا کوئی اردو ادب یا عربی ادب کی امہات الکتب کا مطالعہ کرتا۔

مجھے ندوہ ہی کے کتب خانہ میں نہایۃ الادب نویری، کتاب الاغانی اور خزانۃ الادب لبغدادی لسان العرب اور تاج العروس کے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ جاحظ کی مشہور کتابوں مثلاً البیان والتبین، کتاب الحیوان اور رسائل الجاحظ کتاب البخلاء وغیرہ کا مطالعہ کرنا نصیب ہوا۔ جاحظ کے مولفات کے مطالعہ سے میرے اسلوب نگارش پر اثر پڑا نیز رفتہ رفتہ مجھ میں ادب عربی میں کمال پیدا کرنے کا خیال ہوا اور عجمی اسلوب ادا اور خالص عربی اسلوب کے درمیان فرق محسوس ہونے لگا۔ عرصہ تک میں نے قرآن کریم کا مطالعہ لسانی اور ادبی نقطۂ نگاہ سے کیا اور اس کی آیات اور جملوں کے ربط پر غور کرتا۔ الفاظ کے استعمال پر غور کرکے کہتا یہ جملہ اس طرح کیوں نہیں کہا گیا؟ اس اسلوب اور دوسرے اسلوب میں کیا فرق ہے؟ سورۃ یوسف میں ہے "اِنَّ لَہٗ اَبًا شَیْخًا کَبِیْرًا" مرے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ اِنَّ اَبَاہُ شَیْخٌ کَبِیْرٌ بھی خالص عربی ترکیب ہے اور صحیح ہے اس کی بجائے یہ ترکیب کیوں استعمال کی گئی۔ اس میں بلاغت کا کون سا نکتہ پوشیدہ ہے دوسری جگہ اسی سورہ یوسف میں ہے۔ قَالَ نِسْوَۃٌ فِی الْمَدِیْنَۃِ اس کے بجائے قَالَ نِسْوَۃُ الْمَدِیْنَۃِ کیوں نہیں کہا گیا۔ وغیرہ۔ قرآن حکیم، حدیث نبوی اور قدیم ادباء وشعراء وخطباء کو میں نے ادبی نقطۂ نگاہ سے پڑھا اور انہیں سے مجھے محسوس ہوا کہ ہم کو عجمیوں کی کتابوں سے یا متاخر دور کے عرب ادباء کی کتابوں کے مطالعہ سے خصوصاً ابتدائی زمانہ میں پرہیز کرنا چاہیے۔

میرے مطالعہ کی رفتار تیز نہیں ہوتی خصوصاً جب معیاری قسم کی ادبی کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں تو

Marfat.com

نظم و نثر دونوں کے مطالعہ میں میری رفتار ایسی ہوتی ہے۔ جیسے برسات میں اچھرہ کے ذیلدار پارک کی سڑک پر کوئی مسافر نہایت قیمتی لباس پہن کر گذرتا ہو۔

میرا کتب خانہ بہت مختصر ہے اس میں عربی، انگریزی اور اردو کی زیادہ تر کتابیں ہیں۔ انگریزی نصف صرف اقتصادیات و سیاسیات اور بعض دینی کتابوں تک محدود ہے ان کتابوں میں عالم اسلام کے بعض مشہور ادیبوں اور سیاست دانوں اور علماء و شعراء کے ہدیہ شامل ہیں۔ جن میں قابل ذکر سید ابو ہاشم عزام مرحوم۔ عمر بہاء الامیری[1]، شیخ یوسف ملاحی[2]، شیخ ابن باز نائب رئیس الجامعۃ الاسلامیہ مولانا مسعود عالم صاحب مرحوم، مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ مولانا عبدالسلام صاحب نوروائی وغیرہ ہیں میرے کتبخانہ میں عہد جدید کے اکثر مشہور ادباء عرب کے تراجم یا تالیفات ہیں ان میں زراعت ایٹمی سائنس، سیاسیات، اقتصادیات۔ تاریخ، ادب عربی، حدیث و تفسیر وغیرہ پر کتابیں لکھی ہیں

میرے پسندیدہ رسائل معارف اعظم گڈھ، الجامعہ (جامعہ ملیہ دہلی) فاران کراچی، ترجمان القرآن مولانا مودودی اور چراغ راہ کراچی ہیں

---

[1] مصر کے مشہور شاعر جنہوں نے علامہ اقبال کے کلام کے متعدد مجموعوں کا عربی نظم میں ترجمہ کیا ہے اور کئی سال تک مصر کے سفیر کی حیثیت سے پاکستان میں مقیم رہے ہیں

[2] شام کے مشہور سیاست دان اور دیندار علمی شخصیت، شام کے سفیر کی حیثیت سے پاکستان میں تین سال تک مقیم رہے ہیں۔

Marfat.com

عبدالمجید قریشی

کتابیں ہیں چمن اپنا

صاحب خانہ معزز مہمان کو اپنی نو تعمیر قیام گاہ کے مختلف حصوں کی سیر کراتے ہوئے اب کتب خانہ میں پہنچتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ "یہ میرا کتب خانہ ہے"

"خوب! معلوم ہوتا ہے آپ کو مطالعۂ کتب سے خاص دلچسپی ہے" مہمان نے کتابوں کی الماریوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! کچھ ایسا ہی سمجھئے۔" میزبان نے کہا "مگر یہ تمام کتابیں جو آپ کے سامنے ان الماریوں میں بند ہیں۔ دراصل میرے احباب کی ملکیت ہیں جنہیں میں مطالعہ کی غرض سے ان سے گاہ بگاہ مستعار لاتا رہا اور پھر انہیں لوٹانا نصیب نہ ہوا۔"

"اوہ! میں سمجھا۔ مگر آپ نے اپنے مذاق کے مطابق کچھ کتابیں تو ضرور خریدی ہوں گی؟"

"یقیناً! مگر وہ تمام کی تمام اب میرے دوستوں کے کتب خانوں کی زینت ہیں" - اور مہمان مسکرا دیا

ہر چند کہ یہ لطیفہ غیر ملکی ہے تاہم اس لطیفے میں چھپے ہوئے طنز کے پیش نظر اگر ہمارے ملک کے کتب خانوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو نتیجہ یہی برآمد ہوگا کہ کتب خانے چاہے کہیں بھی ہوں ان کے حالات کم و بیش یکساں ہی ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیئے کہ کتابوں کی دانستہ یا نادانستہ چوری کا مسئلہ کسی خاص ملک یا خاص زمانے سے متعلق نہیں بلکہ شائقین کتب ہر ملک اور ہر زمانے میں یہ کارِ خیر انجام دیتے رہے ہیں۔ ہمارے یہاں عام شکایت یہ ہے کہ ملک کے مختلف کتب خانوں اور لائبریریوں

Marfat.com

سے کڑی نگہداشت کے باوجود ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں کتابیں چُرالی جاتی ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں اور چیزوں کی چوری کو تو چوری سمجھا جاتا ہے۔ لیکن کتابوں کی چوری کو چوری نہیں سمجھا جاتا اور بڑے بڑے ثقہ حضرات اس معاملے میں سینہ زوری پر آمادہ نظر آتے ہیں وہ ایک دوسرے کی کتابیں دیکھتے دیکھتے اچک کر لیتے ہیں اور پھر کمال ڈھٹائی سے انہیں ہڑپ کر جاتے ہیں۔ ہمارے موجودہ معاشرے کی اخلاقی حالت لاکھ بُری سہی اور دیانت اور امانت کے فقدان کی جس قدر شکایت کیجئے کم ہے لیکن آج سے پچاس ساٹھ یا سو سال پہلے کا زمانہ جسے آج اخلاقی لحاظ سے ایک مثالی دور کہا جاتا ہے اس قسم کی خامیوں اور کمزوریوں سے مبرا نظر نہیں آتا۔ چنانچہ اس قسم کی روایات اب پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہیں کہ ۱۸۵۷ء میں امراء اور علماء کے بڑے بڑے کتب خانوں کو لوٹنے والوں میں وہ طالب علم حضرات بھی شامل تھے جو اس زمانے میں تعلیم اور تدریس کی راہیں طے کر رہے تھے۔

خان بہادر مولوی خدا بخش مرحوم نے پٹنہ میں "خدا بخش اورینٹل لائبریری" جیسے عظیم الشان کتب خانہ کی بنا ڈالی جس کا شمار آج برصغیر کے پہلے تین بڑے کتب خانوں میں ہوتا ہے انہوں نے اپنی تمام زندگی ایک متدین اور راست باز انسان کی حیثیت سے گزاری۔ وکالت بھی کی اور جج بھی رہے ہمیشہ دیانت امانت اور صداقت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ لیکن جہاں تک کتابیں حاصل کرنے کا تعلق ہے انہوں نے ہر طریقہ اپنے لئے روا رکھا۔ خواہ وہ اخلاقاً کتنا ہی معیوب کیوں نہ ہوا۔ چنانچہ یہ مشہور واقعہ ہے کہ انہی مولوی خدا بخش مرحوم کو ایک نایاب قلمی کتاب کی شدید ضرورت لاحق تھی۔ ان کے ملنے والوں میں ایک صاحب کے پاس مطلوبہ کتاب موجود تھی لیکن وہ اس کی قدر و منزلت سے واقف نہ تھے صرف اس لئے کہ یہ بہت پرانا قلمی نسخہ ہے اور اس کی جلد خوبصورت ہے وہ کسی قیمت پر فروخت کے لئے تیار نہ تھے۔ آخر مولوی صاحب کے اصرار پر یہ کتاب انہوں نے مولوی صاحب کو مطالعہ کی غرض سے دے دی۔ مولوی صاحب نے اس نسخہ کو جلد سے الگ کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور کچھ دنوں بعد اسی تقطیع اور ضخامت کا ایک معمولی نسخہ اس کی جلد میں بندھوا کر ان صاحب کے حوالے کر دیا۔ کتاب کے مالک کو مولوی صاحب کی اس حرکت کی بالکل خبر نہ ہوئی اور ان کی کتاب مزے سے مولوی خدا بخش صاحب کے کتب خانہ میں داخل ہو گئی۔

خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ کے متعلق انگریزی کتاب " AN EASTERN LIBRARY

Marfat.com

ایک مشرقی کتاب خانہ) کے مصنف مسٹر سکاٹ او کنز اپنی اس کتاب میں مولوی خدا بخش مرحوم سے اپنی ملاقات کا حال یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک بار جب میں نے ہچکچاتے ہوئے اُن ذرائع کے متعلق ان سے دریافت کیا جن سے انہوں نے یہ کتابیں حاصل کی تھیں تو وہ مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگے اس وقت ان کی آنکھوں میں ایک دلفریب چمک پیدا ہوگئی۔ انہوں نے فرمایا کہ نادر و نایاب چیزوں کے جمع کرنے کا فن ہر پابندی سے مستثنیٰ اور خود اپنی قانون سے بالا ہے اپنی اس گفتگو کو انہوں نے یہ کہہ کر ختم کیا کہ" اندھے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کی بصارت زائل ہو جاتی ہے ایک وہ جو اپنے کسی دوست یا واقف کار کو اپنی کوئی بیش قیمت کتاب مطالعہ کے لئے مستعار دے دیتے ہیں اور ایک اندھے وہ ہیں جو ایک بار ایسی کتابوں پر قبضہ پا لینے کے بعد انہیں واپس کر دیتے ہیں"۔

مولوی خدا بخش مرحوم کو اپنی کتابوں سے بڑی گہری محبت تھی ایک بار برٹش میوزیم نے ان کتابوں کو خریدنے کے لئے ایک بیش بہا رقم مولوی خدا بخش کو پیش کی لیکن انہوں نے بہ کمال استغنیٰ اس پیش کش کو ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ لیکن کیا میں صرف دولت کی خاطر اس چیز سے دستبردار ہو جاؤں جب وہ یہ باتیں کر رہے تھے تو ان کا چہرہ طمانیت و مسرت کے وفور سے تمتما رہا تھا۔

خان بہادر مولوی خدا بخش کے برعکس نواب صدر یار جنگ بہادر مولوی حبیب الرحمٰن خان شیروانی مرحوم و مغفور اپنے مضمون "کتب خانہ حبیب گنج کیسے جمع ہوا" میں رقمطراز ہیں کہ میرا یہ مختصر کتب خانہ نصف صدی سے زیادہ کی تلاش کا سرمایہ ہے الحمد للہ اس میں ایک بھی نسخہ سرقہ یا ناجائز ذریعہ کا حاصل کیا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ ایسا ہوا ہے کہ کتاب فروخت کرنے والے نے ناواقفیت سے کم قیمت مانگی اور میں نے زیادہ دام دے دیئے۔ نواب صدر یار جنگ بہادر مرحوم کے کتب خانہ کی مہر دور عباسی کے مشہور عربی شاعر متنبی کے مصرع" وخیر جلیس فی الزمان کتاب" (کتاب انسان کا بہترین ساتھی ہے) پر مشتمل تھی۔ متنبی کتابوں کا عاشق زار تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ کتاب میری محبوبہ ہے۔ کیا کوئی شخص اپنی محبوبہ کسی کو مستعار دے سکتا ہے۔ پھر میں اپنی محبوبہ کسی کو مستعار کیوں دوں؟

۱۹۰۸ء میں مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانی پر بغاوت کے جرم میں مقدمہ چلا اور دو سال قید

Marfat.com

بامشقت اور پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا ملی۔ حسرت جیسے درویش آدمی کے پاس اتنی رقم کہاں تھی کہ وہ پانچ سو روپیہ بطور جرمانہ ادا کرتے چنانچہ ان کی بیش بہا اور نادر کتابوں کو جنہیں انہوں نے بڑی محنت اور کاوش کے ساتھ جمع کیا تھا۔ صرف ساٹھ روپے میں حکومت کی جانب سے نیلام کر دیا گیا۔ اس رنجیدہ واقعہ پر مولانا حسرت نے لکھا کہ اس جرمانہ کی بدولت کتب خانہ اردوئے معلےٰ کی جو حالت ہوئی اس کا بیان نہایت دردناک ہے۔ جن کتابوں کو راقم الحروف نے معلوم نہیں کن کن کوششوں اور دقتوں سے بہم پہنچایا تھا۔ جن کتابوں میں بہت سے ویسے نایاب قلمی نسخے دواوین شعراء وغیرہ کے تھے۔ جن کی نقل بھی کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔ ان سب کو پولیس کے جاہل جو ان ٹھیلوں میں اس طرح بھر کے گئے جس طرح لوگ لکڑی اور بھس لے جاتے ہیں۔ ان کی فہرست بنانا تو درکنار کسی نے ان کو شمار تک نہ کیا۔ اس کے بعد ان کتابوں پر کیا گزری اس کا ذکر کرتے ہوئے ہمارا دل دکھتا ہے اس لیے اس سے قطع نظر ہی مناسب ہے۔ اس جبر وظلم کا انصاف خدا کے ہاتھ ہے

حکیم ذکی احمد دہلوی مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب کے متعلق اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں کہ تمام عمر ان کی زندگی ایک طالب علم کی زندگی رہی۔ اگر دنیا میں کسی چیز کو ان کا قلبی اور فطری ذوق کہا جا سکتا ہے تو وہ کتب بینی تھی۔ رام پور کا ریاستی کتب خانہ، پٹنہ کی خدا بخش لائبریری اور اپنے خاندانی کتب خانہ کو انہوں نے کھنگال ڈالا تھا۔ برٹش میوزیم لندن اور قسطنطنیہ کے کتب خانہ سے بعض نادر کتابیں فوٹو کرا کر انہوں نے حاصل کی تھیں۔ پھر کتابوں کو صرف پڑھتے ہی نہیں تھے۔ بلکہ ان میں خود جذب ہوتے اور انہیں اپنے اندر جذب کرتے۔ بہت سی کتابیں جو انہوں نے پڑھی تھیں ان کے لکھے ہوئے نوٹ پر حاشیوں نظر آتے ہیں بعض مصنفوں سے کسی بات میں اختلاف ہوتا تو اسے آزادی سے ظاہر کر دیا کرتے۔"

مولانا ابوالکلام آزاد اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں سرسید سے بہت متاثر تھے وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو ان (سرسید) کی طرف منسوب ہو۔ میرے قلب و ذہن کے لیے سرمایہ اعتقاد کی تھی انہی ایام میں سرسید کی سوانح حیات "حیات جاوید" چھپ رہی تھی اور مولانا اس کے حصول کے لئے بہت بیتاب تھے۔ ان کی اس بے تابی اور بے چینی کا اندازہ لگانے کے لئے یہ سطریں ملاحظہ فرمائیے وہ لکھتے ہیں :-

" رحمت اللہ رعد (مالک نامی پریس کانپور) کی جنتری میں" حیات جاوید" کے قریب الاختتام ہونے کا ذکر چھپا تھا۔ یہ غالباً ۱۹۰۰ء کی بات ہے میں کہہ نہیں سکتا کہ اس کی کتابت کی اشاعت کا کیسا شوق تھا اور

Marfat.com

جانکاہ انتظار مجھ میں پیدا ہوگیا تھا۔ کم سے کم دو تین جوابی خط ہر مہینے نامی پریس کانپور کو لکھتا تھا۔ کہ کس قدر حصہ باقی ہے۔ اس سے پہلے "الفاروق" کے لئے میں نے اسی پریس کو خطوط لکھے تھے اور مجھے بڑی ہنسی آئی جب برسوں کے بعد منشی رحمت اللہ مرحوم نے ان خطوط کی عبارت یاد دلائی۔ ڈپوٹی شاپ علیگڈھ کو میں نے پیشتر سے خط لکھا دیا تھا کہ کتاب شائع ہوتے ہی میرے نام وی پی بھیجیں۔ پھر کھٹکا ہوا کہ کہیں تاجرانہ اصول پر احتیاطاً منظوری کی تجدید نہ کرنا چاہیں اس طرح ایک ہفتے کی دیر اور ہو جائے گی۔ پھر انہیں ایک اور خط لکھا اور اس میں صراحت کر دی کہ بلا کسی اطلاع کے وی پی بھیجیں لیکن بایں ہمہ معلوم ہوتا ہے کہ اس منیجر کو بھی میرا شوق دیکھ کر ستم ظریفی سوجھی تھی۔ ایک دن کارڈ ملا کہ "حیاتِ جاوید" چھپ کر آگئی ہے آپ کی درخواست درج رجسٹر ہے۔ اگر مطلوب ہو تو بھیج دی جائے میں اس غم و غصہ کو کیوں کر بیان کروں جو اس دن مجھ پر طاری ہوا۔ اگر کوئی ذریعہ بھی ایسا ہوتا کہ چھ دن کی تاخیر کی جگہ ایک دن کے اندر علی گڑھ سے کتاب مجھے پہنچا دی جائے۔ تو میں اپنے آپ کو بیچ کر بھی اسے حاصل کرتا اور تو کوئی تدبیر میری سمجھ میں نہ آئی یہ سمجھ کر کہ کم از کم تین دن کی تخفیف ہو جائے تار لکھوایا اور بھیج دیا۔ آخرکار چار دن کے بعد پارسل آیا۔ پوسٹ مین کی صورت اس کے کاندھے کا بوجھل تھیلا اور اس کے ہاتھ میں لٹکے ہوتے پارسل اس زمانے میں میری آنکھوں کے لئے دنیا کے سب سے زیادہ حسین منظر تھے۔ کلکتہ میں چھٹی رسانوں کا یونیفارم خاکی رنگ کا ہوتا ہے۔ سر پر خاکی پگڑی بھی ہوتی ہے۔ یہ مجھے خواب میں بھی نظر آتا اور اس پوشش میں کچھ عجیب کشش میرے لئے پیدا ہوگئی تھی۔ ڈاک عموماً صبح کو ملتی جس میں پارسل کی روانگی کی اطلاع ہوتی تھی۔ پارسل یا تو اسی دوپہر کو آجاتا یا دوسرے دن۔ معاملہ کی یہ توسیع میرے لئے بڑی ہی باعثِ کشمکش ہوگئی تھی۔ جی چاہتا کہ آج ہی آئے۔ دوپہر کے وقت میں اپنا مطالعے کے نیچے کے کمرے میں یا باہر ایک تخت پر بیٹھا کرتا۔ محض اس انتظار میں کہ پوسٹ مین کے آنے پر بلا کسی ایک لمحہ کی تاخیر کے میں اس کا استقبال کر سکوں۔ خوش قسمتی سے "حیات جاوید" کے لئے دوسرے دن کا انتظار نہ کرنا پڑا۔ پارسل جب ہاتھ میں آیا تو وہ وقفہ جو اس کی بندش کھولنے میں لگا اور وہ لمحۂ مضطرب جو اس کی لوح کے دیکھنے کے وقت طاری ہوا مجھے اب تک نہ صرف یاد ہے بلکہ محسوس ہو رہا ہے میں نے پوسٹ مین کو روپیہ دیا۔ اور پارسل لے کر اوپر بھاگا۔ "حیات جاوید" جو ایک ہزار صفحے میں ختم ہوئی ہے میں نے دو شب میں ختم کر ڈالی تھی۔ یہ بھی مجھے یاد ہے کہ اپنے اس معمول کے مطابق کہ کسی نئی کتاب کے حصول پر کم از کم

Marfat.com

ایک وقت کا کھانا ضرور فراموش کر دیتا تھا۔ اس دن بھی میں نے شام کا کھانا نہیں کھایا۔ اس خوف سے کہ کتنی دیر تک مطالعہ سے محروم رہ جاؤں گا۔

مولانا غلام رسول مہر ابوالکلام آزاد کے "الہلال" سے عجب والہانہ شیفتگی کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے اسے کھولا تو "الہلال" تھا۔ ٹائپ کی تحریر پڑھنے کی اس وقت عادت نہ تھی ادھر ادھر سرسری نظر ڈال کر رکھ دیا اور افسوس کرنے لگا کہ آٹھ روپے پانی میں ڈوب گئے۔ اس کے بعد دوسرا شمارہ آیا۔ پھر تیسرا۔ میں الٹ پلٹ کر دیکھتا اور ردی میں ڈال دیتا۔ چوتھا پرچہ آیا تو اس میں "حزب اللہ" کے اغراض و مقاصد کی سرخی نظر آئی۔ "حزب اللہ" کے نام سے مولانا نے ایک جماعت قائم کی۔ کچھ عرصہ پہلے میں بھی جماعت کا رکن بن چکا تھا اس لیے میں نے خاص طور سے اس مضمون کو پڑھنا شروع کیا چند ہی سطروں کے بعد ٹائپ کی وقت کا مطلق احساس باقی نہ رہا اور میں بڑے شوق سے مضمون پڑھتا چلا گیا۔ اسے ختم کر کے پرانے پرچے اٹھا لایا اور انہیں یکے بعد دیگرے اسی ذوق و شوق سے پڑھا۔ پھر تو یہ حالت ہو گئی کہ "الہلال" کے انتظار میں ایک ایک دن گننے لگا جس روز گاؤں میں ڈاک کی آمد ہوتی تھی اس کے راستے میں میل ڈیڑھ میل دور نکل جایا کرتا اور اخبار لے کر وہیں سے پڑھتا ہوا چلا آتا"

کتابوں سے اسی والہانہ جذبے کے متعلق میں محترمی حکیم محمد عبد اللہ کے بھی دو ایک واقعات پیش کرتا ہوں۔

قصبہ روڑی ضلع حصار (مشرقی پنجاب) میں واقع ان کے ذاتی کتب خانے میں دس ہزار کے لگ بھگ کتابیں موجود تھیں۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں یہ تمام تر ذخیرہ وہیں چھوڑ دینا پڑا۔ وہ جہانیاں ضلع ملتان میں آباد ہو گئے اور باوجود نامساعد حالات کے اس کتب خانہ کو دوبارہ زندگی بخشنے میں کامیاب ہو گئے اور آج اس کتب خانہ میں کتابوں کی تعداد چار ہزار سے زائد ہے۔

گذشتہ دنوں مجھے خالدہ ادیب خانم کے مشہور سفرنامے (INSIDE INDIA) کے اردو ترجمے "اندرون ہند" کی ضرورت محسوس ہوئی۔ موصوفہ ۱۹۳۵ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی دعوت پر برصغیر تشریف لائیں اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری مرحوم کی مہمان ہوئیں انہوں نے اپنے اس سفر کے دلچسپ تاثرات اس کتاب کی صورت میں تحریر فرمائے تھے۔ اس کتاب کا ترجمہ

Marfat.com

مولوی سید ہاشمی فرید آبادی نے کیا اور انجمن ترقی اردو دہلی نے شائع کیا تھا۔ آج کل یہ نایاب ہے میں نے اس کتاب کی تلاش میں پاک و ہند کے نام مشہور و معروف کتب خانوں کو خطوط ارسال کیے مگر ہر طرف سے جواب نفی میں ملا۔ البتہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند جامع مسجد دہلی نے مجھے لکھا کہ ان کے یہاں صرف ایک نسخہ اس کتاب کا موجود ہے۔ جسے دگنی قیمت پر طلب کیا جا سکتا ہے میں نے کتاب منگالی۔ پیکٹ کھولا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کتاب کے سرورق پر حکیم صاحب کے دستخط موجود تھے۔ عجیب اتفاق تھا حکیم صاحب کی یہ عادت ہے کہ وہ کتاب خریدتے ہی اس کے سرورق پر اپنے دستخط اور تاریخ ثبت فرما دیتے ہیں۔ یہ کتاب ان کے کتب خانہ کی تھی جو ۱۹۴۷ء کے فسادات میں کتب خانہ کے تباہ و برباد ہو جانے پر ادھر اُدھر ہوتی ہوئی دہلی پہنچ گئی میں نے یہ کتاب انہیں دکھائی تو ان پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا۔ وہ کچھ دیر تک کتاب دیکھتے رہے پھر فرمانے لگے کہ یہ کتاب آپ کی ملکیت ہے مگر اسے مجھے ہی دے دیں۔ یہ کہتے ہوئے فرط رقت سے ان کی آواز گلوگیر ہو گئی مجھے اس کتاب کی اشد ضرورت لاحق تھی۔ میں نے اسے بڑے ارمانوں کے ساتھ خریدا تھا۔ مگر میں انہیں ناامید نہ کر سکا۔ اور کتاب ان کے حوالے کر دی۔

کتابوں سے ان کے غیر معمولی تعلق اور دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ کسی نئی یا نایاب کتاب کا ذکر سنتے ہی وہ بے چین ہو جاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ وہ کتاب جلد سے جلد ان کے کتب خانے میں پہنچ جائے۔ کچھ عرصہ ہوا اخبار "الاعتصام" لاہور میں مکتبہ سلفیہ لاہور کی جانب سے یہ اشتہار دیا گیا تھا۔ کہ ان کے یہاں مشہور اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خان مرحوم و مغفور کی نایاب خود نوشت سیرت "ابقاء المنن" کا ایک نسخہ برائے فروخت موجود ہے میں نے حکیم صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا۔ فوراً تار دیجیے ورنہ کتاب ہاتھ سے نکل جائے گی میں نے تار دے دیا۔ دوسرے روز کتاب موصول ہو گئی۔ اور اس کے ہمراہ مکتبہ کی جانب سے یہ اطلاع بھی کہ آپ کا تار مل گیا ہے ورنہ ہمارے پاس اس سلسلے میں کئی فرمائشیں آ چکی تھیں۔

ان کے اس دعوے کو میں نے استعجاب و مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ سنا کہ نو دس ہزار کتب پر مشتمل اپنے کتب خانہ کی ایک ایک کتاب کے متعلق انہیں ذاتی طور پر یہ علم تھا کہ وہ کہاں رکھی ہے جب کبھی رات کو انہیں کسی کتاب کی ضرورت محسوس ہوتی وہ روشنی کی مدد کے بغیر

Marfat.com

اُسے متعلقہ الماری سے نکال لینے میں کامیاب ہو جاتے۔

وہ کتابوں کے لین دین کے معاملہ میں غیر معمولی طور پر فراخ دل واقع ہوئے ہیں۔ میں نے اُن سے بارہا عرض کیا کہ وہ کتاب حوالے کرنے سے پیشتر سائل کی شخصیت کا جائزہ تو لے لیا کریں کہ آیا وہ مطلوبہ کتاب کے پڑھنے اور اُسے سمجھنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے یا نہیں۔ پچھلے دنوں انہوں نے مجھے ایک کتاب دکھلائی جسے ایک صاحب ان سے مانگ کر لے گئے تھے۔ اس کتاب کے سرورق پر ان صاحب نے اپنا کچھ گھریلو حساب کتاب لکھا ہوا تھا اور ان کے صاحبزادے نے ایک دوسرے مقام پر اپنے خامۂ رنگیں رقم سے بے ڈھنگے بیل بوٹے بنا کر اپنے فنکار ہونے کا ثبوت پیش کیا تھا۔

اس سلسلے میں مجھے علامہ شبلی کا بھی ایک واقعہ یاد آگیا۔ بات اس زمانے کی ہے کہ جب شبلی صاحب نہ مولانا تھے اور نہ علامہ۔ وہ ایک کتاب کی تلاش میں میر محفوظ علی بدایونی سب ایڈیٹر "ہمدرد" کے ہمراہ لکھنؤ کے ایک مجتہد سید ناصر حسین صاحب کے یہاں گئے۔ سید صاحب بڑے عزت و احترام کے ساتھ پیش آئے۔ میر صاحب نے علامہ شبلی کا تعارف کرایا اور ان کی آمد کا مقصد بیان کیا ہے جسے سنتے ہی سید صاحب بالکل بدل گئے اور شبلی صاحب سے فرمانے لگے کہ آپ ہی وہ کتاب دیکھنا چاہتے ہیں۔ پھر فوراً ہی ایک کتاب جو قریب ہی پڑی ہوئی تھی کھول کر ان کے سامنے رکھ دی اور فرمایا کہ پہلے تو اسے پڑھیے۔ مولانا شبلیؒ چونکہ حقیقت میں علم و فضل کی دولت سے مالا مال تھے۔ فوراً کتاب پڑھ کر اس کے مطالب و معانی بیان کرنے لگے۔ چند سطریں سننے کے بعد سید صاحب فرمانے لگے بس کافی ہے۔ آپ اس کتاب کے واقعی مستحق ہیں۔ پھر اٹھے اور مطلوبہ کتاب الماری سے نکال کر شبلی صاحب کے سامنے رکھ دی۔

"تمدنِ عرب" اور "تمدنِ ہند" جیسی وقیع اور بلند پایہ کتابوں کے فاضل مترجم شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی کے متعلق بابائے اردو مولوی عبدالحق تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے یہاں ایک روز مولانا شبلی مولانا ظفر علی خاں اور مولوی عزیز مرزا مدعو تھے۔ بارہ بجے کھانے کے بعد سے چار بجے شام تک مولانا شبلی اس محفل میں مختلف اساتذہ کے اشعار سناتے رہے۔ جن سے سامعین بڑے محظوظ ہوئے۔ گفتگو کے دوران میں مولانا شبلی نے عربی کی مشہور کتاب "کامل مبرد" کے متعلق کمال اشتیاق ظاہر فرمایا۔ مولوی سید علی بلگرامی نے فوراً اس کتاب کا نہایت عمدہ نسخہ مطبوعہ یورپ جو ان کے کتب خانہ میں موجود تھا اور جس کی قیمت اس زمانے میں ستر روپے تھی۔ مولانا کی نذر کیا اور فرمایا کہ مجھ ایسا جاہل علم

Marfat.com

نسخہ کتابوں کا انتہائی شائق ہے۔ اہل علم کے اس جذبے کی قدر کرنے پر مجبور ہے۔

یہ بھی انہی کا واقعہ ہے کہ جب سرسید آخری مرتبہ حیدر آباد دکن تشریف لائے تو وہ اپنے کتبخانہ کی نادر و نایاب کتابیں دکھلانے کے لئے ان کو اپنے مکان پر لے گئے۔ من جملہ دیگر کتب ایک بیش قیمت کتاب ایسی بھی تھی جس میں اول سے آخر تک سپین کی عمارات کے نقشے اور بہت عمدہ تصویریں تھیں۔ سرسید نے اس کتاب کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہمارے کالج کی لائبریری کی زینت بنے تاکہ مسلمان طلبا اسے دیکھ کر عبرت کا سبق حاصل کریں بلگرامی صاحب نے تائید کی اور فرمایا کہ بے شک یہ اسی قابل ہے اور سرسید کے تشریف لے جاتے وقت وہ کتاب ان کی گاڑی میں رکھ دی۔

مولوی عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے بڑے بھائی نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی بھی کتابوں کے دیوانے تھے جب بھی کوئی نایاب کتاب برائے فروخت ان کے سامنے آتی وہ اس لئے بغیر نہ چھوڑتے اور منہ مانگی قیمت دیتے اس فیاضی کی بدولت کتب فروش ان کی خدمت میں حاضر رہتے۔ جو لوگ ان کتابوں کی قدر و قیمت سے ناواقف ہوتے اس پر بہت جھنجلاتے کہ مولوی صاحب سرکاری رقم ان بیکار چیزوں پر ضائع کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے چار پانچ کتابیں آٹھ ہزار روپے میں خریدیں۔ جب ان کتابوں کا بل برائے منظوری وزیر متعلقہ کی خدمت میں پیش ہوا تو کسی مصاحب نے چپکے سے کہہ دیا کہ حضور مولوی سید حسین کتابیں خریدنے میں سرکاری روپیہ بڑی بے دردی سے خرچ کرتے ہیں اور جو جتنی قیمت مانگتا ہے دے دیتے ہیں نواب عماد الملک کو بھی اس واقعہ کی خبر ہو گئی انہوں نے وزیر صاحب سے کہا کہ یہ کتابیں انہیں واپس دے دی جائیں۔ وہ انہیں خود خرید لیں گے۔ اور یورپ بھیجکر چار گنی قیمت وصول کریں گے وزیر متعلقہ نواب وقار الامراء نے جو بہت بامروت فیاض اور سیر چشم امیر تھے بہت معذرت کی اور فوراً رقم کی ادائیگی کا حکم صادر فرمایا۔

نواب محسن الملک کے متعلق مولوی وحیدالدین سلیم پانی پتی اپنے ایک مضمون میں رقم طراز ہیں کہ ان کو مرتے دم تک مطالعہ کا شوق رہا۔ انگریزی اردو اور عربی کے بہت سے رسالے اور اخبار ان کے پاس آیا کرتے تھے اور ڈاک کے آنے پر وہ نہایت سرگرمی کے ساتھ ان کے دیکھنے میں مصروف ہو جاتے تھے۔ عربی فارسی اردو اور انگریزی کی کتابوں کا ایک کتب خانہ ان کے ساتھ رہتا تھا تقارات کو

Marfat.com

پلنگ پر لیٹ کر جس کتاب کو وہ چاہتے مطالعہ کرنے لگتے تھے اور قابل یادداشت مقامات کا نشان اس کتاب کے حاشیہ پر کرتے جاتے تھے جب ساری کتاب دیکھ چکتے تو کتاب کے شروع میں تمام قابل یادداشت مقامات کے عنوان اپنے قلم سے لکھ کر ان کے سامنے صفحات کے نمبر لکھ دیا کرتے تھے اس عادت نے ان کی معلومات کے دائرہ کو بہت وسیع کر دیا تھا اور باقاعدہ یادداشت لکھنے کے سبب سے وہ جس بات کو چاہتے بے تکلف اپنی تحریر یا تقریر میں لے آتے تھے۔

خان بہادر میر ناصر علی مدیر "صلائے عام" دلی کا کتب خانہ دلی کے چند گراں قدر کتب خانوں میں سے ایک تھا۔ اس میں چاروں طرف سنگین اور بلوریں الماریاں لگی ہوئی تھیں جن میں سینکڑوں کی تعداد نادر اور بیش قیمت نسخے اور ہزاروں عربی، فارسی، انگریزی اور اردو کی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ کتابیں ان کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتی تھیں اس کا اندازہ ان کے اس مکتوب سے ہو سکتا ہے جو انہوں نے اپنے پوتے سید انصار ناصری ڈپٹی ڈائرکٹر ریڈیو پاکستان کو کبھی لکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔

" بیٹا ! میری ایک آرزو ہے کہ کتب خانے والا مکان تکلف سے آراستہ ہو جائے اور میں دن رات وہیں پڑا رہوں۔ تم اگر ساتھ چلانے پینے آجاؤ تو کیا کہنا مگر کوئی ذکر کسی کا نہ ہو۔ کھانا جب بھوک لگے پکا پکایا مل جائے اور لڑکیوں میں سے کوئی آ کر کھلا جائے کوئی نایاب کتاب نظر آئے تو مجھے اتنا مقدور ہو کہ فوراً خرید لوں۔ رات کو بے فکر سو جاؤں اور صبح خوش اٹھوں۔ دنیا کی جتنی کتابیں دل و دماغ کو خوش کر سکیں سب میرے پاس ہوں۔ جاڑے میں انگیٹھی ہو اور گرمیوں میں برف۔ برسات میں کمرے کے اندر بیٹھا ہوں اور وہ ٹپکتا نہ ہو۔ رات کو جلانے کے لئے خوبصورت شمع دان کی روشنی ہو۔ اور جو کتاب مجھے پسند ہو وہ میرے سامنے ہو۔ تم اتنا سامان میرے لئے کر دو تو میں I shall be happy ."

مشہور ادیب مہدی افادی کتاب کی "سیرت" کے ساتھ ساتھ اس کی صورت کے بھی قائل تھے۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں کہ وہ کتابیں نہایت صاف ستھری رکھتے تھے اور جلد اعلیٰ سے اعلیٰ بندھوا کر سیکنڈ ہینڈ یا مستعمل کتاب وہ ہاتھ میں لینا کیا جانیں۔ "دوشیزہ کاغذ" انہیں کی زبان میں دست غیر سے مس ہونے کے بعد ان کے کس کام کی! یہ بھی واقعہ ہے کہ انہوں نے "حیات جاوید" اور "ایامیٰ" جیسی کتابوں کی جلدیں اس صدی کے شروع میں تیس تیس روپے

Marfat.com

دے کر بندھوائی تھیں

شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے متعلق بھی ایک لطیفہ مشہور ہے وہ یہ کہ ان کے پاس عربی کی ایک نایاب کتاب تھی۔ دلی کے ایک مولوی صاحب بھی اس کتاب کو دیکھنے کے شائق تھے۔ تعلقات کچھ اس قسم کے تھے کہ ڈپٹی صاحب نہ انکار کرتے تھے اور نہ دینا چاہتے تھے۔ لیکن ایک روز ڈپٹی صاحب کو یہ کتاب ان کو دیتے ہی بن پڑی۔ کتاب مولوی صاحب کی جانب بڑھاتے ہوئے ڈپٹی صاحب نے فرمایا کہ کتاب تو بڑی اچھی ہے۔ لیکن اس کی جلد سوّر کے چمڑے کی ہے۔ مولوی صاحب نے جو یہ الفاظ سنے دلاحول پڑھتے ہوئے فوراً پیچھے ہٹ گئے اور کتاب لینے سے انکار کر دیا۔

الحاج محمد زبیر صاحب سابق اسسٹنٹ لائبریرین مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میرے نام اپنے ایک گرامی نامے میں تحریر فرماتے ہیں کہ لائبریری سے میری وابستگی کے ۴۲ سال میں سے بچ۔ بیماری اور تعطیلات وغیرہ کا ایک سال نکال کر ۴۱ سال کو اگر مہینوں دنوں اور چھ گھنٹے یومیہ میں منتقل کر دیا جائے تو گویا میری زندگی کے ۹۰۷۰۰ گھنٹے ہزاروں کتابوں کی صحبت میں بسر ہوئے مگر ان سے اب ایسی وابستگی نہیں رہی جیسی کہ نصف صدی تک رہ چکی ہے۔ پھر بھی ان کی اس الفت ومحبت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی جو اتنے تعلقات نے پیدا کر دی ہے۔ اور جب ان پر کوئی اچھی تحریر دیکھتا ہوں تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور جب کہیں کوئی کتب خانہ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا نظر پڑ جاتا ہے تو اس کی زیارت کے لئے دل بے قرار ہو جاتا ہے۔

کبھی چھٹی ہم سے میکدہ نہ چھٹا
جب بھی گذرے ادھر سے گذرے ہیں

اپنے مضمون مسلم یونیورسٹی لائبریری کے آخر میں وہ رقم طراز ہیں کہ اس لائبریری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ صرف مسلمانوں ہی کے تہذیبی ورثہ کی محافظ نہیں ہے بلکہ اس میں مختلف علوم وفنون کا ایسا بیش بہا اور پرازمعلومات سرمایہ جمع ہے جس کی بناء پر اس لائبریری کو عاشقانِ کتب کا کعبہ کہہ دینا زیب دیتا ہے۔ عہد قدیم میں لائبریری کے دروازے پر ڈسپنسری آف دی سول (روحانی شفا خانہ) لکھ دیا کرتے تھے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں مولانا آزاد لائبریری کے دروازہ پر یہ شعر لکھ دیتا جو مولانا جلال الدین رومی کے مزار پر کندہ ہے۔

Marfat.com

کعبۂ عشاق باشد ایں مقام
ہر کہ ناقص آمد ایں جا شد تمام

الحاج محمد زبیر اپنی کتاب "اسلامی کتب خانے" میں رقمطراز ہیں کہ "بادشاہوں میں اندلس کے اموی خلیفہ حکم ثانی کا ذوق مطالعہ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ اس کے کتب خانہ کی چار لاکھ کتابوں میں سے بہت کم ایسی تھیں جن کو اس نے پڑھا نہ ہو۔ بیشتر کتابوں پر اس کے لکھے حواشی موجود تھے۔ کثرت مطالعہ کے سبب سے آخر عمر میں خلیفہ کی بینائی کمزور ہو گئی تھی۔ پھر بھی اس نے مطالعہ جاری رکھا علامہ ابن رشد نے ساری عمر کتب بینی میں صرف کر دی۔ اس کی عمر کی صرف دو راتیں ایسی گزری تھیں کہ جب وہ مطالعہ نہ کر سکا ایک شادی کی۔ اور دوسری والد کی وفات کی رات۔ منجم ابو معشر کے انہماک مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ اس نے خراسان سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے بغداد کا ایک کتب خانہ خزانۃ الحکمت دیکھنے کا قصد کیا۔ مگر وہاں پہنچ کر مطالعہ میں اتنا محو ہوا کہ مکہ معظمہ جانا ہی بھول گیا بصرہ کے ایک عالم جاحظ نے تو اپنی جان ہی ذوق مطالعہ کی نذر کر دی۔ وہ آخر عمر میں مفلوج ہو گیا تھا۔ لیکن اس حالت میں بھی کتابیں اس کے چاروں طرف لگی رہتی تھیں۔ اور وہ مطالعہ میں منہمک رہتا تھا۔ ایک دن کتابیں جاحظ پر گر پڑیں اور وہ ان کے نیچے دب کر مر گیا۔ فتح ابن خاقان کو کتابوں کے مطالعہ کا ایسا شوق تھا کہ اس کی آستین میں ہر وقت ہمیشہ ایک کتاب رہتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ بیت الخلاء میں بھی کتاب کا مطالعہ کر لیا کرتا تھا۔

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی نے اپنی کتاب "علماء سلف" میں امام زہری کے متعلق لکھا ہے کہ وہ مطالعہ میں اتنے منہمک رہتے تھے کہ دنیا و مافیہا کی خبر تک نہ رہتی تھی۔ ان کی اہلیہ کو یہ گوارا نہ تھا کہ اس کے شوہر کے دل میں سوائے اس کے کسی اور کی بھی گنجائش موجود ہو۔ خواہ وہ کتاب ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ایک روز اس نے بگڑ کر کہا قسم ہے رب کی یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے بھی بھاری ہیں۔" مدت ہوئی میں نے ایک کتب خانہ کے صدر دروازہ پر یہ شعر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ خدا جانے کن صاحب کا نتیجہ فکر تھا۔ بہر حال حسب حال تھا اور مجھے بہت ہی پسند آیا۔

سیاحت کا جسے شوق پھرتا ہے وہ شہروں میں۔ کتب بینی ہے سیر اپنی کتابیں ہیں چمن اپنا

میرے اس مضمون کا عنوان اس شعر کا آخری ٹکڑا ہی ہے۔

Marfat.com

اسلامی عہد کے مصنفین اور تاجران کتب

یہ ایک واضح بات ہے کہ عرب میں کاغذ نہیں تھا۔ لوگ کھال یا پتوں وغیرہ پر تحریر ثبت کر لیتے تھے۔ مگر جب مسلمانوں نے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کیا۔ اور وسط ایشیا میں سمرقند فتح ہوا۔ تو وہاں کے قیدیوں میں چند چینی باشندے بھی تھے جن میں سے بعض کاغذ سازی کے ماہر تھے۔ انہوں نے بغداد میں مسلمانوں کو کاغذ سازی سکھائی جس سے آہستہ آہستہ کاغذ کی فراہمی شروع ہوئی۔ اور اسی طرح وہ سامان بھی مہیا ہونا شروع ہو گیا جو تحریر وغیرہ کے لئے ضروری تھا۔ اس لئے عام طور پر مسلمانوں نے لفظ "وراقت" کا استعمال کیا ہے۔ جو آج ہمارے ہاں لفظ "اسٹیشنری" سے مراد لیا جا سکتا ہے۔

ابو الفرج اصفہانی ابتدائی مصنفین میں وہ شخص جس کی کئی جلدوں میں بیشمار کتابیں علاوہ تاریخ وتنقید کے نظر آتی ہیں وہ ابو الفرج اصفہانی ۲۸۴ - ۳۵۶ھ صاحب کتاب الاغانی ہے۔ یہ کتاب بیشمار جلدوں میں تیار ہوئی تھی۔ اور آج بھی تیس ضخیم جلدوں میں مطبوعہ ملتی ہے۔ کہتے ہیں جب ابو الفرج اپنے علمی خزانے کے ہمراہ سفر کرتا تھا۔ تو کتابوں کو بیشمار اونٹوں پر لاد کر نکلتا تھا۔ بقول ابن خلکان جب وہ اس کتاب کو جو پچاس سال کے عرصہ میں تیار ہوئی تھی۔ سیف الدولہ بن حمدان ممدوح متنبی کے دربار میں لے گیا۔ تو اس نے ابو الفرج کو ایک ہزار دینار سرخ عطا کر کے معذرت کی۔ کہ میں کما حقہ انعام نہیں دے سکا۔ مشہور ادیب صاحب ابن عباد سے روایت ہے۔ کہ وہ بھی سفر وحضر میں عام طور پر نقل مکانی کرنے میں تیس اونٹوں کے بوجھ کی کتابیں بغرض مطالعہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ جب اس کے پاس "اغانی" پہنچی تو وہ اس تکلیف سے بچ گیا۔

Marfat.com

ایک تاجرِ کتب

اس زمانہ میں ایک عالم کتب فروش کا پتہ ملتا ہے جس کا نام اور لقب تھا "محمد اسحاق الندیم" عام طور پر وہ "ابن ندیم" کے نام سے اور صاحب "کتاب الفہرست" کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ وہ بغداد کا باشندہ تھا۔

ابن ندیم کو عام طور پر سوانح نگاروں نے "وراق" یعنی کتب فروش لکھا ہے۔ جس کی دکان بغداد کے دار الروم میں بیعہ کے پیچھے تھی۔ جہاں عام طور پر رومی لوگ رہتے تھے۔ یہ شخص ۲۹۷ ہجری میں پیدا ہوا۔ اور ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ بعض لوگوں نے لفظ وراق سے کاتب کے معنی لئے ہیں۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ وہ کتابوں کا کاروبار کرتا تھا۔ آخر اس نے ۳۷۷ھ میں ان کتابوں کی جو اس کے قبضہ میں تھیں یا اس کے ہاتھوں سے دوسروں تک پہنچ چکی تھیں۔ ایک یادداشت بطور فہرست تیار کی۔ جو آج کتاب الفہرست کہلاتی ہے۔

اس مطبوعہ فہرست پر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ آج یورپ کے کتب فروشوں نے جو طریقہ اپنی مطبوعات کی فہرستوں کو مرتب کرنے کا اختیار کر رکھا ہے۔ براہ راست اسی الفہرست ابن ندیم کا چربہ ہے۔ جو ہزار سال سے بھی زیادہ پرانی ہے۔ اور وہ فہرست بغداد کی ایک دکان سے شائع ہوئی تھی۔ جب کہ نہ پریس تھا۔ اور نہ کاغذ کی فراوانی تھی نہ کاتبوں کی سہولتیں میسر تھیں۔ اور نہ سٹیشنری کے سامان کی افراط تھی۔ ابن ندیم نے اس فہرست میں مصنفین کے مختصر حالات مضامین کے تحت عنوان قائم کر کے ان کی کتب کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی خاص خاص خوبیوں کو بھی بیان کر دیا ہے۔ اس فہرست میں محض اس وقت تک کی کتب یا محض مسلمان مصنفین عرب تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ چین، ہندوستان، روم اور ایران وغیرہ تک کی متداول کتب اور ان کے مصنفین کا ذکر بھی کر دیا ہے۔

یہ فہرست بذات خود ایک انسائیکلوپیڈیا کا حکم رکھتی ہے۔ یورپ میں جو آج انڈکس کا سسٹم ہے۔ وہ بھی ایسی ہی کتب اسلامی سے لیا گیا ہے۔ اور کوئی شعبہ نظر نہیں آتا۔ جس پر کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی ہو۔ اس مطبوعہ فہرست کے سوا پانچ سو صفحات

Marfat.com

کی تعداد سے کہیں زیادہ علوم و فنون اور ان کے مصنفین کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ فہرست بغداد کے عہد کی چوتھی صدی کی پیداوار ہے۔ جبکہ عباسیوں طوطی بول رہا تھا۔ اور جن کی علمی سرگرمیاں اور فیاضیاں آج بھی ضرب المثل ہیں۔

کتابوں کی دکانیں کتابوں کی تجارت نے عہد اسلامی میں ایک خاص اہمیت اور شہرت اختیار کر لی تھی۔ کتابوں کی دکانیں ہر بڑے شہر میں قائم تھیں۔ اور وہیں ان کے لئے کاغذ بنانے کے کارخانے بھی تھے۔ یعقوبی نے اپنی کتاب البلدان میں لکھا ہے۔ کہ تیسری صدی ہجری میں محض بغداد میں تین سو دکانیں کتابوں کی تھیں اور مقریزی نے اپنی کتاب الخطاط و الآثار مصر میں لکھا ہے۔ کہ مصر کتابوں کی بہت بڑی منڈی تھا۔ اور خطیب بغدادی نے اپنی مشہور تاریخ بغداد میں لکھا ہے۔ کہ چوتھی صدی ہجری بغداد میں کتابوں کی تجارت بہت زوروں پر تھی۔ اور تمام دکانیں کتابوں سے بھری ہوئی تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ تمام عنوانات اور مضامین پر مشتمل تھیں۔ ان کتب کے گہرے مطالعہ سے یہ واضح ہوگا کہ کتابوں کی دکانیں عام طور پر مساجد کے قرب و جوار میں ہوتی تھیں۔ اور کتب فروش کتابوں کے پشتوں پر ان کے ناموں کی نشاندہی کر دیتے تھے۔ تاکہ تلاش کے وقت سہولت ہو۔ کتابوں کی فروخت عام بازاروں میں جا کر خریدنے کے علاوہ نجی طور پر بھی ہوتی تھی۔ بلکہ اس کے علاوہ بذریعہ نیلام بھی ہوتی تھی۔ جو آدمی یہ کام کرتا تھا۔ اسے منادی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا تھا اور اکثر کتابوں کے تاجر بڑے بڑے فضلا اور ادباء و علماء بھی ہوتے تھے۔ جیسا کہ ابن ندیم کے سلسلے میں بیان ہو چکا ہے۔

کتابوں کے ایجنٹ بعض لوگ اپنی کتابوں کی نکاسی کے لئے ایجنٹ بھی مقرر کرتے تھے جن کو عام طور پر "دلال الکتب" کہتے تھے۔ وہ کتابوں کو مہیا کرنے کے بعد خود ہی پہنچا بھی آتے تھے۔ جیسا کہ مشہور شاعر خضیری متوفی ۵۸۶ھ کے ذکر میں ملتا ہے جس کا نام اپنے اصلی نام کے علاوہ "دلال الکتب" بھی مشہور تھا۔ اسی طرح ایک اور دلال الوجیہ بن صورہ متوفی ۔۔ ھ مصر میں تھا۔ جو کتابیں پھیلا کر اپنے گھر کی چوکھٹ پر بیٹھ جاتا تھا۔ اور فضلاء علماء اس کے ہاں اکثر پیر اور منگل کے روز خریدنے آتے تھے

Marfat.com

نابینا ایجنٹ

بعض نابینا عالم لوگ بھی کتابوں کا لین دین کر کے اپنا گذارہ کرتے تھے مشہور حنبلی فاضل احمد بن زین الدین الاصدی نابینا آٹھویں صدی ہجری میں کتابوں کی تجارت کرتا تھا۔ وہ ہر کتاب کی قیمت جو اس کے ہاں ہوتی تھی۔ اس سے خوب واقف ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ جب کوئی کتاب خریدتا تو کاغذ کا ایک کنڈل بنا کر ابجد کے حروف کے مطابق نشان کر کے کتاب کے اندر چسپاں کر دیتا تھا۔ پھر اس پہ ایک کاغذ کا خول چڑھا دیا کرتا تھا۔ تاکہ وہ نشان اُبھرا رہے جس پر اپنا ہاتھ پھیر کر وہ آسانی سے بتا دیا کرتا تھا۔ ایک اور نابینا فاضل احمد بن سرو السمتری متوفی ۵۱۷ھ جو بڑے پایہ کا محدث تھا۔ اپنے زمانہ میں کتابوں کی قیمتیں بتانے اور ان کی پڑتال میں بہت ماہر تصوّر کیا جاتا تھا۔ ایک اور شافعی عالم شفیع بن علی الکتانی نابینا مصر کا شاعر اور ادیب تھا۔ جس کا انتقال ۷۳۰ھ میں ہوا تھا۔ یہ شخص نابینا ہونے کے باوجود کتابوں کی قیمتیں بتانے میں ماہر تصور کیا جاتا تھا۔ کتاب کو ہاتھ میں لے کر اس کی کیفیت بتا دیتا تھا۔ بلکہ اس سے اندازہ کر کے یہ بھی بتا دیتا تھا۔ کہ کس پچھلی تاریخ کو خریدی گئی تھی۔ اس طرح بعض کتابوں کی تجارت کرنے والوں کی بیویاں بھی ان کی غیر حاضری میں کتابوں کے کاروبار میں حصہ لیتی تھیں چنانچہ اس متذکرہ نابینا شخص شافعی شفیع کی بیوی ہر کتاب کی قیمت سے پوری واقفیت رکھتی تھی۔ بلکہ یہ عورت اپنے شوہر کی وفات کے بعد عسرت کے زمانہ میں پرانی کتب کو برابر فروخت کرتی رہی۔ کیونکہ مرحوم نے اپنے بعد اٹھارہ مختلف جامع کتب کا ترکہ چھوڑا تھا۔

کتابوں کی قیمتیں

دُرید کی مشہور کتاب جمہرة الانساب پانچویں صدی میں ایک مرتبہ ساٹھ دینار یعنی قریب چار سو پچیس روپیہ میں فروخت ہوئی اسی طرح طبری کی مشہور تاریخ یک صد دینار یعنی سات سو روپے میں فروخت ہوئی۔ ایک اموی شاعر جدید کا دیوان دس دینار میں بکا۔ جو آج ۷۵ روپے کے برابر ہو گئے خلیل بن احمد کی مشہور تصنیف کتاب العین جسے ایک کتب فروش خراسان سے بصرہ منڈی میں لایا تھا۔ پچاس دینار یعنی تین سو پچاس روپے میں فروخت ہوئی۔ بعض محققین نے اندازہ لگایا ہے۔ کہ بغداد میں خلفائے بنو عباسیہ کے زمانے میں کتاب کی اوسط قیمت ایک دینار تھی۔ اگرچہ بعض اوقات قیمتی کتب کم داموں پہ میسر آجاتی تھیں۔

Marfat.com

ابن سینا کے ذکر میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ارسطو کی الہیات کو اس نے چالیس مرتبہ پڑھا۔ اور آخر حفظ کر لیا۔ تاہم وہ اُسے پوری طرح سمجھ نہ سکا۔ ایک شام وہ کتب فروشوں کی منڈی میں گیا۔ جب کہ ایک منادی کرنے والا کتاب کا نیلام بول رہا تھا۔ اس نے ابن سینا سے درخواست کی۔ کہ آپ اسے خرید لیجیے۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اب یہ بے سُود ہے۔ منادی نے پھر ترغیب دی۔ کہ خرید لو۔ یہ بالکل سستی ہے۔ یعنی تین درہم (ہمارے ایک روپیہ ۲ کے برابر) آخر کار کتاب خریدی گئی۔ اور خریدار کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جب اس کے ہمراہ فارابی کی شرح ارسطو کی الہیات بھی تھی۔ جس نے اس کے تمام مشکوک اور مشکلات کا ازالہ کر دیا۔ ابن سینا نے شکرانہ میں غربا کو کھانا کھلایا۔ کہ اسے ایسا بیش بہا خزانہ مل گیا ہے۔

بقیہ

میرا کتب خانہ

صفحہ ۵۳۲ سے آگے

ہے۔ ان میں سے بعض مضامین نامکمل ہیں۔

اس کتب خانے کی ایک نامکمل فہرست تو والدِ مرحوم چھوڑ گئے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اگر ریڈیو پاکستان کی ملازمت سے فرصت ملے تو اس کتب خانے کی باقاعدہ کیٹلاگ مرتب کروں۔ تاکہ اہل علم اس سے کماحقہٗ استفادہ کر سکیں۔

Marfat.com

مس خالدہ شیخ

بچوں کی لائبریریاں

بڑوں کی لائبریریوں کی طرح بچوں کی لائبریریاں بھی بے حد اہم اور لازمی ہیں۔ کیونکہ کتابیں خرید کر پڑھنے کی استطاعت بہت کم لوگ رکھتے ہیں۔ بچوں کی فطرت ہی ایسی ہے۔ کہ وہ پڑھنے کے لئے زیادہ سے زیادہ اور دلچسپ سے دلچسپ کتابوں کے متلاشی ہوتے ہیں۔ فطرتاً وہ کتابوں کے معاملے میں تنوع پسند ہوتے ہیں اُن کی تنوع پسندی کی تسکین کا سامان اُن ہی کے لئے مخصوص لائبریریوں یا شعبۂ اطفال ہی ہو سکتا ہے۔ بچوں کی لائبریریوں کا مقصد عام طور پہ تمام بچوں کی کتابوں تک بہ سہولت رسائی ہے۔ ان کا نظم و نسق اس نوعیت کا ہونا چاہیئے کہ وہ کتابوں اور دیگر مواد سے زیادہ سے زیادہ استفادہ، معلومات اور خوشی حاصل کر سکیں اس مقصد کے لئے انہیں ایک ہمدرد اور ذہین لائبریرین کے تعاون کی اشد ضرورت ہے۔

بچوں کی لائبریریوں کی ناگزیر اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر اگر ہم اپنے ماں کی لائبریریوں کا جائزہ لیں تو سکولوں سے متعلقہ لائبریریوں کے علاوہ الگ بچوں کے لئے مخصوص لائبریریاں یا شعبہ تقریباً ناپید ہیں۔ اور جو موجود ہیں وہ کئی اعتبار سے نامکمل ہیں۔ بچوں کے لئے علیحدہ شعبہ اطفال کے سلسلے میں فوراً ذہن میں پنجاب لائبریری لاہور کا نام ابھرتا ہے۔

<u>پنجاب پبلک لائبریری کا شعبۂ اطفال</u>:- پنجاب پبلک لائبریری میں بچوں کے لئے دو علیحدہ علیحدہ اردو اور انگریزی شعبے ہیں۔ اس مضمون . . . . کے تقاضے کے مطابق میں صرف اردو شعبے کا ذکر کروں گی ——— اردو شعبۂ اطفال اورنیٹل سیکشن میں واقع ہے۔ جہاں ایک کمرہ اردو میں بچوں کی کتابوں پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں بچوں کی تقریباً تین ہزار کتابیں مختلف مضامین کی موجود ہیں۔ کتابوں کے انتخاب کے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ جہاں اُن کے لئے کہانیوں کی کتابیں ضروری ہیں۔ وہاں اسلامی تاریخ۔ سائنس اور ضروری معلومات کی ابتدائی کتابیں بھی فراہم کی جائیں۔ اور اسی کا التزام ابتدا ہی سے یعنی ۱۹۳۷ء سے جب کہ اس شعبہ کا اجرا

Marfat.com

ہوا، کیا گیا ہے۔ بچوں کے لئے اردو کی فہرست کتب (۱۹۳۷ء) پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بھی آشکار ہو جاتا ہے:۔

۱۔ (ب) ۔ اخلاق :۔ مولوی فیروز الدین: "دبستان اخلاق" حصہ اول، دوم، سوم۔ لاہور ۱۹۳۴ء بہ ۵

۲۔ (خ) تاریخ :۔ فتح الدین و کے ایل رلیارام: "ایران کی کہانی"۔ لاہور ۱۹۲۶ء، بخ ۴ ....

"مصر کی داستان" ۱۹۳۰ء "یونان" ۱۹۲۷ء "ترکی" ۱۹۲۶ء "چین کی کہانی" ۱۹۳۴ء ....

۳۔ (د) جغرافیہ :۔ کے ایل رلیارام۔ ودھاوا رام: "ہمارا پنجاب" لاہور۔ ۱۹۳۰ء ....

۴۔ (ڈ) سفر نامہ جات :۔ مجگل کشور۔ بدر: "بحر جنوبی کا سفر" لاہور ۱۹۲۶ء

۵۔ (ذ) سوانح عمریاں :۔ فتح الدین و کے ایل رلیارام: "شہاب الدین غوری" لاہور ۱۹۲۷ء

"محمود غزنوی" لاہور ۱۹۲۷ء "فیروز الدین تغلق"۔ لاہور ۱۹۲۷ء ....

۶۔ (ش) سائنس و برق وغیرہ :۔ پیارے لال شاکر میرٹھی: "معدنیات و جمادات کی کہانی"۔ الہ آباد ۱۹۳۴ء

۷۔ (ص) تعلیم و تدریس :۔ سبھی سہارنی: "کھیل کچیسی"، "کھیل بتیسی" لاہور ۱۹۳۱ء و ۱۹۲۸ء، محمدی بیگم "تاج پھول" لاہور ۱۹۲۳ء۔ خواجہ حسن نظامی: "اردو سبق" لاہور ۱۹۲۶ء، انجمن ترقی اردو: "اردو کا نیا قاعدہ" و "کلید قاعدہ" لکھنؤ۔

۸۔ (ض) کتب برائے لڑکیاں (متعلقہ تعلیم و شادی وغیرہ) :۔ آمنا نازلی: "عصمتی ہنڈکلیا"۔ دہلی ۱۹۳۰ء ام اسلم: "چار سہیلیاں"۔ لاہور۔

۹۔ (ظ) نظم :۔ حفیظ جالندھری: "بہار کے پھول"۔ لاہور ۱۹۲۷ء صبح سعادت: لاہور "پھول مالا" لاہور ۱۹۲۸ء۔ محمد نصیر ہمایوں۔ "بچوں کے گیت"، "سنہری گیت" لاہور۔ محمدی بیگم صاحبہ: "پان کی گلوری" و "تاج گیت": لاہور ۱۹۳۳ء، ۱۹۲۹ء۔ سید امتیاز علی تاج: "پھول باغ" حصہ اول و دوم۔ لاہور ۱۹۲۲ء۔ الطاف حسین حالی۔ "چپ کی داد" لاہور ....

۱۰۔ (ظ) ڈرامہ جات :۔ کنہیا لال: "کرشمۂ جہالت" لاہور ۱۹۳۰ء، ڈاکٹر عابد حسین: "شریر لڑکا" دہلی۔ غلام عباس: "جادو کا لفظ" و "ثریا کی گڑیا" لاہور ۱۹۲۷ء و ۱۹۲۸ء

۱۱۔ (ق) قصہ کہانی، ناول وغیرہ :۔ رتن ناتھ سرشار: "فوجی کے کارنامے" چھ حصے۔ سید امتیاز علی تاج: "بچوں کی بہادری" لاہور ۱۹۲۹ء "پرستان" دو حصہ لاہور ۱۹۲۲ء۔ "بقراط و جالینوس"۔ لاہور

Marfat.com

۱۹۲۳ء۔ سمندری شہزادی۔ لاہور ۱۹۲۴ء۔ شہزادہ عزیز۔ لاہور ۱۹۲۳ء دفتر اخبار پھول لاہور۔ نقلی شہزادہ۔ ۱۹۲۵ء۔ خزانہ کا مالک ۱۹۲۳ء۔ میری بچوتا ۱۹۲۵ء۔ بادشاہوں کی کہانیاں ۱۹۳۱ء۔ بچوں کا انصاف ۱۹۲۴ء۔ محمدی بیگم صاحبہ: دل پسند کہانیاں۔ لاہور ۱۹۲۳ء۔ حفیظ جالندھری: بچوں کا گھوڑا۔ لاہور ۱۹۳۰ء۔ بھی گیری کی کہانی۔ لاہور ۱۹۲۶ء۔ ریس اگر کی کہانی۔ لاہور ۱۹۲۶ء۔ عمر عیار دو حصے۔ لاہور۔ سدرشن: آمریتہ ۱۹۲۹ء۔ بچوں دتی۔ لاہور ۱۹۲۵ء۔ محمد نصیر ہمایوں: بکرمی بکری۔ لاہور۔ خواجہ حسن نظامی: عجب بیتی کہانیاں۔ دہلی ۱۹۲۷ء۔ رابندر ناتھ ٹیگور: ٹیگور کی دلچسپ کہانیاں۔ لاہور۔ مرزا عظیم بیگ چغتائی: قصہ صحرا ہر سہ حصہ۔ لاہور ۱۹۲۷ء۔ بہن کی محبت اور دوسری کہانیاں۔ لاہور۔

۱۲۔ لغات، ادب، تاریخ و تنقید: حکیم احمد شجاع: شہر، شہری اور شہریت۔ لاہور ۱۹۲۳ء۔ سرسید احمد خاں: ایک نادان خدا پرست اور دانا دنیا دار کی کہانی۔ بدایوں ۱۹۲۴ء ۔۔۔

۱۳۔ (ب ق) مذہب اہل ہنود: پروفیسر رام سروپ کوشل ۔۔ بچوں کے لئے رامائن۔ لاہور ۱۹۲۷ء۔ بچوں کے لئے مہابھارت۔ لاہور ۱۹۲۷ء

۱۴۔ (ولع) مذہب اہل اسلام: ملک عزیز عالم: اسلامی کہانیاں حصہ اول لاہور۔ خواجہ حسن نظامی: مسلمان بچوں کے لئے دس سبق۔ دہلی۔ رسول کی عیدی۔ دہلی ۱۹۲۲ء ۔۔۔

جہاں اس فہرست سے ہمیں شعبۂ اطفال اردو حصہ میں موجود اچھے اچھے مصنفین کی اچھی اچھی اور قدیم مطبوعات کا علم ہوتا ہے وہاں یہ احساس بھی بار بار ہوتا ہے کہ بیشتر کتابوں کی اشاعت کا شرف علم و حکمت کے مرکز "لاہور" ہی کو حاصل رہا ہے۔ لاہور کی تاریخی و ثقافتی اہمیت مسلّم ہے۔ ہر تاریخی دور کی طرح آج بھی یہ علم و حکمت کا مرکز ہے۔ نہ صرف تعلیمی اداروں بلکہ کتب خانوں کی تعداد بھی پاکستان بھر میں یہاں پر سب سے زیادہ ہے لیکن صد افسوس کہ علم و حکمت اور تہذیب و ثقافت کے اس مرکز۔ پاکستان کے دھڑکتے دل۔ لاہور میں بچوں کے لئے کتب خانوں کے اجراء اور قیام کے متعلق اہل علم و حکمت اور صاحب مال و ثروت افراد۔ سہگل فاؤنڈیشن آدم جی، داؤد جی وغیرہ سے عظیم مقاصد کے حامل ادارے کبھی دل نہیں دھڑکتے۔ کاش! عوام اور خواص بچوں کے ادب اور بچوں کے کتب خانوں کی اہمیت، و ضرورت کا احساس کرتے ہوئے بچوں کے لئے بہترین

Marfat.com

ادب اور بہترین عوامی کتب خانے کو قائم کرنے کے لئے جدوجہد اور عملی تدابیر کرتے ہوئے خار کی طرح کھٹکتی ہوئی اس کمی کو پورا کر دیں۔ چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ اسی طرح علم کی روشنی ہی نیچے تک پہنچانی لازمی ہے۔ علم و ادب کی پاکیزہ کرنوں سے معمور ذہنوں والے بچے یقیناً آج کے اچھے شہری اور کل کے معمار بنیں گے۔

کتابوں کی ہنستی کھیلتی دنیا، رنگا رنگ موضوعات و مضامین سے مہکتے اس خیاباں.... مسرتوں وشادمانی کی اس جنت.... حیرت و دلچسپی کے ان جزیروں.... علم و حکمت کے انمول ہیرے جواہرات .... دلوں کو منور کرنے.... ذہنوں کو جلا بخشنے اور آنکھوں کو خیرہ کرنے والی ان کرنوں سے بچوں کو دور رکھنا۔ کیا ایک زیادتی نہیں۔؟ ایک گناہ نہیں؟ قومی و معاشرتی.... ادبی و اخلاقی زیاں نہیں کرتیں وہ مشفق و ہمدرد و پُر خلوص ہستیاں.... کرن پیاما علم و حکمت اور تہذیب و تمدن، ثقافت کے علمبردار اور رکھوالے اہل دل اور اہل حکمت افراد اور ادارے، جو بچوں کو ان کی ہنستی مسکراتی دنیا مہکتے خیابان.... مسرت وشادمانی کی جنت کے خزانوں سے ہمکنار کر دیں؟

ایک دفعہ آپ بچوں کو اچھی کتابیں پڑھنے کی راہ دکھا دیجئے۔ پھر دیکھئے انھیں کیسا چسکا پڑ جاتا ہے۔ میری ایک ننھی سی بھانجی نے قلم جس کا نعمانہ روف ہے اور جو ابھی تیسری جماعت کی طالبہ ہے جب مجھے ابتداً دوسروں کے پڑھنے کے لئے لائبریری سے کتابیں جاری کروا کر لاتے دیکھا تو غیر یقینی انداز سے ایک روز پوچھ بیٹھی۔ "آنٹی آپ کی لائبریری میں بچوں کی کتابیں بھی ہوتی ہیں؟ الماریاں بھری رکھی ہیں۔ اچھا میں تمہارے لئے کل لے کر آؤں گی۔" اور اگلے روز گھر قدم رکھتے ہی پرسش ہوئی۔" آنٹی! آپ میرے لئے کتاب لے کر آئی ہو؟ جواب میں کچے چٹ پٹی نظموں والی عبدالمجید بھٹیؒ کی نظموں کی کتاب اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ اگلے ہی لمحے اونچی آواز میں نظمیں گا رہی تھی۔ یہی نظمیں بچپن میں ہم بہن بھائی بھی بڑے شوق سے لہک لہک کر پڑھا کرتے تھے اور جو آج بھی اس کے ساتھ ہمارے ہونٹوں پہ مچل رہی تھیں۔

اب تو سلسلہ چل نکلا ہے۔ ہر دوسرے دن آتی دفعہ یاد دہانی کروائی جاتی ہے۔" آنٹی! میرے لئے کتاب ضرور لے کر آنا نہیں تو.... لڑائی ہو جائے گی آپ سے۔" اور جب واپسی پہ مانگتے ہی کتاب مل جاتی ہے تو خوشی کے مارے ناچ اٹھتی ہے وہ زیادہ تر اردو کی ننھی منی پیچی نایہ بچّہ

اسلامی، نصیحت آمیز کہانیوں کی کتابیں پڑھنا پسند کرتی ہے جن کی زبان آسان، چھپائی صاف اور موٹی موٹی ہو اور جس کی کہانیاں وہ یاد کر کے اپنی سہیلیوں کو بھی سنا سکے۔

صدر شعبۂ لائبریری سائنس اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے لائبریرین محترم اے رحیم صاحب کی طرح میں بھی اس بات کی قائل ہوں کہ بچوں کی لائبریریوں کے لئے خواتین بہترین لائبریرین ثابت ہوتی ہیں۔ دنیا کے بیشتر ممالک میں بچوں کی لائبریریوں یا شعبہ جات میں عموماً خواتین ہی لائبریرین ہوتی ہیں۔ تہران میں فرح پارک میں واقع بچوں کی پہلی لائبریری میں بھی ملکہ فرح نے ایک خاتون "خانم بی بی جہاں آرا" ہی کو مقرر کیا ہے۔ بچوں کے ناپختہ شعور اور روشن مستقبل کے لحاظ سے بچوں کی کتابیں اور لائبریرین دونوں ہی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ لائبریرین، بچوں اور ان کی تصوراتی دنیا کے درمیان ایک اہم رابطہ ہے۔ یہ رابطہ ہر لحاظ سے اس قابل ہونا چاہیئے کہ ننھے ذہن انھیں بلا جھجک قبول کر سکیں۔ یقیناً کوئی خاتون لائبریرین ہی ایسا آرام دہ، پُرسکون اور دلکش ماحول پیدا کر سکتی ہے کیونکہ فطرتاً خواتین میں جذبۂ ہمدردی، خلوص، محبت شفقت، بچوں کے ساتھ والہانہ لگاؤ، ان کے مسائل کو نفسیات کی رُو سے سمجھنا، ضبط و تحمل، بردباری، نفاست اور جمالیاتی حس بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔ جدت پسندی اور تدریس کے شوق کے ساتھ بچوں اور کتابوں میں محبت کرنا اس کی فطرت ہے۔ بچوں کے لئے کتابوں کے موزوں انتخاب اور ان کے افادی و تعمیری پہلوؤں کو نفسیاتی طور پر بخوبی سمجھ سکتی ہے کیونکہ بعض اوقات خود بھی نہیں سمجھ سکتے۔ کہ انھیں کون سی اور کس قسم کی کتاب چاہیئے اس لئے مسکراتی ہوئی شفیق سی خاتون لائبریرین ہی اُن کو بے جھجک، بے تکلفی سے اپنا مدعا بیان کرنے کی ترغیب دے سکتی ہے اس کی دوستانہ مسکراہٹ انھیں کتابوں، لائبریری اور لائبریرین کے قریب تر کر دے گی۔ جب وہ مسکراہٹوں کے پھول بکھرتے ہوئے بڑے پیار سے یوں پیش آئے گی "آؤ..... آؤ..... کیا بات ہے؟ کیا چیز چاہیئے؟ کہانیوں کی کتاب لینی ہے.....؟ اچھا ! کچا رسالہ پڑھنے آئے ہو؟ کونسا رسالہ پڑھو گے..... "تعلیم و تربیت" بھئی مجھے بھی یہ رسالہ بہت اچھا لگتا ہے۔ اور کون کون سے رسالے اچھے لگتے ہیں..... پریوں جنوں کے قصے اچھے لگتے ہیں یا بڑے آدمیوں کے.....؟ ہمارے پاس بہت سی کتابیں ہیں..... بڑی اچھی اچھی..... خریدار..... آؤ..... الماری میں سے خود بھی آکر دیکھ لو۔ "آہا ! کتنی پیاری کتاب نکالی ہے آپ نے..... تصویریں تو دیکھو کیسی خوبصورت ہیں، پیاری پیاری..... اچھا بھئی یہ کہانیاں پڑھ کر آنا۔ پھر بتانا کہ تمہیں کیسی لگیں۔" وغیرہ وغیرہ تو یہ

Marfat.com

خلوص ۔ ۔ ۔ ۔ دلچسپی ، پیار اور ہمدردی بچے کا دل موہ لے گی۔ کتابوں کے ساتھ ساتھ لائبریرین کی شخصی کشش اسے ضرور بار بار وہاں کھینچ لائے گی۔

جب میں لیڈی میکلیگن گرلز ہائی سکول کی ہیڈ مسٹریس مسز اعظم کی ہمراہی میں داخل ہوئی تو وسیع ہال میں تقریباً بیس ہزار مختلف مضامین کی کتابوں سے بھری ہوئی الماریوں نے مجھے کافی متاثر کیا۔ مختصر سا کمرۂ مطالعہ بڑی نفاست سے دعوت مطالعہ دے رہا تھا لیکن میرے تاثرات کو اگلے ہی لمحے ہیڈ مسٹریس کے شکایت آمیز لہجے نے تشویشناک بنا کر رکھ دیا۔ میرے سکول کا سب سے بڑا مسئلہ، میری لائبریری کے لئے تربیت یافتہ لائبریرین کا نہ ہونا ہے۔ جس کی وجہ سے مختلف استانیاں فرصت کے اوقات میں لائبریرین کا فرض انجام دیتی ہیں۔ مگر کیونکہ وہ خود اس کے اسرار و رموز سے ناواقف ہیں۔ اس لئے اتنی تعداد میں مختلف مضامین کی کتابیں بچوں کے قرار واقعی مصرف میں نہیں آتیں۔" اور یہ حقیقت تھی کہ لائبریری سائنس کے اصولوں کے منافی ، الماریوں میں بند غلط انداز اور ترتیب سے رکھی ہوئی بیس ہزار کتابیں اور بہت سے رسالے زبانِ حال سے کہہ رہے تھے کہ ہمیں کسی تربیت یافتہ ایسی لائبریرین کی ضرورت ہے ، جو لگاؤ اور دلچسپی سے ہمیں طالبات کے لئے زیادہ سے زیادہ افادیت اور دلچسپی کا حامل بنا کر زیادہ سے زیادہ ہاتھوں کے پُر محبت لمس سے دوچار کرے۔

لائبریری کی کامیابی کا بہت حد تک انحصار گھر، سکول اور پبلک لائبریریوں کے باہمی مسلسل اور بہترین تعاون پر ہے۔ پبلک لائبریری میں بچے جب اور جس عمر میں بھی لائبریری آنا پسند کریں۔ انھیں خوش آمدید کہنا چاہیئے۔ اور وہ بچے جو پڑھنا نہیں جانتے اور محض تصویروں اور کھلونوں میں کشش پاتے ہیں۔ انھیں بھی ہمیشہ خوش آمدید ہی کہنا لازم ہے۔ کیونکہ اسی طرح انھیں لائبریری میں باقاعدگی سے آنے کی عادت پڑتی ہے۔

تمام بچے ایک مخصوص عمر کی حدود کے اندر کسی قسم کی ذات پات ، اونچ نیچ اور قومیت کے امتیاز کے بغیر لائبریری کے ممبر بن سکتے ہوں۔ بچوں کی لائبریری کے دروازے سب بچوں کے لئے کھلے رہنے چاہئیں ، اور ان کی خدمت بالکل مفت ، بغیر کسی فنڈ یا فیس یا زر ضمانت کے کرنی چاہیئے۔ اول تو ہمارے بچوں کے لئے پبلک لائبریریاں ویسے ہی عنقا ہیں۔ لے دے کے ایک ہی "شعبۂ اطفال" پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے۔ مگر اس میں بھی پبلک لائبریریوں کے پورے لوازمات موجود نہیں۔ بچوں کو ممبر

Marfat.com

بننے کے لئے باقاعدہ چندہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اور ساتھ ہی زرِضمانت بھی۔ البتہ جو بچے لائبریری میں بیٹھ کر پڑھنا چاہتے ہیں اُن پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں اور اس کے دروازے بچے کے لئے فراخدلی سے خوش آمدید کہتے ہوتے کھُلے ہیں۔ مگر اسی ضمن میں ایک اور بات بڑی اہم ہے۔ کہ بچوں کی لائبریریوں کا انتظام اس نوعیت کا ہونا چاہیئے۔ کہ وہ کتابوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ، معلومات اور خوشی حاصل کر سکیں۔ جو کتابوں تک آزادانہ رسائی ہی سے ممکن ہے۔ پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن کی چھٹی سالانہ کانفرنس منعقدہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں بھی اس تجویز پر زور دیا گیا تھا۔ کہ پاکستان میں کتابوں تک آزادانہ رسائی اور آزادانہ حصول کا طریقہ رائج کیا جائے جسقدر کتابوں تک آزادانہ بآسانی رسائی ہوگی، اتنا ہی قاری میں مطالعے کا ذوق وشوق پیدا ہوگا۔ اور وہ لائبریری کے قوانین کی کم سے کم خلاف ورزی کرے گا۔ بچوں کی لائبریریوں کا مقصد تمام بچوں کی کتابوں تک بآسانی رسائی ہوتا ہے۔ جب بچوں اور کتابوں کے درمیان الماریوں کے چوکیدار اور صاف شفاف شیشے حائل ہوں گے" تو اُن کا ذوق وشوق بھی چکنا چور ہو گا۔

اسی کانفرنس کے نام ایک پیغام میں صدرِ مملکت محمد ایوب خاں صاحب نے لائبریریوں کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا تھا" ترقی پذیر ملک کی حیثیت میں پاکستان کو زیادہ سے زیادہ لائبریریوں کی ضرورت ہے۔ یہ لائبریریاں فقط شہروں تک محدود نہیں رہنی چاہئیں۔ بلکہ قصبوں اور دیہات میں بھی قائم ہونی چاہئیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان سے استفادہ کر سکیں۔

صدرِ محترم نے عام اور بالخصوص ذی استطاعت افراد کو لائبریریوں کے قیام کی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے میں تلقین فرمائی۔ آپ نے لائبریریوں کے مربوط اور مستحکم نظام کے قیام کی طرف بھی سب کی توجہ مبذول کرائی تھی۔ میں بھی عوام اور بالخصوص مخیر حضرات کے جذبۂ نیکی علم وادب سے لگاؤ، جذبۂ خدمتِ خلق اور بچوں کی ذہنی نشوونما کے احساس کو جگانا چاہتی ہوں۔ اگر پاکستان کے مخیر حضرات اداروں، انجمنوں سوسائیٹیوں کی امداد شامل ہو تو پورے ملک میں بچوں کی لائبریریوں کا جال پھیلا کر عظیم تعلیمی وثقافتی انقلاب لایا جا سکتا ہے۔ یورپ کے ممالک میں چلتی پھرتی "سفری لائبریری" کے ذریعے دیہاتوں اور دور دراز کے علاقوں میں رہنے والے بچوں کو بھی ہفتہ میں کم از کم ایک بار کتابوں سے لطف اندوز اور مستفیض ہونے کا موقعہ بہم پہنچانا بہت ضروری ہے۔ یو۔ایس۔آئی۔ایس کی ایسی "سفری لائبریریاں" بڑی

Marfat.com

کامیابی سے اپنا کام سرانجام دے رہی ہیں۔ اور میری ناچیز اور حقیر سی تجویز ہے کہ قومی کتاب مرکز پاکستان کو بھی جگہ جگہ ایسی سفری لائبریریاں قائم کرنی چاہیئیں۔

لائبریری کے مواد یعنی کتابوں رسالوں، اخباروں پمفلٹوں، مسودوں اور نقشوں اور فلموں وغیرہ کو مناسب طریقہ سے ترتیب دینا، تیار کرنا اور انھیں اس صورت میں پیش کرنا اور ترتیب دینا ضروری ہے کہ بچے بآسانی اسے حاصل کر سکیں۔ اور انھیں دیکھ کر ان کا ذوق مطالعہ ابھر سکے لائبریری کا ماحول اسقدر آرام دہ، پرسکون اور دلکش ہو کہ انہماک اور آرام کے ساتھ پڑھنا ان کی عادت بن جائے۔

کتابوں کی ترتیب بچوں کی عمر اور مضامین کے لحاظ سے ہونی چاہیئے کتابوں کی مضمون بندی آسان، مختصر اور عام فہم ہونی چاہیئے کم از کم تین گروپوں کے لحاظ سے انھیں مرتب و منتخب کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱) سب سے پہلے تو بہت چھوٹے بچوں کے لئے تصویروں والی کتابیں اور نرسری کی نظمیں اور ابتدائی قاعدے وغیرہ، آٹھ نو سال کی عمر تک کے بچوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہوں۔

(۲) اس سے بڑی عمر کے بچوں کے لئے کہانیوں کے علاوہ نصاب سے متعلق کارآمد اور مددگار کتابیں رکھنا فائدہ مند ہوتا ہے۔

(۳) بڑی عمروں، جماعتوں کے بچوں کے لئے پہلی دو قسموں کے مواد کے علاوہ ان کے ذوق دلچسپی، نصاب اور گھر کے کام (ہوم ورک) سے متعلقہ کتابیں رکھنی چاہئیں۔ ایک تجربہ گاہ بھی ہو جس میں بچے پڑھنے کے بعد مختصر اور آسان تجربات کر سکیں، اسی طرح ایک کمرے میں مختلف نوعیت کے کھلونے، برقی دماغی آلہ، تصویریں بنانے والے بلاک، تعلیمی تاش، ڈرافٹ لوڈو وغیرہ بچوں کی تفریح طبع اور دلچسپی کے لئے ناگزیر ضرورت ہیں۔

ہفتے میں ایک دو بار فلم دکھانے کا پروگرام ان کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ پھر کبھی کبھی بحث مباحثہ اور کوئی مختصر سا ڈرامہ بھی۔ اور تصویر کشی و دیگر تقریری مقابلے بھی ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں مدد دیں گے۔ ریڈیو پر "بچوں کا پروگرام" سننے کا بچوں کو بہت شوق ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی لائبریری ایسی ہو جس میں ٹیلی ویژن بھی لگا ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ بچوں کے لئے ایسی لائبریری کی کشش

Marfat.com

بدرجہا زیادہ ہوگی۔

لائبریری میں بچوں کی دلچسپی، خوشی اور دلکشی کا ایک اور بڑا ذریعہ کہانیاں پڑھ کر سنانا ہے فطرتاً ہر بچہ کہانی سننے کا شوقین ہوتا ہے۔ دلچسپ، سبق آموز اور معلومات افروز کہانیاں بچوں کے خیالات و نظریات میں وسعت اور جدت پیدا کریں گی۔ اور ان میں کہانیاں خود لکھ کر پڑھ کر لطف اندوز ہونے کے جذبے کو پروان چڑھائیں گی۔

بچوں کی لائبریریوں کی اہمیت اور ضرورت کا احساس عوام اور بالخصوص مخیر حضرات کو کرانے کے لئے لازمی ہے۔ کہ مناسب اور موثر ذرائع نشر و اشاعت کی مدد سے بھرپور اپیل کی جائے۔

(ا) ان کی آنکھوں کو متاثر کرنے والے ذرائع سے مثلاً اخبارات، رسائل، کتابوں اور پمفلٹوں وغیرہ سے

(ب) ان کے کانوں کو متاثر کرنے کے لئے ریڈیو سے۔

(ج) ان کی آنکھوں اور کانوں کو متاثر کرنے کے لئے ٹیلی ویژن اور فلموں سے فراکرے کئے جائیں۔ بحث مباحثے ہوں۔ قومی کتاب مرکز پاکستان کی طرف سے منعقد ہونے والی نمائش کی طرز پر بچوں کی کتابوں کی نمائشیں ہوں۔ غرض ہر ممکن طریقے اور وسیلے سے حکومت اور مخیر حضرات کو اسقدر متاثر کیا جائے کہ وہ مجبور ہو کر بچوں کی کتابوں کا ایک فاؤنڈیشن قائم کریں۔ بچوں کے ذوقِ مطالعہ کی تربیت سے متعلق قومی کتاب مرکز جو مجلسِ مذاکرہ منعقد ہو رہا ہے۔ اس سے میں پُرزور اپیل کرتی ہوں کہ وہ اپنی سفارشات میں ایسی "فاؤنڈیشن" کے قیام کی ناگزیر ضرورت کو فراموش نہ کریں ::

Marfat.com

مولانا عبد الماجد دریا بادی

قرآن پاک کے انگریزی اور لاطینی تراجم

یورپ کا نام آتے ہی آج تصور دماغ کے سامنے اعلیٰ تعلیم یافتہ آبادی اور اس کے سارے لوازم آجاتے ہیں۔ عالیشان کالج اور یونیورسٹیاں عظیم الشان کتب خانے اور تجربہ گاہیں، فلسفہ اور سائنس کے ماہرین، تاریخ ادب کے پروفیسر وغیرہا۔ ہزار ڈیڑھ ہزار سال قبل کا یورپ اس سے بالکل مختلف تھا۔ اس کے شہر ایسے تھے جیسے ہمارے دیہات کوئی پڑھا نہ لکھا۔ اور خیر برطانیہ وغیرہ کس شمار میں تھے خود روما اپنی پچھلی عظمت اور اقتدار کے باوجود بس کچھ یونہی سا تھا۔ پڑھنے لکھنے کا شوق خصوصاً مسلمانوں سے متعلق معلومات کہنا چاہیئے کہ بارھویں صدی مسیحی سے شروع ہوا۔ بلکہ محاربات صلیبی (کروسیڈز) نے مسلمانوں اور مسیحیوں کو صف بہ صف میدان فلسطین میں لاکھڑا کیا۔ اب رفتہ رفتہ فرنگیوں کو مسلمانوں کے علوم ان کی تہذیب و تمدن ان کے مذہب سے صحیح واقفیت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ قرآن مجید کا پہلا ترجمہ لاطینی زبان میں موجودہ معلومات کے مطابق سب سے پہلے ۱۱۴۳ء میں ہوا۔ اور مطبع کی ایجاد کے بعد ۱۵۴۳ء میں بمقام باسل چھپ کر شائع ہوا۔ اس کے بعد دوسرا ترجمہ جو کہا جاتا ہے کہ پہلے سے بدرجہا بہتر ہے۔ ۱۶۹۸ء میں بمقام پیڈوا شائع ہوا۔ مترجم کا نام ایل مروسی ہے۔ اور منقول ہے کہ یہ شخص اپنے وقت کے معیار سے خاصا فاضل تھا۔

__انگریزی ترجمہ:۔__ اس کے بعد اطالوی اور فرنچ زبانوں میں ترجمے ہونے لگے انگریزی میں سب سے پہلا ترجمہ جو دراصل لیٹن مترجم کا ترجمہ ہے ۱۶۴۸ء سے ۱۶۸۸ء تک شائع ہوا۔ یہ اب گویا ناپید ہے۔ دوسرا ترجمہ جارج سیل کے قلم سے لندن میں ۱۷۳۴ء میں شائع ہوا۔ اور اس کی مقبولیت کی یہی دلیل کافی ہے۔ کہ اس وقت سے اب تک برابر اس کے ایڈیشن پر ایڈیشن نکل رہے ہیں۔ سوا دو سو سال تک اور پھر متعدد دوسرے اور تازہ ترجموں کے بعد بھی اتنی ہی ہر دل عزیزی قائم رہ جانا عجائبات میں سے ہے۔ لیکن سیل کا ترجمہ اس کا غیر مستحق ہے

Marfat.com

بھی نہیں۔ اول تو اس مترجم کو کلام مجید کے ساتھ اچھی خاصی ہمدردی ہے۔ اس کی عظمت کا وہ دل سے قائل ہے۔ (عجب نہیں کہ درپردہ مسلمان بھی ہو گیا ہو۔) اور پھر اس نے ترجمے کے وقت بیضاوی وغیرہ مفسرین کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ تیسرے تفسیری اور توضیحی حاشیے اس نے کثرت سے دیئے ہیں۔ کتب تفسیر و سیر کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ علاوہ دیباچے کے ایک بڑا مفصل مقدمہ بھی اس نے سپرد قلم کیا ہے، جس کی آٹھ فصلوں میں اس نے تاریخ عرب، جاہلیت، تاریخ مسیحیت، خصوصیات قرآن، اوامر قرآنی نواہی قرآنی، قرآن کے ضوابط دیوانی جیسے او راشہر حرم اور فرق اسلامیہ پر اس میں تفصیل سے گفتگو کی ہے، کہ ضخامت تین سو صفحے کے قریب پہنچ گئی ہے۔

مدت دراز تک یہی ایک ترجمہ انگریزی میں متداول اول رہا۔ یہاں تک کہ سنہ ۱۸۶۱ء میں کیمبرج یونیورسٹی کے ایک استاد جے۔ ایم راڈویل نے اپنا ترجمہ شائع کیا اور زبان میں بہت کچھ اصلاحیں کیں۔ اتنی لمبی مدت میں انگریزی زبان میں تغیرات ہو جانے لازمی تھے۔ جیسے اردو میں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کی زبان، شیخ الہند محمود حسن کے وقت خاصی پرانی ہو چکی تھی۔ جو انگریز اپنی زبان و ادب سے زیادہ ذوق رکھتے تھے۔ ان میں راڈویل کا ترجمہ زیادہ مقبول ہوا۔ نظر ثانی اور ترمیم کے بعد دوسرا ایڈیشن بار بار طبع ہوتا رہا۔ اس میں حاشیے نسبتاً کم ہیں۔ البتہ راڈویل نے جدت کی کہ سورتوں کی ترتیب تاریخ نزول کے مطابق کر دی۔ چنانچہ شروع سورہ علق سے لے کر مدثر مزمل ہوتے ہوئے ختم سورہ مائدہ پر کیا ہے۔

سنہ ۱۸۸۰ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک جرمن پروفیسر جو خود بھی سنسکرت کا عالم تھا۔ مشرق کی تمام کتب مقدسہ کو انگریزی میں منتقل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ قرآن مجید کا ترجمہ اس نے پروفیسر پامر کے سپرد کیا جو کیمبرج یونیورسٹی میں عربی زبان کے استاد تھے۔ پامر کا ترجمہ قرآن دو ضخیم جلدوں میں سنہ ۱۹۰۰ء میں نکلا اور ایک زمانے تک مستند اور عالمانہ سمجھا جاتا رہا۔ اور امر واقعہ ہے کہ اس کا ترجمہ بمقابل راڈویل وغیرہ کے الفاظ قرآنی سے قریب تر ہے۔ اس کی علمی شہرت کچھ روز بعد سرد ہو گئی۔ البتہ ان کے ترجمے کے مختلف ایڈیشن چھوٹے سائز کی ایک،

Marfat.com

جلد میں نکلا۔ اس پر مقدمہ پروفیسر نکلسن کے قلم سے ہے۔ تفسیری حاشیے پامر کے ترجمے میں بہت کم ہیں۔

جزوی ترجمے:۔ یہ سارا تذکرہ مکمل قرآن کے ترجموں کا تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ جزوی ترجموں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ای۔ ڈبلیو لین اپنے زمانے میں ایک نامور مستشرق انگریز گذرا ہے اس نے نہ صرف الف لیلیٰ کا ترجمہ انگریزی میں کیا تھا بلکہ قاموس کی مشہور ضخیم شرح تاج العروس کو بھی انگریزی کی آٹھ طویل و عریض مجلدات میں لے آیا تھا۔ اس نے سنہ ۱۸۴۳ء میں منتخبات قرآن انگریزی میں شائع کئے۔ کتاب کے دو حصے تھے۔ پہلے میں عقائد اسلامی سے متعلق قرآنی آیات کے ترجمے تھے توحید رسالت، قرآن، وحی، حشر، ملائکہ، جنت، جہنم، تقدیر، کفر و ایمان وغیرہ کے زیر عنوان اور دوسرے حصے میں قصص قرآنی انبیاء سابقین، کتب سماوی، آدم و حوا، قابیل و ہابیل، نوح و طوفان، عاد و ثمود، موسیٰ و عیسیٰ، عزیر و مسیح وغیرہ سے متعلق اقتباسات تھے۔ یہ ایڈیشن اب نایاب ہے بسنہ ۱۸۷۹ء میں لین کے بھتیجے اور جانشین اسٹینلی لین پول نے بہت کچھ ترمیم و اضافے کے بعد اس کا نیا ایڈیشن شائع کیا۔ اور اس میں گو توضیحی حاشیے بہت گھٹا دیئے۔ لیکن ایک مفصل مقدمہ بھی اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ لین اور لین پول کا شمار اسلام اور مسلمین کے ہمدردوں میں ہے۔ اور یہ ہمدردی دونوں تحریروں میں نمایاں ہے۔

کچھ انتخابات:۔ قرآن مجید کے کچھ اور انتخابات بھی اس سلسلے کے بعد شائع ہوئے۔ مثلاً ایک پادری سیل کے قلم سے اور ایک سر ولیم میور (مصنف لائف آف محمدؐ) کی طرف سے لیکن کچھ زیادہ شہرت انھیں حاصل نہیں ہوئی۔ سنہ ۱۸۹۴ء میں شامی الاصل و یہودی النسل، انگریز ڈی۔ ای مارگولیس نے (جو آگے چل کر آکسفورڈ میں عربی کا پروفیسر ہوا اور اپنی اسلام دشمنی میں نامور) بیضاوی کی تفسیر سورہ آل عمران کا ترجمہ شائع کیا۔ آل عمران کا انتخاب شاید اسی مناسبت سے کیا کہ اس میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہے۔ سنہ ۱۸۹۶ء میں وقت کے ایک اور مشہور پادری اور مسلمانوں سے مناظرہ کرتے رہنے والے ایم ویری نے سیل کے قدیم ترجمے و حواشی کو اصل و اساس قرار دے کر ایک

Marfat.com

مستقل تفسیر چار جلدوں میں شائع کر دی۔ اس تفسیر میں بیضاوی، کشاف، جلالین و تاریخ ابوالفدا وغیرہ کے حوالے تو سیل ہی کے دیئے ہوئے موجود تھے۔ وہیری نے جس جدید ماخذوں کے حوالے دیئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) تفسیر رومی (معلوم نہیں کہ اس نام سے کونسی تفسیر مراد ہے)

(۲) تفسیر حسینی (ملا حسین واعظ کاشفی کی ایک چلی ہوئی فارسی تفسیر)

(۳) تفسیر فتح الرحمٰن (غالباً شاہ ولی اللہ دہلوی کے فارسی حواشی مراد ہیں)

(۴) حواشی شاہ عبدالقادر دہلوی (غالباً موضح القرآن مراد ہیں)

مسلمان کا ترجمہ:۔ یہ سب ترجمے غیر مسلموں کے لئے ہوئے تھے اور قدرۃً بغیر اصل متن محض انگریزی میں چھپے تھے۔ ۱۹۰۵ء میں سب سے پہلے ایک مسلمان کے قلم سے انگریزی میں ترجمہ نکلا۔ یہ صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم نامی تھے۔ ایک زمانے تک احمدی یا قادیانی رہ کر پھر اس حلقہ سے نکل آئے تھے۔ رامپور سے ایک ماہنامہ بھی قرآنیات سے متعلق الذکر الحکیم کے نام سے نکالتے رہے۔ قرآن مجید کا ایک اردو ترجمہ اپنے دورِ احمدیت میں کیا۔ انگریزی ترجمہ غالباً لندن میں چھپا تھا۔ ایک اوسط ضخامت کی جلد میں بغیر متن کے تھا۔ اب نایاب ہے۔ مدت دراز ہوئی ان کے وارثوں سے جو پٹیالہ میں رہتے تھے۔ ایک نسخہ میں نے منگا کر دیکھا تھا۔ کوئی خاص بات تو اس میں معلوم نہیں ہوئی۔ البتہ یہ اولیت کا شرف ان کے لئے کیا کم ہے۔ کہ مسلمانوں میں انھوں نے سب سے پہلے انگریزی ترجمے کی ہمت کی۔ یہ صاحب ڈاکٹری میں ایم بی کی ڈگری رکھتے تھے۔

اس کے چند ہی سال کے بعد غالباً ۱۹۱۰ء یا ۱۹۱۱ء میں ایک انگریزی ترجمہ دو ضخیم جلدوں میں مرزا ابوالفضل الٰہ آبادی کا کیا ہوا شائع ہوا۔ یہ پہلا انگریزی ترجمہ ہے۔ جو متن قرآنی کے ساتھ چھپا۔ اوپر متن قرآنی ہے اور صفحہ کے تحتانی حصہ میں اس کا ترجمہ۔ حاشیے اس میں بہت کم ہیں۔ اور جتنے بھی ہیں وہ سب آخر میں لے جا کر یک جا کر دیئے گئے ہیں میرے پاس اس کا جو نسخہ ہے اس کا سرورق وغیرہ غائب ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی دیباچہ اس کے شروع میں ہو۔ ان کا ترجمہ مدت ہوئی گمنام ہو چکا ہے۔

Marfat.com

عین اسی زمانے میں مولانا شبلی کی تحریک پر یا کم سے اُن کی حوصلہ افزائی سے ایک مستند اور فاضلانہ ترجمہ کی طرح نواب عماد الملک سید حسن بلگرامی نے حیدر آباد دکن میں ڈال دی تھی نواب صاحب گو شیعی خاندان سے تھے۔ لیکن اپنے عقیدے اور عمل کے لحاظ سے کسی فرقے سے تعلق رکھنے کے بجائے محض مسلم تھے۔ انگریزی کے ادیب تھے اور عربی ادب پر بھی اُن کی نظر گہری تھی، مولانا شبلی کے مضامین الندوہ میں ان کا ذکر بار بار ملتا ہے۔ نواب صاحب کا اندازہ تھا کہ دو سال میں کام ختم کر لیں گے۔ مگر اسی اثناء میں مولانا حمید الدین فراہی (صاحب تفسیر نظم قرآن) سے اُن کی مراسلت شروع ہو گئی۔ اور پھر مولانا خود بھی حیدر آباد منتقل ہو گئے اب نواب صاحب نے اپنے کام پر محنت ان کی شرکت اور مشورہ سے شروع کی۔ اور اپنا پہلے کا مسودہ گویا بیکار کر دیا۔ بہر حال کام سورۂ طٰہٰ

نواب صاحب نے مسودے کی کاپیاں اہل علم کے پاس برائے مشورہ روانہ کیں:۔ (پارہ سولہ) تک کسی نہ کسی طرح پہنچا تھا۔ کہ ضعف و کبر سنی کے باعث نواب صاحب کام سے معذور ہو گئے۔ اور یہ خدمت قرآنی جو بہت قابل قدر ہوتی اسی منزل پر رک کر رہ گئی۔ اور شائع ایک پارہ بھی نہ ہو سکا۔ نواب صاحب نے از راہِ احتیاط اپنے مسودہ کی سو دو سو کاپیاں طبع کرا کے اور سامنے کا کالم سادہ چھوڑ کے مختلف اہل علم کے پاس مشورہ اور اصلاح کے لئے روانہ کر دی تھیں۔

۱۹۱۵ء تھا کہ احمدی یا قادیانی فرقہ کی انگریزی تفسیر پارہ اول شائع ہوا۔ اس میں صفحہ کے بالائی حصہ میں متن قرآن ہے۔ اس کے نیچے وہی متن رومن خط میں اس کے بعد آیت کا نمبر دے کر ترجمہ ہے۔ اور نیچے تفسیری حواشی (لاہور میں ۱۹۱۷ء میں جو ترجمہ شائع ہوا وہ انگریزی ترجموں میں سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے) جو اصل مقابل کے پورے صفحہ پر چلے گئے ہیں تفسیری حاشیے اس میں بڑی تفصیل کے ساتھ ہیں۔ اور ترجمہ و تفسیر دونوں میں فرقہ کے خصوصی عقائد کا رنگ نمایاں ہے۔ اس چالیس سال کے عرصہ میں یقیناً مکمل قرآن مجید کا ترجمہ اسی طرح شائع ہو چکا ہو گا۔ میری نظر سے ۱۹۴۸ء میں اس ترجمے کی دوسری جلد گزری ہے۔ جو سورہ الکہف (پ ۱۵) تک تھی۔

Marfat.com

اسی زمانے میں شیعہ جماعت میں بھی ترجمہ قرآن کی تحریک پیدا ہوئی۔ اور لکھنؤ کے کسی ادارہ (غالباً مدرسۃ الواعظین) کی جانب سے شیخ بادشاہ حسین بی اے کے کئے ہوئے ترجمے کے کچھ اجزاء شائع بھی ہوئے۔ غالباً سورۂ بقرہ تھی یا صرف پارہ اول تھا۔ اب یہ خوب یاد نہیں پڑتا۔ بہرحال اتنا یاد ہے کہ ایک جلد اسی زمانے میں دیکھی تھی۔ اور ترجمہ پسند نہیں آیا تھا۔

مستند ترجمہ :- ادھر یہ سب ہو رہا تھا کہ ادھر لاہور سے ۱۹۱۷ء میں ایک خاص اہتمام کے ساتھ ایک نیا ترجمہ القرآن حامل المتین معہ حاشیہ تفسیر کے ساتھ نکلا یہ ترجمہ مولوی محمد علی ایم اے، امیر جماعت احمدیہ لاہور کے قلم سے تھا اور یہ انگریزی ترجموں کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تفسیری ترجمہ جدید انگریزی خواں جماعت کی ذہنیت کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں میں خوب مقبول ہوا۔ غیر مسلموں میں بھی اس کی مانگ اچھی خاصی ہوئی۔ اور مدتوں یہی ترجمہ باہر والوں کی نظر میں اسلامی حیثیت سے مستند سمجھا جاتا رہا۔ اس کے شروع میں ایک بڑا مفصل دیباچہ ہے جس میں اصول دین و عقائد و احکام و شریعت سب ضروری تفصیل کے ساتھ آ گئے ہیں۔ اور غیر مسلموں کو اس کے ذریعہ سے پوری واقفیت و رہنمائی اسلام کے متعلق ہو جاتی ہے۔ پھر ہر سورت کے شروع میں مباحث سے متعلق ایک سلجھا ہوا مقدمہ ملتا ہے۔ صفحے کے دو کالموں میں [illegible] متن قرآن درج ہے۔ اور بائیں کالم میں آیت کے نمبر ڈال کر اس کا انگریزی میں ترجمہ۔ نیچے کے نصف میں تفسیری حواشی درج ہیں۔ "احمدیت" ان حواشی میں زیادہ نہیں، البتہ تھوڑا احمدیت کا رنگ بھی موجود ہے۔ یعنی معجزات و خوارق کی تاویلات۔ اس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں اور مختلف زبانوں میں اس کا اختصار بھی شائع ہو چکا ہے۔ یعنی محض ترجمہ بہ حذف۔

غالباً سنہ ۱۹۳۰ء میں یا اس سے کچھ قبل جب ایک نومسلم محمد مارماڈیوک پکتھال کا ترجمہ "قرآن مجید کا مفہوم" کے نام سے [illegible] نکلا۔ پکتھال اپنی زبان کا ادیب اور اہل قلم تھا۔ شروع ہی سے مسلمانوں کا ہمدرد تھا۔ اسلامی تاریخ سے متعلق بھی اس کے کئی افسانے اس وقت تک نکل چکے تھے۔ اس کی [illegible] کی نوعیت و شستگی کا کیا کہنا۔ اصل قرآن کی جاذبیت زبان و بیان ایک حد تک ترجمہ میں منتقل ہو گئی ہے۔ البتہ اس میں حاشیے برائے نام ہی ہیں۔ پہلا ایڈیشن بغیر متن کے نکلا تھا۔

Marfat.com

اس کے بعد متعدد اڈیشن نکلے۔ بعض معرا اور بعض حامل المتن تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اس ترجمے کو پڑھ کر اطمینان کا سانس لیا۔ اور کہا کہ اب جا کر ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ اپنی کتاب دوسروں کے ہاتھ میں دے سکیں۔

سنہ ۱۹۳۷ء تھا کہ ہندوستان کے آئی سی ایس آفیسر عبداللہ یوسف علی کو جو اپنی انگریزی انشاء پردازی میں مشہور اور ممتاز تھے ترجمہ قرآن مجید کا خیال آیا۔ اور ڈھائی سال کے عرصے میں قسط وار ان کا پورا ترجمہ لاہور کے انگریزی پبلشر شیخ محمد اشرف نے شائع کر دیا۔ تفسیری نوٹ اس میں کثرت سے ہیں اور اچھے ہیں۔ اور انگریزی میں مدح و تحسین کے قابل لیکن بحیثیت ترجمہ یہ کتاب کچھ زیادہ ممتاز نہیں۔ اصل عبارت سے مترجم بہت دور ہٹتے چلے گئے ہیں۔ اور صرف خلاصہ مطلب کو اپنی خوبصورت زبان میں لینے کو کافی سمجھا ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ جا بجا بجائے نثر کے نظم کی اختیار کی ہے۔

اسلوب کا نقص:۔ "احمدی" ترجموں کے ذیل میں حافظ غلام سرور جج ہائی کورٹ سنگاپور کے ترجمہ کا ذکر رہ گیا۔ اس کا زمانہ اشاعت محمد علی اور پکتھال کے ترجموں کے درمیان ہے یہ ترجمہ مختصر سا ہے لیکن حواشی تفسیری اور متن عربی سے معرا عرصہ ہوا۔ اسے دیکھا تھا۔ کوئی خاص بات اس میں نہ ملی تھی۔ بڑا نقص اس میں یہ ہے کہ اسلوب بیان شعر و نظم کا اختیار کیا گیا ہے۔ مقبول عام اسے کچھ زیادہ حاصل نہ ہو سکا۔

ان سطور کے راقم آثم نے بھی بہت سے مخلصوں اور بزرگوں کی ہمت افزائی سے ۱۹۳۳ء میں اس کام کو ہاتھ لگایا۔ شروع میں مشکلات کا پورا اندازہ نہ ہوا بلکہ خیال یہ غالب تھا کہ پکتھال، محمد علی وغیرہ کے ترجمے موجود ہی ہیں۔ اور اردو میں بھی کافی ذخیرہ مہیا ہے۔ ان کی مدد سے بآسانی کام چل جائے گا۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ یہ خیال خام تھا۔ اتنی سہولتوں کے باوجود بھی نفس ترجمہ ہی دشوار ہے۔ چہ جائیکہ تفسیر و حواشی، بہر حال کئی کئی بار کی ترمیم و نظر ثانی کے بعد کام ۱۹۳۹ء کے آخر میں ختم ہوا۔ ایک ندوی مخلص کی وساطت سے تاج کمپنی (لاہور) نے سنہ ۱۹۴۰ء میں اس کے طبع و اشاعت کی پیش کش کی۔ پورا مسودہ اسی وقت روانہ کر دیا گیا۔ ادھر سے وعدہ ہوا کہ پوری کتاب ڈھائی سال میں شائع ہو جائے گی۔ پہلا پارہ سنہ ۱۹۴۱ء میں نکلا اور دوسرا اس کے پورے دو سال بعد ۱۹۴۳ء میں اور اس کے بعد کام

Marfat.com

یک لخت ٹھپ ہو گیا۔ یہاں تک کہ پوری کتاب ۱۹۶۰ء میں جا کر شائع ہوئی۔ ترجمہ بڑی حد تک لفظی کیا گیا ہے۔ اور زبان پرانی ہی استعمال کی گئی ہے۔ جو انگریزی بائبل کی مدت سے چلی آرہی ہے۔

۱۹۳۷ء ، ۱۹۳۸ء میں ایک نئے ترجمے کا ظہور، پادری رچرڈ بل۔ ڈی۔ ڈی لکچرار عربی ایڈنبرا یونیورسٹی کے قلم سے دو جلدوں میں ہوا۔ ترجمہ حامل المتن تو خیر کیوں ہوتا حواشی سے بڑی حد تک محروم ہے۔ البتہ ایک جدت اس میں بالکل انوکھی ہے۔ راڈویل تو یہیں تک رہا۔ کہ اس نے سورتوں کی ایک ترتیب تنزیلی و نزولی گھڑ لی تھی۔ ان بزرگ نے اس سے بڑھ کر یہ کیا کہ سورتوں کے اندر آیتوں کی ترتیب مکی، مدنی اور غیر یقینی زمانے کے لحاظ سے گھڑلی اور کتاب بے تکلف اسی طور پر چھاپ دی جس سے اور تو اور مطالعہ میں بھی اچھی خاصی الجھن ہوتی ہے۔

بے شمار تراجم :۔ تازہ ترین ترجمہ قرآن کیمبرج یونیورسٹی کے موجودہ شہرہ آفاق عربی پروفیسر اے جے۔ آربری کے قلم سے ہے ۱۹۵۳ء میں ان کا منتخبات قرآن مع مقدمہ ایک سو اسی صفحے کی ضخامت سے نکلا تھا۔ اور مکمل ترجمہ دو جلدوں میں ۱۹۵۵ء میں نکل آیا ہے۔ متن عربی کے علاوہ تفسیری حواشی سے بھی معرا۔

قرآن مجید کے اثر کی جہانگیری کا کیا کہنا یہ تذکرہ صرف انگریزی کے تراجم کا تھا۔ جرمن فرنچ، اسپینی، روسی وغیرہ دوسری زبانوں کا ذکر نہیں۔ اور پھر انگریزی میں بھی نام صرف انھیں کتابوں کا لیا گیا جو براہ راست قرآن پر ہیں۔ جو باقی کتابیں قرآن سے متعلق لکھی جا چکی ہیں۔ اور لکھی جا رہی ہیں مثلاً اسٹینٹن کی تعلیمات قرآن تو ایسی کتابوں کا شمار ہی نہیں۔

۱۹۵۶ء کو امریکہ سے ایک نیا ترجمہ پنجین سیریز کے سلسلے میں نکلا۔ مترجم کوئی شخص این جے داؤد نامی ہیں۔ جو بظاہر کوئی مشرقی نثراد عیسائی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ترجمہ بھی علاوہ متن عربی سے معرا ہونے کے توضیحی حاشیے بھی برائے نام ہی رکھتا ہے اور سورتوں کی ترتیب میں بھی مترجم صاحب نے راڈویل اور بیل کی راہ پر چل کر اپنی خود رائی قائم کی ہے۔ دیباچہ میں مترجم نے قرآن مجید کو ادبی حیثیت سے بے نظیر تسلیم کیا ہے۔

(باقی صفحہ ۶۱۶ پر)

Marfat.com

وقار مرتضےٰ الٰہی

کتابوں کے کیڑے

ایک جائزہ

ہمارے ہاں اکثر یہ رونا رویا جاتا ہے کہ ملک بھر میں اول تو ایسی لائبریریوں کا بالکل فقدان ہے جو اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں کسی کی معاون ثابت ہو سکیں اور اگر ہیں تو بس یہی ایک دو جہاں سے گنے چنے لوگ ہی فائد[ہ] حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ بیشتر لوگ دور دراز کے سفر اور اس کی صعوبتوں کے پیش نظر ان شہروں تک نہیں پہنچ پاتے دوسر[ی] طرف حقیقت اس کے بالکل برعکس دکھائی دیتی ہے کہ آج ہر چھوٹے بڑے شہر میں چھوٹی موٹی ایسی لائبریری ضرور موجود ہے جو اعلیٰ تعلیم کے سلسلہ میں نہ سہی تعلیم کے لئے تو مفید ہو سکتی ہے۔ لیکن لوگ ہیں کہ یوں دامن بچا کر نکل جاتے ہیں جیسے کوئی بدرو ہو اور جس سے چھینٹے اڑ کے کپڑوں پر پڑ جانے کا خطرہ ہو۔ اور کتابیں ہیں کہ الماریوں میں سے جھانک جھانک کر دیکھتی رہ جاتی ہیں کہ کوئی تو آ کے انہیں اٹھانے والا ہے لیکن وہ ہمیشہ ہی کسی کی انگلیوں اور ہاتھوں کے لمس کو ترستی رہتی ہیں۔

اوروں کو چھوڑیئے ایک کالج کی لائبریری کو لیجئے۔ پہلے اس کا تعارف کرا دوں تو بہتر رہے گا۔ یہاں مختلف موضو[عات] پر کم و بیش دس ہزار کتابیں موجود ہیں اور ہر برس ہزار ہا روپے کی کتابوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے پاک و ہند کے اچھے اچھے اخبارات و رسائل یہاں جمع ہوتے رہتے ہیں۔ درسگاہ کی طرف سے دو ملازم اور دو طالب علم انچارج مقرر کئے گئے ہیں جو اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ لیکن جب کتابوں کو نانے اور بے جا فکی اوسط نکالی گئی تو ذہن اس نتیجہ پر پہنچا کہ کتنا اچھا تھا۔ جو اس ساری رقم سے ہم نے دو تین سینما ہاؤس یا ڈانسنگ کلب ہی بنا دیئے ہوتے کم از کم لوگ وہاں آتے تو دلچسپی کا اظہار تو کرتے۔ یہاں تو کتابیں ہیں جنہیں الماریوں میں پڑے پڑے دیمک

Marfat.com

ٹ گئی ہے اور گرد سے ان کی یہ حالت ہو رہی ہے جیسے برس ہا برس سے انہیں کسی نے چھوا بھی نہیں۔ یہ اعداد و ار آپ بھی ملاحظہ کیجئے۔ بچھتر فیصد طلباء ایسے ہیں جنہیں لائبریری کارڈ دے تو دیا گیا ہے۔ پر جنہوں نے کبھی بھولے ے بھی لائبریری کی شکل نہیں دیکھی۔ صرف پچیس فیصد طلباء ایسے ہیں جو اکثر یہاں آتے ہیں۔ ان میں سے پندرہ فی صد ایسے ہیں جو صرف رومانی اور جنسی بے راہروی قسم کے ناول ہی پڑھنا گوارا کرتے ہیں دس میں سے پانچ فیصد یے صد کتابیں لیتے ہیں تاکہ پتہ چلتا رہے کہ وہ بھی پڑھا کرتے ہیں۔ لے دے کے پانچ فیصد ہی ایسے رہ جاتے ہیں جو رف سنجیدگی سے سنجیدہ مضامین کی کتابیں لے جاتے ہیں بلکہ جن کے دلوں میں حصول تعلیم کی لگن دکھائی دیتی ہے وہ رہ فی صد لوگ جو صرف ناول پڑھنے ہی کے شائق ہیں اور جن میں طالبات و طلباء دونوں شامل ہیں کتابیں کس ح پڑھتے ہیں یہ بھی ایک دلچسپ قصہ ہے کتاب کے بیشتر اوراق پھٹے ہوئے ملیں گے جیسے کسی نے پڑھے نہیں بلکہ ٹے نے چبانے کی کوشش کی ہے دوسری ہی مرتبہ اس کی جلد ندارد ہو گی اور ایک ہی برس بعد اس پر ایسے ایسے ش رنگار اور ایسی ایسی باتیں لکھی دکھائی دیں گی جنہیں پڑھ کے کان سُن ہو جائیں اور آنکھیں دوبارہ کھلنے کا م ہی نہ لیں درسگاہ کی اسی لائبریری میں سے چند ایک کتابیں اکٹھی کر کے ان پر لکھی ہوئی آراء جملے وغیرہ نوٹ کئے ہیں۔ یہ وہ کتابیں ہیں جو سب میں مقبول ہیں اور اتنے ہاتھوں میں جا چکی ہیں کہ ان کی اصل شکل و صورت بالکل مسخ کے رہ گئی ہے۔ لیکن یہ آراء اور یہ جملے کم از کم یہ سمجھنے میں مدد ضرور دیتے ہیں کہ ہماری نوجوان پود کس راستے پر رہی ہے اور جنہیں ہم قوم کا مستقبل کہتے ہیں وہ کتنا تاریک ہے جن کو ہم قوم کے ستون کہتے ہیں وہ اندر سے کتنے کھوکھلے ہیں۔

عزیز احمد کی کتاب ایسی بلندی ایسی پستی بہت سے لوگوں نے پڑھی ہے بلکہ اسے چبایا ہے اور پھر کہیں کہیں ایسی قسم کے جملے پڑھنے کو ملے ہیں۔

- اس کتاب کو پڑھنے کی کوشش ضرور کریں۔ (اس کے نیچے دوسرے دستخط ہیں ملاحظہ)
- کتاب کو پڑھنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔
- کیا آپ کو یہ کتاب پسند آئی؟

(دستخط نسوانی ہے۔ نیچے جواب بھی لکھا گیا ہے)

- جی آپ نے اپنا نام نہیں لکھا۔

(یہ کسی لڑکے کی تحریر ہے)

Marfat.com

فیاض علی کی کتاب 'انور' کے بارے میں بھی چند باتیں قابل توجہ ہیں۔

THE BEST OF THE BOOKS I EVEN READ, BUT TO STUDY IT CAREFULLY &

TAKE SOME FUN OUT OF IT. ONE SHOULD HAVE TO BE THE ROUGH

ND DEEP.)

لیکن ایک اور صاحب کو یہ رائے پسند نہیں آئی اور انہوں نے ساتھ ساتھ صاحب رائے کو بھی گھسیٹ لیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

THINK YOU ARE DREAMING ABOUT YOUR OWN CHILD HOOD NOT AC-

OUT THE BOOK, BECAUSE YOUR BOOKS LIKE UN EAS'Y MAN.

ایک رائے اور ــــ

• لکھنے والے کا خدا بھلا کرے۔ پڑھنے کے بعد دنیا جہاں کی بکواس سے خوب بور ہوا ہوں۔ اور اسی بکواس نے کتاب کو خوب موٹا کر دیا ہے۔ پتہ نہیں مصنف کو عقل کب آئے گی ــــ ؟"

کتاب کے صفحہ نمبر ۲۱۸ اور ۲۱۹ پر ایک عورت کا ذکر ہے جو مرد کے بھیس میں ہے ایک صاحب کہتے ہیں "مصنف کے ذہنی گھٹیا پن کی علامت"۔ بڑھا گورو کتاب پر بھی حاشیہ آرائی کی گئی ہے اور تقریباً ہر صفحے پر موجود ہے۔ چند ایک بڑی دلچسپ باتیں ہیں۔

"یہ کتاب بڑی غیر دلچسپ ہے۔ تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ کبھی نہ پڑھنا ــــ" دوسرے کو تاؤ آگیا۔

"تیرے باولنے بھی کبھی کتاب پڑھی ہے جو ایسی رائے دیتا ہے" تیسرے نے سوچا میں کیوں پیچھے رہوں

"چل تیرے باوا نے تو دیکھ رکھا ہے نا" اس کے نیچے اور دوسرے مختلف صفحوں پر چند ایک پتے بھی درج ہیں اور وہ سب کے سب صحیح ہیں اس لالچ میں کہ شاید کہیں کسی طالبہ کی نظر پڑ جائے اور وہ انہیں خط ہی لکھ دے۔ ایک اور صفحے پر دلچسپ جملہ ہے جو لکھا ہوا کسی اپنے ہی بھائی کا ہے۔

" کاش میں لڑکا ہوتی ــــ ایک مظلوم لڑکی ــــ فقط ــ"

ابراہیم جلیس کی کتاب 'کچھ غم جاناں کچھ غم دوراں' کے بارے میں یہ باتیں مصنف کو بھی معلوم ہونی چاہئیں ایک صفحہ پر ــــ

زندگی میں ایک پل بھی چین آئے نہ اس جہاں میں کاش کوئی دل لگائے نہ

Marfat.com

تقریباً ہر ایک افسانے کو مختلف حضرات نے پرکھنے کی کوشش کی ہے تو ایک قاری جھنجھلا گئے۔

"یہ حضرات کسی تنقید نگار کی اولاد معلوم ہوتے ہیں جو ہر جگہ اپنی علمیت ظاہر کرنے کے لئے ریمارکس دیتے چلے گئے ہیں"

دوسرے صاحب نے بڑے سلیقے اور نفاست کا ثبوت دیا ہے۔

"کیا واہیات ـــ لفظوں سے کتاب کو خراب کیا گیا ہے۔"

ایک بات اکثر کتابوں میں دکھائی دیتی ہے کہ جس کتاب کی گٹ اپ خراب ہوگی اس کی طرف بہت کم لوگ توجہ دیتے ہیں شاید اس لئے کہ جو چیز پہلے سے خراب ہو اس پر طبع آزمائی کرتے ہوئے کوئی لطف نہیں آتا سب سے زیادہ جس کتاب کا حلیہ بگاڑا گیا ہے وہ ہے۔ حمید کی کتاب ہے جہاں برف گرتی ہے اس کے ہر صفحے اور ہر سطر کے درمیان اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ اسے حمید پڑھ لیں تو اپنی تحریر سے دستبردار ہو کے ان آراء ہی کا نام رکھ دیں اور انہیں ہی سرمایۂ حیات سمجھیں۔ خرافات تو بہت زیادہ ہیں لیکن کہیں کہیں یہ خرافات بڑی ہی دلچسپ ہو گئی ہے۔ سب سے پہلے ایک صاحب نے عنوان کا ترجمہ کیا ہے:- WHERE THE SNOW FALLS.)

ایک رائے "لکھنے کا انداز اچھا ہے مگر کہانی بالکل ہی بکواس۔ اس کو پڑھنا محض طبیعت کو غمگین اور اداس کرنا ہے۔"

دوسری ـ THIS BOOK IS NO GOOD. I WOULD SAY WHY PEOPLE PRAISE IT SO MUCH.

تیسری I THINK THIS IS ONE OF THE BEST POSSIBLE IN URDU LITERATURE.

سمجھ میں نہیں آتا کہ اردو کی کتابوں میں رائے زنی چہ معنی دارد وہی بات ہوئی کہ ہمارے ذہن ابھی تک اتنے محدود ہیں کہ جہاں رعب جمانے کی ضرورت محسوس ہوئی ہیں غلط سلط اور بے معنی انگریزی کے الفاظ اور جملے نکلنے شروع ہوئے پھر یہ کالج کے طلباء شروع ہی سے ایسے ہی کرتے ہیں یہی سیکھتے اور اسی کو اہمیت دیتے ہیں۔

انتخاب سے اگلے صفحے پر۔

Marfat.com

محبت ہمیشہ سوگوار رہتی ہے۔ راس کے باوجود۔ یہ ایک بہترین نعمت ہے۔ جو ہمیں اس دنیا میں میسّر آتی ہے۔

شاذ و نادرہ

ایک جگہ ایک صاحب نے اپنا نام لکھدیا تو دوسرے نے فوراً کاٹ کر اوپر رائے دی۔

پہلے نام لکھنا سیکھو۔ پھر لکھنا ایسے نہیں لکھتے ہیں۔

مصنف نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اس فن کا ذکر انجنیئرنگ کالج کی کتابوں میں کیوں نہیں ہے؟ تو ایک صاحب جو انجنیئرنگ کے ہی طالب علم دکھائی دیتے ہیں کی رائے ملاحظہ کیجیے۔

ہاں بھئی انجنیئرنگ کی کتابوں میں کیا رکھا ہے سب فضول ہے آگ لگا دو ان بوگس کتابوں کو

ایک رائے دو۔ خدا جانے اس کتاب کو کیوں اتنا اچھالا گیا ہے مجھے تو کوئی خاص بات دکھائی دی نہیں اور نہ ہی اس ٹریجڈی کو پڑھکر میرا دل ہی بھاری ہوا ہے یہ سب لڑکیوں کی مستی ہے۔ ایک صاحب کو تاؤ آگیا۔

جناب نے خوب لکھا ہے امید ہے کہ

آپ عنقریب کوئی ٹریجڈی لکھیں گے (ایک لڑکی)

تیسرے نے مزید لکھا۔ عورت اور مصیبت بہرحال ایک ہی ہے۔

ایک:۔ یہ کتاب عروج کی منزلوں پہ ہے

دوسرا:۔ ٹھیک آخر ہم میں بھی تو کچھ عقل ہے جانتے بھی ہو عروج کی منزل کسے کہتے ہیں

تیسرا:۔ اہیے تسی نہ لکھیا کرو سائیو۔

جہاں برف گرتی ہے کی ہیروئن ایک چرواہن ہے چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپس میں خصوصی توجہ دی ہے۔ مصنف نے لکھا "فیصل کا سر تھام لیتی اور اس کے بالوں میں کنگھی سی کرنے لگتی" تو ایک پڑھنے والے نے کہا

معلوم ہوتا ہے کسی مالشی کی بیٹی تھی۔ معلوم یوں ہوتا ہے جیسے چرواہن سے زیادہ فلاسفر ہو۔ ہر بات میں فلسفہ واہ۔

ایک وہ چرواہن کے جذبات جھوٹے ہیں۔ وہ صرف مکر و فریب جانتی ہے۔ معصوم کا بجٹ کو پھنسانے کا کتنا اچھا طریقہ ہے۔

Marfat.com

دوسرا:۔ خوب۔ واللہ۔ معصوم کتنا حسین ہے۔ معصوم اور بھرکا لجیٹیڈ۔

تیسرا:۔ ہائے۔ الو کے پٹھے ہو تم سب ہائے گدھے ہو تم سب۔

محبت کا انجام کتنا ہیبت ناک ہے اور خوفناک ہوتا ہے۔ بیچاری پیروا ہن کا دل نہ جانے کتنے ٹکڑوں میں بٹ گیا ہوگا۔

دوسرا:

تیسرا: اس کتاب کو پڑھ کر اپنی رومانی داستانیں یاد آجاتی ہیں۔

چوتھا: بکواس ذرا کم کیا کرا ونا شدنے ہیں کے

راجندر سنگھ بیدی کی داتہ و دام کو بہت کم حضرات نے لیا ہے۔ اسی لئے اس پر خیالات و آراء کی اتنی بھرمار نہیں ہے۔ البتہ ایک رائے محل توجہ ضرور ہے موٹے موٹے حروف اور نہایت عمدہ دستخط میں کسی نے لکھا ہے سکھوں نے کیا افسانے لکھے ہیں۔

ندیم قاسمی کی گرداب پر رائے نہیں مکالمہ موجود ہے

ایک:۔ یہ بکواس کتاب ہے دکھی معتقد کو سخت غصہ آیا۔

دوسرا۔ بکواس تم کرتے ہو کتاب عمدہ ہے۔

سچی بات ہے اب اخلاقی گراوٹ کا یہ عالم ہو چکا ہے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو مصنف کو۔ اور کبھی کہانی کے کرداروں کو گالیاں دینے سے بھی نہیں چوکتے اس قسم کی دو مثالیں دیکھیئے انتظار حسین کی دن کی ... پر یہ مکالمہ درج ہے۔

ایک:۔ خدا ایسی کتابوں سے بچائے آمین

دوسرا:۔ افسانے لکھنے چھوڑ دو۔ تمہارے بس کا روگ نہیں۔

تیسرا:۔ اگر انتظار حسین کا پتہ مل جائے تو اس پر ہزار پھٹکار بھیجوں۔

نسیم حجازی کی محمد بن قاسم پر ایک اور بات جیت بڑی دلچسپ ہے۔

یہ کتاب نہ پڑھیں وقت ضائع ہوگا

ہمیں معلوم ہے کہ تم پڑھ کے محفوظ ہوئے ہو اور ہمیں اس سے محروم ہی رکھنا چاہتے ہو بے لعنتی

ان پندرہ فیصد آراء کا بنظر جائزہ لیجئے جو پچھلے صفحوں میں درج کی گئی ہیں۔ تو یہی پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ

Marfat.com

بھی صرف ذہنی عیاشی اور خود کو جان بوجھ کر غلط راستوں پر ڈالنے کے لئے ہی کتابیں پڑھتے ہیں مان لیا کہ اچھی کتاب اور اچھی لائبریری اپنے یہاں نہیں لیکن جو ہیں ان کا حشر تو آپ نے دیکھ ہی لیا ہوگا۔ کتنا اچھا ہو جو ہم لائبریریوں کو بیچ باچ کے انہیں کوئی اور صورت دیں۔ کیونکہ قوم تو اس وقت فلموں خرافات اور مغربی تہذیب کے سراب میں کھو چکی ہے۔ اسے اتنی فرصت کہاں ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کی کتابوں کو یا اپنے قومی سرمائے ہی کو کھول کے بھی دیکھ سکے کہ اس میں لکھا کیا ہے۔

یہ کتابوں کے کیڑے جن کی مثالیں ان صفحوں میں درج ہیں صاف ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ قوم کو کتنی بلندیوں تک لے جائیں گے اور قوم کے کیسے سپوت بنیں گے اگر اس عمر میں ہی ان کی ذہنی کجروی کا یہ عالم ہے تو پھر آئندہ کا تصور بھی کون کرے کاش ہم کتاب کو صرف کتاب کے طور پر پڑھنے کے اہل ہو سکتے۔ اور ہم اچھی کتابوں سے اپنے ذہن منور کر سکتے پر ہم تو ذہنوں کی تاریکی میں اضافہ کرنے پر قسم کھائے بیٹھے ہیں

بقیہ

قرآن پاک کے انگریزی اور لاطینی تراجم

صفحہ ۶۰۹ کے بعد

اسلامی دنیا میں ایک ترجمہ پاکستان میں خواجہ عبدالوحید صاحب اپنے انگریزی پندرہ روزہ الاسلام (کراچی) میں قسط وار چھاپ رہے ہیں جس کی آخری قسط سورۃ الشعراء (پ ۱۹) کے ختم تک نکلی تھی۔ اس کے بعد غالباً پرچہ ہی بند ہو گیا۔ اور مکمل ترجمہ قرآن مشہور نو مسلم فاضل محمد اسد کے زیر تسوید ہے کہ یہ قابل دید ہوگا۔

Marfat.com

مولانا نور احمد فریدی

حرمین کے کتب خانے

(۱)

کتب خانہ مجیدیہ مکہ مکرمہ

حرم مکی میں باب السلام کے اندر دائیں جانب ایک دروازے پر "فیہا کتب قیمۃ" کا کتبہ نصب ہے یہ کتب خانہ مجیدیہ کا داخلی دروازہ ہے۔ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران حاجی لوگ نماز اور طواف کے بعد مکہ مکرمہ کے بازاروں میں نکل جاتے ہیں اور خرید و فروخت کی گرم بازاری سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ کئی باب الصفا کی طرف صفا اور مروہ کے درمیان "سعی" کی والہانہ کیفیات سے ایمان تازہ کرتے ہیں۔ کئی مصلی حنفی میں بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور جو علمی ذوق رکھتے ہیں ان کا اکثر وقت اس تاریخی کتب خانہ میں گذرتا ہے

پہلے یہ کتب خانہ مصلی شافعی میں قائم تھا۔ ایک بار مکہ مکرمہ میں شدید بارش ہوئی اور حرم شریف سیلاب کی لپیٹ میں آگیا اس سے کتب خانہ کو شدید نقصان پہنچا اور ہزاروں کتابیں ناکارہ ہوگئیں۔ اب بھی بہت سی کتابوں پر اس سیلاب کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مقام خاصہ اونچا ہے اور کتابیں اس جگہ مقابلتاً زیادہ محفوظ ہیں اس کتاب خانے کی اکثر کتابوں پر سلطان عبدالمجید خان ترکی شہنشاہ کی مہر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام شاہی کتب خانے سے یہاں منتقل ہوئیں اس لئے اب تک یہ نادر کتب خانہ سلطان مرحوم سے منسوب چلا آتا ہے

کتب خانہ کافی کشادہ اور ایک بڑے ہال پر مشتمل ہے۔ چاروں طرف دیواروں کے ساتھ الماریاں استادہ ہیں

درمیان میں ڈیسک اور کرسیاں رکھی ہیں جن پر بیٹھ کر اہل ذوق کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

مصلی حنفی کا دارالمطالعہ بھی اسی کتب خانہ سے وابستہ ہے صبح کو یہاں سے قرآن مجید اور دینی کتب کے نسخے لے جا کر وہاں رکھوا دیئے جاتے ہیں اور شام کو اٹھا لاتے ہیں۔ ایک ملازم سارا دن وہاں ان نسخوں کی دیکھ بھال کے لئے بیٹھا رہتا ہے۔

قرآن مجید کے نسخے یہاں دنیا بھر کے تمام رسم الخطوں میں دیکھے جا سکتے ہیں اسی طرح انکے سائز بھی غیر معمولی طور پر طویل و عریض ہوتے ہیں ـــــ کتب خانے کے ملازمین بڑے با اخلاق ہیں ہر آنے والے کو خوش آمدید کہتے اور چائے سے تواضع کرتے ہیں

کتب خانہ کا ایک ناظم اعلیٰ ہے اور ایک ان کا نائب ہے۔ دیگر ملازم ہیں یہ سب لوگ بڑی مستعدی سے مصروف کار رہتے ہیں۔

قرآن مجید تفاسیر احادیث، فقہ، تاریخ، سیر وغیرہ کی الگ الگ فہرستیں چھپی ہوئی ہیں۔ جو مختلف ڈیسکوں پر پڑی ہوئی ہیں۔ لوگ اپنی اپنی پسند کے مطابق کتابوں کے نام لکھ کر دیتے ہیں اور ان سے استفادہ کرتے ہیں۔

مجھے تاریخ کی چند کتابوں کے بارے میں اطمینان کرنا تھا خاص کر ابن خلدون کا وہ حصہ جو واقعات کربلا سے متعلق ہے کیونکہ ہمارے ہاں ابن خلدون کے جو نسخے ملتے ہیں ان میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعات تاریخ کامل سے لیکر درج کئے گئے ہیں بتایا جاتا ہے کہ اصل میں سے اوراق نکال لئے گئے تھے اور دوسرا واقعہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تھا جو دوسری تاریخوں میں ابن خلدون کے حوالے سے ملتا ہے۔ اس کتبخانہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنفین اور مولفین کے اپنے قلمی نسخے یہاں ملتے ہیں اور ان پر انکے دستخط بھی ثبت ہیں مزید بعض نسخے سلطان عبدالمجید خان کی مہر سے مزین ہیں ـــــ تاریخ کی بیشمار ایسی کتابیں یہاں موجود ہیں جو افادیت کے اعتبار سے اہم ہیں مگر آج تک طبع نہیں ہو سکیں اور اکثر تاریخیں حشو و زوائد سے پاک ہیں۔ ہمارے ہاں خاص طور پر جو کتابیں نولکشور پریس لکھنؤ میں طبع ہوئی ہیں وہ تحریف سے بچ نہیں سکیں اور ایسی حرکتوں سے ہی امت مسلمہ میں انتشار پیدا کیا گیا ہے۔

ہمارے علم دوست حضرات خاص کر مورخین اور مصنفین اگر بخت کی یاوری سے ارض مقدس میں تشریف لے جائیں تو اس کتب خانہ سے استفادہ کریں اور متنازعہ مقامات کا ان نسخوں سے مقابلہ کریں جو دستبرد زمانہ سے تاحال محفوظ چلے آتے ہیں۔

(۲) کتب خانہ شیخ الاسلام

یہ عظیم الشان کتب خانہ مسجد نبویؐ کے بالکل قریب ہے، باب جبرائیل سے نکلکر ایک پختہ گلی آتی ہے جس میں سنگ مرمر کا فرش کیا ہوا ہے نماز جنازے کی نماز پڑھی جاتی ہے اس کے جنوبی دروازے سے نکلکر سامنے گلی میں بائیں ہاتھ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مکان ہے جس پر دارالایوب کا کتبہ نصب ہے۔ جب ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تھے تو سب سے پہلے حضور نے اسی تاریخی مکان میں قیام فرمایا تھا عشاق اس مکان کو بوسہ دیکر اور دیوار سے چہرہ مس کر کے درود شریف پڑھتے ہیں، اس مکان کے عین سامنے شیخ الاسلام کا عظیم الشان کتب خانہ ہے دراصل یہ مکان حضرت حسن علیہ السلام کا ہے۔ ترکوں کے زمانے میں مدینہ طیبہ کا شیخ الاسلام اس عمارت میں رہتا تھا۔ آجکل کتب خانہ کا کام دے رہا ہے مدینہ عالیہ کے قیام میں علمی

حجاج یہاں آتے اور ان نایاب کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں — ۱۹۴۷ء میں جب احقر کو اس کتب خانہ سے استفادہ کی سعادت نصیب ہوئی تو اس کے لائبریرین شیخ ابراہیم حمدانی تھے اسی برس کے پیر مرد تھے بیحد خوش اخلاق اور مردم شناس بزرگ تھے جونہی ہم کمرے میں داخل ہوئے وہ اھلاً و سہلاً کہتے ہوئے آگے بڑھے اور بڑے تپاک سے مصافحہ کیا۔ اندر فرش پر خوشنما غالیچے بچھے ہوئے تھے اور ان پر منقش مسندیں اور ان پر گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے شیخ نے ہمیں ان مسندوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا چند حاجی ہم سے پہلے ہی دوسری مسندوں پر بیٹھے کتابوں کی ورق گردانی کر رہے تھے شیخ نے عربی میں دریافت کیا آپ کونسی کتابیں دیکھنا پسند کریں گے۔

میں نے انہیں عرض کیا آپ اپنے کتب خانہ کی نادر قلمی کتابیں دکھائیں شیخ اٹھ کر ایک الماری کی طرف بڑھے اتنے میں ان کا ملازم چائے لے آیا ہم چائے پی رہے تھے لیکن ہماری نظریں کتب خانہ کا جائزہ لے رہی تھیں بڑی بڑی الماریاں دیواروں کے ساتھ ایستادہ تھیں اور کتابیں جزدانوں میں رکھی ہوئی تھیں یہ جزدان گتے کے تھے ایسی احتیاط اب تک کم از کم میری نظر سے کہیں نہیں گذری تھی۔ شیخ چار پانچ جزدان اٹھا لائے ایک جزدان سے قرآن مجید نکال کر آگے بڑھایا اور بتایا کہ یہ خلیفہ ہارون الرشید کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ایک اور جزدان سے دوسرا مصحف نکالا فرمایا یہ سلطان مصطفٰے خان ترکی شہنشاہ کی والدہ کا لکھا ہوا ہے یہ مصحف کوفی رسم الخط میں خوبصورت جدولوں کے درمیان بڑی ہنرمندی سے لکھے ہوئے تھے ان میں ایک مصحف حضرت محی الدین اورنگزیب عالمگیر شہنشاہ ہند کا بھی تھا جس کا عکسی نسخہ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے طبع کرایا تھا اسی طرح کے اور تاریخی مصاحف شیخ نے دکھائے جن پر کاتبوں کے دستخط اور سن تحریر درج تھے — اس کے بعد شیخ نے تفاسیر احادیث اور فقہ کے نادر قلمی نسخے دکھائے ان میں سے بعض اصل نسخے تھے جو آج تک طبع نہیں ہو سکے تھے ان سب پر شارحین محدثین اور فقہا کے دستخط ثبت تھے۔ — ہم نے شیخ سے تاریخ اور سیر کی کتابیں طلب کیں حضرت شیخ اور ان کا ایک غلام برابر ہماری طرف متوجہ تھے شیخ جزدان اٹھا کر لاتے اور کتابیں نکال کر آگے بڑھاتے جب ہم دیکھ چکتے تو ان کا خادم جزدانوں میں رکھ کر انہیں اصل جگہ پر رکھ آتا تھا۔

شیخ نے پہلے عربی کی کتابیں ایک ایک کر کے پیش کیں زاد المعاد طبری کی تاریخیں دکھائیں ان میں سے اکثر ہم کی پڑھی ہوئی تھیں خصوصیت یہ تھی کہ بعض اصل نسخے تھے جو مصنفین اور مؤلفین نے خود اپنے قلم سے لکھ کر نذر کیے تھے — صوفیاء کے تذکروں میں سے اخبار الاخیار اور سفینۃ الاولیاء شیخ نے آگے بڑھائے اول الذکر حضرت محدث دہلوی اور مؤخر سلطان دارا شکوہ کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے ان پر ان کے اپنے دستخط موجود تھے۔ — مثنوی مولانا روم دیکھنے کا اشتیاق تھا کیونکہ ہمارے ہاں مثنوی کے جو نسخے متداول ہیں عام طور پر نولکشور کے طبع شدہ ہیں ان پر خاص تخریب کی گئی ہے چنانچہ ایک شعر میرے ذہن میں تھا۔

چوں صحابہ حب دنیا داشتند
مصطفٰے را بے کفن بگذاشتند

مجھے یقین تھا کہ یہ الحاقی ہے۔ چنانچہ مثنوی کے قلمی نسخے کہ جس پر حضرت مولانا روم کے دستخط ثبت تھے کھول کر دیکھا تو اس میں یہ شعر نظر نہ آیا۔ اسی طرح چند اور اشعار بھی نظر نہ آئے جو ہمارے نسخوں میں ان بزرگوں کے لئے تضحیک کا موجب بنتے ہیں

ہم کتابوں کے دیکھنے میں محو تھے کہ دفعۃً حرم سے اذان کی آواز آئی جس پر سب لوگ کتابیں چھوڑ کر بصد حسرت باہر نکل آئے اور شیخ نے بڑی محبت سے ہمیں خدا حافظ کہا۔ اتنے میں خادم کمرے کو مقفل کر چکا تھا ہم نے کتب خانہ پر نگاہ واپسیں ڈالتے ہوئے حرم شریف کا رخ کیا۔

Marfat.com

عرفان چغتائی

پنجاب پبلک لائبریری

- پنجاب پبلک لائبریری میں ایک لاکھ تیس ہزار کتابوں کا ذخیرہ ہے اس کے احاطہ کو بوڑھی کھجوریں عہد مغلیہ کے اس دور سے اب تک خاموش تماشائی ہیں جب یہاں وزیر خان کا تفریح کدہ ایک کشادہ باغ کے وسط میں تھا۔
- مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اسی تاریخی جو برجی میں قیام کیا۔ انگریز سالاروں نے اسے فوجی مقاصد کے لئے مختص کر دیا۔ معروف ادیب رڈیارڈ کپلنگ کے والد جو ان دنوں میو سکول آف آرٹس کے پرنسپل تھے اس لائبریری کی پہلی انتظامیہ کمیٹی کے رکن بنے۔ غیر مسلموں کی جانب سے بھی نادر نسخوں کے عطیے موصول ہوئے۔
- لائبریری کے متعلق ایک منصوبہ یہ ہے کہ پاکستان آرٹ کونسل کے احاطہ میں اسے منتقل کر دیا جائے۔ حکومت کی طرف سے لائبریری کو سالانہ گرانٹ ایک لاکھ روپے ملتی ہے — ۲۵ ہزار روپے کے سرمایہ سے نئی کتابیں ہر برس خریدی جاتی ہیں۔

" میری تمنا ہے کہ اس لائبریری سے علوم و فنون کی شعاعیں نکل کر صوبہ کی ذہنی اور علمی ترقی کا باعث بنیں اور علم کے متلاشی جب اس میں قدم رکھیں تو تاریخ ادب۔ اور سائنس کے وہ تمام مخازن جن کو وہ خود فراہم نہیں کر سکتے۔ بہولت آسانی سے حاصل کر پائیں "

اس تمنا کا اظہار پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن نے ۲ دسمبر ۱۸۸۵ء کے اس خطاب میں کیا تھا۔ جو انہوں نے پنجاب پبلک لائبریری کا افتتاح کرتے ہوئے کیا۔ اس افتتاحی تقریب سے کم و بیش ایک برس

Marfat.com

ال یعنی نومبر ۱۸۸۳ء میں حکومت پنجاب کی خواہش اور اعانت سے ایک قرار داد منظور کی گئی۔ اس کا مفہوم یہ تھا۔ لیفٹننٹ گورنر چاہتے ہیں کہ لاہور میں پبلک لائبریری عوام کے استفادہ کے لئے قائم کی جائے۔ جس میں سرکاری مطبوعات کے علاوہ ہر نوع اور صنعتِ ادب کی کتابیں اکھٹی کی جائیں۔ ایک کمیٹی اس مقصد کے لئے قائم کی گئی جس میں اس وقت کے فنانشل کمشنر لیفٹننٹ کرنل ای۔ جی ولیس سول اینڈ ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر مسٹر ایس ڈبلیو اور میو سکول آف آرٹس کے پرنسپل مسٹر جے لاک ووڈ کپلنگ رکن تھے۔ مسٹر لاک وڈ کپلنگ، نامور انگریزی ادیب رڈیارڈ کپلنگ کے والد بزرگوار تھے

تاریخی بارہ دری

پنجاب پبلک لائبریری کمیٹی کا پہلا اجلاس ۱۲ نومبر ۱۸۸۳ء کو سول سیکرٹریٹ میں ہوا۔ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ درپیش تھا کہ لائبریری کے لئے موزوں عمارت حاصل کی جائے اس وقت یہ طے پایا کہ جب تک کوئی اور عمارت اس مقصد کے لئے نہیں مل جاتی بارہ دری کی عمارت کو عارضی طور پر استعمال کیا جائے ان دنوں کون جانتا تھا کہ علمی دولت کو جس عمارت میں عارضی طور پر منتقل کیا جا رہا ہے۔ وہی ان کتابوں کی مستقل قیامگاہ بن جائے گی عمارت کے بعد کتابیں فراہم کرنے کا مرحلہ تھا۔ لائبریری کمیٹی نے اس مقصد کے لئے کافی دلچسپی اور سرگرمی کا اظہار کیا۔ سر چارلس ایچیسن لیفٹننٹ گورنر نے اپنی جانب سے ۵۰ بیش قیمت کتابیں دیں۔ ان کی تقلید کرتے ہوئے بڑے بڑے سرکاری عہدہ داروں نے لائبریری کمیٹی کو تحائف پیش کئے یہ تحائف کتابوں ہی کی صورت میں تھے۔ لائبریری کا افتتاح انہی گرانقدر نسخوں سے عمل میں آیا۔

بارہ دری جس میں عارضی طور پر کتابیں رکھی گئیں۔ پنجاب پبلک لائبریری کا اب بھی ایک حصہ ہے اس میں قدیم دستاویزات سرکاری اعلانات محفوظ ہیں اس عمارت کو جو برجی کہا جاتا تھا۔ اسے عہد شاہجہانی میں نواب وزیر خان نے تعمیر کرایا تھا جو پنجاب کے گورنر تھے ۱۶۳۴ء میں جب موصوف جامع مسجد وزیر خان کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اس جو برجی کے ارد گرد ایک باغ بنوایا اس باغ میں کھجوروں کے جھنڈ تھے اور رعنائی میں اپنی مثال آپ تھا۔ کھجوروں اور درختوں کی مناسبت سے نخلیہ کہتے تھے اب بھی چند کھجوریں جو تاریخ کے اوراق کا بچا ہوا سرمایہ ہیں اس عمارت کے قریب موجود ہیں باغ تاراج ہو گیا۔ رنجیت سنگھ نے فتح لاہور کے بعد سب سے پہلے یہیں قیام کیا ۱۸۴۹ء میں پنجاب کا الحاق ہوا تو انگریزوں نے لاہور چھاؤنی کے قیام سے پہلے یہ عمارت فوجی امداد کے لئے وقف کر دی۔ اس کے بعد یہاں محکمہ ... کا دفتر قائم کیا گیا کچھ عرصہ تک یہی جگہ تار گھر کے لئے استعمال ہوئی۔ آخر کار ۱۸۸۴ء میں اسے پنجاب لائبریری کے لئے حاصل کرایا گیا۔

Marfat.com

نادر کتابوں کا تحفہ

کتابوں کے عطیہ جات کی وصولی اور عمارت حاصل کر لینے کے بعد۔ لائبریری کمیٹی نے اپنے دائرہ عمل کو وسعت دی۔ صوبہ کے علم دوست اصحاب کا تعاون طلب کیا گیا۔ جن لوگوں کے ذاتی کتب خانے تھے انہیں عوامی مفاد کے لئے ایثار کرنے کو کہا گیا۔ سول سروس کے ایک صاحب مسٹر ڈبلیو ایچ ٹولبورٹ کے پاس کتابوں کا ایک ذخیرہ تھا انہوں نے یہ کتابیں لائبریری کو دیدیں اس طرح بعض نادر نسخے لائبریری میں منتقل ہو گئے اس وقت کے لیفٹیننٹ گورنر کی کوششوں سے ریاست بہادور کے سردار عطر سنگھ کا ذاتی کتب خانہ لائبریری میں لایا گیا اس میں فارسی کے چند قلمی نسخے بھی تھے جو تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔ اور ان دنوں نایاب تھے لاہور کے معروف فقیر خاندان میں فقیر جمال الدین کے علمی ذخیرہ کا شہرہ تھا اپنی وفات سے قبل فقیر جمال الدین نے نہایت قیمتی کتابوں کا یہ خزانہ لائبریری کو منتقل کر دیا۔

اس طرح تاریخی بارہ دری میں چند ایک قدیم اور نادر قلمی نسخوں کا ذخیرہ ہو گیا ان دنوں علمی سرمایہ میں قابل ذکر کتابیں یہ ہیں۔ عمل صالح از محمد صالح (۱۱۲۰ھ کی ایک نادر تصنیف) عبرت نامہ از محمد قاسم مہر (۱۲۳ [illegible] کا نایاب نسخہ) طبقات اکبری از نظام الدین احمد (۱۲۲۷ھ)۔ تاریخ طبری اقبال نامہ جہانگیری۔ روضۃ [illegible] ۱۸۸۵ء میں منشی نولکشور نے جو لکھنؤ میں اس عہد کے معروف پبلشر تھے دو ہزار پانچسو کتابیں بطور عطیہ لائبریری کو دے دیں۔

انتظامی امور اور مالی امداد

نادر نسخوں کی فراہمی کے ساتھ ساتھ لائبریری کے لئے مستعد اور پرخلوص انتظامیہ کی ضرورت تھی اس معاملہ میں بھی لائبریری محروم نہیں رہی۔ چنانچہ اس کے ارتقاء کا دور ۱۸۹۷ء سے شروع ہو گیا دیوان بہادر کنج بہاری پنجاب پبلک لائبریری کی مینجنگ کمیٹی کے سیکرٹری نامزد کئے گئے۔ موصوف نے لائبریری کے انتظامی امور میں بہت دلچسپی لی اور ان کی نگرانی اور مساعی سے ۱۸۹۹ء میں اس کتب خانے کی پہلی فہرست شائع کی گئی۔ آنجہانی دیوان بہادر نے اس علمی ذخیرہ میں اضافہ کے لئے مستقل مالی امداد حاصل کرنے کی مساعی شروع کر دیں۔ ان دنوں حکومت کی جانب سے لائبریری کے لئے صرف تین سو روپے ماہانہ مالی امداد ملتی تھی دیوان بہادر کی جدوجہد کامیاب ہوئی ۱۹۳۱ء میں جب وہ فوت ہوئے تو یہ مالی امداد بیس ہزار روپے سالانہ تک پہنچ چکی تھی۔ ۳۴ برس کی عمر میں دیوان بہادر کنج بہاری نے جو کچھ کیا اسے مزید ترقی دینے کے لئے سردار بہادر ایم جی سنگھ ان کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ سردار جی لاہور کی مجلسی اور تعلیمی زندگی میں اہم حیثیت کے حامل تھے

Marfat.com

اور انگریزی ادب پر انہیں خاصا عبور تھا۔ لائبریری کے لئے نئی عمارت ان کی مساعی کا ثمر ہے اس عرصہ میں کتابوں اور لائبریری کی گرانٹ میں اضافہ ہوا یہ مالی امداد چوبیس ہزار سے پچاس ہزار روپے سالانہ تک جا پہنچی۔

قیام پاکستان کے بعد

ستمبر ۱۹۴۸ء میں اس لائبریری کی نئی انتظامیہ بنی میاں بشیر احمد ایڈیٹر ہمایوں اس کے صدر مقرر ہوئے موصوف جب سفیر بن کر ترکی چلے گئے تو مسٹر جسٹس ایس اے رحمٰن صدر بنائے گئے واپس آئے تو یہ منصب خدمت پھر ان کے سپرد ہو گیا۔ انتظامیہ کمیٹی میں ۱۲ میں سے ۴ ارکان حکومت نامزد کرتی ہے لاہور کارپوریشن سے ایک پنجاب یونیورسٹی سے ایک اور لائف ممبروں میں سے دو نمائندے منتخب کئے جاتے ہیں مینجنگ کمیٹی کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ ناشروں کی مطبوعہ فہرستوں کا مطالعہ کر کے کتابیں منتخب کرنے کے لئے سب کمیٹی مقرر کرے یہ کمیٹی اس لائبریری کے مقاصد کے لئے کافی اہمیت کی حامل ہے۔

اعشاری سکیم کے مطابق فہرستیں

قیام پاکستان کے بعد لائبریری میں اردو فارسی زبان میں لٹریچر کا الگ شعبہ بنا دیا گیا ہے اس سے پہلے لائبریری اردو زبان میں چھپنے والے بیشتر اخبارات سے محروم تھی۔ طویل فہرستوں میں سے کتابیں تلاش کرنے میں جو دشواری پیش آتی اور وقت ضائع ہوتا تھا اس کا حل یہ تجویز کیا گیا۔ کہ مضامین کے مطابق کارڈ وار ترتیب ہونی چاہیئے چنانچہ عالمگیر اعشاری سکیم کو اپنا لیا گیا۔ ۱۹۵۰ء میں لائبریری کو نئی عمارت ملی تو قارئین کی تعداد میں تیزی اضافہ ہو گیا اوقات استفادہ کرنے والوں کی تعداد چار سو افراد یومیہ تک پہنچ گئی۔ لائبریری میں سنسکرت۔ ہندی اور پنجابی کا وافر ذخیرہ ہے پچیس ہزار سے لگ بھگ ان کتابوں کا تبادلہ پڑوسی ملک میں اردو فارسی لٹریچر سے نہیں ہو سکا۔

انگلش سیکشن

وزیر خان کی تاریخی بارہ دری کے قریب نئی عمارت تعمیر کی گئی تھی اب وہاں لائبریری کی وہ تمام مفید کتابیں محفوظ ہیں جو انگریزی زبان میں شائع ہوئیں یہ عمارت لائبریری کی ضروریات کے پیش نظر تعمیر کی گئی اس لئے وہاں مطالعہ کا ماحول پیدا کرنے کا خیال رکھا گیا ہے تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے پرسکون اور خاموش گوشوں کا انتظام ہے اب اس کتب خانے میں کتابوں کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار ہے اس تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے پنجاب کی سرکاری قدیم رپورٹوں کا جو ریکارڈ ہے پاکستان کی کسی اور لائبریری میں موجود نہیں اس لئے اس سے استفادہ کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ مہاجرین کے معاوضہ املاک کے قانون کے تحت سینکڑوں دعاوی کی تصدیق

Marfat.com

کے سلسلہ میں اس لائبریری کے سرکاری ریکارڈ سے استفادہ کیا گیا۔

نئی کتابوں کے لئے سرمایہ اور فراہمی

اس لائبریری کے لئے لاہور کارپوریشن سال بھر میں ایک ہزار آٹھ سو روپے دیتی ہے حکومت کی جانب سے ایک لاکھ روپے سالانہ مالی امداد اسے میسر آتی ہے اوسطاً ۳۵ ہزار روپے کی نئی کتابیں ہر برس خریدی جاتی ہیں کتابیں پسند کرنے میں لائبریرین متعلقہ سب کمیٹی کو خاصی مدد دیتے ہیں۔ خواجہ نور الہٰی (موجودہ لائبریرین) کا کہنا ہے کہ لائبریری کے لائف ممبر اڑھائی سو سے زائد ہیں۔ عام ارکان سے چندوں کی صورت میں دس ہزار روپے وصول ہوتے ہیں گذشتہ چند برس کے دوران حکومت کی جانب سے مالی امداد ستر ہزار روپے ملتی تھی۔ گرانٹ میں اضافہ کا فائدہ یہ ہوا کہ لائبریری کے اوقات ۸ بجے صبح سے ۷ بجے شام تک مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ بچوں کے مطالعہ کا الگ بلاک تعمیر کرنے کا منصوبہ بن چکا ہے۔

کاپی رائٹ کے تحت کتابیں:

انتظامیہ کمیٹی کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی کہ وہ تمام کتابیں جو صوبہ میں کوئی پبلشر شائع کرے حکومت اس کا ایک نسخہ لائبریری کو عطیہ کے طور پر دلوا دے۔ تجویز یہ پیش کی گئی تھی کہ کاپی رائٹ کے قانون کے تحت جو نسخے موصول ہوں ان کا ریکارڈ لائبریری میں رکھوا دیا جائے اس طرح لائبریری میں کتابوں کی کمی نہیں رہے گی۔ اور کاپی رائٹ تحریروں کے ریکارڈ سے سرکاری حلقے بھی استفادہ کر سکیں گے۔ یہ مساعی بارآور نہیں ہو سکیں لائبریری کو یہ سہولت بھی میسا نہیں کہ صوبہ میں مختلف مقامات پر شائع ہونے والی کتب کی مستند سرکاری فہرستیں مل جائیں کچھ عرصہ ہوا ان فہرستوں کو حاصل کرنے کی جدوجہد کی گئی لیکن ناکامی ہوئی۔

مخطوطات

نادر قلمی نسخوں کی مجموعی تعداد ایک ہزار ہے۔ عربی زبان میں قلمی کتابوں کی فہرست شائع ہو چکی ہے اردو اور فارسی زبان میں نادر کتب کی فہرست زیر ترتیب ہے۔ لائبریرین نے بتایا اس لائبریری کو یونیورسٹی لائبریری کے خطوط پر چلایا جا رہا ہے نادر کتابوں سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد معقول ہے بعض اوقات غیر ملکی اصحاب بھی ریسرچ کے سلسلہ میں اس کتب خانہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یونیورسٹی سٹوڈنٹس جن میں محنت کا جذبہ اور تعلیمی انہماک ہے پنجاب پبلک لائبریری کو اپنا ذہنی گہوارہ خیال کرتے ہیں۔ لائف ممبروں میں مختلف مدارس فکر و نظر کے لوگ ہیں ان میں سے بیشتر اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہیں۔ قانون دان لائف ممبروں کی تعداد زیادہ ہے سنجیدہ موضوعات

Marfat.com

پر کتابیں کم پڑھی جاتی ہیں۔ افسانے۔ ناول۔ ادبیات کا ذوق فروں تر ہے۔

موسمی اثرات

قارئین اور مستقل ارکان کی روزانہ تعداد پر موسم کا گہرا اثر ہوتا ہے موسم سرما میں سکون سے چند ساعتیں لائبریری میں بسر کرنے والوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اردو، فارسی، کتابوں اور جرائد سے استفادہ کرنے والوں کی یومیہ اوسط تعداد سات سو افراد اور انگریزی سیکشن میں تین سو افراد ہوتی ہے۔ سال بھر میں اوسطاً ایک ہزار شائقین علم اس لائبریری کے رکن بنتے ہیں۔ لائبریری سے استفادہ کرنے والوں میں طالب علموں کی تعداد سب سے زیادہ ہے

ارزاں کتابیں

بڑے عوامی کتب خانوں کے لئے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ محدود سرمایہ میں سے اچھی اور نادر کتابیں خریدنے کے لئے کافی جزرسی سے کام لینا پڑتا ہے اس لئے روزمرہ کے ہلکے پھلکے مطالعہ کی کتابوں کے ارزاں ایڈیشن ان کتب خانوں کے لئے بڑے سودمند ثابت ہوتے ہیں جاپان میں چند مصروف اور معیاری کتابوں کے ارزاں ایڈیشن ایک اشاعتی ادارہ شائع کرتا ہے۔ لائبریری کے ارباب بست وکشاد نے ایک مرحلہ پر یہ کوشش بھی کی تھی کہ ایسی ارزاں کتابیں درآمد کرنے کی اجازت مل جائے حکومت نے یہ درخواست منظور کر دی تھی کئی برس خاموش رہنے کے بعد لائبریری کی انتظامیہ کمیٹی نے اب پھر اس مسئلہ کو اٹھایا ہے اور حکومت سے درخواست کی گئی ہے کہ آٹھ ہزار روپے کی مالیت کی کتابیں اور جرائد بیرونی ملکوں سے منگوانے کی اجازت دی جائے۔ یہ درخواست چیف کنٹرولر امپورٹ ایکسپورٹ کے دفتر میں پہنچا دی گئی ہے انتظامیہ کمیٹی کے بعض ارکان کا کہنا ہے اگر درآمد کی اجازت دے دی گئی تو اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ عصر حاضر کے مختلف علوم پر بیش قیمت کتابیں منگوانے کے علاوہ مختلف موضوعات پر رسائل و جرائد کا سلسلہ نہیں ٹوٹنے پائے گا۔

قارئین کا ذوق اور سنتم

ہر شخص کی اپنی پسند اور سوچ کا منفرد معیار ہے وہ لوگ بکثرت جاتے ہیں جنہیں بس ایک نظر میں ہلکے پھلکے شگفتہ سے مواد کو دیکھنے سے تسکین ہو جاتی ہے۔ فی الحقیقت پڑھتے نہیں بلکہ صرف سونگھتے ہیں تاکہ محفلوں میں اپنی وسعت مطالعہ کا بھرم قائم رکھ سکیں اس ذوق کے برعکس ٹھوس علمی شغف رکھنے والے

Marfat.com

بزرگ لائبریری کو گزشتہ راحت سمجھتے ہیں ان کی پیاس جتنی بجھتی ہے اس سے کہیں زیادہ بھڑکتی بھی ہے لائبریری کا عملہ جس طبقہ سے اکثر نالاں رہتا ہے وہ کتابوں کو عوامی مفاد کے لئے وقف رہنے کی بجائے ذاتی تصرف میں لانے والوں پر مشتمل ہے ان کو رکن بننے سے کوئی قاعدہ باز نہیں رکھ سکتا .... مگر وہ چند دنوں کے اندر کوئی نادر کتاب جاری کروا کر کبھی واپس نہ آنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کر پاتے

جو لوگ مستقل رکن نہیں اور کتابیں وہیں بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ ان میں سے چند قارئین کی اس عادت کی اصلاح نہیں ہو سکی کہ ضرورت کے صفحات، تراشے اور تصویریں اڑا لے جاتے ہیں کئی کتابیں القاب سے خالی اور نادر تصاویر سے محروم ہو گئی ہیں۔ اور یہ سلوک غالباً ہر کتب خانے سے اس کے قارئین بالعموم کرتے ہیں

وصیتوں کا فقدان

ہمارے ہاں ایسے ارباب ثروت کی تو کمی نہیں جو چاہیں تو کافی تعداد میں معیاری کتابیں عوامی استفادہ کے لئے وقف کر سکتے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دولت کے ساتھ ساتھ علم سے شغف اور خدمت کا شعور رکھنے والے انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں مولانا محمد علیؒ قصوری کے علمی ذخیرہ میں سے دو ہزار پانچسو کتابیں عطیہ کے طور پر لائبریری کو ملی ہیں۔ بڑے بڑے شہروں کی ایسی وصیتوں کا غالباً یہاں رواج نہیں ہے جن میں اس لائبریری کو علمی خزانے منتقل کر دینے کی ہدایت کی گئی ہو۔ یہ امر دلچسپ ہے کہ قلمی نسخوں کو کباڑیوں کے ہاتھوں بیچ دینے میں سرگرداں ورثا لائبریری کی جانب رجوع بھی کرتے ہیں تو کتابوں کا بہت زیادہ مول بتاتے ہیں۔

پرانے نسخوں کا سراغ

لائبریری کی انتظامیہ کی جانب سے ایسا اہتمام نہیں ہے کہ مختلف مقامات سے علمی خزانوں کا کھوج لگایا جائے اور نادر نسخوں کو غیر معروف گوشوں سے مناسب قیمت پر لا کر لائبریری میں رکھا جائے یہ کام نادر نسخوں کے بیوپاریوں پر چھوڑ دیا گیا ہے عملہ کی جانب سے کسی شخص کو اس ریسرچ پر متعین کرنا اس بنا پر غیر ضروری قرار دیا گیا ہے کہ نادر کتابیں کباڑیوں کے ہاتھوں سے لائبریری میں بہ آسانی پہنچ جاتی ہیں اور یہ کام اتنا محنت طلب ہے کہ اچھے نسخے کی امید میں بھی دو چار سال حد درجہ مشکل میں ملتے ہیں عملہ میں سے ایک شخص کو بے کار بٹھایا نہیں جا سکتا۔

Marfat.com

مشرقی پاکستان کی لائبریریاں

زیر نظر نمبر میں مشرقی پاکستان کے کتب خانوں اور لائبریریوں کے متعلق مفصل مضامین حاصل نہیں ہو سکے تاہم ذیل میں بعض پبلک لائبریریوں کا اجمالی ذکر کیا جا رہا ہے یہ مختصر مضمون پاکستان بلیوگرافیکل ورکنگ گروپ کی پبلیکیشن نمبر ۱۳ مطبوعہ ۱۹۵۶ء کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔

باریسال پبلک لائبریری باریسال میونسپل کمیٹی اس لائبریری کو چلا رہی ہے۔ اس میں مختلف زبانوں کے ۱۵ رسائل و جرائد آتے ہیں اور ۴۸۳۸ مطبوعہ کتابیں یہاں موجود ہیں۔ جو زیادہ تر افسانوی ادب پر مشتمل ہیں۔

ایسٹ پاکستان سنٹرل پبلک لائبریری:- یہ لائبریری شاہ باغ ڈھاکہ میں واقع ہے۔ حکومت مشرقی پاکستان اس کی منتظم ہے۔ اس میں ۱۱۴ رسائل و جرائد کے علاوہ ۱۵۰۰۰ مطبوعہ کتابیں موجود ہیں۔

خواجہ ناظم الدین مسلم ہال اینڈ لائبریری دیناج پور۔ } اس لائبریری کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہے جس کے چیئرمین دیناج پور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہیں اس میں ۱۲۵۳۸ مطبوعہ کتابیں ہیں جن میں سے ۵۲۶۸ انگریزی۔ ۶۸۴۲ بنگالی۔ اردو عربی فارسی اور سنسکرت کی ۴۲۸ کتب ہیں۔ مخطوطات بھی ۳۵ کی تعداد میں ہیں۔ مزید براں ۲۷ رسائل و جرائد بھی آتے ہیں۔

قائد اعظم میموریل پبلک لائبریری فرید پور } یہ پرائیویٹ طور پر قائم کی گئی ہے اس میں پانچ ہزار مطبوعہ کتابیں ہیں اور ۱۲ رسائل و جرائد آتے ہیں۔

علی مدا پبلک لائبریری کشور گنج پرائیویٹ طور پر چلائی جا رہی ہے ۵۰۰۰ مطبوعہ کتابیں اور ۱۷ رسائل و جرائد آتے ہیں۔

مسلم انسٹی ٹیوٹ لائبریری میمن سنگھ بابو روڈ پر واقع ہے۔ پرائیویٹ انتظام کے تحت چل رہی ہے یہاں ۳۰۰۰ مطبوعہ

Marfat.com

کتابیں ہیں اور ۱۳ رسائل و جرائد آتے ہیں۔

نلچرا پبلک لائبریری :- یہ بھی پرائیویٹ انتظام کے تحت چل رہی ہے۔ یہاں ۱۲۰۰ مطبوعہ کتابیں ہیں اور ۸ رسائل و جرائد آتے ہیں۔

ریاض الاسلام لائبریری بسکھری :- یہ ایک پرائیویٹ لائبریری ہے۔ یہاں ۶۶۰۵ مطبوعہ کتابیں ہیں اور ۲۰ رسائل و جرائد آتے ہیں۔

تنگایل مسلم انسٹی ٹیوٹ لائبریری :- یہ بھی پرائیویٹ ہے یہاں ۲۰۰۰ مطبوعہ کتابیں ہیں اور دس رسائل و جرائد آتے ہیں۔

راجشاہی جناح اسلامیہ انسٹی ٹیوٹ لائبریری :- یہ لائبریری پرائیویٹ انتظام کے ماتحت چل رہی ہے۔ یہاں ۳۰۰۰ مطبوعہ کتابیں ہیں اور دس رسائل و جرائد آتے ہیں۔ کتابیں عموماً اسلامیات کے موضوع پر ہیں۔

راجشاہی پبلک لائبریری گھوڑامارا :- ایک کمیٹی اس لائبریری کو چلا رہی ہے۔ ۹۸۰۹ مطبوعہ کتابیں یہاں موجود ہیں جنمیں سے ۴۰۱۰ انگریزی- ۵۵۱۰ بنگالی- ۲۸۹ سنسکرت کی ہیں۔ ۲۰ رسائل و جرائد بھی آتے ہیں۔

ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری :- اس لائبریری کی دیکھ بھال کے لئے ایک انتظامیہ کمیٹی مقرر ہے جس میں وائس چانسلر کے علاوہ سائنس- آرٹس اور لاء کے شعبہ جات کے ڈین شامل ہیں۔ ان کے علاوہ اکیڈمک کونسل کے دو نمائندے بھی ہر سال منتخب کیے جاتے ہیں۔ اس لائبریری میں ۱۵۰،۰۰۰ مطبوعہ کتابیں- ۲۶۰۰۰ مخطوطات اور ۳۰۰ تحقیقاتی مقالے ہیں۔ ۳۳۰ رسائل و جرائد بھی یہاں آتے ہیں۔

راجشاہی یونیورسٹی لائبریری :- اس کی دیکھ بھال کیلئے بھی ایک اکیڈمک بورڈ مقرر ہے جس کے چیئرمین وائس چانسلر ہیں۔ یہاں ۳۵۴۶۲ مطبوعہ کتب ہیں اور ۲۵۶ رسائل و جرائد آتے ہیں۔ اس لائبریری کی ایک شاخ موہنپار میں یونیورسٹی کیمپس میں بھی ہے۔

Marfat.com

تبصرے!

کتاب:- خواجہ غلام فرید مصنف:- مسعود حسن شہاب

ناشر:- اردو اکیڈمی بہاولپور ضخامت:- بڑی تقطیع ۳۲۸ صفحات

قیمت:- مجلّد چھ روپے

صوفیائے کرام اور بزرگان عظام کے تذکرے اور سوانح عمریاں مدّت سے ایک خاص ڈھرّے پر لکھی جاتی ہیں اور اب تک بھی عقیدت مند مصنفین اسی ڈھرّے کو اپنائے ہوئے ہیں کہ ان بزرگوں کو انسان کی حیثیت سے نہیں بلکہ عقیدت کے گہرے جذبات کے تحت کچھ مافوق الانسانی مخلوق کی حیثیت سے دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور دوسروں سے بھی یہی بات تسلیم کرلینے کی توقع رکھی جاتی ہے۔ حالانکہ اصل اہمیت اسی بات کی ہے کہ ان بزرگوں نے انسان کو بلندی اور رفعت کے کن کن امکانات سے آشنا کیا ہے اور انسانیت کو اس کی عظمت سے کس حد تک آگاہ کیا ہے۔

زیر نظر کتاب اس لحاظ سے بڑی خوش آئند ہے کہ مصنف نے روایت سے ہٹ کر درایت کا سہارا لیا ہے اور صرف سنی سنائی باتوں کو بنیاد بنانے کی جگہ تحقیق، جستجو اور محنت سے کام لیا ہے۔ خواجہ غلام فرید نہ صرف یہ کہ اپنے زمانے کے بلند پایہ روحانی بزرگ اور صفِ اول کے صوفیا میں سے تھے بلکہ سرائیکی زبان کے قادر الکلام اور اونچے مرتبہ کے شاعر بھی تھے۔ صوفی اور روحانی بزرگ کی حیثیت سے انھوں نے اسلام کی سربلندی، مسلمانوں کے کردار کی تعمیر اور روحانیت کو اس کا مقام دلانے کی کوشش کی اور ان کی یہ کوشش بہت بڑی حد تک کامیاب بھی رہی شاعر کی حیثیت سے انھوں نے سرائیکی زبان کی وہ خدمت کی کہ یہ پس ماندہ زبان برصغیر کی دیگر علاقائی زبانوں کے ہم پایہ اور ہم مرتبہ کہلانے کی حقدار ہوگئی۔ ان دونوں حیثیتوں سے خواجہ صاحب کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ روحانی اور ادبی حلقوں میں ان کا نام ہمیشہ عقیدت اور احترام کے ساتھ لیا جاتا رہے گا۔

زیر نظر کتاب کے مصنف مسعود حسن شہاب نے بڑی محنت اور تحقیق کے ساتھ خواجہ صاحب کی زندگی، ان کی بزرگانہ اور شاعرانہ حیثیت اور ان کے کردار کے بارے میں تمام معلومات یکجا کر دی ہیں اور کوشش یہ کی ہے کہ درست واقعات کتاب میں شامل ہوسکیں اور مشکوک روایات کو جگہ نہ ملے۔ اس طرح یہ کتاب خواجہ صاحب کے بارے میں ایک مستند اور جامع دستاویز کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔

کتاب کے آخر میں خواجہ صاحب کی کچھ کافیوں کا خوبصورت منظوم ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے اور وہ اشعار بھی شامل ہیں جو خواجہ صاحب نے اردو سے متاثر ہو کر لکھے ہیں۔ اس طرح کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کتاب سفید کاغذ پر اچھی کتابت اور طباعت کے ساتھ چھپی ہے اور مضبوط جلد کے ذریعہ

Marfat.com

اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ایسی مفید اور کارآمد کتاب شائع کرنے کے لئے اردو اکادمی بہاولپور مبارک باد کی مستحق ہے۔ (جلیل نقوی)

کتاب:- شکست در شکست تالیف و ترتیب:- اسرار زیدی
ضخامت:- ۲۷۲ صفحات ناشر:- کلاسیک لاہور
قیمت:- ... (نیوز پرنٹ) چھ روپے (سفید کاغذ) آٹھ روپے

ستمبر ۶۵ء میں بھارت نے پاکستان کے خلاف جس جارحیت کا مظاہرہ کیا اس کے نتائج منظر عام پر آچکے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جنگ میں نفع کم نقصان زیادہ ہوتا ہے لیکن ستمبر کے معرکے کا ایک مثبت پہلو یہ ہے کہ پاکستان میں شاید پہلی بار دس کروڑ عوام نے انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں قومی بنیادوں پر تمام مسائل کو سوچنا اور پرکھنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ملک میں سیاسی کتب کی مانگ بڑھ گئی "شکست در شکست" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو فی الواقع بھارتی افواج کے لیفٹنٹ جنرل بی ایم کول کی مشہور کتاب (The Untold Story) "ان کہی داستان" کے ردِّ عمل کے طور پر لکھی گئی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ شکست در شکست کا "ان کہی داستان" سے کوئی تعلق ہے؟ فی الواقع زیر تبصرہ کتاب "ان کہی داستان" کا ایک طرح سے جواب ہے۔ جنرل کول نے نیفا میں چینیوں کے مقابلے پر اپنی شکست کو چھپانے کے علاوہ بھارتی پارلیمنٹ اور پریس میں اپنے اوپر عائد شدہ الزامات کی تردید کے لئے "ان کہی داستان" میں تمام زور قلم صرف کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۴۸ء میں کشمیر میں پاک و بھارت جنگ کے سلسلے میں ہر اُس ممکن غلط بیانی سے کام لیا ہے جس کو حقیقت سے قدر کا بھی واسطہ نہیں جنرل کول نیفا میں بھارتی افواج کے سپہ سالار تھے۔ چنانچہ قدرتی طور پر ۱۹۶۲ء میں شکست کی تمام ذمہ داری اُن پر عائد ہوتی ہے لیکن انہوں نے اس ضمن میں اپنے دفاع کے ساتھ ساتھ تمام صورت حال کے لئے پنڈت نہرو کرشنا مینن اور ڈیسائی کو موردِ الزام گردانا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب کے بیشتر صفحات میں چین اور پاکستان کے خلاف جی بھر کے زہر افشانی کی ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ شکست در شکست فی الواقع انہی ہرزہ سرائیوں کا مدلل اور موثر جواب ہے۔ اسرار زیدی نے تاریخ و حقائق کی روشنی میں بھارتی افواج اور اُن کے رہنماؤں کے ساتھ ساتھ وہاں کے سیاسی قائدین کی نااہلی اور عدم صلاحیت کو سیدھے سادے انداز میں واضح کیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے "ان کہی داستان" کے بعض اقتباسات بھی پیش کئے جن کی روشنی میں قاری صحیح صورت حال کا بخوبی جائزہ لے سکتا ہے۔

۱۹۴۸ء میں جبکہ ابھی پاکستانی افواج نسبتاً غیر مسلح اور غیر منظم تھیں، ان کے ہاتھوں بھارت کی افواج کشمیر کی درگت کوئی ایسا حادثہ نہیں ہے۔ جسے تاریخ فراموش کر سکے۔ اس جنگ کے بعد کشمیر کے

Marfat.com

سیاسی حالات پر شیخ عبداللہ کے خلاف سازش اور اُن کی گرفتاری سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بھارتی قائدین کو نہ کشمیری راہنماؤں پر اعتماد تھا نہ وہاں کے عوام پر! وہ اس امر سے بخوبی آگاہ تھے کہ پچاس لاکھ کشمیری عوام اور اُن کے رہنما بھارت سے شدید نفرت کرتے ہیں اور اس کی غلامی کا جوا کاندھوں سے اتارنے کے درپے ہیں۔ اس کے بعد ۱۹۶۲ء میں نیفا اور لداخ کی جنگ اور اس کے نتیجہ میں بھارت کی شکست فاش اُس کی بزدلی اور جارحانہ ذہنیت کی آئینہ دار ہے۔ تبت اور ناگالینڈ کے حریت پسندوں کے خلاف بھارت کی جانب سے جو قوت آزمائی کی گئی۔ اس کا شرمناک پہلو یہ ہے کہ ہر ممکن جارحیت کے باوجود تبتی عوام کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ رہے ناگالینڈ کے حریت پسند تو وہ آج بھی اس کی بربریت کے خلاف بڑی جی داری کے ساتھ صف آرا ہیں۔

ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاکستان پر شب کی تاریکی میں بغیر اعلان جنگ حملہ کرنے کے باوجود بھارت کو جس شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اُس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سترہ روزہ جنگ میں پے در پے ہزیمت کے بعد بالآخر بھارتی رہنماؤں نے غیر مشروط طور پر فوراً جنگ بندی قبول کر لی اور اپنا سولہ سو مربع میل علاقے کے ساتھ ساتھ بے شمار اسلحہ اور دیگر سامان جنگ پاکستان کے سپرد کر دیا۔ "شکست در شکست" میں ان تمام معرکوں کا بڑی تفصیل اور حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے۔ فی الواقعہ یہ کتاب بھارتی شکستوں کی ایک ایسی داستان ہے جو واقعات و حقائق کی آئینہ دار ہے۔ چنانچہ اسی باعث اس کی حیثیت ایک تاریخی دستاویز کی سی ہو گئی ہے جس سے آنے والی نسلیں مکمل طور پر استفادہ کر سکیں گی۔ کتاب میں صدر ایوب اور اس وقت کے جواں سال وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی وہ تاریخی تقریر بھی شامل ہیں جو انہوں نے علی الترتیب چھ ستمبر کی دوپہر کو اور اقوام متحدہ میں کی تھیں مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ "شکست در شکست" ایک نہایت مفید اور کارآمد کتاب ہے۔ کتابت و طباعت معیاری اور قیمت مناسب! تاہم اگر اس میں چند نقشے بھی شامل کر دیئے جاتے تو ان سے واقعات کو سمجھنے میں کافی آسانی ہو جاتی۔ امید ہے کہ یہ کمی آئندہ ایڈیشن میں پوری کر دی جائے گی۔

خالدہ جلیل

کتاب:- Khudi Through Sex

مصنف:- ایم۔ اے۔ عثمانی

ناشر:- فلوسوفیکل پبلیکیشنز۔ ۴۴ شاہد کالونی۔ اچھرہ۔ لاہور

سائز $\frac{20\times30}{16}$ ضخامت ۱۶۰ صفحات قیمت ۶/ روپے

ایم۔ اے عثمانی ان نئے لکھنے والوں میں سے ہیں۔ جو ذہنی اور علمی میدانوں میں اپنی دنیا آپ

Marfat.com

بنانے کے قائل ہوتے ہیں۔ زیر نظر کتاب ان کے آٹھ فلسفیانہ مضامین کا مجموعہ ہے اور ان کا خاص نقطہ نظر واضح ہے۔ کتاب کے اہم ترین مضامین وہ ہیں جنھوں نے کتاب کا ... کیا ہے۔ اور جن میں مصنف نے خودی کا حصول صرف جنس کے ذریعے ممکن گردانا ہے۔ کتاب کا یہ نام اور نظریہ اگرچہ قارئین کے لئے بالکل نیا ہوگا۔ لیکن یہ معاملہ صرف الفاظ تک محدود ہے ورنہ یہ نظریہ کچھ نیا نہیں ہے۔ ہمیں یہی بات ڈی۔ ایچ لارنس کے ہاں مل سکتی ہے جو اس کا بہت بڑا شارح ہے۔ اس نے کہا ہے۔" یہ صرف عورت کے ذریعہ ہی ممکن ہوا۔ کہ ہم خدا کے ہاں سے دنیا تک پہنچے اور یہ بھی صرف عورت کے ذریعہ ممکن ہے کہ ہم دنیا سے واپس خدا تک جائیں۔" لارنس کے خیال میں زندگی کا وجود صرف عورت کی ذات سے وابستہ ہے اور یہی عثمانی کے ہاں ملتی ہے۔ لارنس کے علاوہ فرائڈ کے ہاں بھی جنس انسانی جذبات میں سے اہم ترین ... لیکن عثمانی کے نظریہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ انسان کا وجود ہی جنس سے عبارت ہے اور یہی ذریعہ ہے۔ جس کے وسیلے سے وہ اپنی شخصیت یعنی "خودی" کو پہچان سکتا ہے۔ مگر یہ شاید اس خودی سے کچھ مختلف ہے جو ہمیں اقبال کے ہاں ملتی ہے۔

کیٹس نے اپنے ایک خط میں کہا ہے کہ" سچائی صرف وہ ہے جو ہمیں اپنے نفس کی گردش میں ... ہوتی ہے۔" عثمانی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اصل زندگی وہ ہے جو محسوسات سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ نظریات سے۔ اور موجودہ زمانے کے انسان کا المیہ یہ ہے کہ زندگی نظریات میں محدود ہو کر گئی ہے۔ اس طرح آج کا انسان زندگی اور سچائی سے منقطع ہو کر رہ گیا ہے اور یہی چیز اس کے ہر قسم کی تباہی کا باعث بنی ہوئی ہے۔

مصنف نے مسلم فلاسفی اور مغربی فلسفیانہ نظریات کا جائزہ لیتے وقت یہ نکتہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسانی زندگی میں فلسفہ کی کیا اہمیت ہے اور فلاسفروں کا رویہ زندگی کے ساتھ کیا ہونا چاہیے ہے۔ یہاں اس نے زندگی کے ساتھ فلسفہ کا صحیح رشتہ واضح کیا ہے اور فلسفہ کو ایک زندہ اور متحرک قوت کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ جس کا زندگی سے ہر قدم پر گہرا رابطہ ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب اس قابل ہے کہ نہ صرف فلسفہ کے علماء اور طلبا اسے ذوق وشوق سے پڑھیں بلکہ عام اہل علم اصحاب بھی اس کے ہر صفحہ پر وہ بہت کچھ پائیں گے۔ جو ان کے فکر کی روشنی کا باعث بن سکے۔ فلسفیانہ مضامین کا مجموعہ ہونے کے باوجود کتاب اس قدر دلچسپ ہے ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد آخر تک قاری کی توجہ کو جذب کیئے رہتی ہے۔ کتاب بڑے ... کاغذ پر خوبصورت چھپی ہے اور قیمت انتہائی مناسب ہے

محمد اقبال مجددی
ذخیرہ لاہور

Marfat.com

سرور

کی ... ۹۰۳ نادر کتابوں کی فہرست

رح و بسط کے ساتھ روشنی

قیمت -/۳ روپے

صفحات ⊙ مجلد سالم کپڑا ○ خوبصورت ٹائپ میں

مرتبہ : ملک نذیر

پہلی کتاب ... ایک علامہ اقبال پر جو کچھ

مکمل حوالہ جات درج کئے گئے ہیں۔

(دوسرا ایڈیشن زیر طبع ہے)

ترجمہ : فضل حمید

کی شہرۂ آفاق تصنیف اردو زبان میں

صفحات ⊙ قیمت -/۴ روپے

ترجمہ : محمد بشیر ظامی

کی ملتانی و بہاولپوری زبان کی مشہور عالم مثنوی

وں دواں ترجمہ مع متن۔

قسم اول -/۷ روپے قسم دوم -/۶ روپے

۳۷۲ صفحات ○ خوبصورت کتابت اور طباعت

مرتبہ : فیض احمد فیض

انشایئے اور گفت و شنید ، عنوانات کے تحت تاثیر

رز کار مجموعہ قیمت ۳/۵۰ روپے

ت ⊙ خوبصورت کتابت ○ چغتائی کا سرورق

○ ... مال ، لاہور۔۳

Marfat.com

مطبوعات اردو اکیڈمی

لغات طب

مرتبہ : حکیم ...

مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ یہ لغات ہر ... مفید ہوگی جسے انگریزی اور بین الاقوامی طبی اصطلاحات کے اردو یا مترادفات کی جستجو ہو۔ ... معاون ...

$\frac{20 \times 30}{8}$ سائز ○ ۸۰۰ صفحات ○ دیدہ زیب ٹائپ ○ قیمت ...

گلگت اور شنا زبان

ڈاکٹر ...

شنا گلگت کے علاقے کی زبان ہے جو ۱۳٫۲۵۲ مربع میل رقبے ... بولی جاتی ہے مصنف نے شنا زبان کو معرض تحریر میں لانے کے ... پہلی بار کامیاب سعی کی ہے ، قواعد و ضوابط مقرر کئے ہیں اور ... لغاتچہ ، ضرب الامثال ، حکایات ، اور کہانیاں بھی درج کی ہیں۔

قیمت ...

$\frac{20 \times 30}{8}$ سائز ○ ۳۹۹ صفحات ○ دیدہ زیب کتابت و طباعت ...

عربی ادب

علیؔ ...

اس کتاب میں زمانہ قدیم سے لے کر عصر حاضر تک عربی ... و ادب کی مختلف تخلیقات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ قیمت ...

$\frac{18 \times 23}{8}$ سائز ○ ۳۶۰ صفحات ○ سفید کاغذ۔ کتابت اور طباعت ...

بلوچی ادب

سلیم خان ...

بلوچی ادب پر اردو میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے اس ... مطالعہ سے وادئ بولان کی ثقافتی زندگی کے خدو خال سامنے آئیں گے ... اندازہ ہوسکے گا کہ شمشیر زنی کے ماہر اور پہاڑوں سے نبرد آزما ... والے زندگی کی رومان آفرین حقیقتوں کو کس طرح محسوس کرتے ہیں ...

قیمت ۵۰/...

$\frac{18 \times 23}{8}$ سائز ○ ۱۲۰ صفحات ○ دیدہ زیب کتابت و طباعت ...

——— سول ایجنٹ ———

کلاسیک ○ ۴۲۔ دی مال ، لاہور۔۳

طباعت سرورق ... پریس لمیٹڈ۔ لاہور

Marfat.com